visit: www.AdabiZouq.com

سسپنس ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی مقبول ترین کہانی
سوچ نگر کے شہزادے فرہاد علی تیمور کی سرگزشت

دیوتا

دسواں حصہ

راوی:۔۔۔ فرہاد علی تیمور
مصنف:۔۔۔ محی الدین نواب

کتابیات پبلی کیشنز ○ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ۔ کراچی ۔ ۱

دیوتا

مشہور ہے کہ دُنیا کی تمام مخلوق میں کُتے سب سے زیادہ وفادار ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کُتا اپنی مالکن سے لڑ رہا تھا، اسے بھنبھوڑ رہا تھا۔ شی سیر اپنے بچاؤ کی کوشش کرنا چاہتی تھی۔ مگر فرش پر سے اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ اِدھر سے اُدھر لڑھک رہی تھی اور کبھی دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر کُتے کو اپنے سے دور کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ میں نے سونیا سے کہا "کُتے کو الگ کرو تاکہ میں اس کے کمزور دماغ میں جھانک کر مزید معلومات حاصل کر سکوں "

سونیا نے ایک چٹکی بجائی۔ کتا ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ اس کے ہونٹوں سے ایک مخصوص قسم کی سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ وہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ بار بار اپنے شکار کو بھی گھور رہا تھا۔ جیسے اسے چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔ لیکن سونیا کی سیٹی اسے کوئی بھولا سبق یاد دلا رہی تھی اور وہ اس سبق پر عمل کرتا ہوا واپس جا رہا تھا۔ پھر وہ پلٹ کر تیزی سے دوڑتا ہوا اُسی خانے میں چلا گیا۔ جہاں وہ آہنی جالی والا دروازہ تھا۔ سونیا نے دیوار سے لگے ہوئے بٹن کو دبایا۔ دروازہ بند ہو گیا۔

شی سیر کی آدھی جان نکل چکی تھی۔ کتے نے اس کے جسم کے بیشتر حصّوں سے گوشت نوچ لیا تھا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید اب تک اس کا دم نکل چکا ہوتا۔ لیکن وہ بڑے دل گردے والی عورت تھی۔ شاید زندگی میں بڑے مظالم جھیلے ہوں گے۔ یا کتوں کے ساتھ رہ کر سخت جان بن گئی تھی۔ اسی لیے اب تک زندہ تھی۔ مگر زندہ رہنے کے لیے اپنے دشمنوں سے لڑ نہیں سکتی تھی۔ ایک دشمن ٹیلی پیتھی بھی تھی۔ اور میں اب اس کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔

وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی۔ اور میں اس کے دماغی تہہ خانے میں پہنچ کر اس کی زندگی کی اہم باتیں معلوم کر رہا تھا۔ اس کے اہم راز، اس کے قریبی دوست احباب اس کے کاروباری راز اور۔۔۔ اور۔۔۔ پھر اور کچھ معلوم نہ کر سکا۔ اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا۔

ریڈ باور کا باس اسحاق وال وچ گم صم کھڑا وہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کے سامنے جو زندہ سلامت کھڑی ہوئی ہے۔ وہ شی سیر ہے اور مرجانے والی کُتے کا شکار ہو چکی ہے۔ یقین کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ کتا سونیا کی چٹکی اور اس کی سیٹی کے اشاروں پر عمل کر رہا تھا۔

میں اسحاق وال وچ کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اُسے بھی اسی طرح مرنا ہے۔ شی سیر اسے زندہ نہیں

چھوٹے گی۔ اور جب زندہ رہنے کی کوئی امید ہی نہ رہی ہو تو پھر مردانہ وار مقابلہ کر کے کیوں نہ مرا جائے؟

یہ سوچتے ہی اس نے اچانک سونیا پر چھلانگ لگائی لیکن میں نے اس کی چھلانگ کو ذرا بہکا دیا۔ وہ دوسری طرف جا کر فرش پر گرا۔ پھر ہڑبڑا کر کھڑا ہو گیا۔ دوڑتا ہوا اس دیوار کی طرف گیا جہاں مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر دیوار سے پیٹھ لگا کر دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر سونیا کو روکنے کے انداز میں کہنے لگا "شی ہیرا! میں تمہیں دیوار تک پہنچنے نہیں دوں گا۔ ان میں سے کسی بٹن کو دبانے نہیں دوں گا۔ مر جاؤں گا یا تمہیں مار ڈالوں گا۔"

سونیا نے مسکرا کر پوچھا "مسٹر وال واچ! تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں تم مجھے یہاں سے زندہ نہیں جانے دو گی۔"

"یہ شی سپر کا وعدہ ہے چپ چاپ اس دروازے کی طرف چلے جاؤ۔ وہ دروازہ کھلے گا تم گیسٹ روم میں جا کر بیٹھ جانا۔ اور تم ایسا ہی کرو گے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وال واچ نے سونیا پر پھر چھلانگ لگائی۔ مگر میں نے پھر اسے بہکا دیا۔ اس نے اپنی سلامتی کے لیے کچھ سوچے سمجھے بغیر دو چار بار مزید حملے کیے پھر یک بیک ٹھٹک گیا سوچنے لگا یہ سارے حملے ناکام کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا فرہاد میرے دماغ میں ہے اور مجھے ناکام بنا رہا ہے، اوہ گاڈ! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ میرے اور مرجانہ کے درمیان فرہاد صاحب موجود تھے۔ پھر ان کی موجودگی میں مرجانہ اتنی آسانی سے کیسے مر سکتی ہے؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا "مسٹر وال وچ! آپ اس مسئلے پر زیادہ نہ سوچیں۔ بہتر ہے کہ باہر چلے جائیں اور گیسٹ روم میں تھوڑی دیر انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے پلٹا دیا جب وہ پلٹ گیا تو اسکی سمجھ میں آ گیا کہ اسے وہی کرنا ہو گا جو اس سے کہا جا رہا ہے وہ سیدھا چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے اسے کھولا۔ سونیا نے دیوار کے پاس ایک بٹن کو آن کر کے پرسنل سیکرٹری کو مخاطب کیا اور کہا "دروازہ باہر سے کھولو اور مسٹر وال وچ کو گیسٹ روم میں بٹھاؤ۔"

دروازہ کھل گیا۔ وال وچ باہر چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔ میں نے کہا "شی سپر کا چہرہ یوں بگاڑ دو کہ وہ پہچانی نہ جا سکے۔ اس کے بعد آہنی سیف کو کھولو میں تمہیں نمبر بتاتا ہوں۔"

سونیا نے کتے کو اس آہنی دروازے کے پیچھے سے نکالا۔ پھر اپنے مخصوص اشاروں کے ذریعے اسے سمجھا دیا کہ شی سپر کی بوٹی بوٹی کر دینا ہے۔ اس کے بعد وہ سیف کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے اسے نمبر بتایا۔ وہ اسی کے مطابق سیف کھول کر دیکھنے لگی اس کے اندر بہت سے اہم کاغذات تھے۔ ڈائریاں تھیں کچھ نقشے بنے ہوئے تھے۔ وہاں ایک ریوالور اور کارتوس کی پیٹیاں تھیں۔

وہ پہلے مختلف نقشوں کو میز پر پھیلا کر دیکھنے لگی۔ اس وقت تک کتے نے شی سپر کی شناخت بگاڑ دی تھی۔ گوشت اس کے جسم میں برائے نام رہ گیا تھا۔ سونیا نے کتے کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور اسے آہنی جالی کے پیچھے بند کر دیا۔ اس کے بعد اطمینان سے نقشوں کا مطالعہ کرنے لگی۔ ایک نقشہ دیکھنے کے بعد پتہ چلا کہ جہاں جہاں مختلف کتوں کے کٹہرے ہیں، وہاں اور اس محل کے باہر زمین کی تہہ میں بارودی سرنگ ہے۔ شی سپر کے پلنگ کے سرہانے سائڈ ٹیبل پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے، ہر بٹن اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ وہ کس نسل کے کتوں کے کٹہرے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بٹن کو دبانے سے کٹہرے میں ایک زبردست دھماکا ہوتا اور سارے کتے اس کی لپیٹ میں آ جاتے۔ وہاں پہرہ دینے والے محافظ بھی سلامت نہ رہتے۔

شی سپر نے احتیاطاً ایسی تدابیر کی تھیں۔ کبھی ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ کتے اس کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتے یا کوئی سازش کے ذریعے ان کتوں کو ایسی خوراک کھلا دیتا جس سے وہ پاگل ہو جاتے یا اور زیادہ خونخوار ہو جاتے۔ کنٹرول سے باہر ہو جاتے تو بچاؤ کی یہی صورت تھی۔ اس نقشے سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ بارودی سرنگ کے دھماکوں کے بعد قلعے کا کون کون سا حصہ متاثر ہو سکتا تھا۔ شی سپر کا وہ محل اگرچہ ان دھماکوں کی زد میں آتا لیکن اندرونی حصہ اور خصوصاً شی سپر کی خوابگاہ محفوظ رہتی۔ کیونکہ وہ خوابگاہ محل کے دور افتادہ حصے میں تھی۔

پچھلی رات سونیا جب پارس کو لے کر ادارے سے نکل رہی تھی تو اس کے راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔ کتنے ہی دشمن مارے گئے تھے۔ ان دشمنوں کا رابطہ اپنے جس آقا سے تھا اس کا فون نمبر میں نے پچھلی رات ہی نوٹ کرا دیا تھا۔ وہ سب سونیا کے دماغ میں محفوظ تھا۔

شی سپر کے دماغ نے بتایا تھا کہ یہاں یہودیوں کا ہیڈ پیرس میں رہتا ہے اس کا نام ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن ہے۔ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن اور اس کا ایک باڈی گارڈ دونوں ہی یوگا کے ماہر تھے۔ درحقیقت اب یہودی اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے، بڑے بڑے عہدوں پر ایسے یہودی افسران اور باصلاحیت لوگوں کو

مقرر کرتے تھے جو یوگا کے ماہر ہوں۔

ڈاکٹر سیموئیل کے باڈی گارڈ کا نام ٹارٹر بلبا تھا۔ ٹارٹر بلبا خود کو تاتاری نسل کا باشندہ کہتا تھا۔ اس کا قد سات فٹ تھا۔ جسمانی طور پر پہاڑ لگتا تھا۔ شی سپر زندگی سے رخصت ہونے کے دوران یعنی آخری وقت اسی ٹارٹر بلبا کو یاد کر رہی تھی کیونکہ وہ اس پر بری طرح فریفتہ تھی۔ اتنی بڑی دنیا میں بس وہی ایک ایسا تھا جس کے زیر اثر وہ رہنا قبول کرتی تھی۔ ورنہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ اس کے دماغ نے بتایا تھا کہ بلبا فولادی انسان ہے۔ اس کے بدن کی جلد گینڈے کی طرح سخت اور موٹی تھی۔ اس پر کسی موسم کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ شمالی یورپ کی شدید سردی اور برفباری میں بھی وہ معمولی لباس پہنتا تھا۔ یوں لگتا تھا، جیسے اس کے بدن کی موٹی سخت جلد کمبل کا کام کرتی ہو۔

سونیا نے ایک بٹن دبانے کے بعد پرسنل سیکرٹری کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا "یہاں ایک نچی ہوئی لاش پڑی ہے۔ اسے اٹھواؤ اور فرش کی صفائی کرا دو۔ بری اپ۔"

آدھے منٹ کے اندر ہی دو ملازم کمرے کے اندر داخل ہوئے اور لاش کو اٹھا کر لے جانے لگے۔ پھر ایک تیسرا ملازم اندر آیا اور فرش کی صفائی کرنے کے بعد دوائیں چھڑک کر چلا گیا۔ اس کے بعد سونیا آئرن سیف کے پاس آئی پھر ڈائری نکال کر دیکھنے لگی۔ اتفاق سے جو صفحہ کھلا اس میں شی سپر نے ٹارٹر بلبا کے متعلق تفصیل سے بہت کچھ لکھا تھا اور جگہ جگہ اپنے لگاؤ کا اظہار کیا تھا۔ سونیا نے اسے بند کر کے ایک طرف رکھ دیا۔ پھر دوسری ڈائری کھول کر دیکھنے لگی۔ وہ سال رواں کی ڈائری تھی۔ اس کے ذریعے شی سپر کی حالیہ مصروفیات کا پورا علم ہوتا تھا۔ اس کے ذریعے یہ بھی پتہ چلا کہ اگلے دن شام کو یہاں ایک بہت بڑی کاک ٹیل پارٹی ہے۔ یہ پارٹی سونیا اور پارس کی موت کے جشن کے سلسلے میں ہو رہی تھی۔ اس میں خاص طور پر ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کو مدعو کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر سیموئیل کے آنے کا مطلب یہ تھا کہ اس کا محافظ ٹارٹر بلبا بھی وہاں آنے والا تھا۔ یہ جشن منانے کے لیے جن خاص خاص مہمانوں کو دعوتیں دی گئی تھیں ان کی فہرست پرسنل سیکرٹری کے پاس تھی۔ اور وہی کل ہونے والے پروگرام کے متعلق تفصیلات جانتی تھی۔

سونیا نے اسے طلب کیا پھر کہا "کل ہمارے ہاں جشن منانے کے لیے جو مہمان آ رہے ہیں ان کی فہرست لے آؤ۔"

وہ گئی اور فہرست لے کر آ گئی۔ سونیا نے فہرست پر ایک نظر ڈالی اور مجھ سے سوچ کے ذریعے کہا "میں نام پتے اور فون نمبر پڑھتی جا رہی ہوں تم نوٹ کرتے جاؤ۔"

میں نے کہا "ایک منٹ۔" پھر اس سے رابطہ ختم کر کے منجالی کی طرف دیکھا۔ وہ سامنے ایک صوفے پر بیٹھی اس انتظار میں تھی، کہ خیال خوانی ختم ہو گی تو میں اس کی طرف توجہ دوں گا۔ میں متوجہ ہوا تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر لہراتی ہوئی آئی اور میرے قدموں کے پاس فرش پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا۔ "منجالی! اس وقت بھی فرصت نہیں ہے۔ فوراً کاغذ اور قلم لے آؤ۔ اور جو کچھ کہتا جا رہا ہوں اسے نوٹ کرتی جاؤ۔"

حکم کی بندی فوراً ہی اٹھی، لپک کر میز کے پاس گئی وہاں سے کاغذ اور قلم لے آئی میرے سامنے ایک کرسی لا کر بیٹھ گئی میں نے دوبارہ سونیا سے رابطہ قائم کیا۔ وہ فہرست کو دیکھ کر چپ چاپ پڑھتی جا رہی تھی۔ میں اسے دہراتا جا رہا تھا۔ اور منجالی تمام نام پتے اور فون نمبر نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ پھر سونیا نے پرسنل سیکرٹری سے پوچھا "کل کے انتظامات کے متعلق تفصیل بتاؤ۔"

وہ بتانے لگی کہ کس طرح دوپہر کو پیرس کے ایک بہت بڑے فائیو اسٹار ہوٹل کا اسٹاف آنے والا ہے۔ وہ کھانے کا تمام سامان اور شمپین کی بوتلیں لے کر آئیں گے۔ اس محل کے ایک بہت بڑے ہال میں وہ پارٹی ہونے والی تھی۔ اس قلعے کے چھ جوان اس پارٹی کا اہتمام کر رہے تھے۔ ان کے نام پرسنل سیکرٹری نے بتائے وہ بھی میں نے نوٹ کر لیے۔

سونیا نے سیکرٹری کو باہر جانے کا حکم دیا پھر آئرن سیف سے دوسرے نقشے نکال کر دیکھنے لگی۔ ایک نقشہ محل کا تھا اس کے ذریعے پتہ چل رہا تھا کہ وہ بڑا سا ہال کس حصے میں ہے جہاں وہ کاک ٹیل پارٹی ہونے والی تھی۔ میں نے پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں جھانک کر چپکے سے معلوم کیا کہ اس محل میں اسلحہ خانہ کہاں ہے۔ پھر میں نے سونیا کو آ کر بتایا، وہ نقشے میں اس جگہ کو دیکھنے کے بعد بولی "میں خود جا کر اسلحہ خانے کا معائنہ کرتی ہوں۔ وہاں اچھی خاصی تعداد میں ٹائم بم مل گئے تو میں آج رات ہی اس بڑے ہال میں ان کو ایسی ایسی جگہ پر رکھ دوں گی کہ کسی کی نظر نہیں پڑے گی۔"

"تمہارے ذریعے میں دیکھ رہا ہوں۔ اس خواب گاہ کے نقشے میں ایک جگہ سٹور روم بنا ہوا ہے، وہاں جا کر دیکھو۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر سٹور روم کے پاس گئی، اس کے دروازے کو کھول کر دیکھا۔ اندر بہت سی چھوٹی بڑی مشینیں نظر آ رہی تھیں۔ ایک بڑے سے ڈبے کی شکل کا وی سی آر نظر آ رہا تھا۔ ان دنوں وی سی آر ایسے ہی بے ڈھب سے بنتے تھے۔ وہاں مختلف خانوں میں مختلف کیسٹ رکھے ہوئے تھے ہر کیسٹ پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوا تھا۔ انہیں پڑھنے سے پتہ چلا کہ شی سپر

کے متعلق بھی بہت سی فلمیں ہیں۔" میں نے کہا "شی سپر کے متعلق جتنی فلمیں ہیں انہیں اسکرین پر دیکھو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنی بے انتہا مصروفیات کے دوران بھی جیسے میرا ہی انتظار کرتی رہتی تھی۔ خوش ہو کر بولی۔ "مجھے یقین تھا کہ تم مجھے نہیں بھلاؤ گے۔"

"تم میری ان اہم ساتھیوں میں سے ہو اور میری ایسی اہم ضرورتوں میں سے ہو جنھیں میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔ اس وقت بھی ایک ضرورت کے تحت آیا ہوں۔"

وہ میری کسی ضرورت کو سننے سے پہلے بولی "ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی تھی۔ ماسٹر واٹسو روکی پومی کے ساتھ پیرس پہنچ گئے ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میں ادارے میں کس قدر مصروف ہوں، خود انھیں ریسیو کرنے نہ جا سکی۔ ویسے اس ادارے کے خاص لوگ انھیں لینے گئے ہیں۔ ادھر سے مرجانہ نے یقین دلایا تھا کہ وہ خود اپنے استاد کا استقبال کرے گی۔ کیا تم نے ان سے رابطہ قائم نہیں کیا ہے؟"

"میں سونیا کے ساتھ مصروف رہا۔ اس لیے وہاں نہ جا سکا۔ تھوڑی دیر بعد جاؤں گا۔"

"سونیا کہاں ہے؟"

"اس وقت وہ پیرس سے تقریباً بیس میل دور ایک مضافاتی علاقے میں ہے جہاں شی سپر نامی ایک بہت ہی خطرناک عورت کا قلعہ ہے۔ وہ خطرناک کتے پالتی ہے اور ان کا کاروبار کرتی ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میں نے اس کے متعلق بہت کچھ سنا ہے۔ سونیا وہاں کیوں گئی ہے؟ خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ میں شی سپر کی جگہ کسی دوسری عورت کو اس قلعے میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ کیا تم کسی ایسی عورت کا انتظام کر سکتی ہو جو قد میں سونیا کے برابر ہو؟ تیز طرار اور شی سپر کی طرح بد دماغ۔"

اعلیٰ بی بی تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔ "ایسی ایک عورت ہے لیکن میری زبردست مخالف ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں اسے ہینڈل کر لوں گا، وہ کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟"

"کچھ عرصہ پہلے جب اس ادارے میں اعلیٰ بی بی کے عہدے کے لیے مقابلے ہو رہے تھے، تو وہ بھی میرے مقابلے پر تھی۔ وہ بہت تیز طرار، بہت ہی باصلاحیت عورت ہے۔ شاید وہ مجھ سے بازی لے جاتی۔ کیونکہ فائٹنگ کا جہاں تک تعلق ہے، میں اس معاملے میں کمزور ہوں اور وہ مجھ سے برتر ہے۔ لیکن وہ بدکردار اور ہر قسم کے نشے کی عادی ہے۔ بابا صاحب نے اسے ادارے سے نکال دیا تھا۔"

"نام بتاؤ۔"

"جولی تھامسن۔ وہ پیرس میں رہتی ہے۔ ایک چھوٹی سی تنظیم بنا رکھی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ بہت جلد دوسری خطرناک تنظیموں کے لیے ایک چیلنج بن جائے گی۔"

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی لو۔"

یہ کہہ کر اعلیٰ بی بی نے ریسیور اٹھایا پھر ڈائلنگ کے لیے ایک ایک بٹن پر انگلی رکھنے لگی۔ میں نے کہا "تم باتیں نہ کرنا میں اس کی آواز سنوں گا۔"

دوسری طرف گھنٹی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو جولی تھامسن۔ دس اینڈ۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "ریسیور رکھ دو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں جولی تھامسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اسی وقت یوں لگا جیسے جولی نے اپنی طرف آنے والی کسی تیز رفتار چیز کو روکا ہو اور پرے دھکیل دیا ہو۔ میں نے توجہ سے دیکھا وہ ایک ہاتھ میں ریسیور تھامے آواز سننے کا انتظار کر رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے کسی حملہ آور کو اپنی طرف آنے سے روکا تھا اور اسی ہاتھ سے جوابی کارروائی کی تھی۔ حملہ آور لڑکھڑاتا ہوا پیچھے چلا گیا تھا۔ پھر وہ چیخ کر ریسیور کے ماؤتھ پیس پر بولی "کس سور کے بچے نے فون کیا ہے؟ جواب کیوں نہیں دیتا؟ ہیلو۔ ہیلو۔"

اس نے جھنجلا کر ریسیور پٹخ دیا۔ پھر پلٹ کر حملہ آور کی طرف دیکھتے ہوئے بولی "بہت بہادر بنتے ہو۔ مرد ہو، اپنی دلیری کی ڈینگیں مارتے ہو۔ کیا یہی مردانگی ہے؟ مجھے فون کی طرف متوجہ پا کر حملہ کرنے آ گئے تھے چلو پھر کوشش کرو۔"

اس کے سامنے ایک اچھا قد آور، صحت مند جوان کھڑا تھا۔ خوبرو بھی تھا لیکن جولی کا دل وہی جیت سکتے تھے جو اس پر سبقت لے جاتے اور اپنے آپ کو اس سے زیادہ شہ زور ثابت کر دیتے۔ اس جوان نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا "تم شہ زور ہو میں نے ہار مان لی۔"

وہ نفرت سے بولی "جب عورت محبت سے حاصل نہ ہو تو مرد اپنی طاقت کے زعم میں اسے ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ میں تمھاری محبت کا جواب نفرت سے دوں گی، تم کیا کرو گے؟"

میں ان کی باتوں کے دوران کبھی جولی کو اور کبھی اس نوجوان کے دماغ کو پڑھتا جا رہا تھا۔ اس حد تک معلوم ہوا کہ وہ جوان

ایک رئیس زادہ ہے، کافی دولت مند ہے۔ ان دنوں جولی دولت کے بل بوتے پر اپنی تنظیم کو مضبوط بنا رہی تھی کوئی بھی تنظیم ہو، کوئی بھی ادارہ ہو دولت کے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ بنیادی ضرورت پوری کرتی تھی۔ اس کے لیے وہ دولت مندوں کی طرف نگاہِ غلط انداز ڈالتی رہتی تھی تاکہ وہ اس کی تمام شرائط پوری کر سکیں۔

اس جوان نے کہا "اگر تم یوں نہ مانیں تو میں فرہاد علی تیمور بن کر تمھیں حاصل کر لوں گا۔"

جولی نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا پھر اسی طرح قہقہہ لگاتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف گئی۔ اچانک ہی اس کے قہقہے رک گئے۔ وہ سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر کہا "اگر تم فرہاد بن جاؤ تو میں بھی ایک کتیا کی طرح تمھارے تلوے چاٹنے لگوں گی۔"

میں نے اس جوان کی سوچ میں کہا "کیا حرج ہے خود کو فرہاد ثابت کرنے کے لیے اس پر حملہ کیا جائے۔ ایک عورت سے شکست کھا جانا مردانگی نہیں ہے۔ جب تک سانس ہے کوشش جاری رکھنی چاہیے۔"

وہ حملے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ ادھر میں جولی کے دماغ میں پہنچ گیا جیسے ہی اس نے حملہ کیا جولی نے بچاؤ کی کوشش کی۔ لیکن میری طرف سے وہ ناکام کوشش تھی۔ وہ مار کھا گئی۔ جوان کا حوصلہ بڑھا تو اس نے دوسرا حملہ کیا۔ دوسرے حملے میں بھی جولی مار کھا کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے گئی اور صوفے پر گر پڑی۔ وہ ذرا پیچھے ہٹ کر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بڑے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ جولی بڑی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے پوچھا "کیا تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

جوان نے کہا "بالکل نہیں۔ اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں پھر حملہ کرنے والا ہوں۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "ٹھہرو، حملہ نہ کرنا۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ میں اپنا بچاؤ کسی اور طرح سے کرنا چاہتی تھی لیکن کوئی اور حرکت کر بیٹھی اور تم سے مار کھا گئی۔"

میں نے اس جوان کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو کر کہا "تم آرام سے صوفے پر بیٹھو۔ اس وقت اس جوان کے دماغ میں فرہاد علی تیمور موجود ہے۔"

وہ مضحکہ اڑانے کے انداز میں بولی "جب تم کامیاب نہ ہو سکے تو دیوانے بن رہے ہو، بلکہ مجھے بنا رہے ہو۔"

"میں خود کو فرہاد ثابت کر دوں گا۔"

وہ جوان سامنے کے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیسے ثابت کرو گے؟ سنا ہے تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بڑے کمالات دکھاتے ہو۔ آدمی جو نہیں سوچتا کر گزرتا ہے کیا یہ درست ہے؟"

"ہاں درست ہے۔"

"میں یہاں بیٹھی ہوں۔ تم مجھے مجبور کر دو کہ میں اپنا گریبان پھاڑ دوں۔"

"تمھارے دماغ میں ہوس کا اتنا غلبہ کیوں ہے؟ تم کوئی دوسری بات نہیں کر سکتیں؟"

"کیا تمھاری ٹیلی پیتھی میری ہوس کو روک سکتی ہے؟"

"روک سکتی ہے۔"

"اچھا تو مجھے روک دو۔"

وہ اٹھ کر اپنے گریبان کے بٹن تک انگلیاں لے گئی۔ اس کے بعد میں نے اسے بٹھا دیا۔ دماغ کو آزاد چھوڑتے ہی اس کی زبان سے کہا "پھر کوشش کر دیکھو۔"

وہ اچانک ہی اپنے گریبان پر ہاتھ ڈال کر پھاڑ دینا چاہتی تھی۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے روک دیا۔ جب اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ حیرانی سے اور کسی حد تک یقین سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "کسی اور طرح ثابت کرو۔"

"تم کوئی بات سوچو، میں بولتا جاؤں گا۔"

وہ سوچنے لگی "فرہاد اعلیٰ بی بی کا دوست ہے۔ اعلیٰ بی بی کئی ماہ سے بلکہ سال ڈیڑھ سال سے اس کی خدمت میں لگی ہوئی ہے وہ یہاں کیوں آئے گا؟"

میں نے جولی کی سوچ کو اس جوان کی زبان سے دہرایا۔ اب وہ شدید حیرت اور مسرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا "جولی! تم ٹھیک ہی سوچ رہی ہو۔ میں اعلیٰ بی بی کا دوست تھا لیکن اب نہیں ہوں۔ شاید تمھیں نہیں معلوم کہ میں نے اپنے بیٹے پارس کو اس ادارے میں حفاظت کے لیے رکھا تھا۔ افسوس اعلیٰ بی بی کی غفلت سے سونیا اور پارس مارے گئے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی "ہاں ہاں۔ میں نے یہ بات سنی ہے۔ تمام تنظیموں میں یہ خبر گشت کر رہی ہے حالانکہ مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یقین کر لو۔ میں انتقاماً تمھارے پاس آیا ہوں۔"

وہ سہم کر بولی "انتقاماً؟ مجھ سے کس بات کا انتقام لو گے؟"

نوجوان مسکرا کر بولا "تم سے نہیں، بلکہ اعلیٰ بی بی اور بابا کے ادارے کے تمام لوگوں سے انتقام لوں گا۔"

"وہ کیوں؟"

"ان کی غلط پلاننگ اور اعلیٰ بی بی کے غرور کی وجہ سے مجھے یہ صدمہ پہنچا۔ درحقیقت اعلیٰ بی بی سونیا کی صلاحیتوں سے حسد کرنے لگی تھی، اسے اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں سونیا اس کی جگہ

اعلیٰ بی بی نہ بن جائے۔"

جولی قائل ہو گئی۔ پھر اس نے سوال کیا "میرے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں اس جوان کے دماغ سے تمھیں دیکھ رہا ہوں۔ اس کی آنکھیں تمھارا حلیہ بیان کر سکتی ہیں۔ اس کے کان تمھاری آواز سنا سکتے ہیں۔ میں تمھاری تمام حرکتوں کو دیکھ سکتا ہوں، لیکن روبرو دیکھنے والی بات نہیں ہے۔ جب تک تمھیں نہیں دیکھوں گا تمھارے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکوں گا۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی پھر جبراً مسکرا کر بولی "یہ بھی میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے بلکہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم میرے پاس آتے ہو اور اعلیٰ بی بی کے خلاف آتے ہو، بولو میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟"

"یہ بتاؤ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

"اوہ، میں سمجھ رہی تھی تم اپنی غرض سے آتے ہو۔ اگر میری غرض جاننا چاہتے ہو تو میری سوچ پڑھ لو۔"

"میں پڑھ چکا ہوں۔ تم ایک ایسی خطرناک تنظیم بنانا چاہتی ہو جو دوسری تمام خطرناک تنظیموں کے لیے چیلنج بن جائے۔"

"تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو۔ اگر تم ایک دن کے لیے میرا ساتھ دے دو تو میں اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہو جاؤں گی۔"

"تمھارے مقاصد کیا ہیں؟ یہ میں بعد میں معلوم کروں گا، اس وقت تالی دونوں ہاتھوں سے بجے گی۔ میں اعلیٰ بی بی کی طرف رُخ نہیں کر رہا ہوں۔ جن یہودیوں نے سونیا اور پارس کو طیارے کی پرواز کے دوران ہلاک کیا ہے، پہلے اُن سے انتقام لینا چاہتا ہوں کیا تم ساتھ دو گی؟"

"آزما کر دیکھ لو۔"

"کیا تم شی ہیر کو جانتی ہو؟"

پہلے تو اس نے سوچنے کے انداز میں پیشانی پر شکنیں ڈالیں پھر کہا "اچھا وہی جو کتوں کا کاروبار کرتی ہے؟"

"ہاں وہی۔ اس کے مضبوط قلعے کے متعلق بھی جانتی ہو، جو تقریباً تین چار میل کے رقبے پر ہے؟"

"جانتی ہوں۔ کاش میرے پاس بھی کوئی ایسا قلعہ ہوتا۔ اور میں اپنے لوگوں کو وہاں اپنی مرضی کے مطابق ٹریننگ دے سکتی۔"

"تم اس قلعے کی مالک بن سکتی ہو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیسے؟"

"تمھیں شی ہیر بن کر اس قلعے میں داخل ہونا پڑے گا۔"

وہ کچھ پریشان ہو کر بولی "یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ وہ بہت خطرناک عورت ہے اور اس سے زیادہ اُس کے کتے خطرناک ہیں۔"

"تم فکر نہ کرو۔ تمھیں وہاں کے متعلق تمام تفصیلات بتائی جائیں گی۔ وڈیو کیسٹ کے ذریعے شی ہیر کے اٹھنے، بیٹھنے چلنے پھرنے اور بولنے کے انداز بتائے جائیں گے۔ میں جانتا ہوں تم زبردست ایکٹریس ہو کامیابی سے اس کی ایکٹنگ کر سکو گی۔"

"یہ تو کر سکوں گی۔"

"اس کے علاوہ تمھیں کچھ ایسے مخصوص اشارے سکھاؤں گا، جن کے ذریعے تم کتوں کو کنٹرول کر سکو گی۔"

"ایسی بات ہے تو میں وہاں سر کے بل جاؤں گی۔ بولو کیا کرنا ہے؟"

"میں اپنی بہترین ساتھی مرجانہ کو تمھارے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہ شی ہیر کے متعلق تمام وڈیو کیسٹ اور ضروری معلومات کے ذرائع لے کر آئے گی۔ تم اپنی رہائش گاہ کو خالی رکھو کسی سے اپائنٹمنٹ ہو تو کینسل کر دو۔ اس نوجوان کو یہاں سے چلتا کرو۔"

"جب یہ ہوش میں آئے گا تو اپنے متعلق کیا سوچے گا؟"

"اسے پریشانی ہو گی کہ یہ اب تک دماغی طور پر کیسے غائب رہا تھا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تم اسے پلانا شروع کر دو۔ پھر کہہ سکتی ہو کہ یہ نشے کی حالت میں دماغی طور پر غائب ہو گیا تھا۔ یا الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا۔ اپنے آپ میں نہیں تھا، اسے دھکے دے کر نکال دینا۔ یہ رئیس زادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے ذریعے تمھیں جو دولت حاصل ہو گی تم اس کی توقع بھی نہیں کر سکتیں۔"

"میں جانتی ہوں، تم میرے ساتھ رہو گے تو میں ساری دنیا پر حکومت کروں گی۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میں نے کہا "ساتھ بج کر پینتالیس منٹ ہوئے ہیں تم آٹھ بجے تک سو جاؤ۔ آدھی رات کو مرجانہ آ کر تمھیں جگائے گی۔"

"اتنی جلدی تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تم اس نوجوان کو یہاں سے نکالنے کے بعد باہر کے دروازوں کو بند کرو اور اپنے بیڈ روم میں چلی جاؤ میں وہاں آ رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر اچھلتے ہوئے بولی "کیا تم میرے پاس آ رہے ہو؟"

"شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں یعنی خیالی طور پر تمھارے دماغ میں آؤں گا، اب جا رہا ہوں۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ عجیب بلا تھی۔ یہ بلا ٹائٹل بلبا کے عین مطابق تھی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک

اس نے تمام ضروری معلومات حاصل کر لی تھیں۔ میں نے پوچھا "تمھاری کیا پلاننگ ہے؟"

"سوچ رہی ہوں۔ کل تک یہاں رہوں اور کاک ٹیل پارٹی میں آنے والے کسی بھی یہودی کو زندہ نہ جانے دوں۔"

"یہ مناسب نہیں ہے۔ کاک ٹیل پارٹی میں تم شراب نہیں پیو گی تو دوسرے شبہے میں مبتلا ہوں گے، ویسے بھی تم شی ہیر کے روپ میں ہو۔"

"یہ بات میں بھی سمجھ رہی ہوں سوچتی ہوں کسی اور کو شی ہیر بنا کر میں کسی ایسے روپ میں رہوں جہاں کوئی مجھے پینے پر مجبور نہ کرے۔"

"میں نے ایک عورت کا انتظام کیا ہے، وہ شی ہیر کا رول ادا کرے گی۔ تم وہاں سے وڈیو کیسٹ اور شی ہیر کے متعلق معلومات کی دوسری چیزیں اپنے ساتھ لے کر قلعے سے نکلو۔ پھر وہ ساری چیزیں مرجانہ کے حوالے کر دو۔ تم پارس کے پاس رہو گی میں مرجانہ کو دوسرے کام سے بھیجوں گا۔ جب تم قلعے سے نکل کر جاؤ گی تو راستے میں اپنے منصوبے کی تفصیلات سمجھاؤں گا۔"

"فرہاد! میں نے وہ اسلحہ خانہ دیکھا ہے۔ یوں تو وہاں ضرورت کا تمام اسلحہ، گولہ بارود وغیرہ موجود ہیں لیکن ٹائم بم نہیں ہیں۔"

"یہ تو بڑی مشکل ہوئی۔ ہم اس بڑے ہال کو تباہ نہیں کر سکیں گے۔ بہرحال تم وہاں سے نکلو ہم سوچتے ہیں۔"

"ایک بات اور۔ شی ہیر رات کے وقت اپنی پرسنل سیکرٹری کو جانے کی اجازت دیتی ہے، وہ اپنے گھر جاتی ہے اور صبح واپس آتی ہے۔"

"تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ گی تو یہ ایک پرابلم ہو گا۔ اسے کہو کہ آج اسے چھٹی نہیں ملے گی کیونکہ کل پارٹی ہے۔ آج وہ اس محل میں رات گزارے پھر اسے دو دن کی چھٹی دے دی جائے گی۔"

میں سونیا سے رخصت ہو کر مرجانہ کے پاس پہنچا وہ ایک ہوٹل کے شاندار سوٹ میں اپنے ماسٹر والشورو کی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں پومی کے علاوہ بابا صاحب کے ادارے کے ڈائریکٹر انجینئر اور انسٹرکٹر موجود تھے مرجانہ نے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کیا، میں نے اس سے پوچھا "کیا ماسٹر والشورو کی ہوٹل میں ٹھہریں گے؟"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "آج رات یہیں رہیں گے۔ بابا صاحب کے ادارے کے ڈائریکٹر کا خیال ہے کہ پیرس میں کچھ وقت گزارنا چاہیں تو ان کے لیے معقول رہائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ گھومنے پھرنے، کھانے پینے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جا سکتی ہیں ورنہ کل صبح وہ انھیں بابا صاحب کے ادارے میں لے جائیں گے۔"

"یہی مناسب ہے۔ انھیں اس شہر میں نہیں رہنا چاہیے۔ جانے کتنے دشمنوں کو ان کی آمد کے متعلق معلوم ہو گا۔ اور کتنے لوگ اس ہوٹل کے آس پاس نگرانی کر رہے ہوں گے۔ تم بھی یہاں آئی ہوئی ہو۔ تمھیں یہاں سے بہت محتاط ہو کر رہائش گاہ تک جانا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے پیچھے دشمن پارس تک پہنچ جائیں۔"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ جب بھی ہم جاتے ہیں تو پہلے رہائش گاہ میں جاتے ہیں، وہاں سے تہہ خانے کے ذریعے اصلی رہائش گاہ میں پہنچتے ہیں۔ دشمن یہی سمجھتے ہیں کہ ہم پہلی رہائش گاہ میں قیام کر رہے ہیں۔"

"اگر کوئی رات کے کسی حصے میں دروازے پر دستک دے یا ملاقات کرنے آئے تو؟"

"پہلی رہائش گاہ میں آیا رات کو رہتی ہیں جب ایسی کوئی بات ہوتی ہے تو وہ فون کے ذریعے ہمیں اطلاع دے دیتی ہیں۔ ہم اتنی دیر میں تہہ خانے کے راستے سے پہلی رہائش گاہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ پارس اور جیلہ کو تہہ خانے میں چھوڑ دیتے ہیں۔"

"تم یہاں سے کب جاؤ گی؟"

"اتنے دنوں بعد اپنے ماسٹر سے ملاقات ہوئی ہے، رات کا کھانا اُن کے ساتھ کھاؤں گی اس کے بعد رخصت ہو جاؤں گی پھر صبح آ کر ملاقات کروں گی ماسٹر تمام دن میرے ساتھ رہیں گے شام کو پومی کے ساتھ بابا صاحب کے ادارے میں چلے جائیں گے۔"

میں مرجانہ سے رخصت ہو کر ماسٹر والشورو کی کے دماغ میں پہنچا۔ انھیں مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بولے "میں یہاں خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔ بہت عرصے بعد اپنی شاگرد کو دیکھ کر جو خوشی حاصل ہو رہی ہے، میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔"

"اپنی شاگرد سے ملاقات پر مبارکباد قبول کیجیے۔ پومی تو خیریت سے ہے؟"

"اب اس کا دل بہل رہا ہے۔ کبھی کبھی بے خیالی میں وہ آپ کا ذکر کر دیتی ہے پھر ایک دم سے یوں چپ ہو جاتی ہے جیسے کوئی غلطی کر رہی ہو۔ وہ بھی ادارے کی بڑی پکی ہے۔"

اُن سے ذرا دیر باتیں کرنے کے بعد میں جولی تھامسن کے پاس پہنچا۔ وہ اس جوان کو رخصت کر چکی تھی، دروازے کو اندر سے بند کر کے اپنی خواب گاہ میں آ کر بستر پر یوں لیٹ گئی تھی جیسے سچ مچ میں اس کی خواب گاہ میں آنے والا ہوں۔ میں نے کہا "میں آ گیا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بیٹھ گئی، ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "کیا دیکھ رہی ہو، میں تمھارے دماغ میں ہوں۔"

وہ لیٹ گئی۔ میں نے کہا "آنکھیں بند کرو۔" وہ سونا نہیں چاہتی تھی لیکن اس نے مجبور ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ میں ٹیلی پیتھی کی لوری سنانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ نیند میں ڈوب چکی

تھی۔ اس کے بعد میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

اس وقت وہ ایک بڑے بیگ میں وڈیو کیسٹ اور دوسری چیزیں رکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک پرفیوم کی بوتل اس میں رکھی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟"

"یہ ایک خاص پرفیوم ہے جسے شی سیر استعمال کرتی ہے۔ اس خوشبو کو تمام کتے خوب پہچانتے ہیں جب میں نے شی سیر سے لڑنے کے بعد اسے شکست دی اور اس کا روپ اختیار کیا تو اپنے بدن پر یہی پرفیوم چھڑک لیا اور شی سیر کے بدن پر دوسرے پرفیوم کا اسپرے کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا خاص وفادار کتا بھی اس کی بوٹی بوٹی کرنے کے دوران اسے نہ پہچان سکا کیونکہ اس پر دوسری خوشبو حاوی تھی اور جس خوشبو کو وہ پہچانتا تھا وہ میرے پاس سے آ رہی تھی اور وہ تمام مخصوص اشارے بھی مجھ سے ہی مل رہے تھے۔"

"کیا شی سیر کا وہ مخصوص پرفیوم اور بھی ہے؟"

"کئی بوتلیں آئرن سیف میں رکھی ہوئی ہیں۔۔۔ ایک بوتل میں نے اس لیے رکھ لی کہ شاید مجھے یا کسی اور کو شی سیر بن کر آنا ہو تو اسے یہ خوشبو چھڑک کر قلعے میں داخل ہونا چاہیے آس پاس کے تمام کتے اسے اپنی مالکہ سمجھ کر دیکھتے رہیں گے اور دُم ہلاتے رہیں گے۔"

"بہت خوب سونیا! تم منصوبے کی ایک ایک تفصیل اور ایک ایک پوائنٹ کو اپنے ذہن میں رکھتی ہو۔۔۔ ہاں، اس خوشبو کی وجہ سے ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"جب یہاں کتے ہیں تو کبھی یہ پاگل ہو جاتے ہوں گے یا شی سیر کے مزاج کے خلاف حرکت کرتے ہوں گے۔ انھیں مارنے کے لیے مخصوص زہر موجود ہو گا۔"

"ایسے کتوں کو زہریلا گوشت کھلا دیا جاتا ہے۔ یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"زہر کی ایک بڑی شیشی بھی اپنے ساتھ رکھ لو۔ اور یہاں سے نکل چلو۔"

اس نے ضرورت کا سامان رکھا پھر سٹور روم سے زہر کی ایک شیشی نکال کر بیگ میں رکھی۔ اس کے بعد پرسنل سیکرٹری کو بلا کر کہا "اسے میری کار کی ڈکی میں رکھ آؤ میں جا رہی ہوں کل صبح واپس آؤں گی۔"

وہ اس بیگ کو اٹھا کر لے گئی۔ پھر سونیا نے ایک چھوٹی سی اٹیچی نکالی۔ شی سیر کی الماری کھول کر اس کے ملبوسات کا انتخاب کیا۔ دو جوڑے اس میں سے نکال کر اٹیچی میں رکھے۔ اس کی جرابیں، دستانے، سنگھار کا سامان اور دو طرح کی سینڈلیں بھی رکھ لیں۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! یہ تو جانتے ہو کہ میں گھڑی نہیں پہنتی۔ شی سیر نے پہنی ہوئی تھی لیکن اس کتے نے گھڑی کو چبا ڈالا۔"

"یہ واقعی الجھن کی بات ہے۔ فی الحال جو گھڑی ہے، وہی باندھ لو۔ ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں نے ابھی شی سیر کی ڈائری میں پڑھا ہے کہ آج رات نو بجے وہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن سے فون پر گفتگو کرے گی۔"

اس دوران سونیا نے الماری سے دوسری گھڑی نکال کر وقت ملا لیا تھا اور اپنی کلائی میں باندھ لی تھی۔ میں نے کہا "ٹھیک ہے تم نو بجے اس سے بات کرو میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔"

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا منجالی بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اب بھی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ایک کپ چائے پلا دو۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے ہی ایک تھرماس میں چائے بنا کر رکھ دی تھی۔ میری فرمائش کے ساتھ ہی مجھے چائے مل گئی۔ میں نے پیالی لیتے ہوئے کہا "شکریہ، تم بہت خیال رکھتی ہو۔" "پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ مجھے چائے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

"میں نے سنا تھا کہ اکثر آپ خیال خوانی کرتے ہیں، تو ساری رات یوں ہی گزر جاتی ہے۔ یہی سوچ کر میں نے یہ انتظام کیا ہے۔"

"تم بہت سمجھ دار ہو۔" میں نے کہا۔

وہ پھر فرش پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئی۔ اپنا سر میرے زانو پر رکھ دیا۔

ایک ہاتھ میں چائے کی گرمی تھی اور دوسرے ہاتھ کے سائے میں محبتوں کی آنچ تھی۔ میں نے کہا "ابھی بہت کام ہے۔ تم قریب رہو گی تو سارا کام دھرا رہ جائے گا بہتر ہے کہ جا کر سو جاؤ۔"

"میرے آقا! یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ آپ جاگیں اور کنیز سوتی رہے۔ میں آپ کا انتظار کرتی رہوں گی جاگتی رہوں گی۔"

میں نے چائے پینے کے دوران سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ نو بج گئے تھے۔ وہ ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف کی آواز سن رہی تھی۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھایا۔ سونیا نے شی سیر کے انداز اور لہجے میں کہا "میں شی سیر بول رہی ہوں۔ شاید اس سے زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے، کیری آن یور جاب۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "یس مادام! میں ابھی اطلاع دیتا ہوں۔"

فون پر خاموشی چھا گئی۔ میں اس اطلاع دینے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اتنا تو جانتا تھا کہ وہاں ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن اور بابا صاحب کے سوا کوئی یوگا کا ماہر موجود نہیں ہے۔

اس شخص نے انٹرکام کے ذریعے ڈاکٹر سیموئیل کو اطلاع دی۔

چند لمحوں کے بعد میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کی آواز سنی۔ وہ فرانسیسی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔ ادھر سونیا اسی زبان میں شی سیر کے لہجے میں جواب دے رہی تھی۔۔۔ اور میں اس کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہا تھا کہ دونوں میں کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ پہلے تو دوسرے دن ہونے والی کاک ٹیل پارٹی کا ذکر رہا۔ ڈاکٹر سیموئیل نے وعدہ کیا کہ وہ ٹھیک چھ بجے قلعے کے دروازے پر پہنچ جائے گا۔ پھر ان کے درمیان الیکٹرونا فارم کے متعلق گفتگو ہوئی جو بابا صاحب کے ادارے سے کچھ فاصلے پر تھا اور جس کے لیے یہ تنازعہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ فارم یا تو بابا صاحب کے ادارے کو دیا جائے یا پھر اس فارم سے لے کر بابا صاحب کے خاص کاٹیج تک جو سرنگ بنائی گئی ہے، اسے اتنی مضبوطی سے بند کیا جائے کہ دوبارہ کوئی سرنگ کھودنے کی جرات نہ کرے۔

سونیا نے سیموئیل ڈکسن سے کہا "ڈاکٹر! آپ نے سونیا اور پارس کو ہلاک کر کے جو کارنامہ انجام دیا ہے اسے پوری قوم یاد رکھے گی۔ دوسری خطرناک تنظیمیں بھی آپ پر رشک کرنے لگی ہیں۔ آپ کا لائن آف ایکشن ایسا ہوتا ہے کہ دشمن کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ بہرحال آپ مجھ سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ میرا ناچیز مشورہ یہ ہے کہ موجودہ اعلیٰ بی بی کو کسی طرح کسی حد تک اپنی طرف مائل کرنا چاہیے۔ وہ الیکٹرونا فارم بابا صاحب کے ادارے کے حوالے کر دیا جائے ورنہ وہ سرنگ بند کر دی جائے تاکہ یہ جھگڑا ختم ہو جائے اور یہ تاثر پیدا ہو کہ آپ دوستی کی راہیں ہموار کر رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر تک دونوں میں اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر سونیا نے رخصت چاہی اور ریسیور رکھ دیا۔ اس کے بعد اٹیچی اٹھا کر باہر آ گئی۔ باہر پرسنل سیکرٹری اٹینشن کھڑی تھی۔ مالکہ کے ہاتھ میں اٹیچی دیکھ کر فوراً آگے بڑھی۔ اس اٹیچی کو سنبھال کر اس کے پیچھے چلنے لگی۔ سونیا وہاں سے گیسٹ روم میں آئی۔ بے چارا اسحاق وال وچ ابھی تک بیٹھا ہوا پریشانی میں مبتلا تھا۔

اس نے شی سیر کے انداز میں اسے حکم دیا کہ وہ اٹھے اور اس کے ساتھ باہر چلے۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے پیچھے سیکرٹری کے ساتھ چلتا ہوا باہر آیا۔ باہر ایک بہت ہی خوبصورت اور قیمتی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا ڈرائیور بھی موجود تھا۔ سونیا نے شی سیر کے انداز میں اسے دھتکارتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کچھ کہا۔ جس کا مطلب یہ تھا، وہ اسے ڈرائیور نہیں لگتا۔ وہ خود ڈرائیو کرے گی۔ پھر وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ دوسری طرف کا دروازہ اسحاق وال وچ کے لیے کھول دیا گیا۔ وہ پاس والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اٹیچی پچھلی سیٹ پر رکھ دی گئی۔ پھر وہ ڈرائیو کرتے ہوئے قلعے کے بڑے دروازے کی طرف جانے لگی۔ ہر طرف مسلح گارڈز اٹینشن تھے۔ اس کے لیے راستے کھلے تھے۔ باہر کا بڑا دروازہ کھول دیا گیا۔ کار جب باہر نکلی، دروازہ بند ہو گیا تو سونیا نے کہا "مسٹر وال وچ! میں تمہیں زندہ چھوڑ رہی ہوں۔ اب تم اپنی کار میں جاؤ اور آئندہ ادھر کا رخ کبھی نہ کرو۔"

وال وچ فوراً ہی دروازہ کھول کر اتر گیا۔ وہ دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ جان بچ گئی۔ جب وہ اپنی کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرنے لگا، تو میں نے کہا "ہیلو! مسٹر وال وچ کیسی رہی۔ آج موت آپ کے کتنے قریب آ کر چلی گئی۔"

"مسٹر فرہاد آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے مجھے بالکل امید نہیں تھی کہ میں یہاں سے زندہ جا سکوں گا۔"

"بس آپ اتنا خیال رکھیں۔ کوئی آپ سے پوچھے تو اتنا ہی کہہ دیں، فرہاد کی کوئی ساتھی مرجانہ کے روپ میں آپ کے پاس آئی تھی اور شی سیر کے قلعے میں جانا چاہتی تھی۔ لیکن آپ نے پہلے ہی شی سیر کو اس کے متعلق اطلاع دے دی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ لڑکی وہاں پہنچی تو شی سیر نے اس کو قتل کر دیا اور مجھے قلعے کے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ ٹھیک ہے نا۔"

"میں یہی کہوں گا، آپ کا شکریہ۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ میں نے کہا "پہلے میں نے سوچا تھا۔ تمھیں پارس کے پاس بھیج دوں گا تاکہ تم اس کی نگرانی کرو اور آرام بھی کرو۔ تمھاری جگہ مرجانہ سنبھال لے گی۔ پھر خیال آیا کہ مرجانہ میک اپ کی ماہر نہیں ہے صرف تم ہی ایک عورت پر شی سیر کا میک اپ کرو گی اور اسے شی سیر کی حیثیت سے ٹریننگ دو گی۔ میں تمھیں پتہ بتا رہا ہوں وہاں پہنچو۔"

میں نے اسے پتہ بتایا۔ پھر جولی تھامسن کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔ وہ توجہ سے سنتی جا رہی تھی۔ جب جولی کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچی تو میں نے کہا "تم کار سے اتر کر انتظار کرو۔۔۔ میں اسے بیدار کر رہا ہوں۔"

میں نے جولی کو جگا دیا۔ آنکھ کھولتے ہی چند لمحے وہ یوں گم صم رہی جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو کہ کہاں ہے؟ پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سوچنے لگی۔ اتنی جلدی نیند کیسے آ گئی تھی؟ گھڑی دیکھی تو پتہ چلا اس وقت دس بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ میں نے کہا "جولی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ پھر

کہا" یہ طلسم سمجھ میں نہیں آتا۔ ٹیلی پیتھی کے بارے میں تو بہت کچھ سنا ہے مگر عملی تجربہ آج ہو رہا ہے۔ یہ کیا کہ ابھی سلایا، ابھی اٹھا دیا۔"

"میں چاہتا تھا، ذرا سی نیند پوری ہو جائے اور تم فریش ہو جاؤ۔ بہر حال اٹھو۔ باہر دروازے پر مرجانہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ دروازہ کھولو لیکن تمہیں مرجانہ کا چہرہ نظر نہیں آئے گا۔ وہ شی سپر کے روپ میں ہے، اسے خوش آمدید کہو۔"

وہ اٹھ کر بیرونی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول دیا۔ سونیا نے مسکرا کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا" مجھے مرجانہ کہتے ہیں۔"

جولی نے اس کے ہاتھ کو حقارت سے دیکھا۔ پھر یاد آیا کہ میں اس کے دماغ میں موجود ہوں اور مرجانہ میری اہم ترین ساتھی ہے۔ اس نے جبراً مسکراتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔ سونیا نے کہا۔ "واقعی تمہارے جیسے مزاج کی عورت شی سپر کا رول اچھی طرح ادا کر سکتی ہے میرا خیال ہے اس بیرونی دروازے کو بند کر لینا چاہیے۔"

جولی نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئیں۔ سونیا نے اپنے بیگ میں سے پہلے ایک بڑا سا لفافہ نکالا۔ اس میں سے تصویریں نکال کر جولی کو دکھانے لگی۔ وہ سب شی سپر کی تصویریں تھیں اور مختلف زاویوں سے لی گئی تھیں۔ سونیا نے کہا" جولی! میں نے فرہاد سے تمہاری بہت سی تعریفیں سنی ہیں۔"

اس نے خوش ہو کر سونیا کو دیکھا" فرہاد کہہ رہے تھے کہ تم زبردست نقال ہو۔ ذرا ذرا سی بات کی نقل کر لیتی ہو — ان تصویروں کو غور سے دیکھو۔ شی سپر کی آنکھوں میں جو کیفیت ظاہر ہوتی ہے اور جس طرح وہ دوسروں کو حقارت سے دیکھتی ہے اور جیسی گہرائی اس کی آنکھوں میں آ جاتی ہے، ان باتوں کو اپنے آپ میں پیدا کرنے کی کوشش کرو۔"

جولی نے ان تصویروں کا تھوڑی دیر تک جائزہ لیا، پھر اسی حقارت سے سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا" مرجانہ! میرا نام جولی ہے میں کسی کا حکم نہیں مانتی۔ تم حکم دینے والی کون ہوتی ہو؟"

سونیا نے خوش ہو کر کہا" شاباش! بس ایسی ہی ایکٹنگ چاہیے۔ فرہاد نے تمہاری غلط تعریف نہیں کی تھی۔ ایک بات کا خیال رکھو۔ جب وہ بولتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی خونخوار کتیا کی طرح غرا رہی ہو — میں ابھی اس کے وڈیو کیسٹ تمہیں دکھاتی ہوں، اس کے بولنے کا انداز تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر سونیا سے کہا" مجھے یقین ہے تم اچھی طرح جولی کو ہینڈل کر دو گی، مجھے تھوڑی دیر کی چھٹی دو۔ کچھ دیر آرام کروں گا، ویسے ضرورت کے وقت تمہارے پاس پہنچتا رہوں گا۔"

میں نے سونیا سے رخصت ہو کر جمیلہ کی خبر لی۔ وہ سائرہ بانو کی دوسری رہائش گاہ میں بخیریت تھی۔ پارس اس کے پاس سو رہا تھا اور وہ مرجانہ کا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا" کتنی دیر بعد گھر پہنچو گی؟ جمیلہ تمہارے انتظار میں جاگ رہی ہے۔"

"ہم رات کا کھانا کھا چکے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی۔"

رات تھکی تھکی سی سانسیں لے رہی تھی۔ کسی دم رات کا دم جلنے والا تھا۔ اور صبح کا دم آنے والا تھا۔ اس دوران میں سونیا کے پاس جاتا اور آتا رہا۔ وہ بڑی کامیابی سے جولی کو سمجھا رہی تھی۔ اسے شی سپر بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بھی بلا کی نقال اور بے حد ذہین تھی۔ وڈیو کیسٹ پر شی سپر کو حرکت کرتے دیکھتی تھی۔ ٹھیک اسی طرح ایکٹنگ کر کے سونیا کو دکھاتی تھی — بڑی کامیابی سے شی سپر کے لب و لہجے کے ساتھ اس کی آواز سناتی تھی۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا" تمہارا یہ سلسلہ آخر کب تک چلتا رہے گا؟ وہاں آدھی رات گزر چکی ہے۔ یہاں صبح ہو رہی ہے۔"

"ابھی اسے بہت کچھ سمجھانا ہے۔ اچانک کوئی سوال کر کے اس کی حاضر دماغی کو آزمانا ہے۔ کتوں کو کنٹرول کرنے والی مخصوص سیٹیوں کی آوازوں کا فرق بھی سمجھانا ہے۔ ایسے مختلف اشارے بھی سکھانے ہیں جنھیں کتے اچھی طرح سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔"

"پھر تو مجھے سونے کی چھٹی دے دو۔"

"تم چھ گھنٹے تک آرام کر سکتے ہو۔ یہاں پیرس کے وقت کے مطابق سات بجے مجھ سے رابطہ قائم کر لینا۔"

"یعنی یہاں کے وقت کے مطابق تقریباً بارہ بجے تم سے ملوں گا؟"

"ہاں، وہ منجالی تمہارے پاس پہنچ گئی ہو گی، کہاں ہے؟"

"میرے ہی پاس ہے۔"

"میں اسے بہت پسند کرتی ہوں۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اگرچہ کالی ہے مگر دل جیتنے والی ہے۔ اس کے سراپے کو دیکھو تو دل آپ ہی آپ اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ مگر افسوس۔۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ میں نے پوچھا" افسوس کس بات کا؟"

"اس بات کا کہ اگر تم نے اس سے عشق کرنے کی کوشش کی،

تو وہ تمہاری زندگی کا آخری عشق ہو گا۔"

میں مسکراتے ہوئے اس سے رخصت ہو گیا۔ زہر میرے سینے پر ایک تمغے کی طرح سجا ہوا تھا۔ بیشک زہر انسان کو مار ڈالتا ہے لیکن یہی انسان ہے جو زہر کو تریاق بنا لیتا ہے۔ دوا کے طور پر استعمال کرتا ہے تو ڈوبتی ہوئی نبض کو پھر زندگی کی حرارت دے دیتا ہے اور یہ کوئی غیر معمولی بات تو نہیں تھی۔ اگر وہ زہر تھی تو میں زہر مہرہ بن گیا تھا۔

سونیا نے مجھے چھ گھنٹے تک سونے کا موقع دیا تھا۔ میں سونا ہی چاہتا تھا کہ اچانک اٹھ بیٹھا۔ منجالی نے پوچھا" کیا ہوا؟"

"ایک بات یاد آ گئی ہے۔ میں سونیا کے پاس جا رہا ہوں تم سو جاؤ۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی" ساری رات یوں ہی گزر گئی۔ میں بھی نہیں سوؤں گی، آپ مصروف ہیں میں پھر چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ بستر چھوڑ کر میز کے پاس گئی۔ وہاں سے تھرماس کو اٹھایا پھر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ دیکھتا رہا۔ وہ جولی تھامسن پر بڑی محنت کر رہی تھی یقین تھا کہ صبح تک اسے صحیح معنوں میں شی سپر بنا دے گی۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر بولی" ارے تم پھر آ گئے کیا سونا نہیں چاہتے؟"

"ہم اپنی مرضی سے نہیں سو سکتے۔ سو جائیں تو ہماری تقدیر سو جاتی ہے مجھے اچانک یاد آیا کہ جس بڑے ہال میں کاک ٹیل پارٹی ہو گی وہاں دشمنوں کو تباہ کرنے کے لیے ابھی تک کچھ نہیں کیا گیا ہے۔"

"تم نے مجھے زہر کی شیشی ساتھ لانے کو کہا تھا کیا اس سے کوئی کام نکالنا ہے؟"

"کل جشن منانے کے لیے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی آئیں گی۔ تم نے جو نام پتے اور فون نمبر نوٹ کیے ہیں انھیں باری باری نکالو اور باری باری ایک عورت اور ایک ایک مرد کے نمبروں کو ڈائل کرو میں بتاتا ہوں کیا کرنا ہے۔"

"کیا تم نیند پوری کرنے کے بعد یہ نہیں کر سکتے؟"

"نہیں — دشمنوں کو نیند کے وقت ہی ٹریپ کرنا ہے۔"

جولی نے پوچھا" تم مجھ سے باتیں کرتے کرتے کہاں گم ہو گئی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟"

سونیا نے مسکرا کر کہا" مسٹر فرہاد مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔"

جولی نے خوش ہو کر کہا" اوہ فرہاد! تم کہاں ہو؟ کتنی دیر سے غائب رہے ہو؟ کیا صرف اپنے مطلب کے لیے میرے پاس آتے تھے؟"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا" تم مجھے مطلبی سمجھتی ہو تو یہ کام ادھورا چھوڑ دو۔ اتنی بڑی دنیا میں تمہاری جیسی عورتوں کی کمی نہیں۔ میں کسی سے بھی یہ کام لے سکتا ہوں — میں نے صرف تمہاری بھلائی کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے تاکہ شی سپر کا قلعہ تمہارے قبضے میں آ جائے اور وہاں کی دولت بھی۔"

وہ جلدی سے بولی" میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم اس معنی میں مطلبی ہو — میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم۔۔۔"

"تم زبان سے کچھ بھی کہو گی تو کیا فرق پڑے گا۔ میں دل کی باتیں سمجھتا ہوں۔"

اس دوران میں سونیا نے کسی کے فون نمبر ڈائل کیے تھے۔ وہ کان ریسیور سے لگائے ہوئے تھی۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ یقیناً فون والا سو رہا ہو گا۔ وہاں رات کا ایک بجا تھا۔ پھر کسی نے ریسیور اٹھا کر نیند میں جھلاتے ہوئے پوچھا" کون ہے؟"

سونیا خاموش رہی۔ دوسری طرف سے پھر کہا گیا" کیا بدتمیزی ہے رات کو سونے بھی نہیں دیتے۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ادھیڑ عمر کی عورت تھی بستر پر لیٹی ہوئی سرہانے رکھے ہوئے فون کو ایک نظر غصے سے دیکھتے ہوئے کروٹ بدل کر سونے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے اس بے چاری کو سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ سونیا میرا انتظار کر رہی تھی۔

میری آمد پر اس نے فہرست میں سے ایک نمبر پڑھا پھر وہ نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس بار انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسری طرف گھنٹی بجتے ہی کسی نے ریسیور اٹھا لیا، کہا" میں ایروز مائل بول رہا ہوں۔"

سونیا نے حیرانی سے پوچھا" ایروز مائل! کیا تم ٹونی بیکر نہیں ہو؟"

"نو سینورا! رانگ نمبر۔"

سونیا نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے پوچھا" تم نے اس سے بات کیوں کی؟"

"پہلی بار میں نے اس عورت کے نمبر ڈائل کیے تو اس نے دیر سے ریسیور اٹھایا وہ نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس بات پر دھیان نہیں دے سکی تھی کہ کسی نے فون پر اپنی آواز نہیں سنائی اور اس کی آواز سن لی۔ وہ شاید سو چکی ہو گی۔ اس کے برعکس ایروز مائل جاگ رہا تھا۔ اگر اسے جواب نہ ملتا تو اسے شبہ ہو سکتا تھا۔ سب تمہاری طرف سے سہمے ہوئے ہیں۔ کوئی آواز سن لے اور اپنی آواز نہ سنائے

تو دھیان تمہاری طرف جاتا ہے، اسی لیے میں نے رانگ نمبر کا تاثر دیا۔
میں نے مسکرا کر کہا۔ "واقعی تم حاضر دماغ ہو، اب جولی کے ساتھ ابھی رہو۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں ایروزمائل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تنہا نہیں تھا۔ وہاں چھ افراد اور بھی نظر آ رہے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کی سوچ سے پتہ چلا، ان میں ایک ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن تھا اور دوسرا اس کا باڈی گارڈ ٹارزبلبا تھا۔ باقی چار وہی تھے جن کے نام سونیا کی فہرست میں موجود تھے۔ وہ ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا سربراہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن تھا اور اس وقت میں اُن کی گفتگو کا موضوع بنا ہوا تھا۔

ظاہر ہے یہودیوں کی وہ تنظیم میرے ہی خلاف قائم ہوئی تھی اور اسی سلسلے میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک برما کی رپورٹ سنا رہا تھا۔ ایروزمائل کے فون اٹینڈ کرنے کے باعث گفتگو کا سلسلہ کچھ دیر کے لیے ٹوٹ گیا تھا۔ پھر ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "اگر فرہاد کہیں چھپ گیا ہے تو کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ بار بار روپوش ہو چکا ہے۔ مختلف تنظیمیں اسے تلاش کرتی رہیں۔ پھر وہ خود ظاہر ہو گیا یا اسے ٹریس کر لیا گیا۔"

ایروزمائل نے کہا۔ "یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ رنگون میں ہی چھپا ہوا ہے یا برما سے نکل چکا ہے۔"

برما کی رپورٹ پہنچانے والے نے کہا۔ "وہ رنگون میں ہے۔ جیفرسن جس کتے کو یہاں سے لے گیا تھا، اس نے فرہاد کی بُو پالی تھی اور اس کی بُو رنگون شہر کی حدود ہی میں تھی۔"

"ہیئر از دی پوائنٹ۔ اس کتے کے ذریعے فرہاد تک باآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔"

رپورٹ دینے والے نے کہا۔ "فرہاد کے معاملے میں ہمیشہ غیر معمولی انکشافات ہوتے ہیں۔ اس بار یہ انکشاف ہوا کہ وہ کتا بُو پانے کے باوجود فرہاد کی طرف نہیں جا سکتا۔ وہ کچھ خوفزدہ تھا جیسے فرہاد کی طرف جاتے ہوئے کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہو۔"

وہ سب اس کی باتیں حیرانی سے سن رہے تھے۔ پھر ایک نے کہا۔ "کمال ہے۔ ایک خطرناک کتا اس سے کیا خطرہ محسوس کر سکتا ہے؟ جو لوگ کتّے کے متعلق گہری معلومات رکھتے ہیں، وہ بتائیں گے۔"

ایک نے کہا۔ "شی ہیپر بتا سکتی ہے۔"

ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "ایک بج کر بیس منٹ ہو رہے ہیں شی ہیپر سو رہی ہوگی۔"

ایک نے کہا۔ "ہماری انٹیلی جنس کے ایک آدمی نے رپورٹ دی ہے، شی ہیپر اپنے محل میں نہیں ہے۔ شام چار بجے ریڈ پاور کا باس اسحاق وال فرج ایک عورت کے ساتھ اس قلعے میں گیا تھا۔ پھر رات کے تقریباً نو بجے وہ اس کے ساتھ باہر نکلا۔ دونوں الگ الگ گاڑیوں میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ وال فرج اپنی قیام گاہ میں ہے اور شی ہیپر میوگو اسٹریٹ کے ایک بنگلے میں گئی تھی۔ اب تک کی رپورٹ کے مطابق وہ اسی بنگلے میں ہے۔"

"وہ کس کا بنگلہ ہے؟ کون وہاں رہتا ہے؟"

"وہاں ایک بہت ہی تیز طرار عورت رہتی ہے۔ اس کا نام جولی تھامسن ہے۔ کچھ عرصہ پہلے فرید واسطی کے ادارے میں تھی۔ سنا ہے اعلیٰ بی بی بننا چاہتی تھی مگر بدکردار ہونے کے سبب ادارے سے نکال دی گئی۔ تب سے وہ پیرس کے بدنام ترین لوگوں سے میل جول رکھتی ہے کئی چھوٹی چھوٹی وارداتیں کر چکی ہے جن میں چار قتل بھی شامل ہیں۔ ہماری نظر اس پر ہے کبھی ضرورت پیش آئی تو اسے اپنے لیے استعمال کریں گے۔"

ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "حیرت ہے شی ہیپر جیسی عورت جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی کسی کو خاطر میں نہیں لاتی جولی تھامسن کے گھر کیوں گئی ہے؟ کیا کرنے گئی ہے؟"

تب اس نے اپنے باڈی گارڈ ٹارزبلبا کی طرف دیکھا۔ اس کا بدن یوں چمک رہا تھا جیسے سر سے پاؤں تک تیل کی مالش کی گئی ہو۔ وہ ٹی شرٹ اور ہاف پینٹ میں تھا۔ ڈاکٹر سیموئیل نے چٹکی بجائی۔ اشارہ تھا قریب آؤ۔ وہ ڈاکٹر کے قریب پہنچ گیا پھر ڈاکٹر نے کہا۔ "پرسنل سیکرٹری تمہارے زیر اثر ہے۔ اس سے رابطہ قائم کرو اور پوچھو کہ وال فرج کے ساتھ جو عورت قلعے میں گئی تھی وہ کہاں ہے؟ شی ہیپر کہاں گئی ہے اور کب تک واپس آئے گی؟"

ٹارزبلبا نے میز پر رکھے ہوئے فون کا ریسیور اٹھایا۔ پھر شی ہیپر کے نمبر ڈائل کیے دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد ریسیور اٹھایا گیا۔ پرسنل سیکرٹری کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ "می فار شی ہیپر.........."

اُدھر سے ٹارزبلبا نے گہری گمبھیر آواز میں ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"ٹارز... بل... با..."

سیکرٹری کی خواب گاہ میں ہلکی نیلی روشنی تھی۔ مدھم مدھم سا اندھیرا تھا۔ رات کے سناٹے میں ٹارزبلبا کی آواز اس کے کانوں میں رینگتے ہوئے اس کے دماغ تک یوں پہنچی جیسے موت اچانک ہی قدم رکھتے ہوئے اس کی شہ رگ تک پہنچ گئی ہو۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ چند لمحوں تک کچھ بولنا بھول گئی۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکل رہی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے

ہکلاتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، ابھی تمہارے پاس پہنچ سکتا ہوں۔ تم تنہا ہو شی ہیپر موجود نہیں ہے۔"

وہ گھگھیانے لگی، گڑگڑانے لگی۔ "پلیز! میرے پاس مت آؤ۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔ تم نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری بات مانتی رہوں گی تو مجھے بخش دو گے۔"

ٹارزبلبا نے اسی طرح دہشت زدہ کرنے والے انداز میں کہا۔ "ہوں، تو بات مانو گی؟"

"ایک نہیں ہزار بار آزما کر دیکھ لو۔ تم جانتے ہو، میں تمہیں دیکھتے ہی آدھی مر جاتی ہوں۔"

اس کا وحشیانہ قہقہہ سنائی دیا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ آج شام چار بجے شی ہیپر کے پاس کون لوگ آئے تھے؟"

"مسٹر اسحاق وال فرج مادام زارینہ کے ساتھ آئے تھے۔"

وہ مادام زارینہ کے متعلق بتانے لگی، اس سے پوچھا گیا۔ "وہ کیوں آئی تھی؟"

"میں کیسے جان سکتی ہوں۔ شی ہیپر کے کمرے میں کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔ کوئی مہمان آتا ہے تو دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ میں نہیں جانتی وہاں کیا ہوا؟ کیا باتیں ہوئیں۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد شی ہیپر نے حکم دیا کہ اس کی خواب گاہ سے ایک لاش اٹھا کر لے جائی جائے اور وہ لاش مادام زارینہ کی تھی۔"

"تم اپنی مالکہ کے تمام اپائنٹمنٹس کی تاریخ اور وقت اپنی ڈائری میں نوٹ کرتی ہو؟"

"ہاں کرتی ہوں۔"

"کیا تمہاری ڈائری میں کسی جولی تھامسن کا نام ہے؟"

"یہ نام میرے لیے نیا ہے۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ پرسنل سیکرٹری ریسیور تھامے یوں کھڑی ہوئی تھی جیسے کوئی نیا حکم ملنے والا ہو۔ اگرچہ اس نے دوسری طرف ریسیور رکھنے کی آواز سن لی تھی، فون بتا رہا تھا کہ رابطہ ختم ہو چکا ہے پھر بھی وہ سہمی ہوئی تھی۔ جیسے وہ درندہ فون کے ذریعے اس کے اندر پہنچ گیا ہو۔ میں اسے چھوڑ کر ڈاکٹر سیموئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت ٹارزبلبا سیکرٹری سے ہونے والی گفتگو سنا رہا تھا۔ تمام باتیں سننے کے بعد ڈاکٹر سیموئیل نے کہا۔ "وہ عورت نہیں کتیا ہے جسے اپنی مرضی کے خلاف پاتی ہے، اسے کچا چبا ڈالتی ہے۔"

ایک شخص نے پوچھا۔ "یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مادام زارینہ اگر ریڈ پاور سے تعلق رکھتی ہے تو اسحاق وال فرج کی موجودگی میں شی ہیپر نے اسے ختم کیوں کر دیا اور جب ختم کر ہی دیا ہے تو ریڈ پاور کے ماسک مین کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب طلبی کیوں نہ ہوئی؟ ڈاکٹر سیموئیل! ریڈ پاور کا ماسک مین اچھی طرح جانتا ہوگا کہ آپ پیرس میں ہمارے سربراہ ہیں۔ آپ سے اس کا کوئی خاص ماتحت ضرور ملاقات کرتا۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں۔ شی ہیپر سے براہ راست کیوں نہ پوچھا جائے؟ کیا اس عورت جولی تھامسن کا ٹیلیفون نمبر معلوم ہو سکتا ہے؟"

ان میں سے ایک نے میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی انٹیلی جنس کے آدمی سے معلوم کرتا ہوں۔"

ڈاکٹر سیموئیل نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ٹھیرو! پہلے یہ بتاؤ جولی کے بنگلے کی نگرانی کتنے لوگ کر رہے ہیں؟"

"انٹیلی جنس کے دو آدمی ڈیوٹی پر ہیں۔"

"رابطہ قائم کرو۔ میں خود بات کروں گا۔"

اس نے رابطہ قائم کیا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے ایک دوسرے کی شناخت ہوئی، پھر اس نے کہا۔ "ڈاکٹر سیموئیل تم سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں سنو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر ڈاکٹر سیموئیل کے سامنے رکھ دیا ڈاکٹر نے پوچھا۔ "تم جولی تھامسن کی کوٹھی کے احاطے میں شی ہیپر کی کار دیکھ رہے ہو؟ اوور۔"

"جناب! میں صاف طور پر دیکھ رہا ہوں — اوور۔"

"تم اس بنگلے کے دروازے پر جا کر دستک دو، دروازہ کھولنے والے سے کہنا کہ تم شی ہیپر کی کار دیکھ کر اس سے باتیں کرنے آئے ہو۔ جب شی ہیپر سے سامنا ہو تو کہنا، اتنی عظیم عورت کی کار ایک معمولی عورت کے بنگلے میں دیکھ کر ڈاکٹر... سیموئیل پریشان ہے، اس کی خیریت معلوم کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں؟ تم اسے ایروزمائل کا فون نمبر بتا دینا۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر ایروزمائل کے ہاں ہونے والی میٹنگ کی تفصیل بتائی۔ تھوڑی دیر بعد دستک سنائی دی۔ سونیا نے جولی سے کہا۔ "دروازہ کھولو۔ فرہاد نے مجھے بتا دیا ہے کہ ایک شخص آ کر شی ہیپر کو پوچھے گا، تم اسے ڈرائنگ روم میں لے آنا۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔"

جولی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایسا ہی ہوا۔ ایک شخص ڈرائنگ روم میں سونیا کے پاس آیا اور وہی باتیں کرنے لگا جو اسے سمجھائی گئی تھیں۔ سونیا نے شی ہیپر کے انداز میں بدمزاجی اور حقارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "بھاگ جاؤ یہاں سے۔ میں فون کر لوں گی۔"

وہ چلا گیا۔ جولی نے دروازے کو بند کیا۔ سونیا فون کا

ریسیور اٹھا کر ایروز مائل کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں دوسری طرف پہنچ گیا۔ ادھر اب گھنٹی بج رہی تھی۔ ایروز مائل اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ڈاکٹر نے ریسیور اٹھایا۔ پھر کہا "ہیلو! ڈاکٹر سیموئل اینڈ یو پلیز؟"

سونیا نے غرّا کر کہا "شی سپر بول رہی ہوں۔ کیا تمھارے جاسوس میرے پیچھے لگے رہتے ہیں؟ وہ یہاں تک پہنچ گئے؟"

"مادام! آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ ہمارے آدمی نے آپ کی کار دیکھی تھی۔ وہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ اسے تشویش ہوئی۔ یقیناً میں بھی تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ اسی لیے میں نے آپ کی خیریت معلوم کرنا چاہی۔"

سونیا نے پھر اسی طرح بھونکنے کے انداز میں کہا۔ "میں خیریت سے ہوں۔ کیا تمھیں اطمینان ہوگیا؟"

"ٹھہریے مادام! ریسیور مت رکھیے۔ کل ہم جشن منانے والے ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ فرہاد رنگ میں بھنگ ڈال سکتا ہے اسی لیے ہم پوری طرح محتاط ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم جولی تھامسن کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تو سنو۔ جولی تھامسن بہت ہی باصلاحیت عورت ہے، اتنی باصلاحیت کہ اسے بابا فرید واسطی کے ادارے میں اعلیٰ بی بی کے عہدے پر ہونا چاہیے تھا لیکن اس میں دو بڑی کمزوریاں ہیں۔ وہ چوری چھپے نشہ کرتی ہے، ذرا ہوس پرست بھی ہے۔ یہ بات بابا فرید واسطی سے چھپی نہ رہ سکی اس لیے اس ادارے سے اسے نکال دیا گیا۔"

"مادام! آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"جولی نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ بابا فرید واسطی کے ادارے میں گھسنے کے لیے جولی سے بہتر کوئی عورت نہیں ہوسکتی۔ یہ وہاں جاکر توبہ کرے گی، اپنے گناہوں کی معافی مانگے گی، اور ایک شریف عورت بن کر پھر اس ادارے میں اپنی کھوئی ہوئی پوزیشن کو حاصل کرے گی۔"

"لیکن فرہاد نے جولی کے دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا تو؟"

"آپ شاید نہیں جانتے کہ جو اعلیٰ بی بی کے عہدے کے لیے مقابلے پر آتی ہیں وہ پہلے یوگا میں مہارت حاصل کر لیتی ہیں۔ جب ایسا ہوگا تو وہ محتاط ہوجایا کرے گی۔"

ڈاکٹر سیموئل نے خوش ہوکر کہا "آپ نے تو کمال کردیا۔ بہت اچھا مہرہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ واقعی اس طرح تو ہم جولی کے ذریعے اس ادارے میں اَن دیکھی سرنگ بنا سکتے ہیں۔"

"ڈاکٹر! اس وقت میں جولی کے ساتھ بہت مصروف ہوں۔"

یہ کہتے ہی سونیا نے کوئی جواب سنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔ میں دوسری طرف ایروز مائل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ڈاکٹر ریسیور کان سے لگائے ہیلو ہیلو کہہ رہا تھا۔ پھر اس نے جھنجلا کر ریسیور رکھتے ہوئے کہا "سالی کتیا ہے۔ سیدھے منہ بات نہیں کرتی ہے، جو بات میں پوچھنا چاہتا تھا وہ تو رہ گئی۔"

ایک چمچے نے کہا "اگرچہ شی سپر کسی سے کم نہیں ہے لیکن اس کا فرض ہے کہ وہ آپ سے سیدھے منہ بات کرے۔ آخر آپ ہم سب کے لیڈر ہیں۔"

ڈاکٹر سیموئل نے مسکرا کر کہا "میں برا نہیں مانتا۔ اگر کتا وفادار ہے اور کبھی کبھی منہ اٹھا کر بھونکنے لگتا ہے تو اس کے بھونکنے کا برا نہیں ماننا چاہیے۔ وہ کام بہت عمدگی سے کرتی ہے۔ اس وقت بھی اس نے فرید واسطی کے ادارے میں داخل ہونے کے لیے راستہ بنا لیا ہے۔"

وہ تفصیل بتانے لگا کہ شی سپر اس وقت جولی کے ساتھ اس کے مکان میں کیا کر رہی ہے۔ وہ سب سن کر خوش ہو رہے تھے۔ پھر ڈاکٹر نے کہا "میں شی سپر سے یہ نہیں پوچھ سکا تھا کہ اس کے قلعے میں مادام زارینہ کیوں گئی تھی اور اسے ہلاک کیوں کیا گیا۔ میں جانتا ہوں، پوچھنے پر وہ غرّانے لگتی۔"

ٹارڈ بلبا نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ذرا جھکا کر کہا "ہاں کل تک کی تو بات ہے۔ کل شام جب یہ شی سپر سے سامنا ہوگا تو میں ساری باتیں اس سے اگلوا لوں گا۔"

"رائٹ یو آر۔ کل تک انتظار کرنا ہی پڑے گا۔"

ایک نے کہا "رات بہت ہوچکی ہے اور یہ باتیں تو کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ فرہاد جب تک زندہ ہے ہماری نیند اڑاتا رہے گا۔ دراصل بات چلی تھی کہ وہ برما میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ بہرحال کہیں بھی ہو، اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے کتے کو وہاں پہنچایا گیا۔ ڈاکٹر! آپ کا خیال تھا کہ جہاں ہمارے آدمی فرہاد کو قتل کرنے میں ناکام رہے ہیں وہاں وہ کتا کامیاب ہوجائے گا لیکن وہ تو میلوں دور سے ہی اس کی بو سونگھ کر آجاتا ہے۔ اب بھی وہاں سے کسی قاتل کو بھیجنے کا تقاضا جا رہا ہے۔ ایسا قاتل جس میں مکاری کوٹ کوٹ کر بھری ہو، وہ حاضر دماغ ہو۔ فرہاد کی چالوں کو سمجھ سکتا ہو۔"

ڈاکٹر سیموئل نے کہا "میں سارے انتظامات کرچکا ہوں۔ اب تک ہم نے جتنے قاتل بھیجے انھوں نے خود کو کسی نہ کسی طرح فرہاد پر ظاہر کردیا۔ یا فرہاد نے انھیں بے نقاب کیا۔ اس بار میں جسے بھیج رہا ہوں [illegible] کے سائے تک بھی نہیں پہنچ سکے گا اور وہ [illegible] شہ رگ تک پہنچ جائے گا۔ سو فار۔۔۔ آج کی میٹنگ برخاست کی جائے۔ ہمیں کل دوسرے کام بھی ہیں۔"

تھوڑی دیر کی رسمی باتوں کے ساتھ میٹنگ برخاست ہو گئی۔ سب وہاں سے رخصت ہونے لگے۔ ایروز مائل انھیں رخصت کرنے کے بعد اپنی خوابگاہ میں گھس کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ یہودی انٹیلی جنس کے اس جاسوس کے دماغ میں پہنچا جو تھوڑی دیر پہلے سونیا سے باتیں کرنے آیا تھا۔ وہ اور اس کا ساتھی ایک بار میں بیٹھے پی رہے تھے۔ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ شی سپر کی نگرانی نہ کریں۔ وہ بخیریت ہے اور اپنے کام سے لگی ہوئی ہے۔ اس لیے وہ مطمئن ہوگئے تھے۔ میں جس شخص کے دماغ میں پہنچا وہ پی رہا تھا۔ میں نے اسے مزید پینے کی ترغیب دی۔

وہ دونوں باتیں کرتے جارہے تھے اور میں ان کے لب و لہجے سے اچھی طرح واقف ہوگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک دوسرے سے رخصت ہوتے۔ میں نے پہلے ایک کو آلۂ کار بنایا۔ وہ دونوں ہی بار سے رخصت ہوتے وقت ایک ایک بوتل اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ میں نے راستے میں بھی اسے تھوڑی سی پلائی، اسے جولی کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔ سونیا کو بتایا کہ ایک مرغا آرہا ہے، اسے تھوڑی دیر ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں ابھی پہنچتا ہوں۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ باہر نکل کر دیکھا تو وہ کھڑا ہوا نشے میں جھوم رہا تھا۔ وہ اسے اندر لے گئی۔ میں اس ادھیڑ عمر کی عورت کے دماغ میں پہنچا جسے سب سے پہلے سونیا نے فون کے ذریعے مخاطب کیا تھا۔ وہ نیند کی حالت میں اٹھنے کے بعد پھر سوگئی تھی۔ اس وقت بھی وہ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹٹولنا شروع کیا۔ پتہ چلا کہ وہ جشن منانے قلعے میں جائے گی تو اپنے پرس میں ایک پرفیوم کی چھوٹی سی شیشی بھی لے جائے گی۔ یوں بھی فرانس کی عورتیں خوشبو کی دلدادہ ہوتی ہیں۔ میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "اسے زہر کی بوتل دے کر رخصت کردو۔"

سونیا نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں اس شخص کے دماغ پر قابض ہوکر اسے باہر لے آیا۔ زہر کی بوتل اس نے اپنی جیب میں رکھ لی تھی۔ ہاتھ میں شراب کی بوتل پکڑی ہوئی تھی۔ باہر وہ سڑک پر ڈگمگاتا ہوا چلتا رہا۔ پھر میں نے اسے ٹیکسی میں بٹھایا اور اس ادھیڑ عمر کی عورت کے گھر کے سامنے اتار دیا۔ کرایہ ادا کرنے کے بعد ٹیکسی تو چلی گئی، وہ وہاں کھڑا رہا۔ میں نے اس عورت کو سوتے سے اٹھایا۔ وہ خوابیدہ حالت میں چلتے ہوئے اپنی الماری کے پاس گئی اور اپنی پسندیدہ پرفیوم کی شیشی نکالی پھر اسے لے کر باتھ روم میں گئی۔ اس میں سے تھوڑی خوشبو سنک میں انڈیل دی۔ آدھی بوتل میں رہنے دی پھر اس شیشی کو لے کر وہ مکان کے بیرونی دروازے پر آئی۔ دروازے کو کھولا تو شرابی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے شرابی سے زہر کی بوتل لی۔ اور پرفیوم کی آدھی شیشی میں زہر کو انڈیل کر محفوظ کرلیا۔ بوتل شرابی کو واپس کردی۔ وہ نشے میں چور تھا۔ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے بڑی مشکل سے کھڑا ہوا تھا۔ اس خاتون نے اپنی پرفیوم کی بوتل کو بند کیا اور اسی طرح چلتی ہوئی آئی۔ الماری میں پرفیوم کی شیشی کو اسی جگہ رکھا۔ پھر بستر پر آکر سوگئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ جو کچھ نیند کی حالت میں کرتی رہی ہے اسے بیدار ہونے کے بعد بھول جائے گی۔

میں شرابی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ اب ستون سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ بلکہ ایک طرف لڑھکا ہوا تھا۔ میں نے پھر اس کے دماغ پر قابض ہوکر اسے اٹھایا۔ زہر کی شیشی ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔ شراب کی بوتل کو ہاتھ میں پکڑا پھر وہاں سے چلنے لگا۔ میں نے اسے دوسری ٹیکسی کے ذریعے ایروز مائل کی رہائش گاہ کے قریب پہنچا دیا۔

وہ ایک خواب آور گولی کھا کر سوگیا تھا۔ میں نے نیند کی حالت میں اس کے دماغ کو ٹریپ کیا۔ وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ وہاں سے اٹھ کر اپنا گاؤن پہننے کے بعد الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اس کی دراز کو کھولا۔ اس کے پاس ایک بہت ہی خوبصورت لائٹر تھا۔ اس کے دماغ نے بتا دیا تھا کہ خاص تقریبات کے موقع پر وہ اس لائٹر کو اپنے ساتھ ضرور رکھتا ہے۔ وہ ایک قسم کا کیمرہ بھی ہے۔ ضرورت کے وقت وہ کسی خاص سچویشن کی تصویر بھی اتار لیتا ہے۔ اس لائٹر کو اس نے گاؤن کی جیب میں رکھا پھر خوابگاہ سے نکل گیا۔ ڈرائنگ روم میں ایک مسلح گارڈ تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ ایروز نے ہاتھ اٹھا کر کہا "کوئی بات نہیں۔ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔"

مسلح گارڈ مطمئن ہوکر اپنی جگہ کھڑا رہا۔ وہ وہاں سے نکل کر باہر پورچ میں آیا۔ وہاں دو مسلح محافظ تھے۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "طبیعت گھبرا رہی ہے۔ میں یونہی

ٹہل رہا ہوں۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں چلتا ہوا احاطے کے مین گیٹ پر آگیا۔ چوکیدار نے گیٹ کے سائڈ دروازے کو کھول دیا۔ وہ باہر نکلنے لگا۔ اسی وقت پیچھے سے ایک مسلح گارڈ کی آواز سنائی دی۔ "جناب حکم ہو تو میں آپ کے ساتھ چلوں؟"

ایروزمائل نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر گہری سنجیدگی سے کہا "کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف چند قدم کے فاصلے پر رہوں۔ کوئی بات ہوئی تو بلاؤں گا۔ اپنی جگہ ڈیوٹی پر رہو۔"

وہ واپس چلا گیا۔ ایروزمائل وہاں سے ٹہلنے کے انداز میں آگے بڑھتا ہوا اس شرابی کے پاس پہنچا۔ شرابی کی حالت بڑی دگرگوں تھی۔ نشہ اُس پر اس قدر غالب آچکا تھا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے گلی کے ایک طرف لیٹ گیا تھا۔ اور ادھر اُدھر لوٹتا ہوا بڑبڑا رہا تھا۔ میں پھر اُس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اُسے اٹھا کر آہستگی سے کھڑا کر دیا۔ زہر کی بوتل اس کی جیب سے نکالی پھر اسے ایروزمائل کی طرف بڑھا دیا۔

جب میں نیند کی حالت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کرتا ہوں تو اس میں ہپناٹزم کا بھی عمل ہوتا ہے یعنی کسی بھی شخص کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے بعد اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے دماغ پر قابض رہنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسی طرح ایروزمائل بھی میرا فرمانبردار بنا ہوا تھا۔ اور جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہی عمل کر رہا تھا۔ جب شرابی نے اس کی طرف زہر کی شیشی بڑھائی تو میں نے شرابی کو چھوڑ کر اس کے دماغ میں سرگوشی کی۔ "مجھے بوتل لے لینا چاہیے۔"

اس نے بوتل لے لی۔ اپنی جیب سے لائیٹر کو نکالا۔ اسے کھولا پھر پیٹرول کی ننھی سی ٹنکی میں زہر کے رقیق مادے کو بھر لیا۔ اس کے بعد لائٹر کو بند کیا، اپنی جیب میں رکھا، اس کے بعد زہر کی شیشی کو زمین پر رکھ کر وہاں سے جانے لگا۔ وہ اسی طرح ٹہلتا ہوا مین گیٹ کے پاس آیا۔ اس کے بغلی دروازے سے اندر داخل ہوا پھر ٹہلنے کے انداز میں ایک پودے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں چاہتا تھا کہ مسلح باڈی گارڈ جو دُور کھڑے ہوئے اُسے دیکھ رہے ہیں اُن پر یہی تاثر قائم ہو کہ اُن کا باس رات کو ٹہلنے کے انداز میں نکلا ہے اور اب واپس آرہا ہے۔ وہ ایک پھول توڑنے کے بعد واپس اپنے بنگلے کے اندر آگیا۔ اپنی خواب گاہ میں پہنچا۔ لائٹر کو اسی جگہ رکھا، گاؤن اتارا اور بستر پر لیٹ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ اب وہ آنکھیں بند کر لے اور گہری نیند سو جائے۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "تم سو رہے ہو اور تمھیں اتنا یاد رہے اور یاد رہے گا کہ رات کو تم اُٹھ کر گاؤن پہننے کے بعد باہر ٹہلنے کے لیے گئے تھے۔ ایک مسلح گارڈ نے تمھارے ساتھ چلنے کے لیے کہا تھا۔ اور تم نے اُسے واپس کر دیا تھا۔ چوکیدار نے تمھارے لیے بغلی گیٹ کو کھولا تھا۔ تم ٹہلتے ہوئے ... گئے تھے۔ پھر وہاں سے واپس آکر سو گئے تھے۔"

اس کے خوابیدہ دماغ نے میری ان باتوں کو دُہرایا۔ پھر میں نے کہا "اس کے سوا تمھیں اور کچھ یاد نہیں رہے گا۔ تم اب گہری نیند سو جاؤ۔"

میں نے اُسے تھپک کر سُلا دیا۔ اسی وقت منجالی کی آواز نے چونکا دیا۔ "آقا!"

میں نے چونک کر اُسے دیکھا۔ وہ ہچکچاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "مداخلت کی معافی چاہتی ہوں مگر خود دیکھ لیجیے کہ کیا وقت ہو رہا ہے۔ پہلے میں چائے بنا کر لائی وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ دوسری بار تھرماس میں چائے بنا کر رکھی ہے۔ آپ ادھر توجہ ہی نہیں دے رہے ہیں۔ آٹھ بجنے والے ہیں۔ اب تو ناشتے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"ہاں، میں ہلکا سا ناشتہ کروں گا۔ اس کے بعد سو جاؤں گا۔ تم کچن میں چلو۔ میں ابھی سونیا کے پاس سے آرہا ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کیا تو وہ حیران ہو کر بولی۔ "تمھیں کیا ہو گیا ہے ابھی تک جاگ رہے ہو۔ کب نیند پوری کرو گے؟ کب تک جولی کے ساتھ لگے رہو گے؟"

"میں کیا کروں مصروفیات کچھ ایسی تھیں۔ میں نے سارے کام مکمل کر دیے ہیں۔ جولی یہاں سے کب روانہ ہو گی؟"

سونیا نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تین بج چکے ہیں۔ میں اسے چار گھنٹے بعد روانہ کروں گی۔ بتاؤ یہاں کب آرہے ہو؟"

میں نے حساب کیا پھر کہا "تمھارے ہاں کے وقت کے مطابق صبح سات بجے پہنچ جاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آگیا۔ منجالی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک فرائی پین میں انڈوں کا پوچ بنا رہی تھی۔ میں نے کہا "ناشتہ کرتے ہی سو جاؤں گا اور ٹھیک بارہ بجے بیدار ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد مجھے سونیا کے پاس پہنچنا ہے۔"

میں نے یہی کیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد بستر پر لیٹ گیا۔ منجالی سرہانے بیٹھ کر میرے سر کو سہلانے لگی۔ میں نے کہا "تم بھی میرے ساتھ جاگتی رہی ہو۔ اپنے بیڈ روم میں جا کر سو جاؤ۔"

"پہلے آپ سو جائیں، پھر میں چلی جاؤں گی۔"

میں نے آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں اور سو گیا۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

میری صبح اور شام اور رات کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ مسلسل راتوں کو جاگتا رہتا تھا۔ دن کو سوتا تھا۔ جیسے دن میرے لیے رات ہو اور رات میرے لیے دن۔ چار گھنٹے سے بھی کم نیند کے مزے لیے۔ دل تو چاہتا تھا کہ سوتا رہوں مگر مجبوری تھی۔

غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے دوران میں نے منجالی کی خبر لی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ بے چاری میرے ساتھ جاگتی رہی تھی، تھکتی رہی تھی۔ میں نے اُسے سونے دیا۔ سونیا کے پاس پہنچا تو اس نے کہا "میں بہت تھک گئی ہوں۔ جولی کو میں نے پرفیکٹ شی سپر بنا دیا ہے۔ اس وقت میں جولی کے روپ میں ہوں یہاں سے بابا صاحب کے ادارے میں جاؤں گی۔ اگر یہودیوں کے جاسوس میری نگرانی کر رہے ہوں گے تو انھیں یقین ہو جائے گا کہ جولی کو آلۂ کار بنا کر بابا صاحب کے ادارے میں بھیجا جا رہا ہے۔ ادھر جولی شی سپر کے رُوپ میں قلعے کی طرف جا رہی ہے۔ تم اس کے ساتھ رہو۔"

میں سونیا کو چھوڑ کر جولی کے پاس آیا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ اور اپنی کامیاب ایکٹنگ پر خوش ہو رہی تھی۔ میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ اور خوش ہو گئی اس نے پوچھا "اب تم میرے ساتھ رہو گے نا؟"

"ہاں، تمھیں قلعے کے محل تک پہنچاؤں گا۔ جب تم سو جاؤ گی تو تم سے رخصت ہو جاؤں گا۔ تمھیں وہاں جا کر اپنی نیند پوری کرنی چاہیے۔ دن کے تین بجے تک آرام سے سوتی رہنا۔ شام کے چھ بجے تمھارے مہمان جشن منانے کے لیے آئیں گے۔"

"مرجانہ نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔ مجھے ایک ایک بات اچھی طرح یاد ہے۔"

اُس نے وہ بیگ اُٹھایا جو سونیا اپنے ساتھ لائی تھی اور جس میں ویڈیو کیسٹ اور ضروری معلومات کی چیزیں موجود تھیں۔ اسے لے کر وہ شی سپر کی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اور کار اسٹارٹ کر کے اپنی منزل کی طرف چل دی۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ اس سے باتیں کرتا رہا۔ کبھی کبھی یہ تاثر دیتا رہا کہ میں اس سے متاثر ہو رہا ہوں اگر وہ اسی طرح کارنامے انجام دیتی رہی تو ایک دن سونیا سے بھی آگے نکل جائے گی۔

انسان چاہے کتنا سنجیدہ، کتنا ہی ذہین اور کتنا ہی نفسیاتی ماہر ہو وہ تعریف کا بھوکا ضرور ہوتا ہے۔ وہ اپنی تعریفیں سن کر خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی اور میں اسے بہلا رہا تھا۔ بہرحال وہ قلعے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اسے سارے کوڈ ورڈز، اشارے اور ادائیں یاد تھیں۔ وہاں کے مسلح گارڈ نے اسے سلیوٹ کیا، اس کے لیے دروازہ کھولا۔ پھر وہ ڈرائیو کرتے ہوئے محل کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہاں بھی مسلح گارڈ نے اس کا استقبال کیا۔ اس کے لیے دروازہ کھولا گیا۔ وہ اُتر کر شانِ بے نیازی سے چلتے ہوئے اپنی خوابگاہ کی طرف آئی۔ اُدھر اس کی پرسنل سیکرٹری اینجلس تھی۔ جولی نے غرانے کے انداز میں اس سے پوچھا "اینی نیوز؟ اینی کال فار می؟"

وہ سہمے ہوئے انداز میں بولی "نو میڈم! لیکن میں ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔"

جولی نے کسی کتیا کی طرح بھونکنے کے انداز میں کہا۔ "شٹ اپ۔"

اور وہ اپنی خوابگاہ میں داخل ہو گئی۔ دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ میں نے کہا "شاباش! تم بہت اچھی جا رہی ہو۔ وہ بے چاری پرسنل سیکرٹری تم سے کہنا چاہتی تھی کہ ٹارزن بلبلے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ رات کو اس نے فون کیا تھا۔ بے چاری تمھاری فرماں بردار ہے۔ تمھیں اس کے بارے میں بتانا چاہتی تھی۔ بہرحال سُننا کوئی ضروری نہیں تھا۔ تم نے اچھا ہی کیا۔ اب آرام کرو۔"

وہ اتنی جلدی سونا نہیں چاہتی تھی۔ نیند محسوس کرنے کے باوجود مجھ سے باتیں کرنا چاہتی تھی۔ میں اس کے دماغ کو آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔ جب وہ سو گئی تو میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی۔ "تم چھ گھنٹے تک سوتی رہو گی اور تین بجے بیدار ہو جاؤ گی۔"

پھر میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ سونیا کے پاس پہنچا۔ وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بابا صاحب کے ادارے تک پہنچنا ہی چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا "کیا تم نے اعلیٰ بی بی کو میرے متعلق اطلاع دے دی ہے؟"

"ابھی تک رابطہ قائم نہ کر سکا لیکن ابھی اعلیٰ بی بی کو بتا دیتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا، اس سے کہا "سونیا جولی کے رُوپ میں آرہی ہے۔ اظہار کے لیے مُروّتی سے پیش آنا اور اسے یوں اندر آنے کی اجازت دینا جیسے اسے اخلاقاً برداشت کیا جا رہا ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ اس کے استقبال کے لیے مین گیٹ تک آئی۔ بے رُخی سے اس کا استقبال کیا پھر اس کے ساتھ ہوسٹل کی طرف جانے لگی۔ تنہائی ملتے ہی وہ دونوں گھل مل کر باتیں

کرنے لگیں۔ سونیا اسے اپنی تمام باتیں بتا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ نیند پوری نہیں ہوئی ہے۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

یہ بات میں نے اس لیے کہی کہ اعلیٰ بی بی خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے باتیں کرنا چاہتی تھی اور میں فی الحال رنگون کے دوسرے معاملات میں مصروف رہنا چاہتا تھا اس لیے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ یہاں بان اینجلو اور رنگون کے ماسٹر نے ان نئے یہودیوں کے نام اور پتے مجھے بتائے تھے۔ جو تنظیم کے نئے عہدیدار اور اہم افراد کی حیثیت سے آئے تھے۔ پہلے تو میں نے کیشو سے رابطہ قائم کر کے کہا کہ وہ کہیں سے اچھا ناشتہ لے کر آئے۔ اس کے بعد میں جیفرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔

جیفرسن بہت پریشان تھا۔ تمام رات کتے نے اسے سونے نہیں دیا تھا۔ وہ ایک سیاح کی حیثیت سے خشکی کے راستے آیا تھا۔ اس کی ٹریلر کار سرکس گراؤنڈ کے پاس کھڑی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ کتے کو اپنے ساتھ لے کر شہر کے راستوں سے گزرتا ہے تو کتا پرسکون رہتا ہے لیکن جنوب مشرق کی طرف منہ اٹھاتا ہے تو بدک جاتا ہے پھر بھونکنے لگتا ہے۔ زنجیر چھڑا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ سرکس گراؤنڈ کے پاس پہنچنے کے بعد اس نے کتے کو اپنے ٹریلر کے ایک کیبن میں بند کیا تھا۔ اس وقت کتا مغرب کی طرف دیکھ کر بھونک رہا تھا۔ بہت پریشان تھا اور جیفرسن کی پریشانیاں بڑھاتا جا رہا تھا۔

آخر اسے خفیہ پیغام موصول ہوا تھا کہ کتے کے متعلق شی سپر سے معلومات حاصل کرنے کے لیے پیرس والوں سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ فی الحال کتے کو پرسکون رکھنے کے لیے وہ اسے رنگون سے باہر لے جائے۔ اس نے پیغام کے مطابق عمل کیا تھا اور اپنی گاڑی کو رنگون سے کئی میل دور لے گیا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اب وہ کتا کچھ پرسکون ہے۔ جدھر رنگون شہر ہے ادھر منہ کر کے نہ تو بیٹھتا ہے نہ کھڑا ہوتا ہے۔ دوسری طرف منہ پھیرے رہتا ہے۔

ڈاکٹر سیموئیل شی سپر یعنی سونیا سے فون پر یہ نہ پوچھ سکا تھا کہ کتا فرہاد کی طرف جانے سے کیوں کترا رہا ہے؟ کیوں؟ کیوں خوف زدہ سا ہے؟ اب شی سپر سے اس کی ملاقات شام کو چھ بجے یعنی یہاں کے وقت کے مطابق رات کے گیارہ بجے ہونے والی تھی۔ اس کے بعد ہی اس سے کتے کے متعلق سوال کیا جا سکتا تھا۔

میں سوال کرنے کے لیے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ تھکی ہاری سو رہی تھی۔ میرے سوال کا جواب اس کا خوابیدہ دماغ دینے لگا۔ اس کی سوچ کہنے لگی "کتے زود حس ہوتے ہیں۔ جن باتوں کو انسان عام حالات میں محسوس نہیں کر سکتا۔ وہ فوراً ہی محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ انجانے خطرات جنھیں انسانی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ دیکھ لیتے ہیں۔ کسی آفت کے آنے سے پہلے ساری بستی کے کتے بھونکنے لگتے ہیں۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ طوفان کی آمد آمد ہے یا کوئی متعدی مرض پھیلنے والا ہے یا پورا بستی کسی وبا کی لپیٹ میں آنے والی ہے۔"

سونیا درست کہہ رہی تھی۔ میں نے بھی اکثر دیکھا تھا اور سنا تھا کسی گھر میں اگر کوئی مریض لب دم ہو تو گلی کے کتے رونے لگتے ہیں جیسے اپنی آنکھوں کے سامنے موت کو اس گھر میں داخل ہوتے دیکھ رہے ہوں یا آنے والے خطرے کی اطلاع دے رہے ہوں۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے سوال کیا "اگر کتے زہریلی بو محسوس کر لیتے ہیں تو پھر انھیں زہریلا گوشت کیسے کھلایا جاتا ہے؟"

"وہ کتے جو ہر طرح کی بو سونگھنے کی صلاحیتیں رکھتے ہیں انھیں کوئی زہریلا گوشت دے نہیں سکتا۔ اگر دیا جائے تو وہ اس خوراک سے کترائیں گے۔ عام کتوں کو زہریلی خوراک سے مارا جاتا ہے۔"

"کیا یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کتے کس وجہ سے خوف زدہ ہیں؟ یا کسی سمت جانے سے کیوں گھبرا رہے ہیں؟"

"کتوں کے ذریعے خطرے کا علم تو ہو جاتا ہے لیکن اس خطرے کی نوعیت معلوم نہیں ہوتی۔ یہ بات مصدقہ ہے کہ کتے ان دیکھی بلاؤں کی طرف منہ اٹھا کر بھونکتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں۔ ان بلاؤں میں کوئی زہریلی آفت بھی شامل ہے۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا سوچنے لگا، یہ منجالی میرے ساتھ رہے گی تو جیفرسن کا کتا اس بات کی نشاندہی کرتا رہے گا کہ ہم رنگون میں ہوں۔ اگر اس کے علاوہ اور کتوں کو بھی لایا گیا تو وہ رنگون کے مختلف حصوں میں رکھے جائیں گے۔ اور ایک ہی سمت بھونکنے لگیں گے۔ اس بات کی تصدیق ہوتی رہے گی کہ میں شہر کے کس حصے میں ہوں۔ اگر میں منجالی کے ساتھ تفریح کے لیے کسی بہروپ میں نکلوں گا تو وہ میری بو پر لپکیں گے۔ یعنی کتوں کو صرف منجالی سے خطرہ تھا اور مجھے کتوں سے ہر حال میں خطرہ تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جہاں بھی چھپا رہوں اس جگہ کی نشاندہی ہوتی رہے۔

یہ سوچتے ہی میں جیفرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر کتے کے بار بار بھونکنے سے اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ وہ پریشان ہو کر کتے کے کٹہرے کے پاس آیا۔ پھر اسے ڈانٹنے لگا۔ وہ بھی کتوں کے متعلق اچھی خاصی

معلومات رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ شی سپر نے اسے اور بھی بہت ساری باتیں بتائی تھیں۔ جب تک شی سپر کی طرف سے آئندہ ضروری ہدایات موصول نہ ہوتیں یہ کتا اسے سکون سے رہنے نہ دیتا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "اسے گولی مار دینا چاہیے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

اس کی سوچ نے کہا "نہیں۔ اسے مارنے کے بعد مجھے تنظیم کے سربراہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ مجھے اسی لیے بھاری معاوضے پر حاصل کیا گیا ہے کہ میں کتوں کو کنٹرول کرنا جانتا ہوں۔"

میں نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ منجالی غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کر کے میرے پاس آ گئی تھی۔ وہی سفید لباس تھا۔ ہاتھوں میں سفید دستانے، پاؤں میں سفید موزے اور سفید کینوس کے جوتے۔ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ میں نے اس کی تعریف کی تو شرمانے لگی۔ اس نے قریب آ کر کہا۔ "میں سمجھتی ہوں کہ مجھ میں ایک زہریلی کشش ہے۔ ایک شدت کا نشہ ہے جو میرے مخالف جنس کو میری طرف کھینچتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی خوبصورتی نہیں ہے۔"

میں نے اس کو کچھ اور بہکانا چاہا "تمھارا رنگ کالا ہے اور حسن کا معیار صرف رنگ سے نہیں ہوتا۔ روپ سے ہوتا ہے۔ تم روپ میں، نکھار میں، اداؤں میں اور صلاحیتوں میں کسی سے کم نہیں ہو۔ بلکہ غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہو۔"

اتنے میں کیشو ناشتہ لے آیا۔ ناشتہ کیا تھا اچھا خاصا کھانا تھا۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانے کے دوران میں نے منجالی کو پیرس کے تمام واقعات سنائے اور بتایا کہ جو لی شی سپر کے روپ میں ہے۔ اس وقت شی سپر کے محل کی خواب گاہ میں سو رہی ہے۔ وہاں کے وقت کے مطابق دو بجے اور یہاں تقریباً سات بجے سو کر اٹھے گی۔ لہٰذا سات بجے تک فرصت ہے۔ اس کے بعد شی سپر کو بلانے تمام کنٹرول کرنا ہے۔ اس کا خیال رکھنا ہے۔ اصل مصروفیت رات کے گیارہ بجے سے شروع ہو گی۔"

منجالی نے مسکرا کر پوچھا "یعنی رات کے گیارہ بجے تک راوی چین لکھتا ہے؟"

"ہاں۔ ابھی ادھر کی کوئی فکر نہیں ہے۔ یہاں والوں سے نمٹنا ہے۔ میں چاہتا ہوں، ہم تفریح کے لیے باہر نکلیں۔"

میں نے اینجلو سے رابطہ قائم کیا، اس نے کہا "جناب! آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ وہ شخص جو آپ کی نشاندہی کے لیے ایک کتے کو لے کر آیا تھا رنگون شہر سے باہر چلا گیا ہے۔ کتا اسے بہت پریشان کر رہا ہے۔"

میں نے پوچھا "اور کوئی تازہ خبر؟"

"یہودی تنظیم والے ابھی خاموش بیٹھے ہیں۔ یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ البتہ یہاں کی انٹیلی جنس والے چپ چاپ آپ کی تلاش میں ہیں۔ انھوں نے ایک موبائل مجسٹریٹ ٹیم قائم کی ہے۔ یہ ٹیم رنگون کے مختلف علاقوں کا گشت کر رہی ہے۔ جس گھر میں شبہ ہوتا ہے فوراً سرچ وارنٹ حاصل کر کے اس گھر کی تلاشی لیتے ہیں۔ اگر کسی ایسے شخص پر شبہ ہو جو آپ کے قد کے برابر ہو اور آپ سے کسی حد تک مشابہت رکھتا ہو تو اسے خاص طور پر چیک کیا جاتا ہے۔"

"میں اس خفیہ رہائش گاہ سے نکلنا چاہتا ہوں۔ کچھ تفریح کا موڈ ہے۔"

"میں آپ سے یہی کہنے والا تھا۔ وہ گشتی جماعت اس علاقے میں بھی پہنچنے والی ہے۔ بہتر ہے آپ وہاں سے نکل جائیں۔ شہر میں گھومتے پھرتے رہیں۔ میرا مشورہ اس سلسلے میں یہی ہے کہ عارضی میک اپ نہ کریں۔ ماسک میک اپ اب بہتر ہو گا تاکہ کسی کو شبہ ہو تو وہ میک اپ ڈیٹیشنگ کریم سے مٹایا نہ جا سکے۔"

میں نے تائید کی اور کہا "ٹھیک ہے۔ آپ میرے قد اور جسامت کے مطابق کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو وہ زبانیں جانتا ہو جو میں جانتا ہوں۔ آپ ایسے شخص کا شناختی کارڈ۔ اس سے متعلق اہم کاغذات اور اس کا ماسک فراہم کر دیں۔"

"آپ کیشو کو بھیج دیجیے۔ میں ابھی اپنے اسسٹنٹ سے معلوم کرتا ہوں۔ کہ ہمارے اسٹاک میں ایسا کوئی ماسک اور ہماری فہرست میں ایسا کوئی شخص موجود ہے یا نہیں۔ یہ چیزیں جلد ہی آپ تک پہنچ جائیں گی۔"

میں نے کیشو سے کہا "تم اپنے باس کے پاس جاؤ۔ وہاں سے میری ضرورت کا سامان لے آؤ۔"

پھر میں نے منجالی سے کہا "بہتر ہے تم بھی کیشو کے ساتھ چلی جاؤ۔ یہاں جتنے بھی دشمنوں کے نام پتے اور فون نمبر نوٹ ہیں ان میں سے کسی ایک پتے تک میں تمھاری رہنمائی کروں گا۔ دیکھیں ہم دشمنوں تک پہنچنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "میں آپ سے الگ ہو جاؤں گی۔ تو وہ کتا آپ کی طرف . . . ."

میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

وہ اپنے کمرے میں گئی۔ ایک سفری بیگ میں اپنے دو جوڑے رکھے۔ پاسپورٹ اور ضروری کاغذات وغیرہ بھی رکھ لیے پھر

کیشو کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئی۔ اس کے جاتے ہی میں نے جیفرسن کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ اپنی گاڑی کے باہر ایک کینوس چیئر پر بیٹھا پی رہا تھا نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ یہ سوچ کر پی رہا تھا کہ نشہ غالب آجائے تو کتے کی بھوں بھوں اور چیخ پکار اُس پر اثر نہیں کرے گی اور وہ نشے میں چور ہو کر سو جائے گا۔

میں نے اسے چیئر سے اٹھایا۔ اس کی جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اسے کتے کے کٹہرے کے پاس پہنچا دیا۔ وہ بھونک رہا تھا۔ بہت پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ کٹہرے کے اندر ادھر سے اُدھر گھوم رہا تھا ایسے تڑپ رہا تھا جیسے فرار کا کوئی راستہ ڈھونڈ رہا ہو۔ میری سمجھ میں یہی بات آئی کہ منجالی خفیہ رہائش گاہ سے نکل کر اسی سمت جا رہی ہے جدھر وہ کتا ہے اور وہ اس کی بو پا رہا ہے۔

اگرچہ کیشو جان بوجھ کر اُدھر نہیں جا رہا تھا لیکن شہر کی سڑکیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کبھی مغرب کی طرف لے جاتی ہیں کبھی مشرق کبھی شمال اور کبھی جنوب کی طرف۔ آگے جا کر کیشو کو گاڑی کہیں موڑنی تھی لیکن اس سے پہلے کتا پُرسکون نہیں ہو رہا تھا۔

جیفرسن نے اسے گولی مار دی۔

جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ کچھ بدحواس سا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے اچانک گولی کیوں چلا دی؟ کیا نشے کی زیادتی کے باعث ایسا ہو گیا؟

وہ اپنا تجزیہ کر رہا تھا لیکن سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ یہ بھی شبہ ہو رہا تھا کہ شاید میں اس کے دماغ میں ہوں۔ یہ شبہ ہوتے ہی اس نے فوراً اپنے ریوالور کو جیب میں چھپا لیا۔ اس ڈر سے کہ کہیں خودکشی نہ کرے۔ وہ پہلے بھی ایسے واقعات سن چکا تھا۔ اُس کے دوستوں نے بتایا تھا کہ شہر میں جو قتلِ عام ہو چکا ہے وہ کچھ اس انداز کا تھا، ایک یہودی دس کو مارتا تھا پھر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا تھا۔

مجھے جیفرسن کی اس حرکت پر ہنسی آئی۔ اس نے اپنے ریوالور کو اپنی ہی جیب میں چھپا لیا تھا جیسے میں اسے وہاں سے نہیں نکلوا سکوں گا۔ خرگوش کی سی فطرت کا مظاہرہ کیا تھا۔ جب خرگوش خطرہ محسوس کرتا ہے اور بچنے کے لیے بھاگتا ہے تو کسی ایسی جگہ منہ چھپا لیتا ہے جہاں سے اُسے کچھ نظر نہیں آتا جب اُسے نظر نہیں آتا تو وہ سمجھتا ہے شکاری بھی اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔

میری ہدایت پر اُس نے ہاتھ جیب میں ڈالا اور ریوالور نکال لیا۔ وہ ریوالور کو اپنے ہاتھ میں دیکھ کر خوفزدہ سا ہو کر سوچنے لگا، کیا میں مرنے والا ہوں؟

میں نے اس ریوالور کو اس کی جیب میں رکھوا دیا۔ مجھ

اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ وہ خوفزدہ ہو کر کچھ بھی سوچتا رہے مجھے اطمینان ہو گیا تھا۔ میری نشاندہی کے لیے کتا نہیں رہا تھا۔ میں نے منجالی سے کہا "تم کسی بڑے ہوٹل میں قیام کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس سلسلے میں کیشو تمہاری مدد کرے گا۔"

میں پھر دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک بیٹھا اپنے آپ کو خالی الذہن کرتا رہا۔ پھر اچانک ہی رسونتی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگی۔ میں نے اس سے بالکل ہی ناتا توڑ لیا تھا۔ اس کی طرف رخ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ خود اپنے انجام کو پہنچے گی۔ ٹھوکر کھائے گی تو اسے میری اہمیت کا اندازہ ہوگا۔

اس لمحے میرے دل نے کہا "کچھ بھی ہو، وہ میرے بیٹے کی ماں ہے۔ اس نے تخلیق کے کرب سے گزر کر میرے لیے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ کتنی ہی آزمائشی گھڑیوں میں میرے ساتھ رہی ہے۔ اگرچہ کئی بار حماقتیں کر چکی ہے اور اپنی حماقتوں سے مجھے مشکلات میں مبتلا کرتی رہی ہے لیکن عورت تو کم عقل ہوتی ہی ہے۔ اس کی نادانی کو اگر مرد نظر انداز نہ کرے تو اور کون کرے گا؟"

میں چپ چاپ اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ رو رہی تھی۔ فرحی پارس ایک طرف بستر پر لیٹا ہوا ہاتھ پاؤں جھٹک کر کھیل رہا تھا۔ اس کے آس پاس کچھ لوگ سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ جان اسٹیورٹ عرف کلر آف دی کلر س ایک طرف کھڑا ہوا کہہ رہا تھا "مادام سونیا کی موت پر ہم سب کو گہرا صدمہ ہے ویسے اُن کی موت کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی ـــــ ہمیں مادام سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ وہ اپنے مخصوص طیارے ـــــ میں سفر کر رہی تھیں اور وہ طیارہ ہر اعتبار سے اتنا محفوظ تھا کہ کسی خطرے کے وقت بھی مادام اپنا بچاؤ کر سکتی تھیں۔ پتہ نہیں انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

رسونتی رو رہی تھی اور سوچ رہی تھی "میں واقعی بدنصیب ہوں پہلے تو دماغی طور پر غائب رہتی، اپنا سب کچھ بھلا دیا۔ جب یاد آیا تو صرف شوہر کو پایا۔ بچے کو کھو دیا۔ اب بچے کو پایا تو شوہر سے محروم ہو گئی ہوں۔"

اس کے دل سے ایک آہ نکلی، پھر وہ سوچنے لگی "میری بدنصیبی کی انتہا تو یہ ہے کہ تب تو بیٹا نہ میرے لیے قربانی کی انتہا کر دی۔ میری خاطر فرہاد کی شریکِ حیات بننا گوارا نہ کیا۔ میرے حقوق مجھ سے نہیں چھینے وہ عظیم عورت اس دنیا سے اٹھ گئی اور میں آخری وقت اسے دیکھ نہ سکی۔ میں کیا ہوں؟ میرا کیا مقام ہے؟ میری کیا زندگی ہے؟ میرا کیا مستقبل ہے؟ میرا کیا ہوگا؟ ہائے میں کیا کروں؟"

وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کاغذ پر کچھ لکھ کر جان اسٹیورٹ کی طرف بڑھایا۔ اس نے اسے لے کر پڑھا پھر رسونتی سے کہا "مادام! آپ کے تمام ہمدرد دوست اور محبت کرنے والے یہاں سونیا کے سلسلے میں تعزیت کے لیے آئے ہیں۔ افسوس کہ یہ اپنی زبان سے آپ کے سامنے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ فرہاد صاحب نے ان سب کو دہشت زدہ کر رکھا ہے۔ یہ آپ سے محبت اور ہمدردی کے دو بول بولنا چاہتے ہیں، مگر سہم جاتے ہیں۔"

رسونتی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے آنے والوں کو دیکھا۔ پھر کہا "میں آپ لوگوں کی شکر گزار ہوں لیکن اس وقت تنہائی چاہتی ہوں۔"

ایک شخص نے کچھ اور لکھ کر جان اسٹیورٹ کے حوالے کیا۔ اس کے مطابق اس نے کہا "مادام سونیا کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے انھوں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت فرہاد صاحب کی تنہائی دور کی جائے اور ان کے رنج و غم کو دور کرنے کے لیے آپ کو ان کے پاس پہنچایا جائے لیکن افسوس، وہ ہم سے چھپے ہوئے ہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا تو آپ کو وہاں پہنچا دیا جاتا۔ یا اگر آپ سے وہ رابطہ قائم کرتے تو آپ ـ ـ ـ ـ ـ ـ"

رسونتی نے ایک آہ بھر کر کہا "میں کہیں کی نہ رہی۔ انھوں نے مجھے ایسا بھلا دیا ہے جیسے کبھی مجھ سے کوئی رشتہ نہ رہا ہو۔ ہائے، کم از کم مجھے طعنے دینے کے لیے، مجھے ملامت کرنے کے لیے ہی یاد کر لیتے میرے پاس آ جاتے۔"

جان اسٹیورٹ نے کہا "اگر وہ آئیں تو ان سے اتنا کہہ دیجیے کہ وہ جب چاہیں آپ کو بچے کے ساتھ یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔ وہ کسی خفیہ طریقے سے یا خفیہ راستے سے آپ کو حاصل کرنا چاہیں تو ہم سب آپ سے اتنی دور چلے جائیں گے کہ ہمارا سایہ بھی فرہاد تک نہیں پہنچے گا۔ وہ بخیریت آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

رسونتی نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں سمجھ رہی ہوں تم سب میری خاطر سہی، فرہاد کو کسی طرح دوست بنا کر رکھنا چاہتے ہو۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس وقت میں ہی فرہاد کے رنج و غم کی شریک رہ سکتی ہوں۔ صرف میں ہی ان کا دکھ بانٹ سکتی ہوں لیکن افسوس، مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں؟ میں انھیں کہاں تلاش کروں؟"

رسونتی کے پاس جتنے لوگ آئے تھے وہ تعزیت کے لیے نہیں بلکہ یہ معلوم کرنے کے لیے آئے تھے کہ میں اس سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہوں یا نہیں۔ اسی وقت کال بیل کی آواز سنائی دی۔

جان اسٹیورٹ وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولا۔ "ایک پولیس آفیسر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

رسونتی نے کہا "وہ فرہاد کے متعلق پوچھیں گے یا سونیا کے سلسلے میں تعزیت کے لیے آئے ہوں گے۔ میں ان رسمی باتوں کے خلاف ہوں بہرحال اُن سے کہہ دیجیے کہ میں بہت بری طرح کھوئی ہوئی ہوں مجھے زیادہ پریشان نہ کریں۔"

جان اسٹیورٹ باہر گیا۔ پھر اپنے ساتھ ایک آفیسر کو لے آیا۔ آفیسر نے کہا "مادام! میری وجہ سے آپ کو بار بار زحمت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔ میں وقت بے وقت آپ سے کچھ نہ کچھ پوچھنے چلا آتا ہوں لیکن بات ہی کچھ ایسی ہو جاتی ہے۔ دراصل فرہاد صاحب ہماری سمجھ میں نہیں آتے۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ ہم نے ان کا سراغ لگانے کے لیے شکاری کتے سے کام لینا چاہا۔ کتے اپنے شکار کی بو کی طرف لپکتے ہیں۔ ہم نے فرہاد صاحب کے استعمال کیے ہوئے کپڑے اس کتے کو سونگھائے اس نے بو پا لی نشاندہی کی کہ وہ رنگون کے کس سمت میں آ سکتے ہیں لیکن وہ کتا اُدھر جاتے ہوئے بدک رہا ہے، اُدھر سے کترا کر دوسری طرف بھاگ جاتا ہے۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ ٹیلی پیتھی کے علاوہ فرہاد صاحب کے پاس اور کون سی غیر معمولی صلاحیت ہے؟"

رسونتی حیرانی سے آنسو بھری آنکھوں سے اس پولیس آفیسر کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس نے پوچھا "میں سمجھ نہیں سکی، آپ کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

"آپ اُن کی شریکِ حیات ہیں، آپ ہی بتا سکتی ہیں کہ ان میں کون سی ایسی غیر معمولی صلاحیت ہے جس کی وجہ سے کتے ان کی طرف سے اَن دیکھے خطرات محسوس کرتے ہیں اور ادھر نہیں جاتے۔"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں انھیں اچھی طرح جانتی ہوں، اُن کے ساتھ میں نے بہت وقت گزارا ہے۔ ایسی کوئی غیر معمولی صلاحیت اُن کے پاس نہیں ہے۔"

"ہم کیسے مان لیں جب کہ ہم کتوں کے ذریعے بھی اُن کے قریب نہیں پہنچ سکتے ہیں۔"

"آپ اُن کا سراغ نہ لگا سکیں تو میں کیا کروں؟"

"آپ کچھ نہیں کر سکتیں، اب ہم کیا کرنے والے ہیں یہ ہم آپ کو بتا دیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آفیسر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "اب سے دو گھنٹے پہلے یہودی تنظیم کے ایک اہم فرد کی موت واقع ہوئی ہے۔ ڈاکٹری رپورٹ یہ ہے کہ حرکتِ قلب بند ہوئی ہے لیکن یہودی کہتے ہیں کہ اتنا صحت مند شخص اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے کیسے مر سکتا ہے؟ وہ لوگ اس میں بھی فرہاد کا

بائنڈ سمجھ رہے ہیں۔ ہم تو پریشان ہو گئے ہیں تنگ آ گئے ہیں — اگر ہم شام تک فرہاد صاحب تک نہ پہنچ سکے تو آج رات ریڈیو کے ذریعے اعلان کریں گے کہ مسٹر فرہاد علی تیمور صبح سے پہلے برما چھوڑ کر چلے جائیں۔ اُن کے راستے میں کوئی سرکاری رکاوٹ نہیں ہوگی۔ وہ دریائی راستے سے خشکی کے راستے یا بذریعہ طیارہ جا سکتے ہیں۔ اگر کل صبح کے بعد ہمارے ملک کے کسی حصے میں ایک بھی یہودی مارا جائے گا تو ہم آپ کو اور فرہاد علی تیمور کے بیٹے کو برما سے باہر جانے پر مجبور کر دیں گے۔ برما میں امریکی سفیر نے کہا ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کے بیٹے کو امریکہ میں پناہ دلا سکتا ہے۔ آپ یہاں سے روانگی کے لیے تیار رہیں۔ اگر آپ تیار نہ ہوں تو اپنے شوہر کو مجبور کریں کہ وہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیں ہمارے پاس ان کے خلاف اگرچہ کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن ہم اُن سے ایسا سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے بعد ہمارے ملک کے کسی بھی شہر کسی بھی علاقے میں ایسی خونریزی اور ہلاکت خیزی نہ ہو۔"

"میں یہ جگہ چھوڑ کر اس وقت تک نہیں جاؤں گی جب تک مجھے میرے شوہر نہیں ملیں گے۔"

"ہمارے مزاج کے، ہمارے قانون کے خلاف کوئی بات ہوگی تو آپ کو جانا ہی ہوگا۔ اس ملک سے نکلنے کے بعد دوسرے ممالک آپ کو پناہ دینے سے کترائیں گے کیونکہ جو کچھ ہمارے ملک میں ہو رہا ہے، اس کی خبر پھیل چکی ہے۔ اب کوئی نہ چاہے گا کہ آپ لوگوں کی موجودگی سے وہاں بھی ہنگامے شروع ہوں۔"

"دنیا کے ہر ملک کا قانون مجرموں کو سزا دیتا ہے لیکن مجرموں کے رشتہ داروں کو سزا نہیں دیتا۔ آپ کس قانون کے تحت مجھے یہاں سے جانے پر مجبور کر سکتے ہیں؟"

"ہم آپ کو سزا نہیں دیں گے۔ ہنگامی قوانین کے تحت کسی دوسرے ملک میں آپ کی رہائش کا انتظام کریں گے اور ہم ایسا قانوناً کر سکتے ہیں۔"

"اگر امریکی حکومت نے مجھے پناہ دینے سے انکار کیا تو؟"

"تو ہم کسی دوسرے ملک سے درخواست کریں گے۔"

"اگر کسی بھی ملک نے مجھے پناہ نہ دی تب تو آپ کا قانون مجھے بے سروساماں نہیں کرے گا۔"

"آپ خواہ مخواہ بحث کر رہی ہیں جب کہ یہاں کے امریکی سفیر نے رضامندی ظاہر کی ہے۔"

میں نے سونتی کے دماغ میں ایک نئی سوچ پیدا کی۔ وہ اس سوچ کے مطابق کہنے لگی "میں امریکی سفیر سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہوں کیا آپ فون کے ذریعے اس سے بات کرا سکتے ہیں؟"

میں آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "کیا حرج ہے، یہ عورت خواہ مخواہ بحث کر رہی ہے، اگر میں اسے امریکی سفیر کی زبان سے یقین دلا دوں تو یہ مجبوراً چپ ہو جائے گی اور اگر فرہاد سے اس کا خفیہ رابطہ ہوگا تو یہاں رہنے کی خاطر ہماری قانوناً مدد کرے گی۔"

آفیسر نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیے اور انتظار کرنے لگا۔ دوسری طرف سے کسی نے فون اٹینڈ کیا۔ آفیسر نے اپنا تعارف کرایا اور اس سے کہا کہ وہ براہ راست سفیر سے بات کرنا چاہتا ہے۔

اُسے چند لمحوں تک انتظار کرنا پڑا پھر اسے امریکی سفیر کی آواز سنائی دی۔ آفیسر نے کہا "میں نے مادام سونتی سے یہ کہہ دیا ہے کہ انھیں آپ کے ملک میں پناہ مل سکتی ہے لیکن وہ اس سلسلے میں کچھ باتیں کرنا چاہتی ہیں۔"

یہ کہہ کر اُس نے سونتی کو ریسیور دیا۔ سونتی نے کہا "ہیلو سر! میں آپ کے نام سے واقف تو نہیں ہوں لیکن آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے اپنے ملک میں پناہ نہ دیں۔ یہاں ہنگامے ہو رہے ہیں تو وہاں بھی ہو سکتے ہیں۔"

"مادام! آپ فکر نہ کریں۔ میں فرہاد علی تیمور کا پرانا عقیدت مند ہوں۔ کبھی انھیں نہیں دیکھا۔ نہ ہی اُن سے کسی طرح کا رابطہ قائم ہوا ہے۔ مجھے بہت دیر بعد پتہ چلا کہ آپ رنگون میں موجود ہیں۔ اس بات کا افسوس ہے کہ میں نے پہلے ہی آپ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ میں آپ کی ہر طرح خدمت کے لیے تیار ہوں جب تک فرہاد صاحب آپ سے نہ مل لیں اس وقت تک آپ کی حفاظت کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔"

"اگر آپ فرہاد کے اتنے ہی عقیدت مند ہیں تو میری ایک بات مان لیں۔ مجھے اپنے ملک میں پناہ دینے کی سفارش نہ کریں۔ میں اس وقت تک یہاں رہنا چاہتی ہوں جب تک وہ مجھے نہیں ملیں گے۔"

"اگر وہ کل تک آپ سے مل جائیں تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم چوبیس گھنٹے، اڑتالیس گھنٹے اُن کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ نہ ملے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ آپ سے کہیں دور برما سے باہر چلے گئے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کو اور آپ کے صاحبزادے کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان کے ہزاروں دشمن موجود ہیں۔ بائی دی وے، شام کو کوئی مصروفیت نہ ہو تو آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔ اگر ہم مل کر بیٹھیں تو تفصیلی گفتگو ہو سکے گی شاید ہم فرہاد تک پہنچنے کا کوئی راستہ ڈھونڈ نکالیں۔"

سونتی نے کہا "سوری، میں بہت اپ سیٹ ہوں۔ پھر کسی دن آپ کی دعوت قبول کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں سفیر کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ ریسیور رکھ کر بہت پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ بین الاقوامی معاملات میں سفیر کو بعض اوقات کٹھ پتلی کی طرح ناچنا پڑتا ہے، وہ سوچ رہا تھا "میں جانتا بھی نہیں کہ یہ معاملات کیا ہیں بس اُوپر سے احکامات موصول ہو گئے کہ برمی حکومت کو سونتی کے متعلق مشورہ دوں کہ اُسے اور اس کے بچے کو برما سے باہر نکال دیا جائے۔ اگرچہ قانوناً ایسا نہیں ہو سکتا لیکن سیفٹی ایکٹ کے تحت کسی کو ملک سے باہر بھیجا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے کوئی دوسری پناہ گاہ بنائی جا سکتی ہے لہٰذا اُسے اس کے بیٹے کے ساتھ امریکہ میں پناہ مل جائے گی۔"

میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ کو ٹٹولتا رہا پھر واپس آ گیا۔ وہ سفیر مجھ سے ایک دشمن کی حیثیت سے کوئی قدم نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ اپنی ملازمت سے اور اُوپر والوں کے احکامات سے مجبور تھا۔ میں منجال کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک ہوٹل کے کمرے میں تھی بستر پر لیٹی ہوئی۔ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی تھی مسکرا رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ سونتی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

تمام باتیں سننے کے بعد اس نے پوچھا "کیا دشمنوں سے نمٹنے کا ابھی ارادہ نہیں ہے؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔ اگر کوئی یہودی مارا جائے گا تو ساری تان سونتی پر ٹوٹے گی۔ اسے یہاں سے بھیج دیا جائے گا۔"

"اگر آپ نے خود کو قانون کے حوالے نہ کیا۔ تب بھی مادام کو یہاں سے جانے پر مجبور کیا جائے گا۔"

"تب ایسا نہیں ہوگا۔ وہ مجھے میری خفیہ رہائش گاہ سے نکالنے کے لیے دھمکیاں دے رہے ہیں۔ جب شہر میں امن و امان رہے گا تو وہ سونتی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔"

وہ مسکرا کر بولی "امن و امان کیسے رہے گا۔ ابھی جو یہودی حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے مرا ہے، اس کا الزام بھی آپ پر آ رہا ہے۔"

"ہاں، میں نے جیفرسن کے ذریعے اس کتے کو مار ڈالا ہے، اب اس کی موت کا الزام بھی مجھ پر آئے گا۔"

"میرے آقا! آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنی آپ لوگوں کو دہشت زدہ کر کے ماریں۔ وہ آپ کو دماغ میں محسوس نہ کریں لیکن دہشت سے مر جایا کریں۔"

"یہ مشورہ مناسب ہے۔ آج رات گیارہ بجے تک فرصت ہے۔ میں کینٹو کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ میرے لیے ماسک میک اپ لے کر آئے گا تو میں یہاں سے نکلوں گا پھر ہوٹل میں آ کر تم سے ملاقات کروں گا۔"

"میں آپ کے آنے تک کسی یہودی کی رہائش گاہ تک پہنچنا چاہتی ہوں۔ شاید کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔"

"تم جاؤ۔ میں تمھارے دماغ میں پہنچتا رہوں گا۔"

اُس سے رخصت ہو کر میں سونتی کے دماغ میں پہنچا۔ اب وہ کمرے میں تنہا تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔ یوں کانپنے لگی جیسے یک بہ یک ساری دنیا اس کی مٹھی میں آ گئی ہو۔ میں نے سختی سے کہا "اپنے دانت بند کرو۔ خوشی کا اظہار کرو گی اور دوسروں کو میری موجودگی کا علم ہوگا تو میں چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے اداس ہو گئی۔ سنجیدگی سے بولی "نہیں فرہاد! ایسا نہ کرنا۔ مجھ پر ایسا ظلم کرو گے تو مر جاؤں گی۔ کیا تم میرے دل میں میرے دماغ میں رہ کر میری حالت کو سمجھ نہیں سکتے؟"

"میرے لیے اتنا ہی سمجھنا کافی ہے کہ تم اپنے شوہر کو نہ سمجھ سکیں۔"

"مجھے خوب طعنے دو۔ خوب لعنت ملامت کرو۔ لیکن میرے پاس رہو۔"

"میں دیکھ رہا تھا تم سونیا کے لیے آنسو بہا رہی تھیں — تمھارے دل کی گہرائیوں میں اس کے لیے دُکھ ہے۔ یہ میں سمجھتا ہوں لیکن تمھیں یقین نہیں آئے گا کہ اس کی موت میں تمھارے یہودی دوستوں کا ہاتھ ہے۔"

"نہیں۔ فرہاد! تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"بکواس مت کرو۔ ورنہ ابھی چلا جاؤں گا۔ تمھارا شمار ایسی بے وقوف عورتوں میں ہوتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو تباہ کرتی ہیں۔ کبھی اپنے بچے سے اور کبھی اپنے شوہر سے محروم ہو جاتی ہیں۔ تمھیں عقل نہیں آئے گی۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ ایک یہودی حرکتِ قلب بند ہونے کے باعث مرا ہے تو اس کا الزام بھی مجھ پر آتا ہے اور میری سونیا جیسی دوست کی موت کے باوجود تم یہودیوں کی وکالت کر رہی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر رونے لگی، کہنے لگی "میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میرا دل ایسا ہے کہ میں کسی کو برا نہیں سمجھتی چاہے وہ یہودی ہوں یا اور کوئی ہو۔ فرہاد! میرے دل کو سمجھو۔ میں بری نہیں ہوں اس لیے مجھے کوئی برا نہیں لگتا۔"

"یہ یہودی جو تمھیں دوست نظر آ رہے ہیں، اب تمھیں اور زیادہ دلدل میں لے جانے کے لیے امریکہ پہنچانے والے ہیں میں تمھیں ٹھوکریں کھانے سے اور دلدلوں میں دھنسنے سے نہیں روکوں گا۔ تمھاری تباہی کا تماشا دیکھتا رہوں گا لیکن احتیاطاً تمھیں بتا دوں کہ تمھیں امریکہ کیوں لے جایا جا رہا ہے۔"

وہ چپ چاپ بیٹھی اپنے دماغ میں میری سوچ کو سن رہی تھی۔ میں نے کہا "تاریخ بتاتی ہے کہ جب کولمبس نئی دنیا کی تلاش میں نکلا تو اس کے ساتھیوں میں پانچ یہودی تھے۔

ایک یہودی کا نام لوئیس ڈی توریز تھا۔ اسی یہودی نے سب سے پہلے امریکہ کی زمین پر قدم رکھا۔ پھر جانتی ہو کیا ہوا؟ برسال نامی دُوسرے یہودی نے کولمبس کو قید کرلیا۔ اس کولمبس کو جس نے امریکہ دریافت کیا۔ اس بے چارے کی باقی زندگی کا حصہ برسال کی قید میں بڑی ہی کسمپرسی کی حالت میں گزرا۔ نیویارک امریکہ کا ساحلی شہر ہے۔ یہودیوں نے اسے اپنا گڑھ بنالیا۔ یہ شہر اب بھی ان کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل نے جس ارضِ موعود کی خبر دی تھی وہ یہی زمین ہے۔ یہ لوگ نیویارک کو نیا یروشلم بھی کہتے ہیں۔"

"تم مجھے تاریخ کیوں بتارہے ہو؟ میں تو....."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "پہلے سن لو کہ یہودی کیا ہیں۔ جارج واشنگٹن کے دور میں یہودیوں کی تعداد صرف چار ہزار تھی۔ پچاس برس کے اندر اُن کی تعداد تینتیس لاکھ ہوگئی۔ آج یہ لوگ صرف امریکہ میں ستر لاکھ سے زیادہ ہیں۔ کوئی بھی امیدوار اُن ہی کے ووٹوں سے اور اُن ہی کے سرمائے سے کامیابی حاصل کرکے امریکی صدر کا عہدہ حاصل کرتا ہے۔ اتنے بڑے ملک کا صدر بننے والا اُن کا احسان مند ہوتا ہے۔ اسی لیے اسرائیلی دھاندلیوں کے آگے بے بس ہوتا ہے اور اسرائیلی جارحیت اور مظالم سے چشم پوشی کرتا ہے۔ یہودیوں کی سب سے بڑی تنظیم کا ہیڈ کوارٹر امریکہ میں ہے اور تمھیں وہیں پہنچایا جائے گا۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"وہ جس طرح جال بچھا کر تمھیں مجھ سے دُور لے گئے اسی طرح تمھیں امریکہ بھی پہنچا دیں گے۔"

"صرف مجھے الزام نہ دو۔ اپنی غلطیوں کو بھی مان لو کہ تم نے میرے بیٹے کو مجھ سے....."

"رسونتی! میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نے تمھارے بیٹے کو تم سے دور نہیں کیا تھا۔ میں نے دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک فرضی پارس کو تمھاری گود میں دیا تھا اور تمھیں پاکستان لایا تھا۔ وہی فرضی پارس اب بھی تمھارے پاس ہے۔ تمھارا اپنا بیٹا پارس....."

میں کہتے کہتے رک گیا۔ اس نے پوچھا "ہاں بولو۔ رک کیوں گئے؟"

"کچھ نہیں۔ تم اسے ہی اپنا بیٹا سمجھو جو تمھارے پاس ہے۔ اس کے آگے کچھ نہیں کہوں گا۔"

وہ فرضی پارس کے پاس گئی۔ اسے گود میں اٹھا کر سینے سے لگاتے ہوئے کہا "دیکھو فرہاد! کوئی ایسی بات نہ کرو کہ مجھے اپنا یہ بیٹا اجنبی لگے۔ پرایا لگے۔ میں ماں ہوں۔ میری ممتا کو اصلی اور نقلی کے درمیان نہ الجھاؤ۔"

"میں ایسی باتیں نہیں کروں گا، سچائی بیان نہیں کروں گا تو تم مجھے بیٹے سے الگ کرنے کا الزام دیتی رہو گی۔ میری مجبوریوں کو تم نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر ایک ماں دماغی مریضہ بن گئی ہو تو باپ کا فرض ہوتا ہے کہ وہ بیٹے کو دشمنوں سے دور رکھے اور ایسی پناہ گاہ میں پہنچادے جہاں دشمن کا سایہ بھی نہ پہنچ سکے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا اور تم اسے دشمنی سمجھ رہی ہو۔ بہرحال یہ تمھارے نصیب میں تم یہودیوں کی دلدل میں دھنستی جاؤ۔"

"فرہاد! ابھی نہ جانا۔ پہلے میری بات سن لو۔"

"سن رہا ہوں۔"

"اگر میں فرض کرلوں کہ غلطی پر ہوں تو....."

"میں فرض نہیں کرسکتا۔ تم سراسر غلطی پر ہو اور مسلسل حماقتیں کررہی ہو۔"

"چلو یہی سہی۔ میں حماقتیں کررہی ہوں تو ایک دن مجھے اس کا احساس ہوگا۔ میں پچھتاؤں گی تو اس وقت کیا تمھیں افسوس نہیں ہوگا؟ آخر میں تمھاری بیوی ہوں۔ تمھارے بچے کی ماں ہوں۔ یہ میرا حق ہے کہ میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوجاؤں اور تمھیں آواز دوں تب تمھارا فرض ہے کہ میری مدد کرو۔"

"اگر اس وقت تک حالات ایسے رہے کہ میں تمھاری مدد کرسکا تو ضرور کروں گا۔ اب تو تم یہودیوں کے گڑھے میں جارہی ہو۔"

"مجھے گڑھے میں گرنے سے بچاؤ۔ کوئی مشورہ دو۔"

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اس نے پھر آواز دی۔ میں نے کہا "میں سوچ رہا تھا تمھیں کون سا مناسب مشورہ دوں۔ ایک بات بہت اہم ہے۔ غور سے سنو۔ دشمنوں کو اس بات سے دل چسپی نہیں ہے کہ تمھارا نام رسونتی ہے یا تم ایک حسین عورت ہو۔ ساری دل چسپی تمھاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ابھی تم دماغی طور پر ذرا سی کمزور ہو۔ یہ تمھیں ایک دن ضرور مجبور کریں گے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل کرو۔"

"وہ تو اب بھی مجھے کہتے ہیں، میں نے کہہ دیا ہے کہ جب تک مجھ سے میرے شوہر نہیں ملیں گے میرا دل کسی کام میں نہیں لگے گا میں کچھ نہیں کروں گی۔"

"بس یہی دانش مندی ہے۔ تم انکار کرتی رہو۔ یہی بہانے کرتی رہو۔ اسی میں تمھاری سلامتی ہے۔ ورنہ یاد رکھو، اگر تم نے مشقیں شروع کردیں اور اس صلاحیت کو دوبارہ حاصل نہ کرسکیں تو وہ پلک جھپکتے ہی تمھیں اس معصوم فرضی پارس کے

ساتھ ختم کر ڈالیں گے۔"

"اگر میں دوبارہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرلوں تو کیا نقصان ہے؟ اس طرح میں سمجھتی ہوں، جب چاہوں گی تم سے رابطہ قائم کرسکوں گی۔"

"اوّل تو میں اپنے دماغ میں سوچ کی لہروں کو محسوس کرلیتا ہوں۔ جیسے ہی تم آؤ گی میں دماغ کے دروازے بند کردوں گا۔ لیکن سب سے اہم بات سن لو۔ بابا فرید واسطی صاحب نے اپنی وفات سے قبل پیش گوئی کی تھی کہ تم کبھی اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت حاصل نہیں کرسکو گی۔ اگر تمھیں ان کی پیش گوئی پر اعتماد نہ ہو تو چپ چاپ ایسی مشقیں کرکے آزما لینا لیکن ان مشقوں کا علم تمھارے یہودی دوستوں کو نہ ہو ورنہ وہی ہوگا جو میں کہہ چکا ہوں۔"

وہ تھکے ہوئے انداز میں بیٹھ گئی۔ نقلی پارس کو اس کے کاٹ میں ڈال دیا۔ پھر سر پکڑ کر بولی "میں کچھ نہیں چاہتی۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے کا شوق بھی نہیں رہا۔ میں صرف تمھیں چاہتی ہوں اور اپنے بیٹے کو۔ میرا بیٹا مل گیا ہے تم بھی مل جاؤ۔ اس کے بعد تم مجھے مرنے کے لیے کہو گے تو تمھارے سامنے جان دے دوں گی۔ مجھے یہاں سے کسی طرح نکال لو۔ چپ چاپ اپنے ساتھ کہیں دُور لے چلو۔"

"جیسے جال میں پھنس چکی ہو۔ وہاں سے نکالنا اتنا آسان نہیں ہے۔ میں تمھیں اپنے پاس لاؤں گا تو تمھارے پیچھے پیچھے دشمن بھی چلے آئیں گے۔ یہاں سے نکلنا بھی آسان نہیں ہے۔ میں رہوں گا۔ تم رہو گی ایک بچہ رہے گا تو دشمن کہیں بھی ہمیں پہچان لیں گے چاہے ہم کسی بھی روپ میں رہیں۔"

"ہم اس ملک سے باہر چلے جائیں گے۔ یہ لوگ مجھے جانے سے نہیں روکیں گے۔ ابھی جانا چاہوں تو مجھے بچے کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے۔ بس اتنا بتا دو، میں یہاں سے نکلوں گی تو تم مجھے کہاں مل سکو گے؟"

"میں احمق نہیں ہوں۔ تم بڑی معصومیت سے پوچھ رہی ہو مگر جہاں ملوں گا تم سے پہلے تمھارے یہودی دوست ملیں گے۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا۔ بچے کے بغیر تمھارے ساتھ رہوں گی تو ادھوری رہوں گی اور تمھارے بغیر بچے کے ساتھ رہوں گی تب بھی مکمل نہیں رہوں گی۔ تم دونوں ہی مل کر مجھے مکمل کرسکتے ہو اور میں اپنی تکمیل کے لیے تمھارے پاس پہنچنا چاہتی ہوں، خواہ اس کے لیے مجھے کتنی ہی کٹھنائیاں کیوں نہ اٹھانی پڑیں۔ میں نے سوچا ہے، میں بچے کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گی اور بھٹکتی رہوں گی چاہے اس ملک میں یا اس ملک سے باہر مگر امریکہ نہیں جاؤں گی۔ اور اس وقت تک بھٹکتی رہوں گی جب تک تمھیں یقین نہ ہوجائے کہ مجھ سے ملو گے تو دشمن تمھارے پاس نہیں پہنچ سکیں گے پھر ہم ہمیشہ کے لیے ایک ہوجائیں گے۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ بچے کو لے کر کہاں جاؤ گی؟ کتنی دور تک جاسکو گی؟ دن کہاں بسر کرو گی؟ رات کہاں گزارو گی؟"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ میں تمھاری خاطر بھٹکتی رہوں گی۔ اسے اپنے لیے سزا سمجھتی رہوں گی۔ ایک دن، دو دن، ایک مہینہ، دو مہینے، ایک سال، دو سال تم میرے بھٹکنے کا تماشا دیکھتے رہو گے۔ جب مجھ پر ترس آئے اور رحم کرنے کا دل چاہے مجھے معاف کرنا چاہو تو مجھ سے آکر مل لینا۔"

"تم میرے دشمنوں کی پناہ میں ہو۔ تاہم وقتی طور پر محفوظ ہو۔ وہاں سے تنہا بچے کو لے کر نکلنے کی حماقت نہ کرنا۔ ورنہ میری پریشانیاں بڑھ جائیں گی۔ مجھے بار بار تمھاری طرف دھیان دینا پڑے گا۔"

وہ خوش ہوکر بولی "کسی بھی محبت کرنے والی بیوی کے دل میں جھانک کر دیکھ لو، وہ یہی چاہتی ہے کہ اس کا شوہر اس کی طرف بار بار دھیان دیتا رہے۔ اگر میرے یہاں سے نکلنے کے بعد تم میری طرف توجہ دیتے رہو گے تو میں ساری زندگی شہر شہر، جنگل جنگل، صحرا صحرا بھٹکنے کو تیار ہوں اور میں ایسا کروں گی۔"

"جذبات میں آنے سے پہلے اچھی طرح سوچو۔ اگر دشمنوں نے تمھارے آس پاس جال بچھایا، کوئی ایسی چال چلی کہ مجھے پھانسنے کے لیے، تمھارے قریب لانے کے لیے تمھیں کسی مصیبت میں مبتلا کردیا اور میں واقعی سامنے آنے پر مجبور ہوگیا تو ان کی مرادیں برآئیں گی۔ اگر تم محبت کرنے والی بیوی ہو تو اپنے شوہر کو اپنی حماقتوں سے مصیبت میں مبتلا نہ کرو۔ میں بعد میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا۔ دشمنوں کو اس کی خبر نہ ہو کہ میں نے تم سے دماغی رابطہ قائم کیا تھا۔"

کیشو میک اپ کا سامان، ضروری کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ لے آیا تھا۔ جس شخص کی تصویر اور ماسک میرے پاس پہنچایا گیا تھا میں نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پتہ چلا وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ میں نے اینجل سے رابطہ قائم کیا، کہا "آپ کا بھیجا ہوا تمام سامان مل گیا ہے کیا یہ شخص جس کا نام وکٹر ہیگ ہے مرچکا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ مرچکا ہے اس کی ہسٹری شیٹ میں نے آپ کے پاس بھیج دی ہے۔ یہ کمیونسٹ گوریلا تھا۔ دو دن پہلے...

گیا۔ اس کے ملنے جلنے والوں کی آوازیں میرے پاس ریکارڈ کی ہوئی تھیں۔ وہ کیسٹ بھی آپ کے پاس بھیج دیا ہے۔ یہ ایک ہوسٹل میں رہتا تھا۔"

"میں یہ سب اس کی ہسٹری شیٹ سے معلوم کر لوں گا۔ آپ سے دُوسری بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمایئے ۔۔۔ حکم دیجیے۔"

میں نے اسے رسونتی کے متعلق بتایا۔ تمام باتیں سننے کے بعد اینجلو نے کہا "اگر مادام رسونتی وہاں سے بے مقصد نکل جائیں گی، اور بچے کے ساتھ بھٹکتی رہیں گی تو ہم سب کے لیے پرابلم بن جائیں گی۔"

"میں چاہتا ہوں آپ اپنے آدمیوں سے رسونتی کی نگرانی کرائیں۔"

"آپ کے کہنے سے پہلے ہی میرے آدمی اس بنگلے کی نگرانی دن رات کرتے رہتے ہیں۔ اپنی ڈیوٹیاں بدلتے رہتے ہیں۔ میں جس قدر آپ کو چاہتا ہوں اسی قدر مادام رسونتی کو بھی۔ وہ آپ کی شریکِ حیات ہیں، آپ کے بچے کی ماں ہیں۔ اُن کی حفاظت بھی میری ذمّہ داری ہے۔ میں نے سوچا اگر وہاں سے مادام کو کہیں منتقل کیا جائے گا تو میرے آدمیوں کو اس کی خبر ہو جائے گی۔ اس طرح ہم باخبر رہیں گے۔"

"بعض اوقات رسونتی بڑی حماقتیں کرتی ہے۔ اگر وہ اچانک بچے کو لے کر وہاں سے نکلے گی تو آپ کیا کریں گے؟"

"میں نگرانی کرنے والوں کی تعداد بڑھا دوں گا۔ میرے آدمی اُن کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہیں گے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کہاں بھٹکتی رہیں گی؟ کہیں اُن کا ٹھکانا تو ہونا چاہیے۔ کھانا پینا، سونا، بیٹھنا یہ سب کہاں ہوگا؟ وہ آخر ایک عورت ہیں۔ جوان اور حسین ہیں۔ نہ جانے کتنے بدمعاش ان کے پیچھے پڑ جائیں۔"

"آپ صرف حفاظتی انتظامات کریں۔ اپنے لوگوں کو رسونتی کے ساتھ سائے کی طرح لگائے رکھیں۔ میں باقی معاملات زنگون کے ماسٹر سے طے کرتا ہوں۔ اگر کہیں رسونتی کو ٹھکانا بنانا ہو۔ کہیں کھانا پینا ہو یا سونے کا وقت گزارنا ہو تو وہ تمام ذمے داری ماسٹر کی ہوگی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہُوا اور وکٹر ہیگ کی ہسٹری شیٹ پڑھنے لگا۔ اس دوران میں نے اپنے چہرے پر وہ ماسک چڑھایا۔ ماسک بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا۔ بالکل نیچرل لگ رہا تھا۔ وکٹر کی وہ تمام تصویریں جو مختلف زاویوں سے اتاری گئی تھیں میرے سامنے آئینے کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ میں انھیں دیکھ کر اس ماسک کو فنشنگ ٹچ دے رہا تھا۔ میک اپ کے ذریعے رہی سہی کسر پوری کر رہا تھا۔

وہ ایک خوبصورت جوان تھا۔ کمیونسٹ گوریلا تھا۔ یہاں کے مینز ہوسٹل میں رہتا تھا۔ دو دن، چار دن اور کبھی ہفتے دو ہفتے کے لیے غائب ہو جاتا تھا۔ گوریلا فائیٹر ایک دوسرے سے کس طرح متعارف ہوتے تھے، اپنے پارٹی لیڈر سے کس طرح رابطہ قائم کرتے تھے، یہ ساری باتیں ہسٹری شیٹ میں لکھی ہوئی تھیں۔ ان فائیٹروں میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی تھیں۔ کچھ دنوں پہلے پومی بھی ان کی ایک کامریڈ تھی۔ ان کے لیے بڑے حیرت انگیز کارنامے انجام دیتی تھی۔

میں نے اینجلو کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا منجالی کو کامریڈ بنایا جا سکتا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ ہوسٹل میں رہ سکے؟"

اینجلو نے ذرا سوچنے کے بعد کہا "کسی بھی لڑکی یا عورت کو کامریڈ بنایا جا سکتا ہے مگر منجالی کے سلسلے میں مشکلات پیش آئیں گی۔ وہ اپنے رنگ کی وجہ سے نیگرو افریقی لگتی ہیں۔ گوریلا فورس میں اُن کی موجودگی عجیب سی لگے گی۔ آپ انھیں گرل فرینڈ بنا کر ہوسٹل میں رکھ سکتے ہیں۔ گوریلوں کی گرل فرینڈ ان کے ساتھ ہی رہتی ہیں۔"

منجالی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "تم ابھی تک ہوٹل کے کمرے میں ہو۔ تم تو کسی دشمن کے پتے تک پہنچنا چاہتی تھیں؟"

"میں جانے کے لیے باہر نکل رہی تھی لیکن بار میں ایک ایسا شخص نظر آیا جسے میں قاہرہ میں دیکھ چکی ہوں۔ وہ یہودی ہے۔ اس کا نام ٹونی بیکر ہے۔"

"کتنی دیر پہلے اسے بار میں دیکھا تھا؟"

"یہی کوئی بیس منٹ پہلے۔"

"یقیناً وہ ابھی پی رہا ہوگا۔ تم وہاں جاؤ اور مجھے اس کے متعلق بتاتی جاؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اپنے کمرے سے نکل کر دروازے کو لاک کرتے ہوئے بولی "وہ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ دو برس پہلے مصری حکومت کا ایک اہم راز چُرانے آیا تھا۔ ہم بھی اسی تاک میں تھے لیکن ہم دیکھتے رہ گئے اور یہ اپنا کام کر گیا۔ بہت چالاک ہے۔ اعلیٰ بی بی نے بتایا تھا کہ یہ دور ہی دور سے اپنے ماتحتوں کو سپروائز کر رہا ہے۔ اور خود چھپ کر سارے معاملات پر اور اپنے مخالفوں پر نظر رکھتا ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی اور زینے سے اترتے ہوئے گراؤنڈ فلور کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا ٹونی بیکر نے قاہرہ میں تمھیں دیکھا تھا؟"

"میں اس کے سامنے کبھی نہیں گئی۔ میں نے اس کی تصویر دیکھی تھی۔ پھر ایک جگہ اس کی جھلک دیکھی۔ اب تک مجھے یاد ہے۔"

"یہ اتفاق ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ تم ایک اہم آدمی کے قریب پہنچ گئی ہو۔ یقیناً یہ ساری یہودی تنظیم کو یہاں کنٹرول کر رہا ہوگا اور اپنے جاسوس ماتحتوں کو میرے خلاف سرگرمِ عمل رکھ رہا ہوگا۔ اس کا طریقۂ کار کیا ہے، یہ ہم رفتہ رفتہ معلوم کریں گے۔ تم جلد بازی نہ کرنا۔ اس سے گفتگو بھی نہ کرنا۔ چپ چاپ کاؤنٹر پر جاؤ اور کسی نشے کی عادی لڑکی کی طرح پینا شروع کر دو۔ ظاہر ہے کہ شراب تمھارے لیے پانی ہے اور تمھارے اوپر کوئی منفی اثر ہونے کا امکان نہیں ہے۔"

وہ بار میں پہنچ گئی۔ جب شام کا اندھیرا چھانے لگتا ہے، تب پینے والوں کو لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت اچھی خاصی روشنی تھی۔ شام ابھی دور تھی۔ اس لیے بار میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔

منجالی نے اندر قدم رکھتے ہوئے یوں چاروں طرف سرسری نظر ڈالی جیسے اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کر رہی ہو۔ اِکّا دُکّا پینے والے میزوں پر نظر آ رہے تھے۔ دو یورپین کاؤنٹر کے پاس والے اونچے اسٹول پر بیٹھے تھے۔ ان میں ایک ٹونی بیکر تھا۔ منجالی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس آئی۔ اپنے پرس کو وہاں رکھا۔ پھر کاؤنٹر کی سطح پر ہاتھ مار کر کہا۔ "ٹوٹن پیگ۔ ون فار می اینڈ ون فار مائی لوَر . . ."

ایسا کہتے ہوئے وہ اونچے سے اسٹول پر بیٹھ گئی۔ بارکیپر نے اس کے لیے دو پیگ بناتے ہوئے مسکرا کر پوچھا "میڈم! آپ کے وہ لوَر (محبوب) کہاں ہیں؟"

اس نے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہا "میرے اندر ہے۔"

ٹونی بیکر نے چونک کر کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ بے شک منجالی نفسیات کو سمجھتی تھی۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ کسی کو اپنے اندر کہنے سے دھیان فرہاد کی طرف بھی جائے گا کیوں کہ محبوب ہمیشہ دل میں ہوتا ہے اور فرہاد دماغ میں آتا ہے۔

منجالی اس سے تقریباً دو گز کے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ضرور اس کی کشش محسوس کر رہا ہوگا۔ یہ میں اپنے تجربے سے کہہ سکتا ہوں اور ایسا منجالی کے ساتھ ہوتا آیا ہے . . . سبھی اسے حیرانی سے مگر خاموشی سے دیکھتے تھے اور سوچتے تھے کہ یہ کیسی لڑکی ہے جو انجانے طور پر اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔

اس کے سامنے شیشے کے دو نازک سے جام رکھ دیے گئے۔ اس نے ایک جام کو اٹھایا پھر ایک ہی سانس میں حلق سے اُتار لیا۔ ٹونی بیکر نے پھر اسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ اس عمر کی کوئی لڑکی ایسی عادی نہیں ہوتی کہ وسکی کا ایک پیگ اٹھا کر فوراً ہی حلق سے اتار لے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ہیروئن اور چرس جیسا خشک نشہ کرنے والی لڑکیاں وسکی کو خاطر میں نہ لاتی ہوں۔ منجالی نے دوسرے جام کی شراب خالی جام میں انڈیلی۔ پھر اسے اٹھا کر بارکیپر کو دیکھتے ہوئے کہا "اے مسٹر! سنو، میں کالی ہوں مگر مجھے دیکھ کر لوگ عاشق بن جاتے ہیں۔ پھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ میں کالی بن کر کیوں پیدا ہوئی۔ آہ میرے محبوب تو کہاں ہے؟ ہاں ہاں میرے اندر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے دوسرے جام کو ہونٹوں سے لگایا اور اسے بھی حلق سے نیچے اتار لیا۔ پھر اس نے دوسرے جام کو بارکیپر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ون مور۔"

جس جام کو اس نے ہونٹوں سے لگایا تھا، اس کو اپنے پاس ہی بائیں ہاتھ میں تھام کر رکھا تھا۔ میں نے پوچھا "اس کا کیا کرو گی۔ یہ جام تمھارے منہ سے لگ کر زہریلا ہو چکا ہے۔ واپس جائے گا تو کیا ہوگا؟"

"یہ واپس نہیں جائے گا۔ میں مدہوشی کی ایکٹنگ کرنے کے دوران اسے توڑ ڈالوں گی۔"

میں مسکرا کر رہ گیا۔ اُدھر ٹونی بیکر اپنے جام کو منہ لگا کر پینے کے بعد ہولے ہولے بڑبڑا رہا تھا۔ منجالی فرانسیسی زبان سمجھتی تھی۔ میں اس کے دماغ سے ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ وہ نشے کی حالت میں سر جھکائے بول رہا تھا "میرے قریب ایک نیگرو لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس پر کڑی نظر رکھو اور معلوم کرو۔ کہاں سے آئی ہے؟ اور کون ہے؟"

افسوس میں فرانسیسی زبان کے الفاظ اپنی گرفت میں نہیں لے سکتا تھا۔ اس لیے اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکا۔ اس کا جام خالی ہو گیا تھا۔ اس نے دوسرے پیگ کی فرمائش کی۔ بار والے نے قریب آ کر اس کے جام میں ایک پیگ کے برابر وسکی انڈیلی۔ میں نے بار والے کی زبان سے کہا "مسٹر! یہ لڑکی کچھ عجیب سی ہے۔ کتنی تیزی سے پی رہی ہے؟"

ادھر میں نے منجالی کے دماغ میں پہنچ کر کہا "وہ جو کہہ رہا ہے اس کا جواب دو۔"

منجالی نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "یو مسٹر! تم اس آدمی سے کیا کہہ رہے ہو۔ میں کچھ عجیب سی لگتی ہوں۔ ارے میرے کان بہت تیز ہیں۔ تم سمجھتے کیا ہو۔ یہاں تمھارے بار کی تمام بوتلیں پی جاؤں، تب بھی نارمل رہوں گی۔ مجھ پر نشہ غالب نہیں آ سکتا۔ ہے کوئی شرط لگانے والا؟"

یہ کہہ کر اس نے میز پر ہاتھ مارا۔ اس بار ٹونی بیکر نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "تم نے ابھی تین پیگ پیے ہیں اور کتنے پیگ کے بعد شرط لگاؤ گی؟"

"تم جتنا کہو۔"

"ایک پیگ اور پی لو۔ آئندہ پانچویں پیگ سے میں ہر پیگ کی قیمت ادا کروں گا۔ اگر تم نے دس پیگ پی لیے تو میں تمھیں ایک ہزار ڈالر انعام دوں گا۔"

منجالی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "ڈن؟"

ٹونی بیکر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "ڈن۔"

اس وقت تک میں ٹونی بیکر کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ وہ منجالی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی حرارت محسوس کر رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم بیمار ہو؟"

منجالی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "اس سنگدل نے مجھے بیمار بنا ڈالا ہے۔ مجھے تیز بخار تھا میں نے سوچا۔ ایسی حالت میں وسکی پیوں گی تو شاید اور گرمی بڑھے اور میں اس آگ میں جل کر مر جاؤں۔ اس کے بعد شاید وہ میری موت پر آنسو بہانے آ جائے۔"

ٹونی بیکر نے بار والے سے کہا "وسکی مت دو۔ میں اپنی شرط واپس لیتا ہوں۔" پھر اس نے منجالی سے کہا "چلو میں تمھیں گھر پہنچا دوں۔"

"میں یہاں اجنبی ہوں۔ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔ میں اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر بتیس میں ٹھہری ہوئی ہوں۔"

اس نے منجالی کے بازو کو تھام لیا۔ منجالی نے اپنے پرس کو لا۔ ٹونی بیکر نے اس کے پرس پر ہاتھ رکھ کر کہا "نہیں، بل میری طرف سے ادا ہو جائے گا۔ چلو۔"

اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کے دوران اپنے چھوٹے جام کو فرش پر گرا دیا۔ شیشے کا نازک سا جام چکنا چور ہو گیا۔ وہ ٹونی بیکر کا سہارا لے کر چلنے لگی۔ یوں لڑکھڑانے لگی۔ جیسے عشق کا بخار غالب آ رہا ہو۔ ادھر میرا میک اپ مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے قد آدم آئینے کے سامنے ہر زاویے سے اپنا جائزہ لیا۔ ہر زاویے سے وکٹر ہیگ نظر آ رہا تھا۔

میں نے کیشو سے کہا "وکٹر کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے کی جتنی چیزیں ہیں۔ یہاں سے لے چلو۔ اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ضروری معلومات ذہن نشین کر لی ہیں۔ صرف اس کے ضروری کاغذات میرے پاس رہیں گے۔"

ہم باہر آ کر کار میں بیٹھ گئے۔ پھر میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس وقت وہ یوں آنکھیں بند کیے پڑی تھی جیسے بے ہوش ہو گئی ہو۔ میں نے مسکرا کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

اس نے جواب دیا "ٹونی بیکر نے مجھے میرے کمرے میں بستر پر لا کر لٹا دیا تھا اور میرے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا۔ میں یوں ظاہر کرتی رہی جیسے اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ وہ میرے قریب آیا۔ اتنا تو میں سمجھ رہی تھی کہ اس کی نیت بری نہیں ہے۔ اس نے قریب آ کر میرے سر کو سہلایا۔ پھر میرے بازو پر ہاتھ رکھا۔ اچانک ہی مجھے سوئی چبھنے کا احساس ہوا۔"

"کیا تمھیں اس انجکشن کا کوئی ردِعمل محسوس ہوا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ زہر انجیکٹ کرتا تو میں کسی حد تک محسوس کر لیتی۔ شاید اس نے بے ہوشی کی دوا میری رگوں میں پہنچائی ہے۔ یہ میرے لیے بالکل ہی بے اثر اور بے معنی ہے پھر بھی میں نے احتیاطاً آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ منجالی کے بیگ کی تلاشی لے رہا تھا۔ ایک ایک چیز نکال کر دیکھ رہا تھا۔ ان میں اس کا پاسپورٹ اور سیاحت کے ضروری کاغذات رکھے تھے۔ پاسپورٹ کے ذریعے اسے معلوم ہوا کہ وہ پرسوں ہی یہاں پہنچی ہے۔

کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے ٹونی بیکر شبہے میں مبتلا ہوتا۔ اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر لاکٹ کو دبایا پھر بڑبڑانے کے انداز میں کہا "ریسپشن کاؤنٹر پر جاؤ اور معلوم کرو، مس منجالی اس ہوٹل میں قیام کرنے کے لیے کس دن اور کس وقت آئی تھی؟"

یہ کہہ کر اس نے لاکٹ کو پھر دبایا۔ اس کے بعد منجالی کے تمام کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کو بیگ میں واپس رکھ دیا۔ اس کے بیگ میں صرف دو سو ڈالر تھے۔ اس نے سوچا "یہ لڑکی دارالسلام سے اتنی دور آئی ہے اور صرف دو سو ڈالر اس کے پاس ہیں۔ آخر یہ اپنے ساتھ کتنی رقم لے کر آئی ہوگی۔ اگر کچھ زیادہ لائی ہوگی تو ہوٹل میں رہنے اور کھانے پینے کے سلسلے میں خرچ کیے ہوں گے۔ یہ تو یہاں سے واپس بھی نہیں جا سکے گی۔"

اس نے منجالی کے قریب آ کر اس کو غور سے دیکھا۔ میں نے منجالی کے دماغ میں کہا "بے فکر رہو۔ میں موجود ہوں۔"

پھر میں ٹونی بیکر کے اندر پہنچ گیا۔ اب وہ منجالی کے موزے اور جوتے اتار کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اس کے جسم کو لباس کے اوپر ہی اوپر ٹٹول کر اطمینان کیا۔ اس کا شبہ غلط ثابت ہو رہا تھا منجالی ایک عام سی بے ضرر لڑکی ثابت ہو رہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک کمرے میں کھڑا رہا۔ چاروں طرف دیواروں کو دیکھتا رہا۔ پھر چھت کو گھورنے لگا۔ وہ بہت ہی محتاط اور ذہین تھا۔ سراغرسانی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ اس نے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ پھر جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھنے لگا۔ وہاں بھی اسے اطمینان ہوا۔ تب وہ اٹھ کر کھڑا

ہو گیا۔ ہمدردی سے منجالی کی طرف دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے پینے کے سلسلے میں ایک ہزار ڈالر کی شرط لگائی تھی اور یہ شرط خود ہی ختم کر دی تھی۔

یہ یاد آتے ہی اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ ان میں سے سو سو ڈالر کے بیس نوٹ نکالے یعنی دو ہزار ڈالر الگ کر کے اسے منجالی کے بیگ میں ڈال دیا۔ اس کی زپ لگائی۔ اطمینان سے چلتا ہوا کمرے کے باہر آیا پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "لڑکی اچھی پرکشش ہے۔ اس پر دل آتا ہے لیکن مجھے محتاط رہنا چاہیے۔ شراب اس قدر پیتا ہوں کہ نشہ نہ ہو۔ صرف موڈ میں آ سکوں۔ عورت سے اس حد تک دوستی کرتا ہوں کہ باتیں کروں، دل بہلاؤں۔ وقت گزاروں اور الگ ہو جاؤں۔ شراب اور شباب' دو ایسی چیزیں ہیں جن سے ایک سراغرساں کو ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔"

منجالی ہوٹل کے سیکنڈ فلور پر تھی اور فرسٹ فلور پر ٹونی بیکر کا کمرہ تھا۔ جب وہ فرسٹ فلور کے کوریڈور سے گزرنے لگا تو ایک شخص نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا "وہ لڑکی آج دو بج کر پندرہ منٹ پر اس ہوٹل میں آئی تھی۔"

"معلوم کرو۔ اس سے پہلے کہاں تھی؟"

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولنے لگا۔ اس کے ساتھ والا آگے بڑھ گیا۔ میں نے اینجلو کے پاس پہنچ کر کہا "منجالی پرسوں یہاں آئی تھی۔ میں چاہتا ہوں۔ پرسوں سے آج دن کے بارہ بجے تک کسی ہوٹل میں اس کی رہائش کا ریکارڈ ہو۔"

"ہماری تنظیم کا ایک چار منزلہ ہوٹل ہے۔ اس کا نام ڈونا ہوٹل ہے۔ وہاں منجالی کے سلسلے میں اندراج ہو جائے گا۔"

میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر اسے یہ باتیں سمجھا دیں۔ اس نے پوچھا "میں کب تک آنکھیں بند کیے پڑی رہوں گی۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے بے ہوشی کا جو انجکشن لگایا ہے، اس کا اثر کب تک زائل ہو گا؟"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں ٹونی بیکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنا بریف کیس لے کر کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس نے دروازے کو لاک کیا پھر زینے سے اترتے ہوئے جانے لگا۔ میں اس کے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر معلوم کر رہا تھا۔ پتہ چلا، اس انجکشن کا اثر تقریباً دو گھنٹے تک رہے گا۔ دو گھنٹے بعد وہ ہوش میں آ جائے گی۔

میں نے یہ بات منجالی کو بتا دی۔ پھر واپس ٹونی بیکر کے پاس آ گیا۔ اب وہ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر ایک کار میں بیٹھ گیا تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالنے کے بعد دروازے کو بند کیا پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے پارکنگ ایریا سے نکل کر مین روڈ پر آ گیا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ اپنے خاص آدمیوں سے رابطہ قائم کرنے والا ہے۔ تھوڑی دور ڈرائیو کرتے رہنے کے بعد وہ ایسے راستوں سے گزرنے لگا جہاں نسبتاً کم ٹریفک تھی۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ایک ہاتھ لے جا کر کسی بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ڈیش بورڈ میں حرکت پیدا ہوئی۔ تقریباً ڈھائی فٹ کا ڈیش بورڈ ایک طرف سرکل میں گھومنے لگا۔ پہلے جو ڈیش بورڈ کے خانے نظر آ رہے تھے، اب وہ الٹ کر پیچھے کی طرف چلے گئے تھے۔ سامنے کی طرف ریڈیو ٹرانسمیٹر ظاہر ہو رہا تھا۔

وہ ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کرنے لگا۔ کوڈ ورڈز کے ذریعے کسی کو مخاطب کیا۔ پھر جواب سننے لگا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "سب ٹھیک ہے۔ ابھی تک اس کی طرف سے کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکلنا نہیں چاہتا ہے اور اسے ضرورت بھی کیا ہے۔ کم بخت ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سارے جہان کی معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔"

ٹونی بیکر نے کہا "سانپ کو باہر نکالنے کے لیے بِل کے سامنے آگ جلانی پڑتی ہے۔"

"میں آگ جلا رہا ہوں۔ آج رسونتی نے اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ وہ بچے کو لے کر وہاں سے نکل پڑے گی اور فرہاد کو تلاش کرتی رہے گی۔ اسے ایسا کرنے کی آزادی دی جائے گی۔ فرہاد کہیں نہ کہیں اس سے ضرور ملے گا۔"

"رسونتی کے دماغ میں اچانک یہ خیال کیوں پیدا ہوا۔ کیا وہ امریکہ جانے سے انکار کر رہی ہے؟"

"ہاں، انکار کر رہی ہے۔ یقیناً فرہاد اس سے دماغی رابطہ قائم کرتا ہے اور وہ شوہر پرست بیوی' اسے ہم لوگوں سے چھپا رہی ہے۔"

"رسونتی کے دماغ میں چھپی ہوئی باتوں کو معلوم کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہماری تنظیم میں ہپناٹزم کا ماہر موجود ہے۔ اس سے کام لیا جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"سوچنے میں وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر فوراً عمل کیا جائے۔ ہپناٹسٹ کو رسونتی کے پاس بھیجا جائے۔"

"ابھی اسے روانہ کیا جا رہا ہے۔"

میں سوچنے لگا۔ ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سیدھی سی بات تھی۔ میں ہپناٹزم کرنے والے کو رسونتی کے

دماغ میں پہنچ کر روک سکتا تھا یا رسونتی کو اس بات سے آگاہ کر سکتا تھا لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ رسونتی ہپناٹائز کرنے والے کی معمولہ بننے کے بعد میری باتیں بھول جاتی۔ دوسری بات یہ کہ دشمنوں کو میری عدم موجودگی کا یقین ہونا چاہیے تھا۔ انھیں عمل کرنے کا موقع دینا زیادہ مناسب تھا۔ اس طرح انھیں یقین ہو جاتا کہ فرہاد رسونتی کے پاس نہیں آتا ہے۔ باقی عمل کے دوران جو کچھ ہوگا۔ اس سے میں نمٹ لوں گا۔

سوچنے کے دوران میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا تھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں کینشو کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سفر کر رہا ہوں۔ میں نے چونک کر پوچھا "تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"آپ نے مجھے کچھ نہیں کہا ہے اس لیے میں مختلف سڑکوں پر کار دوڑا رہا ہوں۔ جہاں حکم ہوگا، وہاں روک دونگا"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "واقعی میں کہنا بھول گیا تھا۔ کہ کہاں جانا ہے اور اب جہاں جانا تھا، وہاں بھی جانا مناسب نہیں ہے"

"آپ کہاں جانا چاہتے تھے؟"

"منجالی کے پاس اسی ہوٹل میں جہاں تم نے اسے چھوڑا تھا۔ میں اس کے پاس دو گھنٹے بعد جاؤں گا۔ فی الحال کسی اسنیک بار کے سامنے گاڑی روکو اور مجھے ایک کپ چائے پلاؤ"

میں پھر ٹونی بیکر کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا ٹرانسمیٹر آن تھا۔ گاڑی ایک طرف دوڑتی جا رہی تھی۔ ٹرانسمیٹر سے اب کسی دوسرے شخص کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "میرا مشورہ ہے، رسونتی کو نیویارک بھیج دیا جائے اور مسٹر بیکر تمھیں اس بات پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے"

ٹونی بیکر نے سخت لہجے میں کہا "یہاں کا تمام آپریشن میرے اشاروں پر ہوگا۔ اگر میرے حکم کے خلاف کسی نے کوئی قدم اٹھایا تو میں خود کو ودھ ڈرا کر لوں گا اور یہاں سے چلا جاؤں گا"

"آپ تو ناراض ہو رہے ہیں۔ آخر آپ یہ کیوں چاہتے ہیں کہ رسونتی بچے کو لے کر اپنی پناہ گاہ سے نکل جائے اور شہر میں بھٹکتی رہے"

"سیدھی سی بات ہے۔ فرہاد اپنی بیوی کو یوں دربدر نہیں بھٹکنے دے گا۔ وہ حسین عورت ہے۔ غنڈے بدمعاش اس کے پیچھے لگیں گے۔ وہ طرح طرح کی پریشانیاں اٹھائے گی۔ فرہاد کسی نہ کسی صورت سے اس کی حفاظت کرے گا۔ اس طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ رسونتی سے رابطہ قائم کرتا ہے یا نہیں"

"وہ اتنا احمق نہیں ہے کہ رسونتی کی براہِ راست مدد کرے یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ قائم کرے۔ اسے ایسا کرنا ہوتا تو اب تک کر چکا ہوتا"

"اسے اتنی جلدی نیویارک بھیجنا بھی ضروری نہیں ہے۔ ایک دو ہفتے بعد بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ یہاں میں اپنے طور پر جو اقدامات کر رہا ہوں۔ اس سے مطمئن ہوں۔ ڈیٹس آل"

یہ کہہ کر اس نے ٹرانسمیٹر کو بند کر دیا۔ میں نے پہلے اس شخص کی خبر لی جو اس سے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا تھا اور ہپناٹائز کرنے والے کو رسونتی کے پاس بھیج رہا تھا۔ وہ یہودی تنظیم کا نیا سربراہ ڈان فریز تھا۔ اس وقت اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے پڑھنے لگا۔ وہ لکھ رہا تھا "ٹیلیفون ریکارڈر کے ذریعے اطلاع ملی ہے، جیفرسن نے کتے کو گولی مار دی ہے۔ ہم اس کا محاسبہ نہیں کریں گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے قریب جانا بھی نادانی ہوگی۔ اسے حکم دیا جائے کہ فوراً خشکی کے راستے واپس چلا جائے۔ برما میں اس کی ضرورت نہیں ہے"

یہ لکھنے کے بعد اس نے گھنٹی بجائی۔ ایک ملازم حاضر ہوا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی۔ وہ سات کمروں پر مشتمل ایک بڑی سی کوٹھی میں رہتا ہے۔ اس کے تین کمروں میں صرف ایک گونگا ملازم اس کے پاس آیا کرتا ہے اور اس کا تحریری حکم نامہ دوسرے کمروں کے ملازمین تک پہنچاتا ہے۔ دوسرے کمروں میں اس کی سیکرٹری اور کچھ مسلح محافظ تھے۔ ڈان فریز صرف ٹرانسمیٹر کے ذریعے ٹونی بیکر سے گفتگو کرتا تھا۔ ورنہ اور کسی کو اپنی آواز نہیں سناتا تھا۔ وہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔

لیکن چیونٹی کی موت آتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔ ان کی موت بھی آ گئی تھی اس لیے تقدیر نے مجھے منجالی کے ذریعے اس سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر تک پہنچا دیا تھا اور وہ اتنا اہم تھا کہ میں اس کے ذریعے یہودی تنظیم کے دیگر اہم افراد تک پہنچ سکتا تھا۔

اس کے بعد دوسرے شخص نے ٹونی بیکر سے گفتگو کی تھی۔ میں اس کے دماغ میں جانا چاہتا تھا۔ پھر خیال آیا۔ پہلے رسونتی کی خبر لی جائے۔ اس کے پاس پہنچا تو پتہ چلا۔ وہ ہپناٹائز کرنے والا شخص وہاں پہنچ گیا ہے۔ جان اسٹیورٹ، رسونتی سے کہہ رہا تھا "مادام ہم جانتے ہیں کہ آپ ہم سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہیں اور ہمیں اپنا دوست اور سچا ہمدرد سمجھتی ہیں۔ ہم بھی آپ کو سمجھاتے ہیں کہ فرہاد صاحب آپ کے دماغ میں چپکے سے آتے ہوں گے اور آپ کو پتہ نہیں چلتا ہوگا۔ اس لیے ہم نے یہ راستہ نکالا ہے۔ آپ ان کی معمولہ بننے پر راضی ہو جائیں، یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہم ان کے ذریعے آپ کو بتا سکتے ہیں کہ فرہاد صاحب آپ کے پاس چپ چاپ آتے ہیں یا نہیں؟"

رسونتی اس سے پہلے انکار کر چکی تھی۔ پھر انکار کرنا چاہتی

تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "میں تمھارے پاس موجود ہوں۔ انکار مت کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہی رہوں گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں، کرنے دو۔ انھیں اطمینان ہونا چاہیے کہ میں تمھارے پاس نہیں آتا ہوں"

رسونتی سر جھکا کر چند لمحے خاموش رہی جیسے سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے سر اٹھا کر جان اسٹیورٹ کو دیکھتے ہوئے کہا "میں یوں تو تمام یہودی دوستوں پر بھروسہ کرتی ہوں لیکن تم پر مجھے سب سے زیادہ بھروسہ ہے۔ میں جانتی ہوں۔ تم میرے ساتھ رہو گے تو مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا"

جان اسٹیورٹ نے خوش ہو کر کہا "مادام! یہ میری عزّت افزائی ہے کہ آپ مجھ پر اتنا بھروسہ کرتی ہیں۔ آئیے دوسرے کمرے میں چلیں"

رسونتی اس کے ساتھ اٹھ کر جانے لگی۔ دوسرے کمرے میں ایک صاف ستھرے بستر پر اسے لیٹنے کے لیے کہا گیا۔ وہ آرام سے لیٹ گئی۔ ہپناٹائز کرنے والے نے کہا "مادام! آپ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیں۔ خود کو پرسکون رکھیں۔ دماغ سے پریشانیاں نکال دیں۔ یوں سمجھیں کہ میرے ذریعے فرہاد صاحب آپ تک پہنچنے والے ہیں۔ میں انھیں آپ کے دماغ سے ڈھونڈ نکالوں گا"

رسونتی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ پھر کہا "میں بالکل پرسکون ہوں اور دماغی طور پر نارمل ہوں"

ہپناٹائز کرنے والا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور کہہ رہا تھا "مجھ سے آنکھیں ملاؤ اور مجھے دیکھتی رہو"

رسونتی نے اسے دیکھا تو اسے دیکھتی رہ گئی۔ بے شک ہپناٹائز کرنے والے کی آنکھوں میں وہی کشش تھی جو ہونا چاہیے وہ معمول کو پہلی نظر میں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔

میں رسونتی کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کہا "تم مجھے دیکھ رہی ہو اور اب مجھے دیکھتی رہو گی"

میں نے متاثر ہونے کے انداز میں رسونتی کے لب و لہجے میں کہا "میں تمھیں دیکھ رہی ہوں اور دیکھتی رہوں گی"

"تمھارا نام رسونتی ہے"

"میرا نام رسونتی ہے"

"نہیں، تمھارا نام رسونتی نہیں ہے"

"نہیں، میرا نام رسونتی نہیں ہے"

"آج سن ڈے ہے"

میں نے رسونتی کی زبان سے وہی کہا۔ اس نے نفی کی۔ میں نے بھی نفی کر دی۔ وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو رہا تھا کہ اس کا ہپناٹائز کا عمل کارگر ہو رہا ہے جب کہ میں نے رسونتی کے دماغ کو متاثر ہونے سے روک دیا تھا اور اس کی جگہ اپنی سوچ کی لہروں سے کام لے رہا تھا۔

آخر اس نے کہا "تمھیں نیند آ رہی ہے تمھاری آنکھیں بند ہو رہی ہیں"

میں نے رسونتی کی آنکھوں میں نیند کا خمار پیدا کیا۔ آہستہ آہستہ اس کی پلکیں جھکنے لگیں۔ پھر وہ آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ کہہ رہا تھا "اب تم گہری نیند سو رہی ہو"

وہ خاموش رہی جیسے گہری نیند میں ڈوب رہی ہو۔ پھر اس نے کہا "اب تم میری باتوں کا جواب دو گی لیکن تمھاری آنکھیں نہیں کھلیں گی۔ تمھارے کان اس دنیا کی کوئی آواز نہیں سنیں گے۔ صرف میری آواز تمھارے کانوں تک پہنچتی رہے گی اور تم میری باتوں کا جواب دیتی رہو گی۔ تم جواب دے رہی ہو۔ بولو"

رسونتی کے ہونٹ کھلے۔ اس کی زبان ہلی اور اس نے کہا "میں جواب دے رہی ہوں"

"میں ایک منٹ کے بعد تم سے سوالات کروں گا۔ تم میرا انتظار کرو گی"

"میں تمھارا انتظار کروں گی"

"تم اپنے دماغ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرو گی"

"میں اپنے دماغ میں کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کروں گی"

وہ مطمئن ہو گیا۔ پھر دبے قدموں وہاں سے چلتا ہوا دروازے کو کھول کر کمرے کے باہر آیا۔ وہاں جان اسٹیورٹ عرف کلر آف کلرس اس کا منتظر تھا۔ اس نے کہا "وہ ٹرانس میں آ گئی ہے۔ میری ہپناٹزم کی مٹھی میں ہے۔ میں جو چاہوں، معلوم کر سکتا ہوں۔ کیا تمھارے پاس سوالنامہ آ گیا ہے؟"

جان اسٹیورٹ نے سینٹر ٹیبل پر سے ایک کاغذ اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ سوالات کرنے ہیں لیکن ہم کیسے یقین کریں کہ وہ بالکل ٹرانس میں آ گئی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ فرہاد تم سے پہلے اس کے دماغ میں پہنچ چکا ہو"

"میں اپنے معمول کی حالت کو اور اس کے چہرے کی کیفیت کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کس طرح میری مٹھی میں آ گیا ہے"

جان اسٹیورٹ نے کہا "میں اپنے طور پر اطمینان کرنا چاہتا ہوں"

"تم کیسے اطمینان کرو گے؟"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ مجھے اس کمرے میں لے چلو۔ میں کوئی ایسی تدبیر کروں گا جس سے پتہ چل جائے کہ وہ تمھارے زیرِ اثر ہے یا نہیں۔"

"نہیں مسٹر اسٹیورٹ! آپ کو جو کرنا ہے، وہ پہلے مجھے بتائیں، اس لیے کہ وہ میری معمولہ ہے۔ آپ جس آزمائش سے اسے گزار کر یقین کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے میں اس کے لیے ذہنی طور پر اسے آمادہ کر دوں گا۔"

"میں اس کے جسم کے کسی حصّے میں سوئی چبھو کر دیکھوں گا۔ اگر وہ ہوش و حواس میں ہو گی تو اس چبھن کو برداشت نہیں کرے گی۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میرے ساتھ آؤ۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ وہ بے چین ہو کر بولی "نہیں میں برداشت نہیں کر سکوں گی۔ چیخ پڑوں گی۔"

"تم چپ چاپ لیٹی رہو۔ میں تمھیں تکلیف کا احساس بھی نہیں ہونے دوں گا لیکن یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ یہ دوست ہیں یا دشمن۔ تمھیں آزمانے کے لیے تمھیں جسمانی تکلیف دینے سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں۔"

اتنے میں وہ دونوں کمرے کے اندر دبے قدموں آ گئے۔ دروازے کو بند کیا۔ جان اسٹیورٹ ایک طرف کھڑا ہوا رسونتی کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ سمجھنے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ اس وقت ہپناٹزم کے زیرِ اثر عالمِ سکوت اور سکون میں ہے یا نہیں؟

ہپناٹائز کرنے والے نے کہا "رسونتی! تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمھاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میں تمھارے جسم میں ایک سوئی چبھونے والا ہوں۔ تم بے حس و حرکت میرے زیرِ اثر لیٹی رہو گی اور میری فرماں برداری کا ثبوت دو گی۔"

"میں تمھاری فرماں برداری کا ثبوت دوں گی۔"

یہ کہنے کے بعد جان اسٹیورٹ آگے بڑھا۔ میں رسونتی کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ اسی وقت اس نے رسونتی کے بازو میں بڑی بے دردی سے سوئی چبھوئی پھر اسے نکالا۔ رسونتی جوں کی توں مُردہ سی پڑی ہوئی تھی۔ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں اس قدر مضبوط اور مستحکم تھیں کہ اس کی اذیت کو میں محسوس کر سکتا تھا مگر وہ محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ جب تک میں نے اس کے بازو کی تکلیف اپنے دماغ میں محسوس کی۔

اس وقت تک میں نے اس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھا۔

اس دوران جان اسٹیورٹ دبے قدموں اس کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ ہپناٹائز کرنے والے نے دروازے کو بند کر دیا تھا پھر رسونتی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ــــ وہ سوالنامے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کے مطابق اس نے پہلا سوال کیا "رسونتی! تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمھاری آواز سن رہی ہوں۔"

"کیا فرہاد تمھارے دماغ میں آ کر تم سے باتیں کرتا ہے؟"

اس وقت میں نے آہستہ آہستہ رسونتی کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن اسے اپنے کنٹرول میں رکھا تھا۔ اس کی آواز اور لہجے کو خوابیدہ سا بنایا تھا جیسے وہ ٹرانس میں آ کر کہیں دور اندھے کنویں سے بول رہی ہو۔ اس نے جواب دیا "فرہاد میرے دماغ میں نہیں آتا ہے۔"

"تم اسے اپنے دماغ میں بلانے کے لیے کیا کر سکتی ہو؟"

"میں ہر دم ان کو سوچ کے ذریعے پکارتی رہتی ہوں سوچتی ہوں۔ اگر وہ سنیں گے تو میرے آنسوؤں پر انھیں ترس آئے گا۔ میں روتی ہوں۔ گڑگڑاتی ہوں۔ دعائیں مانگتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے زیادہ میں انھیں اپنے پاس بلانے کے لیے کیا کروں؟"

"فرہاد تم سے جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ تمھیں دھوکے دیتا رہتا ہے۔ کیا تمھیں اس سے نفرت نہیں ہوتی؟"

"نہیں ہوتی۔"

"تم اپنے دل کی گہرائیوں سے، اپنے آپ کو ٹٹول کر سچائی سے بولو۔ کیا چھپی چھپی سی نفرت ایسے انسان کے لیے پیدا نہیں ہوتی ہے؟"

وہ ذرا چپ رہی۔ پھر بولی "شاید میرے اندر کہیں نفرت چھپی ہو۔ میں نہیں جانتی۔"

"میں تمھیں حکم دیتا ہوں، تم اس چھپی ہوئی نفرت کو محسوس کرو۔ اسے اپنے ذہن میں تازہ رکھو۔ وہ دشمن ہے اور دشمن سے نفرت کرنی چاہیے۔"

"وہ دشمن ہے۔ میں دشمن سے نفرت کروں گی۔"

"کیا فرہاد کے بہکانے سے تم نے کبھی یہودیوں کو دشمن محسوس کیا ہے؟"

"میں نے یہودیوں کو کبھی دشمن محسوس نہیں کیا۔"

"تمھیں یہودیوں سے کبھی نفرت یا دشمنی محسوس کیوں نہیں ہوتی ہے؟"

"وہ میرے سچے ہمدرد ہیں۔ انھوں نے میرے آڑے وقت

میں میری بہت مدد کی۔ ان کی مہربانیوں سے میں نے بہت ہی پُرسکون ماحول میں اپنے بچے کو جنم دیا۔ وہ میرا، میرے بچے کا تحفظ چاہتے ہیں۔ فرہاد کو دوست بنانا چاہتے ہیں۔"

"فرہاد تمھارے بیٹے پارس کے متعلق کیا کہتا ہے؟"

"کہتا ہے، جو بچہ میرے پاس ہے وہ میرا اپنا پارس نہیں ہے۔"

"تم اپنے دل کی بات بتاؤ؟"

"میرا دل کہتا ہے، یہی میرا بیٹا ہے مگر کبھی کبھی میں شبہے میں مبتلا ہو جاتی ہوں۔ ایسا محسوس کرتی ہوں جیسے کسی پرائے بچے کو گود میں لے رہی ہوں۔ سینے سے لگا رہی ہوں۔ پیار کر رہی ہوں۔ ایسے وقت جانے کیوں اس بچے سے اجنبیت محسوس ہونے لگتی ہے۔"

"تم اسے اجنبی نہیں سمجھو گی۔"

"میں اسے اجنبی نہیں سمجھوں گی۔"

"تم رفتہ رفتہ فرہاد کو اجنبی سمجھتی جاؤ گی۔"

رسونتی کا دل اندر سے ڈوب رہا تھا اور میں اسے سنبھالے ہوئے تھا اور اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں رفتہ رفتہ فرہاد کو اجنبی سمجھتی جاؤں گی۔"

"تم روزانہ اسی طرح شام کو میری معمولہ بننے پر آمادہ رہو گی۔"

"میں روزانہ شام کو اسی طرح تمھاری معمولہ بننے پر آمادہ رہوں گی۔"

"تم روز اپنے دل سے فرہاد کی محبت کو مٹاتی جاؤ گی۔ اور دماغ میں تہہ در تہہ اس کی نفرت کو شدید کرتی جاؤ گی۔"

"میں روز اپنے دل سے فرہاد کی محبت مٹاتی جاؤں گی اور دماغ میں تہہ در تہہ اس کی نفرت کو شدید کرتی جاؤں گی۔"

"جو بچہ ہم نے تمھاری گود میں دیا ہے، تم تاحیات اسے اپنا پارس سمجھتی رہو گی۔"

اب رسونتی کے دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ پہلی بار دشمنوں کی چال سمجھ میں آ رہی تھی۔ اگر میں اسے کنٹرول میں نہ رکھتا تو وہ غصے سے اُٹھ بیٹھتی۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "جو بچہ تم لوگوں نے میری گود میں دیا ہے، اسے تاحیات پارس سمجھتی رہوں گی۔"

اس نے پوچھا "تم شمع بینی کی مشقیں کیوں نہیں کرتی ہو؟ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس کیوں نہیں لاتی ہو؟"

"اس کے لیے ارتکازِ توجہ اور ذہنی یکسوئی کی ضرورت ہے۔ جب تک فرہاد مجھ سے دور ہیں۔ میں پُرسکون رہ کر یہ مشقیں نہیں کر سکتی۔"

"میں ہپناٹائز کے عمل سے روز تمھیں اپنی معمولہ بناتا رہوں گا اور تمھارے دماغ سے فرہاد کی اہمیت کو ختم کرتا رہوں گا۔ کیا تمھیں مرجانہ یاد ہے؟"

"ہاں، مجھے مرجانہ یاد ہے۔"

"ہم نے اسی طرح ہپناٹزم کے ذریعے اس کی برین واشنگ کی تھی اور اسے سونیا کا جانی دشمن بنا دیا تھا۔ تم بھی ایک دن فرہاد کی دشمن بن جاؤ گی اور اس کے مقابلے میں انتقاماً ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرو گی۔ میں نے جو باتیں تمھیں سمجھائی ہیں تم ان پر عمل کرو گی۔"

"تم نے جو باتیں سمجھائی ہیں۔ میں ان پر عمل کروں گی۔"

"تم تقریباً دو گھنٹے تک پُرسکون رہو گی۔ گہری نیند میں ڈوبی رہو گی۔ بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جاؤ گی کہ میں نے تمھیں فرہاد کے خلاف بہکایا ہے اور اس سے نفرت کرنے کا درس دیا ہے۔"

"میں بیدار ہونے کے بعد بھول جاؤں گی کہ تم نے مجھے بہکایا ہے اور فرہاد سے نفرت کرنے کا درس دیا ہے۔"

"لیکن تمھارے لاشعور میں فرہاد سے نفرت شدید ہوتی ہی رہے گی۔"

"میرے لاشعور میں فرہاد سے نفرت شدید ہوتی رہے گی۔"

"تم اب سو رہی ہو۔ میری آواز تمھاری سماعت سے دور ہوتی جا رہی ہے۔"

رسونتی نے اس کی یہ بات دہرائی۔ اس نے کہا "اب تم نہ تو سن رہی ہو، نہ بول رہی ہو۔ تم نیند کی گہرائیوں میں ڈوب چکی ہو۔"

وہ خاموش رہی۔ جب وہ نیند کی گہرائی میں ڈوب ہی چکی تھی۔ نہ سن سکتی تھی نہ بول سکتی تھی تو پھر اس کی باتوں کا کیا جواب دیتی۔ ہپناٹائز کرنے والا تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر مطمئن ہو کر وہاں سے جانے لگا۔ میں نے رسونتی کے پاس آ کر کہا "تم اسی طرح چپ چاپ لیٹی رہو۔ میں ذرا ان لوگوں کے پاس سے ہو کر آتا ہوں۔"

"نہیں فرہاد! مت جاؤ۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔ آج مجھے ایسی حقیقتوں کا علم ہوا ہے کہ میں اپنی نظروں میں گر رہی ہوں۔ میں نے کیوں تم پر بھروسہ نہیں کیا۔ کیوں دشمنوں کی چال میں آ گئی۔ یہ تو کچھ عجب تماشا ہے۔ یہ بچہ جو میرے پاس ہے۔ میں لرزتے ہوئے دل سے پوچھ رہی ہوں۔ کیا یہ میرا نہیں ہے؟ مگر جب ایسا سوچتی ہوں تو کانپ جاتی ہوں۔ میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں اسے پرایا سمجھوں۔ میں کیا کروں؟ دشمنوں نے آج مجھے عجب دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔"

"تم حالات کا تجزیہ کرتی رہو لیکن اسی طرح سیدھی بے حس و حرکت پڑی رہو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے رسونتی کے کمرے سے نکلنے کے بعد دروازے کو بند کر دیا تھا۔ اور جان اسٹیورٹ کو اپنے تنویمی عمل کے نتائج بتا رہا تھا۔ وہاں میرے سننے اور سمجھنے کے لیے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ میں رسونتی کے پاس واپس آگیا۔ میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کیا کہ اس کی بند آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں اور وہ آنسو آنکھوں کے گوشوں سے نکل کر بہتے ہوئے کنپٹی کی طرف پہنچ رہے ہیں۔ میں نے کہا "یہ کیا حماقت ہے۔ اگر وہ ہپناٹائز کرنے والا کمرے میں آجائے تو سارا بھید کھل جائے گا۔ فوراً آنسو پونچھو۔ اس وقت دروازہ بند ہے کوئی تمھیں نہیں دیکھے گا۔"

اس نے جلدی سے ساڑی کے آنچل سے آنسو پونچھے، پھر کہنے لگی "مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے میں انگاروں کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوں۔"

"تمھیں نہ اِس کروٹ چین ہے اور نہ اُس کروٹ۔ جب میرے ساتھ تھیں تو میں تمھیں دشمن نظر آتا تھا۔ اب وہاں وہ دشمن نظر آ رہے ہیں تو میرے پاس آنے کے لیے بیقرار ہو۔ جیسا کیا ہے ویسا تو بھرنا ہوگا۔ کچھ تو صبر کرنا ہوگا۔ حالات کے مطابق ہی کوئی قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔"

"میں حالات والات نہیں جانتی۔ فرہاد تمھیں اپنے پارس بیٹے کا واسطہ، میری خطاؤں کو معاف کر کے اسی وقت مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔"

"تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ کوئی کام اتنی آسانی سے نہیں ہو جاتا۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ابھی وہ اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کے ایک ایک آدمی کے دماغ میں پہنچتا جا رہا ہوں۔ مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

"یہ لوگ پھر کل آئیں گے۔ پرسوں آئیں گے اور اسی طرح ہپناٹائز کا عمل کرتے رہیں گے اگر کسی دن تم نے پہنچنے میں دیر کی تو یہ تنویمی عمل کے ذریعے مجھ پر غالب آجائیں گے اور مجھے سچ مچ اپنی معمولہ بنا کر سارا راز اگلوا لیں گے۔"

"تمھاری جلد بازی سے میرا کام بگڑ جائے گا۔ مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔"

"اتنا بتا دو اور میری جان کی قسم کھا کر اپنے عزیز ترین رشتے کی قسم کھا کر بتاؤ۔ میرا پارس کہاں ہے؟"

میں الجھ گیا کہ اسے حقیقت بتاؤں یا نہیں؟ سونیا اور پارس کی موجودہ زندگی راز میں تھی اور میں رسونتی کو اپنا رازدار بنا کر حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کہا "ابھی پتہ نہیں، تمھارے دماغ میں کتنی طرح کے سوالات پیدا ہوں گے اور تم ان کے جواب مجھ سے پوچھنا شروع کر دو گی۔ جب کہ تمھیں صرف حالات کا تجزیہ کرنا چاہیے اور چپ چاپ اسی طرح پڑے رہنا چاہیے لیکن اسی حالت میں دو گھنٹے تک لیٹے رہنا تمھارے بس میں نہیں ہے۔ میں تمھیں اتنی دیر کے لیے سلا رہا ہوں۔"

وہ احتجاج کرنے لگی "نہیں فرہاد نہیں۔ میں سونا نہیں چاہتی۔ میں سوچنا چاہتی ہوں، سمجھنا چاہتی ہوں۔ جو سوالات کر رہی ہوں، اس کے جوابات چاہتی ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر کنٹرول کیا پھر اسے تھپک تھپک کر سلانے لگا۔ ذرا سی دیر میں وہ سو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ ایک گھنٹہ چالیس منٹ کے بعد اس کی آنکھ کھل جائے۔ اس کی طرف سے اطمینان ہوا تو میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی کے سلسلے کو ختم کر دیا۔ دماغی طور پر حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر چونک گیا کہ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ میں نے کیشو سے کہا تھا کہ کسی اسنیک بار کے سامنے گاڑی روک کر مجھے چائے پلائے اور وہ بے چارہ تقریباً سوا گھنٹے سے میرے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کہا "سوری کیشو! تمھیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ چلو کچھ ہلکا سا ناشتا کریں گے اور چائے پئیں گے۔"

کیشو آرڈر دینے کے لیے کار سے باہر چلا گیا۔ میں نے منجالی کی خبر لی۔ عجب بات تھی۔ ادھر لوٹنی بیگم نے اسے بے ہوشی کا انجکشن لگایا تھا جس کا اثر دو گھنٹے کے بعد زائل ہونے والا تھا اور اب دو گھنٹے گزرنے ہی والے تھے۔ ادھر بھی ایک دشمن نے رسونتی کو دو گھنٹے کے لیے ٹرانس میں لے کر نیند پوری کرنے کی ہدایت کی تھی۔ میں جب منجالی کے پاس پہنچا تو وہ بے چاری دو گھنٹے پورے کرنے کے لیے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ لیٹتے ہی لیٹتے اسے نیند آگئی تھی۔ میں نے اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

چائے وغیرہ پینے کے بعد کیشو نے میری ہدایت کے مطابق مجھے وکٹر ہیگ کے ہوسٹل میں پہنچا دیا۔ وہ ایک بوسیدہ اور شکستہ سی دو منزلہ عمارت تھی۔ ہوسٹل کیا تھا۔ اچھا خاصا جرائم کا اڈا تھا۔ پہلے کبھی وہ کالج کے طلباء کے لیے بہت ہی شاندار ہوسٹل رہا ہوگا۔ پھر کالج اور ہوسٹل کسی دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور یہ بوسیدہ سی عمارت خالی ہو گئی۔ اسے کسی نے خرید کر مسافر خانہ بنا دیا۔ پہلے باہر سے آنے والے مسافر ایک ایک، دو دو روز کمرے کرائے پر لے کر رہتے تھے۔ پھر مقامی لوگ وہاں کے مختلف کمروں کو کرائے پر لے کر رہنے لگے۔ اب وہاں کسی کمرے میں قمار بازی ہوتی تھی۔ کسی میں دیسی شراب کشید کی جاتی تھی کہیں چرس بیچی جاتی تھی۔ جیل سے رہا ہو کر آنے والے مجرم اسی ہوسٹل میں عارضی پناہ لیتے تھے۔ صبح سے شام تک پولیس والوں کا

آنا جانا لگا رہتا تھا۔ بھتہ وصول کیا جاتا تھا، اس لیے وہاں کا کاروبار اسی طرح جاری رہتا تھا۔

رات کا وقت تھا۔ ہوٹل میں اچھی خاصی گہما گہمی تھی۔ جرائم اور گناہوں کے لیے یہی وقت مناسب رہتا ہے۔ میرا کمرہ ہوسٹل کی دوسری منزل کے سرے پر تھا۔ میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا مختلف کوریڈور سے گزرتا رہا۔ عورتیں مجھے دیکھ کر یوں مسکرا رہی تھیں جیسے دعوت دے رہی ہوں۔ کچھ نشے میں جھومتے ہوئے شرابی نظر آئے۔ وہاں جو بھی تھا ایک نمبری سے دس نمبری تک تھا۔ ایسے ایسے چہرے نظر آ رہے تھے جنھیں دیکھتے ہی پتہ چلتا تھا کہ یہ کسی پر رحم کرنا نہیں جانتے۔ اگر کچھ چھیننا جھپٹنا ہو تو اپنے مطلب کی چیزیں حاصل کرنے کے لیے قتل بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا "تمھارے باس نے تو میرے لیے بڑی خوب صورت جگہ منتخب کی ہے۔"

کیشو نے کہا "یہاں بڑا تحفظ ہے۔ قریبی پولیس اسٹیشن ہمارے باس کے زیرِ اثر ہے۔ پولیس والے چاہے کتنی بار یہاں چھاپہ ماریں، آپ کے اس کمرے کی طرف کبھی نہیں آئیں گے۔"

سات بجنے والے تھے۔ ادھر جولی تھامسن شی سپر کے روپ میں نیند سے بیدار ہونے والی تھی۔ میں نے کیشو سے کہا "اب تم جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

"جناب رات کا کھانا کس وقت کھائیں گے؟"

"میں خود کھا لوں گا۔ میری فکر نہ کرو۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر کمرے کا سرسری طور پر جائزہ لیا۔ ایک پرانا سا لوہے کا پلنگ تھا۔ بستر پر گرد آلود چادر بچھی ہوئی تھی۔ کھونٹی پر میلے کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ ایک لکڑی کی پرانی سی الماری تھی۔ میز اور کرسی کمرے کے ایک گوشے میں تھیں۔ اس پر کچھ لکھنے پڑھنے کا سامان تھا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس کمرے کی صفائی کر سکتا یا کرا سکتا۔ میں کرسی پر بیٹھ کر جولی تھامسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ اپنے وقت کے مطابق دوپہر کے دو بجے نیند سے بیدار ہو گئی تھی۔ بستر پر لیٹے ہوئے، چھت کو تکتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اسے اٹھ کر کیا کرنا ہے اور کس طرح اپنا رول ادا کرنا ہے۔ جو سبق اس نے سونیا سے یاد کیا تھا، وہ اپنے دماغ میں دہرا رہی تھی۔ میں نے کہا "ہیلو جولی!"

وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے ڈھونڈنے لگی۔ میں نے کہا "میں اس طرح نہیں ملوں گا۔ بس میری سوچ کی لہریں تمھیں محسوس ہوتی رہیں گی۔"

"ہائے فرہاد! تم کیا ہو۔ کتنی خوبیاں ہیں تم میں۔ میں سونا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے زبردستی مجھے گہری اور میٹھی نیند سلا دیا۔ سوچتی ہوں۔ تم ملو تو تمھاری ساری خوبیاں صرف اپنی ذات کے اندر سمیٹ لوں۔"

میں نے اردو زبان میں کہا "خدا تمھارے شر سے محفوظ رکھے۔"

وہ بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

"تمھیں گالیاں دے رہا ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں ایسا ہی مرد چاہتی ہوں جو گالیاں بھی دے اور پیار بھی کرے۔ دھتکارتا بھی رہے اور حاصل بھی کرتا رہے۔ میرے پاس کوئی نیک عاشق آتا ہے تو میں اسے چرچ کا راستہ دکھا دیتی ہوں۔"

"مجھے بھی اپنے راستے جانا ہے فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ تم نے اس خواب گاہ کا جائزہ لے لیا ہے۔ اب پرسنل سیکریٹری کو بلا کر معلوم کرو کہ شام کے لیے کیا انتظامات کیے گئے ہیں؟"

اس نے میری ہدایات پر عمل کیا۔ پرسنل سیکریٹری کو بلاتے ہی شی سپر کی طرح سنگدل اور بدمزاج بن گئی۔ وہ بڑی اچھی اداکارہ تھی۔ اب میں اس سے مطمئن تھا۔ میں نے کہا "اب میں جا رہا ہوں۔ وہاں کے وقت کے مطابق ٹھیک چھ بجے تمھارے پاس آجاؤں گا۔ تمھارے مہمان اسی وقت آئیں گے۔"

وہ مجھے روکنا چاہتی تھی مگر میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی بیدار ہو گئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ جولی تھامسن بڑی کامیابی سے اپنا رول ادا کر رہی ہے۔ میں شام چھ بجے تک اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس کے بعد میں نے برما میں اپنی مصروفیات کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ سونیا نے رسونتی کے متعلق سن کر پوچھا "کیا تم اسے بتا دو گے کہ میں اور پارس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہیں؟"

"میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔"

"ہاں فرہاد! میں رسونتی کو برا نہیں کہتی۔ وہ بہت اچھی ہے۔ وہ قابلِ محبت ہے لیکن قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ ہم اس سے ہمیشہ محبت کرتے رہیں گے لیکن محتاط رہیں گے۔"

"تم بابا صاحب کے ادارے میں کب تک رہو گی؟"

"فی الحال تو میں جولی تھامسن کے روپ میں ہوں۔ دشمنوں کو خوش فہمی میں مبتلا رکھنا ہے کہ میں نے یہاں رہنے کا راستہ نکال لیا ہے اور اعلیٰ بی بی کا اعتماد حاصل کر رہی ہوں۔ جب دشمن اپنے انجام کو پہنچیں گے تب میں یہاں سے جاؤں گی۔ ویسے اعلیٰ بی بی کچھ نئے منصوبے بنا رہی ہے۔ تم اس سے رابطہ قائم کرو۔ وہ تم سے مشورہ کرنا چاہتی ہے۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے تو وہ حسبِ عادت بڑی خوشی کا اظہار کرتی رہی۔ پھر اس نے کہا "میں اعلیٰ بی بی اور چالیس چوروں کی جماعت کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "وہ کیوں؟"

"میں یہاں تجربہ کار لوگوں کی ایک مشاورتی کونسل قائم کرنے کا منصوبہ پیش کر چکی ہوں۔ باباصاحب کے ادارے میں ایسے تجربہ کار بوڑھے اور حاضر دماغ جوان ہیں جو آپس میں بیٹھ کر منصوبے بنایا کریں گے۔ ان کی پلاننگ کے مطابق ہم سب عمل کریں گے۔ صرف چالیس چوروں کی ایک ٹیم رکھنے کی بجائے دنیا کے ہر ملک میں ایسی ٹیم کی برانچ قائم کریں گے۔ ہر برانچ کا ایک سربراہ ہوگا اور وہ سربراہ یہاں باباصاحب کے ادارے سے احکامات حاصل کرے گا۔"

"تم اپنے سر سے ذمے داریوں کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو۔"

"ہاں کچھ ایسی بات بھی ہے۔ ساری ذمے داریاں تنہا نہیں سنبھالنا چاہتی۔ ایک جگہ پابند ہو کر رہ جاتی ہوں۔ تم میرے دل کی حالت جانتے ہوئے بھی نہیں جان سکتے۔ تم سے ملنے کے لیے کس قدر تڑپ رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے تمہارے ساتھ تمہارے سائے کی طرح لگی رہوں۔ ایسا ہمیشہ تو ممکن نہیں ہے لیکن ذمے داریاں کم ہوں گی تو تم سے کبھی کبھی ملنے کا موقع ملتا رہے گا۔ اس طرح سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ باباصاحب کے ادارے میں جو ذہین قابل طلباء اور طالبات امتحان پاس کر لیتے ہیں، انھیں بھی مختلف ممالک میں اپنے اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملے گا۔"

"اس لحاظ سے یہ تدبیر عمدہ ہے۔"

"ایک بات اور۔ میں نے پارس کے متعلق سوچا ہے کہ اس کے پاس جمیلہ مستقل رہے گی۔ ان دونوں کو ایک محفوظ ترین رہائش گاہ میں رکھا جائے گا۔ ایسی رہائش گاہ جو ہمارے بیٹے پارس کے شایانِ شان ہو۔ شاہانہ انداز میں اس کی پرورش ہو اور سپاہیوں کے انداز میں اس کی تربیت ہو۔ وہ جگہ کہاں ہوگی، کس طرح اس کے انتظامات ہوں گے میں اس کی تفصیل بعد میں سوچ کر بتاؤں گی۔ تم بھی سوچتے رہو۔ میں، سونیا اور مرجانہ باری باری اس کے پاس جایا کریں گے۔ یعنی ایک ماہ میں پارس کے ساتھ گزاروں گی۔ دوسرے ماہ سونیا، تیسرے ماہ مرجانہ۔ اس طرح اسے ہم سب کی قربت حاصل ہوتی رہے گی۔ جب ہم پارس کے پاس جائیں گے تو ایک مہینے تک وہاں سے باہر نہیں نکلیں گے۔ تاکہ ہمارے آنے جانے سے یہ خدشہ نہ رہے کہ ہم دشمنوں کی نظروں میں آسکتے ہیں۔"

"اچھی تدبیر ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "اس طرح ہم پر تمام ذمے داریاں نہیں ہوں گی۔ میں کبھی تمہارے پاس آتی رہوں گی کبھی سونیا تمہارے ساتھ رہ سکے گی۔"

میں نے تصور میں سونیا کو دیکھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے اس سے بچھڑے ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں۔ جی چاہتا تھا، اس منصوبے پر عمل ہو اور سونیا پہلے میرے پاس آئے۔ میں نے کہا "تمہاری یہ تجویز مجھے پسند ہے۔ تم لوگوں سے باری باری ملاقات ہوتی رہے گی اور پارس کی بھی بھرپور توجہ سے حفاظت ہوتی رہے گی۔"

میں نے اس کے منصوبوں کو سراہا۔ اس کی تعریفیں کیں۔ کچھ رازونیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں اس سے رخصت ہو گیا۔ منجالی اب بیدار ہو گئی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "اس وقت نو بجنے والے ہیں۔ دو گھنٹے بعد مجھے آپریشن تھیٹر میں مصروف رہنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس آپریشن میں ساری رات گزر جائے۔ تمہارے ساتھ پھر یہی ہوگا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں گا اور تم میرے انتظار میں جاگتی رہو گی۔"

"میں آپ کے لیے ہزار راتیں جاگ سکتی ہوں۔ بس ہمیشہ قریب رہنا چاہتی ہوں۔"

"میں صرف آج رات کی بات کر رہا ہوں۔ یوں بھی تمہیں آج کی رات اس ہوٹل میں گزارنا چاہیے۔ تم دوپہر کو وہاں پہنچی ہو اور ابھی وہاں سے نکل آؤ گی تو اس سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر کو شبہ ہوگا۔ وہ ابھی تمہارے متعلق معلومات حاصل کر رہا ہے کہ تم اس ہوٹل میں آنے سے پہلے کہاں تھیں؟"

"آپ میرے آقا ہیں۔ میں آپ کی ادنیٰ کنیز ہوں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"میں چاہتا ہوں، تم ٹونی بیکر کا اعتماد حاصل کرو۔ اس نے تمہارے بیگ میں دو ہزار ڈالر رکھے تھے۔ تم اس سلسلے میں اس کا شکریہ ادا کرو۔"

میں اسے سمجھا کر ٹونی بیکر کے پاس پہنچا۔ وہ ہوٹل میں نہیں تھا۔ کسی بند کمرے میں دوسروں کی آوازیں سن رہا تھا اور دوسرے کسی دوسرے کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ اس کا خاص آپریشن روم ہے۔ اگر کسی کے ساتھ سختی سے پیش آنا ہوتا ہے تو وہ وہیں اس سے نمٹ لیتا ہے۔

دوسرے کمرے میں ایک شخص کہہ رہا تھا "ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم بہت بڑے وچ ڈاکٹر ہو۔ تم نے بہت سے کالے جادو کے کارنامے دکھائے ہیں۔ تمہارا دعویٰ تھا کہ تم فرہاد تک پہنچ جاؤ گے یا اس کی نشاندہی کر سکو گے۔ پھر کیا ہوا؟"

میں نے ٹونی بیکر کے ذریعے وچ ڈاکٹر کی آواز سنی۔ وہ کہہ

رہا تھا "میں نے یہ بھی کہا تھا، بابا فرید واسطی کی زندگی میں کوئی بھی کالا علم جاننے والا فرہاد اور اس کے ساتھیوں تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

کسی کی سخت اور گرج دار آواز سنائی دی "اسی لیے تو فرید واسطی کی موت کے بعد تمہیں زنگون بلایا گیا ہے۔ اب کیا رکاوٹ ہے؟"

"میں دوپہر سے عمل کر رہا تھا۔ بار بار عجیب عجیب سی رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں۔ جب مجھے علم ہوا کہ وہ زنگون کے جنوب مغربی علاقے میں۔۔۔۔"

کسی نے ڈانٹ کر کہا "بکواس کرتے ہو۔ یہ تو کتے کے ذریعے معلوم ہوا تھا۔"

"پہلے میری پوری بات تو سنو۔ میں نے وہاں تک تمہارے آدمیوں کی رہنمائی کی تھی جہاں میرا علم مجھے بتا رہا تھا، فرہاد وہاں موجود تھا لیکن وہاں پہنچتے پہنچتے وہ میرے علم کے دائرہ اثر سے نکل گیا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس نے جگہ تبدیل کر دی ہے۔ دوپہر تک وہ جہاں تھا۔ اب اُدھر سے کسی دوسری جگہ چلا گیا ہے۔"

"وہ جگہیں بدلتا رہے گا اور تم باتیں بدلتے رہو گے۔ ہمیں تمہاری خدمات حاصل کرنے کا کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟"

ایک اور آواز نے کہا "تم نے شرط لگائی تھی کہ بارہ گھنٹے کے اندر فرہاد کو ہمارے سامنے حاضر کر دو گے یا ہمیں اس کے پاس پہنچا دو گے۔ اس کے لیے ہم نے ایک لاکھ ڈالر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پچیس ہزار تم ایڈوانس لے چکے ہو۔ اگر مزید چھ گھنٹے کے اندر تم نے فرہاد کی نشاندہی نہیں کی تو ہم پچیس ہزار بھی وصول کریں گے اور تمہیں برما میں بے یارومددگار چھوڑ دیں گے۔ پھر تم بھٹکتے رہو گے۔ اپنے ملک جانے کے لیے۔"

ایک اور شخص نے کہا "بات اتنی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ لین دین کے معاملات طے ہوئے ہیں۔ اس کی بات پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر کہہ رہا ہے کہ اس نے کئی بار فرہاد تک پہنچنے کی کوشش کی تو کچھ انجانی رکاوٹیں اس کے سامنے آئیں۔ وہ انجانی رکاوٹیں آخر کیا ہیں؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی جیسے سب سوچ رہے ہوں۔ براس نے کہا "میں یقین سے کہتا ہوں کہ فرہاد کو وچ ڈاکٹر کی موجودگی کا پتہ چل گیا ہے اور وہ اس ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔ جب یہ کالا عمل شروع کرتا ہے تو فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی گڑبڑ کر دیتا ہے۔"

کئی آوازیں آئیں "واقعی۔"

کسی نے کہا "بے شک۔"

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

اسرارِ موسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے

اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو [illegible] گانا [illegible] آجائے گا [illegible] کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی

سُر، لے، گیت، راگ، ٹھاٹھ اور
موسیقی کے دیگر اسرار و رموز
آشکار کرنے والی بیحد کارآمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

یہ نئے سیکھنے والوں کے لیے مشعلِ راہ ہے

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع ان کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے استاد کی جگہ پوری کرتی ہے

قیمت: ۶۰/- روپے ٥ ڈاک خرچ: ۱۰/- روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سعید منشن بلیوریا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

کسی نے کہا "یہ ہوسکتا ہے۔"

کسی نے کہا "اور ایسا ہوتا آیا ہے۔ یقیناً فرہاد وِچ ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ اب اسے اپنے پاس پہنچنے نہیں دے گا بلکہ وہ اس کے ذریعے ہم سب تک پہنچ سکتا ہے۔"

ایک اور آواز نے کہا "ہمیں اس کی پروا نہیں ہے کہ وہ ہم تک پہنچے لیکن وہ ہمارے بڑوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

ان کا بڑا سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر دوسرے کمرے میں چھپا ہوا وہ آوازیں سن رہا تھا اور مسکرا رہا تھا کیوں کہ اسے بھی یہی یقین تھا کہ فرہاد اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اب وہ سوچ رہا تھا "وِچ ڈاکٹر کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ فرہاد اس کے ذریعے ہمارے ان تین آدمیوں تک پہنچا ہے تو اور تمیں آدمیوں تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ اس سے پہلے اسے ختم کر دینا چاہیے۔"

اس کی دوسری سوچ نے کہا "وِچ ڈاکٹر ہماری ذمّے داری پر برما آیا ہے۔ اگر اسے جانی نقصان پہنچے گا تو برمی حکومت کے سامنے ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا اور بڑے مسائل پیش آئیں گے۔"

وہ پھر دوسرے انداز سے سوچنے لگا "اگر اسے نیم پاگل بنا دیا جائے تو فرہاد پر الزام عائد ہو سکتا ہے کہ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کا دماغی توازن بگاڑ دیا ہے اور ہم اسے واپس بھیج رہے ہیں۔ ایک تو وہ واپس بھیج دیا جائے گا۔ دوسرے الزام فرہاد پر آئے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ اس کے کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ ایک دیوار کے پاس چھوٹی سی الماری تھی جس کے پٹ شیشے کے تھے۔ شیشوں کے پیچھے بہت سی دوائیں رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ ایسی دوا وِچ ڈاکٹر کے جسم میں انجیکٹ کرنا چاہتا ہے جس کے ذریعے اس کا دماغی توازن کسی حد تک بگڑ جائے اور وہ نارمل نہ رہے۔

اس نے الماری کھول کر ایک دوا تجویز کی۔ پھر اپنی جیب سے وہ چھوٹی سی ڈبیہ نکالی جس میں ننھی سی سرنج تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس نیم تاریک کمرے سے باہر نکلا۔ ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا دوسرے دروازے پر آیا۔ دروازے کو ایک ٹھوکر ماری۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ اندر بیٹھے ہوئے لوگ چونک کر اُدھر دیکھنے لگے۔ کمرے کے وسط میں ایک کرسی پر ہی وِچ ڈاکٹر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس تین یہودی تھے جو اس سے اب تک سوالات کرتے رہے تھے۔ پہلے تو وہ اپنے ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ کو دیکھ کر اٹینشن ہو گئے۔ پھر اس کے ہاتھ میں سرنج دیکھتے ہی انھوں نے ڈاکٹر کو دونوں طرف سے جکڑ لیا۔ ڈاکٹر تلملاتے ہوئے کہنے لگا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔"

تیسرے نے اس کی ٹانگوں کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ اب وہ مجبور تھا۔ ٹونی بیکر آہستہ آہستہ چلتا ہوا ڈاکٹر کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا۔ اس کے ہونٹ بند تھے۔ اسے یقین تھا کہ وِچ ڈاکٹر نہ تو اس کی آواز سن سکے گا اور نہ فرہاد اس کے ذریعے اس کی آنکھوں میں جھانک سکے گا۔ سیاہ چشمہ دیوار بنا ہے۔ وہ قریب پہنچا۔ پھر اس نے اس سرنج کو ڈاکٹر کے ایک میں پیوست کر دیا۔ ڈاکٹر کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ پھر چپ ہو کر ٹونی بیکر کو خاموشی سے دیکھنے لگا۔ اس نے سرنج کی سوئی کو اس کے بازو سے نکالا۔ پھر وہاں سے چپ چاپ واپس جانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ایک منٹ کے اندر ہی وہ دوا اثر دکھائے گی۔ اور ڈاکٹر کا ذہنی توازن بگڑنے لگے گا۔

وہ دروازے کے پاس جا کر رُک گیا۔ اس نے وہاں پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ماتحتوں نے وِچ ڈاکٹر کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ اسی طرح کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ لوگ انتظار کرنے لگے۔ انجکشن کا ردِّعمل معلوم کرنے کے لیے اسے توجہ سے دیکھنے لگے۔ پھر ایک نے حیرانی سے کہا "یہ تو ساکت ہو گیا ہے۔"

دوسرا اس کے قریب جھک کر اسے دیکھنے لگا پھر اس ٹونی بیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "سر! اس کا بدن آہستہ آہستہ سیاہ پڑ رہا ہے۔"

ٹونی بیکر تیزی سے چلتا ہوا وِچ ڈاکٹر کے قریب آیا۔ اس اس کے ہاتھ کو اٹھا کر دیکھا۔ پھر سیاہ چشمے کو ذرا سا ہٹایا تو اس کا ہاتھ واضح طور پر نظر آئے۔ اس بات کی تصدیق ہو رہی تھی کہ اس کا بدن بتدریج سیاہ پڑتا جا رہا ہے۔ اس نے جو دوا انجیکٹ کی تھی، وہ زہریلی تھی۔ اس کی سوچ نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

وہ پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا پھر اسی نیم تاریک کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں اسے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ میں اسے زہر نہیں دینا چاہتا تھا۔ پھر یہ کیسے ہو گیا؟"

اس نے کمرے میں پہنچ کر لائٹ آن کی تیز روشنی میں اس نے دوا کی شیشی اٹھا کر دیکھی۔ لیبل ٹھیک تھا۔ اس نے شیشی کھول کر سونگھا۔ دوا بھی وہی تھی جو دماغی توازن بگاڑ دیتی ہے کے باوجود اس نے دوا کو بند کیا۔ ایک کاغذ پر لکھا "اس دوا کو تجزیے کے لیے لیبارٹری بھیجو اور جلد رپورٹ حاصل کرو۔ شاید کسی نے ہماری غیر موجودگی میں اس دوا کو زہریلا بنا دیا ہے۔"

وہ اس شیشی کو لے کر اپنے ان آدمیوں کے پاس آیا۔ پھر وہ شیشی اور وہ پرچی پکڑا دی۔ اسے پڑھتے ہی ایک آدمی وہاں سے شیشی کو لے کر چلا گیا۔ اس وقت تک وہ وِچ ڈاکٹر مر چکا تھا۔ ٹونی بیکر اس کمرے کی ایک میز کے پاس گیا۔ وہاں ایک کاغذ پر لکھنا شروع کیا "اس کی لاش کو رنگون کے جنوب مغربی علاقے میں ایسی جگہ لے جا کر پھینک دو جہاں فوراً ہی پولیس والوں کو پتہ چل جائے۔ اس کی جیب میں اس کا پاسپورٹ رکھ دو۔ جب ہمیں اس کی موت کی اطلاع پولیس والوں کے ذریعے ملے گی تو ہم اس کا الزام بھی فرہاد پر عائد کریں گے۔ اس سے پہلے ہمارا ساتھی، اندھا ڈیوڈ سولجر بھی کسی زہر سے ہلاک کیا گیا ہے۔"

میں نے اس کی تحریر پڑھی مگر اسے اب بھی نہیں چھیڑا۔ ایک گہری سانس لی اور منجالی کے پاس پہنچ کر کہا "تم بے شک خطرناک ہو۔ بے حد خطرناک، موت سے زیادہ خطرناک۔ جانتی ہو کیا ہوا؟"

اس نے معصومیت سے پوچھا "کیا ہوا؟"

"اس سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر نے تمھیں بے ہوش کرنے کے لیے سرنج کو تمھارے بازو میں استعمال کیا تھا اور اس کو ویسے ہی اپنی چھوٹی ڈبیہ میں رکھ لیا تھا۔ اس سرنج کو اس نے اپنے ایک آدمی پر استعمال کیا تو وہ بے چارہ مر گیا۔ بتاؤ، کیسے مر گیا؟"

اس نے مسکرا کر کہا "وہ احمق تھا۔ اسے سرنج کو دھو لینا چاہیے تھا۔ میرا زہر اس کے آدمی تک پہنچ گیا۔ جب اس نے سرنج کو کسی دوا کی شیشی میں ڈبویا ہوگا تو وہ زہر اس دوا میں حل ہو گیا ہوگا۔ بے شک اس شیشی کی تمام دوا زہر آلود ہو چکی ہوگی۔"

"ان لوگوں نے اس دوا کو تجزیے کے لیے کسی لیبارٹری میں بھیجا ہے۔ لیبارٹری کی رپورٹ پڑھنے کے باوجود اس سیکرٹ ایجنٹ کی سمجھ میں نہیں آئے گا کہ خود اس نے سرنج کے ذریعے اس دوا کو زہر آلود کیا ہے۔"

"میں افریقہ کی رہنے والی ہوں۔ وِچ ڈاکٹروں کو خوب جانتی ہوں۔ اگر وہ وِچ ڈاکٹر مارا نہ جاتا تو وہ یقیناً دشمنوں کو آپ تک پہنچا دیتا۔"

"میں نے مسکرا کر کہا "اس کی ہلاکت کا سہرا بھی تمھارے سر ہے۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی "سہرا پیشانی پر سجتا ہے۔ میری پیشانی پر آپ کا نام سج گیا ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچا۔ وہ بہت پہلے ہی بیدار ہو چکی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ جان اسٹیورٹ نے سے رات کا کھانا کھانے کے لیے کہا۔ اس نے انکار کر دیا۔ کچھ بجھی بجھی سی رہی۔ دشمن یہی سمجھتا رہا کہ اس پر ہپناٹزم کا اثر ہے۔ جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ بولی "مجھے کیوں پریشان کرتے ہو۔ میں سونا نہیں چاہتی تھی۔ تم نے مجھے زبردستی سُلا دیا۔ ں سے کیا ہوتا ہے؟ بیدار ہونے کے بعد میری پریشانی تو قائم ہے۔ مجھے تم نے منجدھار میں چھوڑ دیا ہے۔ تمھیں خدا کی قسم ہے بتاؤ، میرا بچہ یہ نہیں ہے تو میرا پارس کہاں ہے؟"

"رسونتی! تم ذرا ذرا سی بات پر بھڑک جاتی ہو۔ بے چین ہو جاتی ہو۔ کچھ سے کچھ سوچنے لگتی ہو اور اپنی متلون مزاجی کے باعث کبھی شوہر کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھ لیتی ہو۔ غلطی کا احساس ہوتا ہے تو پھر تیزی سے حالات کو سدھارنا چاہتی ہو۔ حالات اس طرح قابو میں نہیں آتے۔"

"میں اپنے بچّے کے لیے پوچھ رہی ہوں اور تم مجھے باتوں سے بہلا رہے ہو۔"

"میں تمھیں اس کے متعلق ہی سمجھا رہا ہوں۔ جو تمھارے پاس ہے، وہی تمھارا بیٹا ہے۔"

"پھر تم نے مجھ سے یہ کیوں کہا تھا کہ جس کے شانے پر پیسے کے برابر نشان ہے، اسے تم نے کسی یتیم خانے سے حاصل کیا تھا۔ دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے اسے میری گود میں رکھا اور مجھے اس بچّے کے ساتھ پاکستان لائے تھے۔ تمھاری یہ باتیں مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارا اپنا بیٹا پارس سونیا اور اعلیٰ بی بی کی پناہ میں ہے اور کسی بابا فرید واسطی کے سائے میں ہے۔ تم کتنی باتیں بدلتے ہو۔ میں تمھیں اس پارس کی قسم دیتی ہوں۔ جو ہمارا اپنا بیٹا ہے۔ سچ بتاؤ، وہ کہاں ہے؟"

"تم اس بچّے کو اٹھاؤ اور اپنے سینے سے لگاؤ۔"

"یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے۔"

"میں جواب دے رہا ہوں۔ جو کہہ رہا ہوں، وہ کرو۔"

اس نے بچّے کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا۔ یقیناً وہ ماں تھی اور اسی بچّے کو اپنا بیٹا سمجھتی آ رہی تھی۔ اسے اٹھا کر سینے سے لگایا تو آپ ہی آپ دل دھڑکنے لگا۔ میں نے کہا "دیکھو، محسوس کرو۔ تمھارا دل اسے سینے سے لگاتے ہی کیوں دھڑکنے لگا ہے۔ اب غور سے سنو۔ میں تمھارے اس بیٹے کو تم سے دُور رکھنا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اسے پاکستان میں چھوڑ دیا تھا۔ میں چاہتا تھا تم جب تک یہودیوں کا اصلی چہرہ نہ دیکھ لو۔ ان کی دشمنی کو نہ سمجھ لو، اس وقت تک میں اپنے اس بیٹے کو تمھاری گود میں نہیں آنے دوں گا ورنہ تمھارے ساتھ یہ بھی دشمنوں کے سائے میں پرورش پائے گا۔"

اگر ایسی بات ہے تو پھر ان یہودیوں نے اسے کہاں سے حاصل کیا اور وہ ہپناٹائز کرنے والا کیا کہہ رہا تھا؟

"دشمن جانتے ہیں کہ میں اس بیٹے کو فرضی پارس کہہ کر تمھیں ان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ اس لیے ہپناٹائز کے ذریعہ تمھارے دماغ میں تمھارے اپنے بیٹے کا یقین مستحکم کر رہے تھے۔"

اس نے فرضی پارس کی پیشانی کو چوم کر اس کے چہرے پر اپنا چہرہ آہستگی سے رکھا۔ پھر سوچ کے ذریعے بولی "یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے پیار کرتی ہوں تو میرا دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔"

"تم دشمنوں کے فریب کو کسی حد تک سمجھ ہی گئی ہو کہ وہ کس طرح تمہارے دل میں میرے لیے نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یوں ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ مجھے دوست بنا رہے ہوں۔ اب تم ان کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کرو گی تو بہت کچھ سمجھ میں آتا رہے گا۔"

"فرہاد! میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔ تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے پاس بُلالو۔ دیکھو! مجھ سے تنہا نہیں رہا جاتا۔ میری بھوک مر گئی ہے۔ میں اب سونا چاہوں گی تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔ مجھے بُلالو۔ اپنے پاس بُلالو۔"

"میں ضرور بلاؤں گا۔ ذرا صبر کرو۔ میں بہت مصروف ہوں۔ دشمنوں کو جب تک اپنے راستے سے نہیں ہٹاؤں گا، تمہارے لیے راستہ صاف نہیں کروں گا تو کیسے میرے پاس پہنچو گی؟"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ جس ہاسٹل کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے سونی سے کہا "میں جہاں ہوں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوں اس لیے مجھے اجازت دو۔ میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پتہ نہیں کون دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ میں نے سونی سے جھوٹ کہہ دیا کہ خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ ایسا نہ کہتا تو وہ مجھے اپنے دماغ سے جانے کی اجازت نہ دیتی۔ میرے تحفظ اور سلامتی کی خاطر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ بہرحال میں نے اُٹھ کر دروازے کو کھولا۔

کھلے ہوئے دروازے کے سامنے ایک برمی عورت کھڑی تھی۔ برما کا روایتی لباس لُنگی اور بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔ خاصی خوش شکل تھی۔ اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا پھر اپنی زبان میں کچھ کہا۔ میں نے انگریزی میں کہا "میں برمیز نہیں سمجھتا ہوں۔"

اس نے اپنے سینے پر ایک انگلی رکھ کر "آئی ایم نیڈی، سیلنگ مائی سیلف۔" پھر اس نے میری طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا "یو بائینگ؟"

میں نے مسکرا کر کہا "تم خود کو بیچو نہ میں تمہیں خریدنا چاہتا ہوں۔" لیکن وہ میری زبان نہیں سمجھ رہی تھی۔ مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے یہی بات اشاروں کی زبان میں سمجھائی پھر اسے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھایا، چادر پر گرد جمی ہوئی تھی۔ اشاروں سے اسے سمجھایا کہ وہ اس کمرے کی صفائی کرے گی اور اسے میرے رہنے کے قابل بنا دے گی تو میں اسے ایک ڈالر دوں گا۔ وہ خوش ہو گئی۔ فوراً ہی کمرے کی صفائی میں لگ گئی۔ میں دروازے کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا۔

ایک منٹ بعد ہی ایک جانی پہچانی سی آواز سنائی دی۔ میرے پیچھے کوریڈور میں کوئی زور زور سے باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کی آواز میں نے اس کیسٹ میں سُنی تھی جسے اخیلو نے بھیجا تھا۔ وہ آواز ہاسٹل کے ایک بہت بڑے دس نمبری بدمعاش کی تھی وہ یہاں کا دادا کہلاتا تھا۔ اس کا نام بُدھا دادا تھا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا، بدھا دادا مجھے دیکھتے ہی رُک گیا۔ وہ بٹا کٹا قد آور تھا۔ چہرے سے بے رحم، کمینہ دکھائی دیتا تھا۔ وکٹر ہیگ کی ہسٹری شیٹ سے پتہ چلا تھا کہ وہ کسی سے اُلجھتا نہیں تھا۔ شہر میں آ کر ایک شریف آدمی کی طرح شہری زندگی گزارتا تھا۔ کسی کو شبہ نہیں ہونے دیتا تھا کہ وہ گوریلا سپاہی ہے اور برمی حکومت کے خلاف لڑتا رہتا ہے۔

بُدھا دادا اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ وکٹر اُس سے ڈرتا ہے اور مقابلہ کرنے سے کتراتا ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ اس کا مذاق اُڑاکر چلا جاتا تھا۔ اس بار بھی اس نے آگے بڑھ کر کہا "یُو نو۔ ہم بہت ڈینجرس ہے اس لیے نو لڑائی جھگڑا۔ نو فائٹنگ فائٹی اپنا دادا ٹیکس اپن کے ہاتھ میں رکھ دو۔"

اس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی۔ میں نے چپ چاپ اپنی جیب سے دس ڈالر نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔ اس نے فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگایا۔ میرے شانے پر ایک ہاتھ مارا۔ پھر مجھے ایک طرف دھکا دیتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اپنے حواریوں کے ساتھ ہنستے ہوئے کوریڈور سے گزرتے ہوئے دوسرے کوریڈور کی طرف مُڑ گیا۔

آگے ایک کمرے میں جوا کھیلا جا رہا تھا۔ ایک شخص فریاد کر رہا تھا "یہ ظلم ہے۔ یہاں پتے بازی ہوتی ہے۔ میں سب ہار گیا۔ میرے پیسے واپس کر دو پھر ایمانداری سے کھیلو۔"

کسی نے اسے ہاتھ مارا، پھر کہا "سب لوگ ہارنے کے بعد ایسے ہی چلاتے ہیں، اور جیتنے کے بعد خوشی سے ناچتے جاتے ہیں۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہاں آ کر کھیلنے والے بڑی بڑی رقم ہارتے ہیں۔ کبھی کبھی چھوٹی رقم جیت کر جاتے ہیں اور یہی چھوٹی جیت انہیں اور آگے کھیلنے پر مجبور کرتی ہے۔ تم لوگ شہ دیتے ہو اور ہم اپنے گھر کا سب مال متاع بیچ کر داؤ پر لگا دیتے ہیں۔"

بدھا دادا کی گرجدار آواز سنائی دی "ابے او کیا بک بک کرتا ہے۔ یُو نو ہم بہت ڈینجرس آدمی ہے اس لیے نو گالا گالی، نو فائٹنگ فائٹی چپ چاپ ادھر سے جاؤ۔"

میں بدھا کے دماغ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ آس پاس بھیڑ لگتی جا رہی تھی۔ بھیڑ بھی جوا کھیلنے اور شراب پینے اور عیاشی کرنے والوں کی تھی۔ سبھی یہاں آ کر اپنا بہت کچھ لُٹا کر جانے

وہاں اس غنڈے دادا کو دیکھ کر وہ سہمے ہوئے تھے۔ فریاد کرنے والے نے بھی ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا "بدھا دادا! میں لُٹ گیا۔ کل رات سے میرے گھر میں چولھا نہیں جلا۔ میرا بوڑھا باپ بہت بیمار ہے۔ میرے بچے کھانستے رہتے ہیں۔ میری بیوی نے اپنے کان کا ایک بُندہ بیچنے کے لیے دیا تھا۔ مجھے جو پیسے ملے یہاں آ کر داؤ لگا دیا۔ سوچا تھا زیادہ پیسے ملیں گے جیت لوں گا تو گھر میں چولھا بھی جلے گا، دوائیں بھی آ جائیں گی اور ہم خوشحال ہو جائیں گے۔"

بُدھا دا نے اس کے گریبان کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے پھر پرے دھکیلتے ہوئے کہا "تیرے باپ نے بھی کبھی جوا کھیلنے والوں کو خوش حال دیکھا ہے؟ اپن بمبئی کا دادا ہے۔ اُدھر دس برس جوا کھلاتا رہا۔ کبھی یہ مائی کا لال بلڈنگ نہیں بنا سکا۔ سرکار نے اُدھر سے ہم کو تڑی پار کا حکم دیا۔ ہم ادھر آ گیا۔ ادھر دس برس سے جوا کھلاتا ہے پتہ نہیں چلتا۔ کمائی کدھر جاتا ہے تو تم کو بیوی کا زیور بیچ کر کیسے پتہ چلے گا۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ پھر ہاتھ جوڑ کر بولا "دادا! مجھ پر رحم کرو۔ کل سے ہمارے گھر میں چولھا نہیں جلا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں ذرا نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا "یُو نو، ہم بہت ڈینجرس آدمی ہے مگر ہم کسی کے بچے کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا، کسی کو بیمار نہیں دیکھ سکتا۔ یہ لو۔"

اس نے جیب سے وہی دس ڈالر نکالے جو مجھ سے لیے تھے، پھر اس کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ دس ڈالر پاتے ہی وہ بُدھا دادا کے قدموں پر گر پڑا۔ ادھر بدھا دادا پریشان تھا کہ اُس نے بے اختیار کیسے اتنی بڑی رقم اُسے دے دی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن آس پاس کے سبھی لوگ خوش ہو کر چیخنے لگے "بدھا دادا کی جے... بدھا دادا کی جے...!"

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔ اس کی جے جے کار ہو رہی تھی۔ نام ہو رہا تھا۔ تعریفیں کی جا رہی تھیں۔ ایسے میں وہ ڈُوبی رقم واپس نہیں لے سکتا تھا اور جسے رقم دی گئی تھی وہ اُس کے قدموں کو چھونے کے بعد وہاں سے دوڑتا ہوا اپنے گھر کی طرف چلا گیا تھا۔

ایک دم سے میں چونک گیا۔ کسی نے میری کمر پر ہاتھ مارا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہی صفائی کرنے والی عورت ایک ہاتھ کمر پر رکھے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے گھوم کر اسے دیکھا پھر کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں صفائی ہو چکی تھی۔ ہر چیز کو اس نے سلیقے سے رکھ دیا تھا۔ بستر پر دُھلی ہوئی صاف چادر بچھی ہوئی تھی۔ میلی، گرد آلود چادر زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ڈالر دیتے ہوئے اشارے میں اسے سمجھایا۔ میلی چادر لے جائے اور اسے دھو کر لے آئے پھر میں اسے ایک اور دوں گا۔

وہ چادر اٹھا کر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔

الماری کو کھول کر دیکھا تو اس میں کچھ کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ بستر کی ایک اور چادر دُھلی ہوئی رکھی تھی۔ اس عورت نے یہیں سے چادر نکال کر بچھائی تھی۔ میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اب گیارہ بج رہے تھے۔ پیرس میں چھ بجنے والے تھے اور شی سپر کے مہمان آنے والے تھے۔ میں وہاں سے اٹھ کر کرسی پر آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر شی سپر کے پاس پہنچ گیا۔

شام کے چھ بجنے والے تھے۔ میں نے جولی کو مخاطب کیا تو وہ خوش ہو کر بولی "اتنی دیر تک کہاں غائب رہے؟ میں کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔ جن کا انتظار نہیں کرنا چاہتی وہی لوگ آ رہے ہیں۔"

"میں نے پوچھا "کیا تمہارے مہمان پہنچ گئے ہیں؟"

"ابھی مجھے اطلاع ملی ہے۔ میں نے باہر کا بڑا والا گیٹ کھولنے کا حکم دیا ہے۔ ان کی گاڑیاں قلعے کے اندر داخل ہو گئی ہوں گی۔"

اتنے میں خوابگاہ کے اسپیکر سے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی "مادام! وہ لوگ گیسٹ رُوم میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

جولی نے شی سپر کے انداز میں غرا کر کہا "وہ مہمان نہیں ہیں پھر گیسٹ رُوم میں کیوں ہیں؟"

"سوری مادام! غلطی ہو گئی۔"

وہ بھونکنے کے انداز میں بولی "غلطی کی بچی! انہیں بڑے ہال میں لے جاؤ میں آ رہی ہوں۔"

جواب میں اسپیکر کے ذریعے پرسنل سیکرٹری کی چیخ سنائی دی، پھر دروازے پر ایک زوردار دھکا سا لگا جیسے کسی نے ٹھوکر ماری ہو۔ اس کے ساتھ ہی ٹارزن بلبا کی آواز سنائی دی "کیا اپنے عاشق کو بھول گئی ہو؟ دروازہ کھولو۔"

میں نے پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا تو وہ ایک طرف فرش پر گری ہوئی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹارزن بلبا نے اسے ایک طرف دھکا دیا تھا اور بغیر اجازت شی سپر تک پہنچنے کے لیے دروازے تک آ گیا تھا۔

جولی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ پہلے تو اس نے بے دلی سے دروازے کو کھولا تھا۔ وہ کسی کو اتنی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اگرچہ اُسے اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ شی سپر اور ٹارزن بلبا ایک دوسرے کے دیوانے ہیں، لیکن جب اس نے دروازہ کھولا اور ٹارزن بلبا کو اپنی نگاہوں کے عین سامنے دیکھا تو اُسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ کیا قد تھا، کیا جسم تھا، کیا صحت تھی۔ وہ شاید اپنے صحت مند ورزشی بدن پر تیل کی مالش کرتا تھا، اسی لیے اس کا سارا بدن چمک رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے پہلوان کشتی لڑنے کے لیے اکھاڑے میں آ گیا ہو۔

جولی آہستہ آہستہ ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اس سے سہمی ہوئی نہیں تھی بلکہ اس پر پہلی ہی نظر میں مر مٹی تھی۔ اور اسے ذرا دور سے جی

بھر کے دیکھنا چاہتی تھی۔ ٹارٹر بلبا نے کمرے میں آکر دروازے کو ایک جھٹکے سے بند کیا۔ پھر آگے بڑھ کر اسے اپنی طرف بڑی بے دردی سے کھینچتے ہوئے کہا۔ "پہلے ہم جشن منائیں گے۔"

وہ جیسے اعتراض کرنا ہی بھول گئی ہو لیکن میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "یہ کیا کر رہی ہو؟ پہلے تمھیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے، اپنا مفاد حاصل کرنا چاہیے۔ اس قلعے کی مالکہ بننا چاہیے۔ اس کے بعد ٹارٹر بلبا تمھارے قدموں میں ہوگا۔"

وہ کسمساتے ہوئے بولی۔ "میں تو تمھاری ہوں۔ بڑی بے چینی سے تمھارا انتظار کر رہی تھی مگر مہمانوں کی عزت کرنا، انھیں خوش آمدید کہنا بہت ضروری ہے۔ چلو پہلے فرض ادا کریں، اس کے بعد محبت۔"

"ذرا ٹھیرو۔ میرا ایک ساتھی تم سے ملنے آیا ہے۔ اس کے بعد ہم بڑے ہال میں چلیں گے۔"

اس نے دروازے کو پھر سے کھولا، چٹکی بجائی۔ دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا تو ایک شخص نظر آیا۔ اس کے شانے سے کیمرہ لٹک رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "آؤ ہم دونوں ایک تصویر اتاریں پھر دوستوں کے پاس جا کر جشن منائیں گے۔"

ٹارٹر بلبا نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اسی وقت فلیش لائٹ کی روشنی بجلی کی طرح کوند گئی۔ تصویر اتر گئی۔ کیمرہ مین نے قریب آ کر شی بیر کی ایک اور تصویر اتاری۔ اس کے بعد چپ چاپ سر جھکا کر چلا گیا۔

میں نے شی بیر کے سے انداز میں جولی کی زبان سے پوچھا۔ "یہ تصویریں کیوں اتاری جا رہی ہیں؟"

"ہم سونیا اور پارس کی موت پر جشن منا رہے ہیں۔ یہ کوئی معمولی تقریب تو نہیں ہے۔ اس تقریب کی تصویریں ہمارے البم میں ہوں گی۔"

ٹارٹر بلبا جولی کے ساتھ خواب گاہ سے باہر آگیا۔ وہ شی بیر جو اپنے قریب کسی کا سایہ بھی برداشت نہیں کرتی تھی، وہ جولی تھامسن جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھی وہ بلبا پر ہزار جان سے عاشق ہو کر اس کے ساتھ بڑے ہال میں پہنچ گئی۔

مہمانوں نے اسے دیکھتے ہی خوشی کا نعرہ لگایا۔ کسی مرد نے اس کی تعریفیں کیں۔ کسی عورت نے مذاق اڑانے کے انداز میں سونیا اور پارس کا ذکر کیا۔ پھر کسی نے کہا۔ "بھئی ابھی نہیں۔ جب ہم شراب کے جام اٹھائیں گے تو ان دونوں کی موت پر اپنی زندگی اور سلامتی کا پہلا جام نوش کریں گے۔"

وہ فوٹو گرافر مہمانوں کے درمیان گھومتا ہوا باری باری ایک ایک مہمان کی تصویریں اتارتا جا رہا تھا۔ فلیش لائٹ بجلی کی طرح چمک رہی تھی، بجھ رہی تھی۔ ہال کے ایک طرف ایک بہت بڑی میز پر خوبصورت ڈیزائن کی بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان بوتلوں میں مختلف قسم کی شرابیں تھیں۔ شیشے کے نفیس نازک سے گلاس ہال کی روشنی میں ہیرے کی طرح جگمگا رہے تھے۔

جولی نے چاروں طرف ہال میں بکھرے ہوئے مہمانوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

ٹارٹر بلبا نے کہا۔ "بس وہ آتے ہی ہوں گے۔"

"معلوم تو ہو کہ کہاں ہیں؟"

"تعجب ہے۔ تم یہاں کی مالکہ ہو۔ یہ قلعہ تمھاری ملکیت ہے۔ انسان تو انسان، کتے بھی تمھارے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے اور تم اتنا نہیں جانتی ہو کہ تمھارے قلعے میں آنے والا ایک مہمان ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کہاں ہے؟ کن لوگوں سے باتیں کر رہا ہے اور کہاں [illegible] گزار رہا ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "جولی! کوئی خطرہ ہے۔ دیکھو وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

جولی فوراً ہی پلٹ کر جانے لگی۔ ٹارٹر بلبا نے اس کے بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "کہاں جا رہی ہو جانِ من؟"

"مجھے چھوڑ دو۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے یہاں آنے والا کوئی بھی مہمان میری لاعلمی میں اس قلعے میں کسی حصے میں تھوڑا سا وقت گزارے خواہ وہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک مہمان خاتون نے کہا۔ "تعجب ہے شی بیر! ہمیں آئے [illegible] ہو گئی ہے اور تم نے ابھی تک ایک جام سے بھی ہماری تواضع نہیں کی۔ بھئی سردی غضب کی ہے کچھ تو گرمی ہونی چاہیے۔"

جولی نے انھیں ٹالنے کی خاطر کہا۔ "یہاں بوتلیں ہی بوتلیں رکھی ہیں، ہر قسم کی ہر کوالٹی کی شراب موجود ہے۔ میں چاہتی ہوں پہلی بوتل ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کھولیں کیونکہ سونیا اور پارس کی [illegible] کا سہرا انھی کے سر ہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کی آواز [illegible] دی۔ وہ بڑے ہال کے بڑے سے دروازے پر کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔ "شی بیر! تم ہماری میزبان ہو، اس لیے بوتل تم کھولو گی اور ہم سے پہلے خود پیو گی، اس کے بعد مہمانوں کو پلاؤ گی۔"

جولی نے غراتے ہوئے ڈاکٹر کو دیکھا پھر بھونکنے کے انداز میں پوچھا۔ "کیا تم مجھے حکم دے رہے ہو؟ میں تم سے کسی طرح کم تر ہوں؟"

ڈاکٹر دروازے سے گزر کر ہال میں داخل ہوا پھر بڑے اطمینان سے چلتا ہوا شی بیر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد بولا۔ "جولی! تم بہت اچھی ایکٹنگ کر رہی ہو۔"

جولی کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ ایک قدم پیچھے [illegible] گئی پھر فوراً ہی سنبھل کر شی بیر کے انداز میں بولی۔ "کیا بک

رہے ہو؟ کون جولی؟ کسے مخاطب کر رہے ہو؟"

ڈاکٹر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تصویر نکالی۔ پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تصویر دیکھ لو۔"

میں نے جولی کے ذریعے اس تصویر کو دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس نے شی بیر کے انداز میں جو تصویر اتاری تھی، وہی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے تھی لیکن فرق یہی تھا کہ وہ شی بیر کے میک اپ میں تھی اور تصویر میں جولی اپنے اصلی روپ میں نظر آ رہی تھی۔ جولی نے حیرانی سے کبھی تصویر کو کبھی ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کو دیکھا۔

ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہاں صرف تمھاری نہیں، تمام مہمانوں کی اور باڈی گارڈز کی تصویریں اتاری گئی ہیں۔ ہر تصویر کو چیک کیا گیا ہے۔ وہ کیمرہ جسے تم نے دیکھا، اسے اے ایم۔ پی کہتے ہیں یعنی اینٹی میک اپ کیمرہ۔ یہ کیمرہ میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے اصلی چہروں کی تصویریں اتار لیتا ہے۔"

جولی ایک ذرا کمزور پڑ گئی۔ میں نے اسے حوصلہ دیا۔ "فکر نہ کرو۔ میں تمھارے ساتھ ہوں تمھاری حفاظت کروں گا۔"

وہ جھلا کر بولی۔ "بکواس مت کرو۔ تم صرف دماغ میں چھپ کر رہنا جانتے ہو۔ میں شی بیر سے کمتر نہیں ہوں، اس سے زیادہ حسین ہوں، پرکشش ہوں۔ ٹارٹر بلبا کو ابھی اپنے دام میں لے آؤں گی۔ اور اس کے ذریعے یہاں کی مالکہ بن جاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بلبا کی طرف پلٹ گئی اور اپنی آنکھوں میں سارے جہان کا پیار جمع کر کے بولی۔ "یہ بتاؤ، میں کیسی ہوں؟ میرا اصلی چہرہ تم نے تصویر میں دیکھ لیا۔ میں سچ کہتی ہوں۔ میرے دماغ کو ٹریپ کیا گیا ہے۔ فرہاد کبھی میرے دماغ پر قابض ہو جاتا ہے اور کبھی مجھے آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ میں نہ ادھر کی رہتی ہوں نہ ادھر کی۔ تم لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہو کہ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کس طرح اپنے شکار سے کھیلتا ہے۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "بلبا! تم تو شیر کے منہ سے شکار چھین لیتے ہو۔ جولی فرہاد کا شکار ہے، اسے فرہاد سے چھین لو۔"

بلبا نے جولی کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ پھر ہال سے باہر جانے لگا۔ جولی اس کے گلے کا ہار بنتی جا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "بے وقوف عورت! یہ لوگ تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ تجھے آخر کس بات پر ناز ہے؟"

"میں ابھی یہ میک اپ اتار دوں گی۔ جب یہ میرا اصلی روپ دیکھے گا تو شی بیر کو بھول جائے گا۔"

ٹارٹر بلبا اسے اٹھائے ہوئے ہال کے دروازے پر پہنچ گیا۔ پھر وہاں رک گیا۔ اس نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "یہ شی بیر ہے۔ یہ بہت عظیم عورت ہے اور یہ ہمیشہ سب سے بلند رہتی ہے۔ اس لیے میں بھی اسے بلند کرتا ہوں۔"

اس نے اسی طرح دونوں ہاتھوں میں اسے اٹھائے ہوئے سر سے بلند کر لیا۔ پھر اس سے پہلے کہ جولی کچھ سمجھ سکتی، اسے اچھال کر وسیع بڑے ہال میں پھینک دیا۔ وہ دور فرش پر آ کر گری۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ فرش پر دبیز ملائم قالین تھا۔ اس لیے چوٹ زیادہ نہیں لگی۔ پھر بھی اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔

اسے ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن کی آواز سنائی دی۔ "جب تم شی بیر بن کر یہاں آئی ہو تو یہ بھی جانتی ہو گی کہ اس محل میں مسلح باڈی گارڈز نہیں آتے۔ وہ سب باہر پہرہ دیتے ہیں۔ تمھارے حکم کے منتظر رہتے ہیں مگر افسوس تمھیں حکم دینے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔"

وہ فرش پر سے اٹھتے ہوئے کراہتے ہوئے بولی۔ "مجھے دشمن نہ سمجھو۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ فرہاد نے مجھے ٹریپ کیا ہے۔"

"ہم کسی بھی ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑتے جس کے ذریعے فرہاد ہمارے آدمیوں تک پہنچ سکتا ہو۔ اس لیے تمھارا زندہ رہنا ہمارے لیے نقصان دہ ہے۔"

"میں شی بیر کے روپ میں ہوں۔ مجھے مار ڈالو گے تو میرے مسلح گارڈز میرے حکم کے بغیر تم لوگوں کو اس قلعے سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

ڈاکٹر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں نادان نہ سمجھو۔ ہماری اتنی ساری عورتوں میں سے کوئی ایک شی بیر بن کر ہمیں اس قلعے سے باہر لے جائے گی۔"

اچانک جولی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ٹارٹر بلبا نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "وہاں میز پر جتنی بوتلیں رکھی ہیں انھیں باری باری کھولو اور اس میں سے ایک ایک گھونٹ، دو دو گھونٹ پی کر ہمیں بتاؤ کہ اس میں کچھ ملا ہوا تو نہیں ہے۔ اگر تمھارے ذریعے فرہاد نے کوئی کارروائی کی ہو گی تو پہلے تم مرو گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے اسے زور کا دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے آگے گئی۔ پھر گرتے گرتے میز کو تھام کر سنبھل گئی۔ بلبا نے اس کے قریب آ کر ایک بوتل اس کے سامنے رکھ دی پھر کہا۔ "کھولو۔ اور پیو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بولی۔ "بلبا! کیا تم میرا اصلی روپ نہیں دیکھو گے؟ مجھے یقین ہے تم مجھے بے حد پسند کرو گے۔"

"کروں گا۔ پہلے پیو۔"

وہ بوتل کھولنے کے بعد اس میں سے دو گھونٹ ایک جام میں ڈالنے لگی۔ پھر اس نے اسے اٹھا کر حلق سے اتار لیا۔ سب لوگ اسے توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر سیموئیل نے پوچھا۔ "ہماری

شی پیر کہاں ہے؟"

جولی نے جواب دیا "وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔"

"تم نے اُسے مار ڈالا ہے؟"

"میں نے اسے دیکھا تک نہیں۔ اسے مرجانہ نے اسی کے ایک کتے کے آگے ڈال دیا تھا اور اسی کے اپنے وفادار کتے نے اُسے چیر پھاڑ ڈالا۔ مار ڈالا۔"

جولی کو جو کچھ سونیا کے ذریعے معلوم ہوا تھا وہ تمام باتیں ڈاکٹر سیمویل ڈکسن اور اس کے ساتھیوں کو بتانے لگی۔ وہ سب لوگ حیرت سے سُن رہے تھے۔ اس دوران ٹارٹر بلبا ایک بوتل اٹھا کر اس کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ اور وہ ہر بوتل میں سے ایک گھونٹ یا دو گھونٹ پیتی جا رہی تھی۔ ظاہر تھا کہ نشہ منزور غالب آتا اس لیے وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ ہوش کھو کر جوش میں کہہ رہی تھی "اب میں شی پیر ہوں۔ میں اس قلعے کی مالکہ ہوں، اس محل کی ملکہ ہوں۔"

بلبا نے کہا "ہواؤں میں اُڑ رہی ہو۔ ابھی اتنی ساری بوتلیں باقی ہیں۔ انھیں چکھ لو تو پھر اڑتے اڑتے آسمان پر پہنچ جاؤ گی۔"

اس میں اور پینے کی سکت نہیں تھی۔ بلبا نے اُسے مزید دو بوتلوں کی شراب چکھائی۔ ڈاکٹر سیمویل ڈکسن نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بس کرو۔ یہ شراب نوشی کی زیادتی سے مر جائے گی تو یہ سمجھنے کے لیے طبی معائنہ کرانا ہوگا کہ زہر سے ہلاکت ہوئی ہے یا زیادہ پینے سے۔"

پھر اس نے آگے بڑھ کر جولی کو دیکھا اور مجھے مخاطب کیا "فرہاد! اس عورت کا دماغ اس قابل نہیں ہے کہ تم اسے پوری طرح استعمال میں رکھ سکو۔ اگر موجود ہو تو اعتراف کر لو۔"

میں ایروز مائل یا اسی ادھیڑ عمر کی عورت کے دماغ میں پہنچ کر ڈاکٹر کی باتوں کا جواب دے سکتا تھا لیکن میں نے ان دونوں کو نہیں چھیڑا آئندہ کسی وقت کے لیے چھوڑ دیا۔ جولی کے پاس کھڑے ہوئے ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو کر کہا "ڈاکٹر! میں تم سے مخاطب ہوں۔ جولی کا دماغ ناکارہ سہی، یہاں مجھے جگہ بنانے کے لیے کتنے ہی دماغ مل سکتے ہیں، بولو، کہاں کہاں پہنچوں؟"

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا "تم میرے ہر ساتھی کے دماغ میں پہنچ سکتے ہو لیکن مجھ سے اور ٹارٹر بلبا سے تمھیں لفٹ نہیں ملے گی۔ اسی لیے میں نے صرف اپنے پاس بھرا ہوا ریوالور رکھا ہے۔ جب میرا کوئی ساتھی میرے لیے وبال جان بن جائے گا تو میں اسے شوٹ کر دوں گا۔ یہاں کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو تمھارے اشاروں پر چل کر محل سے باہر جاتے اور مسلح گارڈز کو ہمارے خلاف کچھ کہہ سکے۔"

میں نے اس شخص کے ذریعے قہقہہ لگایا اور کہا "تم یہاں کسی عورت کو دوسری شی پیر نہیں بنا سکو گے۔ بنانا چاہو گے تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا اور جب شی پیر نہیں ہوگی تو تم میں سے کوئی اس محل سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ تمھیں جواب دینا پڑے گا کہ اُن کی مالکہ شی پیر جو دو پہر سے یہاں موجود تھی وہ کہاں گئی، تم لوگوں نے اسے کہاں غائب کر دیا ہے؟"

اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیا "میں شطرنج کا کھلاڑی ہوں تم سے زیادہ چالیں چلنا جانتا ہوں میرے سامنے کا دور آنے دو۔ میں ان رکاوٹوں سے گزر کر دکھا دوں گا۔ مسٹر فرہاد علی تیمور! دنیا میں سیر پر سوا سیر موجود ہے۔ کبھی تم ہمیں شکست دو گے، کبھی ہم تمھیں زبردست نقصان پہنچائیں گے۔ یہ سلسلہ جانے کب تک چلتا رہے گا؟ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم تھوڑی دیر کے لیے دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں؟ کوئی ایسی راہ نکالیں کہ دشمنی ختم ہو اور دوستی شروع ہو۔"

"دوستی اور چاپلوسی کی باتیں بعد میں کرنا۔ یہاں سونیا پارس کی موت پر جشن منانے آئے ہو، مناؤ۔ آج کے بعد دنیا کے تمام یہودی جشن منانے سے توبہ کر لیں گے۔"

ڈاکٹر نے گھور کر اس شخص کو دیکھا جس کے ذریعے میں بول رہا تھا۔ پھر اس نے ٹارٹر بلبا سے کہا "اس عورت کو اپنے قابو میں رکھو، یہ بدستور شی پیر بنی رہے گی۔ میں اس کے ذریعے بلبا کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

میں نے دوسرے شخص کو ٹریپ کیا، اس نے چیخ کر کہا "ڈاکٹر! یہ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا صرف تم اور تمھارا یہ غلام یہاں سے جائے گا، ہمارا کیا ہوگا؟"

ڈاکٹر نے کہا "پہلے ہم دونوں کو یہاں سے نکل جانے دو۔ اس کے بعد ہم تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کے لیے باہر سے ہر ممکن ذرائع اختیار کریں گے۔"

ایک نے کہا "واہ، بہت خوب، ہمیں موت کے منہ میں دھکیل کر باہر جاؤ گے تب ہمیں یہاں سے نکالو گے۔ ہمیں بیوقوف بنا رہے ہو۔ نہیں ڈاکٹر! تم ہمارے سربراہ ہو۔ تمھارا فرض ہے ہماری حفاظت کرو۔"

دوسری تمام عورتیں یکے بعد دیگرے کچھ نہ کچھ کہنے لگیں، کچھ رونے لگیں، کچھ فریاد کرنے لگیں۔ سب یہی کہہ رہے تھے کہ وہ خطرناک کتوں کے درمیان نہیں رہیں گے۔

ڈاکٹر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر گرجتے ہوئے کہا "خاموش ہو جاؤ۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں تم سب تنظیم کے وفادار ہو۔ اس وقت تمھارے دماغوں میں فرہاد بول رہا ہے یکے بعد دیگرے

تم لوگوں کے دماغوں میں پہنچتا ہے، تم لوگوں کو بھڑکاتا ہے اور بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔"

ایک نے کہا "میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میرے دماغ میں فرہاد نہیں ہے۔ ہم انسان ہیں اور ہمیں اپنے تحفظ کا حق پہنچتا ہے۔ ڈاکٹر! ہم اپنی تنظیم کی خاطر مریں گے تو ایک ساتھ۔ جییں گے تو ایک ساتھ۔"

کسی ایک نے تائید کی "بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی ایسا منصوبہ بناؤ کہ ہم سب یہاں سے بخیریت نکل سکیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "اگر کسی کے ذہن میں کوئی ایسی تدبیر ہے جس پر عمل کر کے ہم ایک ساتھ یہاں سے بخیریت نکل سکتے ہیں تو مجھے بتاؤ۔"

ٹارٹر بلبا نے کہا "سب سے پہلے تو فرہاد سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دو۔ اس بات کا یقین رکھو، وہ ہمارا یہاں کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ہم یہاں خطرناک کتوں میں گھرے ہوئے ہیں، اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے۔ مسلح گارڈز کو میں کوئی اہمیت نہیں دیتا جب جان پر بن آئے گی تو ہم ان سے نمٹ لیں گے۔"

کسی نے پوچھا "بیشک انسان انسان سے ہاتھا پائی کر سکتا ہے مگر کتوں سے کیسے نمٹا جائے گا؟"

ایروز مائل نے کہا "ڈاکٹر! ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ پچھلی رات جب ہمیں معلوم ہوا تھا کہ شی پیر جولی تھامسن کے ہاں ہے تو وہیں اس کی تصویر اتار لینی چاہیے تھی۔"

ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہم انسان ہیں۔ ہم سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ آج صبح یہ آئیڈیا میرے دماغ میں آیا کہ ایم یو کیمرے کے ذریعے اپنے آدمیوں کی تصویریں اتاری جائیں اور شی پیر کی بھی تصویر احتیاطاً اتار لی جائے تاکہ کسی شبہے کی گنجائش نہ رہے۔ افسوس ہم نے دیر سے اس تدبیر پر عمل کیا مگر میں اب بھی مایوس نہیں ہوں۔ اگر تم ہم پر بھروسا کرو تو ہم دونوں یقیناً یہاں سے نکلتے ہی سب کے لیے راستہ نکال لیں گے۔"

ایک نے کہا "ڈاکٹر! اگر تمھارے دل میں ہمارے لیے ہمدردی اور دوستانہ جذبہ ہے تو ایسا کرو کہ پہلے ہم میں سے کسی چار کو شی پیر بنی اس جولی تھامسن کے ساتھ باہر بھیج دو۔ تم اور ٹارٹر بلبا یہاں آخری وقت تک رہو گے تو فرہاد تم دونوں کو ٹریپ نہیں کر سکے گا۔ خطرہ تو ہم لوگوں کو ہے۔"

ڈاکٹر نے چاروں طرف پھیلے ہوئے لوگوں کو سرسری طور پر دیکھا، پھر کہا "تم میں سے ہر ایک ہمارا محبوب ساتھی ہے اور ہر ایک فرہاد کا شکار ہے۔ جو بھی اس نقلی شی پیر کو لے کر جائے گا فرہاد اسے ٹریپ کرے گا۔"

سب خاموش ہو گئے۔ اس حقیقت کو سمجھنے لگے۔ میں بھی سمجھ رہا تھا کہ اتنے سارے لوگوں کو بیک وقت بغاوت پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ ایک بار کسی کے دماغ میں جا سکتا ہوں، اس کے بعد کسی دوسرے کے دماغ میں۔ باری باری لوگ بولتے رہیں گے، تو باری باری لوگ یہ بھی سمجھتے رہیں گے کہ اب تک انھوں نے اپنے مزاج کے خلاف ڈاکٹر سے بغاوت کی ہے جب کہ تنظیم کے پہلے اور بنیادی اصول کے مطابق ڈاکٹر پر اندھا دھند اعتماد کرنا ان کا فرض ہے۔

وہ سب اپنے اپنے طور پر سوچ رہے تھے۔ ڈاکٹر ٹارٹر بلبا کو ایک طرف لے گیا۔ سب سے دُور لے جا کر وہ سرگوشی میں کچھ کہنے لگا۔ میں سُن نہیں سکتا تھا کیونکہ اُن کے قریب میرا کوئی شکار موجود نہیں تھا۔ پھر وہ واپس آ گئے۔ ڈاکٹر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ایک تدبیر ہے۔ تم لوگوں کا اعتماد بحال رکھنے کے لیے میں یہاں تمھارے درمیان موجود رہوں گا۔ صرف ٹارٹر بلبا جولی تھامسن کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ اور ہمارے لیے فرار کے راستے ہموار کرے گا۔ اس طرح فرہاد صرف ہمارے درمیان کھچڑی پکاتا رہے گا۔ ٹارٹر کا تعاقب نہیں کر سکے گا۔ رہ گئی یہ جولی تو یہ مدہوش ہے اور ہم اس کی مدہوشی سے فائدہ اٹھائیں گے۔ فرہاد اس کے دماغ کو اپنی مرضی کے مطابق پوری طرح استعمال نہیں کر سکے گا۔"

سب نے اس منصوبے کی تائید کی۔ اس کے بعد ٹارٹر بلبا جولی کے پاس آیا۔ وہ ایک صوفے پر نیم دراز تھی۔ اسے اپنا ہوش نہیں تھا۔ میں اُس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کی دماغی حالت کا اندازہ کرنے لگا۔

ٹارٹر بلبا نے اسے اپنے کاندھے پر لاد لیا، اس حال سے باہر جانے لگا۔ جولی کا دماغ نشے کی زیادتی سے کمزور پڑ گیا تھا۔ سوچنے سمجھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ جب سکت نہ رہے تو کہیں بھی گر پڑنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ بے خودی کی حالت میں کہیں گری پڑی رہے اور کوئی حرکت نہ کرے۔

میں نے اندازہ لگایا کہ اسے اپنے طور پر پوری طرح استعمال کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ہنگامی حالت میں میں اس کے دماغ کو پوری طرح کنٹرول میں لے کر اسے اٹھنے بھاگنے پر نہ سہی، رینگنے پر تو مجبور کر سکتا ہوں۔ میری سوچ کی لہریں اس کے اندر اس حد تک ضرور قوت پیدا کر دیں گی۔

میں شی پیر کی پرسنل سیکرٹری کے پاس پہنچ گیا۔ خیال تھا اسے اپنا آلۂ کار بنا سکوں گا لیکن وہ ایک بند کمرے میں رسیوں سے جکڑی ہوئی تھی۔ کرسی پر اسے بٹھا کر باندھ دیا گیا تھا اور اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اوپر سے ٹیپ چپکا دیا گیا تھا۔

میں نے اس کے ذریعے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہاں نیم تاریکی

تھی۔ کہیں کہیں بارودی اسلحہ نظر آرہا تھا۔ ایسے اسلحہ خانے میں قید کیا گیا تھا۔ دروازے کو باہر سے بند کردیا گیا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ صرف ایک روشندان بہت اونچائی پر تھا۔ وہ بھی اتنا چھوٹا سا تھا کہ اس میں سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔

وہ رسیوں سے بُری طرح جکڑی ہوئی تھی۔ ادھر اُدھر ہل نہیں سکتی تھی۔ میں نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا۔ پھر جولی کے دماغ میں آگیا۔ اس کے کانوں میں بہت دُور جیسے ٹارزر بلبا کی آواز سنائی دے رہی تھی حالانکہ وہ قریب سے بول رہا تھا مگر نشے کی حالت میں وہ کچھ سمجھ رہی تھی، کچھ نہیں سمجھ رہی تھی۔ میں سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

ٹارزر بلبا کسی سے کہہ رہا تھا "دیکھو تمھاری مادام کی کیا حالت ہے۔ فرہاد نے اسے اس قدر مدہوش کردیا ہے۔ تم سب کو اپنی زبان بند رکھنی چاہیے ورنہ وہ تمھاری مادام کے دماغ میں بیٹھ کر تمھاری آواز سُنے گا تو تمھیں بھی ٹریپ کرے گا۔"

جولی کی آنکھیں بند تھیں۔ نشے کی زیادتی سے وہ ایک طرف جھکی جارہی تھی۔ میں نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں مگر وہ آنکھیں پوری طرح نہ کھول سکی۔ میں نے دیکھا ٹارزر بلبا کے ساتھ ایک مسلح جوان کھڑا ہوا تھا۔ وہ شی سپر کا مسلح محافظ تھا۔

میں نے جولی کو ایک طرف یوں ڈھلکا دیا جیسے وہ پلنگ سے گرنے والی ہو۔ اس کی آنکھیں بند ہوگئی تھیں۔ میں نے اس کے ذریعے محسوس کیا۔ کسی نے آکر اسے سنبھالا ہے اور اب پلنگ پر اسے اچھی طرح لٹایا جارہا ہے۔ پھر ٹارزر بلبا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ بے ہوش ہوچکی ہے۔" اس نے جولی کو جھنجھوڑا! آوازیں دیں۔ پھر شاید وہ مطمئن ہوگیا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی اس کے بعد اس نے کہا "میں یہاں میڈم کے پاس رہوں گا۔ تم بڑے ہال میں جاؤ۔ وہاں ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن تمھارا انتظار کررہا ہے۔ پھر وہی کرو جو میں نے تمھیں سمجھایا ہے۔"

پھر اس کی آواز آئی "نہیں نہیں۔ دیکھو تم کچھ کہنے جارہے ہو۔ اپنی زبان نہ ہلانا۔ آواز نہ نکالنا۔ اسی لیے میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ اپنے منہ پر ٹیپ چپکا لو۔ بے اختیار منہ سے کوئی بات نکل سکتی ہے۔"

میں انھیں چھوڑ کر بڑے ہال میں آگیا۔ وہاں کتنے ہی دماغوں کے دروازے میرے لیے کھلے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سیموئیل اُن سے کہہ رہا تھا "یہ میری پلاننگ ہے۔ اگر تم لوگوں نے اس سے اختلاف کیا تو پھر سمجھ لو ہم یہاں سے کبھی نہیں نکل سکیں گے۔"

ایک نے کہا "تم واقعی اچھی پلاننگ کرتے ہو لیکن یہ بات ہمارے حق میں نہیں ہے کہ ہم اپنے دونوں ہاتھ پیچھے بندھوالیں اس حد تک ہم بات مانتے ہیں کہ اپنے اپنے منہ پر ٹیپ چپکا لیں تاکہ بے اختیار کچھ نہ بول سکیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "اگر تمھارے ہاتھ پیچھے کی طرف نہیں بندھے ہوں گے تو فرہاد تمھارے دماغ پر قابض ہوکر کسی بھی وقت تمھارے منہ پر چپکے ہوئے ٹیپ کو نکال دے گا اور تمھیں بولنے پر مجبور کردے گا۔ اس طرح ہماری پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔ ہم یہاں سے نہیں جاسکیں گے۔"

میں ایک شخص کے دماغ میں رہ کر ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ شخص ڈاکٹر کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کے پیچھے جو شخص تھا وہ اچھا صحت مند اور مضبوط جسم کا مالک نظر آتا تھا۔ میں نے اسے مجبور کیا تو اس کا ہاتھ گھوم گیا۔ ایک گھونسا ڈاکٹر کے منہ پر پڑا۔ ڈاکٹر لڑکھڑاتے ہوئے ذرا پیچھے گیا۔ میں اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ہٹے کٹے آدمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچ لی۔ دوسرے ہاتھ کو اس کی پتلون کی جیب میں ڈالا اور ریوالور نکالنے لگا۔ ڈاکٹر نے فوراً ہی اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ پھر پھنسی پھنسی آواز سے کہنے لگا "اس کے دماغ میں فرہاد ہے۔ بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

سب ہی اس پر پل پڑے۔ ڈاکٹر کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگے۔ ڈاکٹر کی جیب کے اندر اس شخص کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا اور انگلی ٹریگر پر۔ میں نے انگلی کو ٹریگر پر دبایا۔ ٹھا! اس سے گولی چلنے کی آواز ہوئی۔ لوگ ڈاکٹر کو چھڑانے کے لیے قریب آگئے تھے۔ وہ سب چیخ کر سہمے ہوئے انداز میں بھاگنے لگے۔ سبھی کو اپنی جان عزیز تھی۔ کہیں گولی نہ لگ جائے۔

گولی ڈاکٹر کی ایک جیب میں سوراخ کرتی ہوئی دائیں پاؤں کے گھٹنے میں لگی تھی۔ ایسے میں قوتِ مدافعت کہاں رہتی ہے۔ ڈاکٹر کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔ اور اس شخص نے ریوالور نکال لیا۔ وہ اس زخم کی تاب نہ لاکر فرش پر گر پڑا تھا۔ گولی اس کے گھٹنے کے کہیں آس پاس ہی دھنس گئی تھی۔ اب وہ تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔

دوسری طرف فائرنگ کا زبردست ردِعمل ہوا۔ یوں تو محل کے باہر رہ رہ کر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی رہتی تھیں لیکن فائرنگ کے بعد جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ تمام کتے ایک ساتھ بھونکنے لگے تھے۔ اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ تمام جشن منانے والے سہمے ہوئے انداز میں چاروں طرف گھوم کر دیکھ رہے تھے۔ کبھی کھڑکی کی طرف کبھی دروازے

طرف۔ انھیں یوں لگ رہا تھا جیسے کتے ابھی اُن پر جھپٹنے ہی والے ہوں۔

ریوالور والا میری مٹھی میں تھا۔ اس نے چیخ کر کہا "سنو! غور سے سنو! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ابھی تمھارے ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس دنیا میں سیر پر سوا سیر ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سیر کون ہے اور سوا سیر کون ہے؟"

سب لوگ سہمے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے۔ کچھ عورتیں رونے لگیں۔ کچھ گڑگڑانے لگیں۔ کچھ لوگ دوستی اور سمجھوتے کی باتیں کرنے لگے۔ میں نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "میں دوست بن کر تم سب کو مشورہ دیتا ہوں۔ یہاں جتنے بھی مسلح گارڈز ہیں، ان کی حمایت حاصل کرو۔ انھیں بتاؤ کہ شی سپر کو ڈاکٹر سیموئیل اور ٹارزر بلبا نے مار ڈالا ہے۔ اس کی جگہ اپنی ایک عورت کو شی سپر بنالیا ہے تاکہ مسلح گارڈز کو دھوکا دے کر یہاں سے نکل جائیں۔"

سب گم صم ہوکر اس کی باتیں سن رہے تھے۔ کسی نے انکار کی جرأت نہیں کی۔ میں نے پھر اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "یقین کرو ڈاکٹر تم سب کو بے وقوف بنارہا ہے۔ تم لوگوں کے ہاتھ باندھے جاتے، منہ پر ٹیپ چپکا دیے جاتے تاکہ تم کچھ بول نہ سکو۔ انھوں نے شی سپر کی پرسنل سیکریٹری کو بھی اسی طرح بے بس کرکے اس کے ایک اسلحہ خانے میں بند کردیا ہے۔ یقین نہ ہو تو جاکر دیکھ لیتے ہو۔ تم سب کو بھی اسی طرح بند کردیا جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فائرنگ کی آواز گونج گئی۔ میرے آلۂ کار کے حلق سے ایک کراہ نکلی پھر ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑا۔ ٹارزر بلبا ایک مسلح گارڈ کی اسٹین گن لیے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر! ہم پلاننگ کرتے وقت یہ بھول گئے تھے کہ میں آپ کو یہاں چھوڑ کر جاؤں گا تو فرہاد ان کو آپ کا دشمن بنادے گا اور ان کے ذریعے ان کے ریوالور پر قبضہ جمالے گا۔"

ڈاکٹر نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا "مجھے بچاؤ۔ گولی میرے بائیں پاؤں کے کسی حصے میں دھنس گئی ہے۔ اسے نکالو۔"

ٹارزر بلبا نے اسٹین گن دکھاتے ہوئے کہا "تم سب ایک طرف ہال کے گوشے میں چلے جاؤ۔ خبردار! فرش پر سے ریوالور نہ اٹھائے ورنہ میں دشمن سمجھ کر گولی ماردوں گا۔"

وہ سب ہال کے ایک طرف جانے لگے۔ ٹارزر بلبا نے کہا "ڈاکٹر! ایک ذرا صبر کرنا ہوگا۔ تکلیف برداشت کریں، پہلے میں ان سب کی زبانیں بند کردوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ٹیپ کا ایک رول ہال میں پھینکتے ہوئے کہا "مسٹر ابروزنائل! فوراً اسے کاٹ کاٹ کر ہر ایک کے منہ پر چپکاتے جائیں۔ کم آن ــ ہری اَپ۔"

ابروزنائل اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ وہ اسٹین گن دکھاتا ہوا ہال میں داخل ہوا۔ ڈاکٹر کے پاس پہنچ کر پہلے اس نے فرش پر گرے ہوئے ریوالور کو اپنے قبضے میں لیا پھر کہا "آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی چاقو کے ذریعے آپ کے پاؤں سے بلٹ نکالوں گا۔ تکلیف یقیناً ہوگی لیکن آپ غیر معمولی قوتِ برداشت کے مالک ہیں۔ زیادہ سے زیادہ بے ہوش ہوجائیں گے مگر آپ کی جان بچ جائے گی۔"

میں اسے چھوڑ کر جولی نتھاسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ خراٹے لے رہی تھی۔ نشے نے اسے سُلا دیا تھا۔ اچھا ہوا کہ صرف سُلایا تھا۔ بے ہوش نہیں کیا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق کروٹ لینے لگی تھی۔ مجھے اس کے ذریعے کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی سرگوشی میں پوچھ رہا تھا۔ "میڈم! میڈم! ہوش میں آئیے۔ آپ کو کیا ہوگیا ہے؟"

یقیناً وہی مسلح گارڈ تھا جسے ٹارزر بلبا شی سپر کی خواب گاہ میں لے کر آیا تھا۔ ڈاکٹر کی پلاننگ یہ تھی کہ اُدھر ٹارزر مسلح گارڈ کو اپنے اعتماد میں لے گا، ادھر ڈاکٹر اپنے آدمیوں کے ہاتھ پیچھے باندھنے پر انھیں مجبور کردے گا اور اُن کے منہ پر ٹیپ چپکا دے گا تاکہ وہ کسی مسلح گارڈ کو یہ نہ بتاسکیں کہ شی سپر کو پہلے ہی مار ڈالا گیا ہے۔ اور ان کے سامنے ایک نقلی شی سپر ہے۔

بہرحال بلبا نے سوچا تھا کہ خود جولی کے پاس موجود رہے گا اور مسلح گارڈ کو اپنے اعتماد میں لینے کے بعد بڑے ہال کی طرف بھیج دے گا۔ لیکن اچانک فائرنگ نے ٹارزر بلبا کو مجبور کیا کہ وہ اپنی پلاننگ میں تبدیلی کرے۔ اس نے مسلح گارڈ کو شی سپر کے پاس چھوڑا اور ڈاکٹر کی فکر میں وہاں دوڑا چلا گیا۔ اب اُن کا کام یہی رہ گیا تھا کہ وہ ادھر سے اُدھر دوڑتے رہیں اور جان بچانے کی فکر کرتے رہیں۔

میں اس مسلح گارڈ کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے سب سے پہلے دروازے کو اندر سے بند کیا، پھر اس دیوار کی طرف دیکھا جہاں مختلف بٹن لگے ہوئے تھے۔ وہیں ایک سرخ بٹن تھا۔ وہ خطرے کا الارم تھا۔ اس نے دیوار کے پاس پہنچ کر اس بٹن پر انگلی رکھ دی

مطالعہ کرنے امتحان دینے اور یادداشت بڑھانے کیلئے ایک بے حد کارآمد نفسیاتی کتاب۔
امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کیجیے
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱ روپے
مکتبۂ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۴ کراچی نمبر ۱

اس کے ساتھ ہی محل کے چاروں طرف خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ میں نے گارڈ کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونک کر اپنے آپ کو اور کبھی اس خوابگاہ کو دیکھنے لگا، سوچنے لگا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں اس دیوار کے پاس کیسے پہنچ گیا؟ میں تو میڈم کے پاس تھا۔

پھر اس کی سوچ نے کہا۔ "یقیناً فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ اس آدمی نے ٹھیک ہی سمجھایا تھا کہ مجھے نہیں بولنا چاہیے۔"

میں اُسے ذرا دیر کے لیے چھوڑ کر ایروزمائل کے دماغ میں پہنچا۔ وہ لوگ خطرے کی گھنٹیوں کا شور سن رہے تھے۔ ٹارٹر بلبا نے اسٹین گن سنبھال لی تھی اور ریوالور بھی اپنے ہاتھ میں رکھا تھا پھر وہ وہاں سے دوڑتے ہوئے باہر جانے لگا۔ میں نے ایروزمائل کی زبان سے چیخ کر کہا۔ "بلبا! اب تم ادھر سے اُدھر دوڑتے رہنے پر مجبور رہو۔ تمھاری سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ شی سپر کو اس گارڈ کے حوالے کر کے چلے آئے۔ مگر یہ تمھاری مجبوری بھی تھی۔ اپنے مالک اپنے آقا ڈاکٹر سیموئل کی جان بچانا تمھارا فرض تھا۔ چلو اب اُدھر جاؤ۔ ادھر بھی میں ہوں اور اُدھر بھی تم سے ملاقات کروں گا۔"

ٹارٹر بلبا نے دروازے پر پہنچ کر گھورتے ہوئے ایروزمائل کو دیکھا مگر وہ اُسے کیا کر سکتا تھا۔ ایروزمائل اپنا ہی آدمی تھا۔ وہ دوڑتا ہوا پھر شی سپر کی طرف جانے لگا۔ میں اس گارڈ کے دماغ پر پھر قابض ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ہی کوئی خوابگاہ کے دروازے کو باہر سے پیٹ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا، میں نے اپنے آلہ کار کی زبان سے کہا۔ "ٹارٹر بلبا! میں فرہاد اس خوابگاہ کے اندر موجود ہوں۔ اب تم جہاں جاؤ گے وہاں مجھے پاؤ گے۔"

دروازے کو دھکے دیے جا رہے تھے۔ وہ لکڑی کا بڑا سا دروازہ بہت مضبوط تھا لیکن ٹارٹر بلبا بھی ہاتھی سے کم نہیں تھا۔ اس کے ایک ایک دھکے پر وہ دروازہ لرز جاتا تھا۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "پارس اور سونیا کی موت پر جشن منانے کی ابتدا تم لوگوں نے کی۔ انتہا میں کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں شی سپر کے بستر کے سرہانے گیا۔ سرہانے والی ایک چھوٹی سی میز پر مختلف بٹن لگے ہوئے تھے اور وہ بٹن ایک آہنی خول میں چھپے ہوئے تھے۔ میں نے پلنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک بٹن کو دبایا تو وہ آہنی خول اوپر اٹھ گیا۔ پھر میں نے اپنے آلہ کار کی انگلی ایک بٹن پر رکھ دی۔ اس کے ساتھ ہی محل کے باہر ایک زوردار دھماکا سنائی دیا۔ اس دھماکے کی گونج میں کتوں کا شور اور بڑھ گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سیکڑوں ہزاروں کتے جنونی انداز میں بھونکتے جا رہے ہوں۔

شی سپر کے ذریعے جو معلومات حاصل ہوئی تھیں اس کے مطابق جہاں مختلف نسل کے کتے رکھے گئے تھے وہاں تک زمین دوز بارودی سرنگ بچھائی گئی تھی، تاکہ شی سپر کو کبھی کتوں کے پاگل ہو جانے سے یا اور کسی وجہ سے خطرہ محسوس ہوتا تو بارودی سرنگ کے ذریعے انھیں تباہ کر دیا جاتا۔

میں اس گارڈ کے دماغ میں رہ کر یہ نہیں معلوم کر سکتا تھا کہ باہر کے حالات کیا ہیں۔ وہاں کتنے کتے مر چکے ہیں اور کتنے کاٹ کھانے کے لیے زندہ رہ گئے ہیں۔ اب خوابگاہ کے باہر بہت سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ باہر جتنے مسلح گارڈز تھے، وہ اندر چلے آتے ہوں گے۔ قلعے کے جس حصے پر دھماکہ ہوا ہوگا، اس حصے کے کتے کچھ مر گئے ہوں گے اور کچھ دیوانہ وار مسلح گارڈز پر لپکنے آتے ہوں گے۔ ایسی حالت میں انھیں اپنی جان بچانے کے لیے محل ہی میں پناہ مل سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں بہرحال میں ایروزمائل کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ٹارٹر بلبا غصے سے کہہ رہا تھا۔ "ہم بُری طرح پھنس گئے ہیں۔ پہلے خطرے کی گھنٹی بجائی گئی اب کسی طرح باہر دھماکا کیا گیا ہے۔ مائی گاڈ! آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ٹیلی پیتھی کتنی دہشت پھیلا دیتی ہے۔"

اس کے تمام ساتھی مرد اور عورتیں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ایک نے پوچھا۔ "اب ہمارا کیا بنے گا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مسلح گارڈز محل میں داخل ہو رہے ہیں۔ فرہاد یقیناً انھیں بتا چکا ہوگا کہ شی سپر نقلی ہے اور اصلی کو مار ڈالا گیا ہے۔ اس کی موت کا الزام ہمارے سر ڈالا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف ہمیں ان مسلح جوانوں سے نمٹنا ہے اور ان سے نمٹ کر زندہ بچیں تو باہر کتے ہمارے منتظر ہوں گے۔"

میں نے ایروزمائل کے ذریعے کہا۔ "ٹارٹر بلبا! اگر میں چاہتا تو ڈاکٹر سیموئل کو اسی وقت گولی مار دیتا لیکن میں نے اسے زندہ رہنے دیا۔ جو سونیا اور پارس کی موت کا سہرا اپنے سر باندھے میں اُسے اتنی آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔ ابھی تم لوگوں کو اپنی زندگی کے لیے جدوجہد کا موقع دے رہا ہوں۔ لڑو اپنی زندگی کے لیے لڑتے رہو۔ تمھارے پاس اسٹین گن بھی ہے اور تم جسمانی طور پر غیر معمولی قوت کے مالک ہو۔ اس لیے اپنے آقا کو اور اپنے دوستوں کو یہاں سے بچا کر لے جانے کی بھرپور کوشش کرو۔ میں موقع دے رہا ہوں۔ ناکام رہے تو یہاں کے تمام کتے تمھاری لاشوں پر جشن منائیں گے۔"

ٹارٹر بلبا نے غصے اور نفرت سے مگر بے بسی سے ایروزمائل کو دیکھا۔ گویا مجھے دیکھا کیونکہ میں ایروزمائل کی زبان سے چیلنج کر رہا تھا اور یہ چیلنج صرف زبانی نہیں تھا، عملی بھی تھا۔ وہ چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ ایک طرف اس کے اپنے ساتھی، اس کے دوست ہونے کے باوجود اس کے دشمن تھے۔ میں جس وقت چاہتا ان لوگوں کے دماغوں کو اس کے خلاف کام میں لا سکتا تھا۔

دوسری طرف شی سپر کے مسلح گارڈز تھے۔ انہیں جب یہ پتا چلتا کہ شی سپر کو بہت پہلے مار ڈالا گیا ہے اور جولی تھامسن اس کی جگہ لائی گئی ہے تو ٹارٹر بلبا اور ڈاکٹر سیموئل ڈکسن کی شامت آ جاتی، اور شامت آ ہی گئی تھی۔

اگر ٹارٹر بلبا اپنی بے پناہ جسمانی قوت کے ذریعے اور اسٹین گن کے سہارے مسلح گارڈز پر غالب آ جاتا تب بھی باہر خطرہ ہی خطرہ تھا۔ محل کے چاروں طرف کتے وحشیانہ انداز میں بھونک رہے تھے جیسے تازہ بہ تازہ انسانی گوشت چبانے اور ہڈیاں بھنبھوڑنے کا مطالبہ کر رہے ہوں۔

اور وہ ڈاکٹر سیموئل ڈکسن اپنی تنظیم کا سربراہ آدھا مر چکا تھا اور آدھا زندہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں نہ تو مر رہا تھا نہ جی رہا تھا۔ بلٹ اس کے گھٹنے کے قریب بائیں پاؤں میں دھنس گیا تھا اور بلبا کو اتنی مہلت ہی نہیں مل رہی تھی کہ وہ اپنے طور پر آپریشن کرتا اور چاقو کے ذریعے اس بلٹ کو نکالنے کی کوشش کرتا۔

ٹارٹر بلبا نے ایروزمائل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "فرہاد! بیشک میرے چاروں طرف موت ہی موت ہے۔ حتیٰ کہ میرے اپنے ساتھی کسی وقت بھی میرے لیے تباہی اور ہلاکت کا باعث بن سکتے ہیں لیکن میں ان لوگوں سے بعد میں نمٹ لوں گا۔"

وہ بڑے ہال کے بڑے سے دروازے کو بند کر کے بولا۔ "ڈاکٹر! کچھ دیر اور صبر کرنا ہوگا۔ میری مجبوریوں کو سمجھیے، میں ابھی دشمنوں سے نمٹ کر آتا ہوں۔"

اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اپنے آدمیوں کو اس ہال میں قید کر دیا تاکہ کوئی باہر نہ جا سکے۔ اس ہال کے دو دروازے اور تھے لیکن وہ باہر کی طرف کھلتے تھے اور باہر کتوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا۔

میں اس مسلح گارڈ کے دماغ میں پہنچ گیا جسے میں نے شی سپر کی خوابگاہ میں چھوڑا تھا اور جس کے ذریعے میں نے باہر کی سرنگ میں ایک دھماکہ کیا تھا۔ اب وہ مسلح گارڈ اس خوابگاہ سے باہر نکل آیا تھا۔ دوسرے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "فرہاد میرے دماغ پر قابض ہو گیا تھا۔ اس نے میرے ذریعے بارودی سرنگ کا دھماکہ کرایا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، یہاں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے؟"

ایک مسلح محافظ نے کہا۔ "آج تک ہماری میڈم نے اتنی زیادہ نہیں پی۔ آج ان کی مدہوشی دیکھ کر خیال گزر رہا ہے کہ یہ بھی کوئی سازش ہو سکتی ہے۔ انہیں جبراً پلائی گئی ہے یا پھر ان کی لاعلمی میں ان کی شراب کو دو آتشہ بنایا گیا ہے۔"

ایک اور محافظ نے کہا۔ "ہمیں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ لیمن یا ایسی ہی کوئی کھٹی چیز میڈم کو پلائی جائے۔ انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی جائے۔"

ٹارٹر بلبا کی آواز سنائی دی۔ سب نے ادھر دیکھا۔ وہ کوریڈور کے پاس ایک دیوار کی آڑ میں کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔ "میں دوستانہ مشورہ دیتا ہوں، شی سپر کو ہوش میں نہ لایا جائے ورنہ فرہاد انہیں بھی ٹریپ کر لے گا۔"

جو محافظ شی سپر کی خوابگاہ میں رہ چکا تھا، میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر کہا۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ شی سپر ہوش میں آئیں گی تو بھید کھل جائے گا۔ میں حقیقت بتاتا ہوں۔ ان لوگوں نے ہماری میڈم کو مار ڈالا ہے۔ یہاں ہمارے سامنے ایک بہروپیا عورت ہے۔۔۔"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ٹارٹر بلبا نے اسٹین گن کا ایک برسٹ مارا۔ کتنی ہی چیخیں سنائی دیں۔ ان میں سے کچھ زمیں بوس ہو گئے، کچھ چھلانگیں لگا کر شی سپر کی خوابگاہ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے اپنا اپنا محاذ سنبھال لیا۔ پھر جوابی فائرنگ کی۔ ٹارٹر بلبا کوریڈور میں دیوار کے پیچھے چلا گیا تھا۔

ایک مسلح محافظ نے کہا۔ "اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ ہماری میڈم کے دشمن ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں مار ڈالا گیا ہو۔"

دوسرے محافظ نے کہا۔ "تم لوگ اس لنگڑے (ٹارٹر بلبا) کو فائرنگ کا موقع نہ دو۔ میں ابھی اصلی اور نقلی کی پہچان کرتا ہوں۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا شی سپر کے بستر کے پاس آیا۔ جولی تھامسن نشے میں مدہوش تھی۔ گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ فائرنگ کی آواز بھی اسے چونکا نہیں سکی تھی۔ محافظ نے پہلے تو اسے ادب سے مخاطب کیا۔ "مادام! مادام! ذرا ہوش میں آیئے۔"

پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے جھنجھوڑا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہ واقعی مدہوش ہے اور اس کی دست اندازی کا بُرا نہیں مانے گی تو اس نے احتیاط اور آداب کو بالائے طاق رکھ کر اس

کی گردن کے پیچھے ہاتھ لے جاکر دیکھا۔ وہاں اسے ماسک میک اپ کا جوڑ نظر آرہا تھا۔ اس نے اس جوڑ کو کھول دیا۔ ماسک کو اس چہرے سے اتارنے لگا۔ چند ہی لمحوں کے بعد اس کے سامنے اس کی مالکہ نہیں تھی، جولی تھامسن کا چہرہ نظر آرہا تھا۔

محافظ نے پلٹ کر چیختے ہوئے کہا۔ "دھوکا، ہمارے ساتھ زبردست دھوکا ہو رہا ہے۔ یہ کوئی دوسری عورت ہے۔ ہماری مادام کو ان لوگوں نے مار ڈالا ہے۔ اس کم بخت لنگوٹیے کو زندہ مت چھوڑو۔"

ایک محافظ نے آہستگی سے کہا۔ "ہم اس کمرے سے کس طرح باہر نکلیں۔ ادھر سے وہ ہمیں روک رہا ہے۔ ہم صرف چار رہ گئے ہیں۔ ہمارے دو ساتھی مارے گئے ہیں۔ اگر ہم نے اس لنگوٹیے پر قابو نہ پایا تو پھر یہاں مر جائیں گے، یا باہر کی طرف جائیں گے تو وہاں کتے آزاد ہو چکے ہیں۔"

میں نے ایک محافظ کی سوچ کے ذریعے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا حساب لگائے، وہ حساب کرنے لگا۔ باہر بارہ مسلح محافظ قلعے کے مختلف حصوں میں رہتے تھے جن میں سے چھ محل میں داخل ہونے کے بعد دروازے کو اندر سے بند کر چکے تھے تاکہ کتے نہ آسکیں۔ باقی چھ محافظ مختلف سیفٹی ٹاور پر چڑھ گئے تھے تاکہ وہاں سے کتوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرسکیں۔

ایک محافظ نے میری سوچ کے مطابق کہا۔ "دشمن کوریڈور میں چھپا ہوا ہے ہمیں یہاں سے نکلنے نہیں دے گا۔ مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے۔"

سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ شی سپر کی خواب گاہ میں ایک خطرناک کتا آہنی سلاخوں کے پیچھے قید رہتا تھا۔ اسے شی سپر کنٹرول کرتی تھی۔ اس محافظ نے ادھر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہاں ایک کتا ہے۔ ہم اسے آزاد کر دیں گے اور اسے اس لنگوٹیے کی طرف ہانک دیں گے۔"

دوسرے نے کہا۔ "اگر اس کتے نے ہم پر حملہ کر دیا تو؟"

"ہمارے پاس اسٹین گنیں ہیں۔"

"اس لنگوٹیے کے پاس بھی اسٹین گن ہے۔"

"ہے تو کیا ہوا۔ اس کے قدم اکھاڑنے کے لیے آخر کچھ کرنا تو ہوگا۔" میں انہیں چھوڑ کر ڈاکٹر سیموئل ڈکسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ سانس روک کر میرے لیے دماغ کے دروازے بند کرسکتا۔ وہ نڈھال ہو چکا تھا۔ اپنی قوتِ برداشت سے کام لے کر جسمانی تکلیف کو جھیل رہا تھا۔ جہاں بلٹ پیوست ہو گیا تھا وہاں یوں لگ رہا تھا جیسے انگارے دہک رہے ہوں۔ ٹیسیں یوں اٹھ رہی تھیں جیسے ابھی اس کی ٹانگ کٹ کر الگ ہو جائے گی۔ اس وقت وہ بار بار کلائی کی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر مایوس ہوتا جا رہا تھا۔

اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹھیک گیارہ بجے اس کا ایک خاص ماتحت فون پر اس سے بات کرے گا۔ اس کی خیریت معلوم کرے گا۔ شی سپر کے قلعے میں ہتھیار وغیرہ لے کر داخل ہونا ممنوع تھا۔ حتیٰ کہ ریڈیو ٹرانسمیٹر وغیرہ لانے کی بھی اجازت نہیں تھی اس لیے ڈاکٹر نے احتیاطاً اپنے خاص ماتحت سے کہہ دیا تھا کہ گیارہ بجے ان کی خیریت معلوم کر لی جائے۔ اگر فون پر ڈاکٹر کی یا ٹارزر بلبا کی آواز نہ سنائی دے یا اپنے کسی ساتھی کی آواز سنائی دے اور وہ خیریت کی اطلاع دے تو اس پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ سمجھ لیا جائے کہ اس کے آس پاس خطرہ ہے اور انہیں فوری امداد کی ضرورت ہے۔

وہ فون گیارہ بجے رات کو موصول ہونے والا تھا جبکہ اس وقت نو بج رہے تھے۔ ابھی دو گھنٹے باقی تھے اسی لیے ڈاکٹر مایوس ہو گیا تھا سوچ رہا تھا، شاید دو گھنٹے تک اذیتیں برداشت نہ کرسکے۔ جب تک ٹارزر بلبا کو دشمنوں سے نجات ملے گی اور وہ اس کی طرف توجہ دے گا اس وقت تک وہ مر چکا ہوگا۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ہیلو ڈاکٹر! میں ہوں تمہارا اور تمہاری قوم کا دیرینہ دشمن فرہاد۔"

اس نے ایک گہری سانس لی تو زخم سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ زیادہ زور سے سانس لینے پر بھی تکلیف بڑھ جاتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "بتاؤ، موت کیسی لگ رہی ہے؟"

وہ کراہتے ہوئے بولا۔ "بہت ہی اذیت ناک۔ جب اپنے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ تکلیف کیسی ہوتی ہے اور کانٹا کیسے نکالنا چاہیے۔ افسوس کہ موت کا کانٹا میں اپنے جسم سے خود نہیں نکال سکتا۔ تڑپ رہا ہوں اور مر بھی نہیں سکتا۔ فرہاد! دوستی کر لو۔ میں اپنی پچھلی غلطیوں کی معافی چاہتا ہوں۔ توبہ کرتا ہوں۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں انسان ہوں اور دوسرے انسان کو یوں تڑپا تڑپا کر مارنا نہیں چاہتا۔ میرا نقصان پورا کر دو۔ میری سونیا اور میرا پارس مجھے واپس کر دو۔ میں تمہیں اس مصیبت سے نجات دلا دوں گا۔"

"آہ۔ میں انہیں کہاں سے واپس کروں؟"

وہ سر جھکا کر زخم کی جلن اور ٹیسوں کو برداشت کرنے لگا۔ میں نے کہا۔ "تم نے ان کی موت کا سہرا اپنے

باندھا تھا۔ صرف سہرا باندھنے سے کیا ہوتا ہے۔ مکمل دولہا تو میں بناؤں گا۔ یاد رکھو۔ گیارہ بجے جو فون آنے والا ہے۔ اسے میں ریسیو کروں گا اور تمہاری آواز میں جواب دوں گا اور تم جانتے ہو کہ میں آواز کا اور لب و لہجے کا کامیاب نقال ہوں۔"

وہ تڑپ کر بولا۔ "نہیں نہیں ایسا نہ کرو۔ خدا کے لیے ایسا نہ کرو۔ ہمارے بچاؤ کے لیے کوئی تو راستہ رہنے دو۔ ہمیں چاروں طرف سے مجبور اور بے بس نہ کرو۔"

"سونیا طیارے میں قید تھی۔ چاروں طرف سے مجبور اور بے بس تھی نیچے زمین دور تھی، اوپر آسمان تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تم دیکھو کہ تمہارے فرار کے لیے کون سا راستہ ہے۔ کیا تم زمین پر رہتے ہوئے بھی سونیا سے زیادہ بے بس اور مجبور نہیں ہو؟"

اس نے اپنے سر کے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ وحشیانہ انداز میں اپنے بالوں کو نوچتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں مر رہا ہوں۔ یہ اذیتیں برداشت نہیں ہوتیں۔ مجھے مار ڈالو۔ پلیز مجھے مار ڈالو۔"

پھر اس نے ایرونز مائل کو مخاطب کیا۔ "تم کیا تماشہ دیکھ رہے ہو؟ کیا تم مجھے اس اذیت سے بچا نہیں سکتے؟ کم از کم اپنے آدمیوں کو فون تو کر سکتے ہو۔"

ایرونز مائل نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ڈاکٹر! تم شاید بھول گئے کہ شی سپر کے محل میں جتنے بھی ٹیلی فون ہیں، وہ صرف کال وصول کرنے کے لیے ہیں۔ کال کرنے کے لیے نہیں۔ صرف شی سپر کی خواب گاہ میں ڈائلنگ والا فون ہے۔"

وہ تکلیف کی شدت سے جھلاتے ہوئے بولا۔ "تو پھر مجھے مار ڈالو۔"

"ہم تمہیں ماریں گے تو ٹارزر بلبا ہمیں مار ڈالے گا۔"

"تو پھر بلبا کو بلاؤ۔ اسے آواز دو۔ میں اسے مجبور کروں گا کہ وہ مجھے گولی مار دے۔ یہ تم سب کے لیے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ فرہاد نے تمہارے سربراہ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ میں موت کی بھیک مانگ رہا ہوں اور موت نہیں مل رہی ہے۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ شی سپر کی خواب گاہ میں ایک محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ اب تک اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ وہ خواہ مخواہ کارتوس ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ادھر ٹارزر بلبا جانے کیا سوچ رہا ہوگا اور کیسی پلاننگ کر رہا ہوگا، میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

دو گھنٹے بعد ڈاکٹر کو ایک فون موصول ہونے والا تھا، اور دو گھنٹے سے پہلے ہی وہاں دشمنوں کی زندگی یا موت کا فیصلہ ہو جانا تھا۔ میں نے جس محافظ کے دماغ میں جگہ بنائی تھی، اس کی سوچ میں پوچھا۔ "کیا باہر سے پولیس وغیرہ کی امداد حاصل کی جاسکتی ہے؟ ٹیلیفون کے ذریعے رابطہ قائم کیا جائے؟"

محافظ کی سوچ نے کہا۔ "ہاں، ایسا کرنا چاہیے۔ حالانکہ ڈاکٹر سیموئل ڈکسن کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ لیکن شی سپر بھی کسی سے کم نہ تھی۔ اس کی موت پر ان کے خلاف مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔"

مجھے بھلا کسی مقدمے سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ ٹیلی فون وہاں رکھا ہوا تھا جہاں بارودی سرنگ میں دھماکے کرنے کے لیے بٹن لگے ہوئے تھے۔ میں نے اسے آگے بڑھا دیا تاکہ وہ ٹیلیفون کرسکے لیکن جیسے ہی وہ قریب پہنچا، اسے لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا۔ وہ بٹن والے بورڈ پر گر پڑا۔ ایک ساتھ کئی بٹن اس کے جسم کے بوجھ سے دبتے چلے گئے۔

پھر قلعے کے اندر جیسے قیامت آگئی۔ ایک ساتھ کئی دھماکے ہوئے۔ زلزلہ سا آگیا۔ محل کے در و دیوار لرزنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی کتوں کا وحشیانہ شور اٹھا۔ ان کے بھونکنے کی آوازیں تھیں۔ کان گونج رہے تھے اور ان کی بازگشت دماغ کے گنبد میں ناقابلِ برداشت سماعت پیدا کر رہی تھی۔

ایک محافظ نے جلدی سے اپنے ساتھی کو بٹن والے بورڈ سے اٹھایا۔ پھر غصے سے جھنجلا کر بولا۔ "یہ تم نے کیا کیا۔ باہر تو اب موت ہی موت ہے۔"

اب وہ اپنی صفائی میں یہی کہے گا کہ اچانک گر پڑا تھا۔ میں اس کا بیان سننے کے لیے وہاں نہیں رہا۔ دوسرے محافظ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کوریڈور کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "پتہ نہیں لنگوٹیا وہاں موجود ہے یا اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا ہے۔ اس قدر شور ہو رہا ہے۔ دھماکے ہو رہے ہیں۔ کتے بھونک رہے ہیں، یقیناً وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہوگا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے شی سپر کی خواب گاہ سے باہر نکالا۔ پھر دوڑاتے ہوئے کوریڈور کی طرف فائرنگ کراتے ہوئے لے گیا۔ کوریڈور خالی تھا۔ وہاں ٹارزر بلبا نظر نہیں آیا۔ میں نے اسے محل کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑا دیا۔

وہ محل کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا، دوڑتا ہوا محل کے بیرونی دروازے تک آیا۔ کھڑکیوں کے شیشوں کے پار کتے اچھلتے اور دوڑتے نظر آرہے تھے اور کھڑکیوں کے شیشوں پر لپکتے

ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وحشی کتے دروازے پر بار بار ٹکریں مار رہے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔

پھر میں نے اس محافظ کے ذریعے اتنا ہی دیکھا کہ کتوں کا ایک سیلاب لپکتا ہوا، شور مچاتا ہوا محل کے اندر داخل ہوا۔ اس محافظ کے حلق سے آخری چیخ نکلی۔ میں اسے چھوڑ کر دوسرے محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ محل کے دوسرے حصے میں تھا۔ کتوں کا بڑھتا ہوا شور قریب آتا جا رہا تھا۔ اس نے دہشت زدہ ہو کر کہا ”ارے یہ دروازہ کس نے کھول دیا۔ کتے یہاں پہنچ گئے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی اسٹین گن سے فائرنگ شروع ہو گئی۔ تڑ تڑا تڑ کی آوازیں محل کے اندر گونج رہی تھیں۔ کتے مر رہے تھے، گر رہے تھے اور ان کے پیچھے آنے والے آگے بڑھ رہے تھے۔ کارتوس کم تھے اور کتے زیادہ تھے۔ وہ مزید کارتوس اسلحہ خانے سے حاصل کر سکتے تھے لیکن کتے وہاں تک جانے کی مہلت نہیں دے رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فائرنگ ختم ہو گئی اور اسٹین گن کو لاٹھی کی طرح استعمال کرتے ہوئے اُن سے لڑنے لگے مگر ایک دو تو نہیں تھے، بے شمار تھے۔ آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے حملے کر رہے تھے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

ٹارزبلبا اُدھر نہیں آیا تھا۔ میں اسے تلاش کرنے کے لیے بڑے ہال میں ایروز مائل کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں عورتیں چیخ رہی تھیں، مرد بھی خوف سے کانپ رہے تھے۔ وہاں بھی وہی تماشا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں سے کتے نظر آ رہے تھے۔ وہ لپک لپک کر شیشوں سے ٹکرا رہے تھے۔ پچھلے دروازے پر بھی رہ رہ کر ٹکریں مار رہے تھے۔

بلبا وہاں بھی نہیں تھا۔ میں ایروز مائل کے دماغ پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ پچھلے دروازے کی طرف گیا۔ پھر چٹخنی گرانے کے لیے اوپر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت ایک ساتھی نے اسے پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا ”ارے ارے کیا کرتے ہو، کتوں کے لیے دروازہ کھول رہے ہو۔“

اس کے ساتھ ہی دوسرے تمام لوگ ایروز مائل کو دھکیلتے ہوئے پیچھے لے جانے لگے۔ میں دوسرے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جب اس نے بھی چٹخنی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اسے بھی کچھ لوگوں نے پکڑ کر کھینچا۔ اب یہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایک کو پکڑ کر پیچھے دھکیلا جاتا تو دوسرا آگے بڑھ کر دروازہ کھولنا چاہتا تھا۔ آخر وہ کس کس کو روک سکتے تھے۔ وہ سبھی میرے معمول تھے۔ آخر اُن میں سے ایک نے دروازہ کھول دیا۔ وہ جیسے موت کا دروازہ کھلا تھا۔ بڑی نسلوں کے کتے آپس میں لڑتے ہوئے انسانوں پر جھپٹنے کے لیے اندر داخل ہو رہے تھے۔ مرد اور عورتیں ایسے چیخ رہے تھے جیسے ان کی چیخوں سے متاثر ہو کر، ترس کھا کر موت پلٹ جائے گی اور زندگی پلٹ آئے گی۔

میں وہاں سے دماغی طور پر اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر مجھے یاد آیا اور میں پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسلحہ خانے میں اسی طرح کرسی پر رسّیوں سے بندھی ہوئی بیٹھی تھی۔ باہر سے کتوں کا شور سنائی دے رہا تھا اور وہ دہشت زدہ انداز میں آنکھیں پھاڑے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ منہ سے کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ اس لیے کہ منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔

میں نے کہا ”ہیلو، میں فرہاد بول رہا ہوں۔“

وہ گم صُم سی ہو کر اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہریں محسوس کرنے لگی۔ میں نے کہا ”میں ہی ہوں۔ تم سے کبھی دماغی رابطہ قائم نہیں کیا اس لیے تم نہیں سمجھ سکو گی۔“

”میں نے تمہارا ذکر بہت سنا ہے۔ یہاں بھی تمہاری باتیں ہوتی رہی ہیں۔ ٹارزبلبا مجھے یہاں باندھتے وقت یہی کہہ رہا تھا کہ زیادہ سے زیادہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ سکتا ہے۔ جسمانی طور پر میری مدد کو نہیں آ سکتا۔“

”اس نے درست کہا ہے لیکن تم رسّیوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد کرو تو میں تمہاری دماغی قوت کو بڑھا سکتا ہوں۔ میری سوچ کی لہروں سے تمہارا حوصلہ اور تمہاری طاقت میں کچھ اضافہ ہو جائے گا، کوشش کر کے دیکھو۔“

”کیسے کوشش کروں۔ میرے ہاتھ کرسی کے پیچھے لے جا کر باندھے گئے ہیں، میں انہیں کھول نہیں سکتی اور کرسی کے پایوں سے میرے دونوں پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ نیچے کی طرف جھک بھی نہیں سکتی۔“

”تمہارے دائیں طرف دیوار سے لگی ہوئی رائفلیں ہیں۔ ان رائفلوں میں سنگینیں لگی ہوئی ہیں۔ ان سنگینوں سے کام لیا جا سکتا ہے۔“

”میں وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ دیوار سے میرا فاصلہ تقریباً دو گز کا ہے۔“

”میں کوشش کرتا ہوں۔“

یہ کہہ کر میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اب وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے دائیں بائیں پوری قوت سے ہلنے لگی۔ کرسی ادھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔ کبھی دائیں طرف گرنا چاہتی تھی، کبھی بائیں طرف۔ پھر مجھے خیال آیا کہ وہ نازک اندام ہے کرسی جس طرف بھی گرے گی، اسے سخت چوٹیں آئیں گی۔ ہو سکتا ہے، ہاتھ پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔

میں ایسا کرنے سے باز آ گیا۔ سوچنے لگا، کوئی دوسری تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ اسی وقت اسلحہ خانے کے دروازے پر ایک ٹکر سی لگی جیسے کوئی آ کر ٹکرایا ہو۔ اس کے بعد ایک جھٹکے سے دروازہ کھل گیا۔ کوئی لڑکھڑاتا ہوا آ کر اندر گرا۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز آ رہی تھی۔ گرنے والے نے فوراً ہی لڑھکتے ہوئے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہ ایک مسلح محافظ تھا، اب مسلح نہیں تھا۔ اس کی اسٹین گن خالی تھی۔ وہ کسی طرح جان بچاتا ہوا اسلحہ خانے تک پہنچ گیا تھا تاکہ وہاں سے مزید کارتوس حاصل کر سکے۔

وہ زخموں سے چور تھا۔ دروازے سے لگا ہوا کتے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ پرسنل سیکرٹری نے اوں اوں کی آواز نکالی تو وہ یوں چونک گیا جیسے کسی کمزور عورت کی اوں اوں نہ ہو، کسی خونخوار کتے کی غراہٹ ہو، اس کے قریب آ گئی ہو۔ وہ ایک دم سے اچھل کر دروازے کی طرف سے پلٹ گیا۔ حملہ کرنے والے کتے کا مقابلہ کرنے کے لیے ڈٹ گیا لیکن وہاں بے نام سی دہشت تھی۔ سامنے پرسنل سیکرٹری بندھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ آگے بڑھ کر پوچھا ”تم۔ تم یہاں ہو؟ کس نے تمہیں باندھ رکھا ہے؟“

اس نے پھر اوں اوں کی آواز نکالی تو اسے سمجھ آئی کہ اس کی بات کا جواب نہیں مل سکتا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کے منہ سے چپکے ہوئے ٹیپ کو ہٹا دیا، وہ بولی ”مجھے آزاد کرو۔ ٹارزبلبا نے میرا یہ حال کیا ہے۔“

”یہ ٹارزبلبا کون ہے؟“

”وہی لانبا سا پہلوان جو صرف لنگوٹ پہنے رہتا ہے۔“

زخمی محافظ نے کہا ”اوہ، وہ آدمی نہیں کوئی جن معلوم ہوتا ہے۔ کتنے ہی کتوں سے لڑتا ہوا زینے پر چڑھتا چھت پر چلا گیا ہے۔ اس نے اوپر کے دروازے کو بند کر دیا ہے۔ وہ میرے لیے کبھی دروازہ نہ کھولتا۔ مجھے چار کتوں نے گھیر رکھا تھا مگر تقدیر مہربان تھی اس لیے ابھی زندہ سلامت ہوں۔“

اس نے باتوں کے دوران رسّیاں کھول دیں۔ اسے آزاد کر دیا۔ پرسنل سیکرٹری نے پوچھا ”کتے اندر کیسے چلے آئے؟“

”آج تک کوئی ایسا دروازہ نہیں بنا جو موت کو اندر آنے سے روک سکے۔ ہم سب کی موت آئی ہے اسی لیے وہ اندر آ گئے۔“

”ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟“

”یہاں سے نکلنا سب سے بڑی حماقت ہو گی۔ ہم اسی اسلحہ خانے میں سلامت رہیں گے۔ باہر سے کوئی امداد آئے گی تو یہاں سے جا سکیں گے۔“

میں ان کی باتیں سُن رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ ٹارزبلبا تک کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔ اُدھر پرسنل سیکرٹری نے پوچھا۔ ”ہمارے کتنے محافظ یہاں موجود ہیں؟“

”شاید اندر آنے والے گارڈز میں صرف ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔ باقی سب مارے گئے ہیں۔ البتہ چھ گارڈز باہر تھے۔ وہ مختلف سیفٹی ٹاور پر ہوں گے۔ ہم اس بند کمرے میں رہ کر ان سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔“

وہ درست کہہ رہا تھا۔ اس کی اور پرسنل سیکرٹری کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ وہیں چھپے رہتے۔ میں چاہتا تو ان میں سے کسی ایک کو بھگا کر محل کے باہر لے جاتا لیکن میں اسے چھت کی طرف نہیں لے جا سکتا تھا۔ ٹارزبلبا نے نیچے سے آنے والوں کے لیے راستہ بند کر دیا تھا اور باہر جو محافظ زندہ رہ گئے ہوں گے میں ان کے دماغوں میں کسی ذریعے کے بغیر نہیں پہنچ سکتا تھا۔

میں سونیا کے پاس آ گیا۔ وہ اعلیٰ بی بی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہی تھی۔ پیڈرو بھی ان کے ساتھ شریک تھا۔ میں نے پیڈرو کے ذریعے انہیں مخاطب کیا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔ پھر سونیا نے کہا ”میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ کیا ہوا؟“

میں پیڈرو کی زبان سے ان دونوں کو سارے واقعات سنانے لگا۔ پھر موجودہ سچویشن کا ذکر کرتے ہوئے کہا ”یوں تو سب مارے گئے ہیں۔ ہر ایک کے دماغ میں جھانک کر دیکھ چکا ہوں۔ ایک ٹارزبلبا رہ گیا ہے اور وہ چھت پر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہاں تک کیسے پہنچا جائے؟“

سونیا نے کہا ”ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ وہ بچ کر کہاں جائے گا۔ تنظیم کے لوگ اس کی امداد کو آئیں گے تو آنے دو۔ بعد میں اس سے نمٹ لیا جائے گا۔ خواہ مخواہ اپنی رات کی نیند حرام نہ کرو۔ تمہارے ہاں رات کے تین بج رہے ہوں گے اب سو جاؤ۔“

اعلیٰ بی بی نے کہا ”سونے سے پہلے میری بات سُن لو۔ تم نے انہیں زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ اس سے پہلے سونیا نے ان کے آدمیوں کو یکے بعد دیگرے ہلاک کیا ہے۔ اُدھر برما میں بھی یہی ہنگامے ان کے خلاف ہوتے رہے۔

اب وہ بڑے منظم انداز میں تمہارے خلاف اقدامات کریں گے۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

سونیا نے کہا۔"جو لی تھامسن نے دشمنوں سے کہہ دیا ہے کہ مرجانہ اس کے پاس آئی تھی اور اسی نے اسے شی سپر بنایا ہے لہٰذا یہاں کے یہودی مرجانہ اور آنٹی سائرہ بانو کے پیچھے پڑجائیں گے۔ مرجانہ کو محتاط رہنے کے لیے کہہ دو۔ اگر وہ ایک دو دن موجودہ رہائش گاہ سے نہ نکلے تو بہتر ہے۔ ہم موجودہ حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اور دشمنوں کے تیور دیکھنے کے بعد آئندہ پلاننگ کریں گے۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا۔"شاید کل تک جمیلہ اور پارس کو کسی محفوظ جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔ جمیلہ ایک دوست کے ساتھ رہے گی۔ وہ دونوں بظاہر میاں بیوی ہوں گے۔ ہم نے اس بات کا اطمینان کر لیا ہے کہ جمیلہ کی تصویر ہمارے کسی دشمن کے پاس نہیں ہے اور اسے کوئی چہرے سے پہچانتا نہیں ہے اس لیے وہ اپنے اصلی روپ میں پارس کو اپنے پاس رکھے گی۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اچھی پلاننگ ہے۔ جمیلہ اور پارس ہم سے بالکل الگ رہیں تو بہتر ہوگا۔ مجھے تمہارا منصوبہ پسند ہے، ایک ماہ کے لیے سونیا پارس کے پاس جا کر رہے گی۔ دوسرے ماہ تم رہو گی، تیسرے ماہ مرجانہ رہا کرے گی۔ اس طرح باری باری پارس کو تم سب کی قربت حاصل رہے گی اور وہ تم لوگوں سے بہت کچھ سیکھتا پڑھتا اور حاصل کرتا رہے گا۔"

میں ان لوگوں سے رخصت ہو کر مرجانہ کے پاس پہنچا۔ وہ رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنی کوٹھی کی چھت پر ٹہل رہی تھی۔ میں نے اسے سارے حالات بتائے، پھر اس سے کہا۔" تمہیں محتاط رہنے کے لیے سمجھا رہا ہوں سونیا اور اعلیٰ بی بی کا بھی یہی خیال ہے۔ تم کم از کم دو روز تک اپنی رہائش گاہ سے نہیں نکلو گی۔ اس طرح چھت پر ٹہلنا بھی چھوڑ دو۔ دشمن تمہیں دور سے بھی لاکھوں میں پہچان لیں گے۔"

"میں خود کو دو دن کے لیے پابند کر لوں گی، اور کچھ؟"

"اپنی امی کو بھی اس خفیہ رہائش گاہ میں لے آؤ۔ اس کوٹھی کو لاک کر دو۔ دشمن انہیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ وہ بہت جھنجلائے ہوئے ہوں گے۔"

میں اسے سمجھانے کے بعد دماغی طور پر ہوسٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ میری گھڑی میں تین بجنے والے تھے۔ رات کا تیسرا پہر تھا اور میں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس ہوسٹل میں آنے سے پہلے کیشو کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ کیا تھا اور چائے پی تھی اور وہ تو کب کا ہضم ہو چکا تھا۔

میں نے سوچا، باہر نکلا جائے۔ کہیں من پسند کھانا مل جائے تو پیٹ بھرا جائے۔ یوں بھی راتوں کو خیال خوانی کرتے کرتے ساری رات جاگنے کی عادت ہو گئی تھی۔ میں نے پہلے روزی کی خبر لی۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں بھی اس کا ایک ہاتھ بچے پر تھا۔ اس کے دماغ کی تہہ میں یہ بات بسی ہوئی تھی کہ یہ بچہ جو اس کے پاس ہے وہی اس کا اپنا پارس ہے۔

میں نے بھی اسے یہی یقین دلا دیا تھا۔ وہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ کچھ شبہ بھی تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لا کر کہا۔" تم آئندہ کسی شبہے میں مبتلا نہیں رہو گی۔"

اس نے ایک معمولہ کی حیثیت سے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ شبہ نہیں کرے گی اور اسی کو اپنا بیٹا سمجھتی رہے گی۔ میں نے پوچھا۔" اب یہودیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"میری رائے بدل گئی ہے۔ اب میں آنکھیں بند کر کے ان کی حمایت نہیں کر سکتی۔ انہوں نے بے شک میرے لیے بہت کچھ کیا ہے لیکن ایسا لگتا ہے، یہ سب کچھ تمہارے خلاف بھڑکانے کے لیے تھا۔"

"یہ بات ہمیشہ تمہارے دماغ میں نقش رہے گی کہ وہ لوگ تمہیں میرے خلاف بھڑکاتے آرہے ہیں۔"

"میں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

"وہ تمہیں میرے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ تمہاری ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں لیکن تم ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"میں یاد رکھوں گی کہ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل نہیں کر سکوں گی اور یہ بھی یاد رکھوں گی کہ وہ مجھے تمہارے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"اگر میری طرف سے تمہارے دل میں کوئی بے اعتمادی ہو تو بتاؤ؟"

"میں تم پر اعتماد نہ کر کے پچھتا رہی ہوں۔ اس عورت کے دل کو تم کیا سمجھو گے جس کے ہاتھ سے اس کا مرد نکل گیا ہو، وہ اسے دوبارہ پالینے کے لیے کس کرب سے، کس اضطراب سے گزر رہی ہے۔ وہ میں جانتی ہوں یا میرے جیسی عورتیں جانتی ہوں گی۔ فرہاد! ایک بار صرف ایک بار مل جاؤ۔ پھر میں آخری دم تک تمہارے قدموں سے لپٹی رہوں گی۔"

"میں ضرور ملوں گا۔ ذرا صبر کرو اور اب سکون سے سو جاؤ۔ یہ بھول جاؤ کہ تم نے نیند کی حالت میں میری معمولہ بن کر مجھ سے گفتگو کی تھی اور وعدے کیے تھے۔ جو وعدے کیے تھے، وہ تمہارے لاشعور میں نقش رہیں گے۔"

اس نے وعدہ کیا اور گہری نیند سو گئی۔ میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر اس کی خیریت معلوم کی۔ وہ بھی گہری نیند میں تھی۔ آرام سے تھی۔ اسے کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا، وہ ہوٹل کے کمرے کے دروازے کو اندر سے بند کر کے سو رہی ہے۔

میں نے کمرے سے نکل کر دروازے کو بند کر کے تالا لگایا۔ جیب میں کنجی ڈالی، پھر ایک کوریڈور سے گزرتے ہوئے زینے کی طرف جانے لگا۔ میرا کمرہ دوسری منزل پر تھا۔ کوریڈور کے اطراف چار کمرے تھے۔ ان کمروں میں رات جاگ رہی تھی۔ لوگوں کی کھسر پھسر سنائی دے رہی تھی۔ میں سمجھ گیا، جوا کھیلا جا رہا تھا۔ کہیں شراب پی جا رہی تھی۔ کہیں گناہ کا بازار گرم تھا۔

ایک پولیس مین کسی اور راہداری سے ٹہلتا ہوا ادھر آیا۔ اس نے مجھے دیکھا مگر کچھ کہے بغیر آگے نکل گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہاتھ بھر کا ڈنڈا تھا۔ وہ غیر قانونی کام کرنے والوں کی پٹائی کرنے کے لیے تھا اور روکنے کے لیے تھا لیکن یوں لگتا تھا، وہ ڈنڈا قانون کی ایسی کی تیسی کرنے کے لیے ہے اور جو نہ کرے اس کی پٹائی کرنے کے لیے ہے۔

میں زینے کے پاس آیا۔ زینے کے نچلے حصے سے ایک پولیس انسپکٹر آتا دکھائی دیا۔ اس ہوسٹل میں جتنے بلب روشن تھے وہ یا تو کم وولٹ کے تھے یا وہاں وولٹیج کم رہتا تھا، جس کی وجہ سے زرد روشنی پھیلی رہتی تھی۔ انسپکٹر نے زینے پر چڑھتے ہوئے مجھے دیکھا۔ پھر قریب آتے ہوئے بولا۔" کیوں بے ڈکڑ! اتنی رات کو کہاں چلا؟"

"انسپکٹر! اب رات کہاں رہی۔ صبح ہونے والی ہے۔"

انسپکٹر نے اپنی بید کی نوک کو میرے سینے پر ٹھونکتے بجاتے ہوئے کہا۔" دنیا کے ساٹھ فیصد لوگ رات کے تین بجے سے ساڑھے چار بجے تک گہری نیند سوتے ہیں اور دنیا کی تمام پولیس کا یہ متفقہ تجربہ ہے کہ اس ڈیڑھ گھنٹے کے اندر بڑی چوریاں، ڈکیتیاں اور کامیاب قتل کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ تم کس واردات کے لیے جا رہے ہو؟"

میں نے اپنے سینے پر سے بید کی نوک کو ہٹاتے ہوئے کہا۔" دنیا کے دانشوروں کی یہ متفقہ رائے ہے کہ تمام وارداتوں کی ماں ضرورت ہے۔ جہاں ضرورت پوری نہیں ہوتی وہاں واردات کے کیڑے دماغ میں کلبلاتے ہیں۔ بائی دی وے میری ضرورت بہت مختصر سی ہے اور میں دو روٹیاں کھانے کے لیے نیچے جا رہا ہوں۔"

"میں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن کوئی بات ہوئی تو سب سے پہلے تمہارا نام آئے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا۔" آفیسر! کیا تم میری دعوت قبول کرو گے۔ یہاں تو دیسی ملتی ہے۔ میں تمہیں بہت بڑے اور بہت مہنگے ہوٹل میں کھانا بھی کھلاؤں گا اور ولایتی بھی پلاؤں گا۔"

"یہاں میری آؤ بھگت کے لیے بدھاوا کافی ہے۔ میں تمہارے جیسے للو پنجو کی دعوت قبول نہیں کرتا۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر بے بسی سے کہا۔" پھر تو میں نیچے نہیں جاؤں گا۔ اپنے کمرے میں جا کر بھوکا سو جاؤں گا۔ کسی کیس میں پھنسنے سے بہتر ہے کہ آدمی صبح تک بھوکا رہ جائے۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میں آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلنے لگا۔ ادھر سے آنے والے ایک سپاہی نے فوراً ہی الرٹ ہو کر سیلوٹ کیا۔ پھر دروازے پر ڈنڈا بجاتے ہوئے بولا۔" بدھاوا! سرکار آئے ہیں۔"

انسپکٹر شاہانہ انداز میں چلتا ہوا دروازے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا۔ وہاں فرش پر کچھ لوگ جگہ جگہ ٹولی بناتے بیٹھے تھے اور جوا کھیلنے میں مصروف تھے۔ سرکار کا نام سنتے ہی سب کے ہاتھ رک گئے، سب ہی سہم کر کھڑے ہو گئے۔ بدھاوا نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔" حضور نے آنے کا کشٹ کیا۔ حکم دیتے بدھاوا حاضر ہو جاتا۔"

انسپکٹر نے ذرا رعب جماتے ہوئے کہا۔" تم نے کہا تھا آدھی رات کے بعد یہ دھندا نہیں چلے گا۔ ابھی ٹائم بتاؤ؟"

"سر! آج دیر ہو گئی۔ کھیل ذرا لمبا ہو گیا۔"

"قانون کے ہاتھ بھی لمبے ہوتے ہیں۔"

بدھاوا نے دروازے کے باہر آ کر بتیسی نکال کر ہنستے ہوئے کہا۔" ہی ہی... ہی ہی... حضور مائی باپ ہیں۔ ہم آپ کو جو دکشنا دیتے ہیں آج اس سے کچھ زیادہ لے لیجیے۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالے پھر انہیں گن کر انسپکٹر کی طرف بڑھایا۔ انسپکٹر نے اس کے

دوسرے ہاتھ میں باقی نوٹوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ سب لاؤ۔"

اس نے پھر کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ "سب حجور کا ہے۔ جو چاہیں لے لیں۔ ہم تو آپ کے دم کدم سے ہیں۔"

اسی وقت فلیش لائٹ بجلی کی طرح چمک کر بجھ گئی۔ بدھاوا اور انسپکٹر نے ایک دم سے چونک کر دیکھا۔ ان کے پاس ہی ایک شخص کمبل اوڑھے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کیمرہ تھا۔ انسپکٹر نے گرج کر پوچھا۔ "کون ہے بے؟ یہ کیا کر رہا ہے؟"

اس شخص نے کمبل کو اپنے سر پر سے ہٹا کر ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "جاسوس ہوں۔ ثبوت فراہم کر رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک کارڈ نکالا اور انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ انسپکٹر نے اسے لے کر پڑھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔ "کیپٹن مورو شان۔ انویسٹی گیشن بیورو آف برما۔"

انسپکٹر کے ہاتھ سے وہ کارڈ چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر پوچھا۔ "آپ؟"

وہ آگے کچھ نہ پوچھ سکا۔ کیپٹن مورو شان نے کہا۔ "میں یہاں رات گیارہ بجے سے اس سادہ لباس میں گھوم رہا ہوں۔ ایک ایک کمرے میں جا کر ایک اناڑی گاہک کی طرح پوچھ گچھ کر رہا ہوں۔ یہاں بھی ذرا جوا کھیلنے بیٹھ گیا۔ مجھے یقین تھا تم اپنا بھتہ لینے ضرور آؤ گے۔"

انسپکٹر نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "کیپٹن! آپ ٹھہرے جاسوس، بھلا آپ کا اندازہ غلط ہو سکتا ہے؟ آیئے، ہم کہیں چل کر بیٹھیں۔"

"میں بیٹھنے نہیں، کام کرنے آیا ہوں۔"

بدھاوا نے کہا۔ "حجور! ہم کام ہی کی باتیں کریں گے۔ آپ کے فائدے کی بات کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ میں تم جیسے لوگوں کو منہ نہیں لگاتا۔"

بدھاوا نے ذرا غصے سے اسے دیکھا۔ پھر انسپکٹر پر معنی خیز نظر ڈالی۔ اس کے بعد کہا۔ "آپ دونوں سرکاری افسر ہیں۔ ہمارے مائی باپ ہیں۔ اس لیے نو گالا گالی، نو فائٹا فاٹی، کپتان صاب! ہمار نام بدھاوا ہے۔ ہم جھکنا جانت ہیں، لڑنا نہیں۔ کا پھائدہ ہے بات بڑھانے سے۔ اپنا مال بناؤ، اور چلے جاؤ۔ تمہارے سر پیھر بن جانے سے یہ جوا اتنی بڑی دنیا میں چوری، ڈکیتی، جوا، سراب اور پاپی دھندے ہوتے ہیں، بند تو نہیں ہو جائیں گے۔"

"بیماریاں ختم نہیں ہوتیں لیکن علاج کیا جائے تو کم ہو جاتی ہیں۔ میں سب سے پہلے تم دونوں کا علاج کروں گا۔ سیدھی طرح چلتے ہو یا ریوالور نکالوں؟"

اچانک ہی بدھاوا نے ایک کھٹکے کی آواز کے ساتھ چاقو نکال لیا۔ بلب کی زرد روشنی میں وہ چاقو کا پھل چمک رہا تھا۔ اس کی نوک کیپٹن مورو شان کی طرف تھی۔ ان سے ابھی تقریباً چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ مورو شان نے فوراً ہی کیمرے کو اپنی آنکھ سے لگا لیا۔ میں بدھاوا کے دماغ پر قابض ہو گیا، وہ اسی انداز میں چاقو دکھاتے ہوئے کھڑا رہ گیا۔ ادھر انسپکٹر نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "کیپٹن! تصویر نہ اتارو۔ کیمرہ ہمیں دے دو۔"

اسی وقت فلیش لائٹ چمکی پھر بجھ گئی۔ انسپکٹر نے اچانک ہی آگے بڑھ کر کیمرے کو ایک ٹھوکر ماری۔ کیمرہ کیپٹن کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا پھر وہ ایک طرف گرنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے کیچ کر لیا۔

ایسے وقت میں بدھاوا کے دماغ پر قابض نہیں رہ سکتا تھا۔ ادھر اس کا ذہن آزاد ہوا تو پہلے وہ چونکا کہ اب تک چاقو لیے بُت کی طرح کیوں کھڑا تھا۔ پھر اس نے کیپٹن پر حملہ کیا۔ کیپٹن مورو شان ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کا چاقو سیدھا لکڑی کے دروازے میں جا کر پیوست ہو گیا۔ لکڑی سے چاقو نکالنے میں ذرا دقت پیش آتی ہے۔ اتنی سی دیر میں کیپٹن نے بدھاوا کے پیٹ میں ایک لات ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے جھکا۔ پھر دوسری لات اس کے منہ پر پڑی۔ وہ چاقو چھوڑ کر سیدھا ہوا اور دوسرے پیٹ سے ٹکرا گیا۔ انسپکٹر نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہالٹ۔"

کیپٹن جہاں تھا وہیں رک گیا۔ پھر اس نے حیرانی سے انسپکٹر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں قانون کے محافظ ہیں اس لیے اب تک میں نے تمہارے خلاف ریوالور نہیں نکالا تھا۔ تم ریوالور رکھ لو۔"

"تم میری بات مان لو۔ دیکھو کیپٹن! میں تمہارا کام آسان کر سکتا ہوں۔ تمہیں یہاں سے رقم بھی مل جائے گی اور تم اچھا خاصا کیس بنا کر اپنی ترقی کے راستے ہموار کر لو گے۔"

کیپٹن نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

"ہم چرس اور افیون کی کچھ مقدار اپنے کسی آدمی کے ہاتھ یہاں سے بھیجیں گے۔ تم انہیں پکڑ لینا۔ محکمے میں تمہارا نام ہو گا، ترقی ہو گی۔ اخبارات میں تمہاری تصویریں شائع ہوں گی تمام ملکوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ پولیس والے کبھی منشیات کا کاروبار کرنے والے سرغنہ کو نہیں پکڑتے۔ ان کے معمولی آلۂ کاروں کو پکڑ کر اخبارات میں اپنا نام کرتے ہیں اور ترقی حاصل کرتے ہیں اور مال بھی بناتے ہیں۔"

"نہ مجھے دولت کا لالچ ہے نہ بے جا ترقی کا۔ میں اپنا فرض ادا کرنا جانتا ہوں۔ آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں ریوالور رکھ لو، اور تم کون ہو؟"

کیپٹن مورو شان نے میری طرف دیکھتے ہوئے اور ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کیمرہ مجھے دے دو۔"

میں نے کیمرے کو تھپکتے ہوئے کہا۔ "کیپٹن! یہ آپ کی امانت میرے پاس ہے پہلے آپ ان لوگوں سے نمٹ لیں۔"

انسپکٹر نے میری طرف ریوالور تان کر کہا۔ "بکواس مت کرو، کیمرہ مجھے دے دو۔"

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے بڑی مضبوطی سے ریوالور کے دستے کو تھام رکھا تھا۔ اسے ٹھوکر ماری جاتی تو ریوالور ہاتھ سے نہ نکلتا۔ میں نے چشم زدن میں اس کے دماغ کو ذرا سا کمزور کیا اور ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور چلا گیا، ایک جگہ راہداری میں جا کر گرا۔ بدھاوا اور اس کے بہت سے ساتھی ریوالور کی طرف لپکے۔ اُدھر جھک کر ہاتھ بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ریوالور کو اٹھاتے، ٹھائیں سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ سب سہم کر مختلف سمت لڑھک گئے۔ ریوالور وہیں راہداری کے فرش پر پڑا رہ گیا۔ کیپٹن مورو شان ریوالور دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اگر کسی نے اس ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں اسے گولی مار دوں گا۔"

اس نے محتاط انداز میں آگے بڑھ کر ریوالور کو فرش پر سے اٹھا لیا، پھر مجھ سے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"وکٹر۔ وکٹر ہینگ۔"

"کیمرہ مجھے دے دو۔"

میں نے آگے بڑھ کر کیمرہ اس کے حوالے کر دیا پھر اس نے ایک شخص سے کہا۔ "جاؤ فوراً رسیاں لے کر آؤ۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ رسیاں آئیں تو کیپٹن نے مجھ سے کہا۔ "میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔ ان کے ہاتھوں کو پشت پر مضبوطی سے باندھتے جاؤ۔"

میں نے پہلے انسپکٹر کے ہاتھوں کو اس کی پشت پر مضبوطی سے باندھا۔ وہ غرا کر کہہ رہا تھا۔ "تم پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر کر رہے ہو۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تم مجھے دھمکی دے رہے تھے کہ باہر جاؤں گا تو کسی واردات میں میرا نام پہلے آئے گا۔ اسے تقدیر کی ٹھوکر کہتے ہیں۔ تم خود ہی واردات میں ملوث ہو گئے۔"

میں نے بدھاوا کے ہاتھوں کو پشت پر مضبوطی سے باندھنا شروع کیا۔ اس نے غصے سے کہا۔ "وکٹر! تمہار کمرہ کو تمہار تابوت نہ بنا دیا تو ہمار نام بدھاوا نہیں۔ تم رسی سے باندھو، ہم چھانت سے چھوٹنا جانت ہے۔"

میں مسکرانے لگا۔ جاہل دشمن کے جواب میں صرف مسکرا دو تو وہ مسکراہٹ جلتی پر تیل کا کام کرتی ہے۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ میں بھی کیپٹن مورو شان کی حمایت کر کے پھنس گیا تھا۔ مجھے اس کے ساتھ اس کے دفتر جانا پڑا۔ قانونی کارروائی مکمل ہونے تک رہنا پڑا۔ صبح کے آٹھ بج گئے۔ رات کا کھانا تو گیا ناشتے کا وقت بھی جا رہا تھا۔

اس دوران میں نے شی پُر کی پرسنل سیکرٹری کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ مسلح گارڈ کے ساتھ اسی اسلحہ خانے میں بند تھی۔ باہر نکلنے کی ہمت نہیں تھی۔ پتہ نہیں کتے کہاں کہاں انسانوں کی بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ ٹارٹر بلبا اس وقت بھی چھت پر ہو گا۔ اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔

کیپٹن مورو شان کی کارروائی کے دوران موقع پا کر میں نے پہلی بار ٹارٹر بلبا کے دماغ میں اچانک ہی جھانکا۔ اسے خبر نہیں تھی۔ آرام سے سانس لے رہا تھا۔ جب مجھے محسوس کیا تو فوراً ہی سانس روک لی۔ میں اتنی دیر میں صرف یہی دیکھ سکا کہ اس کے چاروں طرف تاریکی تھی اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ اب تک اس محل کی چھت پر تھا اور اسے فرار ہونے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ صبح کا انتظار کر رہا ہو گا۔ یقیناً یہودی تنظیم کے دوسرے افراد ان سے غافل نہیں ہوں گے۔ ان کی اتنی طویل خاموشی سے تشویش میں مبتلا ہو گئے ہوں گے اور ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔

کیپٹن نے مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر وکٹر! اب تم اپنا بیان دو اور میری رہنمائی کرو۔ ان کے اڈے کہاں ہیں اور منشیات کا ذخیرہ کہاں چھپا کر رکھا جاتا ہے؟"

میں نے ذرا سوچنے کے انداز میں سر کو جھکایا اور بدھاوا کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ کو پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "وکٹر کا باپ بھی نہیں جانتا ہے کہ۔۔۔!"

اور وہ سوچتا چلا گیا۔ میں نے مسکرا کر کیپٹن مورو شان سے کہا۔ "کچھ عرصہ پہلے بدھاوا مجھے اپنے گینگ میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ ان دنوں میری آمدنی نہیں تھی اور میں کسی اچھے روزگار کی تلاش میں تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ

لوگ چھوٹے چھوٹے گینگ بنا کر برما کے مختلف شہروں علاقوں اور دوسرے چھوٹے قصبوں میں منشیات کا دھندا کرتے ہیں، لیکن افیون، چرس اور ہیروئن جیسے آئٹم انہیں گولڈن ریکٹ کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔"

کیپٹن موروشان نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "میں نے گولڈن ریکٹ کا بہت نام سنا ہے۔ میری معلومات کے مطابق مشرقی ایشیا کے تمام ملکوں میں گولڈن ریکٹ کے افراد اور اعلیٰ عہدے دار موجود ہیں۔ ان کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے، یہ ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ ہمارے پرانے تجربہ کار افسران بھی یہاں گولڈن ریکٹ کے ایک عہدے دار کو گرفتار نہ کرسکے لیکن میں بدھاوا کے ذریعے وہاں کے کسی خاص آدمی تک ضرور پہنچوں گا۔"

میں نے کہا۔ "بدھاوا ابھی نہیں پہنچائے گا۔ ہاں اس نے مجھے کہا تھا کہ گولڈن ریکٹ کے لوکل سپلائنگ منیجر کا نام جنتا گنی ہے۔"

بدھاوا جو فرش پر اکڑوں بیٹھا ہوا تھا، اچھل کر کھڑا ہوگیا، چیخ کر بولا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ میں نے تمہیں کبھی نہیں بتایا تھا۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ جنتا گنی بظاہر برمیز ٹوبیکو کمپنی کے مالک ہیں لیکن درپردہ گولڈن ریکٹ کے لوکل سپلائنگ منیجر ہیں؟"

بدھاوا حیرانی سے آنکھیں پھاڑے، منہ کھولے مجھے تک رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "میرا باپ دوسرا جنم لے کر آئے تو بھی میں اس کو بتانے والا نہیں ہوں۔ پھر یہ کمبخت کیسے جانتا ہے۔ اس کی جانکاری ہمارے لیے مصیبت ہوگئی ہے۔ جب جنتا گنی صاحب کا کوئی آدمی جمانت پر ہم کا چھڑانے آئے گا تو۔۔۔"

میں نے اس کی پوری سوچ نہیں پڑھی۔ کیپٹن سے کہا۔ "یہ بدھاوا ایک دن مجھے یہ بھی کہہ رہا تھا کہ اگر یہ یا اس کے خاص آدمی گرفتار ہوجاتے ہیں تو جنتا گنی کا کوئی آدمی ضمانت پر انہیں چھڑا کرلے جاتا ہے۔"

بدھاوا نے شدید حیرانی سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہئے دکٹر! تے کیا جادو جانت ہے۔ جو ہم سوچت ہیں وہی تے بولت ہے؟"

کیپٹن نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر بدھاوا سے پوچھا۔ "کیا تم نے یہ سب کچھ وکٹر کو نہیں بتایا تھا؟"

"ماں قسم، بتانے والے کے منہ ما چھالے پڑی ہیں۔ ہمار پیٹ عورت جیسا ہلکا نائیں ہے کہ ایں کے سامنے بھید کھولتے پھریں۔"

کیپٹن نے پوچھا۔ "یہ بھید اتنا بڑا ہے کہ تم ہر ایک کے سامنے نہیں کھول سکتے؟"

"اور نہیں تو کا؟"

پھر بدھاوا ایک دم سے چونک کر بولا۔ "ارے ہم کا بولت رہے تھے، کا بول گئے ہیں۔ نئیں نئیں کونوں بھید نا ہی ہے۔"

کیپٹن نے اسے ڈانٹ کر چپ کرا دیا۔ پھر مجھ سے کہا۔ "وکٹر! وہ جنتا گنی بڑے وسیع ذرائع کا مالک ہے، اسے بے نقاب کرنا آسان نہیں ہوگا۔ تم اس سلسلے میں میری کیا مدد کرسکتے ہو؟"

میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "میں تمام رات جاگتا رہا اور بھوکا رہا۔ ابھی تک ناشتے کے لیے ترس رہا ہوں۔ بھوک بھی لگ رہی ہے۔ نیند بھی آرہی ہے۔"

کیپٹن نے میرے لیے ناشتہ منگوایا پھر کہا۔ "میں اپنے طور پر قانونی کارروائیاں کرنے جا رہا ہوں۔ تم نیند پوری کرنے کے بعد میرے ساتھ رہوگے۔ تم بہت کام کے آدمی ہو۔"

"اب اس ہوسٹل میں جاکر نیند پوری کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی بھی نیند کی حالت میں مجھے ختم کردے گا۔"

"میں تمہارے دروازے کے سامنے ایک سپاہی کی ڈیوٹی لگا دوں گا۔"

"میں کسی سپاہی پر بھروسہ نہیں کرسکتا۔ یہاں سے جا رہا ہوں اور جس ہوٹل کے کمرے میں بھی جاکر ٹھہروں گا آپکو فون کے ذریعے اطلاع دے دوں گا۔ یہ بات آپ کے سوا کوئی نہیں جانے گا کہ میں کہاں نیند پوری کر رہا ہوں۔"

"تم جس ہوٹل میں بھی جاؤ گے وہاں میرے آدمی تمہاری نگرانی کریں گے۔ چلو، میں تمہیں وہاں تک پہنچا دوں گا۔"

ناشتہ کرنے کے بعد میں اس کے ساتھ ایک جیپ میں بیٹھ کر روانہ ہوا۔ اس سے پہلے میں نے کیشو سے کہہ دیا کہ وہ گاڑی لے کر آئے اور ہوٹل رونا کے سامنے انتظار کرے۔ پھر میں نے منجالی سے کہا۔ "اپنا بیگ اٹھاؤ اور ہوٹل کے سامنے چلی آؤ۔ ہم پھر خفیہ رہائش گاہ میں جائیں گے۔ کافی تفریح ہوچکی ہے۔"

منجالی نے کہا۔ "سیکریٹ ایجنٹ ٹون بیکر کے دو آدمی میری نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

"فکر نہ کرو۔ ان سے ایک بار مخاطب ہونا، پھر میں ان سے سمجھ لوں گا۔"

میں نے کیپٹن موروشان کے ساتھ روانہ ہوتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل رونا میں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ میں اسی کے کمرے میں نیند پوری کرلوں گا۔ اس طرح میری رقم خرچ نہیں ہوگی۔"

اس نے تائید کی اور ہوٹل رونا کی طرف چلنے لگا۔ اس کے خیالات بدھاوا کے ایک فقرے کی طرف بھٹک رہے تھے۔ اس نے کہا تھا۔ "جو ہم سوچت ہیں وہی تے بولت ہے۔"

اس بات نے کیپٹن موروشان کو فرہاد علی تیمور کی یاد دلائی تھی۔ اس کے دماغ میں یہ بات گونج رہی تھی، سوچ پڑھنے والا فرہاد ہے۔ کیسی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ پورے برما کے سیکیورٹی آفیسرز اور تمام عملہ دن رات چوکنا رہتا ہے۔ اسے تلاش کیا جا رہا ہے مگر وہ نہیں ملتا۔ اس سے دوسرے مجرموں کا بھلا ہوگیا ہے۔ اب وہ فرہاد کے نام سے جرائم کر رہے ہیں۔

میں یہ بات سن کر چونک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کل شام کو ایک قتل ہوگیا۔ لاش کے پاس ایک کاغذ پڑا ہوا تھا اس پر مقتول کی تحریر تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ "یہ فرہاد کا شکار ہے۔"

یہ میرے لیے چونکا دینے والی اطلاع تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بدمعاش میرے کاندھے پر بندوق رکھ کر چلائیں گے۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "تفتیش کے بعد پتہ چلا کہ مرنے والا یہودی نہیں تھا اور فرہاد کی دشمنی یہاں صرف یہودیوں سے ہے۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ جرم کسی اور نے کیا ہے، الزام فرہاد کے سر تھوپ رہا ہے۔"

میں ونڈ اسکرین کے پار دیکھ رہا تھا اور اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "منشیات والے بھی اسمگلنگ کے دوران یہی تاثر دیتے ہیں۔ ان کے تعاقب میں جانے والے افسران بھی یہی تاثر دیتے ہیں کہ اسمگلروں سے فرہاد کا گہرا رابطہ ہے۔ ہم تعاقب کرتے ہیں مگر وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہمارے تمام اقدامات کو ناکام بنا دیتا ہے۔"

میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کام چور، نکمے لوگ یا ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے والے میری ٹیلی پیتھی کو اپنی مدافعت کے لیے استعمال کرسکتے ہیں اور سارا الزام میرے سر تھوپ سکتے ہیں۔ میں نے منجالی سے کہا۔ "اب ہوٹل سے نکل آؤ، میں پہنچنے والا ہوں۔"

وہ تیار بیٹھی تھی۔ بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی۔ باہر کوریڈور میں ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ جب وہ زینے سے نیچے آئی تو ایک شخص نظر آگیا۔ اس نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر پوچھا۔ "ہیلو، وہ مسٹر بیکر کہاں ہیں؟"

پہلے تو وہ ہچکچایا، پھر اس نے کہا۔ "میں۔۔۔ میں کسی بیکر کو نہیں جانتا۔"

"سوری، میں سمجھی تم بیکر کے آدمی ہو۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے ہوٹل سے نکلی۔ ہوٹل کے بڑے سے احاطے کے باہر کیشو اپنی گاڑی میں تھا۔ نگرانی کرنے والا اس کے تعاقب میں جانا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھنے لگا، میں نے ایک بیرے سے اسے ٹکرا دیا۔ وہ قیمتی برتن میں کھانا لے کر جا رہا تھا، سارا کا سارا گر گیا۔ کانچ کے برتن زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ کر ادھر سے اُدھر بکھر گئے۔ وہ بیرے سے کترا کر نکل جانا چاہتا تھا کہ اس نے پکڑ لیا کہا۔ "مسٹر! ویٹ اے منٹ۔ پہلے منیجر کے پاس چلو۔"

اس وقت تک میں کیپٹن کے ہمراہ ہوٹل کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے اس کے دماغ پر قابض ہوکر اس کی جیپ کو سڑک کے کنارے کیشو کی کار سے تھوڑا آگے روکا۔ پھر وہاں سے اتر گیا۔ کیپٹن موروشان چپ چاپ آنکھیں بند کیے سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض رہا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کیشو کی کار کے پاس آیا۔ منجالی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں اس میں بیٹھ گیا۔ کار آگے بڑھی پھر تیز رفتاری سے اپنی منزل کی طرف جانے لگی۔ ہوٹل سے کافی دور ہونے کے بعد میں نے کیپٹن موروشان کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

یہ شدید حیران کردینے والی بلکہ بدحواس کردینے والی بات تھی کہ آدمی زندہ ہو، سانس چلتی ہو لیکن دماغ کام نہ کرتا ہو اور جب دماغ اچانک ہی کام کرنے لگے تو محسوس ہو کہ بندہ دماغی طور پر اب تک غیر حاضر رہا تھا۔ اس کیپٹن کے ساتھ بھی یہی بات ہوئی۔ اس نے بوکھلا کر پہلے تو ونڈ اسکرین کے پار دیکھا۔ پھر آس پاس دیکھا۔ میری جگہ خالی تھی۔ اس نے فوراً ہی گاڑی سے اتر کر دور دور تک نظریں دوڑائیں، میں کہیں نظر نہیں آیا۔

میں نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے پکارا۔ "ہیلو کیپٹن موروشان!"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ دماغ کے گنبد میں میری سوچ کی لہریں گونج رہی تھیں۔ "میں

فرہاد بول رہا ہوں۔ وہی فرہاد جس کے متعلق تم ابھی سوچ رہے تھے۔"

اسے یقین نہیں آرہا تھا، میں نے کہا۔" گاڑی میں بیٹھ جاؤ اور سوچو، جس ڈاکٹر کو تم اپنی نگرانی میں لاتے تھے وہ تمہاری موجودگی میں اور تمہارے ہوش و حواس میں رہنے کے باوجود کہاں غائب ہو گیا؟"

وہ سوچنے لگا۔" ہاں، میں ڈرائیو کر رہا تھا پھر مجھے خبر نہ ہوئی۔ کچھ پتہ نہ چلا کہ میں نے گاڑی یہاں کیسے روک دی۔ جب ہوش آیا تو ڈاکٹر غائب تھا۔"

"وہ فرہاد تھا۔"

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر ادھر ادھر دیکھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے آس پاس بول رہا ہو، میں نے کہا۔" یوں تنہا بیٹھے کبھی سر اٹھاؤ گے، کبھی دائیں بائیں گھومتے رہو گے تو سڑک سے گزرنے والے تمہیں پاگل سمجھیں گے۔ چپ چاپ بیٹھ کر سوچو۔"

وہ سوچنے لگا۔" ڈاکٹر مجھے غافل سمجھ کر بھاگ گیا ہے، لیکن میں غافل کیسے ہو گیا؟ پھر یہ کہ ڈاکٹر میرا ساتھ دے رہا تھا، پھر ساتھ کیسے چھوڑ گیا؟"

میں نے کہا۔" اب دیکھو کہ تمہاری گاڑی کہاں کھڑی ہوئی ہے۔ یہ گاڑی اب دوسری سڑک کے فٹ پاتھ کے پاس کھڑی ہوئی نظر آئے گی۔ اسے تم لے جاؤ گے اور تمہیں خبر نہیں ہو گی۔"

دوسرے ہی لمحے وہ دماغی طور پر غائب ہو گیا۔ میں نے اس کی گاڑی کو اسٹارٹ کیا، ڈرائیو کیا، اسے دوسری سڑک پر لے جا کر ایک فٹ پاتھ کے کنارے روک دیا۔ پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔

جب اس نے چشم زدن میں اپنے آپ کو دوسری سڑک پر پایا تو اس کی اوپر کی سانس اوپر ہی رہ گئی۔ یہ سب کچھ خواب جیسا تھا لیکن یہ ناقابل انکار حقیقت بھی تھی۔ اس نے تسلیم کرتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔" مسٹر فرہاد علی تیمور! میں ایک طرح سے خوش نصیب ہوں کہ آپ سے گفتگو کر رہا ہوں اور ایک طرح سے بدنصیب کہ آپ میرے ساتھ رہے اور میں آپ کو پہچان نہ سکا۔ افسوس، آپ سے مصافحہ تک نہ کر سکا۔"

"میں مجبور ہوں۔ اپنے اصلی روپ میں کسی سے مل نہیں سکتا۔ میرے بے شمار دشمن ہیں۔ بہروپ میں تھا تو تم نے مجھ پر پہرے بٹھا دیے۔ خود اپنی نگرانی میں ہوٹل پہنچانا چاہتے تھے اور میں پابندیاں برداشت نہیں کرتا۔"

"دیکھیے فرہاد صاحب! میں آپ سے بے خبر تھا۔ اگر آپ کی حقیقت معلوم ہوتی تو۔۔۔"

"تو تمہاری دانستگی یا نادانستگی میں دوسروں کو بھی میری حقیقت معلوم ہو جاتی۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ بہرحال تمہاری فرض شناسی اور ایمانداری نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، نیند پوری کرنے کے بعد شام تک تم سے دماغی رابطہ قائم کروں گا اور منشیات کے اسمگلروں تک بلکہ گولڈن ریکیٹ کے سرغنہ تک تمہاری رہنمائی کروں گا۔"

اس نے خوش ہو کر کہا۔" تھینک یو فرہاد صاحب! میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں، کم ہے۔"

"شکریہ ادا کرنے کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ کسی سے میرا ذکر نہ کرو اور یہ بھی کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ آپ کے مشوروں پر عمل کروں گا۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر مسکرا کر منجالی کی طرف دیکھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ مسکرائی۔ میں نے پوچھا۔" اپنی رپورٹ سناؤ۔ ہوٹل میں کیسے گزری؟"

"خیریت سے گزری۔ میں نے کئی بار اس سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیجر سے ملنا چاہا لیکن وہ کمرے میں نہیں تھا پتہ نہیں کہاں مصروف رہتا ہے۔"

"ٹھہرو، میں ذرا معلوم کروں۔"

سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیجر اپنے اسی خاص کمرے میں تھا جہاں ایک بڑی سی الماری میں مختلف دوائیں رکھی ہوئی تھیں۔ پچھلے دن اس نے اپنے ایک آدمی کا دماغی توازن بگاڑنے کے لیے ایک دوا استعمال کی تھی لیکن اس بے چارے کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ جو سرنج استعمال کر رہا ہے وہ منجالی کے زہر سے آلودہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا تھا کہ جس کا دماغی توازن بگاڑنا چاہتا تھا، اس کا دماغ ہمیشہ کے لیے مردہ ہو گیا تھا۔

ٹون بیجر نے اس دوا کو کسی لیبارٹری میں تجزیے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی رپورٹ آچکی تھی۔ رپورٹ یہی تھی کہ اس دوا میں زہر ملایا گیا ہے۔ ٹون بیجر کے خاص کمرے میں اس کا خاص ماتحت بھی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی موجودگی میں وہ آتا تھا اور اپنا کام کر کے چلا جاتا تھا۔ پھر اس دوا میں زہر کس نے گھول دیا تھا؟

یہ ایسا سوال تھا جس کا جواب وہ کبھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے پریشان تھا۔ وہ رہ رہ کر اس کا دماغ منجالی کی طرف جاتا تھا۔ اس نے اس کی نگرانی کے لیے سختی سے حکم دیا تھا۔ رات بھر میں دو بار رپورٹ ملی تھی کہ منجالی اس کے کمرے کی طرف گئی تھی اور اس کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ پہلے تو شبہ ہوا وہ کیوں اسے ڈھونڈ رہی ہے۔ پھر اس کے ایک آدمی نے بتایا کہ وہ ٹون بیجر کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ اس لڑکی کو اپنے بیگ میں کچھ رقم ملی ہے اور اس کا خیال ہے کہ ٹون بیجر نے از راہ ہمدردی وہ رقم چپ چاپ اس کے بیگ میں چھوڑ دی ہے۔

یہ رپورٹ ملنے کے بعد وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ یہ فطری سی بات تھی کہ وہ شکریہ ادا کرنے کے لیے ٹون بیجر کو تلاش کر رہی تھی۔ ادھر سے اطمینان ہو گیا تھا لیکن یہ سوال بدستور پریشان کر رہا تھا کہ دوا میں زہر کس نے ملایا ہے؟

وہ اپنے چار خاص ماتحتوں پر اندھا اعتماد کرتا تھا۔ انہیں بارہا کڑی آزمائشوں سے گزار چکا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے ماتحتوں میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔ سوچنے کے لیے یہی رہ گیا تھا کہ اس دوا میں زہر ملانے کے لیے کوئی غیر معمولی طریقہ استعمال کیا گیا ہے اور وہ غیر معمولی طریقہ ٹیلی پیتھی ہی ہو سکتی ہے۔ پھر یہی سوال پیدا ہوتا تھا، کیا فرہاد ان میں سے کسی کے دماغ تک پہنچ گیا ہے؟ کیا کسی کو وہ آلۂ کار بنا رہا ہے؟ چپکے چپکے ان کے درمیان زہر پھیلا رہا ہے؟

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ٹون بیجر نے فون کی طرف دیکھا لیکن اسے ہاتھ نہیں لگایا۔ دوسرے کمرے میں اس کے ماتحت پہلے فون کا ریسیور اٹھاتے تھے، اس کے بعد یہ ریسیور اٹھاتا تھا۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ دوسری طرف سے ریسیور اٹھانے کا سگنل دیا گیا تب اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ فون پر اس ماتحت کی آواز سنائی دے رہی تھی جسے ہوٹل میں منجالی کی نگرانی کے لیے رکھا گیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا۔" وہ ہوٹل سے چلی گئی ہے۔ میں اس کے تعاقب میں جانا چاہتا تھا لیکن اچانک ہی ایک ویٹر سے ٹکرا گیا۔"

پھر وہ بتانے لگا کہ ہوٹل کا کتنا نقصان ہوا ہے جب تک وہ نقصان بھرا نہ جاتا، اسے جانے کی اجازت نہ دی جاتی۔ اتنی دیر میں منجالی کہیں جا چکی تھی۔ ٹون بیجر کے خاص ماتحت نے گرج کر پوچھا۔" تم اس سے کیسے ٹکرا گئے تھے؟ کیا اندھے ہو گئے تھے؟"

"میں خود نہیں سمجھ سکا، مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں نے صاف طور سے اس ویٹر کو آتے ہوئے دیکھا لیکن قریب پہنچتے ہی اچانک ڈگمگا گیا۔ پتہ نہیں کیسے ایک ساعت کے لیے بے قابو ہو گیا۔"

اس کا خاص ماتحت دوسرا سوال کر رہا تھا۔ ادھر اس نے ریسیور رکھا۔ پھر جلدی سے کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔" تم باقی تین ماتحتوں سے گفتگو نہیں کرو گے۔ گونگے بن جاؤ۔"

یہ لکھ کر وہ فوراً اٹھا۔ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا پھر دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں اس کا ایک خاص ماتحت اب تک ریسیور کان سے لگائے اس نگرانی کرنے والے کی باتیں سن رہا تھا۔ ٹون بیجر نے وہ پرچی اس کے سامنے بڑھا دی۔ اس نے اسے پڑھا، پھر ریسیور رکھ دیا۔ وہ اس کے حکم کے مطابق گونگا بن گیا۔

ٹون بیجر نے ایک اور پرچی پر کچھ لکھا۔ اسی طرف بڑھا دیا، اس نے پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔" تم سوچ کے ذریعے فرہاد کو آوازیں دو اور اس سے کہو تمہارا آخری وقت آ گیا ہے۔ تم ابھی مرنے والے ہو۔"

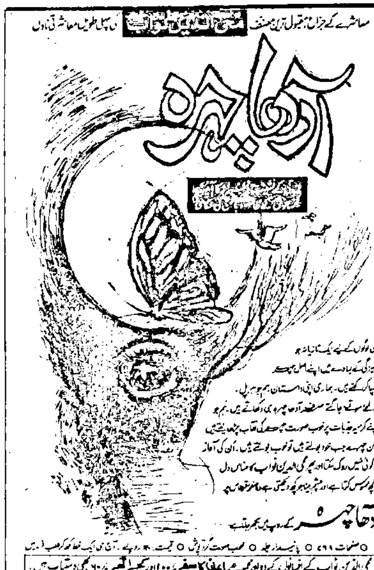

یہ پڑھتے ہی اس کا ماتحت پریشان ہو گیا۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگا لیکن میں خاموش رہا۔ تماشا دیکھتا رہا۔ ادھر ٹون بیکر نے پھر کاغذ پر کچھ لکھا اور اسے اپنے ماتحت کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا: "اب تم اپنا ریوالور نکالو۔ اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگاؤ، فرہاد کو آوازیں دو، اس سے کہو اگر اس نے تمہیں نہیں بچایا تو تم خودکشی کرو گے۔ خودکشی نہیں کرو گے تو ہم میں سے کوئی تمہیں گولی مار دے گا۔ میں تمہارے سامنے ریوالور تانے کھڑا ہوا ہوں۔ ایسا میں نے احتیاطاً کیا ہے کیونکہ جو ریوالور تم اپنی کنپٹی سے لگاؤ گے اسے فرہاد میرے خلاف استعمال کرا سکتا ہے اور میں ایسا کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔"

اس ماتحت نے تحریر کو پڑھنے کے دوران ٹون بیکر کی جانب نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ بُری طرح سہما ہوا تھا پھر اس نے پڑھنا شروع کیا آگے لکھا تھا: "میں کسی بھی ایسے شخص کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا جس کے متعلق فرہاد سے دماغی رابطے کا شبہ ہو جائے۔ لہٰذا تم تین تک گنو۔ ہر گنتی پر فرہاد کو پکارو اور اس سے مدد مانگو۔ تیسری گنتی پر بھی وہ نہ آئے تو خودکشی کر لو۔ کم آن، میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

اس نے پھر نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس بار ٹون بیکر کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا: "مسٹر بیکر! ہم آپ کے وفادار ہیں۔ آپ کے لیے جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ ابھی مرنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن آپ کے اس خادم کی جان فضول ضائع ہو گی۔ آپ اپنے کسی خاص مقصد کے لیے مجھے استعمال کریں میں ابھی آپ پر قربان ہو کر دکھاتا ہوں۔"

ٹون بیکر نے انکار میں سر ہلایا۔ پھر دوسرے ہاتھ کی انگلی سے اس پرچے کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ حکم دیا گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی بحث نہیں، حکم پر عمل کرو۔

ماتحت نے پھر کہا: "میں آپ کے حکم کے مطابق ریوالور نکال رہا ہوں لیکن آخری بار کہتا ہوں، فرہاد اگر موجود ہے تب بھی وہ میری خودکشی کا تماشا دیکھے گا۔ میرے مرنے یا جینے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ وہ تو دشمنوں کو اسی طرح خودکشی کی صورت میں مارتا ہے۔ آپ کا فائدہ کیا ہو گا؟"

ٹون بیکر کی سوچ نے کہا: "فائدہ یہی ہو گا کہ میرا کوئی آدمی جو فرہاد کی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو چکا ہے۔ وہ ختم ہو جائے پھر وہ ٹیلی پیتھی اس چار دیواری میں نہ پہنچ سکے۔"

اس کے ماتحت نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا۔ اس کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا۔ وہ ٹریگر کی طرف انگلی لے جانا چاہتا تھا۔ ٹون بیکر نے ہاتھ بڑھا کر اسے روک انکار میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اشارے سے بتایا کہ انگلی ابھی ٹریگر پر نہ جائے۔

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ صرف ریوالور کے دستے کو پکڑ کر اس کی نال کو اپنی کنپٹی تک لے گیا۔ اس کے بعد اشارے سے سمجھایا گیا کہ اب ٹریگر پر انگلی رکھی جائے۔

اس نے پھر حکم کی تعمیل کی۔ انگلی کو ٹریگر پر رکھ اس نے کہا: "مسٹر فرہاد! میں گن رہا ہوں اور پہلی گنتی پر آپ کو مدد کے لیے پکار رہا ہوں۔ پلیز، آپ موجود ہوں تو مجھے بچا لیں... ایک۔"

اس نے چند سیکنڈ تک میرے جواب کا انتظار کیا پھر اس نے کہا: "دو... مسٹر فرہاد علی تیمور! پلیز جواب دیجیے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، قسم کھاتا ہوں اگر آپ نے مجھے خودکشی سے بچا لیا تو میں ٹون بیکر کے بجائے آپ کا وفادار بن جاؤں گا اور آپ کے اس احسان کے بدلے اپنے اس آقا کے خلاف محاذ آرائی کروں گا۔"

چند ساعت کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ میرا انتظار ہو رہا تھا۔ یقین تھا کہ میں اس کی مدد کروں گا لیکن ڈگمگا رہا تھا۔ ریوالور والا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ تیسری اور آخری گنتی رہ گئی تھی۔ اس نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا... "تین فرہاد صاحب! میں تین کہہ چکا ہوں۔ پلیز آپ کو آپ کے خدا کا واسطہ، میری مدد کریں۔ مجھے بچا لیں۔ میں اپنی انگلی ٹریگر پر دبانے جا رہا ہوں۔ پلیز، آپ کو آپ کی سونیا کا، آپ کے پارس کا واسطہ، مجھے بچا لیجیے۔"

میں نے اس کے دماغ میں سرگوشی کی: "پارس کو اور سونیا کو ہلاک کرتے وقت یاد نہیں آیا کہ تم کبھی ان کا واسطہ دے کر مدد کے لیے پکارو گے۔ تمہارے آقاؤں نے انہیں ہلاک کر دیا۔ تم کیوں زندہ رہنا چاہتے ہو۔ اپنی انگلی ٹریگر پر دباؤ مجھے زحمت نہ دو۔"

انگلی ٹریگر پر نہیں دب رہی تھی۔ زندگی بہت پیاری ہوتی ہے۔ وفاداری کا تقاضا تھا کہ اپنے آقا کے حکم پر خودکشی کر لی جائے لیکن حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے ذرا سی مہلت حاصل کرنے کے لیے اپنے آقا کو بتانا چاہا کہ فرہاد نہیں ہے لیکن میں نے اسے مہلت نہیں دی۔ ٹریگر پر اس کی انگلی کو دبا دیا۔ ٹھائیں سے گولی چلی، پھر وہاں موت کی خاموشی چھا گئی۔ ٹون بیکر سوچ رہا تھا: "اوہ، میرا اندازہ غلط نکلا۔ میں نے سوچا تھا، جب میرے وفادار کے ہاتھ میں ریوالور گا اور اسے خودکشی کے لیے مجبور کیا جائے گا تو فرہاد اسی ریوالور کو میرے خلاف استعمال کرے گا بلکہ میرے باقی ماتحت جو گونگے بنے ہوئے ہیں، انہیں بھی اس ریوالور سے ہلاک کرنے کی کوشش کرے گا۔"

اس نے آگے بڑھ کر ایک کاغذ پر کچھ لکھا، پھر اپنے ایک اور ماتحت کی طرف اسے بڑھایا۔ اس میں لکھا تھا: "قریبی پولیس اسٹیشن میں اطلاع دو، ہمارا ایک آدمی کسی وجہ کے بغیر خودکشی کا مرتکب ہوا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اس خودکشی کے پیچھے بھی فرہاد کا ہاتھ ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔ تم میں سے کوئی ایک یہاں سے میرے ضروری سامان لے جائے۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔ پولیس والوں کو میری موجودگی کا علم نہ ہو۔"

یہ تحریری ہدایت دینے کے بعد وہ جانے لگا۔ میں پھر کار کی پچھلی سیٹ پر منجالی کے پاس آ گیا۔ پتہ چلا ہم اپنی خفیہ رہائش گاہ کے احاطے میں پہنچ گئے ہیں۔ کار پورچ میں کھڑی ہوئی تھی۔ منجالی اور کیشو میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا: "میں بھی عجیب ہوں، چلو اندر چلتے ہیں۔"

ہم کار سے اتر کر برآمدے میں آئے۔ میں نے دور دور تک دیکھتے ہوئے پوچھا: "کیا تم دونوں مطمئن ہو کہ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا ہے؟"

کیشو اور منجالی نے یقین دلایا۔ ہم اندر آ گئے۔ میں نے کہا۔ "میں کل سے اب تک جاگ رہا ہوں۔"

منجالی نے حیرانی سے پوچھا: "آپ ایسی زندگی کب تک گزارتے رہیں گے۔ آخر اپنے کھانے اور سونے کا وقت کیوں نہیں مقرر کر لیتے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "دشمن اپنی محاذ آرائی کا وقت مقرر نہیں کرتے ہیں، اس لیے مجبوری ہے۔"

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا: "پہلے نیند پوری کریں۔ اس کے بعد کوئی دوسری بات ہو گی۔ ویسے میرے دل میں کھلبلی مچی ہوئی ہے کہ میں سارے حالات معلوم کروں۔ اُدھر مادام سونیا کس حال میں ہیں، ہمارا پارس بیٹا کیسا ہے، مادام سونی کی خیریت بھی معلوم کرنی ہے۔ پھر دشمن کیا کر رہے ہیں۔ وہ سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر کیا کرتا پھر رہا ہے، کہاں غائب ہو گیا ہے؟"

میں نے کہا: "بڑی لمبی ہسٹری ہے۔ شروع کروں گا تو شام ہو جائے گی اس لیے سونا ہی بہتر ہے۔"

میں بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ منجالی فرش پر بیٹھ گئی —— اور میرے پاؤں پکڑ کر جوتے اتارنے لگی۔ میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ پھر چپکے سے اینجلو کو مخاطب کیا اور اس سے کہا: "آپ چینا گنی کے متعلق کچھ معلومات فراہم کریں۔ اس کا پتہ، فون نمبر اور دیگر مصروفیات کی تفصیل چاہتا ہوں۔ ابھی سونے جا رہا ہوں۔ شام تک آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

منجالی نے جوتے اتار دیے۔ پھر مجھے لیٹنے کے لیے کہا۔ میں لیٹ گیا۔ وہ میرے قریب بیٹھ کر میرے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرنے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے دماغ کو ہدایات دیں۔ جو ہدایات حسبِ معمول ہوتی ہیں ان میں ایک اور ہدایت کا اضافہ کیا کہ جب منجالی مجھے سُلانے کے بعد کمرے سے باہر جائے، دروازے کو بند کر دے تو اس کے بعد کسی کے بھی کمرے میں آنے سے میری آنکھ کھل جائے ورنہ میں پانچ گھنٹے تک سوتا رہوں۔

اور میں سوتا رہا۔ کوئی مداخلت نہ ہوئی۔ پانچ گھنٹے کے بعد میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ میں اسی طرح بستر پر لیٹا رہا۔ تھکن اتر گئی تھی۔ دماغ بالکل پُرسکون تھا۔ اگرچہ ساری رات جاگنے کے بعد جی چاہتا ہے سارا دن سوتے رہیں لیکن ٹیلی پیتھی کے ذریعے کم از کم وقت میں بھی اتنی گہری نیند آتی ہے کہ ساری تھکن اتر جاتی ہے۔

تھوڑی دیر تک اسی طرح پُرسکون خاموش لیٹے رہنے کے بعد میں نے سوچا۔ منجالی کے دماغ میں جاؤں گا تو وہ فوراً محسوس کر لے گی اور چلی آئے گی۔ میں نے کیشو کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ باورچی خانے میں تھا۔ میرے لیے کھانا تیار کر رہا تھا۔ منجالی اس کی مدد کر رہی تھی۔ میں نے آج صبح سے رسونتی کی خیریت معلوم نہیں کی تھی لہٰذا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں میرا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ صبح آنکھ کھلنے کے بعد سے اب تک دل یہی کہہ رہا تھا کہ فرہاد رابطہ قائم کرنے والا ہے۔ اب اس کا چاہنے والا اس کے پاس پہنچنے ہی والا ہے اور انتظار کرتے کرتے اس وقت تین بج گئے تھے۔

میں نے پہلے تو اس کے ذریعے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ میں نے اسے اٹھایا۔ دروازے کو پہلے اندر سے بند کرا دیا تاکہ اسے کوئی دیکھنے والا نہ رہے۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوشی سے کھل گئی۔ میں نے کہا: "میں نے اسی لیے دروازے کو بند کرا لیا ہے۔ تم بے اختیار خوش ہوتیں تو کوئی دیکھنے والا ہمارے رابطے کو سمجھ لیتا۔"

"میں کل سے انتظار کر رہی ہوں۔ کہاں غائب ہو جاتے ہو؟ میری خبر کیوں نہیں لیتے؟ کم از کم ایک منٹ کے لیے

تو آسکتے تھے؟"

"میں کل تمام رات جاگتا رہا۔ صبح نو بجے تک بالکل فرصت نہیں ملی۔ جب فرصت ملی تو تھک ہار کر سو گیا۔ میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ تم بخیریت ہو۔"

"خود تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اطمینان کر لیتے ہو لیکن میرے دماغ میں جھانک کر بھی میرے دل کی بے اطمینانی کو سمجھ نہیں پاتے۔"

"میں سب سمجھتا ہوں۔ اطمینان رکھو میں تمہیں جلد ہی اپنے پاس بلا لوں گا۔"

"ابھی بلا لینے میں کیا حرج ہے۔ تمہارے لیے یہ کون سی بڑی بات ہے۔"

"ہو سکتا ہے میرے لیے کوئی بڑی بات نہ ہو مگر دشمنوں کے لیے بہت بڑی بات ہے۔ مجھے ہر طرح سے اطمینان کرنا ہوگا کہ کوئی تمہارا تعاقب نہ کرے۔ کوئی تمہارے ذریعے میری خفیہ رہائش گاہ تک نہ پہنچ سکے۔ اگر ایک بھی دشمن میری اس پناہ گاہ تک پہنچ جائے تو پھر رنگون میں کہیں اور پناہ نہیں ملے گی۔ مجھے یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر جانا ہوگا۔"

"چلو ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں۔"

"ہمیں ایک ساتھ کہیں دور جانے کے لیے پہلے دشمنوں کو راستے سے ہٹانا ہوگا۔ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔"

وہ مایوس ہو گئی۔ بچے کو گود میں لے کر بولی "کیا اپنے بچے کو دیکھنے، اسے گود میں لے کر چومنے کو دل نہیں چاہتا؟"

ہاں بیٹے کو گلے لگانے کا جی چاہتا ہے ——

میں بھی بے چین ہوں مگر مجبور ہوں۔"

"اگر شام چھ بجے تمہیں فرصت نہ ملی۔ میرے پاس نہ آسکے تو کیا ہوگا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "میں چھ بجے نہ آؤں تو کیا ہوگا؟"

"ارے کیا بھول گئے۔ وہ ہپناٹائز کرنے والا اپنے معمول کے مطابق آئے گا اور مجھے اپنی معمولہ بنائے گا۔ تم نہیں ہو گے تو وہ ساری باتیں میرے دماغ سے اگلوا لے گا۔"

"اوہو، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ واقعی چھ بجے تمہارے پاس نہ پہنچ سکا تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ میرے لیے وقت کی پابندی ایک مسئلہ ہے۔ دشمن مجھے وقت بے وقت ادھر اُدھر الجھاتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں اس ہپناٹزم کے معاملے کو ہی ختم کر دیتا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے خوب باتیں کیں۔ پھر رخصت ہونا چاہا۔ وہ مجھے کسی طرح جانے نہیں دیتی تھی۔ تھوڑی دیر اور، تھوڑی دیر اور کہہ کر روکتی جا رہی تھی۔ [illegible] میں نے کہا "رسونتی! اگر تم اس طرح مجھے روکتی رہو گی تو [illegible] تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے سلا دوں گا اور چلا جاؤں گا۔ یاد ہے پچھلی بار میں نے کیا کیا تھا؟"

اس نے مجبور ہو کر کہا "اچھی بات ہے، جاؤ مگر جلد [illegible] آجانا۔"

میں نے جلدی آنے کا وعدہ کیا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر اس ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کسی کمرے میں ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے صوفوں پر یہودی تنظیم کے تین اہم افراد موجود تھے۔ وہ سب اس کی باتیں سن رہے تھے وہ کہہ رہا تھا "کل میں نے پورے یقین کے ساتھ اسے ہپناٹائز کے ذریعے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ اس نے [illegible] سوالنامے کے ہر سوال کا مناسب جواب دیا اور میری ہدایات پر عمل کرتی رہی۔ میں یقین سے کہتا ہوں، اس وقت فرہاد اس کے دماغ میں موجود نہیں تھا۔"

ایک شخص نے پوچھا "تم کیسے یقین سے کہہ سکتے ہو؟ فرض کرو، فرہاد رسونتی کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ بھی ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کا ماہر ہے۔ اس نے رسونتی کے دماغ میں رہ کر تمہارے عمل کو مؤثر ہونے کا موقع نہ دیا ہو۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے جواب دیا "یہ سوال میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔ ایسا ہو سکتا ہے، فرہاد نے رسونتی کی آنکھیں بند کرا دی ہوں اور اس کی جگہ وہ خود اس کی زبان سے میرے سوالوں کا جواب دیتا رہا ہو۔"

ایک اور شخص نے صوفے کے ہتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "ہیئر از دی پوائنٹ۔ ایسا یقیناً ہو سکتا ہے۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے کہا "لیکن آپ لوگ ایک بات بھول رہے ہیں۔ فرہاد میرے عمل کو بے اثر کر سکتا ہے۔ رسونتی کی بجائے خود اس کی زبان سے جوابات دے سکتا ہے۔ لیکن جب ہم نے اسے سوئی چبھوئی تھی تو وہ ایسی اذیت ناک تکلیف تھی جسے رسونتی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسے وہی برداشت کر سکتا ہے یا کر سکتی ہے جو مکمل طور پر ٹرانس میں آگئی ہو۔"

"ہو سکتا ہے فرہاد اس کے دماغ میں چپ چاپ عمل کر کے اسے اپنے ٹرانس میں لایا ہو۔ اس طرح بات [illegible] ہو جاتی ہے۔ سوئی چبھونے کا ردِعمل اس پر نہیں ہو سکتا [illegible]"

"یوں سوچا جائے تو ہم کبھی مطمئن نہیں ہوں گے۔ [illegible] ہر قدم پر فرہاد کی موجودگی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ایک [illegible] لقمہ اٹھاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ لقمہ ہمارے لیے زہریلا نہ ہو۔ اس طرح وہ ہم سے دور ہی رہ کر ہمارے دماغ میں نہ آکر صرف دہشت زدہ کر کے مارتا رہے گا اور ہم اپنی نادانی سے مرتے رہیں۔ ویسے کیا آپ لوگ چائے پینا پسند کریں گے؟"

ایک نے کہا "چائے کی طلب ہو رہی ہے لیکن ایک شرط ہے۔ ہم کسی ملازم پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ ہم میں سے کوئی اپنے ہاتھوں سے چائے بنائے گا اور ہمیں پلائے گا۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "آپ لوگ میرے مہمان ہیں۔ میں چائے بنا کر لاتا ہوں۔"

یہ کہتا ہوا وہ دروازے تک گیا۔ پھر پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا "بڑی مشکل ہے۔ اگر فرہاد رسونتی کے دماغ میں موجود رہا ہے اور میرے عمل کو ناکام بنا تا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے۔"

سب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا، اس نے کہا۔ "بھئی ان حالات میں آپ لوگ مجھ پر کیسے بھروسہ کریں گے؟ میں جو چائے لے کر آؤں گا کیا وہ ہمارے لیے نقصان دہ نہیں ہو گی؟"

ایک نے گہری سانس لے کر کہا "اس طرح تو ہم رفتہ رفتہ کھانا پینا چھوڑ دیں گے۔ واقعی تم نے درست کہا ہے۔ ہم خواہ مخواہ دہشت زدہ ہوتے رہتے ہیں۔ ویسے احتیاطاً یوں کیا جائے کہ میں تمہارے ساتھ کچن میں چلتا ہوں۔ فرہاد بیک وقت دو آدمیوں کو ٹریپ نہیں کر سکتا۔ ہم میں سے کوئی اس کا شکار ہوگا تو دوسرے کا فرض ہے کہ فوراً چیخنا شروع کر دے تاکہ ہمارے یہ دو ساتھی ہوشیار ہو جائیں۔"

دونوں نے بھی تائید کی اور وہ ہپناٹائز کرنے والے کے ساتھ کچن میں چائے بنانے چلا گیا۔ ان کے جانے کے بعد ایک نے کہا "یہ ٹیلی پیتھی ہمارے لیے عذابِ جان بن گئی ہے۔ کسی طرح ایک بار فرہاد ہمارے سامنے آجائے تو اسے دوسری سانس لینے کی مہلت نہیں دی جائے گی۔ اس کا مر جانا بہت ضروری ہے۔"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے جواب دینے کے بجائے اٹھتے ہوئے کہا "میں ذرا ٹوائلٹ میں جانے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ ایکسکیوز می۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے نکلا۔ پھر دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں کے ایک اسٹور روم میں جا کر دیکھا —— وہاں رسیوں کا ایک بہت بڑا بنڈل رکھا ہوا تھا۔ اس نے سائز کے مطابق رسی کو کاٹا۔ پھر بیڈ روم میں آگیا۔ شاید وہ ہپناٹائز کرنے والے کا بیڈ روم تھا۔

اس نے سینٹر ٹیبل پر ایک کرسی رکھی۔ پھر اس پر چڑھ کر چھت سے رسی کو باندھنے لگا۔ اس نے رسی کے نچلے حصے کو پھندے کی شکل دی پھر وہاں سے اتر کر اتنی ہی بڑی رسی کاٹ کر لے آیا۔ وہ مکان کھپریل کی چھت کا تھا اور اس چھت کے نیچے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بلیاں لگی ہوئی تھیں۔ ایک بلی سے اس نے دوسری رسی کو بھی لٹکا کر پھندا بنا دیا۔ پھر تیسرا پھندا تیار کیا، اس کے بعد چوتھا۔

ملک الموت کو شاید گنتی یاد نہ ہو کہ ازل سے لے کر اب تک اس نے کتنوں کو مارا ہے لیکن مجھے چار تک گنتی یاد تھی۔ اتنی دیر میں چائے تیار ہو جانا چاہیے۔ میں اس ہپناٹائز کرنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتہ چلا، چولہا کسی وجہ سے جلتے جلتے بجھ گیا تھا۔ پھر دوسری بار اسے جلایا گیا۔ جب کیتلی میں چائے تیار ہو گئی تو اس نے اسے چولھے پر سے اتارا تھا۔ پتہ نہیں اتارتے وقت کیا ہو گیا کہ اچانک ہی کیتلی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ ایک دم سے خیال آیا، کہیں فرہاد نے اسے نہ گرایا ہو؟ حالانکہ میں ادھر پھندا لگانے والے کے پاس موجود تھا۔ ان لوگوں کے دل و دماغ پر ایسی دہشت طاری تھی کہ کھانسی بھی آتی تھی تو سمجھتے تھے میں کھانسنے پر مجبور کر رہا ہوں۔

کچن میں وہ دونوں تھوڑی دیر تک سہمے رہے ارادہ کیا کہ زور سے چیخ پڑیں گے۔ پھر عقل آئی، اس میں چیخنے کی کیا بات ہے۔ ہپناٹائز کرنے والا اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ "میں بالکل نارمل ہوں مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔ بس اچانک ہی وہ گر پڑی۔ ایسا اتفاق ہوتا ہی ہے۔"

دوسرے نے تائید کی "ہاں ایسا ہوتا ہے۔ فرہاد ہمیں مارنا ہی چاہے گا تو وہ اتنی چھوٹی سی معمولی حرکت کیوں کرے گا۔ تم دوسری بار کیتلی چڑھاؤ۔"

دوسری بار کیتلی میں پانی رکھ کر چولھے پر چڑھایا گیا جو چائے دس منٹ میں تیار ہوتی وہ پچیس منٹ میں تیار ہوئی۔ بیچ میں خوف سے کچھ وقت ضائع ہوتا رہا۔ پچیس منٹ میرے لیے کافی تھے۔ اُدھر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تنہا شخص نے سوچا، کیا بات ہے۔ ادھر وہ دونوں چائے بنانے گئے ہیں، ابھی تک واپس نہیں آئے۔ ادھر یہ ٹوائلٹ گیا ہے تو وہیں بیٹھا رہ گیا۔

یہ سوچ کر وہ اٹھا، پہلے کچن میں جاکر معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے بیڈروم کی طرف پلٹا دیا۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی اپنے ساتھی کو پھندے سے لٹکتے ہوئے پایا۔ اس کے پاؤں کے نیچے ایک کرسی اُلٹی پڑی تھی۔

اس نے کرسی کو سیدھا کیا۔ اسے لاکر دوسرے پھندے کے نیچے رکھا اور اس کرسی پر یوں اطمینان سے چڑھ گیا جیسے اپنی زندگی کا آخری اہم فرض ادا کر رہا ہو۔

وہ دونوں چائے کی ٹرے لے کر ڈرائنگ روم میں آئے۔ وہاں ان کے دونوں ساتھی نہیں تھے۔ ایک نے پوچھا۔

"وہ دونوں کہاں چلے گئے؟"

ہپناٹائز کرنے والے نے انہیں نام لے کر آوازیں دیں۔ پھر پریشان ہوکر بولا۔ "آخر وہ ہمیں بتائے بغیر کہاں جاسکتے ہیں؟"

دوسرے نے کہا۔ "ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں جانے کے بعد آدمی جواب نہیں دیتا۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے گھبراکر پوچھا۔ "کونسی جگہ؟"

"ٹوائلٹ . . .!"

"دونوں بیک وقت وہاں کیوں جائیں گے۔ آؤ، ہم چل کر دیکھتے ہیں۔"

انہوں نے ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھی۔ پھر وہاں سے نکل کر مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے اس بیڈروم میں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکلنے لگی۔ ان کے دونوں ساتھی پھندے سے لٹک رہے تھے۔ دوسرے کے پاؤں کے نیچے ایک کرسی اُلٹی پڑی تھی۔ ہپناٹائز کرنے والے نے چیخنا چاہا۔ میں نے اس کی آواز بند کردی۔ دوسرے کے چیخنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔

• پھر ہپناٹائز کرنے والے نے فرش پر اُلٹی ہوئی کرسی کو سیدھا کیا۔ اسے تیسرے پھندے کے نیچے رکھ کر کہا۔ "آؤ اس پر چڑھ جاؤ۔"

"نن نہیں، مجھے جانے دو۔ مجھے معاف کردو۔"

وہ وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس پر قبضہ جمالیا۔ اسے لاکر کرسی پر کھڑا کردیا۔ اُدھر ہپناٹائز کرنے والا میری گرفت سے آزاد ہوا تھا۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا۔ میں نے کرسی پر چڑھنے والے کی زبان سے للکار کر کہا۔ "رک جاؤ، ورنہ تمہارے دماغ میں آجاؤں گا، چپ چاپ اس کا تماشا دیکھو۔"

وہ سہم کر کھڑا ہوگیا۔ مجبوراً تماشا دیکھنے لگا۔ جب وہ تماشا مکمل ہوگیا۔ کرسی پاؤں کی ٹھوکر سے گر کر اُلٹ گئی تو وہ سر جھکا کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر اپنے تنظیم کے سربراہ ڈان فرینر کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے اس کی سیکرٹری نے ہیلو کہا۔ ہپناٹائز کرنے والے نے جواب میں اپنا تعارف پیش کیا، پھر کہا۔ "انسان کی زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا۔ ابھی دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے تین ساتھی ہم سے جدا ہوگئے۔ تینوں چھت سے لٹک رہے ہیں۔"

دوسری طرف سے سیکرٹری نے پریشان ہوکر پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کن ساتھیوں کی باتیں کر رہے ہو؟"

"وہی ہماری تنظیم کے اہم عہدے دار، اہم لوگ جو پلاننگ کرتے ہیں، اور فرہاد کو شکار کرنے کے لیے نئی نئی سازشیں کرتے ہیں۔ وہ چھت سے لٹک رہے ہیں۔ وہاں ایک پھندا خالی ہے۔"

لیڈی سیکرٹری نے گھبرا کر کہا۔ "تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔"

"میں جو کہتا ہوں، اسے سنو اور یہ اطلاع ڈان فرینر تک پہنچا دو کہ وہ چوتھا پھندا خالی نہیں رہے گا۔ میں اسے پُر کرنے جارہا ہوں۔"

لیڈی سیکرٹری نے چیخ کر کہا۔ "نہیں نہیں، تم ایسا نہیں کرسکتے۔ ذرا ویٹ کرو، میں ابھی تم سے رابطہ کرتی ہوں۔"

ہپناٹائز کرنے والے نے ریسیور رکھ دیا۔ چپ چاپ چلتا ہوا اس بیڈروم میں آیا۔ پھر اس نے چوتھے پھندے کے نیچے کرسی رکھی اور اس پر کھڑا ہوگیا۔

کچھ لوگوں کی زندگی مشعلِ راہ بن کر ختم ہوتی ہے اور کچھ لوگ عبرت کا سامان بن جاتے ہیں۔ یہ انسان کی اپنی اپنی پسند ہے کہ وہ کیسے زندگی گزارتا ہے۔ جیسی گزارتا ہے، ویسی ہی موت کو گلے لگاتا ہے۔ اس نے پھندے کو گلے لگالیا۔

میں بستر پر کروٹ بدل کر چاروں شانے چت ہوگیا۔ چھت کو خالی خالی نظروں سے تکنے لگا۔ دماغ میں ہر طرح کی سوچ کو آنے سے روکنے لگا۔ کبھی کبھی جی چاہتا ہے اندر سے بالکل خالی ہوجاؤں۔ میرے پاس کوئی نہ آئے۔ میں کسی کے پاس نہ جاؤں اللہ میں اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی نہ رہوں۔

ایسا نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ جب ٹیلی پیتھی مجھے گہری نیند سُلا دیتی ہے۔ میں دنیا والوں سے غافل ہوجاتا ہوں۔ کوئی میرے پاس نہیں آتا۔ میں کسی کے پاس نہیں

جاتا، پھر بھی میں جاگتی آنکھوں سے ایسی تنہائی چاہتا ہوں کہ دنیا ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل خالی محسوس ہو۔

بہت دیر تک اپنے دماغ کو سوچوں سے خالی رکھنے کی کوشش کرنے کے بعد احساس ہوا کہ میں سوچتا جارہا ہوں۔ مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آئی — بھلا جب تک سانس چلتی رہتی ہے کوئی سوچ سے خالی رہ سکتا ہے؟

میں نے اینجلو سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا۔ "جناب! چیناگنی یہاں کا بہت بڑا سرمایہ دار ہے۔ برمیز ٹوبیکو کمپنی کا مالک ہے۔ در پردہ منشیات کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ ہم نے پہلے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ابھی سرسری معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ گولڈن ریکٹ سے اس کا خاص تعلق ہے۔"

"گولڈن ریکٹ کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟"

"بہت کم معلومات ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے ہم نے پہلے ادھر توجہ نہیں دی تھی۔ اتنا جانتے ہیں کہ اس کا ہیڈ آفس کسی ملک میں ہے۔ وہاں سے یہ تمام ملکوں کے گولڈن ریکٹ کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ہر ملک کے گولڈن ریکٹ کا ایک سرغنہ ہوتا ہے۔ ہر ملک میں سرغنہ کسی ایسے شخص کو بناتے ہیں جو سماجی، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے اپنے ملک میں بڑی اہمیت کا مالک ہو اور دور دور تک اثر و رسوخ رکھتا ہو۔"

"آپ معلوم کریں کہ برما میں گولڈن ریکٹ کا سرغنہ کون ہے؟"

"اس کے لیے تھوڑا سا وقت چاہیے۔ میں کل صبح تک ساری معلومات فراہم کردوں گا۔ فی الحال یہ معلوم ہوا ہے چیناگنی کا گودام کہاں ہے اور مال کہاں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ آپ نوٹ کرلیں۔"

میں بستر سے اٹھ کر میز کے پاس گیا پھر اس کے بتائے ہوئے پتے نوٹ کرنے لگا۔ اس کے بعد میں نے وہ تمام پتے کیپٹن روشان کو نوٹ کرائے۔ اس نے خوش ہوکر کہا۔ "جناب ہمیں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ میں برسوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بھی ان خفیہ اڈوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ یہ کمال آپ کی ٹیلی پیتھی کا ہے۔"

میں نے کہا۔ "ایک بات یاد رکھنا۔ جب بھی ان اڈوں پر چھاپہ مارنے جاؤ گے تو قدم قدم پر ایسی رکاوٹیں آئیں گی، جہاں نہ ریوالور کام آئے گا نہ گولہ بارود نہ جسمانی طاقت۔ کیونکہ تمہارے سامنے اس ملک کی بڑی بااثر شخصیتیں گھناؤنے روپ میں نظر آئیں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔ یہ جتنے بھی غیر قانونی دھندے ہوتے ہیں، ان کے پیچھے بڑے بڑے لوگوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اُن تک قانون کا ہاتھ پہنچتا تو ہے لیکن دوسری طرف سے قانون ان کا تحفظ بھی کرتا ہے کیونکہ وہی لوگ قانون بناتے ہیں، وہی لوگ اس قانون کو توڑ مروڑ کر اپنے حق میں پیش کردیتے ہیں۔ میں سب سمجھتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ پورے حوصلے سے ایسے لوگوں کا سامنا کروں گا اور انہیں سلاخوں کے پیچھے پہنچاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ تھوڑی دیر تک چپ چاپ لیٹا رہا۔ اس کے بعد جمیلہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ پارس کو گود میں لیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے آس پاس سونیا مرجانہ اور سائرہ بانو بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔ اس وقت سائرہ بانو کہہ رہی تھیں۔ "جمیلہ! ہم نے تمہاری بھلائی کے لیے یہ سب کچھ سوچا ہے۔ تمہاری تمام زندگی کا ایک بہترین سہارا ہوجائے گا۔ ساری زندگی عیش کروگی۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں پہنچ کر چپکے سے پوچھا۔

"معاملہ کیا ہے؟"

وہ سوچ کے ذریعے بولی۔ "ہم نے جمیلہ کی شادی طے کردی ہے۔"

"یہ کوئی نئی پلاننگ ہے؟"

"ہاں، مصر کا ایک بہت بڑا رئیس یہاں پیرس میں ہے۔ اس کا نام جواد الخیری ہے۔ وہ بابا فرید واسطی صاحب کا بہت پرانا اور نہایت ہی پُرخلوص عقیدت مند ہے۔ اس نے جمیلہ سے شادی کرنے اور اس کے ساتھ پارس کو ایک راز بنا کر رکھنے کی قسم کھائی ہے۔"

"کیا تم جواد الخیری پر اعتماد کرتی ہو؟"

"صرف میں ہی نہیں، اعلیٰ بی بی اور ادارے کے دوسرے افراد بھی اسے چاہتے ہیں۔ اسے مانتے ہیں، اس کی عزت کرتے ہیں اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تم بھی اس کے دماغ میں جھانک کر مطمئن ہوجاؤ گے۔"

"مجھے اس کی آواز سناؤ۔"

سونیا وہاں سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "تم بابا صاحب کے ادارے سے نکل کر سائرہ بانو کی خفیہ رہائش گاہ میں کیوں آگئی ہو؟"

"وہاں ادارے میں رہ کر کیا کرتی؟ جوجی کے روپ میں تھی۔ سٹی سپر کے قلعے میں اس کا بھید کھل چکا ہے۔ میرا اس روپ میں رہنا بے کار تھا اس لیے ایک نئے روپ میں

یہاں آگئی ہوں۔"

وہ ریسیور کو کان سے لگائے ہوئے تھی۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی: "ہیلو، جواد الخیری دِس اینڈ۔"

سونیا نے کہا: "میں ایک مُردہ عورت بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر اس نے کہا: "میں مادام کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں۔"

"یہ بتاؤ، کورٹ میرج کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"میں نے رسمی طور پر درخواست دے دی ہے۔ ویسے غیر رسمی طور پر دولت کی مار کیا نہیں کرتی۔ مجھے یقین ہے، کل صبح کورٹ میں تاریخ مقرر ہو جائے گی۔ آپ دلہن کو تیار رکھیں۔"

"مسٹر جواد! آپ کی محل نما کوٹھی میں خدام اور کنیزوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ تعداد کم نہیں ہو سکتی؟"

"اوّل تو یہ سب میرے اعتماد کے لوگ ہیں۔ میرے پسینے کی جگہ خون بہا سکتے ہیں۔ ویسے آپ اپنے لوگوں کو لانا چاہتی ہیں تو ان کے لیے بھی گنجائش نکل آئے گی۔ آپ نے دیکھا ہے میرا محل کسی بھی شاہ کے محل سے کم نہیں ہے لیکن نہیں، مجھے آپ سے بحث نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ نے کہا تعداد کم کی جائے، میں کم کر دوں گا۔"

وہ تھوڑی دیر تک باتیں کرتی رہی۔ پھر اس نے رخصت چاہنے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کہا: "میں جواد کے پاس جا رہا ہوں۔"

"واپس ضرور آنا اور مجھے بتانا کہ قلعے میں کیا ہو رہا ہے؟"

"جو کچھ ہو چکا ہے وہ میں پچھلی رات تمہیں بتا چکا ہوں اب کیا ہو رہا ہے، یہ نہیں بتا سکتا۔ آخری بار جب میں نے ٹارٹر بلبا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو ناکام رہا۔ اتنا معلوم ہے کہ وہ شی سپر کے محل کی چھت پر ہے۔ وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ شی سپر کی پرسنل سیکرٹری اور ایک مسلح محافظ اسلحہ خانے میں بند ہیں۔ وہ بھی بیرونی امداد کا انتظار کر رہے ہیں۔"

سونیا نے اپنی رسٹ واچ دیکھتے ہوئے کہا: "یہاں گیارہ بجے ہیں۔ اب تک تنظیم کے افراد اپنے گمشدہ لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے وہاں پہنچ گئے ہوں گے اور انہیں وہاں سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ تمہیں ان کی موجودہ سچویشن معلوم کرنا چاہیے۔"

"معلوم کر لیں گے، تمہارے ہی قول کے مطابق جلدی کیا ہے؟ صرف ایک ٹارٹر بلبا زندہ رہ گیا ہے۔ اس سے بعد میں نمٹا جا سکتا ہے۔"

"اگر تم اپنی نیند پوری کر چکے ہو اور پیٹ بھر کر کھا چکے ہو، کوئی مصروفیت نہ ہو تو ٹارٹر بلبا کے پاس جانے یا اس کی پرسنل سیکرٹری کے ذریعے معلومات حاصل کرنے میں ہرج کیا ہے۔ تم خواہ مخواہ اہم معاملے کو ٹال رہے ہو۔"

"دادی اماں نہ بنو۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔"

میں اس کے دماغ سے نکلا۔ پھر اچانک مجھے شرارت سوجھی، میں جمیلہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مرجانہ اسے شادی کے لیے سمجھا رہی تھی اور جمیلہ کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ شادی کے لیے آمادہ ہے کیونکہ وہ جوان تھی اور دل میں دوبارہ سہاگن بننے کے ارمان تھے۔ پھر یہ کہ وہ پارس کے لیے صحیح معنوں میں کوئی اچھی اور محفوظ پناہ گاہ چاہتی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، شادی کے بعد جواد الخیری کے ہاں ہمیشہ کے لیے پناہ مل جائے گی۔

میں نے چپکے سے جمیلہ کو مخاطب کیا: "میں فرہاد بول رہا ہوں کسی کو نہ بتانا۔"

وہ پہلو بدل کر پارس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے سوچ کے ذریعے بولی: "میں آپ کی کنیز ہوں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ آپ میرے پاس آتے ہیں۔ کوئی حکم دیجیے۔"

"یہ تمہارے سامنے سائرہ بانو بیٹھی ہوئی تمہیں شادی کرنے کی نصیحت کر رہی ہیں۔ میں جانتا ہوں، تم میرے بیٹے کی خاطر ضرور شادی کرو گی۔"

وہ بولی: "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"سائرہ بانو سے کہو، تم اس شرط پر شادی کرو گی، وہ بھی ڈیئر جمال سے شادی کریں گی۔"

وہ من ہی من میں مسکرائی۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا: "بیگم صاحبہ! آپ مجھے میری بہتری کے لیے شادی پر آمادہ کر رہی ہیں۔ اگر شادی ضروری ہے اور ایک عورت کا تحفظ اسی میں ہے تو میں ایک شرط پر تیار ہوں۔"

مرجانہ اور سائرہ بانو فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ سو... کمرے میں داخل ہوتے ہوئے یہ بات سن چکی تھی۔ اس نے پوچھا: "بھئی کیسی شرط ہے؟ ہم بھی تو سنیں۔"

جمیلہ نے کہا: "میں بیگم صاحبہ سے درخواست کروں گی کہ وہ جمال صاحب سے نکاح پڑھا لیں۔"

سائرہ بانو ایک دم سے شرما گئیں۔ پیار بھرا غصہ دکھاتے ہوئے ڈانٹ کر بولیں: "بکواس مت کرو۔"

مرجانہ نے خوش ہو کے کہا: "واہ جمیلہ! تم نے کمال کی شرط رکھی ہے۔"

سونیا نے سائرہ بانو کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے

"امی! دوسروں کو نصیحت کرنا آسان ہے۔ خود اس پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن آپ اس مشکل کو آسان سمجھ کر فوراً شرط مان لیں گی۔"

میں ان سب کو ہنستا بولتا چھوڑ کر شی سپر کی پرسنل سیکرٹری کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اس کے ذریعے فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ باہر سے امداد آ پہنچی ہے۔ دو گھنٹے پہلے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ ہیلی کاپٹر محل کے اوپر بہت دیر تک پرواز کرتا رہا تھا۔ اب تقریباً آدھے گھنٹے سے کچھ لوگ فائرنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے اسپیکر کے ذریعے کہا تھا کہ وہ مطمئن رہیں۔ اسلحہ خانے سے لے کر چھت پر جانے والے زینے تک راستہ صاف کیا جا رہا ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس راستے پر کتے نہ آ سکیں۔

اس کی سوچ پڑھنے کے دوران پھر اسپیکر کے ذریعے کسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی پرسنل سیکرٹری سے پوچھ رہا تھا۔ "اگر ہم یہاں زہریلی گیس کا چھڑکاؤ کریں تو وہاں اسلحہ خانے میں کوئی گیس ماسک وغیرہ ہے جسے پہن کر تم دونوں محفوظ رہ سکتے ہو؟"

ادھر سے پرسنل سیکرٹری اور مسلح محافظ نے چیخ کر کہا۔ "ایسا نہ کرنا۔ یہاں گیس ماسک نہیں ہے۔"

میں اسپیکر کے ذریعے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ سے معلومات حاصل کرنے لگا۔ پتہ چلا کہ دو گھنٹے پہلے جو ہیلی کاپٹر محل کے اوپر پرواز کر رہا تھا اس سے ایک سیڑھی لٹکائی گئی تھی۔ ٹارٹر بلبا اس سیڑھی کے ذریعے ہیلی کاپٹر میں پہنچ گیا تھا۔ پھر وہاں سے اسے پیرس پہنچا دیا گیا ہے۔

میں جس کی سوچ پڑھ رہا تھا اور اس کے ساتھ جو لوگ امداد کے لیے آئے تھے ان کا یہودیوں سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ وہ فرانسیسی پولیس کا ایک دستہ تھا جو یہودیوں کی درخواست پر انہیں وہاں سے نکالنے کے لیے آیا تھا۔

وہ یقیناً ان دونوں کو اسلحہ خانے سے نکال کر لے جاتے۔ میں ان کے ساتھ رہ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے جواد الخیری کے پاس آ گیا۔ وہ اپنی ذاتی لائبریری میں بیٹھا ... کے متعلق ایک بہت ضخیم کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کی ذاتی لائبریری بہت بڑی تھی اور اس میں ہر موضوع سے متعلق دنیا کی نامور کتب موجود تھیں۔

وہ پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھا۔ اگرچہ خاندانی رئیس تھا، پریکٹس کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن اس نے پیرس میں رہائش اختیار کرنے کا یہی جواز پیش کیا تھا کہ وہ وہاں پریکٹس کرے گا۔ چونکہ وہ ایک ماہر سرجن بھی تھا اس لیے بہت جلد مشہور ہو گیا تھا۔ اکثر پیچیدہ آپریشن وغیرہ کے سلسلے میں اس کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔

میں اس کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے چور خیالات پڑھنے لگا۔ چور خیالات ہر انسان کے دماغ میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس کے دماغ میں بھی تھے لیکن وہ ایسے نہیں تھے جن سے ہمیں نقصان پہنچتا۔ وہ بابا فرید واسطی کا عقیدت مند تھا اور مجھ سے اور سونیا سے بھی دلی عقیدت رکھتا تھا۔ پارس کو بیٹے کی حیثیت سے اپنے پاس رکھ کر اسے تحفظ دینے، بہترین تربیت دینے اور اسے ایک اچھی شخصیت کا مالک بنانے کی ذمے داریاں قبول کر کے فخر محسوس کر رہا تھا۔

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو ڈاکٹر!"

اس نے پڑھتے پڑھتے چونک کر سر اٹھایا۔ اپنے دماغ میں سوچنے لگا: "یہ میں اپنے آپ کو ہیلو کیوں کہہ رہا ہوں؟ اپنے آپ کو مخاطب کیوں کر رہا ہوں اور یہ میری سوچ اور میرا لہجہ تو نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "یہ فرہاد علی تیمور کا لہجہ ہے۔ ڈاکٹر! میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، میں نے کہا: "بیٹھ جائیے۔ میں جسمانی طور پر نہیں بلکہ دماغی طور پر حاضر ہوا ہوں۔"

"اوہ، مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کس طرح خیال خوانی کرتے ہیں، کس طرح کوئی بھی شخص سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں محسوس کرتا ہے، میں اسی طرح محسوس کر رہا ہوں لیکن یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیا واقعی آپ..."

میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "ابھی آپ یقین کریں گے۔ آپ نے ابھی کتاب میں جو آخری جملہ پڑھا ہے وہ آپ کو یاد ہے؟"

"بے شک، مجھے اپنی یادداشت پر فخر ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے وہ آخری جملہ سنایا، میں نے کہا: "آپ دوبارہ اسے نہیں سنا سکیں گے۔ آپ کی یادداشت کمزور ہو چکی ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ میں سنا رہا ہوں۔ سنیے۔"

اس نے سنانا چاہا۔ میں نے اس کی سوچ کو گڑبڑا دیا۔ وہ بھولنے لگا، اٹکنے لگا۔ پھر اس نے خوش ہو کر کہا: "اوہ، رئیلی۔ یو آر السائنڈ بی اینڈ آئی ایم آؤٹ سائڈ آف مائی اون مائنڈ (واقعی تم میرے اندر ہو اور میں اپنے دماغ کے باہر)

میں نے مسکرا کر کہا "اب آپ کو وہ جملہ یاد آجائے گا۔"

اس نے یاد کیا تو آگیا۔ وہ فرطِ مسرت سے بولا "فرہاد صاحب! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ کو کیسے ویلکم کہوں۔ کوئی بہت ہی عزیز اور محبوب مہمان آتے تو ہم اس کے لیے محاورتاً آنکھیں بچھا دیتے ہیں۔ آپ آتے ہیں اور نہیں بھی آتے ہیں۔ میں نہ آنکھیں بچھا سکتا ہوں نہ آپکی کوئی خاطر مدارت کر سکتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میری آمد پر آپ کی بے پناہ مسرت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ مجھے کس قدر چاہتے ہیں اور میرے آنے پر کتنے خوش ہیں۔"

"میرے لیے مزید خوشی اور فخر کی بات یہ ہے کہ آپ کا بیٹا میری گود میں پرورش پائے گا۔"

"میں آپ کے متعلق بہت کچھ معلوم کر چکا ہوں۔ آپ کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر آپ کے ان جذبات کو سمجھ چکا ہوں۔ جو میرے، سونیا اور پارس کے لیے ہیں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اس مشکل گھڑی میں میرے بیٹے کو آپ کے پاس پناہ ملے گی۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "یہاں آپ کی خدمت کرنے والے کتنے ہیں؟"

"چھ خدام اور چھ خادمائیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "خادماؤں کی تعداد کم کرنے کے لیے نہیں کہوں گا۔ میں آپ کی کمزوریوں کو سمجھتا ہوں — وہ خادمائیں نہیں، آپ کی کنیزیں ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولا "اوہ گاڈ، آپ کی دوستی سے جہاں بے شمار فائدے ہیں وہاں یہ زبردست نقصان ہے کہ آدمی اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔"

"شادی کے بعد اگر جمیلہ کو آپ کی ان حرکات کا علم ہوگا تو؟"

"آپ اطمینان رکھیں، اسے کبھی پتہ نہیں چلے گا۔ میں اپنی کمزوری کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیتا۔ جمیلہ میری شریکِ حیات کی حیثیت سے یہاں ایک خوشگوار زندگی گزارے گی۔"

"ڈاکٹر! میں آپ کے تمام ملازمین کے دماغوں کو پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"بے شک! میں ان پر اندھا اعتماد کرتا ہوں، شاید کبھی دھوکا بھی کھا سکتا ہوں، لیکن آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دھوکا نہیں کھا سکتے۔ میں کسی ایک کو بلا کر مخاطب کرتا ہوں۔ اس کے ذریعے آپ دوسروں تک بھی پہنچ سکیں گے۔"

اس نے کسی ایک کو بلانے کے لیے ایک بٹن کی طرف ہاتھ بڑھایا اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "میں اسپتال ڈی فرانس سے ڈاکٹر شیفرڈ بول رہا ہوں۔ یہاں ایک ایمرجنسی کیس ہے۔ ایک شخص زخموں سے چور ہے۔ اس کے جسم میں دو بلٹ پیوست ہو چکے ہیں۔ آپریشن کے تمام انتظامات مکمل ہیں پلیز آپ فوراً چلے آئیں۔"

ڈاکٹر نے کہا "تعجب ہے۔ آپ مجھے اتنی دور سے بلا رہے ہیں جبکہ اسپتال کے قریب دوسرے ڈاکٹر اور سرجن بھی موجود ہیں؟"

"بے شک۔ یہاں قریب ہی کئی ماہرین ہیں لیکن جیوش سوسائٹی کے بڑے بڑے سرمایہ دار آپ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ بضد ہیں کہ آپ ہی کو بلایا جائے۔ اس کے لیے وہ بڑی سے بڑی قیمت دینے کے لیے بلکہ ہمارے اسپتال کو بھی خریدنے کے لیے تیار ہیں۔"

"میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہوئے پوچھا "فرہاد صاحب کیا آپ موجود ہیں؟"

"ہاں، میں تمام باتیں سُن رہا تھا۔"

"یہ بھی آپ نے سن لیا کہ جیوش سوسائٹی کے بڑے بڑے سرمایہ دار اس شخص کی جان بچانا چاہتے ہیں۔ یقیناً وہ کوئی اہم آدمی ہوگا اور جو بھی ہوگا آپ کا دوست نہیں ہوگا۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! میں ایک ڈاکٹر ہوں اور بدترین دشمن کی جان بچانا بھی میرا فرض ہے۔"

"میں آپ کے جذبے اور فرض شناسی سے بہت خوش ہوں۔ آپ بے شک جائیں۔ میں ذرا معلوم تو کروں کہ وہ کون ہے؟"

میں ڈاکٹر شیفرڈ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا تھا۔ میز کی دوسری طرف دو خوش لباس، ادھیڑ عمر کے آدمی نظر آرہے تھے۔ ڈاکٹر شیفرڈ کی سوچ نے بتایا، ان میں سے ایک کا نام موشے ایسٹرو ہے اور دوسرے کا نام وان کریگ۔ وان کریگ ایک بہت بڑا سرمایہ دار ہے اور فرانسیسی جیوش سوسائٹی کا چیئرمین ہے۔ دوسرے کے متعلق وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔

اسی وقت دوسرے شخص نے کہا "ڈاکٹر! اگر جواد الخیری کو یہاں پہنچنے میں دیر ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"آپ فکر نہ کریں۔ آپ کا وہ زخمی ساتھی غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا ہے۔"

میں موشے ایسٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر چپکے چپکے اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ پتہ چلا وہ ابھی دو گھنٹے پہلے پیرس پہنچا ہے۔ اور اب وہاں ڈاکٹر سیموئل ڈکسن کی جگہ یہودی تنظیم کا سربراہ بن کر رہے گا۔ میں بڑے موقعے پر پہنچا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ اسپتال سے جائے گا تو اپنے تمام لوگوں سے بھی روپوش رہے گا۔ گونگا بن کر رہے گا۔ وہ ڈاکٹر سیموئل کی طرح یوگا کا ماہر نہیں تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "کیا ڈاکٹر شیفرڈ کے ذریعے فرہاد دماغ میں نہیں پہنچ سکتا؟"

اس کی سوچ نے کہا "نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں ...لے یہاں آنے سے پہلے اطمینان کر لیا ہے۔ ٹارٹر بلبا یہاں زخمی حالت میں پہنچا تو وہ دوسرے ڈاکٹر کے چارج میں ...ا۔ ڈاکٹر شیفرڈ اس کے قریب نہیں گیا ہے۔ نہ ہی اس نے بلبا ...اپنی آواز سنائی ہے۔"

ٹارٹر بلبا کا نام سنتے ہی میں نے اپنی پیشانی پر ایک ...تھ مارا۔ پھر سوچا، اتنی دیر سے میں نے اس زخمی کے متعلق ...لومات حاصل کیوں نہیں کیں؟ دراصل میں اس کے زخمی ...نے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا جب وہ شی سپر کے ...کی چھت پر تھا تو بالکل محفوظ تھا۔ جب وہ سیڑھیوں کے ...یعے ہیلی کاپٹر میں سوار ہوا۔ تب بھی وہ زخمی نہیں تھا۔ ...ریت وہاں سے پیرس پہنچایا گیا تھا اس لیے میرا دھیان ...کی طرف نہیں گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں ٹارٹر بلبا کے ...غ میں پہنچ گیا۔

وہ آپریشن تھیٹر میں تھا۔ تکلیف کی شدت سے کبھی کبھی ...ہتا تھا۔ پھر دانت بھینچ کر برداشت کر لیتا تھا۔ کراہنے کو ...بزدلی سمجھتا تھا بے شک وہ جسمانی طور پر فولاد تھا۔ دو ...اس کے جسم میں پیوست ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں پہلے ...غ متاثر ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ کمزور ہوتا ہے۔ اس کے بعد ...انی کمزوری کا احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹارٹر بلبا مجھے ...دماغ میں محسوس نہ کر سکا۔ اس کی ساری توجہ اپنی قوتِ برداشت ...بحال رکھنے کے لیے تھی۔

میں نے دماغ کی تہہ میں اُتر کر معلوم کیا۔ اس کی سوچ نے ...وہ پچھلی رات سے محل کی چھت پر تنہا تھا۔ چاروں طرف کتے ہی کتے تھے۔ وہ چھت سے اتر کر کہیں جا نہیں سکتا تھا۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا اور وہ غصے سے جھنجلا رہا تھا۔ اس کا آقا ڈاکٹر سیموئل ڈکسن مارا گیا تھا۔ اس کے تمام ساتھی کتوں کا شکار ہو گئے تھے۔ کوئی وہاں نہیں بچا تھا اور وہ بار بار قسمیں کھا رہا تھا کہ ایک بار یہاں سے بچ نکلا تو فرہاد کے کسی بھی ساتھی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

پھر یہی ہوا۔ جب وہ پیرس بخیریت پہنچ گیا تو وہاں چین سے نہ بیٹھ سکا۔ اس نے اپنے کسی یہودی ساتھی کو نہیں بتایا کہ اس کے عزائم کیا ہیں۔ آقا مارا گیا تھا۔ اب وہ کسی کو آقا نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہی کسی سے کچھ پوچھنا ضروری سمجھتا تھا۔ وہ ریڈ پادر کے باس اسحاق وال وِچ کو قتل کرنے کے لیے چل پڑا۔

اسحاق وال وِچ اس کا پہلا شکار تھا کیونکہ وہی مرجانہ کو مادام زارینہ بنا کر شی سپر کے قلعے میں لے گیا تھا۔ یہیں سے ان کی تباہی شروع ہوئی تھی۔ اس نے سوچا پہلے ...... اسحاق وال وچ کو ٹھکانے لگائے گا۔ اس کے بعد مرجانہ کو تلاش کرے گا۔

لیکن ریڈ پادر کا باس کوئی نادان آدمی نہیں ہوتا اور نہ ہی نہتا رہتا ہے۔ اس کے آس پاس مسلح جوان ہوتے ہیں۔ اس کی احاطے میں ہی اسحاق وال وِچ کے مسلح افراد سے جھڑپ ہو گئی۔ بڑا زبردست مقابلہ ہوا۔ پہلے تو مسلح محافظوں نے اس سے ہاتھا پائی کی۔ اسے وہاں سے بھگانے کی کوشش کی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی طرح ڈیل ڈول رکھنے والا فولاد کی طرح ناقابلِ شکست ہے تو انہوں نے اس پر فائرنگ کی۔ نتیجے کے طور پر اس کے جسم میں دو بلٹ پیوست ہو گئے۔ وہ وہاں سے پلٹ کر اسی حالت میں بھاگتا ہوا دور اپنی کار میں پہنچا۔ آدمی تو گولی کھاتے ہی مر جاتا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ٹارٹر بلبا کی طرح جی دار ہوتے ہیں اور گولیاں جسم سے نکالے جانے تک زندہ رہتے ہیں۔ ایسے لوگ بھی خون زیادہ بہہ جانے کے باعث اور تکلیف کی شدت سے بالکل ہی کمزور ہو جاتے ہیں یا بیہوش ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس ٹارٹر بلبا یقیناً ایک حیرت انگیز انسان تھا۔ اس حالت میں بھی اس نے کار ڈرائیو کی، اس کے جسم سے لہو بہہ رہا تھا۔ وہ اپنے خون میں نہا رہا تھا اور جہاں دو بلٹ پیوست ہوئے تھے وہاں بدن میں جیسے انگارے سُلگ رہے تھے۔ ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔ اور کوئی ہوتا تو اس میں چیخنے یا کراہنے کی بھی سکت نہ رہتی۔

بہرحال وہ اس اسپتال میں پہنچنے تک اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے لوگوں کا نام، پتا اور ٹیلیفون نمبر بتایا۔ پھر ایک دم سے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کے بعد کبھی وہ ہوش سے بیگانہ ہو جاتا تھا۔ کبھی ہوش میں آ کر کراہنے لگتا تھا۔ بزدلی کا احساس ہوتا تو کراہنا بھول جاتا۔ برداشت کرنے کی کوشش کرنے لگتا۔

میں نے اپنی زندگی میں بہت سے فولادی اور ضدی لوگ دیکھے ہیں۔ ایسے بھی دیکھے ہیں، جو جان پر کھیل جانا ایک کھیل سمجھتے تھے لیکن میں نے ٹارٹر بلبا جیسا غیرمعمولی قوتِ برداشت رکھنے والا انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اپنے جسم میں دو، دو بلٹ سجا کر اپنے خون میں نہا کر چلتے رہنا، ایسا کمال، ایسی حیرت انگیز قوتِ برداشت اور صلاحیت بھی جو انسان کو دوسری تمام مخلوقات کے مقابلے میں افضل، برتر اور بے یقینی کی حد تک حیرت انگیز بنا تی ہے۔

میں نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں رک رک کر اسے مخاطب کیا۔ "ٹارٹر بل با! کیا تم فرہاد کو اپنے دماغ میں آنے سے روک سکتے ہو؟"

وہ ایک دم سے چونک گیا۔ چند لمحوں کے لیے اپنی تکلیف بھول گیا۔ اس نے سانس روکنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں جسم سے ٹیسیں اٹھیں جیسے بدن کے اندر انگارے دہکنے لگے۔ اس میں موت سے لڑنے کا حوصلہ تھا مگر سانس روکنے کی سکت نہیں تھی۔

میں نے کہا "دنیا کا کوئی شہ زور بدنصیبی کے حملے کو نہیں روک سکتا۔ یہ تمہارے لیے عبرت کا مقام ہے تمہاری بدنصیبی کا آغاز ہو رہا ہے۔ روک سکتے ہو تو پھر کوشش کرو۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر، دانت پیس کر یکبارگی چیخ پڑا۔

"گیٹ آؤٹ۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"بلبا! کسی کو اپنی جسمانی طاقت پر ناز ہوتا ہے کسی کو جنگی ہتھیاروں پر اور کسی کو اپنی صلاحیتوں پر۔ مجھے بھی اپنی صلاحیتوں پر پہلے بڑا ناز تھا لیکن یہ صلاحیتیں وقتی طور پر مجھ سے چھن گئیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ انسان کچھ نہیں ہے۔ قدرت جب چاہے اسے معذور اور مجبور بنا سکتی ہے۔ آج تمہیں بھی اپنی جسمانی صلاحیتوں پر ناز نہیں رہا۔ تم میری مٹھی میں ہو۔ دیکھو تم اب دایاں ہاتھ اٹھاؤ گے۔"

میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے دایاں ہاتھ اٹھایا تو میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے پریشان ہو کر دیکھا۔ پھر سے اپنے ہاتھ کو بستر پر رکھتے کہا "نہیں، میں تمہارے اشاروں پر ناچنے والا آدمی نہیں تم مجھے ٹریپ نہیں کر سکتے۔"

"اب تمہارا بایاں ہاتھ اٹھے گا۔"

اس نے فوراً ہی اپنے بائیں ہاتھ سے بستر کے سرے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا بلکہ جکڑ لیا۔ اپنے دل میں عہد کر لگا کہ وہ ہاتھ وہاں سے نہیں ہٹے گا۔ اس وقت وہ اپنی کو بھول گیا تھا، مجھ سے مقابلے کی دھن میں لگا ہوا تھا دوسرے ہی لمحے وہ ہاتھ اٹھنے لگا۔ جب وہ پوری طرح گیا تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔

اس نے چیخ کر کہا "نہیں نہیں، میں تم سے کمزور نہیں ہوں۔ مجھے اپنی سانسوں پر قابو پا لینے دو۔ پھر میں تمہ چیلنج قبول کروں گا۔"

"بلبا! سونیا جب پارس کے ساتھ طیارے میں سفر تھی تو اس طیارے میں وہ بے بس تھی، مجبور تھی۔ نہ زمین پر آسمان پر اور اسے کسی نے موقع نہیں دیا کہ وہ زمین پر آ تم لوگوں کے چیلنج کا بھرپور جواب دیتی۔ ایک دشمن دور دشمن کو کبھی اس بات کا موقع نہیں دیتا۔ اپنے موقع کی میں رہتا ہے۔ جب بھی اس کا داؤ چلتا ہے وہ دشمن کو نابود کر دیتا ہے۔"

"میں نے کبھی کسی دشمن کو بے بس کر کے نہیں مارا"

"تمہارے آقاؤں نے مارا ہے اور تم ان کے غلام"

وہ دانت پر دانت جمائے، ہونٹ بھینچے دونوں ہاتھوں سے بستر کے سروں کو جکڑے ہوئے سوچ رہا تھا اور خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا "اپنے آس پاس دیکھو تم آپریشن تھیٹر میں ہو۔ تمہارے ایک طرف بڑی ٹرالی پر نوکیلے اور تیز ہتھیار رکھے ہوتے ہیں۔ یہ آپریشن کے لیے ہیں۔ زندگی بچانے کے لیے ہیں۔ تم ان میں سے ہتھیار کو اٹھاؤ گے۔ چلو انتخاب کرو اور کسی ایک کو ٹھیک اسے دل کی جگہ سینے میں اتار لو۔"

"میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔"

"بلبا! تم ایسا کرو گے۔"

"فرہاد! یہ مردانگی نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ میری جانِ حیات کو، میرے جگر کو مارتے وقت تم لوگوں نے مردانگی کا خیال تھا۔ سازشوں کے ذریعے میری بیوی کو مجھ سے چھین تم لوگوں کی انسانیت کہاں مر گئی تھی؟"

وہ چپ رہا، میں نے کہا "میں تمہیں یہ سبق سکھانا چاہتا تھا سو میں نے سکھا دیا۔ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ میرے شکنجے سے نہیں نکل سکو گے۔ ابھی خودکشی کر لو گے، لیکن میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں، تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔"

اس نے ایک گہری سانس لی پھر پوچھا "یہ مرد کی زبان ہے؟"

"میں جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتا ہوں۔ یہ میرے دشمن بھی اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن ..."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے پوچھا "لیکن؟"

"میں تمہیں صحت مند ہونے تک ڈھیل دے رہا ہوں۔ اپنی طاقت کو بحال کرنے تک سوچو، سمجھو، فرہاد دوست ہے یا دشمن؟ اور جن سے تم دوستی نبھاتے آ رہے ہو، جن کی غلامی کرتے آ رہے ہو، وہ تمہیں جھوٹ، فریب اور بزدلی کے سوا کچھ نہیں دے رہے ہیں۔"

اس نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "میں بزدل نہیں ہوں۔"

"سازشیں کرنے والوں کا ساتھ دینا، دھوکا کرنے والوں کے ساتھ رہنا اور مظلوموں پر ظلم کرنے والوں کے ہاتھ مضبوط کرنا سب سے بڑی بزدلی ہے۔ میں بحث نہیں کروں گا۔ میں جا رہا ہوں۔ آپریشن کے بعد زندہ رہ سکو تو میری باتوں پر غور کرنا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ چپ چاپ اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اس نے آہستگی سے پکارا "فرہاد!"

میں خاموش رہا۔ اس نے بے چینی سے کہا "میں برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی میرے آس پاس چھپا رہے۔ میں چھپنے والوں کی شہ رگ تک پہنچ جاتا ہوں مگر تم میرے اندر چھپے ہوتے ہو، میری بے چینی کو اور میرے جنون کو سمجھ سکتے ہو۔ بولو، خاموش کیوں ہو؟ یا پھر بتاؤ کیا تم جا چکے ہو؟"

میں خاموش رہا۔ تب اسے اطمینان ہو گیا اور اسے اپنی تکلیف کا احساس ہوا۔ جسم سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ جہاں بلٹ پیوست ہوتے تھے وہاں انگارے دہکنے لگے۔ وہ پھر اذیتوں میں مبتلا ہو گیا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔

ایک جہاں جو دوستوں سے معمور ہے، ایک جہاں جو دشمنوں سے بھرپور ہے۔ میں ایسے سارے جہانوں کی چشم زدن میں سیر کرتا ہوا اپنی جگہ واپس آ جاتا ہوں۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کی طرح مشقیں نہیں کرنا پڑتیں؛

جدید اور سائنٹیفک اصولوں پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں انوکھا نکھار پیدا کر دیگی
آپ خود میں ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں گے

::: اس کتاب کا مطالعہ کیجئے :::
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنا لیجئے!

قیمت -/۲۰ روپے

مکتبۂ نفسیات
پوسٹ بکس ۴۴۹ کراچی

گیا۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ میں باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں سے منجالی کے دل کی دہلیز پر قدم رکھا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "آپ غسل کر لیں، میں آکر لباس نکال رہی ہوں۔"

"میں غسل خانے میں ہوں اور یہاں سے نکلتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑوں گا۔ بہت بھوکا ہوں۔"

آدھے گھنٹے کے بعد میں منجالی کا پسندیدہ لباس زیب تن کیے کھانے کی میز پر تھا۔ میں نے کھاتے ہوئے کہا۔ "بھئی کیشو! تم بہترین باورچی بھی ہو۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اتنا اچھا پکا لیتے ہو۔"

"جناب! میں نے سوچ سوچ کر سہم سہم کر پکایا ہے۔ پتہ نہیں آپ کو پسند آئے گا یا نہیں۔ آپ نے تعریفیں کر کے میری محنت وصول کر دی۔"

"تم کھڑے کیوں ہو۔ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوتے۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں، تم ملازم نہیں ہو، ہم دوست ہیں۔"

"یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، لیکن یقین کریں آپکے ساتھ کھانے میں خوشی تو ہوگی لیکن اس سے زیادہ خوشی آپ کو کھلانے میں ہوگی۔ میں نے جو ڈش تیار کی ہے، اس کا لطف اسی میں آئے گا کہ آپ کھاتے جائیں اور میں گرما گرم کچن سے لاتا جاؤں۔ بس ابھی لا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے مسکرا کر منجالی کو دیکھا۔ منجالی نے کہا۔ "بہت اچھا آدمی ہے۔ بہت وفادار ہے اور بڑا باصلاحیت اور ذہین بھی ہے۔ اب آپ بتائیں، کل رات سے کیا ہو رہا ہے؟"

میں نے مختصر طور پر اسے تمام حالات بتائے۔ وہ توجہ سے سنتی رہی اور میرے ساتھ کھاتی رہی۔ آخر اس نے کہا۔ "پیرس میں یہودی تنظیم کا سربراہ ڈاکٹر سیموئیل ڈکسن مر چکا ہے۔ اس کی جگہ موشے ایلٹرو آیا ہے۔ آپ نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی آئندہ کی پلاننگ کیوں نہیں معلوم کی؟"

وہ دو گھنٹے قبل آیا تھا۔ ابھی تو وہ پلاننگ کرے گا۔ اور جب کرے گا تو اس سے پہلے ہی میں معلومات حاصل کر لوں گا۔ برما میں یہودی تنظیم کا سربراہ ڈان فریزا اور اُدھر پیرس کی یہودی تنظیم کا سربراہ موشے ایلٹرو دونوں ہی کے دماغ میری مٹھی میں ہیں۔

منجالی نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ "میرے آقا! کیا میں آپ کی کسی بات پر اعتراض کر سکتی ہوں؟"

میں نے مسکرا کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم میری زہریلی محبت ہو۔ میری زندگی کا سب سے عجیب و غریب تجربہ ہو، اس بات کا ثبوت ہو کہ محبت زہر میں بھی ہو تب بھی وہ محبت ہوتی ہے اور اپنے محبت کرنے والے کو کبھی نہیں ڈستی۔ تم بے جھجک بولو۔"

اس نے پوچھا۔ "آپ نے ٹارٹر بلبا کو معاف کر دیا؟"

"وقتی طور پر معاف کیا ہے۔"

"سانپ اگر زخمی ہو اور کمزور ہو۔ ڈسنے کے قابل نہ رہا ہو تو اسے کمزور سمجھ کر چھوڑنا نہیں چاہیے۔ وہ پھر کسی وقت اپنی زہریلی توانائی بحال کرنے کے بعد کسی موقع پر ڈس لے گا۔"

"تمہاری یہ دلیل درست ہے۔ دشمن سانپ سے کسی طرح کم نہیں ہوتا لیکن ہم انسان بھی ہیں۔ ہمارے کچھ اصول بھی ہیں۔ ہماری غیرت، ہماری مردانگی یہ گوارا نہیں کرتی کہ کسی کمزور اور بے بس کو اس کے بُرے انجام تک پہنچائیں۔ اگر ہم اسے معاف کر کے اسے سوچنے اور شرمندہ ہونے کا موقع دیں تو بہتر ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میں نے پہاڑ کو کبھی شرم سے پانی ہوتے نہیں دیکھا۔ میری دعا ہے کہ ٹارٹر بلبا آپ کے اندازے پر پورا اترے۔"

میں کھانے کے بعد چائے پیتا ہوں۔ یہ کیشو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لیے کھانے کے بعد چائے آگئی۔ ہم چائے پینے لگے۔ منجالی نے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "خیال خوانی، خیال خوانی اور خیال خوانی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "واقعی یہ ٹیلی پیتھی آپ کے لیے باعثِ رحمت بھی ہے اور باعثِ زحمت بھی۔ کل ہم تفریح کے موڈ میں یہاں سے نکلے تھے مگر نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کہاں چلے گئے۔ میں کہیں رہ گئی۔ پھر بغیر تفریح کے واپس آگئے۔"

"میں تمہارے دل کی باتیں سمجھتا ہوں۔ تم میرے ساتھ کھلی فضاؤں میں گھومنا چاہتی ہو۔ سچ پوچھو تو میں بھی چار دیواری میں قید ہو کر اکتا گیا ہوں۔ آزادانہ گھومنا پھرنا چاہتا ہوں۔ چلو آج بھی ہم کوشش کر کے دیکھ لیتے ہیں کہ تفریح ہمارے مقدر میں ہے یا نہیں۔"

"کیا ابھی چلیں گے؟"

"ایک گھنٹے بعد۔ میں ضروری خیال خوانی کر لوں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "پھر تو گئے کام سے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس بار پکا وعدہ ہے،

ایک گھنٹے سے زیادہ خیال خوانی نہیں کروں گا۔ تم ٹھیک سات بجے مجھے یہاں سے کھینچتے ہوئے باہر لے چلنا۔"

میں نے وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اینجلو کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میں ٹھیک سات بجے تفریح کے لیے نکلنا چاہتا ہوں، چار دیواری میں رہ کر اکتا گیا ہوں۔ کل میرا تفریح کا شوق پورا نہ ہو سکا۔"

"جناب! آپ ضرور نکلیں، ہم آپ کے لیے حفاظتی اقدامات کر دیتے ہیں۔"

"میں سرکس گراؤنڈ کی طرف جاؤں گا۔ وہاں کارنیوال ہے طرح طرح کی تفریحات ہیں۔ میں منجالی کے ساتھ وقت گزاروں گا۔"

"ٹھیک سات بجے میرے بہت سے مسلح محافظ وہاں موجود ہوں گے جس کار میں آپ رہیں گے اس کے چاروں طرف سخت پہرہ رہے گا۔ کارنیوال میں جہاں آپ جائیں گے وہاں ایک پوری فوج ہوگی جو کسی کو نظر نہیں آئے گی لیکن آپ کے آس پاس سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح موجود رہے گی۔"

میں مطمئن ہو کر اپنے کمرے میں پہنچا پھر میں نے رسونتی کی خبر لی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر وہ غافل تھی۔ میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ قبول نہیں کر رہا تھا۔ وہ یقیناً بے ہوش تھی۔

میں نے چونک کر سوچا۔ یہ کیا ہو گیا؟ کیا دشمن کوئی نئی چال چل رہے ہیں؟ میں یہودی تنظیم کے سربراہ ڈان فریزا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا شراب سے شغل کر رہا تھا۔ میں چپکے چپکے معلومات حاصل کرنے لگا۔ اس کی سوچ ٹھہر ٹھہر کر بتانے لگی۔ رسونتی کو دانستہ بے ہوش کر کے رنگون سے دور اراودی ندی کے کنارے اس مقام پر پہنچایا گیا تھا جہاں ایک ہیلی کاپٹر غیر قانونی پرواز کرتے ہوئے پہنچا تھا۔ رسونتی کو اسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے آسام کی طرف لے جایا گیا ہے۔

یہ معلوم کرتے ہی مجھے غصہ آیا۔ جی میں آیا ابھی ڈان فریزا کو الٹا چھت سے لٹکا دوں اور اسے اذیت ناک سزائیں دوں لیکن میں نے صبر سے کام لیا۔ میں نے اس کی سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "اگر میں رسونتی کو واپس لانا چاہوں تو؟"

اس نے ایک گھونٹ پیتے ہوئے سوچا۔ "واپس لانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر اسے یہاں سے لے گیا ہے۔ اب وہ میرے اختیار سے باہر ہو گئی ہے۔"

"لیکن اسے آسام کیوں پہنچایا جا رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا۔ "مجھے تو یہی بتایا گیا ہے کہ اسے آسام سے دہلی پہنچایا جائے گا، پھر اسے دہلی سے واشنگٹن پہنچا دیا جائے گا۔"

یہودی پہلے ہی یہ طے کر چکے تھے کہ رسونتی کو امریکہ پہنچایا جائے اور برما کی حکومت بھی اس سے متفق تھی۔ ان کا خیال تھا کہ رسونتی یہاں سے چلی جائے گی تو میرے اور یہودیوں کے درمیان ہونے والے ہنگامے سرد پڑ جائیں گے۔

ادھر ڈان فریزا نے پیتے پیتے اچانک ہی چونک کر سوچا۔ "یہ میں کیسی باتیں سوچ رہا ہوں؟ خود ہی سوال کر رہا ہوں، خود ہی جواب دے رہا ہوں کیا میری دماغی حالت نارمل نہیں ہے؟ کیا میں اپنے آپ میں نہیں ہوں؟"

اس نے شراب کی بوتل کو دیکھا پھر شیشے کے جام کو۔ اس کی سوچ نے کہا۔ "ابھی تو میں نے دوسرا ہی پیگ لیا ہے، میں مدہوش نہیں ہوتا، قابو سے باہر نہیں ہوتا پھر یہ تو دوسرا پیگ ہے۔"

اس نے پھر سہم کر سوچا۔ "کیا... کیا میرے دماغ میں فرہاد پہنچ گیا ہے؟"

اس کے ہاتھ سے جام چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔ اس نے شیشے کے جام کو میز پر رکھا پھر اپنی کپکپاہٹ پر

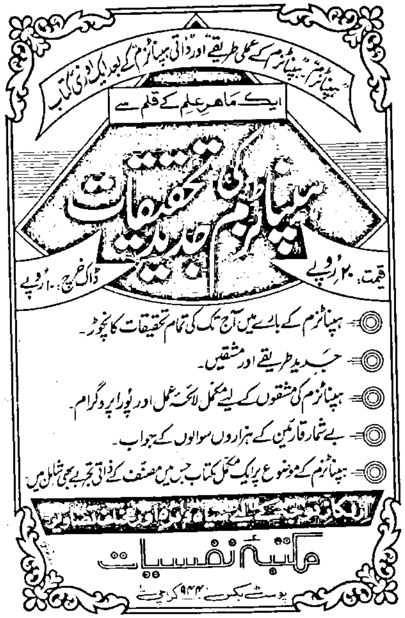

قابو پاتے ہوئے سوچنے لگا "ہو سکتا ہے، وہ چپکے چپکے میرے اندر پہنچ رہا ہو۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہمارا اپنا ٹارچر کرنے والا ہمارے تین اہم ساتھیوں کے ساتھ پھانسی پر لٹک جائے گا۔ ہمارے سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر کا ایک خاص ماتحت خودکشی کر چکا ہے، یہ سب کچھ اس بات کا ثبوت ہے کہ فرہاد چپکے چپکے ہمارے اندر پہنچ چکا ہے۔"

وہ چند لمحوں تک سہما سہما سا بیٹھا رہا۔ پھر اس نے سوچا۔ "خوف کو دور کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تھوڑی سی اور پی جائے۔"

اس نے بوتل کو اٹھایا پھر جام میں شراب انڈیلنے لگا لیکن شراب جام سے باہر گر پڑی۔ اس نے چونک کر بوتل کو میز پر رکھ دیا۔ سوچنے لگا "یہ کیسے ہو گیا؟ میں تو نشے میں نہیں ہوں پھر یہ شراب جام سے باہر کیسے گر پڑی؟ نہیں۔ یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔"

اس نے پھر بوتل اٹھائی اور جام میں شراب انڈیلی، اس بار صحیح طور پر جام پر ہو گیا۔ اس نے بوتل رکھ دی۔ پھر جام کو اٹھایا اور اسے ہونٹوں تک لایا لیکن اس سے پہلے ہی شراب چھلک گئی، اس کے کپڑوں پر گر گئی۔ اس نے گھبرا کر جام کو دیکھا۔ جلدی سے اسے میز پر رکھ دیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر سیدھی طرح بیٹھ کر اس شیشے کے جام کو یوں دیکھنے لگا جیسے مجھے دیکھ رہا ہو۔

میں نے چشم زدن میں اس کے دماغ کو مٹھی میں لے کر آزاد چھوڑ دیا۔ جب آزاد ہوا تو اس نے دیکھا جو جام میز پر رکھا ہوا تھا اب وہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے مارے دہشت کے جام کو اتنی دور پھینکا جیسے وہ کوئی زہریلا سانپ ہو۔ پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس کی سوچ نے کہا "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ اسی وقت کے لیے میں نے اپنے کمرے میں کوئی آتشیں اسلحہ نہیں رکھا۔ ایک چاقو بھی نہیں ہے، رسی تک نہیں ہے کہ اس کا پھندا بنایا جا سکے۔ میں یہاں سلامت رہوں گا مجھے فوراً ٹون بیکر کو بتانا چاہیے کہ میں ٹریپ کیا جا رہا ہوں۔"

وہ میز کی طرف گیا تاکہ ٹون بیکر کے نام پیغام لکھ سکے جب وہ لکھنے کے لیے جھکا تو میں نے اسے پھر اپنی مٹھی میں رکھ لیا۔

تحریر مکمل ہونے کے بعد میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے اسے پڑھا "ڈان فریزر! اس وقت چھ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ صبح ہونے سے پہلے تم رات کے کس حصے میں مرنا پسند کرو گے؟ اپنی موت کا وقت مقرر کر دو۔"

یہ پڑھتے ہی اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ کاغذ کو پھینک کر دوڑتا ہوا دروازے کی طرف گیا تاکہ باہر نکل کر اپنے مسلح محافظوں کی پناہ میں پہنچ جائے مگر میں نے دروازے کو اس کے ہاتھوں سے بند کرا دیا۔ اسے پھر پلٹا دیا۔ اس نے میز کے پاس آ کر پھر لکھنا شروع کر دیا۔ جب تحریر ختم ہو گئی تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ تھا اور وہ تھر تھر کانپتے ہوئے پڑھ رہا تھا۔ کاغذ پر لکھا تھا "میں رات کے ٹھیک بارہ بجے مرنا چاہتا ہوں۔ میری موت صرف اس صورت میں ٹل سکتی ہے کہ رسونتی رنگون سے واپس لائی جائے۔"

میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ سیکرٹ ایجنٹ ٹون اسی ہوٹل کے کمرے میں رہنے کے لیے آ گیا تھا۔ زینے اتر رہا تھا۔ میں نے اس کے قدموں کو لڑکھڑا دیا، وہ زینے پر گرا۔ پھسلتا ہوا ذرا نیچے آیا۔ پھر سنبھل گیا۔ جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ آس پاس سے گزرنے والے رک گئے تھے۔ دیکھ رہے تھے۔ اس نے جھینپ کر اپنے کپڑے جھاڑے پھر آگے بڑھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا "میں کیسے لڑکھڑا گیا؟ میں تو ہوش و حواس میں چل رہا تھا۔"

وہ سوچتا ہوا زینے کے نچلے سرے پر آیا پھر میں نے اسے اوپر پہنچا دیا۔ جب میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اپنے آس پاس دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا "میں اوپر کیسے آ گیا؟" تب وہ سمجھ گیا۔ اس نے دانت پر دانت جما لیے۔ سوچ کے ذریعے کہا "فرہاد! کیا تم میرے دماغ تک پہنچ گئے ہو؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے پلٹا دیا۔ اس کے کمرے میں پہنچا دیا۔ اس نے اپنے بریف کیس کو کھول کر ایک کاغذ کا پیڈ اور قلم نکالا پھر اس پر لکھنا شروع کیا۔ جب تحریر مکمل ہو گئی تو میں نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما کر دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چونکا پھر اپنے ہاتھ میں کاغذ دیکھ کر اسے پڑھنے لگا۔ لکھا تھا "ٹون بیکر! اس وقت چھ بج کر چوبیس منٹ ہوئے ہیں۔ صبح ہونے سے پہلے رات کے کس حصے میں مرنا پسند کرو گے؟ اپنی موت کا وقت مقرر کر دو۔"

وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ہوا میں ڈولتا ڈگمگاتا ہوا فرش پر پہنچ گیا۔ ٹون بیکر کوئی بزدل کمزور آدمی نہیں تھا۔ سیکرٹ ایجنٹ بڑے دل گردے کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ ایسی موت کا مقابلہ کیسے کر

جو نادیدہ ہو۔ اور جو خود اُن سے پوچھ رہی ہو کہ وہ کس وقت مرنا پسند کریں گے۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ پوری طرح میری مٹھی میں آ چکا ہے۔ اسی لیے زینے سے نیچے جا کر اوپر آ گیا۔ اوپر آ کر بے اختیار اپنے کمرے میں پہنچ گیا اور اب اس نے اپنے ہاتھوں سے موت کا پروانہ لکھا ہے۔ اس نے سوچا "اس وقت میں ذہنی طور پر بالکل نارمل ہوں، اپنے طور پر سوچ رہا ہوں سمجھ رہا ہوں۔۔۔۔۔"

یہ سوچتے ہی اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ وہ لاکٹ کے ایک ننھے سے بٹن کو دبا کر اپنے آدمیوں کو اطلاع دینا چاہتا تھا کہ وہ ڈان فریزر کو خطرے سے آگاہ کر دیں لیکن میں نے اس کا موقع نہیں دیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ پھر کاغذ کے پیڈ پر لکھ رہا تھا۔ جب تحریر مکمل ہو گئی تو میں نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اس کاغذ کو دیکھا پھر فرش پر پڑے کاغذ کو دیکھا۔ تب سمجھ میں آیا کہ یہ دوسری تحریر ہے۔ اس نے اسے پڑھا، لکھا تھا "آج ٹھیک بارہ بج کر پانچ منٹ پر مرنا چاہتا ہوں۔ میری موت صرف اس شرط پر ٹل سکتی ہے کہ بارہ بجے سے پہلے رسونتی رنگون واپس پہنچ جائے۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا "نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ رسونتی ہمارے اختیار سے باہر ہو گئی ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق ہیلی کاپٹر یہاں سے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ آسام کی طرف پرواز کر رہا ہے۔ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے ہم ٹرانسمیٹر کے ذریعے بھی اُن سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔"

وہ چیخ رہا تھا، بول رہا تھا۔ اپنی طرف سے صفائی پیش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اس کے دماغ سے واپس آ کر سیدھا پیرس کی یہودی تنظیم کے نئے سربراہ موشے الیسٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ تنظیم کے اہم افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا "میں خود ڈاکٹر سے مل کر آیا ہوں۔ جواد الخیری نے یقین دلایا ہے کہ آپریشن کامیاب رہا ہے۔ دونوں بلٹ نکال لیے گئے ہیں اور ٹارزٹر بلبا خطرے سے باہر ہے۔"

موشے الیسٹرو نے کہا "یہ ٹارزٹر بلبا بالکل ہی پاگل اور درندہ ہے۔ پتہ نہیں ڈاکٹر سیموئیل اسے کس طرح کنٹرول کیا کرتے تھے۔ وہ ہم سے مشورہ کیے بغیر ریڈ باور کے باس کو ہلاک کرنے چلا گیا تھا۔ ہم کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ ریڈ باور کے باس نے مرجانہ کا ساتھ دیا اور اسے مادام زارینہ بنا کر شی سُپر کے پاس لے گیا۔ جتنے اہم گواہ تھے سب مارے گئے ہیں۔ ٹارزٹر بلبا جیسا خبطی دماغ گواہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔"

تنظیم کے ایک فرد نے کہا "مسٹر الیسٹرو! ٹارزٹر بلبا صحت یاب ہو جائے تو اسے فرہاد کے قاتلوں کی فہرست میں رکھا جائے۔ اور فرہاد کے پیچھے لگا دیا جائے یہ ہمارے کام کا نہیں ہے۔ یا تو یہ فرہاد کو مار ڈالے گا یا اس کے ہاتھوں مر جائے گا۔"

تنظیم کے ایک اور فرد نے کہا "فرہاد ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔ وہ زندہ رہا تو شاید ہم میں سے کوئی زندہ نہ رہے۔ برما میں ہماری تنظیم کے جو نئے عہدے دار گئے تھے وہ بھی فرہاد کی زد میں آ گئے ہیں۔ ہمارے چار آدمی ایک ہی قطار میں پھندوں سے لٹک کر مر گئے۔ ہمارے آدمی آئے دن خودکشی کر لیتے ہیں۔ ادھر ہمارے بیشتر اہم عہدے دار کتوں کا لقمہ بن گئے ہیں۔"

موشے الیسٹرو نے کہا "اب میں آ گیا ہوں۔ میں اسے اور کھل کھیلنے کا موقع نہیں دوں گا۔ میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے اگر سُپر ماسٹر کی تنظیم اور ریڈ باور کا ماسک مین فرہاد کا ساتھ نہ دیں تو ہم اس کے لیے اس دنیا کے ہر ملک کی زمین تنگ کر دیں گے، اسے کہیں ٹھکانہ نہیں ملے گا۔ میں اُسے کھوں، کھوں، کھوں۔۔۔۔"

وہ بات پوری کرنے سے پہلے کھانسنے لگا۔ پھر اس نے کھانسی پر قابو پاتے ہوئے کہا "میں اسے مجبور، کھوں، کھوں کھوں۔۔" وہ پھر کھانسنے لگا۔

تنظیم کے ایک فرد نے پوچھا "مسٹر الیسٹرو! آپ کو کیا ہو گیا؟ کھوں، کھوں، کھوں۔"

تنظیم کے دوسرے شخص نے مسکراتے ہوئے کہا "کمال ہے آپ بھی کھانسنے کھوں، کھوں کھوں۔"

وہ شخص بھی کھانسی کا شکار ہو گیا اپنی بات پوری نہ کر سکا۔ پھر تو سلسلہ چل پڑا۔ جو بھی کچھ بولنا چاہتا تھا میں اسے کھانسنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

تنظیم کے ایک فرد نے کہا "یہ تو عجیب سی بات ہے۔ ہم سب نے یکے بعد دیگرے کھانسنا شروع کر دیا ہے، ایسا تو کبھی نہیں ہوا ہے۔"

دوسرے شخص نے کچھ کہنا چاہا مگر اسے کھانسی شروع ہو گئی۔ تیسرے شخص نے بھی کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی کھانسی کا شکار ہو گیا۔ پھر تو سب سہم گئے۔ ایک

دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ہر ایک کے دماغ میں ایک ہی سوال تھا "کیا وہ پہنچ گیا ہے؟"

"ایک شخص نے میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "ہاں۔ میں پہنچ گیا ہوں۔"

سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ اس نے کہا "میں فرہاد علی تیمور تم سب سے مخاطب ہوں۔"

وہ اسے بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے کہا "میں ابھی ثبوت دیتا ہوں۔ تم سب جہاں بیٹھے ہو وہاں نہیں رہو گے اپنی جگہ بدل دو گے۔"

اس چیلنج کے ساتھ ہی سب سے پہلے موشے ایسٹرڈ اپنی جگہ سے اٹھا اور دوسری کرسی کی طرف گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ جس کرسی کے پاس وہ پہنچا تھا۔ اس کرسی والے کو میں نے اٹھا کر ایک طرف کھڑا کیا، پھر موشے ایسٹرڈ کے دماغ پر قابض ہو کر اسے بٹھا دیا۔ دوسرا شخص وہاں سے اٹھ کر تیسرے شخص کے پاس آیا۔ میں نے وہاں بھی یہی کیا۔ اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر کرسی والے کو اٹھا دیا اور دوسرے کو بٹھا دیا۔ اسی طرح ہر ایک اپنی سیٹ بدلتا گیا۔ جس کی سیٹ بدلتی رہی وہ حیرانی سے یہ تماشا دیکھتا رہا جب تمام لوگوں نے اپنی اپنی جگہ بدل دی تو میں نے پھر اسی شخص کی زبان سے پوچھا "کیا خیال ہے؟ کیا میں تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں؟"

وہ سب ہاں ہاں کے انداز میں سر ہلانے لگے ـــــ

موشے ایسٹرو نے کہا "مسٹر فرہاد! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔"

"نہ خوش آمدید کی ضرورت ہے نہ خوشامد کی۔ میری بات کو توجہ سے سنو۔ اس وقت برما کے وقت کے مطابق چھ بج کر پچیس منٹ ہوئے ہیں۔ صبح ہونے سے پہلے تم سب فیصلہ کر لو کہ رات کے کس حصے میں مرنا پسند کرو گے ـــ تم سب اپنی اپنی موت کا وقت مقرر کر لو۔"

موشے ایسٹرو نے کہا۔ ہم... ہم جانتے ہیں۔ آپ دیکھتے ہی دیکھتے ٹیلی پیتھی کی چٹکی سے ہمیں مسل ڈالیں گے۔ لیکن ہم انسانیت کے نام پر سمجھوتہ چاہتے ہیں۔ آخر یہ خون خرابے کب تک ہوتے رہیں گے؟"

"ایسٹرو! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم میرے خلاف ... مارٹیا کو بھیجنے کی پلاننگ کر رہے تھے۔ اس وقت تمہاری انسان دوستی کہاں گئی تھی؟ تمہیں اس وقت سمجھوتے کا خیال کیوں نہیں آیا جب تم نے اور تمہارے لوگوں نے میرے عزیزترین رشتوں کو ختم کر ڈالا؟"

"ہم وعدہ کرتے ہیں، آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"بکواس مت کرو۔ میری بات سنو۔ رسونتی کو مجھ سے دور رکھنے کے لیے اسے واشنگٹن پہنچایا جا رہا ہے۔ اس وقت وہ ہیلی کاپٹر میں رنگون اور آسام کے درمیان سفر کر رہی ہے۔ آسام سے اسے دہلی پہنچایا جائے گا پھر دہلی سے واشنگٹن۔"

وہ چپ چاپ سن رہے تھے۔ میں نے اس شخص کی زبان سے کہا "تمہاری موت برما کے وقت کے مطابق ٹھیک بارہ بج کر دس منٹ پر ہوگی اور تمہارے یہ ساتھی یکے بعد دیگرے ہر ایک منٹ پر مرتے جائیں گے۔ تم لوگ دنیا کے جس حصے میں بھی ہوگے، جہاں بھی رہو گے، جتنے بھی سخت پہرے میں رہو اپنی جان سے جاؤ گے۔ یہ تماشے تم لوگ پہلے بھی دیکھ چکے ہو اور اب اپنی موت کا تماشا خود دیکھو گے۔"

وہ لوگ نہیں نہیں کی گردان کرنے لگے۔ گڑگڑانے لگے۔ میں نے کہا "تم سب کی موت صرف ایک شرط پر ٹل سکتی ہے۔ بارہ بجے سے پہلے یعنی پانچ گھنٹے کے اندر رسونتی واپس رنگون پہنچا دی جائے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ ہم ابھی کوشش کرتے ہیں۔"

"تمہاری کوشش کامیاب ہوئی تو زندگی۔ ناکام ہوئی تو موت۔"

وہ سب گم صم ہو کر اپنے اس ساتھی کو دیکھ رہے تھے جس کی زبان سے میں بول رہا تھا پھر میں نے کہا "یاد رکھو میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں سرنگ بنانا جانتا ہوں۔ تم لوگوں نے بارہا محتاط ہو کر اپنی تنظیم کے افراد اور اعلیٰ عہدے دار بدل دیے اور جب بھی تبدیلی ہوئی میں ہر نئے عہدے دار کے دماغ میں آسانی سے پہنچ گیا۔ ادھر ڈان فر... کا بھی یہی حال ہے۔ میں نے اس کی موت کا بھی وقت مقرر کر دیا ہے۔ تم لوگوں کو اپنے جس سیکرٹ ایجنٹ ٹون بیکر پر ناز تھا۔ وہ بھی بارہ بج کر پانچ منٹ پر میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔ تم سب کی نجات صرف اسی شرط پر ہے کہ پانچ گھنٹے کے اندر رسونتی رنگون پہنچ جائے۔"

میں انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر آ گیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھا کمرے کے دروازے پر منجالی کھڑی ہوئی تھی۔ نظریں ملتے ہی اس نے کہا "دس منٹ پہلے ہی آ گئی ہوں"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "میں نے دس منٹ پہلے ہی آنکھیں کھول دیں کیونکہ ریڈی میک اپ کے لیے اتنا ہی وقت کافی ہے۔"

میں نے آئینے کے سامنے پہنچ کر میک اپ نہیں کیا۔

اپنا گیٹ اپ بدل لیا۔ وہی گھنی مونچھیں ناک کے نیچے لگا لیں۔ ایک آنکھ کے قریب بڑا مسّہ چپکا دیا۔ آنکھوں پر عینک چڑھا لی۔ لمبے بالوں کی وگ پہن لی پھر اچھی طرح اپنا جائزہ لینے کے بعد پوچھا "کیا فرہاد نظر آ رہا ہوں؟"

وہ مسکرا کر بولی "بالکل نہیں، آپ چینج ہو گئے ہیں لیکن میں ویسی ہی ہوں۔ اگر ٹون بیکر کے کسی آدمی نے مجھے دیکھ لیا تو؟"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا "ہم صرف چہرے کا میک اپ کرتے ہیں اور تبدیل ہو جاتے ہیں مگر تم سر سے پاؤں تک کالی ہو صرف چہرہ بدلنے سے کام نہیں چلے گا۔ پورے بدن کی رنگت بدلنا ہوگی یا پھر کسی نیگرو لڑکی کا میک اپ کرنا ہوگا۔ برما میں نیگرو لڑکیاں برائے نام ہیں۔ دشمن کے آدمی جس کالی لڑکی کو دیکھیں گے اس پر تمہارا ہی شبہ کریں گے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟"

"میرا خیال ہے رسک لیا جائے۔ اسی طرح میرے ساتھ چلو۔ فی الحال یہودی تنظیم کے تمام افراد اور عہدے دار اپنے سربراہ اور سیکرٹ ایجنٹ کی جان بچانے کی فکر میں مبتلا ہوں گے یا پھر میری شرط پوری کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔"

میں نے منجالی کو بتایا کہ میں نے ان کے لیے کون سی شرط رکھی ہے اور بارہ بجے سے ان پر کون سی قیامت ٹوٹنے والی ہے، وہ خوش ہو کر بولی "پھر تو کوئی بات نہیں ہے ہماری طرف شاید ہی کوئی دشمن توجہ دے۔ اگر دے تو آپ مجھ سے فوراً الگ ہو جائیں۔ میں تنہا ان سے نمٹنے کی کوشش کروں گی آپ دور رہ کر ٹیلی پیتھی کے ذریعے میری مدد کریں گے۔"

ہم وہاں سے نکلے۔ کیشو اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہم پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ میں نے روانہ ہوتے وقت اینجلو سے رابطہ قائم کر کے بتا دیا کہ اب ہم سرکس گراؤنڈ کی طرف جا رہے ہیں۔

میں نے منجالی سے کہا "سرکس گراؤنڈ پہنچنے تک تنہائی چاہتا ہوں۔ پھر میں تمہارا ہو جاؤں گا۔"

وہ مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے یہاں کے حالات بتائے۔ رسونتی کے متعلق بتایا کہ اسے کس طرح واشنگٹن پہنچایا جا رہا ہے اور میں نے دشمنوں کو کس طرح چیلنج کیا ہے۔ پانچ گھنٹے کے اندر بہت بڑا فیصلہ ہونے والا ہے۔

سونیا نے کہا "دشمنوں نے کوئی زبردست پلاننگ کی ہے۔ اچانک ہی اپنا لائن آف ایکشن بدل دیا ہے۔ رسونتی کو واشنگٹن لے جا رہے ہیں تو کوئی خاص بات ضرور ہے۔"

"ہاں۔ میں جتنے سربراہوں کے دماغوں تک پہنچ سکتا تھا وہاں پہنچ کر دیکھ لیا۔ رسونتی کو وہاں بھیجنے کا مقصد کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا۔ دراصل یہ دشمن ایسی پلاننگ کرتے ہیں کہ ایک سربراہ کو دوسرے سربراہ کی منصوبہ بندی کا علم نہیں ہوتا۔ ان کے ہیڈ آفس سے جو منصوبہ بندی ہو رہی ہے اس کا علم ان سربراہان کو نہیں ہے۔"

"اگر وہ رسونتی کو تمہارے حوالے نہ کریں تو تم اپنی دھمکیوں پر عمل کرو گے؟"

"یقیناً کروں گا۔ یہ یہودی دہشت پھیلانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں۔ میں بتاؤں گا کہ میں بھی ان سے کم نہیں ہوں۔ میں برما کو ان کی ذات سے خالی کر دوں گا۔"

"ذرا اعلیٰ بی بی سے باتیں کر لو۔ وہ تم سے ضروری باتیں کرنا چاہتی ہے۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھی۔ اس نے کہا "ایسے غائب ہو جاتے ہو جیسے مجھ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔"

میں نے کہا "اور حالات یوں لاٹھی لے کر میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں جیسے میں ہی ساری دنیا میں ایک دشمن رہ گیا ہوں۔ میں کیا کروں میری اپنی مجبوریاں بھی ہیں۔"

"یہاں فرانس کی حکومت مجھ سے جواب طلب کر رہی ہے۔ شی سپر کے علاقے میں دھماکے کس نے کیے ہیں؟ وہاں بے شمار لوگوں کی ہلاکت کا ذمے دار کون ہے؟ سارا الزام مرجانہ پر آ رہا ہے اور مرجانہ کا تعلق بابا صاحب کے ادارے سے ہے۔"

"ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مرجانہ اس معاملے میں ملوث رہی ہے، وہ صرف الزام تراش رہے ہیں۔ انھیں کبھی ثبوت نہیں مل سکے گا۔"

"وہ تو میں نے کھرا سا جواب دے دیا ہے اور میں آئندہ بھی ان سے نمٹ لوں گی لیکن دشمن اپنا جال دور تک پھیلا رہے ہیں۔ فرانس کی حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ بابا فرید واسطی کے ادارے کو حکومت کی تحویل میں لے لیا جائے۔"

"وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ تم اس سلسلے میں بڑے سے

بڑے قانون داں کی خدمات حاصل کر سکتی ہو۔"

اعلیٰ بی بی نے کہا" ہمارے ادارے میں ایک سے ایک بڑھ کر تجربے کار اور منجھا ہوا قانون داں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں سپر ماسٹر اور ماسک مین کی تائید حاصل رہے گی لیکن یہودیوں کو کچھ اور سبق سکھانا ہوگا۔ انہیں ایسی سازشوں سے باز رکھنا ہوگا۔"

"میں یہی کر رہا ہوں۔ رنگون اور پیرس میں ان کے قدم جمنے نہیں دوں گا۔ یہ آتے جائیں گے اور میدان چھوڑ کر بھاگتے جائیں گے۔ نہیں بھاگیں گے تو موت کو گلے لگائیں گے۔"

اچانک ہی منجالی کی آواز نے خیال خوانی کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ کہہ رہی تھی "جناب! منزل آچکی ہے۔"

میں نے چونک کر دیکھا۔ ہماری کار ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ آس پاس رنگ برنگے قمقمے جلتے بجھتے نظر آ رہے تھے اور کارنیوال کی تیز روشنیاں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

میں نے کہا" ذرا ایک منٹ، ابھی آتا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے رخصت چاہی۔ وہ مجھے اتنی جلدی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ میں نے بہانہ کیا" یہاں میں اپنے لیے خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔ دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

اس نے فوراً ہی اجازت دے دی۔ میں منجالی کے پاس حاضر ہو گیا۔ ہم نے کار سے نکل کر دور دور تک دیکھا۔ ویسے تو کوئی محافظ نظر نہیں آ رہا تھا مگر یقین تھا کہ اینجلو کے آدمی میرے لیے ڈھال اور دشمنوں کے لیے وبال بن سکتے ہیں۔

تاہم اپنی تسلی کے لیے میں نے اینجلو کو مخاطب کیا اور کہا" میں سرکس گراؤنڈ پہنچ گیا ہوں لیکن آپ کے آدمی نظر نہیں آ رہے ہیں۔"

"میرے آدمیوں کو آپ نظر آ رہے ہیں۔ آپ اطمینان سے کارنیوال میں تشریف لے جائیں۔ خوب تفریح کریں۔ کوئی خطرہ ہوگا تو آپ کو فوراً اطلاع مل جائے گی۔"

کیشو نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! یہ کارنیوال کا مین گیٹ ہے۔ یہ کار یہیں کھڑی رہے گی۔ میں موجود رہوں گا۔"

میں منجالی کے ساتھ وہاں سے چلتا ہوا ٹکٹ کاؤنٹر پر پہنچا۔ وہاں سے دو ٹکٹ لیے پھر ہم کارنیوال کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ اندر روشنی ہی روشنی تھی۔ رنگ ہی رنگ تھے۔ کتنی ہی حسین عورتیں، کتنے ہی خوبرو مرد مختلف ملکوں کے مختلف قوموں کے ہنستے کھیلتے چہرے نظر آ رہے تھے۔ انسانوں کے اس مینا بازار میں منجالی بہت خوش تھی میرے ہاتھ میں ہاتھ دیے یوں فخر سے چل رہی تھی جیسے دنیا والوں کو دکھا رہی ہو دیکھو، دیکھو میں نے فرہاد علی تیمور کو جیت لیا ہے۔

وہاں دکانیں بڑی خوبصورتی سے سجی ہوئی تھیں۔ تیز روشنیوں کے باوجود سجاوٹ کے خاطر رنگ برنگے قمقمے لگائے گئے تھے۔ ایک کاسمیٹکس کی دکان پر پہنچ کر منجالی رک گئی۔ وہاں میک اپ کے سلسلے میں تمام ممالک کی مصنوعات کی نمائش ہو رہی تھی اور فروخت بھی۔ منجالی کا دل چاہ رہا تھا، اپنے لیے کچھ میک اپ کا اور کچھ سنگھار کا سامان خریدے۔ میں نے کہا" خریدلو۔"

"مگر یہ سامان اٹھائے اٹھائے کون پھرے گا؟"

"ہم اسے کار میں پہنچا دیں گے۔"

وہ خریدنے لگی۔ لپ اسٹک، نیل پالش، کریم اور مختلف قسم کے لوشن۔ کالی رنگت کی عورتیں بھی خریدتی ہیں۔ ان چیزوں سے وہ خود کو گورے رنگ میں بدلنا نہیں چاہتیں لیکن ان کے ذریعے جلد تازہ اور شگفتہ نظر آتی ہے۔ میں نے پوچھا" کیا تمہارے دل میں یہ حسرت نہیں ہے کہ تم کالی سے گوری بن جاؤ؟"

"بالکل نہیں۔ مجھے اپنے رنگ پر فخر ہے۔ یہ میرے ملک اور میرے آباؤ اجداد کی شناخت ہے۔ کیا آپ شناخت سے انکار کریں گے؟"

"کبھی نہیں۔ مجھے فخر ہے کہ میں رنگ، نسل، طور طریقہ اور اپنے مزاج کے مطابق پاکستانی ہوں۔"

"ٹھیک اسی طرح مجھے فخر ہے کہ میں افریقی ہوں۔"

اس نے ڈھیر ساری خریداری کی۔ میں نے اینجلو کو مخاطب کیا اور کہا" ہم نے یہاں کچھ خریداری کی ہے۔ سامان اپنی کار میں پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"آپ اپنی قمیص کا بٹن کھول کر پھر لگائیں۔"

میں نے ایسا ہی کیا۔ چند لمحوں بعد ایک شخص میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا" جناب! میں حاضر ہوں۔"

میں نے وہ تھیلا اسے دیتے ہوئے کہا" اسے کار میں پہنچا..." وہ چلا گیا۔ منجالی نے پہلے تو حیرانی کا اظہار کیا پھر مسکرا... بولی" میں سمجھ گئی، آئیے۔"

ہم اوپر سے نیچے گردش کرنے والے جھولے کے پاس آئے۔ وہاں سے ٹکٹ خریدا، پھر ایک قطار میں پہنچ گئے۔ کیا تھی بچوں کی فوج تھی۔ ایک موٹی سی عورت میرے پاس کھڑی تھی اور اس کے آگے میں نے گن کر دیکھے سولہ بچے اور ان بچوں کے آگے ایک دبلا پتلا مرد کھڑا ہوا تھا۔ ان بچوں کو گننے لگی عورت اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔

...نے کہا" بچے اس دنیا کی خوبصورتی ہیں۔ یہ آپ کے بچے بڑے پیارے ہیں۔"

وہ عورت غصہ بھول کر خوش ہو گئی۔ منجالی نے پوچھا۔ "کیا وہ دبلے پتلے سنگل ہڈی والے آپ کے شوہر ہیں؟"

اس نے شرماتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا" ہاں، یہی میرے بچوں کے باپ ہیں۔"

منجالی نے کہا" آپ کے شوہر کی حالت زار دیکھ کر سوال کر رہی ہوں، آپ کی صحت کا راز کیا ہے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ میں خوش رہتی ہوں، یہ سوچتے ہیں۔ میں بچوں میں نہیں الجھتی، یہ سنبھالتے ہیں، میں سوتی ہوں، یہ انہیں لوریاں سناتے ہیں حالانکہ میں ان پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتی۔ کبھی کبھی ان کا ہاتھ بٹاتی رہتی ہوں۔ یہ کپڑے دھو کر استری کرتے ہیں، میں تہہ کر کے رکھتی ہوں۔ یہ پکاتے ہیں، میں انہیں پیار سے کھلاتی ہوں۔"

ہم جھولے پر آ کر بیٹھ گئے۔ منجالی نے دوسرے جھولے میں اس عورت کو دیکھا۔ پھر مجھ سے کہا" بچے پھول ہوتے ہیں مگر ضرورت سے زیادہ ہوں تو کانٹے بن جاتے ہیں۔"

میں نے کہا" پھول آخر پھول ہی ہوتے ہیں۔ انہیں کانٹے نہ کہو البتہ بچوں کا باپ سوکھ کر کانٹا بن جاتا ہے۔"

جھولا گردش کرنے لگا۔ ہم کبھی نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے جانے لگے۔ جب جھولا اوپر سے نیچے کی طرف تیزی سے جاتا ہے تو سانس رکنے سی لگتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے تیزی سے پستی کی طرف گرتے جا رہے ہوں۔ جو سانسوں کو قابو میں رکھنا نہیں جانتے وہ گھبرا جاتے ہیں۔

دانشمندوں کا قول ہے۔ خوشی کی تقریبات میں یہ نہ بھولو، آج سکھ ہے تو کل دکھ ہو سکتا ہے۔ دوستوں میں بیٹھ کر اپنے دشمنوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا میں دشمنوں کی خبر لینے کے لیے ٹون بیکر کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ڈان فریزر کے کمرے میں موجود تھا۔ ان کے ساتھ پولیس والے بھی تھے۔ ڈان فریزر بہت سہما ہوا تھا لیکن ٹون بیکر بے حد پریشان تھا۔ ایک اعلیٰ افسر کہہ رہا تھا" آپ اطمینان رکھیں ہم نے اس کمرے سے ایسی تمام چیزیں ہٹا دی ہیں جو خودکشی کا باعث بن سکتی ہیں۔ یہاں نہ کوئی ہتھیار ہے نہ ...ہے۔ اور ہم بھی کمرے میں موجود رہیں گے۔ دروازے کو باہر سے بند رکھیں گے، اپنے آدمیوں کو یہ تاکید کر دیں گے کہ جتنا بھی انہیں مخاطب کریں وہ بارہ بجے کے بعد دروازہ نہ کھولیں۔ اس طرح کوئی باہر سے حملہ کرنے نہیں آ سکے گا۔

اگر فرہاد مسٹر بیکر کے دماغ میں پہنچ کر حملہ کرنا چاہے گا تو میں انہیں روکوں گا۔ اگر میرے ذریعے حملہ کرنا چاہے گا تو ٹون بیکر مجھے روکیں گے۔ ہم دونوں ہی سپر زور ہیں، ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں، آپ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔"

ڈان فریزر نے کہا" آفیسر! آپ مائنڈ نہ کریں۔ میں کہتا ہوں آپ کا محکمہ ان معاملات میں بہت کمزور ہے۔ ایک ایسے قاتل کو آپ لوگ گرفتار نہ کر سکے جو اس شہر میں کتنے ہی قتل کر چکا ہے۔"

"سوری مسٹر فریزر! اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ فرہاد نے آپ کے آدمیوں کو مارا ہے۔"

ٹون بیکر نے کہا" بعض اوقات ثبوت نہیں ملتے لیکن پورا یقین ہوتا ہے کہ قاتل کون ہے۔"

"صرف یقین کر لینے سے بات نہیں بنتی۔ عدالت اور قانون کو ثبوت چاہیے۔"

"سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ وہ مجرم ہے، قاتل ہے اسی لیے وہ آپ لوگوں سے چھپتا پھر رہا ہے۔"

"معاف کیجیے گا، ہم لوگوں سے نہیں، آپ لوگوں کی دشمنی کے باعث چھپ رہا ہے۔ ہم نے اسے ایک کاٹیج میں پناہ دی لیکن آپ لوگوں کی طرف سے اچانک حملہ ہوا اور اسے وہاں سے بھاگنا پڑا۔"

"وہ حملہ ہم نے نہیں کیا تھا۔ یہ فرہاد کی چال ہے۔"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سی چال کس کی ہے؟ آپ لوگ جو چال چل رہے ہیں اس کا کوئی حساب نہیں ہے۔"

"ہم کیا کر رہے ہیں؟"

"آپ لوگ معصوم، سیدھے اور نادان نہیں ہیں۔ ہم صرف قانون کے تحت آپ کی حفاظت کرنے یہاں آ گئے ہیں ورنہ سراسر قصور آپ لوگوں کا ہے۔ آپ کس کی اجازت سے سونیا کو لے گئے ہیں؟ کیا یہ اشتعال انگیزی نہیں ہے۔ آپ لوگوں نے اس کی عزیز ترین ساتھی سونیا اور اس کے بیٹے

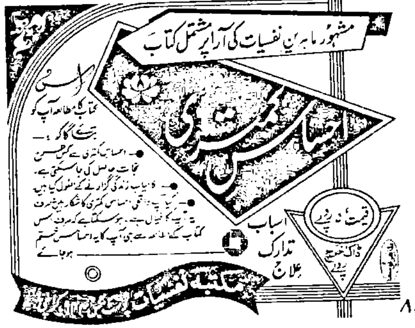

کو ہلاک کردیا؟"

"ہم نے نہیں کیا ہے۔"

"یہی تو بات ہے جس طرح آپ لوگ اپنے جرائم کا اقرار نہیں کر رہے اسی طرح فرہاد بھی انکار کر رہا ہے۔ نہ آپ کے خلاف کوئی ثبوت ہے نہ فرہاد کے خلاف کوئی ثبوت ہے۔ پریشانی صرف ہم لوگوں کو ہے۔ ہمارے ملک میں، ہمارے اتنے بڑے شہر میں یہ ہنگامے آپ لوگوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ بہرحال میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارے اعلیٰ حکام نے سختی سے کہا ہے آپ رسونتی کو واپس لے آئیں۔ وہ بارہ بجے سے پہلے رنگون پہنچ جائے گی تو ہمارا شہر ہنگاموں سے محفوظ رہے گا۔ ہم اپنے ہاں امن و امان چاہتے ہیں۔"

میں ٹون بیکر کے دماغ میں تھا۔ اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "ا وہنہ، رسونتی شاید واپس نہیں آئے گی اور ہمارے بڑے ہمیں مرنے بھی نہیں دیں گے۔ انھوں نے شطرنج کی بساط بچھا رکھی ہے ضرور کوئی ایسی چال چلیں گے کہ فرہاد ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دے گا۔"

میں نے کہا "آفیسر! میں ٹون بیکر نہیں، فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ سب چونک کر ٹون بیکر کو دیکھنے لگے۔ ٹون بیکر بھی اپنی بدلی ہوئی آواز اور لہجے کو سمجھ رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ کو پوری طرح اپنے قبضے میں نہیں رکھا تھا صرف زبان میرے تابع تھی۔

آفیسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا "مسٹر فرہاد! ہم آپ سے ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں۔ یقین کریں، ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔ آپ سے کوئی ایسا دوستانہ سمجھوتہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں امن و امان رہے۔"

"آفیسر! میں آپ کی باتیں سن چکا ہوں۔ آپ نے ابھی جو کچھ کہا ہے وہ انصاف کے عین مطابق ہے۔ ہمارے درمیان جو دشمنی چل رہی ہے واقعی ہم میں سے کسی کے خلاف آپ لوگوں کو ثبوت نہیں مل رہا ہے لیکن میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، اگر میری شریک حیات رسونتی بارہ بجے سے پہلے واپس آجائے گی تو آپ کے ہاں ہمیشہ امن و امان رہے گا۔ بلکہ میں آپ کا یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "جناب! ہم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتے۔ ہماری پوری کوشش یہی ہے کہ آپ کی شریک حیات بارہ بجے سے پہلے واپس آجائے۔"

"لیکن وہ نہیں آئے گی۔ میں نے ابھی ٹون بیکر کے خیالات پڑھے ہیں، یہ چیلنج کر رہا ہے کہ رسونتی واپس نہیں لائی جائے گی اور ان کے بڑے فرہاد کے خلاف ایسی چال چلیں گے کہ فرہاد گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

آفیسر نے گھور کر ٹون بیکر کو دیکھا، پھر پوچھا "یہ سچ ہے؟"

وہ گڑبڑا کر بولا "ن... نہیں۔ میں تو اپنے طور ایسا سوچ رہا تھا۔ میرا خیال ہے رسونتی واپس آجائے گی۔"

آفیسر نے غرا کر کہا "مسٹر بیکر اور مسٹر فرزی! اچھی طرح سن لیں۔ آج اگر بارہ بجے سے پہلے مسٹر فرہاد کی شرط پوری نہ کی گئی تو پولیس کا محکمہ صرف آپ لوگوں کے خلاف اقدامات کرے گا۔ ہم اپنی حکومت کو بھی مجبور کریں گے، وہ آپ لوگوں کو یہ ملک چھوڑ کر جانے پر مجبور کر دے۔"

میں نے ٹون بیکر کی زبان سے کہا "آفیسر! آپ ان کی حفاظت کے لیے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ جیسی بھی تدبیر کر لیں، موت ان کا مقدر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغ پر قابض ہو جاتا ہوں۔"

"جی ہاں، میں جانتا ہوں۔"

"جب میں دماغ پر قابض ہو کر ان کی سانس روک دوں گا، یہ میری مرضی کے بغیر سانس نہیں لے سکیں گے۔ آپ کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیں، ان کے دلوں کی دھڑکنیں دیر تک برقرار رہیں گی۔ میں جا رہا ہوں۔ رسونتی مل گئی تو ٹھیک ہے ورنہ ٹھیک بارہ بجے اسی جگہ آپ سے ملاقات ہوگی اور میں آپ کو یہ تماشا دکھاؤں گا۔"

میں دماغی طور پر جھولے میں منجالی کے پاس آگیا۔ جھولا رک گیا تھا۔ ہم اتر گئے۔ میں نے کہا "ریستوران میں بیٹھ کر چائے پئیں گے تاکہ میں ضروری خیال خوانی کر سکوں۔" پھر میں نے وہاں سے چلتے ہوئے اس کو جھولے میں ہونے والی خیال خوانی کے متعلق بتایا۔ ایک ریستوران میں آکر میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ منجالی نے کہا "میں یہاں چائے نہیں پیوں گی۔ آپ تو جانتے ہیں کپ جھوٹا ہو جائے گا۔"

میں نے کہا "ہندو برہمن جب کہیں سفر کرتے ہیں تو اپنے برتن ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ وہ صرف ہوا اپنے ہی برتن میں کھاتے ہیں لہٰذا تم بھی اپنے بیگ سے وہ گلاس نکال لو جسے تم ایسے وقت استعمال کرتی ہو۔ کوئی پوچھے تو کہہ دیا جائے گا تم برہمنوں جیسی کسی ذات سے تعلق رکھتی ہو۔"

منجالی نے چائے کا آرڈر دے دیا۔ میں سر جھکا کر سوچنے لگا۔ دشمن میرے خلاف ایسی کون سی چال چل سکتے ہیں کہ میں ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاؤں۔

سوچتے سوچتے میرا دماغ شاہینہ اور اس کی بچی کی طرف گیا۔ وہی میری عزیز ترین بن گئی۔ میں اس کی خاطر بازی ہار سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی سعید صاحب کو مخاطب کیا۔ وہ خوش ہو گئے۔ میں نے رسمی باتوں میں وقت ضائع کیے بغیر کہا "میں دشمنوں کے لیے اس وقت بہت بڑا چیلنج بنا ہوا ہوں۔ وہ بھی جواباً میرے لیے چیلنج بن سکتے ہیں لہٰذا آپ شاہینہ اور اس کی بچی کے لیے حفاظتی اقدامات فوراً کر لیں بلکہ پورے خاندان کو اپنی نگرانی میں رکھیں۔ اتنا سخت پہرہ ہو کہ کوئی پرندہ بھی ان کے قریب پر نہ مار سکے۔"

"یہ اچھا ہی اتفاق ہے کہ میں سلمیٰ کو لے کر لاہور آیا ہوا ہوں۔ تم فکر نہ کرو میں ابھی انتظامات کر دیتا ہوں۔"

"جاوید بھی دشمنوں کی نظروں میں آچکا ہے، وہ اسے اس کی بیوی کو یا اس کی بہن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کیا آپ پنڈی میں ان کی حفاظت کے انتظامات کر سکتے ہیں؟"

"میں ابھی کر رہا ہوں۔"

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر کہا "دشمن میرے چیلنج کے جواب میں کوئی زبردست چال چلنے والے ہیں۔ تمھیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ پارس کے پاس چلی جاؤ۔ میں مرجانہ کو بھی بتا دیتا ہوں۔"

"پہلے تم مرجانہ سے معلومات حاصل کر لو۔ اگر اسے کچھ پریشانی ہوگی، پارس کے سلسلے میں میری ضرورت ہوگی تو میں اس ادارے سے نکل کر جاؤں گی۔ بار بار پارس کی طرف جاتے رہنے سے دشمنوں کی نظر میں آسکتی ہوں۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے تمام باتیں بتائیں۔ اس نے بھی تسلی دی۔ "تم بالکل بے فکر رہو۔ ہم بہت محتاط ہیں۔ کل انشاءاللہ جمیلہ کی شادی ہو جائے گی، اس کے بعد ہم پارس کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں گے۔ کل تک میں یہاں سے نہیں نکلوں گی۔ امی وغیرہ بھی باہر نہیں جائیں گی۔ دشمنوں کو یہاں ہماری موجودگی کا علم نہیں ہوگا۔"

میں مطمئن ہو کر اعلیٰ بی بی کے پاس آیا، اسے بھی میں نے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ وہ بولی "سونیا کی بات مناسب ہے۔ نہ تو سونیا کو ادھر جانا چاہیے نہ مجھے یا میرے آدمیوں کو۔ ہم نگرانی کے لیے جائیں گے تو دشمنوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ ہم اپنی اپنی جگہ چوکس رہیں گے۔ دیکھیں گے کہ دشمن کیسی چال چلتے ہیں۔"

میں نے سونیا کو بتا دیا کہ اسے پارس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مرجانہ بہت محتاط ہے۔ پھر میں موشے الیسٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں بھی ویسے ہی حفاظتی انتظامات ہو رہے تھے۔ ایک کمرہ بالکل خالی کر دیا گیا تھا۔ اس کمرے میں... موشے الیسٹرو کو رکھا گیا تھا۔ وہاں چار ایسے شخص موجود تھے جو دعویٰ کر رہے تھے کہ فرہاد ایک کے دماغ میں آئے گا تو باقی تین اس کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح موشے الیسٹرو کے دوسرے ساتھیوں کی حفاظت کے انتظامات کیے جا رہے تھے۔ میں نے الیسٹرو کی سوچ پڑھی، وہ بھی یہی سوچ رہا تھا "ہمارے بڑے ہمیں مرنے نہیں دیں گے۔ شاید رسونتی کو واپس کر دیا جائے مگر زیادہ توقع ایسی چالوں کی ہے جن کے سامنے مجبور ہو کر فرہاد اپنی شرائط سے پھر جائے گا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ منجالی میری طرف چائے کی پیالی بڑھا رہی تھی۔ میں نے پیالی لی، وہ اپنے گلاس میں اپنے حصے کی چائے انڈیلنے لگی۔ اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ چسکیاں لیتے ہوئے باتیں کرنے لگے۔ منجالی نے کہا "آپ شاہینہ اور جاوید وغیرہ کی خیریت معلوم کرتے رہیں تاکہ ادھر سے اطمینان رہے۔"

میں تھوڑی دیر بعد پھر سعید صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ انھوں نے کہا "میں نے انتظامات کر لیے ہیں۔ کوٹھی کے چاروں طرف ہمارے مسلح افراد ہیں۔ سامنے والی کوٹھی میں بھی خفیہ پولیس کے جوان موجود ہیں۔"

میں نے پوچھا "کیا آپ مطمئن ہیں؟"

"بالکل مطمئن ہوں۔ پولیس کے تمام افسران تمھیں چاہتے ہیں، تم سے محبت کرتے ہیں۔ انھوں نے بھی تمھیں اطمینان دلانے کے لیے کہا ہے۔ وہ مزید قانونی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حکام تک یہ اطلاع پہنچا رہے ہیں کہ فرہاد علی تیمور کے خاندان والوں کو یہودی پریشان کر رہے ہیں اور کرائے کے قاتلوں کے ذریعے انھیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ایسے شرپسند عناصر کے خلاف اعلیٰ سطح پر اقدامات کیے جائیں۔"

میں جاوید کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا "بھائی جان! السلام علیکم۔ مجھے تمام باتیں معلوم ہو چکی ہیں۔ سعید صاحب لاہور میں ہیں لیکن دور ہونے کے باوجود انھوں نے ہماری حفاظت کے لیے انتظامات کیے ہیں۔ ہمارے مکان کے سامنے ایک پولیس کی جیپ موجود ہے اور مسلح جوان بھی ہیں۔"

"تم پریشان نہ ہونا۔ میں تمھاری خبر لیتا رہوں گا۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "ہم اور پریشان، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم اس وقت ایسے محاذ پر ہیں جہاں بھائی اپنے بھائی کے لیے سر سے کفن باندھ لیتا ہے۔"

میں نے بھابی سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے بھی سلام کرتے ہوئے کہا۔ "ہم آپ کے لیے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو غارت کرے اور آپ کو آرام و سکون کی زندگی عطا فرمائے آمین۔"

میں نے ریحانہ کو مخاطب کیا، وہ خوش ہو کر بولی۔ "یہاں پولیس کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ ہم آپ کی جنگ میں برابر کے شریک ہیں۔"

"ہاں میری بہن! میں تمھارے لیے اور تمھارے بھائی بھابی کے لیے بہت پریشان ہوں۔"

"پریشانی کیسی؟ موت کسی بھی بہانے آئے تو کیا لوگ مرتے نہیں ہیں۔ ہمارے لیے پہلی فخر کی بات یہ ہے کہ ہم آپ کے جاننے والوں میں سے ہیں اور آخری فخر کی بات یہ کہ ہم آپ کے لیے جان دینے والوں میں سے ہیں۔ وقت آئے گا تو میں جان پر کھیل کر دکھا دوں گی۔"

"میری پیاری بہن! میں تم لوگوں پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میں نے اس لیے تم لوگوں سے رشتہ نہیں جوڑا ہے، اس لیے محبت نہیں کی ہے کہ تم لوگوں کو میری خاطر کبھی دکھ اٹھانا پڑیں، ان شاء اللہ میں ایسا موقع نہیں آنے دوں گا۔"

اپنی بہن سے پیار بھری باتیں کرنے کے بعد اپنی لاڈلی بہن شاہینہ کے پاس آ گیا۔ اس نے گلے شکوے شروع کر دیے۔ ایک طویل عرصے کے بعد میں نے اس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ چپ چاپ اس کی شکایتیں سنتا رہا پھر میں نے کہا۔ "تم دیکھ رہی ہو کہ میں کتنا مصروف رہتا ہوں لیکن تمھاری خیریت معلوم کرتا رہتا ہوں۔ کوئی خطرے کی بات ہوتی ہے تو سایہ بن کر پہنچ جاتا ہوں، اس وقت بھی اسی لیے آیا ہوں۔"

"بھائی جان! آپ ہماری فکر نہ کریں۔ میں آپ کی بہن ہی نہیں، بیٹی بھی ہوں۔ آپ کے وجود کا ایک حصہ ہوں۔ خدا نہ کرے آپ کو کچھ ہو لیکن آپ کی موت میری موت اور آپ کی زندگی میری زندگی ہے اس لیے جب تک خطرات منڈلا رہے ہیں آپ میرے پاس آ کر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ دماغی طور پر حاضر رہ کر دشمنوں کو ان کے عبرتناک انجام تک پہنچائیں۔ میں یہاں خیریت سے ہوں۔ ان شاء اللہ خیریت سے رہوں گی۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ وہ بہن جو ہمیشہ آپ کو جانے سے روکتی ہے آج جانے پر اصرار کر رہی ہے صرف اس لیے کہ آپ دماغی طور پر حاضر اور مستعد رہیں۔"

"میں تمھارے سسرال والوں سے مل کر جاؤں گا۔"

"بالکل نہیں، میں انھیں سمجھا دوں گی، پلیز، آپ [illegible] جائیں۔ آپ کو میری قسم ہے۔"

میں چلا آیا۔ منجالی نے پوچھا۔ "کیا رہا؟"

"سعید صاحب نے جو حفاظتی انتظامات کیے ہیں میں ان سے مطمئن ہوں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرے رشتے دار خصوصاً میری بہنیں اتنا حوصلہ رکھتی ہیں اور اتنا حوصلہ دے رہی ہیں کہ اب آخری سانس تک مجھے دشمن جھکا نہیں سکیں گے۔"

ہم چائے کا بل ادا کر کے وہاں سے اٹھ گئے۔ اپنے تمام رشتے داروں کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد میرا دماغ ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔ میں خود کو آزاد محسوس کر رہا تھا۔ کوئی فکر نہیں تھی۔ ہم تفریحات میں مصروف ہو گئے۔ ادھر سے ادھر گھومتے رہے۔ کبھی اس اسٹال پر کبھی اس اسٹال پر۔ ایک اسٹال پر شوٹنگ گیم جاری تھا۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ تھی۔ سب توجہ سے شوٹنگ دیکھ رہے تھے۔ اسٹال کے آخری سرے پر بل آئی بنے ہوئے تھے۔ انھیں نشانہ بنانے کی شرط تھی۔ اسٹال کا مالک چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "ایک ڈالر، صرف ایک ڈالر میں صحیح نشانہ لگائیں اور دو ڈالر حاصل کریں۔"

یہ اتنا مہنگا کھیل تھا کہ سب ایک ڈالر خرچ نہیں کر سکتے تھے لیکن تماشا دیکھ سکتے تھے۔ پیسے والے لوگ جو رئیس زادے اس کھیل میں دل چسپی لے رہے تھے اور اپنی نشانہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے لیکن شاید ہی کسی کو کامیابی ہو رہی تھی۔ منجالی نے کہا۔ "آپ نے میری کچھ صلاحیتیں دیکھی ہیں لیکن میری نشانے بازی نہیں دیکھی، دکھاؤں؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ضرور۔"

وہ آگے بڑھ گئی۔ سامنے کاؤنٹر پر ایک رائفل رکھی ہوئی تھی۔ منجالی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس سے پہلے ہی ایک قدآور شخص نے رائفل کو اٹھا لیا پھر اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "بے بی! ابھی دودھ پیو۔ تمھاری عمر نشانے بازی کی نہیں ہے۔"

منجالی نے کہا۔ "ہو جائے شرط۔ اگر میں نے صحیح نشانہ لگایا تو تم اسٹال والے کو ایک ڈالر اور مجھے پانچ ڈالر دو گے۔"

"اور اگر میں نے صحیح نشانہ لگایا تو؟"

"تو اسٹال والے کو ایک اور تمھیں پانچ ڈالر دوں گی۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "ہو گئی شرط۔"

منجالی نے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا ہاتھ گرم تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "تم تو بڑی گرما گرم لڑکی ہو، کہاں رہتی ہو؟"

"بات شرط کی ہے، پتا پوچھنے کی نہیں۔"

اس نے ایئر گن اٹھالی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، وہ ایک تجربے کار شکاری ہے۔ اس نے محض خوفناک درندوں ہی کو نہیں، انسانوں کو بھی شکار کیا ہے۔ اپنی رائفل میں جس کے نام کی گولی رکھتا ہے وہ گولی اسی کے جسم میں اتارتا ہے۔

اس نے ایک ڈالر اسٹال والے کو دیا پھر گن اٹھا کر بل آئی کی طرف نشانہ لگایا۔ جیسے ہی اس کی انگلی ٹریگر پر دبی، میں نے اسے بہکا دیا۔ بھیڑ میں کھڑے منچلے لوگ اس کا مذاق اڑانے کے لیے ہونٹوں سے پھپکیاں بجانے لگے۔ کوئی کہنے لگا۔ "شیم، شیم..."

منجالی نے ایئر گن اس کے ہاتھ سے لے لی۔ میں نے ایک ڈالر اسٹال والے کو دیا۔ پھر منجالی نے نشانہ لگایا۔ میں نے اس کی مدد نہیں کی۔ اس کی صلاحیت دیکھنا چاہتا تھا اور واقعی وہ باصلاحیت تھی۔ فائر ہوتے ہی چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگیں۔ اس نے ٹھیک بل آئی کے درمیان ایئر گن کے چھرے کو پیوست کر دیا تھا۔ کتنے ہی نوجوان خوش ہو کر کہنے لگے۔ "ہپ ہپ ہرا، ہپ ہپ ہرا..."

اس شکاری نے منجالی کے ہاتھ سے ایئر گن چھین لی۔ جوش میں ایک ڈالر نکالا اور اسٹال کے مالک کی طرف پھینک کر دوبارہ نشانہ لگانے کی کوشش کی۔ کوشش کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے ہاتھیوں، شیروں اور انسانوں کو شکار کیا تھا۔ اسے اپنے نشانے پر ناز تھا پھر ایک معمولی سی بچوں جیسی ایئر گن سے نشانہ خطا ہو جائے، یہ بات اس کے لیے بھی باعث شرم تھی۔

اس نے نشانے پر فائر کرنے کے لیے اپنے تمام سابقہ تجربات سے کام لیا مگر ٹیلی پیتھی نے اسے پھسلا دیا۔ چاروں طرف سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ سب اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "خاموش ہو جاؤ، میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ ایک تجربے کار شکاری ہوں۔ میں نے بڑے بڑے درندوں کا شکار کیا ہے۔ میں ابھی ثابت کر دوں گا۔"

اس نے پھر ایک ڈالر نکالا پھر فائر کیا، پھر ڈالر نکالا، پھر فائر کیا۔ وہ جیسے پاگل ہو گیا تھا۔ سب اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔ پھر اس نے منجالی کو گھور کر دیکھا، کہا۔ "لڑکی! تم ذرا ادھر جاؤ، دور جاؤ۔ پتہ نہیں تمھارے بدن سے کیسی آنچ آ رہی ہے، میرا ہاتھ بہک جاتا ہے۔"

"میں چلی جاؤں گی۔ پہلے ایک ڈالر اسٹال والے کا، جو میرے ساتھی نے ادا کیا ہے اور پانچ ڈالر میرے۔ کل چھ ڈالر میری ہتھیلی پر رکھ دو۔"

اس نے چھ ڈالر نکالے اور اسے دیتے ہوئے کہا۔ "جاؤ، مجھ سے دور چلی جاؤ۔"

منجالی میرے پاس آ گئی۔ وہ پھر نشانہ لگانے لگا۔ نشانہ نہ تو رائفل سے لگتا ہے، نہ انگلی کی حرکت سے، نہ آنکھوں کی صحیح نشانہ دہی سے، یہ دماغ کا کام ہوتا ہے اور اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر ایئر گن کو کاؤنٹر پر پٹخ دیا پھر گھور کر منجالی کو دیکھنے لگا۔ منجالی نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا پھر ہم تالیاں بجانے والوں کے درمیان سے گزر کر جانے لگے۔ میں نے چپکے سے سوچ کے ذریعے کہا۔ "منجالی! وہ بہت ہی خوفناک شکاری ہے۔ اتنا پُراعتماد ہے کہ رائفل میں ایک کارتوس رکھ کر شیر کے شکار کے لیے چل پڑتا ہے۔ اس نے انسانوں کا بھی شکار کیا ہے۔"

منجالی نے کہا۔ "اوہ، تو آپ اسے بہکا رہے تھے؟"

"تم اس کے مقابلے میں کمسن ہو، جسے اتنا غرور ہو جائے کہ وہ اپنے سے چھوٹوں کو چیلنج کرے تو بھرے مجمع میں اس کا مذاق اسی طرح اڑانا چاہیے۔"

"خاک ڈالیے اس پر، یہ بتائیے میرا نشانہ کیسا رہا؟"

"بھئی تم نے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں رہ کر ٹریننگ حاصل کی ہے، تمھاری تعریف کیا کر سکتا ہوں۔ تم ادھر نشانہ لے رہی تھیں، ادھر تمھاری صلاحیتوں کے چھرے میرے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔"

وہ خوش ہو کر مجھ سے لگ گئی۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں یوں ڈوب کر آگے بڑھ رہے تھے جیسے نشے میں ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے، ڈگمگاتے جا رہے ہوں۔ ہمارے آگے بہت دور ایک بہت بڑا سائن بورڈ نظر آ رہا تھا جس پر لکھا ہوا تھا، "ہائیڈ اینڈ سیک" (آنکھ مچولی)، اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔ "ہم چھپتے ہیں تم ڈھونڈ لو۔"

اس سائن بورڈ کے پاس ایک قلعہ نما ڈھانچہ نظر آ رہا تھا۔ اس عارضی چار دیواری کے اندر کوئی دلچسپ تفریحی کھیل تھا۔ ہم نے قریب جا کر معلوم کیا۔ اندر مختلف کیبن بنے ہوئے تھے۔ ہر کیبن کے آس پاس راہداریاں تھیں۔ وہ کیبن اس حساب سے بنائے گئے تھے کہ چھپنے والے کو کوئی تلاش کرنا چاہے تو بڑی مشکل

سے تلاش کرسکتا تھا۔ اس میں ذہانت کی ضرورت ہوتی تھی۔ شرط یہ تھی کہ ایک دوسرے کو ڈھونڈنے والے دو مختلف راستوں سے اس چار دیواری میں داخل ہوں۔

اس کھیل میں زیادہ تر مرد اور عورتیں شریک ہو رہے تھے۔ مرد اپنی عورتوں کو تلاش کرنے کے لیے اندر جا رہے تھے۔ عورتیں بھی اس دعوے سے اندر جا رہی تھیں کہ وہ انھیں نہیں پاسکیں گے۔

منجالی نے مسکرا کر پوچھا "کیا خیال ہے آپ مجھے تلاش کرسکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔"

"آپ تو ٹیلی پیتھی سے کام لیں گے اور فوراً مجھے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں جب تک ہم اس چار دیواری کے اندر رہیں گے اور میں تمھیں نہیں پالوں گا اس وقت تک تمھارے دماغ میں نہیں پہنچوں گا۔"

ہم نے ٹکٹ خریدے، پھر دو مختلف دروازوں سے اس چار دیواری میں داخل ہوگئے۔ منجالی میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں نے ایک کیبن میں پہنچ کر دیکھا، مرد اپنی عورتوں کو اور عورتیں اپنے مردوں کو تلاش کرتی ہوئی گزر رہی تھیں۔ میں ایک کیبن سے ہوکر کوریڈور میں آیا پھر میں نے سوچا منجالی میرے دائیں طرف دوسرے دروازے سے داخل ہوئی تھی۔ مجھے دائیں طرف کے راستوں پر چلنا چاہیے۔

میں ایسا ہی کرنے لگا۔ جو راہداری دائیں طرف مڑتی تھی میں اسی طرف مڑ جاتا تھا۔ وہاں سے گزرتے وقت دائیں بائیں کیبن کے اندر جھانک کر دیکھتا تھا مگر وہ نظر نہیں آرہی تھی۔ ہر راہداری میں تیر کا نشان بنا کر لکھا گیا تھا "باہر جانے والے یہ راستہ اختیار کریں۔"

میں اس راستے کی مخالف سمت بڑھ رہا تھا۔ کتنی ہی راہداریوں کتنے ہی کیبنوں سے گزرنے کے باوجود میں اسے ڈھونڈ نہ سکا۔ واقعی بڑی عمدگی سے وہ بھول بھلیاں ترتیب دی گئی تھی۔ میں نے سوچا "ذہانت شرط ہے۔ میں ذہانت سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ دائیں طرف کے راستوں پر چلتے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں گردش میں رہوں گا۔ چاروں طرف گھومتا رہوں گا۔ اس لیے کہ راہداریاں ایک کے بعد ایک دائیں طرف ہی مڑتی تھیں۔ اس طرح گھومنے والے کو ایک گول چکر کی صورت میں گھما دیتی تھیں ——

تب میں تیر کے نشان کے مطابق باہر جانے کے راستے پر چلتے ہوئے پہلے اسی دروازے پر پہنچا جہاں سے داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد میں نے واپس مڑ کر دائیں طرف راہداری اختیار کی۔ پھر حساب لگاتا گیا کہ وہ راہداریاں مجھے گول چکر دے کر اسی جگہ نہ پہنچا دیں۔ واقعی جوڑ توڑ والی ذہانت سے کام لیا تو ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں دور ایک راہداری سے منجالی گزرتی دکھائی دے رہی تھی۔ میں اُدھر لپکا پھر قریب پہنچنے سے پہلے وہ ایک کیبن میں داخل ہوگئی تھی۔

میں اس کیبن کے قریب پہنچا۔ پھر رک گیا۔ میں نے سوچا، اگر میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا تو وہ یقین نہیں کرے گی کہ اپنی ذہانت سے اُسے تلاش کیا ہے۔ اس کے ذہن میں میری ٹیلی پیتھی کھٹکتی رہے گی۔

میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیبن کے اندر سے اسی شکاری کی آواز سنائی دی "خبردار! اب اس کیبن سے باہر نہ جانا۔ اسٹال پر میں نے تم پر توجہ نہیں دی تھی، اب میری سمجھ میں بات آگئی ہے۔"

منجالی نے پوچھا "ذرا میں بھی تو سنوں، تمھاری سمجھ میں کون سی بات آئی ہے؟"

"تم افریقی لڑکی ہو اور افریقہ والے وچ ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ کالا جادو جانتے ہیں تم نے کالے جادو کے ذریعے مجھے صحیح نشانہ لگانے کا موقع نہیں دیا۔"

"کیا اب صحیح نشانہ لگانے آئے ہو؟"

"ہاں۔ اس بار دیکھوں گا کہ میرا نشانہ کیسے خطا ہوتا ہے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا "میں ٹھیک تمھارے دل کی جگہ گولی ماروں گا۔"

منجالی مجھ سے کہہ چکی تھی کہ اس کے دماغ میں نہ آؤں۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اب ٹیلی پیتھی کے ذریعے نشانہ خطا نہیں ہوگا لہٰذا اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ اودھر اس نے ریوالور نکالتے ہوئے چیلنج کیا۔ اُدھر اچانک ہی منجالی نے پینترا بدلا۔ ایک ٹھوکر اس کے ہاتھ پر ماری۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہ تھا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک لڑکی ریوالور کے سامنے اتنی دلیری دکھا سکتی ہے۔

ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اوپر گیا، پھر نیچے فرش پر آیا لیکن وہ اسے اٹھا نہیں سکا۔ ریوالور منجالی کی ٹھوکر سے فرش پر پھسلتا ہوا ایک دیوار سے جا کر لگ گیا۔ شکاری اس طرف لپکا۔ اس سے پہلے وہ ریوالور اور اس کے درمیان آگئی۔ جیسے ہی وہ قریب آیا۔ اس نے اس کے منہ پر ایک کراٹے کا ہاتھ رسید کیا۔ دوسرا ہاتھ اس نے روک لیا۔ اب اس نے بھی جوابی حملہ کیا لیکن ناکام رہا۔ وہ اس پر بھاری پڑ رہی تھی میں دروازے پر کھڑا ہوکر اس کے لڑنے کے انداز کو دیکھ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔

ذرا سی دیر میں وہ ہانپتا ہوا ایک دیوار سے جا کر لگ گیا۔ منجالی نے آگے بڑھ کر حملہ کرنا چاہا تو اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "رک جاؤ پلیز۔ مجھے یہ بتاؤ تم کیا بلا ہو؟"

"تم مجھے افریقہ کی وچ ڈاکٹر سمجھ رہے تھے اور میں تمھیں سمجھا رہی ہوں، جوڈو کراٹے کسی کالے عمل کا نام نہیں۔ یہ عمل جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔ بولو پھر کچھ اور عمل کروں؟"

اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "نہیں، اب ہم دوست ہیں مگر تم نے میرے دماغ کو الجھا دیا ہے۔ میں نے تمھاری جیسی لڑکی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ تم مجھے ریوالور کی طرف جانے سے روک رہی ہو اور خود بھی ریوالور کو نہیں اٹھاتی ہو۔ آخر تمھیں اپنے آپ پر اتنا اعتماد کیسے ہے؟"

منجالی نے پیچھے ہٹ کر ریوالور کو اٹھایا، اس کے چیمبر سے تمام بلٹ نکالے پھر اس کی طرف اچھال دیا۔ اس نے اسے کیچ کر لیا۔ منجالی نے کہا "میں کالا جادو نہیں جانتی ہوں۔ تم اس اسٹال پر شاید اس لیے ناکام رہے کہ تم نے وہاں میرے مقابلے میں غرور دکھایا تھا۔ اپنے سے چھوٹوں کو چیلنج کرنا اچھے شکاری کی شان کے خلاف ہے، اب اگر اسٹال پر جا کر شوٹنگ کروگے تو تمھیں ناکامی نہیں ہوگی۔"

اس نے سر جھکا کر کہا "تمھاری جیسی کمسن لڑکی نے آج مجھے بہت بڑا سبق سکھایا ہے۔ واقعی مجھے مغرور نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"تو پھر چلو۔ اس اسٹال پر شوٹنگ کریں۔ تمھارا غرور ختم ہوگا تو تمھاری صلاحیتیں بھی تمھیں واپس مل جائیں گی۔"

میں وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا تیر کے نشان کے مطابق باہر جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد منجالی اس شکاری کے ساتھ باہر آئی۔ اس نے باہر نکلنے سے پہلے اس سے کہہ دیا تھا کہ پہلے اپنے ساتھی کا انتظار کرے گی پھر اس کے ساتھ اس اسٹال پر جائے گی لیکن باہر نکلتے ہی مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا "ہار گئے نا؟"

میں نے شکست تسلیم کرتے ہوئے کہا "تم جیت گئیں۔"

ہم اسی اسٹال پر آئے۔ اس بار شکاری نے ایئرگن کو اٹھایا، ایک ڈالر اسٹال والے کو دیا پھر نشانہ لگایا۔ نشانہ سچا تھا۔ اس نے دوسری، تیسری بار اپنے آپ کو آزمایا، ہر بار اسے کامیابی ہوئی۔ اس نے خوش ہوکر منجالی کے دونوں بازوؤں کو مضبوطی سے تھام لیا پھر اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "تم میری بیٹی ہو۔ میں تمھیں پورے خلوص اور سچائی سے بیٹی کہہ رہا ہوں۔ مجھ سے کچھ مت چھپاؤ۔ میرا دل کہتا ہے تم کسی غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہو۔"

"میں نے کہا نا۔ غرور انسان کی صلاحیتوں کو کھا جاتا ہے۔"

"میں مانتا ہوں لیکن اس سے پہلے بھی بارہا مغرور رہ چکا ہوں، کتنے ہی لوگوں کو چیلنج کیا ہے اور کامیاب رہا ہوں۔ آج کیا بات ہوگئی۔"

"بات آج کی نہیں۔ بات اس برائی کی ہے جو آہستہ آہستہ بڑھتی ہے۔ برائی کرنے والا سمجھتا ہے، اسے سزا نہیں مل رہی ہے لیکن وہی برائی جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پھر مکافاتِ عمل کا دور آتا ہے۔ یہ قدرت کی طرف سے تمھارے لیے پہلی وارننگ تھی۔ سنبھل جاؤ اور اس خیال کو دل سے نکال دو کہ میں کوئی غیر معمولی لڑکی ہوں۔ میں ایک لڑکی ہوں اور اپنے محبوب کی سب کچھ ہوں۔"

اس نے اپنے بازوؤں کو چھڑایا پھر آکر میرے پاس کھڑی ہوگئی۔ میں اسے ساتھ لے کر وہاں سے جانے لگا لیکن میں اس شکاری کے دماغ میں تھا۔ وہ ہمیں جاتا ہوا دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ "دیکھنے میں یہ کمسن لگتی ہے مگر بڑی گہری باتیں کرتی ہے۔ اس کی باتوں نے مجھ پر اثر کیا ہے، واقعی مجھے مکافاتِ عمل کو سمجھنا چاہیے اور آئندہ غرور کرنے سے توبہ کر لینی چاہیے۔"

میں نے منجالی سے کہا "اس وقت نو بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ ابھی اپنے چیلنج کو پورا کرنے اور اپنی شرط منوانے کے لیے کافی وقت ہے۔ ہم اپنی رہائش گاہ میں جائیں گے۔ میں رسونتی کی خبر لوں گا۔ اس کے بعد منشیات کے اسمگلروں تک پہنچوں گا۔ اگر جلدی فرصت مل گئی تو ساڑھے گیارہ بجے تک تنہائی میں وقت گزاریں گے۔ فرصت نہ ملی تو آج رات ہمارے نصیب میں تنہا تنہا وقت گزارنا نہیں لکھا ہے۔"

"میں ایک بات پوچھوں؟"

"ہزار بات پوچھو۔"

"آپ کی مصروفیات پہلے ہی کم نہیں ہیں، اب آپ اسمگلروں کے معاملات میں دلچسپی لیں گے تو۔۔۔"

"میں خواہ مخواہ دلچسپی لینا نہیں چاہتا۔ اگر یہاں کے انویسٹی گیشن بیورو کے کیپٹن موروشان کی مدد کروں گا تو یہاں کی حکومت میری احسان مند ہوگی۔ انھیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ میں قانون کا احترام کرتا ہوں اور قانون کے محافظوں کا ساتھ دیتا ہوں۔"

وہ تائید میں سر ہلا کر بولی "حالات کا تقاضا یہی ہے کہ آپ یہاں کی حکومت کا اعتماد حاصل کریں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے کارنیوال کے احاطے سے باہر آئے۔ کیشو نے ہمیں دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ میں نے کہا "اب سیدھے اپنی رہائش گاہ چلو۔"

اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "جناب! رات کے کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپ کسی بہت ہی اچھے ہوٹل میں کھانا پسند کریں گے؟"

"بھئی تم نے تو شام کو کھایا ہے، ابھی طبیعت نہیں ہے۔ ویسے تمہارا پکایا ہوا گھر میں موجود ہے، بھوک لگے گی تو وہی کھائیں گے۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں پھر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ بچہ اس کے پہلو میں تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ہوش میں آنے کے بعد دیر تک وہ اسی چارپائی پر پڑی رہی تھی، اس میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی۔ کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ بہت دیر بعد ذرا توانائی محسوس ہوئی تو اس نے چارپائی سے اٹھ کر اس کمرے کو اچھی طرح دیکھا۔

وہ بانس کی کھپچیوں سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی میں تھی۔ دروازہ باہر سے بند تھا حالانکہ وہ دروازہ اور وہ بانس کی دیواریں کمزور تھیں۔ کوئی بھی شہ زور اسے ایک دھکے سے گرا سکتا تھا لیکن رسونتی ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر دیکھا۔ اس کھڑکی میں لکڑی کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ باہر گہری تاریکی تھی۔ دور دور تک جھینگروں کے بولنے اور مینڈکوں کے ٹرٹرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان آوازوں سے پتہ چل رہا تھا، باہر بارش کا پانی کھڑا ہوا ہے۔ آسام میں بے وقت بارش ہوتی ہے۔ سارا آسام جل تھل ہو جاتا ہے۔ دلدل، پانی اور کیچڑ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

رسونتی تھوڑی دیر تک باہر دیکھتی رہی۔ ایک آدھ جگہ بہت دور چراغ جیسی روشنی ٹمٹماتی ہوئی نظر آگئی۔ یقیناً ادھر جھونپڑیاں تھیں۔ اس نے پکارا، پہلے آہستگی سے پھر زور زور سے لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔

وہ تھک ہار کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی چارپائی کے پاس آئی۔ اس نے پہلی بار بچے کے سرہانے توجہ سے دیکھا، کوئی چیز کپڑے کے نیچے چھپا کر رکھی گئی تھی۔ اس نے کپڑے کو ہٹایا۔ وہاں دودھ کا ڈبا، فیڈر اور ایک تھرماس رکھا ہوا تھا۔ بچے کے لیے مکمل انتظام تھا۔

وہ تھکے ہوئے انداز میں چارپائی پر لیٹ گئی پھر سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی لیکن میں اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ وہ رونے کے انداز میں بڑبڑاتی رہی "فرہاد! تم مجھے کیوں بھول جاتے ہو؟ کہاں رہ جاتے ہو؟ دیکھو میں کہاں تھی، کہاں پہنچ گئی ہوں، کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

وہ تھوڑی دیر بڑبڑاتی رہی پھر اس پر کمزوری غالب آگئی۔ وہ سو گئی۔ اچانک ہی آنکھ کھلی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ بانس کا دروازہ کھل رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پہلے ایک موٹا بھدا سا آدمی نظر آیا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کی پلیٹیں تھیں۔ اس کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور وہ لنگی اور بنیان پہنے ہوئے تھا۔ حلیے سے آسامی باشندہ لگتا تھا۔

اس کے پیچھے ایک قد آور ہٹا کٹا سا انگریز نظر آیا۔ اس نے سیاہ پتلون اور سیاہ قمیص پہن رکھی تھی۔ کمر سے کارتوس کی پیٹی بندھی ہوئی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور نظر آرہا تھا۔ رسونتی نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟ میں کہاں ہوں؟ یہاں مجھے کیوں لایا گیا ہے؟"

اس آسامی باشندے نے کھانے کی پلیٹوں کو ایک شکستہ سی میز پر رکھتے ہوئے اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ وہ آسام کی بھاشا تھی۔ رسونتی سمجھ نہ سکی۔ اس نے انگریز کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "تم انگریزی میں بات کیوں نہیں کرتے؟ میں اس کی زبان نہیں سمجھتی ہوں، مجھے بتاؤ یہاں مجھے کون لایا ہے، کیوں لایا ہے؟"

اس انگریز نے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشارے سے کہا "کھاؤ۔" پھر بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "سو جاؤ۔" رسونتی نے پاؤں پٹخ کر کہا "میں نہیں کھاؤں گی، پہلے مجھے بتا...

اس انگریز نے چٹکی بجا کر اپنے ساتھی کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ رسونتی دوڑ کر اس کے راستے میں آگئی، دونوں ہاتھ پھیلا کر اسے روکتے ہوئے بولی "میں نہیں جانے دوں گی۔ پہلے میری باتوں کا جواب دو۔"

اس موٹے سے آدمی نے اپنی لنگی کے کمربند سے ایک لانبا سا چھرا نکالا۔ وہ ہاتھ بھر کا چھرا تھا۔ جنگل میں درندوں کا شکار کھیلنے والے صاحب لوگ اپنے ساتھ دیسی جنگا روں کو رکھتے ہیں جو شکاریوں کے آگے آگے چلتے ہیں اور راستے میں آنے والی جھاڑیوں کو ایسے درانتی نما چھروں سے کاٹتے جاتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہی رسونتی چپ چاپ ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ اپنے انگریز آقا کے ساتھ باہر گیا پھر دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

اب وہ چپ چاپ چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی، کبھی مجھے ... رہی تھی کبھی اپنے نصیب پر آنسو بہا رہی تھی۔ ایک بار بچہ نیند سے بیدار ہوا تھا۔ اس نے اسے فیڈر سے دودھ پلا دیا پھر اسے تھپک کر سلا دیا۔ اسے نہ تو نیند آرہی تھی، نہ بھوک لگ رہی تھی۔ ... نے بڑے ہولے سے، بڑے پیار سے آواز دی "رسونتی!"

وہ یکبارگی ایسے اچھل پڑی جیسے فوراً ہی میری طرف

پرواز کرے گی۔ میں نے کہا "ذرا سہولت سے، آرام سے، اطمینان سے بیٹھو۔ میں تمہارے پاس آگیا ہوں، فکر نہ کرو۔ اور جہاں میں ہوں وہاں بھی میں نے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیے ہیں۔ انہیں دھمکی دی ہے کہ بارہ بجے رات سے پہلے اگر میری رسونتی میرے پاس نہ پہنچی تو میں کسی بھی دشمن کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "اوہ فرہاد! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا میری زندگی میں سکون، آرام اور تمہاری محبت نہیں ہے؟"

میں چند لمحوں تک خاموش رہا۔ اس کی پریشانیوں کو سمجھتا رہا۔ وہ نادان نہیں تھی، اتنا تو سمجھ سکتی تھی کہ جو عورت اپنا گھر اور اپنا شوہر چھوڑ کر جائے اور دشمنوں پر اعتماد کرے وہ اسی طرح دربدر بھٹکتی رہتی ہے لیکن میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ جو خود پچھتا رہی ہو، اسے طعنہ دینے یا سمجھانے کے انداز میں کچھ کہنا فضول ہوتا ہے۔ میں نے کہا "رسونتی! پریشان ہوتے رہنے، روتے رہنے اور فریاد کرتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صرف وقت ضائع ہوتا ہے۔"

"میں کیا کروں؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"کم از کم یہی کوشش کرو کہ جو لوگ تمہارے پاس آتے ہیں ان میں سے کسی کو بولنے پر مجبور کر دو۔ اگر وہ انگریز کسی طرح بول پڑا تو باقی کام میں نمٹا لوں گا۔"

"وہ سب تم سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرے سامنے کبھی ایک لفظ نہیں بولیں گے۔"

"پھر بھی کوئی نہ کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تم بھی سوچو، میں بھی سوچ رہا ہوں۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

"نہیں فرہاد! نہیں، مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں بہت پریشان ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم پہلے کبھی اتنی کمزور نہیں تھیں۔ ہم نے بڑے بڑے مصائب کا سامنا کیا ہے۔ حوصلے سے کام لو، بچے کا خیال رکھو، میں ابھی آؤں گا۔"

ہم اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ میں نے منجالی کو رسونتی کے تمام حالات بتائے پھر کہا "تم بھی کوئی تدبیر سوچو، ہم رسونتی کو وہاں سے کس طرح نکال کر لا سکتے ہیں۔"

وہ کمرے میں پہنچ کر بولی "سب سے پہلے آپ باس اینجلو سے رابطہ قائم کریں، ان سے پوچھیں کیا وہ اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔"

میں نے اینجلو کو مخاطب کیا، اسے رسونتی کے متعلق بتانے کے بعد پوچھا "کیا آپ ایک ہیلی کاپٹر وہاں بھیج سکتے ہیں؟"

"ضرور۔ اگرچہ یہ ایک غیر قانونی پرواز ہوگی۔ میں اپر برما کی گوریلا فوج کو مدد پہنچانے والا ہیلی کاپٹر استعمال کروں گا۔ لیکن اس اندھیری رات میں وہ ہیلی کاپٹر آسام کے کس حصے میں جائے گا، ہمیں جگہ کا پتہ چلنا چاہیے۔"

"میں یہی کوشش کر رہا ہوں جیسے ہی مجھے معلوم ہوگا، میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ آپ اپنے انتظامات مکمل رکھیں۔"

میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر اس کی سوچ پڑھی۔ وہ بے چاری تدبیر سوچ رہی تھی مگر اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ سوچنے کے دوران وہ کمرے کے در و دیوار کو غور سے دیکھتی جا رہی تھی۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ اطمینان کی گہری سانس لے کر بولی۔ "میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔"

"تم کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھو۔ شاید فرار ہونے کے سلسلے میں کوئی چیز کام آسکے۔"

وہ کمرے میں ہر طرف جا کر دیکھنے لگی۔ سامان کو الٹنے پلٹنے لگی، میں نے کہا "تم سب سے پہلے کھانا کھا لو۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"احمقانہ باتیں نہ کرو۔ فرار ہونے کا راستہ ملے گا تو بھوکی رہ کر کہاں کہاں بھٹکتی رہو گی، جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کرو۔"

اس نے میرے سمجھانے پر کھانا شروع کیا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تمام حالات سننے کے بعد کہا "مجھے سوچنے کی مہلت دو اور اعلیٰ بی بی سے بھی مشورہ لو۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو ساری باتیں بتائیں، اس نے بھی کوئی تدبیر سوچنے کے لیے تھوڑی سی مہلت طلب کی۔ میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا، اسے بھی رسونتی کے حالات بتائے۔ رسونتی آخر اپنی تھی، میرے بچے کی ماں تھی۔ سبھی اس کے لیے فکرمند ہو گئے اور سبھی اپنے اپنے طور پر کوئی اچھی سی تدبیر سوچنے لگے۔

مرجانہ نے کچھ سوچ کر کہا "سیدھی سی بات ہے، رسونتی کی طرف سے کوئی ایسی حرکت ہونی چاہیے جس سے دشمن دہشت زدہ ہو کر بے اختیار بول پڑے۔"

"اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں لیکن رسونتی ایسی کیا حرکت کرے؟ وہ اچانک چڑیل تو بن نہیں سکتی کہ اسے دیکھ کر لوگ سہم جائیں۔"

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ منجالی مجھے مخاطب کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"ایک تدبیر ہے۔ وہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ پانی، کیچڑ اور دلدل میں سانپ ہوا کرتے ہیں، کسی طرح سانپوں سے ڈرایا جائے۔"

"منجالی! رسونتی بھلا دشمنوں کو سانپوں سے کیا ڈرائے گی۔ وہ خود کسی بے ضرر سانپ کو دیکھ کر چیخ مارے گی اور بے ہوش ہو جائے گی۔"

منجالی نے کہا "رات کا وقت ہے، تاریکی ہے۔ جس جھونپڑی میں مادام رسونتی ہیں وہاں لالٹین کی روشنی بالکل دھیمی کرنے کو کہہ دیں اور ایک رسّی کا سانپ بنا کر دروازے کے پاس رکھ دیں۔"

میں نے کہا "کسی حد تک یہ تدبیر معقول ہے لیکن اُس انگریز کے پاس ریوالور ہے، وہ اُسے گولی مار دے گا پھر پتہ چلے گا کہ نقلی سانپ تھا۔ اس کے بعد وہ اور زیادہ محتاط ہو جائیں گے، سمجھ لیں گے کہ میں رسونتی کے دماغ میں پہنچ کر انہیں بولنے پر مجبور کر رہا ہوں۔ تدبیر ایسی ہو جس پر عمل کرنے سے ناکامی نہ ہو۔"

میں نے علی بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ اُس نے کہا "فرہاد! بعض حالات میں فوری طور پر کچھ نہیں کیا جا سکتا، سچویشن بدلنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ لوگ جھونپڑی کے اندر داخل ہوں یا رسونتی کو باہر نکال کر لے جائیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا چاہیں، کوئی بھی سچویشن بدل جائے تو ایسے میں کچھ کر گزرنے کا موقع ملتا ہے۔ ہمیں تھوڑی دیر انتظار کرنا ہوگا۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا "رسونتی کی جھونپڑی کے اندر کیا کیا ہے؟"

میں نے اس جھونپڑی کے اندر جو کچھ دیکھا تھا وہ بتا دیا۔ وہ چونک کر بولی "بس ٹھیک ہے، وہاں اگر رسّیاں رکھی ہوئی ہیں تو رسونتی کو پھانسی پر لٹکا دو۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو؟"

"ہم نے فلموں میں کتنے ہی کرداروں کو پھانسی پر لٹکتے دیکھا ہے۔ حقیقتاً وہ پھندے سے نہیں لٹکتے۔ اس کے لیے تین طرح کے پھندے بنائے جاتے ہیں۔ دو پھندے بغل کے نیچے رکھے جاتے ہیں۔ جسم کا سارا بوجھ اُن دو پھندوں پر ہوتا ہے۔ اس طرح گلے کا پھندا بالکل بے ضرر ہو جاتا ہے اور سانس نہیں رکتی۔"

میں نے کسی حد تک قائل ہو کر کہا "تدبیر بہت اچھی ہے۔ دشمن جب دیکھیں گے کہ رسونتی مُردہ ہو چکی ہے تو بولنے لگیں گے لیکن وہ جو دو پھندے بغل کے نیچے ہوں گے وہ نظر آ جائیں گے۔"

"فرہاد! میں نے خوب سوچ سمجھ کر یہ بات کہی ہے۔ رسونتی ساری پہنتی ہے اور ساری کا گھیر بہت ہوتا ہے، وہ اپنی ساری کے آنچل سے دونوں بازوؤں کو چھپا سکتی ہے۔ اس طرح بغل والے پھندے نظر نہیں آئیں گے، صرف گلے کا پھندا دکھائی دے گا۔"

"کمال ہے سونیا! تم نے کتنی دور تک سوچا ہے۔ رسونتی کے لباس کا بھی خیال رکھتے ہوئے تدبیر بتائی ہے۔ یو آر اے بریلینٹ گرل، آئی لو یو۔"

میں رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اُسے تدبیر بتائی۔ اُس نے پوچھا "میں اس چھت تک کیسے پہنچوں گی؟"

"وہاں لکڑی کا ایک پُرانا سا صندوق رکھا ہے، اس میں کاٹھ کباڑ ہے۔ اُسے خالی کرو اور کھینچ کر بیچ کمرے میں لے آؤ۔ اس کے بعد اس پر یہ میز رکھ دینا جس پر تم نے ابھی کھایا ہے۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ وہ تنہا اپنے بل پر کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر اسے حوصلہ دے رہا تھا اور اس کی جسمانی قوت میں یوں اضافہ کر رہا تھا۔ جب وہ رسّی کو بلّی سے باندھ رہی تھی تو میں نے اس کی گرہ پوری طرح مضبوط کی۔ رسّی کے نچلے سرے میں تین پھندے، دو پھندے بغل کے لیے ذرا نیچے، ایک پھندا گلے کے لیے۔ پورے حساب سے گلے اور بغل کا فاصلہ سمجھتے ہوئے میں نے پوری توجہ سے وہ پھندے تیار کرا دیے۔

وہ میری ہدایت پر عمل کر رہی تھی۔ جہاں وہ ناکام ہوتی تھی میں اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس پر عمل کراتا تھا۔ سب سے پہلے دونوں پھندوں کو اپنی دونوں بغل میں پہنا، تیسرے پھندے کو اپنے گلے میں ڈالا۔ اس کے جسم کا سارا بوجھ دو بغلی پھندوں پر تھا اور گلے والا پھندا محض دکھاوے کے لیے۔

اب آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ وہ اپنے پاؤں کے نیچے میز کو ٹھوکر مار کر گرا دیتی اور پھندوں سے لٹک جاتی۔ کمبخت بچّے نے رونا شروع کر دیا۔ اس کی ممتا تڑپ گئی۔ "فرہاد! ذرا ٹھہر جاؤ، میں بچّے کو دودھ دے کر آتی ہوں۔"

"نہیں۔ یہ بڑا اچھا موقع ہے، بچہ رو رہا ہے۔ اسے چیخ چیخ کر رونے دو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ ممتا سے ہونا ضروری نہیں ہے، کبھی کبھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

وہ ادھر اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر تذبذب میں ہو گئی۔ میں سمجھ گیا، وہ ممتا سے مجبور ہو کر پھندوں سے اُتر آئے گی لہٰذا اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اس کے پاؤں کو ٹھوکر ماری اور اسے پھندوں سے لٹکا دیا۔

رات کے سناٹے میں میز کے گرنے اور لڑھکنے کی آواز دور تک گئی ہوگی۔ پھر بچّہ بھی چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ رسونتی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر وہ انگریز اُدھر آئے گا تو وہ بچّے کے لیے پریشانی ظاہر کرے گی۔ اس سے اس کا ردِّعمل ظاہر ہوگا پھر ہماری پلاننگ خاک میں مل جائے گی۔

میں نے تھوڑی دیر تک انتظار کیا۔ باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی پھر دروازہ کھلا۔ وہی دو آدمی داخل ہوئے۔ ایک لنگی اور بنیان والا اور دوسرا سیاہ پتلون، سیاہ شرٹ پہنے ہوئے اور ریوالور رکھے ہوئے تھا۔ دونوں ہی دروازے میں پہنچ کر ٹھٹک گئے۔ لالٹین کی روشنی میں رسونتی چھت سے لٹکتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ لالٹین پیچھے رکھی ہوئی تھی۔ اس لیے چہرہ صاف طور سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس انگریز نے ٹارچ روشن کی۔ روشنی رسونتی کے چہرے پر ڈالی۔

میں نے اس کے دیدے پھیلا دیے تھے۔ زبان باہر نکال کر دانتوں تلے دبا دی تھی۔ میں یہ سب کچھ اپنے طور پر کر رہا تھا ورنہ رسونتی میں اتنی صلاحیت نہ تھی۔ میں ذرا بھی ڈھیل دیتا تو وہ بچّے کے رونے سے تڑپ جاتی، سارا ڈرامہ دھرا کا دھرا رہ جاتا۔

وہ مقامی باشندہ اپنی زبان میں کچھ بڑبڑاتا جا رہا تھا۔ انگریز ابھی تک خاموش تھا۔ میں رسونتی کے ذریعے اسے نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکا دی تھی۔ دیدے پھیلے ہوئے تھے۔ رسونتی کو اس وقت چھت کا صرف ایک حصہ نظر آ رہا تھا۔ نیچے کھڑے ہوئے دونوں آدمیوں کو وہ دیکھ سکتی تھی، نہ میں اس کے ذریعے انہیں دیکھ سکتا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ دو تین بار ٹارچ کی روشنی رسونتی کی آنکھوں پر پڑی۔ وہ اپنے آپ میں ہوتی تو پلکیں جھپکا دیتی۔ میں نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا۔ تب اس انگریز کو اطمینان ہو گیا۔ اس نے صندوق پر چڑھتے ہوئے ہولے سے کچھ کہا جو مجھے سنائی نہیں دیا۔ پھر وہ صندوق پر کھڑا ہو گیا۔ رسونتی پھر بھی اس سے بلندی پر تھی۔ صرف گردن کا پھندا کسی حد تک کسا ہوا نظر آ رہا تھا۔ تب اس انگریز کی آواز سنائی دی۔ "او گاڈ! شی از ریلی ڈیڈ۔"

ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے۔ ذہانت صرف دشمنوں کے حصے میں نہیں آئی ہے۔ کچھ ہمارے حصے میں بھی آئی ہے لیکن جہاں تک مکّارانہ ذہانت کا تعلق ہے، میرے تجربات کے مطابق زیادہ تر سونیا کے حصے میں آئی ہے۔ اگر یہ مبالغہ ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ سونیا نے مجھے اس حد تک متاثر کیا ہے کہ میں اس کی تعریفیں کرتے وقت مبالغے سے کام لیتا ہوں اور ہر ایک دوست جانتا ہے، ہر چاہنے والا اپنے محبوب کی تعریف میں ضرور تھوڑا بہت مبالغے سے کام لیتا ہے۔

میں نے اُس انگریز کو نہیں چھیڑا، چپ چاپ اس کی سوچ پڑھتا چلا گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ اس جھونپڑی سے ذرا فاصلے پر ایک اونچا سا ٹیلا ہے، وہاں ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ وہ خود پائلٹ تھا، اس کا نام نارمن ہالی تھا۔ وہ اگلے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ اگلا حکم یہی ہو سکتا تھا کہ رسونتی کو دہلی پہنچایا جائے۔

اس حد تک معلومات حاصل کرنے کے دوران مجھے نارمن ہالی کے دماغ میں رہنا پڑا تھا۔ رسونتی سے الگ رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پوری طرح ایک مُردہ عورت کی ایکٹنگ نہ کر سکی۔ ایک تو بچّے کے رونے نے اسے تڑپا دیا تھا، دوسرے دونوں بغلوں میں پھنسی ہوئی رسّی تکلیف پہنچا رہی تھی۔ وہ ایک بار کسمسائی جس کی وجہ سے چھت پر لٹکی ہوئی رسی ہلنے لگی۔ اسے مزید تکلیف محسوس ہوئی تو وہ پھر کسمسانے لگی۔ اس مقامی باشندے نے اُدھر دیکھا تو اس نے ایک چیخ ماری پھر اجنبی زبان میں کچھ کہتا ہوا، چیختا ہوا کمرے سے نکل کر بھاگ گیا۔ یقیناً وہ سہم گیا ہوگا کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

میں نارمن ہالی کے دماغ میں تھا۔ اس نے پہلے تعجب سے رسونتی کو چھت سے جھولتے ہوئے دیکھا۔ پھر غصے میں دانت پیستے ہوئے سوچنے لگا "اچھا، تو یہ چال تھی، اب میں نہیں بولوں گا۔"

پھر اس کے دماغ نے کہا "لیکن شاید میں کچھ بول چکا ہوں۔" اس نے سوچا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ صندوق پر چڑھ کر اسے دیکھنے کے بعد اور اپنے طور پر اس کی موت کی تصدیق کرنے کے بعد اس نے ایک فقرہ ادا کیا تھا، شاید وہی اس کی موت کا سبب بن جائے۔

وہ پریشان ہو گیا، اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "نہیں، فرہاد نہیں ہے۔ جس وقت میں کچھ کہہ رہا تھا اس وقت وہ موجود نہیں ہوگا۔ اس عورت کو نیچے اتارنا چاہیے۔"

اس کی اپنی سوچ نے قائل ہو کر کہا "ہاں، اگر اسے کچھ ... نقصان پہنچا تو مجھ سے جواب طلبی ہوگی۔ مجھے اچھی طرح تاکید کی گئی تھی کہ اسے جسمانی یا ذہنی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ بڑے آرام سے رکھا جائے۔"

اس نے میز کو فرش پر سے اٹھا کر صندوق پر رکھا، پھر میز پر پہنچا۔ رسونتی کو رسیوں سے آزاد کر کے اتارنے لگا۔ جیسے ہی وہ فرش پر پہنچی، نارمن ہالی کو ایک طرف دھکا دے کر دوڑتے ہوئے بچّے کے پاس گئی، اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ تھپکنے لگی اور اس کے لیے دودھ تیار کرنے لگی۔

میں نے کہا "بچے کو جلدی سے دودھ پلاؤ اور اس کا سامان ایک تھیلی میں رکھو۔ تمھیں یہاں سے نکلنا ہے میں ابھی آرہا ہوں۔"

میں نارمن ہائی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ جھونپڑی سے نکل آیا تھا۔ کچھ پریشان تھا مگر اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ فرہاد ہمارے لیے آسیب بن گیا ہے اسی لیے ہم خواہ مخواہ ہی اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں — خواہ مخواہ اسے اپنے دماغ میں محسوس کرنے لگتے ہیں۔"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا "میں نے یہاں اکیلے رسونتی کو لاکر اچھا نہیں کیا اگر کسی ساتھی کو لے آتا تو بہتر ہوتا۔ اس سے کچھ مشورہ کیا جاتا؟"

اس کی سوچ نے کہا "وہاں جیسے احکامات ملے، میں نے عمل کیا میرے ساتھ ایک برمی آدمی کو بھیجا گیا ہے، وہ برمی زبان کے سوا کچھ نہیں جانتا ہے مقصد یہی ہے کہ فرہاد اس کے دماغ میں نہ پہنچ سکے اور وہ ہیلی کاپٹر میں رسونتی کو اپنے قابو میں رکھے۔"

میں نے اس کی سوچ میں مشورہ دیا "مجھے اس برمی آدمی سے مشورہ کرنا چاہیے۔"

"میں کیسے مشورہ کروں؟ وہ میری زبان نہیں سمجھتا میں اس کی زبان نہیں سمجھتا ہوں۔"

پھر اس نے سوچنا شروع کیا "یہ میں خواہ مخواہ ایسی باتیں کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "جب فرہاد کی طرف سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے تو ہر طرح کی باتوں کو سوچنا اور سمجھنا چاہیے۔ اور آئندہ کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے کیا یہاں ہمارے آقاؤں کے لوگ موجود ہو سکتے ہیں؟ یقیناً موجود ہیں۔ ہیلی کاپٹر کو اس اندھیری رات میں اُترنے کے لیے کس نے سگنل دیا تھا؟"

اس نے فخر سے سوچا "مجھے بھلا کسی کی رہنمائی کی کیا ضرورت ہے؟ میں اتنا ماہر اور تجربے کار پائلٹ ہوں کہ صرف ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ کے ذریعے سلامتی سے زمین پر اُتر سکتا ہوں، مجھے سگنل کی ضرورت نہیں پڑتی میرے آقاؤں نے کچھ سوچ کر ہی میری خدمات حاصل کی ہیں۔"

میں مطمئن ہو گیا کہ فرار ہونے کے دوران رسونتی کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی صرف نارمن ہائی میرے قبضے میں رہے گا۔ ہاں، وہ برمی باشندہ جو رسونتی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر آیا تھا وہ راستہ روک سکتا تھا میں نے نارمن ہائی کو اس کی طرف روانہ کر دیا۔

اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ وہ برمی ایک جھونپڑی میں ہے وہاں شراب پی رہا ہے۔ میں نے رسونتی سے کہا "تیار ہو جاؤ تھوڑی دیر میں وہ انگریز تمھارے پاس آئے گا میں اس کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ تم اس کے ساتھ چل پڑنا۔"

میں نارمن ہائی کے پاس پہنچا۔ وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اندر سے اجنبی آواز میں کچھ کہا گیا۔ شاید کوئی پوچھ رہا تھا۔ نارمن نے اپنی زبان میں کہا "میں ہوں۔ دروازہ کھولو۔"

دروازہ کھل گیا۔ وہ برمی باشندہ ایک آسامی عورت کے ساتھ نظر آیا۔ اندر ایک شکستہ سی میز پر شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ برمی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نارمن کے دماغ پر حاوی ہو گیا۔ اس نے اپنے ریوالور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت برمی نے چونک کر اس کے پیٹ میں ایک گھونسا مارا۔ نہ تو نارمن اس بات کے لیے تیار تھا اور نہ میں۔ وہ کراہتے ہوئے جھکا۔ پھر دوسرا گھونسہ نارمن کے منہ پر پڑا۔ تیسری بار اس نے نارمن کے سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کمرے کے اندر کھینچ لیا۔ وہ مقامی عورت چیخ مار کر ایک گوشے میں چلی گئی۔ نارمن لڑکھڑاتا ہوا آکر ایک چارپائی پر گرا تھا۔

ہم لڑنے کے عادی ہیں۔ اتنا جانتے ہیں کہ کن حالات میں دشمن کیسے حملے کرتے ہیں، جب نارمن چارپائی پر اوندھے منہ گرا تو میں سمجھ گیا کہ وہ مقابل اب اس پر چھلانگ لگائے گا۔ میں نے نارمن کی ایک ٹانگ پیچھے کی طرف اٹھا دی۔ واقعی اس نے چھلانگ لگائی تھی۔ وہ ٹانگ اس کے پیٹ میں لگی۔ وہ کراہتے ہوئے ایک طرف اُلٹ گیا۔ اس کے بعد میں نے موقع نہیں دیا۔ فوراً ہی نارمن کے ریوالور کو نکالا پھر یکے بعد دیگرے دو فائر کیے کیوں کہ پہلا فائر ہوتے ہی وہ برمی فرش پر لڑھکتا ہوا دوسری طرف چلا گیا تھا لیکن وہ دوسرے فائر سے خود کو نہ بچا سکا۔ وہیں فرش پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

نارمن ہائی نے ریوالور کو ہولسٹر میں رکھا۔ پھر وہاں سے دوڑتا ہوا جھونپڑی میں آیا۔ رسونتی سے بولا "جلدی چلو۔"

وہ تیار تھی۔ اس نے بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹا۔ اس تھیلی کو اٹھایا جس میں دودھ وغیرہ رکھا ہوا تھا۔ پھر نارمن کے ساتھ چل پڑی۔ باہر ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔ تاریکی میں راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ نارمن رہ رہ کر ٹارچ کی روشنی میں اسے راستہ دکھا رہا تھا۔

روشنی میں اونچے اونچے بانسوں کے جھنڈ نظر آتے تھے۔ ایسے میں یوں لگتا تھا جیسے فلک بوس دیو نما دشمن راستہ روکنے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں لیکن وہ بانسوں سے کتراتے ہوئے اِدھر اُدھر راستہ بدلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس نے دُور روشنی پھینکی۔ وہ ہیلی کاپٹر چھوٹے سے ٹیلے پر نظر آ رہا تھا۔ وہ

تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ اسی وقت نارمن کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ اوندھے منہ گرا۔

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر محسوس کر لیا تھا۔ وہ خود بخود نہیں گرا تھا کسی نے ٹانگ اڑائی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو ہولسٹر کی طرف پہنچایا۔ اسی وقت تھائیں سے فائر کی آواز سنائی دی نارمن کراہ کر رہ گیا۔ اس کے ہاتھ میں گولی لگی تھی اور وہ ہاتھ اب اپنے ریوالور تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

کسی نے ٹارچ کی روشنی میں فائر کیا تھا۔ پھر روشنی بجھ گئی تھی۔ اس گہری تاریکی میں جان اسٹیورٹ کلر آف دی کلرس کی آواز سنائی دی۔ وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا "ہیلو فرہاد علی تیمور! ذہانت کسی کی میراث نہیں ہے۔ وہ تمھارے حصے میں آئی ہے تو ہمارے حصے میں بھی آئی ہے۔ میں تمھیں چیلنج کرتا ہوں۔ میرے ذہن میں پہنچ کر بتاؤ۔"

اچانک ہی میں نے سوچ کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر اس نے سانس روک لی۔ میں پھر نارمن ہائی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اٹھ رہا تھا۔ جان اسٹیورٹ نے کہا "نارمن! جہاں ہو وہیں رہو۔ تمھاری ہر حرکت فرہاد علی تیمور کی حرکت ہوگی۔ مجھے افسوس ہے، تمھارے جیسا تجربے کار پائلٹ اب ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہا ہے۔ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔ میں کوئی ایسا دماغ اپنے آس پاس نہیں رکھنا چاہتا جسے فرہاد اپنا آلۂ کار بنا سکے۔"

نارمن ہائی نے کیچڑ میں ایک طرف کھسکتے ہوئے کہا "جان! مجھے کیوں مار رہے ہو؟ میرا قصور کیا ہے؟"

کلر آف دی کلرس نے کہا "تمھیں پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا۔ تمھاری زندگی صرف اس میں ہے کہ تم گونگے بنے رہو گے۔ اگر کبھی تم نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی ادا کیا تو تمھاری موت ہمارے ہاتھوں سے بھی ہو سکتی ہے۔"

اس نے خوف زدہ ہو کر کہا "لیکن تم تو برما میں تھے۔ یہاں کیسے آگئے؟"

"تم نے اچھا سوال کیا۔ فرہاد بھی سُن لے۔ ہم تم سے پہلے دوسرے ہیلی کاپٹر میں یہاں پہنچ گئے تھے۔ ہم دیکھنا چاہتے تھے، تم کس کے ذریعے رسونتی کو آسام اور دہلی پہنچانے والے ہیں۔ فرہاد کس طرح ٹریپ کرتا ہے۔ اگر ٹریپ نہ کر سکا تو تم سلامتی سے رسونتی کو دہلی تک پہنچاؤ گے۔ تمھیں تمھارا معاوضہ ادا کر دیا جاتا لیکن اگر فرہاد کے شکار ہو گئے تو اس سے پہلے تمھیں گولی مار دی جائے گی۔"

اور اس نے گولی مار دی۔

رسونتی کو دو آدمیوں نے پکڑ رکھا تھا تیسرے نے بچے کو لے لیا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولی "تم میرے محافظ بنے ہوئے تھے۔ میرے وفادار تھے۔ میں برما میں تم پر بڑا اعتماد کرتی تھی مگر تم نے مجھے بیہوش کر کے یہاں پہنچا دیا۔"

"مادام! میں اب بھی آپ کا غلام ہوں اور یہودی اب بھی آپ کے دوست ہیں لیکن برما میں آپ کے لیے بہت زیادہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ فرہاد آپ کی وجہ سے ہمیں طرح طرح کے نقصانات پہنچا رہا تھا اس لیے ہم نے ایسا کیا ہے۔"

"یہ کوئی دوستی نہ ہوئی کہ جبراً بے ہوش کر دیا جائے۔"

"کبھی مرض بڑھ جاتا ہے خطرناک ہو جاتا ہے۔ آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے تو مریض کی بہتری کے لیے اسے بے ہوش کیا جاتا ہے۔ ہم ایسا نہ کرتے تو فرہاد راستے میں ہی آپ کے دماغ کے ذریعے بہت بڑی رکاوٹ بن جاتا۔"

"میں نے تم لوگوں پر اندھا اعتماد کیا لیکن اس اعتماد کا یہ صلہ مل رہا ہے۔ میں فرہاد کے پاس جانا چاہتی ہوں، اگر تم میرے دوست اور ہمدرد ہو تو مجھے اس کے پاس پہنچا دو۔"

"ہم ایک دن ضرور آپ کو ان کے پاس پہنچائیں گے۔ جب ہم دوستانہ ماحول قائم کر لیں گے۔"

"مجھے فرہاد کے پاس پہنچا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں، اسے تمھارا دوست بنا دوں گی۔"

"آپ ہمارے آقاؤں سے یہ معاملات طے کریں۔ وہ آپ کو فرہاد کے پاس پہنچا دیں گے۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ آپ کو دہلی پہنچا رہا ہوں۔"

وہ لوگ اسے جبراً کھینچتے ہوئے لے گئے۔ وہ چیختی رہی، چلاتی رہی۔ میں اس کے پاس موجود رہ کر اسے تسلیاں دینے لگا۔ "رسونتی! چیخنے چلانے، غصہ دکھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ حالات سے سمجھوتا کرو اور چپ چاپ چلی جاؤ۔ میں ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ صرف ان سے دشمنی کرتے رہو گے۔ کبھی ان لوگوں کو نقصان پہنچاتے رہو گے۔ کبھی خود نقصان اٹھاتے رہو گے۔ کوئی سمجھوتے کا، کوئی دوستی کا راستہ ہموار نہیں کرنا چاہو گے۔ فرہاد! اب بھی سوچو۔ اب میں تمھارے پاس پہنچ سکتی ہوں۔ کیوں ان لوگوں کو دوست نہیں بنا لیتے۔ کیوں نہیں سمجھوتا کرتے۔ چیلنج کرتے رہنے سے کبھی بات نہیں بنے گی۔"

"سُنو رسونتی! تم مجھے آج نہیں ملو گی تو ایک دن، ایک ماہ یا ایک سال کے بعد ضرور ملو گی۔ میں تمھیں حاصل کر کے رہوں گا، لیکن فوری طور پر حاصل کرنے کے لیے کیا ایسے دشمنوں سے سمجھوتا کر دوں اور ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دوں جنھوں نے سونیا کو ہلاک کرنے

میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی؟ یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں کہہ رہا ہوں، سہولت سے چلی جاؤ۔"

وہ غصّے سے خاموش رہی۔ اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ وہ نہ تو جواب دینا چاہتی ہے، نہ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہے۔ میں نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے تک میں رسونتی کے دماغ میں موجود رہا۔ اگرچہ وہ میری موجودگی کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ نہ ہی میں سمجھانا چاہتا تھا۔ میں اس کوشش میں تھا کہ شاید کوئی موقع ہاتھ آئے اور میں ہیلی کاپٹر کے پائلٹ تک پہنچ جاؤں پھر اس کا رُخ برما کی طرف موڑ دوں لیکن مجھے ایسا کوئی موقع نہیں ملا۔ سوائے رسونتی کے میں کسی اور کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتا تھا۔ مجبور ہو کر واپس دماغی طور پر اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ منجالی میری واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ آنکھ کھولتے ہی اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میں سونیا کو بتا رہا ہوں۔ تم سنتی جاؤ۔"

میں نے سونیا سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا "تمھاری تدبیر بہت ہی عمدہ تھی۔ میں کامیاب ہو گیا تھا۔ رسونتی وہاں سے فرار ہو رہی تھی۔ میں نے ایک آدمی کے دماغ پر قبضہ کر رکھا تھا لیکن جسے ٹریپ کیا تھا اس کی معلومات محدود تھیں۔ اس لیے میں دھوکا کھا گیا۔

سونیا نے پوچھا "کیسے دھوکا کھا گئے۔ کیا ہوا؟"

میں زبان سے بول رہا تھا۔ ادھر منجالی سن رہی تھی اور سوچ کے ذریعے اُدھر سونیا کو جواب دے رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "ہارمن ہائی نامی ایک پائلٹ، رسونتی کو آسام کے اس حصّے میں لے گیا تھا اور وہی تنہا اسے دہلی پہنچانے والا تھا۔ اسے اچھی طرح سے سمجھا دیا گیا تھا کہ کسی حال میں بھی زبان نہ کھولے۔ اگر کھولے گا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔ جب وہ رسونتی کو ہیلی کاپٹر کی طرف لے جا رہا تھا اور میری مرضی کے مطابق برما واپس لانے والا تھا۔ اسی وقت رسونتی کے پہلے محافظ جان اسٹورٹ کلر آف دی کلرس نے اس کا راستہ روک لیا پھر اسے ختم کر دیا۔ رسونتی اب ایسے لوگوں کے درمیان ہے جنھیں میں ٹریپ نہیں کر سکتا۔"

سونیا نے پوچھا "اب کیا کرو گے؟"

"میں جتنے دشمنوں کے لیے موت کا وقت مقرر کر چکا ہوں۔ انھیں معاف نہیں کروں گا۔"

"فرہاد! اپنے ارادوں میں ذرا سی لچک پیدا کرو۔ کوئی ایسی سمجھوتے کی راہ نکالو کہ رسونتی واپس آجائے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "سونیا! تم بھی یہی کہہ رہی ہو جبکہ انھوں نے اپنی دانست میں تمھیں اور پارس کو ہلاک کر کے مجھ سے بہت بڑا انتقام لیا ہے۔ گویا اپنے طور پر مجھے ایک عبرت ناک سزا دی ہے۔ کیا میں ایسے لوگوں کے سامنے جھک جاؤں؟"

"بات جھکنے کی نہیں ہے۔ ہمیں رسونتی واپس چاہیے۔ تم ان لوگوں کو جانی نقصان پہنچاؤ گے تو وہ بھی جواباً ایسا ہی کریں گے۔ میں نے اپنی چالاکی سے ان کی چال لوٹا دی تھی۔ ان کی زد میں نہیں آئی اس لیے اب تک پارس کے ساتھ زندہ سلامت ہوں لیکن تمھارے جو عزیز ترین اور محبوب ترین رشتے ہیں۔ اگر انھیں جانی نقصان پہنچایا گیا تو تم کب تک ان کے اطراف پہرہ بٹھاتے رہو گے؟"

سونیا کی بات ایسی تھی کہ میں ایک دم سے تڑپ کر شاہینہ کے پاس پہنچ گیا۔ دیکھا وہ بخیریت تھی۔ سعید صاحب نے تمام لوگوں کی حفاظت کے لیے بڑے اچھے انتظامات کیے تھے لیکن سوال یہی پیدا ہوتا تھا، میں کب تک ایسے پہرے بٹھاتا رہوں گا؟

اُدھر سونیا کہہ رہی تھی "فرہاد! میں اس بات کو مانتی ہوں کہ ہم آج نہیں تو کل رسونتی کو چھین کر لے آئیں گے لیکن وہ کل کب آئے گا۔ ہم نہیں جانتے۔ اس دوران ہمارے کتنے لوگ جانی نقصان یا کسی اور طرح کا نقصان اٹھائیں گے۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے۔ دشمنوں کی چال صرف دشمن ہی سمجھتے ہیں۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میں ابھی تمھارے مشورے پر غور کر رہا ہوں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے مشورہ کیا۔ وہ بھی سونیا کی تائید کرنے لگی منجالی نے بھی یہی کہا "آپ اپنے فیصلے میں تھوڑی سی لچک پیدا کرلیں۔ ان سے مذاکرہ کریں۔ دیکھیں، کیا بات بنتی ہے۔"

میں اس مقامی آفیسر کے پاس پہنچ گیا جو یہاں کی یہودی تنظیم کے سربراہ ڈان فریزر اور سیکرٹ ایجنٹ ٹوٹن بیکر کی حفاظت پر مامور تھا اور جس سے پہلے بات کر چکا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "آفیسر! اس وقت بارہ بجنے میں بیس منٹ ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ انھوں نے میری شرط پوری نہیں کی۔ میری شریکِ حیات کو میرے پاس نہیں پہنچایا۔"

آفیسر نے کہا "میں اس معاملے میں ان لوگوں سے بات کر رہا ہوں۔ انھیں بیرس سے احکامات موصول ہو رہے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ جیسے ہی رابطہ قائم کریں، آپ سے کہا جائے کہ ڈان فریزر، ٹوٹن بیکر یا کسی اور یہودی کو جانی نقصان پہنچا

نے پہلے آپ اپنے تمام رشتے داروں کی خیریت معلوم کرلیں۔"

میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اگرچہ میں شاہینہ کی خیریت معلوم کر چکا تھا۔ پھر ایک بار اس کے پاس پہنچا۔ وہ بالکل بخیریت تھی۔ اس کے سسرال والے بھی اپنی اپنی جگہ مطمئن تھے۔ میں جاوید کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

آہ، جب میں کوشش کرنے کی بات کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنی کوشش میں ناکام ہو رہا ہوں میری سوچ کی لہریں وہاں نہیں پہنچ رہی تھیں۔ میرے دماغ کو ایک زبردست جھٹکا پہنچا۔ جاوید کا دماغ اب اس دُنیا میں نہیں رہا تھا۔

میں نے فوراً ہی بھابی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ میرے دل کو پھر ایک دھچکا لگا۔ وہاں بھی موت کی خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا میرا دل ڈوبنے لگا عجیب سی حالت ہو گئی۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ میں تیسری بار ریحانہ کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔ میرے دماغ میں آندھی سی چل رہی تھی۔ سوالات گونج رہے تھے۔ اگر وہ بھی میری محبت میں، میری بہن بننے کے بعد مجھ پر قربان ہو گئی ہو تو کیا ہوگا؟ میں اپنی نظروں میں گر جاؤں گا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ لیا منجالی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا "کیا ہو گیا۔ آپ بہت پریشان نظر آرہے ہیں؟"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "مجھے مخاطب نہ کرو۔ مجھے خاموش رہنے دو۔"

"یہی تو وقت ہوتا ہے، جب اپنے کام آتے ہیں۔ خاموشی دکھ کو بڑھاتی ہے۔ دماغی پریشانیوں میں اضافہ کرتی ہے۔ آپ بولیں اپنا بوجھ ہلکا کریں۔"

میں نے کہا "جو میرے بھائی، بھابی بنے تھے جو میری بہن بنی ہوئی تھی، وہ شاید اب اس دنیا میں نہیں رہے۔"

"شاید کا کیا مطلب ہوا؟ آپ تو خیال خوانی کے ذریعے ان کی خیریت معلوم کر سکتے ہیں۔"

"میں نے جاوید اور بھابی کے پاس پہنچنا چاہا۔ ان کے دماغ مُردہ ہو چکے ہیں۔ اب ریحانہ رہ گئی ہے۔ اسے آزمانے، اس کے پاس پہنچنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا ہے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ فوراً ریحانہ کے پاس پہنچنے کی کوشش کریں۔ اگر وہ زندہ ہوئی اور اللہ کرے کہ وہ زندہ ہو تو یقیناً اسے آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی۔"

میں نے چونک کر منجالی کو دیکھا۔ یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ زندہ

معاشرتی جبر کے خلاف زاہدہ حنا کا قلم تیغِ برہنہ بن جاتا ہے

اُن کی کتاب

قیدی سانس لیتا ہے

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

سسکیاں بھرتے ہوئے مظلوموں کے لیے اُن کی تحریریں مرہم کا درجہ رکھتی ہیں

اُردو افسانے میں زاہدہ حنا کا نام اور کام کسی تعارف کے محتاج نہیں

زاہدہ کے افسانوں کا یہ مجموعہ مشاہیرِ ادب اور عوامی حلقوں سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے

قیمت ۶۰/ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے رقم پیشگی منی آرڈر بھیجنے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

ہوئی تو اسے میری سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ میں دوسرے ہی لمحے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ ایک کمرے میں تنہا تھی۔ اپنے آنچل میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ریحانہ! میری بہن! میری جان! فرہاد تم پر ہزار بار قربان۔ میں آگیا ہوں۔ مجھے سہولت سے بتاؤ۔ تم اس وقت کہاں ہو؟

اس نے روتے ہوئے کہا "بھائی جان! میں کیا بتاؤں۔ آپ نے تو اپنی طرف سے انتظامات کردیے تھے۔ سعید صاحب نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ پولیس والے ہمارے مکان کے سامنے تھے مگر اچانک ایسی فائرنگ ہوئی، ایسے دھماکے ہوئے کہ سارے محلے میں بھگدڑ مچ گئی۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ تھے، انھوں نے بھائی جان اور بھابی جان کو . . ."

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ آگے نہ بول سکی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ میں نے کہا "میں جانتا ہوں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے ان کے پاس پہنچنے کی کوشش کرچکا تھا اور ناکام رہا ہوں۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔ میں بہت شرمندہ ہوں میری بہن! میری وجہ سے ہی . . ."

اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا "نہیں بھائی جان! نہیں۔ آپ کی وجہ سے نہیں۔ کیا محبتیں قربانیاں نہیں مانگتی ہیں؟ رشتے آزمائشوں سے نہیں گزرتے ہیں؟ ایسی بات نہ کریں، ورنہ میں سمجھوں گی، آپ ہمیں غیر سمجھتے ہیں"

"تم اس وقت کہاں ہو؟"

"مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ انھوں نے میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا۔ میری آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی تھیں۔ پھر مجھے یہاں لاکر چھوڑ دیا۔ کمرے کو باہر سے بند کر دیا۔ دروازے اور کھڑکیوں کی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ میں کئی بار چیخ چیخ کر آوازیں دے چکی ہوں۔ باہر کسی نے بھی میری آواز نہیں سنی۔ شاید سنی ہو تو جواب نہیں دیا"

"تم اطمینان رکھو۔ پریشان ہونا چھوڑ دو۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ رونا چھوڑ دو۔ تمہارے دل پر اتنا زبردست صدمہ گزرا ہے کہ ایسے میں آنسوؤں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ پھر بھی میری بہن، میں تمھیں یہاں سے صحیح سلامت نکال لے جانے کے لیے ہر ممکن کوشش کروں گا۔ میں ابھی آتا ہوں"

میں رنگون پولیس کے اس آفیسر کے پاس پہنچ گیا جس نے مجھے اپنوں کی خبر لینے کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا "آفیسر! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میری شریکِ حیات کو بارہ بجے سے پہلے میرے پاس پہنچا دیا جائے گا تو میں آپ کا ملک چھوڑ دوں گا اور آپ کے ہاں امن و امان کی ضمانت دوں گا لیکن ان دشمنوں نے میرے ساتھ کتنی زیادتیاں کی ہیں۔ میرے لوگوں پر کتنے ظلم کیے ہیں۔ آپ یہاں بیٹھ کر معلوم نہیں کر سکتے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے سونیا کو اور میرے بیٹے کو ہلاک کیا اور اب میرے بھائی جاوید اور بھابی کو قتل کر دیا ہے۔ میری بہن کو اغوا کیا ہے۔ اسے ایسی جگہ قید کیا ہے جہاں میری ٹیلی پیتھی پہنچ سکتی ہے مگر میں وہاں کا پتہ معلوم نہیں کرسکتا"

"مجھے ان حالات کا علم ابھی ہوا ہے۔ یہ ٹیلیکس موصول ہوا ہے۔ آپ کے لیے ہے۔ میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ اسے سننے کے بعد مزید گفتگو ہوگی"

وہ اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا:

"فرہاد علی تیمور!

ہم تم سے اس حد تک دشمنی نہیں چاہتے تھے کہ ہماری دشمنی کے باعث تمھارے رشتے داروں کو کچھ نقصان پہنچے۔ ہم صرف تمھاری اس بہن ریحانہ کو یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے، تاکہ تم سے کچھ سودے بازی ہو سکے لیکن ہمارے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی گئیں۔ فائرنگ کے ذریعے ہمارے آدمی ہلاک ہوئے تو مجبوراً ہمیں بھی جوابی کارروائی کرنا پڑی۔ جس کے نتیجے میں جاوید اور اس کی وائف ہلاک ہوگئے۔ ہمیں اس کا بے حد افسوس ہے۔ تمھاری بہن ریحانہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

رسونتی اور ریحانہ یرغمال کے طور پر ہمارے پاس رہیں گی۔ ہماری بھرپور کوشش یہی تھی کہ تمھاری اپنی بہن شاہینہ کو اپنے پاس لے آئیں اور اسے عزت و احترام سے رکھیں۔ جس طرح اب تک ہم نے رسونتی کی عزت کی ہے اور اس کے شایانِ شان اسے زندگی گزارنے کا موقع دیتے رہتے ہیں لیکن وہاں شاہینہ کے اطراف تم نے بہت ہی سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔

مسٹر فرہاد! اس سوال پر غور کرو۔ تم کب تک شاہینہ کی حفاظت کرتے رہو گے؟ شاہینہ اور اس کی بیٹی بھی جلد ہی ہماری مٹھی میں ہوں گی۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ یہ تمھارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوچو، غور کرو۔ اگر ہمارے ان آدمیوں کو اپنے چیلنج کے

مطابق ہلاک کر دینا چاہتے ہو تو کر دو۔ رسونتی کے ساتھ جو سلوک ہم کریں گے وہ تو آنے والا وقت بتائے گا۔ ریحانہ کی عزت کی بھی دھجیاں اڑا دی جائیں گی اور تمھاری بہن شاہینہ . . ."

میں نے پوری بات سننے سے پہلے غصے سے چیخ کر کہا۔ "افیسر! بند کرو یہ بکواس۔ میں نہیں سننا چاہتا"

آفیسر نے پڑھتے پڑھتے سر اٹھا کر خلا میں دیکھا۔ پھر کہنے ...ا "میں تو دشمن کی باتیں سنا رہا ہوں۔ یہ میری بکواس نہیں ہے ...ن آپ لوگوں کی دشمنی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ہمارے ...رول سے باہر ہے۔ ابھی برما کے اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہو ...ی ہے۔ یقیناً اس میں آپ کے اور یہودیوں کے خلاف فیصلہ سنایا ...ئے گا۔ میں سمجھتا ہوں، آپ دونوں کو ملک سے نکل جانے کا ...م دیا جائے گا۔ میں مشورہ دے رہا ہوں۔ اس ٹیلیکس میں جو کچھ لکھا ...ہے، آپ اس پر عمل کریں۔ مزید خون خرابے کی نوبت نہ آنے دیں۔ ...پ کی بہن یرغمال کے طور پر ہے۔ دوسری بہن بھی خطرے میں ...ے۔ آپ کو بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا اور اپنے فیصلوں میں ...ک پیدا کرنا ہوگی"

میں نے اپنا سر تھام لیا۔ منجالی میرے سامنے فرش پر بیٹھ گئی۔ ...ے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "میرے آقا! میں آپ کے لیے کیا ...وں؟ آپ کی پریشانیاں کس طرح کم کروں؟ کیا ہو رہا ہے۔ کچھ ...ے بتائیں؟"

"دشمنوں نے مجھے بالکل بے دست و پا کر دیا ہے۔ بہنوں ...زت کا سوال ہے۔ اف میرے خدایا! کیا مجھے دشمنوں کے ...ے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے؟"

منجالی نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں میرے آقا! اسے گھٹنے ...نہیں کہتے۔ اسے وقتی طور پر ذرا پیچھے ہٹنا کہتے ہیں۔ جنگ میں ...ہوتا ہے۔ کبھی پیچھے ہٹ کر آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ ...وقت سب سے اہم ریحانہ کی حفاظت ہے۔ آپ اس کی ...ظت کے لیے جو کر سکتے ہیں، وہ کر گزریں۔ خواہ اس کے لیے ...کو اپنے مزاج کے خلاف سمجھوتا کیوں نہ کرنا پڑے"

میں نے بے بسی سے گہری سانس لے کر کہا "ہاں، آج یہ ...سمجھ میں آگئی ہے کہ میں کسی کو بہن نہیں بنا سکتا۔ بھائی نہیں ...، بیوی نہیں بنا سکتا، خود باپ نہیں بن سکا۔ ایسا کروں گا ...من ان سب رشتوں کو میری کمزوریاں بنا لیں گے اور انھوں ...نے ایسا ہی کیا ہے۔ مجھے یہ جھکا نہ سکے لیکن میرے رشتوں ...کی خاطر خود جھکنا پڑے گا۔ میں ابھی آتا ہوں"

میں نے کوئی سمجھوتا کرنے سے پہلے ریحانہ کی خبر لی۔ وہ اپنے بھائی جان اور بھابی جان کی مظلومیت اور موت پر اب تک رو رہی تھی۔ اس کے قریب کوئی اس کا اپنا آنسو پونچھنے والا نہیں تھا۔ میں اس کے قریب تھا۔ اس کے دماغ کے اندر تھا لیکن اس کے آنسو نہیں پونچھ سکتا تھا۔ میں نے کہا "ریحانہ! صبر کرو۔ کب تک روتی رہو گی۔ دیکھو میں تمھاری خاطر دشمنوں کے سامنے جھک رہا ہوں۔ ان سے سمجھوتا کر رہا ہوں۔ میں تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دوں گا۔ میری بہن! میں تمھیں اپنے دل سے لگا کر رکھوں گا۔ تمھیں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دوں گا"

"نہیں بھائی جان! آپ ایسا فیصلہ نہ کریں۔ آپ دن رات دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں۔ اپنی حفاظت لازمی ہوتی ہے۔ میں آپ کے پاس رہوں گی تو آپ میرے لیے فکر مند رہا کریں گے۔ میں ایسا نہیں چاہتی۔ یہ میرے لیے شرم کی بات ہے اور ساری زندگی یہ بات پریشان کرے گی کہ میری خاطر میرے بھائی جان کو دشمنوں کے آگے جھکنا پڑا۔ نہیں میں اپنے سر یہ الزام نہیں لوں گی۔ میں یہ وقت نہیں آنے دوں گی"

"تم جذباتی ہو کر ایسا سوچ رہی ہو۔ میں تم سب کی خاطر دشمنوں سے کوئی ایسا سمجھوتا کروں گا جس سے ہم سب امن و

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

* کیا آپ کی آنکھیں کمزور ہیں۔
* کیا آپ کی آنکھیں بھینگی ہیں۔
* کیا آپ چشمہ لگاتے ہیں۔
* یا آنکھوں کے کسی مرض کا شکار ہیں؟

تو کتاب ــــــ

کم نظری اور اس کا سدِباب

قیمت ۱۵ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آپ کو بتائے گی کہ ــــــ

عینک سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بغیر دواؤں کے اپنی آنکھیں کس طرح صحت مند بنائی جا سکتی ہیں۔ اگر آپ کی آنکھیں صحت مند ہیں تو انہیں ہمیشہ کس طرح صحت مند رکھا جا سکتا ہے

ہر شخص کے لئے یکساں طور پر مفید کتاب

امان اور سکون سے رہ سکیں۔ کسی کو میری وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم کے دروازے کی طرف گئی۔ وہاں پہنچ کر اس نے کہا "بھائی جان! میں ایک منٹ کی اجازت چاہتی ہوں۔ آپ وعدہ کریں، ٹھیک ایک منٹ کے بعد آپ مجھ سے پھر رابطہ قائم کریں گے۔"

وہ باتھ روم میں جانا چاہتی تھی۔ اس لیے میں نے وعدہ کیا۔ اس نے کہا "یاد رکھیے گا۔ صرف ایک منٹ۔"

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں ایک منٹ میں ہی آجاؤں گا۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ پھر رنگون کے اس آفیسر کے پاس پہنچ کر کہا "آپ چاہیں تو ہمارے سلسلے میں ایک اجلاس فوری طور پر طلب کر سکتے ہیں۔ اس اجلاس میں یہودیوں کے اہم عہدیداران کے علاوہ رنگون کے پولیس افسران، انٹیلی جنس کے افسران اور آپ کے اعلیٰ حکام بھی شریک ہوں تو بہتر ہوگا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس اجلاس میں شریک رہوں گا۔"

"مسٹر فرہاد! آپ بہ نفسِ نفیس شرکت کریں تو بہتر ہوگا۔"

"مجھے افسوس ہے۔ جب تک دشمنوں سے کوئی سودے بازی نہ ہو، اس وقت تک میں خود کو ظاہر نہیں کروں گا۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ گھڑی دیکھی، ایک منٹ گزرنے والا تھا۔ میں اپنے وعدے کے مطابق ٹھیک ایک منٹ کے بعد ریحانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت لڑکھڑا گئی تھی۔ ایک صوفے کا سہارا لے کر اس پر بیٹھ گئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

اس نے کہا "جب پولیس والے ہمارے گھر کے باہر پہرہ دے رہے تھے اور وہاں فائرنگ شروع ہوگئی تھی۔ دشمنوں نے حملہ کیا تھا تو میں نے فوراً ہی اپنے کمرے میں جا کر الماری کھول کر ایک چھوٹی سی زہر کی شیشی احتیاطاً اپنے پاس رکھ لی تھی۔ سوچا تھا، میری عزت پر کسی نے حملہ کیا تو اپنی جان پر کھیل جاؤں گی۔ میں نے آپ سے ایک منٹ کی مہلت حاصل کر کے وہ زہر پی لیا ہے۔"

میں نے تڑپ کر کہا "نہیں ریحانہ! نہیں، یہ تم نے کیا کیا؟ خودکشی کی ضرورت کیا تھی جب کہ میں تمھیں عزت آبرو کے ساتھ یہاں سے لے جانے والا تھا۔"

"بھائی جان! آپ نے بھائی ہو کر بہن کی عزت کے لیے سوچا اور اتنا بڑا فیصلہ کیا۔ میرے سامنے دشمنوں سے سمجھوتا کرنے لگے۔ آپ یہ بھی تو سوچیں کہ بہن اپنے بھائی کے لیے کیسے جذبات رکھتی ہے۔ وہ کبھی بھائی کا سر جھکانا نہیں چاہتی۔ نہیں بھا جان! میں نے اپنا فیصلہ خود کیا ہے۔ اب آپ آزاد ہیں۔ میری سے کوئی آپ کو جھکا نہیں سکے گا۔ آپ دشمنوں کے سامنے تان کر فیصلہ کریں۔"

اس نے ایک ہچکی لی۔ میں نے کہا "یہ تم نے کیا کیا؟ میں تمھارے لیے کیا کروں؟ اتنی دور ہوں کہ تمھارے لیے کچھ کر سکتا۔ تمھیں وہاں سے اٹھا کر اس کمرے سے باہر نہیں پہنچا س جب تک یہاں والوں سے رابطہ قائم کروں گا اور تمھارے بار بتاؤں گا، اس وقت تک دیر ہو چکی ہوگی۔ تم نے مجھے بہ ہی اہم موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ تمھارے بعد میں اپنے آپ کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ تم نے یہ کیا کر دیا ریحانہ؟"

میں بہت مجبور تھا۔ میں اسے اس کمرے کے باہر طبی کے لیے نہیں پہنچا سکتا تھا۔ آخر میں کس سے کہتا کہ کوئی بہن کی زندگی بچا لے۔ وہ اس وقت بالکل بے سہارا وہاں ہوئی تھی۔ میں اسے بازوؤں کا سہارا نہیں دے سکتا تھا۔ آ وقت اسے اپنی محبت بھری پناہ میں نہیں لے سکتا تھا۔

پھر اس نے دوسری بار ہچکی لی اور ساکت ہوگئی۔ ا کا دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہو رہا تھا۔ روشنی کی طرح ڈوبتے بجھ رہا تھا۔ پھر وہ ہمیشہ کے لیے بجھ گئی۔

میری سوچ کو جگہ نہ ملی۔ میں دماغی طور پر اپنی جگہ حا ہوگیا۔ اس وقت میں بیان نہیں کر سکتا، میری کیا حالت میری مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ دانت پر دانت جمے ہوئے چہرہ تمتما رہا تھا۔ میں جیسے اندر سے پھٹ پڑنا چاہتا تھا۔ سامنے ایک بڑی سی کھڑکی تھی۔ کھڑکی کے پٹ شیشوں تھے۔ میرے جی میں آیا کہ ابھی اٹھوں اور اتنی زور سے گھونسہ کروں کہ شیشے ایک چھناکے سے چکنا چور ہو جائیں اور یہ ہو کہ آئندہ آنے والے ایک ایک لمحے میں، ایک ایک دشمن طرح ریزہ ریزہ ہوتا رہے گا۔

مگر میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کو جوش میں آنے کے دوران پُرسکون ہونا بھی سکھاتی ہے کو اپنے کنٹرول میں رکھنے کا فن آتا ہے اور میں نے اپنے کو قابو میں کرتے ہوئے سوچا "نہیں، ذرا صبر، ذرا تحمل، ابھی کی گھڑی نہیں گزری ہے۔ فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے۔"

میں نے سامنے دیوار گھڑی کو دیکھا "ٹک ٹک، ٹک

بارہ بجنے کے لیے صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔

اے بے رحم وقت۔ دو منٹ کا فاصلہ طے کر

میرے ہاتھ میں ہے۔

کبھی وقت گزارو تو گزرتا نہیں۔ دشمنوں کے خلاف کارروائی کے لیے دو منٹ رہ گئے تھے اور یہ دو منٹ نہیں گزر رہے تھے۔ وقت کسی بیمار کی طرح رینگ رہا تھا۔ منجالی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "آپ بار بار گھڑی کیوں دیکھ رہے ہیں؟ پلیز آپ اپنے چیلنج پر عمل نہ کریں۔ دشمنوں سے انتقام لینا ضروری نہیں ہے۔"

اس نے قریب آکر میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ میں نے ہاتھ جھٹک کر غصے سے کہا "بکواس مت کرو۔ تمھیں کیا معلوم ہے، اُدھر ریحانہ بھی مر چکی ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے تلملا کر کہا "ہاں، انھوں نے جاوید کو مار ڈالا۔ ہاں، انھوں نے بھابی کو مار ڈالا اور ہاں سن لو کہ ریحانہ نے میری خاطر خودکشی کر لی ہے۔ میں ان لوگوں کو بھی ایسی ہی موت مرنے پر مجبور کر دوں گا۔"

منجالی پہلے تو گم صم سی ہو کر مجھے تکتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ میرے سامنے فرش پر دوزانو ہوگئی۔ میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "آپ میرے آقا ہیں۔ میں آپ کی کنیز ہوں۔ آپ کے جائز ناجائز حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن آپ غصے، جوش اور جنون میں کوئی جذباتی قدم نہ اٹھائیں۔ میری ایک بات، صرف ایک بات مان لیں۔"

"میں سمجھوتے والی کوئی بات نہیں مانوں گا۔"

"میں دوسری بات کہنا چاہتی ہوں۔"

"جلدی کہو۔ وقت کم ہے۔"

"آپ بارہ بجے سے پہلے ایک بار مادام سونیا سے باتیں کر لیں۔ انھیں ریحانہ کے متعلق بتا دیں۔ اپنا فیصلہ سنا دیں۔"

وہ التجا کر رہی تھی۔ میں اسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔ وہ سب میرے خیر خواہ تھے۔ میری انتقامی کارروائی پر پریشان تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ بعد میں مجھے مزید پچھتانا پڑے۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

"سونیا! میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔ صرف ایک منٹ ہے۔ ایک منٹ بعد میں دشمنوں کو دیا ہوا چیلنج پورا کروں گا۔ تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ انھوں نے جاوید کو، بھابی کو مار ڈالا ہے۔ ریحانہ کے لیے خودکشی کے حالات پیدا کر دیے۔ اس نے خودکشی کر لی۔ صرف اس لیے کہ وہ مر جائے گی تو میں فیصلہ کرنے کے لیے آزاد رہوں گا اور اب میں آزاد ہوں۔ دشمنوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکوں گا۔"

سونیا نے ساری باتیں سننے کے بعد کہا "فرہاد! میں تم سے بہت دور ہوں۔ تمھیں آگے بڑھ کر روک نہیں سکتی لیکن میرا مشورہ قبول کرنا چاہو تو جوش اور انتقامی جذبے سے باز آجاؤ۔ دماغ کو بالکل پُرسکون رکھو۔ کوئی دانشمندانہ فیصلہ کرو۔ . .

تمھارے کسی اقدام سے شاہینہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

وہ میری دُکھتی رگ کو سمجھتی تھی اس لیے شاہینہ کا حوالہ دے کر انتقامی کارروائیوں سے باز رکھنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ رہ کر سوچتا رہا۔ وہ مجھے آوازیں دے رہی تھی۔ میں رنگون کے پولیس آفیسر کے پاس پہنچ گیا پھر میں نے اس سے پوچھا "آفیسر! آپ ہمارے سلسلے میں اجلاس طلب کر رہے تھے۔ اس کا کیا بنا؟"

"مسٹر فرہاد! آدھی رات ہو رہی ہے۔ اس وقت اعلیٰ حکام اپنی خواب گاہ سے باہر نہیں آئیں گے۔ سب آرام کر رہے ہیں۔ یہ میٹنگ کل صبح ہی ہو سکتی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب میری بات سُن لیں۔ آپ کو یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ میرا بھائی جاوید اور بھابی مارے گئے۔ میری بہن نے خودکشی کر لی۔ ایسے حالات میں میرا جوش اور جنون کیا رنگ لا سکتا ہے، یہ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ میں نے خود اجلاس طلب کرنے کے لیے کہا تھا۔ اگر یہ اجلاس کل تک کے لیے ٹل رہا ہے تو یہی سہی۔ میرے حق میں کوئی مناسب فیصلہ نہ ہوا۔ میرے ساتھ انصاف نہ ہوا تو میرے دشمن کل کا دن تو دیکھ لیں گے۔ رات نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں نے سعید صاحب کے پاس پہنچ کر انھیں جاوید، بھابی اور ریحانہ کے متعلق بتایا۔ انھوں نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ آہستگی سے بولے "میں نے اپنے طور پر ان کی حفاظت کے مکمل انتظامات کیے تھے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ آپ کی کوتاہی نہیں ہے۔ تقدیر کو یہی منظور تھا۔ بے چاروں نے مجھ سے محبت کے رشتے استوار کیے اور موت کو گلے لگا لیا۔ اب میں آپ سے ایک درخواست کرنے آیا ہوں۔"

"غیروں کی طرح باتیں نہ کرو۔ بولو، کیا چاہتے ہو؟"

"کل اپنے دشمنوں سے بہت اہم فیصلے ہونے والے ہیں۔ اس لیے شاہینہ اور میری بھانجی شبانہ کی حفاظت جس حد تک آپ کر سکتے ہیں، کرتے رہیں۔ کوشش کریں کہ دشمنوں کا سایہ بھی ان کے قریب نہ پہنچ سکے۔"

"میں حتی الامکان کوشش کروں گا۔ کل سے ہم غنڈوں، بدمعاشوں اور ایسے مشکوک افراد کا محاسبہ شروع کر رہے ہیں، جو آلۂ کار کے طور پر باہر کے لوگوں کے لیے کام کرتے ہیں۔ کبھی اسمگلروں کے کام آتے ہیں، کبھی غیر ملکی سازشوں میں حصہ لیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ یہودیوں کے آلۂ کار بن کر ہمیں اور تمھیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ میں ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

ان کی بات ختم ہوتے ہی پاس رکھا ہوا ٹیلیفون چیخنے لگا۔

انھوں نے ریسیور اٹھاکر دوسری طرف کی آواز سنی۔ پنڈی کی کال تھی۔ انھوں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ پھر کسی نے کہا: "جناب! آپ کے حکم کے مطابق جاوید صاحب اور ان کی فیملی کی حفاظت کے لیے مکمل انتظامات کیے تھے اس کے باوجود ہم ناکام رہے۔ میں آپ کو پوری رپورٹ سُناتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہوچکا ہے۔ میں فرہاد کے سامنے کس قدر شرمندہ ہوں۔ تم لوگ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ تم لوگوں نے شاید اب تک یہ بھی نہیں معلوم کیا ہوگا کہ مرحوم جاوید کی بہن کو دشمن اغوا کرکے کہاں لے گئے ہیں۔"

"جناب! ابھی تھوڑی دیر پہلے ہمیں ٹیلیفون کے ذریعے اطلاع ملی ہے۔ ان کی بہن کی لاش جہاں دستیاب ہوسکتی ہے۔ وہاں کا پتہ ٹیلیفون پر بتایا گیا ہے۔ ہمارے آدمی وہاں گئے ہیں۔"

میں نے سعید صاحب سے کہا: "آپ اپنے ماتحتوں سے کہہ دیں کہ جاوید، بھابی اور ریحانہ کی لاشوں کو ان کے والدین تک پہنچانے اور ان کی آخری رسومات ادا ہونے تک آپ کے آدمی وہاں موجود رہیں۔"

وہ میرے مشورے کے مطابق اپنے ماتحت کو ہدایات دینے لگے۔ میں اپنی جگہ واپس آگیا۔ منجالی میرا منہ تک رہی تھی۔ میرا آخری فیصلہ سننے کا انتظار کررہی تھی۔ میں نے آہستگی سے سر کو جھکا کر کہا۔ "میں نے کل دن کے بارہ بجے تک اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہے۔ کل یہودی تنظیم کے اہم افراد، پولیس کے افسران اور برما کے اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہے۔ میں اس میٹنگ میں خیال خوانی کے ذریعے شریک رہوں گا۔ دیکھوں گا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہی کچھ کروں گا۔"

وہ بڑے پیار سے میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگی۔ "آپ تھوڑی دیر کے لیے سوجائیں۔ نیند تمام دُکھوں کی عارضی دوا ہے۔ انسان سونے کے بعد اس دنیا کی تمام فکر اور پریشانیوں سے نجات حاصل کرلیتا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "میں اپنے دشمنوں کو مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ چیلنج کررہا تھا۔ انھوں نے اس کے برعکس میرے پیاروں کو مار ڈالا اور میں اب تک یونہی بیٹھا ہوا ہوں۔ مجھ سے ریحانہ کی موت بھلائی نہیں جاسکتی۔"

"آپ جاگتے رہیں گے اور اسی طرح سوچتے رہیں گے۔ سوچتے رہیں گے تو دماغی طور پر الجھتے رہیں گے۔ پلیز میرا مشورہ مان لیجیے۔ سوجائیے۔ میں آپ کا سر سہلاتی ہوں۔"

میں چپ چاپ لیٹ گیا۔ وہ میرا سر سہلانے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کو ہدایات دیں پھر گہری نیند میں ڈوب گیا۔ انسان پیدا ہوتے ہی دنیا کے کسی رشتے کو نہیں سمجھتا۔ اس کے برعکس دنیا کے تمام رشتے اسے سمجھاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اپنی شناخت کراتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کسی رشتے کی محبت سے انکار نہیں کرتا۔ بعض حالات میں لہو کے رشتوں سے مُنہ بولا رشتہ زیادہ مستحکم ہوجاتا ہے اور یہ زبان سے قائم ہونے والے رشتے ایسی قربانیاں دیتے ہیں کہ مثال قائم ہوجاتی ہے۔ ایسے رشتوں کو موت چاہے توڑ دے میں نہیں توڑ سکتا اور جب توڑ نہیں سکتا تو انھیں مارنے والے دشمنوں سے سمجھوتہ بھی نہیں کرسکتا۔ یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہے کہ ایک فریق بہت زیادہ طاقت ور ہونے کے باوجود، بہت سے مستحکم ذرائع کا مالک ہونے کے باوجود، دوسرے فریق کے سامنے کبھی کبھی کیوں چپ ہوجاتا ہے۔ سُپر طاقتیں اپنی اپنی جگہ مونچھوں پر تاؤ دیتی ہیں لیکن ایک سُپر طاقت کسی دوسری سُپر طاقت کی مونچھیں نہیں مونڈ سکتی۔ وہ ایک دوسرے کی کمزوریوں کو جانتے ہیں اور ان کمزوریوں کے سبب وہ ایک دوسرے سے سمجھوتہ کرتے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اب میرے ساتھ بھی یہی ہورہا تھا۔ میں غیر معمولی صلاحیت رکھنے کے باوجود دشمنوں سے آزادانہ جنگ نہیں کرسکتا تھا۔ حالات کا پابند ہورہا تھا۔ دشمن میرے رشتوں کو میری کمزوریاں بناکر مجھے مجبور بنانا سیکھ گئے تھے۔ کاش شاہینہ میری بہن نہ ہوتی۔ سونیا میری محبوبہ نہ ہوتی۔ رسونتی بیوی نہ ہوتی اور پارس بیٹا نہ ہوتا۔ پھر میں کسی کی مٹھی میں نہ آتا۔ میری کوئی کمزوری نہ ہوتی۔ ہاں، مگر پھر میں انسان نہ ہوتا۔ کیوں کہ رشتوں کے بغیر اور محبت کی خاطر قربانیوں کے بغیر صرف جانور ہی زندگی گزارتے ہیں۔ میں نے اپنی نیند کا وقت صرف چار گھنٹے مقرر کیا تھا۔ یہ میرے لیے بہت تھا۔ میں ان حالات میں زیادہ سونا بھی نہیں چاہتا تھا۔ میری زندگی ایک ایسے موڑ پر آگئی تھی۔ جہاں دشمنوں کے سامنے تخت یا تختہ ہونے والا تھا۔ ان کے ہاتھوں اس قدر نقصانات اُٹھانے کے بعد اگر میں اپنی شرائط نہ منوا سکتا۔ رسونتی کو واپس نہ لاسکتا اور بحالتِ مجبوری ان سے دوستی کرلیتا تو یہ دوستی دراصل محکومیت کا دوسرا نام ہوتی۔

ٹھیک چار بجے میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں ہلکی نیلی سی خواب آور روشنی تھی۔ باہر ابھی اندھیرا تھا۔ اتنی گہری خاموشی تھی جیسے سارا عالم سو رہا ہو۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر کر کمرے کے باہر آیا۔ کوریڈور ویران تھا جیسے اس کوٹھی میں کوئی نہ رہتا ہو۔ منجالی شاید دوسرے کمرے میں سو رہی تھی۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانکنا مناسب نہیں سمجھا۔ جیسے ہی اس کے دماغ میں پہنچتا، وہ بیدار ہوجاتی۔ میں نے ڈرائنگ روم میں آکر دیکھا۔ اس کا بیرونی دروازہ کُھلا ہوا تھا۔ باہر برآمدے میں کیشو سو رہا تھا۔ مجھے تعجب ہوا۔ کیشو ایسا غیر ذمے دار شخص نہیں تھا کہ دروازہ کُھلا چھوڑ کر سو جاتا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے

تک پہنچا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ بڑی ہی کچی نیند سوتا تھا۔ ذرا سی آہٹ پر اُٹھ جاتا تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ دروازہ کیوں کھلا رکھا ہے؟"

اس نے سامنے لان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا . . .

منجالی وہاں ہری ہری گھاس پر یوگا کا آسن جمائے سانس روکے، بیٹھی ہوئی تھی۔ برآمدے کی گلوب لائیٹ لان تک پہنچ رہی تھی۔ ابھی چاروں طرف اندھیرا تھا۔ دور آسمان کے مشرقی کنارے پر صبح کاذب کا دھندلکا سا نظر آرہا تھا۔ صبح سے پہلے صبح کاذب ہوتی ہے۔ یعنی ایک جھوٹی صبح ہوتی ہے۔ دھوکا ہوتا ہے کہ دن نکلنے والا ہے لیکن رات کا کچھ حصہ پھر بھی باقی رہتا ہے۔

کھلی فضا میں سانس لیتے ہوئے بڑی تازگی محسوس ہورہی تھی۔ مجھے بھی یوں لگ رہا تھا جیسے اب تک میں نے جھوٹی زندگی گزاری ہو اور اب سچی زندگی کی صبح طلوع ہونے والی ہے۔ جو کچھ میں نے کیا۔ وہ دور ختم ہوگیا۔ آج سے نئے فیصلے کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز ہونے والا تھا۔

منجالی اب سبز گھاس پر گھٹنوں کے بل نیم استادہ تھی، دونوں ہاتھ اس نے آسمان کی طرف اُٹھائے تھے پھر کمر کی طرف سے خم کھانے لگی۔ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف کمان ہونے لگی۔ اس کے جسم میں ایسی لوچ اور لچک تھی کہ اس لمحے ناگن لگ رہی تھی۔ جب پوری طرح خم کھاکر دونوں ہاتھوں کو اس نے پیچھے گھاس پر ٹیک دیا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کے بل الٹی قلابازی کھائی، سیدھی کھڑی ہوئی پھر میری طرف پلٹ کر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے۔ سر کو جھکا لیا جیسے میری تعظیم کررہی ہو۔ پھر اس نے سر کو اٹھا کر مسکراتے ہوئے پوچھا: "آپ اتنی جلدی بیدار ہوگئے؟"

میں برآمدے سے گزر کر لان میں آگیا۔ تازہ ہوا میں گہری سانس لے کر بولا: "صبح خیزی بہت اچھی عادت ہے۔ تم لوگوں نے بابا فرید واسطی کے ادارے میں رہ کر ہمیشہ صبح کی لطافتیں حاصل کی ہیں۔ ایسی تازہ بہ تازہ ہواؤں میں جسمانی اور دماغی ورزشیں کی ہیں۔ صبح خیزی کے خوب فائدے اٹھائے ہیں۔ اس کے برعکس میں تمام رات خیال خوانی کرتا ہوں اور صبح جاگنے کے وقت سو جاتا ہوں۔"

"اچھا ہوا۔ آپ جلدی بیدار ہوگئے کھلی فضا میں رہیں گے، تازہ ہوا میں سانس لیں گے تو ذہنی پریشانی کچھ کم ہوگی اور مثبت انداز میں سوچنے کے لیے ذہن پرسکون رہے گا۔"

"تم یوگا کی مشقیں جاری رکھو۔ میں ذرا سامنے والی سڑک پر ٹہلنے جارہا ہوں۔"

"میں بھی چلوں؟"

"چلوگی تو بور ہوجاؤ گی۔ میں خیال خوانی میں مصروف ہوجاؤں گا یا پھر سوچتا رہوں گا۔ مجھے ذرا تنہائی چاہیے۔ تم مائنڈ نہ کرنا۔"

وہ مسکرا کر بولی: "آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں کل سے آپ کے ذہنی سکون کے لیے دُعا کررہی ہوں۔ اگر یہ سکون تنہائی میں حاصل ہوتا ہے تو آپ کو تنہا رہنا چاہیے۔"

میں نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اسے ذرا تھپک کر آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی کے احاطے سے نکل کر سڑک پر آگیا پھر آہستہ آہستہ سڑک کے کنارے چلنے لگا۔ دور تک ویرانی، خاموشی اور نیم تاریکی تھی۔ بڑی بڑی شاندار کوٹھیاں ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ ان کے مین گیٹ اور باغیچوں کی ہلکی روشنیاں سڑک پر پہنچ رہی تھیں۔ میں ذرا دُور جانے کے بعد سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

پیرس میں آدھی رات گزر چکی تھی۔ باباصاحب کے ادارے میں دس بجے تک سبھی کو سوجانے کا حکم تھا اور سبھی اس حکم پر عمل کرتے تھے لیکن وہ اور اعلیٰ بی بی میرے انتظار میں جاگ رہی تھی۔ وہ میری ریحانہ جیسی بہن کی موت پر میرے جوش و جنون کو اچھی طرح سمجھ رہی تھیں اور یہ سوچ کر پریشان ہورہی تھیں کہ پتہ نہیں، میں دشمنوں کے خلاف کیسی انتقامی کارروائیاں کروں گا . . . کیسا قدم اُٹھاؤں گا۔

جب میں نے سونیا کو مخاطب کیا تو وہ چونک گئی پھر بولی۔ "مجھے تم پر غصہ آرہا ہے مگر تمھارے حالات کے پیشِ نظر معاف کررہی ہوں کبھی تو دوسروں کا خیال کیا کرو۔ مجھ سے باتیں کرتے کرتے اچانک ہی سلسلہ منقطع کردیا۔ میں آوازیں دیتی رہی اور تم چلے گئے۔ کب سے انتظار کررہی ہوں۔ مجھے نیند بھی نہیں آرہی ہے۔ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم اپنے ذہن کو پُرسکون نہیں رکھ سکتے؟"

"رکھ سکتا ہوں۔ یہی ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ پلک جھپکتے ہی نیند آگئی تھی۔ اب ذہن پُرسکون ہے۔ میں جوش میں نہیں ہوں ہوش میں ہوں۔"

"خدا کا شکر ہے۔ کیا وہ لوگ رسونتی کو واپس کررہے ہیں؟"

"ابھی دشمنوں سے بات چیت کا آغاز نہیں ہوا۔ صبح دس بجے یعنی اب سے ساڑھے پانچ گھنٹے بعد اجلاس منعقد ہوگا۔"

"تم کیا کہنے والے ہو، کیا کرنے والے ہو؟"

"ابھی میں نے سوچا نہیں ہے۔ صبح کی تازہ ہوا کھا رہا ہوں۔ اس اجلاس میں خیال خوانی کے ذریعے پہنچوں گا۔ ان کی باتیں سُنوں گا۔ پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔"

"اگر انھوں نے رسونتی کو واپس نہیں کیا تو میں وعدہ کرتی ہوں۔ واشنگٹن پہنچ کر اسے واپس لاؤں گی لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہم کہاں کہاں محاذ آرائی کریں گے۔ صرف رسونتی کی بات نہیں

ہے۔ تمھارے کتنے ہی عزیز ترین رشتے ہیں کس کس کو دشمنوں کی نظروں سے چھپاتے اور بچاتے رہو گے؟"

"اگر انھوں نے رسونتی کو واپس نہ کیا تو میں واشنگٹن جاؤں گا۔ کیا تم پاکستان جا کر شاہینہ کی اور شبانہ کی حفاظت کر سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں، میں سائے کی طرح ان کے ساتھ لگی رہوں گی۔"

"پھر مجھے کسی کی پروا نہیں ہے۔ تم، مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور منجالی اپنی اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہو۔ رہ گیا پارس تو اس کے لیے جمیلہ اور جواد الخیری کافی ہیں۔ مجھے ان کی طرف سے اطمینان ہے۔ ارے ہاں، ان کی شادی کا کیا بنا؟"

"کل صبح سول میرج ہے۔ جمیلہ جواد الخیری کی دُلہن بن کر پارس کو لے کر اس کے محل میں چلی جائے گی۔ واقعی پارس کی طرف سے ہم بالکل مطمئن رہیں گے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے پوچھا "تم سونیا کو کتنی جلدی لاہور پہنچا سکتی ہو؟"

"میں ابھی معلومات حاصل کرتی ہوں۔ جو بھی پہلی فلائٹ ہو گی۔ اس میں سونیا کے لیے ضرور سیٹ حاصل کر لوں گی۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ پیار بھری ناراضگی سے بولی۔ "تم غیروں کی طرح شکریہ کیوں ادا کر رہے ہو۔ کیا میری محبت اور میرے خلوص کو بھول چکے ہو؟"

"تم بھولنے والی چیز نہیں ہو۔"

سونیا سامنے بیٹھی ہوئی تھی اس لیے اعلیٰ بی بی نے اس کے سامنے اپنی مسکراہٹ کو ضبط کیا۔ پھر چپکے سے سوچ کے ذریعے بولی۔ "سونیا لاہور پہنچ جائے گی۔ کیا میں تمھارے پاس آجاؤں تمھیں اس وقت ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ تم بہت پریشان ہو۔"

اس کی بات سن کر میری نگاہوں کے سامنے منجالی کا چہرہ آگیا۔ پتہ نہیں چند دنوں میں اس نے کیا جادو کیا تھا۔ میرے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ مجھے اتنی اچھی لگتی تھی کہ اس کا ساتھ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ میرے اندر کے ہرجائی مرد نے اعلیٰ بی بی سے کہا۔ "میں خود تمھارا ساتھ چاہتا ہوں لیکن ہمیں ایسے وقت جذباتی نہیں بننا چاہیے تمھیں وہاں پارس کی خاطر رہنا چاہیے۔ کل جمیلہ کی شادی ہو جائے گی اس کے بعد بھی تمھیں ان پر کڑی نظر رکھنا ہے اور اپنے آدمیوں کو عورتوں کو خادموں کے روپ میں جواد الخیری کے ہاں بھیجنا ہے۔ بہت سی ذمے داریاں تم پر ہیں۔"

وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئی۔ جبراً مسکراتے ہوئے بولی "تم ٹھیک کہتے ہو۔ پہلے میں یہاں کی ذمے داریوں کو پورا کروں گی لیکن دیکھ لینا۔ جلد ہی تمھارے پاس پہنچوں گی۔"

میں نے اس کی دلجوئی کی۔ پھر اس سے رخصت ہو کر رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اس کے خوابیدہ دماغ نے بتایا کہ وہ دہلی پہنچ گئی ہے۔ اسے ایک شاندار کوٹھی میں آرام سے رکھا گیا ہے اگرچہ اس کا بہت خیال رکھا جاتا ہے لیکن کوٹھی کے چاروں طرف سخت پہرہ لگا رہتا ہے۔ اس کی خدمت کے لیے دو خادمائیں کوٹھی کے اندر رہتی ہیں لیکن وہ بہت ہوشیار ہیں کبھی منہ سے ایک لفظ ادا نہیں کرتی ہیں، نہ ہی اپنی آواز سناتی ہیں۔ اشاروں کے ذریعے سارا کام ہوتا رہتا ہے۔

میں اس کے خوابیدہ دماغ سے اور بہت سی معلومات چاہتا تھا اُسی وقت مجھے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں نے خیال خوانی کا سلسلہ ترک کیا پھر پلٹ کر دیکھا کینو دوڑے دوڑتا آرہا تھا۔ میں نے پریشان ہو کر فوراً ہی اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پوچھا "کیا بات ہے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے رُک گیا۔ کہنے لگا "ابھی باس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ بہت ضروری باتیں۔"

"اچھا، تم جاؤ، میں اُن سے بات کر لوں گا۔"

وہ واپس جانے لگا۔ میں نے باس اینجلو کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "جناب! آپ کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ ہم مادام رسونتی کو واپس لا سکتے ہیں۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "وہ کیسے؟"

"میں نے آپ کے حالات سے اپنے ماسک مین کو باخبر رکھا ہے۔ جس وقت یہ پتہ چلا کہ مادام کو دہلی کے راستے واشنگٹن پہنچایا جائے گا تو ہمارے ماسک مین نے دہلی میں ریڈ پاور کے باس کو حکم دیا کہ دشمنوں سے نمٹا جائے۔ ہمیں ایک گھنٹے بعد مادام کی واپسی کے سلسلے میں یقیناً خوشخبری ملے گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی خوشخبری نہیں ہے بلکہ خوش فہمی ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے، جناب! ہمارے ملک کی طرف سے دہلی سے یہ درخواست کی جائے گی کہ وہ مادام کو وہاں سے آگے نہ جانے دیں۔"

"بھارتی حکام رسونتی کو کس طرح روک سکتے ہیں؟"

"اس طرح کہ پیدائشی طور سے مادام بھارتی شہری ہیں کسی غیر ملکی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ایک ہندوستانی عورت کو اس کی مرضی کے بغیر وہاں سے لے جائے۔"

میں نے قائل ہو کر کہا "یہ اچھا پوائنٹ ہے لیکن بھارتی حکام یہودیوں کی مخالفت مول لینا پسند نہیں کریں گے۔"

اینجلو نے کہا "ہمارا ماسک مین مختلف پہلوؤں سے دباؤ ڈال رہا ہے۔ بھارتی حکام کو سمجھایا جائے گا کہ وہ کھل کر یہودیوں کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے ہیں اور ان کے منہ کا نوالہ نہیں چھین

چاہتے ہیں تو وہ بظاہر ان کا ساتھ دیں۔ مادام کے دہلی سے واشنگٹن جانے پر اعتراض نہ کریں مگر درپردہ ریڈ پاور کے ہاتھ مضبوط کریں۔ انھیں اتنا موقع دیں کہ وہ مادام کی رہائش گاہ میں گھس کر انھیں وہاں سے لے جا سکیں۔"

میں نے کہا "آپ لوگ جس طرح دن رات میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس کے لیے میں ماسک مین کا شکر گزار ہوں۔ انھیں میری نیک خواہشات پہنچا دیجیے۔ میں انتظار کروں گا کہ اُن کی کوششوں کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔"

"اگر مادام کو وہاں سے اغوا کرنے کا مرحلہ آئے گا تو آپ کے تعاون کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"میں ہر طرح سے تیار ہوں۔"

"آپ ایک گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ کوئی ایسی بات ہوئی تو آپ خیال خوانی کے ذریعے وہاں ریڈ پاور کے ساتھیوں کی مدد کر سکیں گے۔"

میں نے وعدہ کیا۔ پھر خیال خوانی کا رابطہ ختم کر دیا۔ اس وقت صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل چکی تھی۔ میں ایک پارک کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ دولت مند بوڑھے صبح سویرے ٹہلنے کے لیے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی دوڑ لگا رہے تھے۔ پارک میں کہیں کہیں لوگ نظر آرہے تھے۔ میں ٹہلتا ہوا ذرا دور نکل گیا۔ ایک درخت کے سائے میں کچھ لوگوں کی بھیڑ نظر آرہی تھی؛ وہاں ایک نوجوان پلتھی مارے بیٹھا تھا اور اس کا رُخ درخت کے تنے کی طرف تھا۔ اس کے بیٹھنے کا انداز مہاتما بدھ کے گیان دھیان والے آسن جیسا تھا۔ میں سمجھ گیا۔ وہ کوئی مہاتما بدھ کا عبادت گزار بھکشو ہوگا۔ اس کے آس پاس کوئی پانچ چھ مرد اور اتنی ہی تعداد میں کچھ عورتیں عقیدت مندانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں وہاں سے گزر جانا چاہتا تھا پھر کچھ سوچ کر رُک گیا۔

مہاتما بدھ درخت کے سائے میں تنے کی طرف پشت کر کے گیان دھیان میں مصروف رہتے تھے لیکن وہ نوجوان تنے کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ تنے کے ایک حصّے کو پوری توجہ سے تک رہا تھا۔ میں نے قریب جا کر دیکھا۔ درخت کے تنے پر ایک ننھا سا سیاہ دائرہ بنا ہوا تھا اور وہ اس دائرے پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ فوراً سمجھ میں آگیا۔ وہ ٹیلی پیتھی کی ایک اہم مشق سے گزر رہا تھا۔

مجھے چشم زدن میں اپنا ماضی یاد آگیا۔ میں لاہور میں راوی کے کنارے ویرانے میں اسی طرح ایسی مشق سے گزرتا رہا تھا۔ شمع بینی کی مشقیں مکمل کرنے کے بعد میں درخت کے تنے پر چنے کے برابر سیاہ دائرہ بناتا تھا اور اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ جاتا تھا۔ نظریں اس پر جما کر اپنی ساری توجہ اس پر مرکوز کر دیتا تھا لیکن ایسی مشقوں کے دوران تنہائی بہت ضروری ہے۔ میں یہ سب کچھ ایک ویرانے میں کیا کرتا تھا۔ جب کہ وہ جوان کھلے پارک میں بھری آبادی کے درمیان ایسا کر رہا تھا۔ اس پر یہ کہ آس پاس مرد اور عورتیں نظر آرہے تھے۔ ایسے میں بھلا ذہنی یکسوئی کیا ہو سکتی تھی۔ یقیناً وہ ٹیلی پیتھی کے سنجیدہ عمل سے زیادہ ایک نمائش تھی۔

میں اس درخت کے پیچھے آگیا۔ کچھ عورتیں اور مرد ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے وہاں سے ہٹنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس جوان کے عمل کرنے کے دوران کوئی مداخلت ہو۔ میں مسکرا کر اس نوجوان کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ کل سے دشمنوں نے مجھے ذہنی طور پر خوب اُلجھایا تھا۔ حتیٰ کہ مجھے بار بار جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اب وہ بات نہیں تھی۔ میرے حق میں فیصلہ ہونے کے راستے ہموار ہو رہے تھے اور نہ بھی ہوتے تو رسونتی کو حاصل کرنے کی راہیں کُھل چکی تھیں۔ میں نے سوچا، تھوڑا وقت اس ٹیلی پیتھی سیکھنے والے جوان کے ساتھ گزارا جائے، اس کے ساتھ تھوڑی سی تفریح دماغ میں اور تازگی پیدا کر دے گی۔

وہ مجھ سے تقریباً تین گز کے فاصلے پر تھا۔ ہمارے درمیان درخت کا بڑا سا تنا تھا۔ میں اس تنے کے پیچھے سے ایک طرف سر جھکا کر جھانکنے کے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ ظاہر تھا کہ اس کی توجہ بٹ جاتی۔ یوں بھی وہ پوری طرح اپنے عمل میں سنجیدہ نہیں تھا۔ اس کی نظریں بھٹک گئیں اور مجھ پر جم گئیں اور جب جم گئیں۔ تو میں نے اس کی نظروں کو اپنی نظروں سے ہٹنے کا موقع نہیں دیا۔

پہلے تو اس کی سوچ نے بوکھلا کر اپنے آپ سے پوچھا "یہ شخص کون ہے؟ اس پر سے میری نظریں ہٹنا نہیں چاہتی ہیں؟"

دوسرے ہی لمحے میں نے اس کی سوچ میں کہا "میری نظریں جب چاہیں ہٹ سکتی ہے بلکہ یہ سامنے والا شخص میری نظروں کی گرفت میں آگیا ہے۔ میرا ٹیلی پیتھی کا عمل کامیاب ہو رہا ہے۔ مجھے اپنی سوچوں کی لہروں کو آزمانا چاہیے۔"

یہ سوچتے ہی اس نے بڑے بڑے عاملوں کی طرح اپنی بڑی اور سُرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے تحکمانہ انداز میں پوچھا "کون ہو تم؟ سامنے آؤ۔"

میں اس کے اور درخت کے درمیان میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اسی انداز میں ڈانٹ کر پوچھا "کیا تم نہیں جانتے تھے کہ میں بہت بڑا عمل کر رہا تھا تمھیں میرے سامنے آنے کی جرأت کیسے ہوئی تھی؟"

میں چپ چاپ سر جھکائے کھڑا رہا۔ اس نے حکم دیا۔ "اِدھر دیکھو۔"

میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ پھر کچھ ایسی پریشانی ظاہر کی جیسے اس کی آنکھوں کی گرفت میں آکر گھبرا رہا ہوں۔ اس نے

فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا "تم اپنے دماغ میں اچھی طرح سوچ لو کہ میرے حکم کی تعمیل نہیں کرو گے۔ میں بیٹھنے کے لیے کہوں گا تو تم نہیں بیٹھو گے۔ اسی طرح کھڑے رہو گے۔"

نوجوان نے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے مردوں اور عورتوں کو دیکھتے ہوئے کہا "اب تم سب تماشا دیکھو۔ تم کہتے تھے کہ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں ابھی دکھاتا ہوں۔ یہ شخص نہیں بیٹھنا چاہتا لیکن ابھی بیٹھ جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس جوان نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دماغ کو کہنے لگے "اے میری سوچ کی لہرو، جاؤ سامنے والے شخص کے دماغ میں جاؤ اور اسے بیٹھنے پر مجبور کر دو۔"

وہ دماغ میں یہ باتیں سوچ کر انتظار کرنے لگا جیسے سوچ کی لہروں کو میرے دماغ میں آتے ہوئے محسوس کر رہا ہو۔ میں نے اس کے دماغ کو سہارا دیا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "سامنے والا شخص بیٹھ گیا ہے۔"

اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول کر دیکھا تو واقعی میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ خوشی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا "دیکھو، دیکھو میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

ایک نوجوان لڑکی نے اُٹھ کر برمی زبان میں کچھ کہا۔ میں اس نوجوان کے دماغ سے اس کے ترجمے کو سننے لگا۔ وہ دونوں بھائی بہن تھے۔ بہن کہہ رہی تھی "تم فراڈ کر رہے ہو۔ تم نے یقیناً اس شخص کو کچھ دے دلا کر تیار کیا ہے۔ ہمیں الو بنانے کے لیے صبح سویرے یہاں لے آئے۔ اب اس آدمی کے ذریعے اپنی ٹیلی پیتھی کا تماشا دکھا رہے ہو۔"

میں نے اس نوجوان کی سوچ میں کہا "اگر میری بہن برمی زبان کے بجائے انگریزی میں کوئی بات کرے گی تو میری سوچ کی لہریں انگریزی زبان کو کھینچ کر لیں گی پھر میں ٹیلی پیتھی کا تماشا اسے دکھا سکوں گا۔"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس جوان نے اپنی بہن سے کہا "تم بکواس کر رہی ہو۔ میں تمھارے ساتھ بھی یہی تماشے کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم انگریزی میں مجھ سے کوئی بات کہو۔"

اس لڑکی نے انگریزی میں پوچھا "میں تم سے کیا بات کروں تم نے تو سارے گھر کو پاگل بنا رکھا ہے۔"

میں اسی لمحے لڑکی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کا بھائی سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا "یہ بات ہے تو تم سب گواہ رہنا ابھی یہ میرے پاس آئے گی۔ جھک کر میرے پاؤں کو چھو کر سیدھی کھڑی ہو گی اور مجھے پرنام کرے گی۔"

لڑکی نے پاؤں پٹخ کر کہا "میری جوتی کرے۔"

اس نوجوان نے حکم دیا "چلو، آگے بڑھو۔ میرے حکم کی تعمیل کرو۔"

لڑکی میری مٹھی میں تھی۔ وہ بے اختیار آگے بڑھی۔ اس نے جھک کر اپنے بھائی کے پاؤں کو چھو لیا۔ پھر سیدھی کھڑی ہو کر دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ اب تو سب لوگ حیرانی سے اس جوان کو دیکھنے لگے، میں نے اس لڑکی کے دماغ کو پوری طرح اپنے قابو میں نہیں رکھا تھا۔ اسے بھی سوچنے سمجھنے کی حد تک آزاد چھوڑا ہوا تھا۔ اس نے بھائی کے حکم کی تعمیل میں جو کیا تھا، وہ میرے حکم کے مطابق سوچ کی لہروں میں بہہ کر بے اختیار کیا تھا۔ اب شدید حیرانی سے اور بے یقینی سے اپنے بھائی کا منہ تک رہی تھی۔

وہ نوجوان جو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا تھا۔ اس کا نام کرپادان تھا۔ وہ بدھ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے آس پاس جتنے بزرگ تھے۔ ان میں اس کے ماں باپ، چچا، چچی اور ماما، مامی تھے۔ ان کے علاوہ نوجوانوں میں اس کی ایک بہن، دو چچا زاد بہنیں، دو سگے بھائی اور دو کزن تھے۔ اس کے دونوں سگے بھائی اس بات سے خوش تھے کہ کرپا خبطی ہے اور ٹیلی پیتھی، ہپناٹزم اور دوسرے علوم سیکھنے کے چکر میں اپنی زندگی اور اپنی جوانی برباد کر رہا ہے اپنے باپ کے کاروبار میں دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ اس کے دونوں سگے بھائی کاروبار سنبھالتے تھے اور ایک دن وہی دونوں ساری دولت پر قبضہ کرنے والے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ باپ کے مرتے ہی کرپا کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں گے۔

کرپادان کی سب سے بڑی اور بنیادی کمزوری یہ تھی کہ وہ مستقل مزاج نہیں تھا اور جو لوگ مستقل مزاج نہیں ہوتے، وہ دنیا کا کوئی بھی علم مکمل طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔ خاص طور پر ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جیسا علم حاصل کرنے کے لیے بہت ہی مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات کرپا میں نہیں تھی۔ اس نے بچپن سے کتنے ہی علوم کی کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ اسے جس علم میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی وہ قیافہ شناسی کا علم تھا۔ اس نے قیافہ شناسی سے تعلق رکھنے والی بے شمار کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس کے سامنے جو بھی شخص آتا تھا، وہ اس کے چہرے کا بغور مطالعہ کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ بڑی کامیابی سے چہروں کو پڑھنے لگا۔ وہ ذرا سی دیر میں کسی بھی شخص کی اندرونی کیفیات کو ظاہر کر دیتا تھا۔ اپنے دونوں سگے بھائیوں کے متعلق اس نے کہہ دیا تھا کہ یہ اوپر سے بھائی کی محبت جتاتے ہیں لیکن اندر سے کینہ رکھتے ہیں۔ بہن مغرور اور خود غرض ہے۔ اپنے ان دو بھائیوں کی زیادہ حمایت کرتی ہے جو باپ کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہیں اور آئندہ انہی بھائیوں سے

ے فائدہ پہنچنے کی اُمید ہے۔ پورے خاندان میں صرف ماں ں کی اور روح کی گہرائیوں سے اپنے بیٹے کرپا کو چاہتی تھی اس باپ اور دوسرے تمام رشتے دار اسے نیم پاگل سمجھتے تھے۔

کرپادان کے متعلق اتنی تفصیل پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ میری داستان میں یہ ایک اہم رول ادا کرنے والا تھا۔ پہلے تو میں تفریح کی غرض سے اس کے قریب گیا تھا۔ بعد میں ہی تفریح مستقل رابطے کا سبب بن گئی۔ کرپا کی بہن کا نام کنیا کماری تھا۔ وہ مجھے گہری، ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "بھیا کیا اس آدمی کا چہرہ کچھ جانا پہچانا نہیں ہے؟"

اس کے دونوں بھائیوں نے اور دوسرے لوگوں نے بھی مجھے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ پھر اس کے ایک بھائی نے جس کا نام کرما تھا کہا "دیدی! یہ فرہاد کی تصویر سے بہت ملتا جلتا ہے۔"

میں ذرا سنبھل گیا۔ یہ تو اچھا ہی ہوا تھا کہ میں نے پچھلی رات میک اپ نہیں اتارا تھا۔ سونے کے وقت صرف مونچھیں نکال کر اور سر سے وگ اتار کر رکھ دی تھی۔ صبح اُٹھ کر پھر انھیں چہرے پر سجا لیا تھا۔ یقیناً دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات تھی کہ صبح سویرے چہل قدمی کے لیے نکلوں گا تو کوئی مجھے پہچاننے والا مل جائے اور یہی ہو رہا تھا لیکن وہ لوگ پورے یقین کے ساتھ میری شناخت نہیں کر سکتے تھے۔

کنیا کماری کے دوسرے بھائی ورما نے کہا "ہاں دیدی! پاپا کے بیڈ روم میں فرہاد علی تیمور کی جو تصویر ہے اس سے یہ ملتا جلتا ہے۔ اگر اس کی مونچھیں نہ ہوں۔ بال کاٹ دیے جائیں اور آنکھ کے پاس وہ مسہ نہ ہو، بھویں گھنی نہ ہوں تو...؟"

میں نے اس کی بات ختم ہونے سے پہلے مسکرا کر کہا "اگر یہ ہو۔ اگر وہ نہ ہو۔ اگر آنکھیں بڑی ہوں۔ ناک چھوٹی ہو۔ منہ لمبا ہو۔ سر بڑا ہو تو میں کسی سے بھی مشابہت رکھ سکتا ہوں۔ بات وہی ہے کہ یہ ایسا نہ ہوتا تو ویسا ہوتا۔"

انھوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ ورما نے اپنے بھائی کرپا سے کہا "بھیا! ہم مانتے ہیں۔ آپ بڑے گیان والے ہیں۔ ذرا ایک اور تماشا دکھائیں تو مان جائیں گے۔"

میں نے کرپا کے دماغ میں پہنچ کر اس کے ذریعے کہا۔ "ابھی میں تماشا دکھاتا ہوں۔ تمھارے اور کرما کے دل و دماغ میں بھید چھپا ہوا ہے۔ تم دونوں باری باری ابھی پتا جی کے سامنے اُگل دو گے۔"

اس کے دونوں بھائی کرما اور ورما ذرا سٹپٹائے پھر ڈھیٹ بن کر مسکرائے۔ انھیں یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ کرپادان نے اپنی آنکھیں بند کر دیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کا عمل کرنے والا تھا۔ اپنی سوچ کی لہروں کو اپنے دونوں بھائیوں کے دماغ میں باری باری پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی مدد کی۔ پہلے کرما کے دماغ کو قابو میں لے کر کہنا شروع کر دیا "پتا جی! ہم دن رات اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کرپا بھیا کا دماغ جلد ہی خراب ہو گا اور آپ ان سے بیزار ہو کر انھیں پاگل خانے بھیج دیں گے۔"

ورما نے کہا "ہم سوچتے ہیں۔ اگر کرپا بھیا جلدی پاگل نہ ہوئے تو کم سے کم آپ کا دیہانت (انتقال) ہو جائے پھر ہم آپ کی دولت، جائداد اور کاروبار پر قبضہ جما لیں گے۔ یہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ کیوں کہ عملاً ہم ہی کاروبار کر رہے ہیں۔ کرپا بھیا کا ان سب معاملات سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ہم آپ کے بعد انھیں بڑی آسانی سے پاگل خانے بھیج دیں گے۔ رہ گئی ایک بہن کنیا کماری تو اسے بیاہ کر کچھ جہیز دے کر رخصت کر دیں گے۔"

ان کی ماں نے آگے بڑھ کر ڈانٹتے ہوئے کہا "مورکھو! تمھیں کیا ہوا ہے۔ اپنے باپ کی موت کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ ان کی لمبی عمر کے لیے دُعائیں نہیں مانگ سکتے۔"

ورما اور کرما بوکھلائے ہوئے تھے۔ پہلے تو ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ انھوں نے بے اختیار اپنے دل کی بات کیسے کہہ دی ہے۔ پھر انھوں نے غصّے سے کرپا کو دیکھا۔ کرما نے کہا "ہم نے جو کچھ کہا۔ یہ ہمارے دل کی بات نہیں ہے۔ کرپا بھیا اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہم سے زبردستی ایسی باتیں اُگلوا رہے ہیں۔ ہمیں آپ کے سامنے دوشی (قصوروار) بنا رہے ہیں۔"

دوسرے بھائی ورما نے کہا "ہاں پتا جی! آپ جانتے ہیں۔ ہم کتنی ایمان داری سے آپ کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے سامنے ایک ایک چیز کا حساب رکھ دیتے ہیں۔ کہیں سے کوئی بے ایمانی نہیں کرتے۔"

ان کے باپ نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میں تم دونوں سے بہت خوش ہوں۔ یہ نالائق پہلے تو نالائق تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے۔ سچ مچ تھوڑا بہت علم حاصل کر چکا ہے اور اس کے ذریعے تم دونوں کو میری نظروں سے گرانا چاہتا ہے۔ کرپا! میں آخری بار تمھیں سمجھا رہا ہوں۔ اگر تم ان فضول حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمھیں گھر سے نکال دوں گا۔"

"میں ایک سنت سادھو ہوں۔ مجھے آپ کی دولت، جائداد اور آپ کے گھر سے کیا لینا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مجھے نکال دیں، میں خود ہی جا رہا ہوں۔"

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر باپ کو نمستے کیا، پھر ماں کے قدموں کی طرف جھک گیا۔ ماں نے اسے پکڑ کر اپنے گلے

سے لگاتے ہوئے کہا: "نہیں، میرے لال! ماں ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے مگر اپنے بچے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ تُو کہیں نہیں جائے گا۔ میں تجھے کہیں نہیں جانے دوں گی!"

"ماں! مجھے جانے دو۔ میں پتاجی کو اور ان بھائیوں کو بتاؤں گا کہ میں پاگل نہیں ہوں۔"

میں وہاں تفریح کے لیے گیا تھا لیکن ماحول میں گہری سنجیدگی آ گئی تھی۔ ماں بیٹے کی جدائی کا ایک غمناک ڈرامہ شروع گیا تھا۔ میں وہاں سے آہستہ آہستہ چلا آیا۔ پارک سے باہر نکلنے کے بعد میں نے کرپا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ ماں کے روکنے کے باوجود ان سے دور نکل گیا تھا اور اب بغیر سوچے سمجھے، کسی منزل کا تعین کیے بغیر کسی طرف چلا جا رہا تھا۔ اسے اپنے گھر کو اور اپنے خاندان والوں کو چھوڑ کر جانے کا دکھ نہیں تھا، دُکھ اس بات کا تھا کہ اس کے اپنے کمرے میں ایک چھوٹی سی ذاتی لائبریری تھی جس میں علمِ نجوم، علم الاعداد، قیافہ شناسی، ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سے متعلق بہت ضروری کتابیں تھیں۔ اس نے وہ تمام کتابیں دُنیا کے مختلف ممالک سے منگوائی تھیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی سی تصویر اس کے کمرے کی دیوار پر لگی ہوئی تھی اور وہ تصویر میری تھی۔ میری تصویر کے آگے ایک شمع دان تھا۔ وہ شمع روشن کر کے وہاں پلتھی مار کر مشقیں کیا کرتا تھا۔ جن میں وہ بُری طرح ناکام رہا تھا اور اس کی ناکامی کی وجہ میں بتا چکا ہوں۔ دنیا کا کوئی بھی شخص قوتِ ارادی اور مستقل مزاجی کے بغیر کسی بھی شعبے میں مہارت اور کسی بھی علم میں کمال حاصل نہیں کر سکتا۔

اسے اپنی کتابیں اور میری تصویر چھوڑ کر جانے کا دُکھ تھا، لیکن یہ خوش فہمی تھی کہ اب وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے بہت سی دولت حاصل کر لے گا۔ پھر میری تصویر اور کمرے کی تمام کتابیں لے آئے گا۔ اپنے لیے ایک عالی شان کوٹھی تعمیر کرائے گا۔ دُنیا کا سب سے دولت مند انسان کہلائے گا۔ لوگ اس کے آگے پیچھے پھرتے رہیں گے اور اس کی شہرت فرہاد علی تیمور کی طرح دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ جائے گی۔

وہ بے چارہ دل سے میرا عقیدت مند تھا لیکن احمق تھا۔ اتنی ساری کتابیں پڑھنے کے باوجود اس کا دماغ کورا رہ گیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ایک گدھے پر دنیا جہان کی کتابیں لاد دو تو وہ عالم فاضل نہیں بن جاتا۔ اب وہ جہاں بھی جا کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کرے گا۔ وہاں یقیناً جوتے کھائے گا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہو۔ وہ اپنا حق اپنے والدین سے حاصل کر لے۔ بھائیوں کی سازشوں سے بھی نجات مل جائے تو پھر میں اسے سبق سکھاؤں گا کہ نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم مُلّا خطرۂ ایمان کیسے ہوتا ہے۔

میں اپنی خفیہ رہائش گاہ کے لان میں پہنچ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پنجالی نے کہا: "آپ غسل کر لیں۔ ابھی ناشتہ ... جاتا ہے۔"

"میں ذرا خیال خوانی کروں گا۔ اس کے بعد غسل کروں گا۔ تھوڑا انتظار کر لو۔"

ایک گھنٹہ پورا ہو چکا تھا۔ میں باس اینجلو کے پاس ... اس نے کہا: "ہمارا خیال دُرست نکلا۔ بھارتی حکمران اسرائیل ... کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ اس کے ساتھ وہ ماسک مین کی ... کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہاں آپ کی موجودگی ضرو... میں آپ کو ایک آواز سُنا رہا ہوں۔ آپ اس کے پاس ... پہنچ جائیں۔"

ایک کیسٹ ریکارڈر اینجلو کے سامنے رکھا ہوا تھا ... نے اسے آن کیا۔ چند لمحوں بعد کسی کی آواز سنائی دی ... "مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں آپ کو ... کر رہا ہوں اور جواباً آپ کی آواز اپنے دماغ میں سننے کے ... سے منتظر ہوں۔ جنابِ عالی! میں دہلی ریڈ پاور تنظیم کا باس ہوں ... میرا نام وجے آنند ہے۔ سچ پوچھیے تو میں آپ کو سچ مچ ایک ... مانتا ہوں اور ایک پجاری کی طرح آپ کا عقیدت مند ہوں ... میرے پاس جب بھی آئیں گے، مجھے اپنا سیوک (خادم) پائیں ...

وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے اینجلو سے کہا: "... بند کر دیجیے۔ میں جا رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں وجے آنند کے دماغ میں پہنچ ... اس وقت وہ ایک بڑے سے ہال میں ایک اونچے سے چبوتر... پر کھڑا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بہت سی کرسیاں تھیں جن پر ... افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں جوان بھی تھے اور ادھیڑ عمر کے ... بھی۔ وجے آنند ان سے کہہ رہا تھا: "تم لوگ اپنی اپنی ڈیوٹی ... طرح سمجھ لو۔ فرہاد صاحب کے ساتھ کام کرنے اور ان کے ... آنے کا یہ ہماری زندگی کا پہلا موقع ہے۔ اگر ہم ناکام ہوئے ... ریڈ پاور کی تنظیم سے خارج کر دیے جائیں گے۔ یہ عیش و آرام ... دنیا بھر کی سہولتیں جو ہمیں حاصل ہیں سب ہم سے چھین ... گی۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مجھے فرہاد صاحب کے ... شرمندہ ہونا پڑے گا اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

ایک جوان نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پوچھا: "جناب! ... ڈیوٹی کب سے شروع ہو گی؟"

وجے آنند نے جواب دیا: "مادام رسونتی کو جس کوٹھی ... گیا ہے وہاں بھارتی پولیس کے آدمی پہرہ دے رہے ہیں ... کی تعداد چھ ہے اور ان کا ایک آفیسر ہے۔ ان کی ڈیوٹی ... ایک بجے تک ہے۔ پھر شفٹ بدل جائے گی۔ دوسری ... ایک دوسرا پولیس آفیسر اور اس کے چھ سپاہی وہاں پہنچ...

... وہ ہم سب ہوں گے۔ دوسری شفٹ میں جس پولیس آفیسر کی ... ڈیوٹی ہے اس سے ہمارے معاملات طے ہو گئے ہیں۔"

میں نے اسے مخاطب کیا: "ہیلو مسٹر وجے آنند! میں آپ کا ... دوست فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا۔ دیدے پھیلا کر اپنے دماغ کے اندر میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرنے لگا۔ میں نے کہا: "... طرح آپ مجھے کبھی محسوس نہیں کر سکیں گے۔ صرف یہ سمجھنے کی بات ہے کہ اس وقت آپ کے دماغ میں جو لب و لہجہ ہے ... آپ کے لب و لہجے سے مختلف ہے۔ میں فرہاد ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا: "اگر آپ واقعی فرہاد علی تیمور ہیں تو یقین ... ہیں، میں اس وقت اپنے آپ کو بہت ہی خوش نصیب سمجھ ... رہا ہوں۔ کیا میں اپنے ماتحتوں کو آپ کی آمد کی خوشخبری سناؤں؟"

"بیشک سُنائیں۔ ابھی جس جوان نے آپ سے سوال کیا ... تھا۔ اب میں اسی کے ذریعے آپ سے گفتگو کروں گا۔"

وہ بڑی مسرت سے کہنے لگا: "میں اپنے تمام کامریڈز کو یہ ... خوشخبری سُناتا ہوں کہ جناب فرہاد علی تیمور ہمارے درمیان ... اس وقت موجود ہیں۔"

وہ سب فوراً ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اٹینشن ہو گئے۔ میں ... اس نوجوان کے دماغ پر قابض ہو کر اسے اس اسٹیج پر لے گیا، ... جہاں ان کا باس وجے آنند کھڑا ہوا تھا۔ پھر میں نے اس کی زبان ... سے کہا: "دوستو! میں فرہاد علی تیمور ہوں اور اس وقت آپ کے ... ساتھی کے ذریعے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔"

سبھی لوگ بے یقینی سے اپنے اس ساتھی جوان کو دیکھنے ... بھلا جس ساتھی کو برسوں سے اپنے برابر سمجھتے رہے تھے اسے فرہاد ... کی حیثیت سے برتر کیسے سمجھ سکتے تھے۔ میں نے کہا: "آپ لوگوں ... میں سے کوئی ایک مجھ سے گفتگو کرے۔ میں ثابت کرتا ہوں۔"

ایک نے مجھ سے بات کی۔ میں نے پھر وہی ٹیلی پیتھی ... کے تماشے دکھائے۔ کسی کو کسی کی مرضی کے بغیر بٹھا دیا۔ کسی کو اِدھر ... سے اُدھر چلا دیا۔ کسی کے سر کی ٹوپی کسی دوسرے کے سر پر رکھوا دی ... سب ہی نے قائل ہو کر کہا: "سواگتم، سواگتم، مسٹر فرہاد علی تیمور! خوش ... آمدید۔ ہم سب آپ کے تابعدار ہیں اور آپ کے ایک ایک حکم پر ... آخری سانس تک عمل کرتے رہیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا: "میں ماسک مین کا شکر گزار ہوں۔ ان ... کا میرا قیام برما میں ہے اور برما کے باس اینجلو نے جس طرح ... میرا ساتھ دیا ہے اور دے رہے ہیں۔ میں اسے کبھی بھلا نہیں ... سکوں گا۔ میری زندگی میں بہت کم لوگ ایسے آئے ہیں جو یادگار ... طور پر میرے دماغ میں نقش ہو گئے ہیں۔ ان میں باس اینجلو ... بھی شامل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر وجے آنند اور آپ تمام ... بھی مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔"

ان سب نے پھر اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ میں نے کہا: "مسٹر وجے آنند! کیا آپ نے اس کوٹھی کا اندرونی جائزہ لیا ہے، جہاں رسونتی کو رکھا گیا ہے؟"

باس وجے آنند نے جواب دیا: "میں ابھی تک کوٹھی کے اندر نہیں گیا ہوں لیکن معلومات حاصل کی ہیں۔ وہاں مادام رسونتی کے کے پاس دو مسلح ہندوستانی عورتیں ہیں۔ جو ہمیشہ گونگی بنی رہتی ہیں۔ اپنی آواز نہیں سُناتیں۔ ہم کوٹھی میں پہنچنے کے بعد انھیں اپنے قابو میں کر لیں گے۔ وہاں جو سب سے شہ زور اور خطرناک شخص ہے اس کا نام جان اسٹیورٹ کلر آف دی کلرس ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا: "آپ نے صحیح آدمی کو اپنی نظر میں رکھا ہے۔ وہی سب سے زیادہ خطرناک ہے اور ایسی چالیں چلتا ہے کہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔"

پھر میں نے وجے آنند کو آسام کے واقعات بتائے کہ کس طرح میں رسونتی کو وہاں سے نکال لانا چاہتا تھا لیکن جان اسٹیورٹ کلر آف دی کلرس نے میرے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ لہٰذا یہاں بھی یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھی جائے۔ جان اسٹیورٹ کوئی ایسی چال نہ چلے جو بظاہر سمجھ میں نہ آئے لیکن عین کامیابی کے وقت اس کی چال ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنے پر مجبور کر دے۔

"فرہاد صاحب! ہمارے چھ آدمی چھ سپاہیوں کے رُوپ میں وہاں رہیں گے۔ ان میں سے دو سپاہی اس کوٹھی کی چھت پر رہیں گے۔ باقی کوٹھی کے چاروں طرف رہیں گے۔ ہمارے علاوہ جان اسٹیورٹ کے دو آدمی ہیں۔ یعنی ہمیں تین آدمیوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ہم نے اچھی طرح سے معلومات حاصل کی ہیں، ان کا کوئی چوتھا آدمی نہیں ہے۔ اگر انھوں نے کوٹھی کے باہر اپنے خفیہ آدمی کوٹھی کے چاروں طرف چھوڑ رکھے ہیں۔ اتنے سارے انتظامات کے باوجود اگر دشواری پیش آئے گی تو ہمارا ایک ہیلی کاپٹر اس کوٹھی کی چھت پر آئے گا۔ تمام آدمی مادام کو چھت تک پہنچانے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے اور ہم کسی بھی طرح انھیں اس ہیلی کاپٹر میں سوار کرا دیں گے۔ اس کے بعد انھیں وہاں سے جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔"

میں نے مطمئن ہو کر کہا: "اچھی بات ہے۔ میں یہاں کے وقت کے مطابق ٹھیک بارہ بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال مجھے اجازت دیں۔"

ہم نے دو چار رسمی باتیں کیں۔ پھر ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا تو وہ مُنہ بنا کر بیٹھ گئی۔ ناراضگی ظاہر کرنے لگی۔ میں نے کہا: "کیا تم میری مجبوریوں کو نہیں سمجھ سکتی ہو؟"

"کیا سمجھوں۔ اسی دن کے لیے کہتی تھی کسی طرح مجھے اپنے پاس بُلا لو۔ نہیں بلاؤ گے تو میں دشمنوں کی قید سے فرار ہو جاؤں گی لیکن برما میں تم نے مجھے ایسا کرنے نہیں دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اپنے ہی دیش میں آکر پھنس گئی۔"

"تم اطمینان رکھو۔ دشمن تمھیں یہاں سے نہیں لے جاسکیں گے۔ میں تمھیں اپنے پاس بلانے کے لیے پوری کوشش کر رہا ہوں۔"

"تم دلاسے ہی دیتے رہو گے۔"

"رسونتی! یہی بے اعتمادی تمھیں اس مقام تک لے آئی ہے۔ اب تو سبق حاصل کرو۔"

"میرے دماغ کی گہرائی میں جھانک کر دیکھو۔ میں تمھارے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتی لیکن تم بار بار مجھے فریب دیتے ہو۔ کبھی کچھ کہتے ہو۔ کبھی کچھ کہہ دیتے ہو۔ جانے کیسی ہیرا پھیری کرتے رہتے ہو۔ ایسے میں کوئی عورت اگر اپنے مرد پر شبہ کرے تو یہ جرم نہیں ہے۔ عورت کو اس کا حق پہنچتا ہے۔"

"اچھا تم اپنا حق استعمال کرو۔ میں وہاں کے وقت کے مطابق ایک بجے پہنچوں گا۔ تمھاری رہائی کے انتظامات کیے جا رہے ہیں لیکن تم اپنے آپ کو اسی طرح بے بس، مجبور ظاہر کرتی رہو ورنہ تمھارا اطمینان دیکھ کر جان اسٹیورٹ اور محتاط ہو جائے گا۔"

میں تھوڑی دیر تک اسے تسلیاں دیتا رہا۔ دلبری کی باتیں کرتا رہا۔ وہ خوش ہو گئی۔ میں نے رخصت ہوتے ہوئے کہا۔ "دیکھو تم خوش نظر آ رہی ہو مسکرا رہی ہو مسکراؤ نہیں۔ اپنے چہرے پر سنجیدگی اور پریشان پیدا کرو۔"

دوسرے لمحے وہ پریشان نظر آنے لگی۔ میں اس سے رخصت ہو گیا۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو منجالی سامنے ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ مجھ سے نظریں ملتے ہی ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "جانتے ہیں۔ کیا وقت ہو رہا ہے۔ آپ نے کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد غسل کر کے ناشتہ کریں گے۔ اب نو بج رہے ہیں۔ ایک گھنٹے بعد اجلاس منعقد ہونے والا ہے اور آپ کو وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔"

میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ ہم دونوں لان سے گزرتے ہوئے کوٹھی کے اندر آئے۔ بیڈ روم میں پہنچ کر منجالی نے پوچھا۔ "آپ کے لیے کون سا لباس نکالوں۔ گھر میں آرام کریں گے یا باہر نکلنے کا کوئی چانس ہے؟"

"پتہ نہیں، اجلاس میں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق نہ بیٹھے تو شاید ہمیں اس رہائش گاہ سے جانا پڑے۔"

میں غسل کرنے کے لیے باتھ روم میں چلا آیا۔ منجالی مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر رہی تھی اور میری الماری سے میرے لیے لباس کا انتخاب کرتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ یقیناً بہت ہی ذہین اور موقع شناس تھی۔ جانتی تھی کہ اچانک رہائش گاہ سے باہر نکلنا پڑے تو ہمیں پوری طرح ایکشن میں رہنا ہو گا۔ اس لیے اس نے پتلون اور ہاف آستین کی بنیان نکالی تھی۔ احتیاطاً جیکٹ نکال کر رکھ لیا تھا۔ میں شیو کرنے لگا۔ زندگی کے کسی بہت بڑے امتحان سے گزرنا ہو کسی کڑی آزمائش کا سامنا ہو یا کوئی اہم فیصلہ کرنا ہو تو یقیناً ایسے معاملات پر پوری توجہ سے غور کرنا چاہیے اور فیصلے کے لیے ضروری نکات اپنے ذہن میں رکھنے چاہئیں اور اگر کوئی بات سمجھنے سے رہ گئی ہو تو اسے حالات پر چھوڑ دینا چاہیے لیکن اس کے لیے لازمی ہے کہ آدمی کا ذہن پر سکون اور ترو تازہ رہے۔ تاکہ بر وقت کوئی فیصلہ کرنے کی گھڑی آئے تو حاضر دماغی سے فیصلہ ہو سکے۔ میں اپنے دماغ کو ترو تازہ رکھنے کی غرض سے کرپا دان کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اس وقت کرپا مصیبت میں تھا۔ ایک ہوٹل کا منیجر اس کے گریبان کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "یو نان سنس، جب تمھارا جیب میں پیسے نہیں تھے تو تم نے اتنے بڑے ہوٹل میں آکر ناشتہ کرنے کی جرأت کیسے کی؟"

کرپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کیا تم مجھ سے متاثر نہیں ہو؟"

منیجر نے جھنجلا کر پوچھا۔ "کیسے متاثر ہو سکتا ہوں؟ تم میں کیا خوبی ہے؟"

"ارے واہ، جب میں اس ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا تو میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے کہا تھا کہ مسکراؤ تو تم مجھے دیکھتے ہی مسکرا دیے تھے۔"

"ارے او گدھے! میں تو ہر آنے والے گاہک کو دیکھ کر مسکراتا ہوں۔" منیجر نے کہا۔

"ایں۔ یہ کیا بات ہوئی۔ ارے بھئی گریبان تو چھوڑ دو پہلے بات تو سن لو۔"

"یہاں مفت کھانے والوں کی بات نہیں سنی جاتی۔ بات منہ پر ماری جاتی ہے۔"

"اچھا بات بھی سُنا دینا لیکن اس بات کا کیا جواب ہے کہ جب میں میز پر جا کر بیٹھ گیا تو میں نے بیرے کو اپنی زبان سے آرڈر نہیں دیا بلکہ سوچ کے ذریعے حکم دیا کہ چار پوریاں ایک پاؤ حلوہ اور ایک کپ گرم چائے۔ اور وہ چلا گیا جب واپس آیا تو بہت آرڈر کے مطابق وہی چیزیں تھیں۔"

منیجر نے ہوٹل میں دور تک بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہاں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ

پوریاں حلوہ کھاتے ہیں۔ اس ہوٹل میں صبح کے وقت صرف یہی چیزیں ملتی ہیں۔ ہمارے بیرے ہر گاہک کے سامنے پہلے چار پوریاں تھوڑی سی بھاجی اور تھوڑا سا حلوہ لا کر رکھتے ہیں۔ کھانے والوں کو مزید ضرورت ہو تو پھر وہ دوبارہ آرڈر دیتے ہیں اور پوریاں کھانے کے بعد چائے تو لازمی ہوتی ہے اور اگر تمھارے سامنے بھی یہ چیزیں لا کر رکھی گئی تھیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔"

کرپا نے بے بسی سے منیجر کی طرف دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت اچانک ختم کیوں ہو گئی ہے؟

اُدھر منیجر نے غصے سے کہا۔ "جب سے برما میں فرہاد علی تیمور کا چرچا ہونے لگا ہے لوگوں میں سراسیمگی پھیل گئی ہے، کچھ لوگ اسے آسیب کہتے ہیں اور کچھ لوگوں نے اسے اپنا ہیرو بنا رکھا ہے اور یہ دیکھیں ہیرو کی صورت۔ فرہاد علی تیمور بن کر مفت ناشتہ کرنے آتے ہیں ناشتہ تو مفت ہو چکا، اب ذرا جوتے بھی مفت لگ جائیں۔"

اس نے ایک بیرے کو آواز دے کر بلایا جب وہ قریب آیا تو اس نے کہا۔ "اپنے پاؤں سے جوتا اتارو اور اس کے سر پر لگاؤ۔"

ہوٹل کے تمام لوگ تماشا دیکھ رہے تھے اور مسکرا رہے تھے لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو نہیں چاہتے تھے کہ ایک بھوکے شخص کو ناشتہ کرنے پر جوتے لگائے جائیں۔ ناشتے کا بل کوئی بھی ادا کر دے منیجر کو اعتراض نہیں ہو سکتا تھا لیکن میں نے منیجر کی زبان سے کہا۔ "جناب! آج آپ بل ادا کر کے چلے جائیں گے لیکن ایسوں کے لیے ہم عبرت ناک مثال قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ کوئی مفت کھانے کے لیے نہ آئے۔"

پھر اس نے بیرے سے کہا۔ "دیکھتے کیا ہو، مارو جوتے۔ اس سے پہلے بتاؤ تمھارا نام کیا ہے اور نمبر کیا ہے؟"

بیرے نے تعجب سے کہا۔ "منیجر صاحب! آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرا نام رشید ہے اور میں بیرا نمبر ایک ہوں۔"

دراصل میں اس بیرے کی آواز سننا چاہتا تھا۔ پھر رشید نے جوتے کو اپنے ہاتھ میں تولا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے تڑاخ سے منیجر کے سر پر جما دیا۔ منیجر ایک دم سے بوکھلا کر پیچھے ہٹا پھر غصے کی شدت سے تلملاتے ہوئے بولا۔ "میں تمھیں جان سے مار ڈالوں گا اور جوتے مار مار کر ہوٹل سے نکال دوں گا۔"

رشید نے کہا۔ "جناب! بُرا کیوں مانتے ہیں۔ میں بیرا نمبر ایک ہوں اس لیے ابھی صرف ایک جوتا مارا ہے۔"

پھر اس نے زور سے آواز دی۔ "بیرا نمبر دو، ادھر آؤ۔"

وہ دوڑتا ہوا ان کے قریب گیا پھر رشید نے پوچھا۔ "اپنا نام بتاؤ، اپنی آواز سناؤ۔"

بیرا نمبر دو نے کہا۔ "میرا نام وکرم ہے۔"

اس کی آواز سنتے ہی میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے اپنے پاؤں سے جوتا نکالا پھر منیجر کا گریبان پکڑ کر تڑا تڑ دو جوتے لگا دیے اس کے بعد پیچھے ہٹ کر بولا۔ "مجھے افسوس ہے میرا نمبر صرف دو ہے۔ میں دو سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔"

پھر وکرم نے زور سے آواز دی۔ "بیرا نمبر تین۔"

اس کے آواز دیتے ہی منیجر اچھل کر کاؤنٹر کے اوپر چڑھ گیا پھر خوفزدہ ہو کر بولا۔ "یہ۔۔۔ یہ تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟ میں تم لوگوں کا منیجر ہوں۔ ہوٹل کا آدھا مالک ہوں۔ میں تم سب کو گولی مار دوں گا۔ تم سب پاگل ہو گئے ہو۔"

ہوٹل میں موجود تمام لوگ بھی اپنی اپنی جگہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اچانک کرپا نے بھی چھلانگ لگائی اور کاؤنٹر پر چڑھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے ٹیلی پیتھی! ہا ہا ہا۔ اس کو کہتے ہیں کرپا دان کی ٹیلی پیتھی ہا ہا ہا!"

منیجر نے پہلے تو بے یقینی سے کرپا دان کو دیکھا پھر پیچھے کھڑے ہوئے دونوں بیروں کے ہاتھ میں جوتے دیکھے۔ اس کے فوراً بعد ہی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ "اگر یہ ٹیلی پیتھی ہے تو میں سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں۔"

کرپا نے سر ہلا کر سینہ تان کر پوچھا۔ "کیا میرا گریبان پکڑو گے؟"

"نہیں ہرگز نہیں۔"

"کیا مجھے جوتے مارو گے؟"

"میرے باپ کی بھی مجال نہیں ہے۔"

کرپا نے کہا۔ "یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ رنگون کی لاکھوں کی آبادی میں اگر دو چار بھوکے تمھارے دروازے پر آجائیں تو تم انھیں کچھ کھلانے کے بجائے جوتے مارتے ہو۔"

"آئندہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ آپ چاہیں تو روز تینوں وقت آکر اس ہوٹل میں کھا سکتے ہیں۔ یہاں آپ کو رہنے کے لیے ایک اچھا کمرہ بھی دے دیا جائے گا۔"

کرپا نے کہا۔ "میں تمھارا محتاج نہیں ہوں بس یوں ہی ٹہلتا ہوا ناشتہ کرنے آگیا تھا لیکن یاد رکھو آج سے تم روزانہ پانچ بھوکے افراد کو مفت تینوں وقت کھلایا کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، روزانہ پانچ افراد کو تینوں وقت مفت کھلایا کروں گا۔"

میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو چکا تھا۔ تولیے سے بدن پونچھ رہا تھا۔ میں نے سوچا اب اپنی جگہ حاضر رہنا چاہیے۔ کافی تفریح ہو چکی ہے لیکن کرپا کے دماغ کو چھوڑنے سے پہلے ہی مجھے ایک جانی پہچانی سی آواز سُنائی دی۔ کسی نے کرپا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر حیرانی سے پوچھا۔ "کرپا دان! کیا واقعی تم ٹیلی پیتھی جانتے ہو؟"

پوچھنے والا کیپٹن مورو شان تھا۔ وہی کیپٹن مورو شان جس سے پچھلے دنوں میری دوستی ہوئی تھی۔ میں نے مینس ہوسٹل میں

بدھا دا اور رشوت خور پولیس انسپکٹر کو اسی کیپٹن کے ہاتھوں گرفتار کروایا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ عالمی سطح پر ایک خطرناک تنظیم گولڈن ریکٹ کے سربراہ تک پہنچنے میں اس کی مدد کروں گا۔ گولڈن ریکٹ کی شاخیں دنیا کے بے شمار ممالک میں قائم تھیں اور ہر شاخ اپنے ملک کے مختلف بڑے بڑے شہروں میں منشیات کی لعنت کو پھیلاتی رہتی تھی۔

بہرحال گولڈن ریکٹ کے معاملات ابھی ذرا دُور تھے۔ اس وقت کیپٹن موروشان نے حیرانی سے کہا "کریا! تم ایک کروڑ پتی باپ کے بیٹے ہو اور یہاں مفت ناشتہ کرنے آئے تھے، آخر یہ کیسی حماقت ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ تم واقعی نیم پاگل ہو؟"

پھر کیپٹن نے تمام لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے اور خاص طور پر منیجر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ یہاں کے بہت بڑے سرمایہ دار برمیز ٹوبیکو کمپنی کے مالک چینتا گنی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔"

میں چینتا گنی کا نام سنتے ہی چونک گیا کیونکہ گولڈن ریکٹ کے سلسلے میں چینتا گنی کا نام بھی کسی نہ کسی حیثیت سے لیا جاتا تھا۔ کریا نے کہا "کیپٹن! میں نیم پاگل نہیں ہوں۔ میں ٹیلی پیتھی جانتا ہوں کہو تو ابھی تمہارے دماغ میں گھس کر بتاؤں؟"

کیپٹن نے اُسے تھپکتے ہوئے کہا "میرے ساتھ آؤ۔"

پھر وہ کریا کا بازو پکڑ کر لوگوں کی بھیڑ سے گزر کر ہوٹل سے باہر آیا۔ وہاں اُس نے کریا کو سر سے پاؤں تک بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا ہوٹل میں جو کچھ ہو رہا تھا واقعی تمہاری ٹیلی پیتھی کا کمال تھا؟ تم یہ علم جانتے ہو؟"

"بے شک جانتا ہوں ورنہ یہ تماشہ کیسے ہوتا؟"

"اگر جانتے ہو تو ثابت کرو اور ابھی مسٹر فرہاد علی تیمور سے رابطہ قائم کرو۔ میں اُن سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

کریا نے اپنی آنکھیں بند کیں جیسے مجھ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہو۔ کیپٹن موروشان نے کہا "یہاں فٹ پاتھ پر نہیں، میری کار میں چلو۔"

اُس نے اسے لا کر کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔ وہاں کریا نے بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کی خواب گاہ میں میری بڑی سی تصویر تھی۔ وہ میری تصویر اور میری آنکھوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر چکا تھا۔ اُس وقت اپنے تصور میں مجھے دیکھ رہا تھا اور میری آنکھوں کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا "یہ کون میرے دماغ میں پہنچ رہا ہے؟ تعجب ہے فرہاد علی تیمور کے دماغ میں بھی پہنچنے والا کوئی پیدا ہو گیا ہے۔"

وہ میری سوچ کی لہروں کو سنتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ آنکھیں کھول کر بولا "میں نے فرہاد صاحب سے رابطہ قائم کر لیا ہے ذرا ٹھہریئے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں پھر اپنی سوچ کی لہروں کو میرے دماغ تک پہنچانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ سوچ کی لہریں کیسے دوسرے کے دماغ میں پہنچتی ہیں۔ بس ایک تصور قائم ہو گیا تھا کہ جس طرح نور کی کرنیں بار دھار کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہیں اسی طرح سوچ کی قوت بھی پہنچ جاتی ہے۔ بہرحال میں نے کہا "کون ہو؟ تم کون ہو میرے دماغ میں کون آ رہا ہے؟"

اُس نے عاجزی سے کہا "جناب فرہاد علی تیمور صاحب! میں ایک ادنیٰ سیوک ہوں، آپ کا پجاری ہوں، آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ آج میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیت کے ذریعے آپ تک پہنچ رہا ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے لیکن ذرا رعب سے پوچھا "کیا چاہتے ہو؟"

"میں آپ کے چرنوں (قدموں) میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"اپنی ماں کے قدموں میں رہو۔ وہاں جنت ہے۔"

"وہ تو ہے لیکن میں آپ کو دیوتا سمجھتا ہوں۔ آپ کی پوجا کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمہارے دھرم میں جتنے دیوتا ہیں کیا اُن سب کی پوجا کرتے ہو؟"

"ہاں میں سب کو مانتا ہوں۔"

"ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں لاکھوں دیوتا ہیں، اُن کی پوجا کرتے ہوئے آؤ۔ میرا نمبر آخر میں ہے۔"

وہ ذرا پریشان ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ مجھے کس طرح قائل کرے۔ خود کو کس طرح میرے قریب لائے۔ اُس وقت کیپٹن موروشان نے پوچھا "کیا ہوا تمہاری ٹیلی پیتھی کو؟ کیا فرہاد علی تیمور صاحب سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا ہے؟"

اُس نے آنکھیں کھول کر جھنجھلاتے ہوئے کہا "ذرا تو صبر کرو میں فرہاد صاحب سے بات کر رہا ہوں۔"

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں میرے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کامیاب ہو سکا۔ اسے سوچ کے ذریعے آنا ہی نہیں تھا کامیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر ہو کر اوں اوں کرنے لگا جیسے اندر ہی اندر زور لگا رہا ہو۔ دماغ میرے پاس پہنچا رہا ہو۔ پھر وہ تھک گیا۔ اس نے سوچ کے ذریعے مجھے آواز دی۔ ادھر میں نے کیپٹن موروشان کے دماغ میں آ کر کہا "کیپٹن! میں فرہاد بول رہا ہوں۔ یہ جو آپ کے پاس بیٹھا ہے واقعی کچھ خبطی ہے۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر چکا ہے جب کہ میں نے اسے ہوٹل میں ذلیل ہونے سے بچایا تھا۔ بہرحال آپ اسے اپنے ساتھ لے جائیں یہ چینتا گنی کے خفیہ معاملات تک پہنچنے کے لیے آپ کے لیے مددگار ثابت ہو گا۔ میں آپ سے بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

"فرہاد صاحب! ابھی تھوڑی دیر بعد آپ کے سلسلے میں ایک اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ میں بھی وہیں جا رہا ہوں۔ مجھے آپ سے ہمدردی اور محبت ہے میں اس کا اظہار زبان سے نہیں کر سکتا۔ میں نے سنا ہے آپ کی ایک ہمشیرہ کو اور چند رشتے داروں کو ان ظالموں نے

ہلاک کر دیا ہے۔"

"اس سلسلے میں پھر بات ہو گی۔ ابھی آپ مجھے اجازت دیں۔ اسی اجلاس میں ملاقات ہو گی۔"

میں کریا کے دماغ میں آیا۔ پھر میں نے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا، خوش ہو گیا۔ میں نے کہا "دیکھو کریا! تم ابھی ٹیلی پیتھی کے عالم میں بچے ہو۔ یہ خبط اپنے دماغ سے نکال دو۔"

"فرہاد صاحب! آپ میری جان لے لیں لیکن ٹیلی پیتھی کے معاملے میں مجھے مایوس نہ کریں۔ میں آپ کے چرنوں میں رہ کر یہ علم پوری طرح حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے بتائیں کہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ کبھی میں سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کر لیتا ہوں کبھی کسی کو اپنا فرماں بردار بنا لیتا ہوں اور کبھی ناکام ہو کر جوتے کھانے کی نوبت آ جاتی ہے۔"

میں نے اُس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا "اب تمہاری ٹیلی پیتھی شام تک تمہارے کام نہیں آئے گی۔ شام کو کسی وقت تمہارے دماغ میں آ کر بتاؤں گا کہ تمہارے دماغ میں کون سی کمزوری ہے اور تم کس وقت ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی کام کر سکتے ہو۔ بس اب کیپٹن موروشان کے ساتھ چلے جاؤ۔"

میں نے اس سے دماغی رابطہ ختم کر دیا۔ لباس تبدیل کیا پھر منجالی کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر آ کر ناشتہ کرنے لگا۔ میں نے صرف دو باتیں کرنے کے لیے اینجلو سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پوچھا "اجلاس کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے؟"

اس نے جواب دیا "پچیس منٹ کے بعد انویسٹی گیشن بیورو آف برما کی عمارت کے ایک بڑے ہال میں تمام اہم افراد جمع ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے میں بھی اُس وقت حاضر ہو جاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ منجالی نے پوچھا "کیا فرصت ہے؟"

"ہاں، پچیس منٹ تک فرصت ہے لیکن ٹھہرو، میں معلوم کروں سونیا کب تک لاہور پہنچے گی؟"

میں نے سونیا سے پوچھا، اس نے بتایا "دو گھنٹے بعد میں ایک طیارے میں روانہ ہو جاؤں گی۔ شاید وہاں کے وقت کے مطابق شام کے ساڑھے سات بجے لاہور پہنچ جاؤں۔"

"میں خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے اجلاس میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔ فرصت ملتے ہی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ پھر معلوم کروں گا تم کس میک اپ میں، کس روپ میں لاہور پہنچنے والی ہو۔ اس کے مطابق میں شاہینہ اور سعید صاحب کو تمہارے متعلق اطلاع دوں گا۔"

میں نے اُس سے رابطہ ختم کر دیا۔ منجالی کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا "اب بیس منٹ کے لیے صرف تمہارے پاس ہوں۔ جتنی باتیں کرنا چاہو کرتی رہو۔"

وہ خوش ہو گئی۔ خوب اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔ بڑی ذہین تھی۔ میرے موجودہ مسائل پر گفتگو نہیں کر رہی تھی۔ چاہتی تھی کہ میرا ذہن اِدھر اُدھر کی باتوں سے بہلتا رہے۔ چائے پینے کا وقت آیا تو پچیس منٹ گزر چکے تھے۔ میں چائے کی پیالی سامنے رکھ کر کیپٹن موروشان کے دماغ میں پہنچ گیا لیکن اُسے مخاطب نہیں کیا۔ چپ چاپ اُس کے ذریعے وہاں کا جائزہ لینے لگا۔

انویسٹی گیشن بیورو آف برما کی عمارت کے ایک بڑے ہال میں برما کے اعلیٰ حکام، پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران موجود تھے۔ ان کے علاوہ یہودی تنظیم کے اعلیٰ عہدیداران وہاں بیٹھے تھے۔ وہ سب ایک لانبی سی میز کے اطراف تھے۔ اُن کے قریب ہی ایک دیوار کی طرف بڑا سا ٹرانسمیٹر اور ریکارڈر وغیرہ رکھے ہوئے تھے تاکہ میں وہاں خیال خوانی کے ذریعے کسی کو اپنا معمول بنا کر گفتگو کروں تو میری آواز ریکارڈ کی جائے۔

وہاں رنگون کا ماسٹر اور باس اینجلو وغیرہ بھی موجود تھے۔ اگرچہ وہ ہمہ وقت میری مدد کرنے کے لیے تیار رہتے تھے، میرے لیے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہتے تھے، تاہم وہ کھل کر میرے دشمنوں کے سامنے میری حمایت نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے علاوہ پاکستانی سفارت خانے کے ایک نمائندے مسٹر عنایت حسین بیٹھے ہوئے تھے۔ اس بڑے سے ہال کے باہر سپاہیوں کے علاوہ پریس فوٹو گرافر، رپورٹر وغیرہ موجود تھے۔ وہ بھی معلوم کرنا چاہتے تھے کہ رنگون میں امن و امان قائم کرنے کے سلسلے میں وہاں کے حکام اور پولیس افسران کیا کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اعلیٰ حکام کے دوسرے اسسٹنٹ اور خدمت گار، یہودیوں کے کچھ خفیہ ساتھی ہال کے باہر موجود تھے۔

میں نے یہ معلومات حاصل کرنے کے دوران چائے کی پیالی خالی کی۔ پھر منجالی سے رخصت ہو کر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں آرام سے لیٹ کر میں ایک پولیس آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پھر میں نے اُسے چپکے سے کہا "میں آ گیا ہوں۔"

اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر گورنر کے چیف سیکرٹری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "جنابِ عالی! مسٹر فرہاد علی تیمور آ چکے ہیں۔"

اُس نے چونک کر پوچھا "کہاں ہیں؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"وہ اس وقت میرے دماغ میں موجود ہیں۔"

چیف سیکرٹری نے حیرانی سے اُسے دیکھا پھر بے یقینی سے کہا "عجیب بات ہے۔ میں یہی دیکھنے آیا ہوں کہ یہ فرہاد علی تیمور دماغ میں کیسے موجود رہتے ہیں؟"

میں نے پولیس آفیسر سے کہا "آپ اُن سے کہہ دیں ابھی فرہاد اُن کے دماغ میں پہنچ رہا ہے اور وہ ابھی باہر کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کو طلب کریں گے۔"

اس بات کو آفیسر نے دہرایا۔ چیف سیکرٹری نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں کسی مسلح گارڈ کو طلب نہیں کروں گا۔"

دوسرے ہی لمحے اُس نے گھنٹی بجائی۔ پھر حکم دیا کہ باہر کھڑے ہوئے ایک مسلح گارڈ کو بلایا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ دروازہ کھولا

گیا۔ ایک مسلح گارڈ اندر داخل ہوا۔ میں نے چیف سیکرٹری کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے حیرانی سے اس مسلح محافظ کو دیکھا پھر اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھا۔ میں نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا تھا۔ صرف اس حد تک اس کے دماغ کو قابو میں رکھا تھا کہ وہ بے اختیار وہی کچھ کرے جس کا میں دعویٰ کر چکا ہوں۔ پھر اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں نے اسے طلب کیا ہے؟"

آس پاس بیٹھے ہوئے افراد نے اس بات کی گواہی دی۔

تب اس نے قائل ہو کر کہا "اچھی بات ہے۔ میں تسلیم کر چکا ہوں واقعی ٹیلی پیتھی ایک عجیب و غریب علم ہے اور اب تم واپس جاؤ۔"

اس نے مسلح محافظ کو واپس جانے کے لیے کہا پھر پولیس آفیسر کو دیکھ کر جیسے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! یہ بہتر ہوتا کہ آپ بنفسِ نفیس یہاں موجود ہوتے۔"

وہ مسلح محافظ جا رہا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر پلٹ گیا۔ پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ وہاں سے میز کی طرف آتے ہوئے بولا "جناب فرہاد علی تیمور آپ کے سامنے حاضر ہے۔"

سب نے اسے چونک کر دیکھا۔ پھر چیف سیکرٹری نے ناگواری سے کہا "یو گیٹ آؤٹ۔ میں نے تمھیں باہر جانے کے لیے کہا تھا۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا "اس مسلح محافظ کا جسم آپ کے سامنے کھڑا ہے لیکن دماغ فرہاد علی تیمور کا ہے۔ آپ نے ابھی خواہش ظاہر کی تھی کہ مجھے یہاں موجود رہنا چاہیے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میرا دماغ یہاں موجود ہے۔ اور انسان کی پہچان دماغ سے ہوتی ہے ورنہ جسم تو جانوروں کے پاس بھی ہوتا ہے۔"

چند لمحات کے لیے سب کو چپ لگ گئی پھر عنایت حسین نے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے ویسے آپ کو اپنی اصلی صورت اور اپنی ذات کے سراپے کے ساتھ یہاں موجود ہونا چاہیے۔ میں آپ کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

میں نے اس مسلح گارڈ کے چہرے سے مسکراہٹ ظاہر کرتے ہوئے کہا "مسٹر عنایت حسین! میں جانتا ہوں آپ میرے ہم وطن ہیں میری حفاظت کریں گے لیکن رنگون کے پولیس افسران بھی فرض شناس ہیں۔ انھوں نے مجھے کاٹیج میں رکھ کر میری حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔ ہر طرح سے چوکنا تھے، اس کے باوجود دشمنوں نے مجھے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ میں وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔"

وہ مسلح محافظ آگے بڑھتا ہوا میز کے قریب آیا پھر ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد میں اس کی آواز میں کہنے لگا۔ "جب میں پاکستان میں اپنی شریکِ حیات رسونتی کے ساتھ تھا اور رسونتی زیرِ علاج تھی، اس وقت یہودیوں نے میرے خلاف جھوٹا الزام عائد کیا۔ الزام یہ تھا کہ میں نے رسونتی کو اغوا کیا ہے اور رسونتی کا تعلق یہودی تنظیم سے ہے۔ یہ معاملہ اس قدر آگے بڑھ کہ مجھے اپنے ہی وطن سے نکل جانا پڑا۔ کیونکہ میری بیوی دماغی طور پر مفلوج ہو چکی تھی، وہ میری حمایت میں بیان نہیں دے سکتی تھی۔ مسٹر عنایت حسین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنے وطن میں بھی دشمنوں کی سازشوں کے باعث محفوظ نہیں رہ سکا اور نہ ہی میرے محکمہ کرنے والے افسران میری حفاظت کر سکے۔"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی پھر میں نے کہا "یہاں رنگون میں جب میری بیوی کی یادداشت واپس آ گئی اور وہ میری حمایت میں بیان دینے کے قابل ہو گئی تو ان یہودیوں نے دوستانہ جذبے کا اظہار کیا اور مقدمہ واپس لے لیا۔ رسونتی کو بڑی عیاری سے اپنے پاس بلا کر رکھ لیا۔ عیاری یہ تھی کہ انھوں نے ایک بچے کو پارس کہہ کر اس کی گود میں ڈال دیا۔ یہ ثابت کر دیا کہ وہی اس کا بیٹا ہے اور میں نے اس کے بیٹے کو اس سے دور کر دیا ہے۔ جب کہ میں نے بیٹے کو ان یہودی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے فرانس کے فرید واسطی صاحب کے ادارے میں رکھا تھا۔"

یہودی تنظیم کے سربراہ ڈان فرینز نے کہا "یہ جھوٹ ہے۔ پارس وہی ہے جو آج بھی رسونتی کی گود میں ہے۔"

چیف سیکرٹری نے ہاتھ اٹھا کر کہا "مسٹر ڈان فرینز! مداخلت نہ کریں، پہلے مسٹر فرہاد کو اپنا بیان مکمل کر لینے دیں۔"

میں نے پھر اسی مسلح محافظ کی زبان سے کہا "ان لوگوں نے میری سب سے اہم ساتھی سونیا کو پارس کے ساتھ ایک طیارے میں سفر کرنے کے دوران ہلاک کر دیا۔ ادھر رسونتی کو یہ یقین دلایا کہ اُس کا بیٹا زندہ ہے اور اسی کی گود میں ہے۔ انھوں نے ایسی عیاری، ایسی مکاری کی ہے کہ جو ان ہی کے حصے میں آتی ہے۔"

میں نے ایک ذرا توقف کے بعد کہا "آپ ان لوگوں سے سوال کریں۔ اگر میں نے رسونتی کو اغوا کیا تھا تو انھوں نے وہ مقدمہ واپس کیوں لیا؟ اور اگر رسونتی انھیں مل گئی تھی اور ان کی ساتھی تھی تو اسے اُس کی مرضی کے خلاف بے ہوش کر کے چپ چاپ سے باہر کیوں لے گئے؟ اور اسے رنگون سے باہر لے جانے کے لیے طور پر ہیلی کاپٹر کیوں استعمال کیا۔ برمی حکام کو اس کی اطلاع کیوں دی؟ مجھ سے بھی یہ بات چھپائی۔ اب رسونتی میری حمایت میں بیان دینے کو تیار ہے تو یہ یہودی آپ لوگوں کے سامنے اسے کیوں نہیں کرتے؟"

چیف سیکرٹری نے ڈان فرینز سے یہی سوال کیا۔ ان معقول جواب ہو نہیں سکتا تھا۔ رسونتی کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے طور پر برما سے باہر لے جایا گیا تھا۔ اس کی اطلاع یہاں کے دی گئی تھی۔ پھر یہ کہ رسونتی اگر ان کی تنظیم سے تعلق رکھتی تھی تو دور کیوں لے گئے؟ مجھ سے کیا خطرہ تھا؟ اگر خطرہ تھا تو کیسے تسلیم کر رہے ہیں کہ پارس رسونتی کا بیٹا ہے جب کہ پارس

بیٹا ہے اور اس پارس کے تعلق سے رسونتی میری بیوی ہے۔ ان کی تنظیم کی فرد نہیں ہے۔"

ڈان فرینز نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ رسونتی فرہاد کی بیوی ہے اور پارس ان کا بیٹا ہے لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ ہم نے سونیا کے ساتھ پارس کو ہلاک کیا ہے۔ پارس زندہ ہے اور وہ رسونتی کے پاس ہے۔"

وہ سراسر جھوٹ بول رہا تھا لیکن میں صبر سے سنتا رہا۔ مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ ڈان فرینز نے کہا "ہم رسونتی کو فرہاد سے اس لیے دور لے گئے ہیں کہ اسے یرغمال بنا کر رکھیں اور فرہاد کو یہ موقع نہ دیں کہ وہ ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچائے۔"

انٹیلی جینس کے ڈائرکٹر جنرل نے کہا "لیکن مسٹر فرینز! اس طرح آپ لوگوں نے مسٹر فرہاد کو مشتعل کر دیا اور اسی وجہ سے انھوں نے آپ لوگوں کو مارنا شروع کر دیا تھا۔"

ڈان فرینز نے کہا "ہاں۔ ایسا ضرور ہوا ہے۔ ہم فرہاد کو بتانا چاہتے تھے کہ وہ مشتعل ہو کر ہم کو مار سکتا ہے تو ہم اس کے اہم رشتوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ سونیا مر چکی ہے اور اسی اشتعال انگیزی میں اس کے منہ بولے رشتے کے بھائی بہن ختم ہو گئے۔ فرہاد کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔"

چیف سیکرٹری نے میز پر ہاتھ مار کر کہا "کسی کو بھی سبق سکھلانے کے لیے کیا ہمارا ہی ملک رہ گیا ہے؟ آپ لوگ یہاں ایک دوسرے کے خلاف انتقامی کارروائیاں کیوں کر رہے ہیں؟ ان معاملات میں سراسر آپ لوگوں کا انٹرسٹ ہے۔ مسٹر فرہاد کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا گیا ہے اور بہت زیادہ مشتعل کیا جا رہا ہے۔ ہم آپ لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ مسز رسونتی کو فوراً واپس لایا جائے یا پھر آپ لوگ یہ ملک چھوڑ دیں۔"

ٹون بیکر نے کہا "جناب! آپ اتنی جلدی فیصلہ نہ سنائیں۔ فی الحال اپنے فیصلے کو محفوظ رکھیں اور مسٹر فرہاد سے درخواست کریں کہ پیرس کے مسٹر موشے الیسٹرو سے رابطہ قائم کریں۔ وہ ان سے اہم معاملات طے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد سے کوئی سمجھوتہ نہ ہوا تو آپ لوگوں کا حکم سر آنکھوں پر۔ ہم یہ ملک چھوڑ دیں گے۔ شاید نہ بھی چھوڑ سکیں کیونکہ فرہاد اپنے چیلنج کے مطابق دن کے بارہ بجے ہمیں ختم کر دے گا۔"

میں نے اس مسلح محافظ کی زبان سے کہا "مسٹر عنایت حسین! میں ٹون بیکر کی فرمائش کے مطابق ابھی پیرس جا رہا ہوں، وہاں جو بھی معاملات طے ہوں گے، وہ ابھی آ کر بتاؤں گا۔"

میری بات سنتے ہی چیف سیکرٹری نے ناگواری سے کہا "یہ کیا بات ہوئی۔ ہم نے یہاں اجلاس منعقد کیا ہے اور ابھی آپ پیرس جانا چاہتے ہیں۔ کیا ہم معمولی لوگ ہیں؟ ہمارا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں آپ کو وہاں جانے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔"

پھر اس نے پولیس آفیسر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "آپ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دیں۔ خشکی کے راستے سے، بحری راستے سے یا فضائی راستے سے جو بھی مسافر جا رہے ہوں انھیں چیک کیا جائے۔ مسٹر فرہاد علی تیمور یہاں سے نکلنے نہ پائیں۔"

سب چپ چاپ سن رہے تھے۔ چیف سیکرٹری کی بات ختم ہوتے ہی کیپٹن موروشان نے کہا "جناب! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ فرہاد صاحب برما سے باہر نہیں جا رہے ہیں۔ بلکہ ابھی جس رہائش گاہ میں موجود ہوں گے وہاں سے بھی باہر نہیں نکلیں گے۔ آپ بھول رہے ہیں، وہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ خیال خوانی کے ذریعے پلک جھپکتے ہی پیرس پہنچ جائیں گے اور پلک جھپکتے ہی یہاں واپس آ جائیں گے۔"

"کیا!" چیف سیکرٹری کا منہ حیرانی سے کھل گیا۔ اس نے کیپٹن موروشان کو بے یقینی سے دیکھا پھر سوالیہ نظروں سے اس مسلح محافظ کو دیکھا جس کی زبان سے میں گفتگو کر رہا تھا۔ محافظ نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا "جی ہاں جناب! میں فرہاد علی تیمور ابھی آپ کے پاس موجود ہوں۔ یہیں بیٹھے بیٹھے پیرس جا رہا ہوں اور یہیں بیٹھے بیٹھے واپس بھی آ جاؤں گا۔ اگر پیرس کے یہودیوں نے میرا زیادہ وقت نہیں لیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ صرف پانچ منٹ میں واپس آ جاؤں گا۔"

چیف سیکرٹری بے یقینی سے اُسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ ایسا تو خواب ہی ہوتا ہے کہ دنیا جہان کی سیر کی اور پھر اسی بستر میں پائے گئے۔

میں موشے الیسٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ بھی ایک بڑے سے ہال میں موجود تھے۔ بہت سے لوگ ایک بڑی سی میز کے اطراف بیٹھے ہوئے گرما گرم بحث میں مصروف تھے۔ بحث کا موضوع میں تھا لیکن وہاں پیرس کے نہ تو پولیس والے تھے نہ ہی کوئی سرکاری آدمی تھا۔ سب ہی یہودی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔

میں نے موشے الیسٹرو، دان کریک اور دوسرے چند یہودیوں کو مرنے کی خوش خبری سنائی تھی اور وہ سب اندر ہی اندر بری طرح سہمے ہوئے تھے۔ اگرچہ انھیں اطمینان دلایا گیا تھا کہ فرہاد سے یقیناً سودے بازی ہو جائے گی۔ جس وقت میں وہاں پہنچا تو ایک شخص کہہ رہا تھا "وہ بہت چالاک ہے۔ اس نے ایسی پلاننگ کی ہے کہ شی سپر کے قلعے میں ہونے والے دھماکوں اور قتل و غارت گری کے الزامات نہ تو بابا فرید واسطی کے ادارے والوں پر عائد کیے جا سکیں اور نہ ہی مرجانہ کو مجرمہ ثابت کیا جا سکے۔"

موشے الیسٹرو جھنجلا کر سوچ رہا تھا "جہنم میں گئی مرجانہ، اور جہنم میں گئے فرید واسطی کے ادارے والے۔ شی سپر اور ڈاکٹر سیموئل وغیرہ کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ فرہاد جو ہمارے ساتھ کرنے والا ہے اس پر یہ لوگ بحث نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ ایسا سوچتے وقت اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی، فرہاد سے جو معاملات طے ہونے والے ہیں

وہ سب کچھ اس فائل میں موجود ہیں۔ جب فرہاد میرے یا کسی کے دماغ میں آئے گا تو اس سے اس فائل کے مطابق بات ہوگی۔

موشے الیسٹرو میری موجودگی سے بے خبر تھا۔ میں نے اسی کی سوچ میں سوال کیا۔ ”میں پریشان کیوں ہو رہا ہوں؟ اس فائل میں جو کچھ لکھا ہے وہ باتیں مجھے تقویت پہنچائیں گی۔ اُسے کھول کر پڑھنا چاہیے۔ شاید پڑھتے وقت کچھ اور ایسے ضروری نکات سمجھ میں آئیں جو فرہاد کے سامنے پیش کیے جا سکیں اور جن سے ہمیں فائدہ پہنچے۔“

اس نے فائل ہو کر فائل کو کھولا۔ پہلے صفحے پر لکھا ہوا تھا۔ ”فرہاد سے گفتگو کا آغاز کرتے وقت جو کچھ اس سے کہنا ہے اس کے متعلق تمہید باندھی جائے، اُسے بین الاقوامی حالات کا مختصر سا حال سنا کر سمجھایا جائے کہ اس دُنیا میں جو بڑے بڑے ممالک ہیں وہ اپنی اپنی جگہ مستحکم ہونے اور فوجی طاقت میں ایک دوسرے سے برتر ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنی من مانی ہر مقام پر نہیں کرتے۔ وہ حالات کے مطابق کسی مقام پر کسی سپر پاور سے زیر ہوتے ہیں تو کسی دوسرے مقام پر دوسرے حالات کے تحت اُسی سپر پاور کے مقابلے میں زبردست بن جاتے ہیں۔

فرہاد کو یہ بھی سمجھایا جائے کہ کوئی بھی مُلک کوئی بھی حکمراں، یا کوئی بھی غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والا شخص تنہا زبردست نہیں ہوتا اس کی اپنی کچھ مجبوریاں ہوتی ہیں اور دوسرے اُن مجبوریوں سے کھیلنا جانتے ہیں۔ لہٰذا کہیں کہیں مصلحت سے کام لینا پڑتا ہے۔ کہیں جُھکانا پڑتا ہے، کہیں جھکنا پڑتا ہے۔“

اُس نے آگے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا ”فرہاد کو سمجھایا جائے کہ ہمارے منصوبے میں پارس کو ہلاک کرنے کی بات ہرگز شامل نہیں تھی۔ فرہاد ہماری اس بات پر یقین کرے یا نہ کرے پارس کو ہم ہر حال میں زندہ رکھنا چاہتے تھے۔ دانا دشمن اپنے مخالف کو جان سے نہیں مارتا، اسے ساری زندگی اذیتیں پہنچانے کے لیے زندہ رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر پارس زندہ رہتا تو ہم اُسے یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھتے اور فرہاد کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی بات منواتے لیکن ہمارے چند نااہل عہدے داروں نے اپنے طور پر ایسی منصوبہ بندی کی، پارس کو سونیا کے ساتھ ختم کر دیا حالانکہ ہمارے منصوبے میں سونیا کو ختم کر کے فرہاد کو ایک سبق سکھانا بھی تھا۔ بہرحال وہ سبق ہم نے سکھا دیا۔ ہم فرہاد سے کم نہیں ہیں اور آئندہ بھی اس کے عزیز ترین ساتھیوں کو ایک ایک کر کے ختم کر سکتے ہیں۔

ابھی فرہاد کے بہت سے اہم مُہرے ہماری نظروں میں ہیں — ہم بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ فرہاد اپنی بہن شاہینہ کو دل و جان سے چاہتا ہے۔ آج فرہاد نے ہمارے چند اہم عہدیداروں کی موت کا وقت مقرر کیا ہے۔ جس دن ہم شاہینہ کی موت بن کر اس کی شہ رگ تک پہنچیں گے اس دن فرہاد پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑتا، اپنے بالوں کو نوچتا پھرے گا۔ ہو سکتا ہے اس کا ذہنی توازن بگڑ جائے۔“

واقعی یہ مجھے پاگل کر دینے والی بات تھی۔ شاہینہ میری بہن صرف میری جان ہی نہیں، میری آن بھی تھی، میرا غرور بھی۔ میں اُسے اپنی بیٹی سمجھتا تھا۔ اگر اس کی جان کے دشمن اس کے قریب بھی پہنچ جاتے تو میں تلملا جاتا۔ شاہینہ کی موت میری ذہنی موت ہوتی۔ اور ذہنی موت کے بعد آدمی پاگل ہی کہلاتا ہے۔

فائل میں آگے لکھا تھا۔ ”ہماری فہرست میں فرہاد کے اہم مہروں کے جو نام ہیں وہ یوں ہیں۔ شاہینہ کو جانی نقصان پہنچانے سے پہلے ہم اس کی نند یعنی سعید احمد کی شریک حیات سلمیٰ کو موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ پھر اس کے سسرال والے یکے بعد دیگرے مرتے چلے جائیں گے اور فرہاد بے بسی سے یہ تماشا دیکھتا رہے گا۔ اگر اسے اس بات کا زعم ہے کہ وہ اُن کی حفاظت کرے گا تو سوال پیدا ہوتا ہے کتنے دن؟ کتنے ماہ؟ کتنے سالوں تک حفاظتی تدابیر کام آئیں گی؟

پہلی بار ہم نے مرجانہ کی برین واشنگ کی۔ بابا فرید واسطی نے اس کا توڑ کر لیا۔ اب وہ بوڑھا، دیندار، رُوحانی عمل کرنے والا نہیں رہا۔ مرجانہ جب بھی ہمارے ہاتھ لگے گی وہ پھر ذہنی طور پر بدل جائے گی۔ آج فرہاد کی دوست ہے کل اس کی بدترین دشمن ہوگی۔ برین واشنگ کا یہ عمل سونیتی کے ساتھ بھی ہوگا۔ اس کی برین واشنگ ایسے طریقے سے کی جائے گی کہ وہ فرہاد کی دوستی، رفاقت اور محبت کو بھول جائے۔ صرف ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دوبارہ حاصل کر لے، اس مسئلے پر برین واش کرنے والے ہمارے ماہرین غور کر رہے ہیں۔ آخر میں فرہاد علی تیمور ذرا اپنے متعلق توجہ سے کچھ ضروری باتیں سُن لے اور ذہن نشین کرے۔“

موشے الیسٹرو نے ورق الٹ کر آگے پڑھا۔ آگے لکھا ہوا تھا۔ ”مسٹر فرہاد! ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہم اپنی دُعا سے دوا سے اور اپنے طرزِ عمل سے تمھیں زیادہ سے زیادہ زندہ رکھیں گے اور تمھیں بھی سونیتی کی طرح اپنے لیے ایک فن مزدور استعمال کریں گے۔ ہماری تنظیم میں ہم سے پہلے جو پلان میکر تھے۔ انھوں نے صرف انتقامی جذبے کے تحت سوچا اور تمھارے پیچھے قاتل لگا دیے لیکن ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے۔

اب ہم نے تمھارے پیچھے ایسے شکاریوں کو چھوڑ رکھا ہے جو تمھارے اطراف ان دیکھا جال بچھا رہے ہیں اور تمھیں رفتہ رفتہ اس جال میں کھینچتے ہوئے ہمارے پاس لا رہے ہیں۔ تمھیں اس بات کا احساس نہیں ہو رہا ہے۔ بہت جلد تمھیں پتہ چل جائے گا۔

یہ ہیں دھمکیاں دینے کی باتیں۔ جس طرح تم دھمکیاں دیتے رہے ہو اور اس پر عمل بھی کرتے رہے ہو۔ ہم بھی عمل کرتے ہیں لیکن یہ سلسلہ کب تک رہے گا؟

کیا ہم مسلسل اپنے نقصانات برداشت کر سکتے ہیں یا تم وہ نقصانات برداشت کر سکتے ہو جن کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے؟

اگر یہ ہم دونوں کے لیے ممکن نہیں ہے تو پھر آؤ، ہم کوئی ایسا راستہ نکالتے ہیں جس پر چل کر ہم آئندہ دوست بن کر رہ سکیں۔ ایک بات اور ذہن میں رکھو۔ ایسا راستہ بھی ہے کہ اگر ہم دوست بن کر نہ رہ سکیں تو کم از کم آپس کی دشمنی کو ختم کر دیں۔

مسٹر فرہاد علی تیمور! تم اپنے اسلامی ممالک میں جاؤ اور اُن کے خیالات پڑھو۔ یہ ممالک جغرافیائی لحاظ سے بہت بڑے ہیں۔ یہ تمام ممالک دولت میں بھی ہم سے برتر نہیں ہیں تو کمتر بھی نہیں ہیں۔ تمام اسلامی ممالک کی مجموعی فوج کسی بھی سپر مُلک کی فوج کے برابر ہوگی یا اس سے زیادہ ہوگی یعنی یہ ممالک اس قدر طاقت ور ہونے کے باوجود ہم سے دشمنی نہیں کرتے ہیں۔ اگر ہم کسی ایک اسلامی ملک پر حملہ کرتے ہیں یا اُن کی زمین پر قبضہ جماتے ہیں تو وہ اس اسلامی ملک کو نہ تو فوجی امداد دیتے ہیں نہ مالی امداد پہنچاتے ہیں۔ صرف اخلاقی طور پر ہمدردی کرتے ہیں اور ہماری مذمّت زبانی طور پر کرتے رہیں گے، اس سے آگے وہ نہیں بڑھیں گے۔

ٹھیک اسی طرح ہمارے اور تمھارے درمیان معاہدہ ہو سکتا ہے۔ تم ہماری زبانی مذمّت کرتے رہو۔ جس قدر چاہو ہم پر کیچڑ اُچھالتے رہو لیکن ہمیں جانی اور مالی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اس کے لیے ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ تمھارے مُلک میں کبھی کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں جس طرح کی ضمانت چاہو ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔

اب تمھیں فیصلہ کرنے کے لیے بنیادی طور پر دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اوّل تو یہ کہ تم نے سمجھوتے کی راہ اختیار نہ کی، ہم سے کوئی دوستانہ معاہدہ نہ کیا تو رشتوں کے اعتبار سے تمھیں جو نقصان پہنچے گا اس کی ابتدا شاہینہ کے سسرال سے ہوگی۔ اس کے بعد دوسرے رشتے دار تمھارے غلط فیصلے کی سزا بھگتنا شروع کر دیں گے۔

دوسری اہم بات تمھاری حُب الوطنی کی آزمائش ہے۔ تمھارا دوستانہ فیصلہ تمھارے ملک میں امن و امان کی ضمانت ہوگا ورنہ وہاں جو بھی تخریبی کارروائیاں ہوں گی وہ محض تمھارے فیصلے کی وجہ سے ہوں گی۔

ان دو بنیادی باتوں کے علاوہ تیسری ایک اور بات ذہن نشین کرو۔ اس کے بعد ہم تمھیں کسی بھی ملک میں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے جہاں جاؤ گے، اس مُلک کے حکمراں تمھیں پناہ دینے سے انکار کر دیں گے۔ وہاں کے قانون کے محافظ تمھارے خلاف محاذ آرائی کریں گے حتیٰ کہ تم اپنے وطن میں بھی نہیں رہ سکو گے۔ ہم اس کی مثال پچھلے دنوں پیش کر چکے ہیں۔ تمھیں تمھارے ہی ملک سے نکالنے والے تمھارے خلاف اور کیا کچھ کر سکتے ہیں، یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔

تم نے سونیتی کی واپسی کی شرط رکھی ہے، یہ شرط ہمیں منظور نہیں ہے کیونکہ ہماری منصوبہ بندی میں یہ بات بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ جس زمین پر ہم قبضہ جما لیتے ہیں، اسے واپس نہیں کرتے۔ جس فرد کو اپنا لیتے ہیں، اسے یا تو مار ڈالتے ہیں یا تاحیات اپنا بنا کر رکھتے ہیں اور اپنے طور پر اسے استعمال کرتے ہیں۔ ہم سونیتی کو دشمن نہیں سمجھیں گے۔ اسے ایسا دوست بنائیں گے کہ تم حیران رہ جاؤ گے۔

ہماری طرف سے تمھارے عزیزوں کو خصوصاً سونیا اور پارس کو جو نقصان پہنچا ہے اس کے لیے ہمیں بے حد افسوس ہے لیکن جنگ اور محبت میں ایسا ہوتا ہے۔ تم اپنی کتنی ہی محبتیں ہمارے ہاتھوں ہار چکے ہو اور ہم کتنے ہی باصلاحیت لوگوں کو تمھاری وجہ سے ہمیشہ کے لیے کھو چکے ہیں، ایسا تو ہوتا ہی ہے لیکن آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

مسٹر فرہاد علی تیمور! ہمیں جو کہنا تھا وہ کہہ چکے۔ جواباً جو کہنا چاہو گے اُسے ہم موشے الیسٹرو کی زبان سے سن لیں گے۔ یہاں جو باتیں ہوں گی وہ ہم تک نشر ہوتی رہیں گی۔ ہم نے اس کے انتظامات کر لیے ہیں۔“

موشے الیسٹرو نے فائل کو بند کر دیا۔ پھر بے چینی سے سوچنے لگا۔ ”کیا بات ہے فرہاد ابھی تک نہیں آیا، کیا بات بگڑ جائے گی؟ کیا وہ ہماری شرائط تسلیم نہیں کرے گا؟ موت ہمارے لیے لازمی ہو جائے گی؟“

اس وقت میں چُپ چاپ حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے جس حد تک نہیں سوچا تھا، اس حد تک دشمن پہنچ رہے تھے۔ مجھے ہر طرف سے گھیر رہے تھے، انھوں نے دوستی کے لیے، اور دشمنی کے لیے ہر قسم کی باتیں کی تھیں، مجھے ہر پہلو سے غور کرنے کی دعوت دی تھی اور میں اُن کے بتائے ہوئے پہلوؤں پر غور کرتا تو یقیناً اُن کی طرف جھکنے ہی والی بات تھی۔

میں پھر موشے الیسٹرو کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُسی وقت وہاں ایک شخص نے آ کر کہا۔ ”ابھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ مسٹر فرہاد رنگون میں ہونے والے اجلاس میں موجود تھے۔ اب وہاں سے وہ موشے الیسٹرو کے پاس آنے کی بات کہہ کر اُس اجلاس سے غیر حاضر ہو گئے ہیں۔“

اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے اس کی زبان سے کہا۔ ”میں حاضر ہو گیا ہوں اور اب میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔“

سب اُسے چونک کر دیکھنے لگے۔ میں نے کہا۔ ”تم لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔ اس لیے اب میں موشے الیسٹرو کے دماغ میں پہنچ رہا ہوں۔“

جب میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے موت اس کے اندر سمانے والی ہو حالانکہ میں بہت دیر سے اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ بس احساس کی بات ہوتی ہے معلوم نہ ہو تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ موت ہماری شہ رگ کے قریب ہے۔

میں نے کہا۔ "موشے الیٹرو! میں آگیا ہوں اور تمھارے اندر موجود ہوں۔"

وہ فوراً ہی احتراماً کھڑا ہوگیا۔ میں نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔ تم میرے احترام میں نہیں بلکہ اپنی موت کی تعظیم میں کھڑے ہوگئے ہو۔"

وہ بیٹھ گیا۔ اپنے ساتھیوں سے لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور ہمارے پاس موجود ہیں۔ میں یہ فائل کھول کر پڑھ رہا ہوں۔"

پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ "جناب! آپ سن لیجیے۔ یہ فائل ہمیں اپنی سب سے بڑی تنظیم کا ہال کے ہیڈکوارٹر سے موصول ہوئی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائیں۔"

میں نے وان کریک کے دماغ میں پہنچ کر اس کی زبان سے کہا۔ "اس وقت میں وان کریک کے اندر موجود ہوں اور اسی کے ذریعے گفتگو کر رہا ہوں۔"

موشے الیٹرو فائل کھولنے لگا۔ وان کریک کی زبان نے کہا۔ "فائل بند کردو۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے میں پڑھ چکا ہوں۔"

موشے الیٹرو نے سر اٹھا کر کہا۔ "مسٹر وان کریک! میں آپ کو نہیں فرہاد صاحب کو سنا رہا ہوں۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں، اس وقت وان کریک نہیں، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

اس نے فوراً ہی فائل بند کردی۔ ہکلاتے ہوئے کہا۔ "م۔۔ میں سمجھ گیا۔ آپ ہی بول رہے ہیں۔ آپ سے تو کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ یقیناً فائل کی تمام باتیں آپ کو معلوم ہو چکی ہوں گی۔ میں یہ پوچھنے کی جرأت نہیں کروں گا کہ آپ نے کیسے معلوم کیا۔ بہرحال آپ جو جواب دیں گے وہ یہاں ریکارڈ ہوتا رہے گا اور دوسری طرف آپ کی باتیں سنی جائیں گی اور۔۔۔"

"اور آگے نہ بولو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہاں ایک پاورفل مائک نصب کیا گیا ہے۔ میں وان کریک کے ذریعے جو کہوں گا، وہ دوسری طرف سنا جائے گا۔"

وہ خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "جی ہاں، جی ہاں، آپ سب سمجھتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان تمام باتوں کا جواب دیتے وقت بھی آپ پوری سمجھ داری سے کام لیں گے۔"

"میں یقیناً جواب دوں گا لیکن اس کے لیے انتظار کرو۔ رنگون میں بیٹھے ہوئے معزز افسران میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں ابھی وہاں سے آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں پھر اس مسلح محافظ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرے وہاں سے جانے کے بعد اس محافظ کو ہال سے باہر بھیج دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ان معزز عہدیداروں کے سامنے ایک کمتر شخص تھا۔ اسے وہ لوگ اپنے برابر نہیں بٹھا سکتے تھے۔ میں اسے پھر ہال کے اندر لے آیا۔ وہ بڑی شان سے چلتا ہوا اسی کرسی تک آیا جہاں سے تھوڑی دیر پہلے اسے اٹھا دیا گیا تھا۔ اس نے کرسی کو کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں فرہاد علی تیمور آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔"

اس کی موجودگی پر کچھ لوگ اعتراض کرنا چاہتے تھے، مگر میرا نام سن کر چپ ہوگئے۔ میں نے چیف سیکرٹری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے آپ لوگوں کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ میں مجبور تھا۔ وہاں میرے سامنے بڑی بڑی شرائط پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بڑی بڑی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اگر میں نے رسونتی کی واپسی کا مطالبہ کیا اور یہ مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں کسی بھی یہودی کو ہلاک کیا تو وہ مجھے بے حد و حساب نقصان پہنچائیں گے۔"

ایک لمحے کے توقف کے بعد میں نے کہا۔ "وہ میری عزیز ترین بہن کو ہلاک کریں گے، اس کے سسرال کے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ اتاریں گے، اس کے بعد میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی چن چن کر ہلاک کریں گے۔ مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ میں ان کے لیے کب تک احتیاطی تدابیر اختیار کرتا رہوں گا۔ بے شک وہ درست کہتے ہیں۔ میں کسی بھی رشتے دار یا کسی بھی ساتھی کی ہر لمحہ حفاظت نہیں کرسکتا۔"

میں نے اس محافظ کے ذریعے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "انھوں نے یہ بھی دھمکی دی ہے کہ میں نے ان سے دوستی نہ کی تو وہ میرے ملک میں تخریبی کارروائیاں شروع کریں گے اور اس کی تمام ذمے داری مجھ پر ہوگی۔ پھر انھوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ وہ مجھے کسی بھی ملک میں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ میرے لیے ایسے حالات پیدا کریں گے کہ میں جس ملک میں جاؤں گا مجھے اس زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ اتنی بڑی دنیا میرے لیے تنگ ہو جائے گی کہ شاید میری قبر کی جگہ بھی نہ نکل سکے۔"

مسٹر غایت حسین نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! اپنی قوت پرواز سے زیادہ بلندی پر جاکر اڑنے والے کے پر جل جاتے ہیں۔ آپ کو اپنی حیثیت سے بڑی طاقتوں سے ٹکراتے وقت سوچ لینا چاہیے تھا کہ انجام کیسا عبرت ناک ہوسکتا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کیا یہ میرے مسائل کا حل ہے یا یہ انصاف کا تقاضا پورا کیا جا رہا ہے کہ میرے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں اور مجھے ہی نصیحتیں کی جا رہی ہیں؟"

چیف سیکرٹری نے کہا۔ "ہم مانتے ہیں کہ تم پر زیادتیاں کی جا رہی ہیں اور تمھیں ان کی شرائط کے آگے جھکنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ تم اس اجلاس میں بیٹھ کر بین الاقوامی انصاف کی باتیں نہ کرو۔ انصاف ہوتا تو فلسطین میں ہو جاتا۔ انصاف ہوتا تو بھارتی مسلمانوں سے ہو جاتا۔ دنیا کے کتنے ہی پسماندہ ممالک انصاف کے لیے ترستے ہیں۔ تم مجموعی طور پر کوئی ترقی پذیر یا ترقی یافتہ ملک نہیں ہو اور نہ ایسے کسی ملک کے حکمراں ہو۔ تم ایک عام آدمی ہو۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بنا پر ایک الگ انفرادی حیثیت حاصل کرسکتے ہیں لیکن یہ توقع نہیں کرسکتے کہ کسی دوسرے ملک کے مقابلے پر تم سے ترجیحی سلوک کیا جائے گا۔ پلیز! تم اپنے ملک واپس چلے جاؤ۔ ہم اپنے ملک میں امن و امان چاہتے ہیں۔ ہم اسرائیلی حکومت سے بھی اہم۔۔۔ معاملات طے کر رہے ہیں اور اس حکومت سے بھی اس بات کی ضمانت حاصل کر رہے ہیں کہ آئندہ یہاں یہودی کوئی تخریبی کارروائی نہیں کریں گے اور نہ ہی یہاں کے امن و امان کو غارت کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "آپ سیاسی اعتبار سے اپنے فیصلے سنا رہے ہیں لیکن میں انسانیت کے نام پر پوچھتا ہوں۔ میری بیوی کو اغوا کیا گیا ہے اس سلسلے میں آپ کی حکومت کیا کرسکتی ہے؟ کیونکہ اسے آپ ہی کے ملک سے اغوا کیا گیا ہے۔"

"ہم اس سلسلے میں اسرائیلی حکومت سے درخواست کر رہے ہیں کہ مادام رسونتی کو آپ کے حوالے کر دیا جائے۔"

"اور میں آپ سے کہہ چکا ہوں، وہ میری بیوی کو ہمیشہ یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھیں گے۔"

چیف سیکرٹری نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! تم نے ہمیں انسانیت کا واسطہ دیا ہے اور ہم نے اس کا جواب دے دیا کہ ہم اپنے طور پر کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمیں آپ سے ہمدردی ہے اور ہم اپنے طور پر مادام رسونتی کے لیے کوششیں کرتے رہیں گے۔ اس سے زیادہ ہم کیا کرسکتے ہیں؟"

"بے شک آپ اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتے۔"

مسلح محافظ وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ پھر کرسی کو ایک لات مار کر پیچھے کی طرف گراتے ہوئے بولا۔ "میں بہت کچھ کرسکتا ہوں۔"

چیف سیکرٹری اچھل کر کھڑا ہوگیا، پھر اس نے کہا۔ "یہ مجلس کے آداب کے خلاف ہے۔ اس کرسی کو اٹھاؤ اور حاضرین اجلاس سے معافی مانگو۔"

محافظ نے حقارت سے جواب دیا۔ "ایک انسان اپنی خطا پر دوسرے انسان سے معافی مانگتا ہے لیکن جس مجلس میں انسانیت کے نام پر کوئی انسانی فیصلہ نہ ہوسکے وہاں معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم اپنی گھڑی دیکھو اور وقت بتاؤ۔"

چیف سیکرٹری نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ "تم۔۔۔ تم مجھے وقت بتانے کے لیے حکم دوگے؟"

"ہاں۔ میں حکم دے رہا ہوں اور ابھی تم عمل کروگے۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنی گھڑی دیکھی پھر کہا۔ "گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔"

"شاباش۔" میں نے کہتے ہوئے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ چکرا کر دھب سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "بارہ بجنے میں پینتالیس منٹ رہ گئے ہیں۔ اگر پینتالیس منٹ کے اندر رسونتی واپس نہ آئی تو۔۔۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ مسلح محافظ نے وہاں بیٹھے ہوئے معزز افراد کو دیکھا پھر وہاں سے چلتے ہوئے دروازے کی طرف جانے لگا۔ ایک پولیس آفیسر نے اٹھ کر کہا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! ایک جاتے ہوئے آپ کو یہاں سے دوستانہ انداز میں رخصت ہونا چاہیے۔"

مسلح محافظ نے وہاں سے پلٹ کر پوچھا۔ "کون ہے میرا دوست؟ کون مجھ سے دوستانہ انداز میں انصاف کرے گا؟ آپ پولیس آفیسر ہیں، میں انٹیلی جینس کے ڈائرکٹر جنرل سے بھی کہتا ہوں، آپ لوگ مطمئن رہیں۔ میں اس لمحے سے جب تک برما میں رہوں گا، یہاں کا حق نمک ادا کروں گا۔ یہاں کوئی خون خرابہ نہیں ہوگا۔ یہاں کا امن و امان غارت نہیں ہوگا لیکن جن یہودیوں کو میں نے موت کا مژدہ سنایا ہے، وہ سب بارہ بجے کے بعد یہاں سے بھاگیں گے۔ میری ٹیلی پیتھی کے اشارے پر برما کی حد سے باہر نکل جائیں گے اور اپنی اپنی موت کو گلے لگائیں گے۔"

ایک ذرا رک کر میں نے کہا۔ "لیکن میں پولیس افسران اور انٹیلی جنس کے افسران کو بھی دوستانہ انداز میں مشورہ دیتا ہوں، میری تلاش نہ کی جائے۔ اگر مجھے پتہ چل گیا کہ کوئی بھی میری تلاش میں نکل پڑا ہے تو وہ اپنے گھر کے دروازے تک زندہ واپس نہیں جائے گا۔ لہٰذا جب میں نے یہاں کے امن و امان کی ضمانت دی ہے تو پھر کوئی میرے پیچھے نہ آئے۔"

یہ کہتے ہوئے محافظ وہاں سے پلٹ گیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے باہر چلا گیا۔ جیسے ہی وہ ہال سے باہر پہنچا میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا اور موشے الیٹرو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا، کہنے لگا۔ "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں چونکہ میں موشے الیٹرو بھی ہوں اس لیے سیدھے سادے انداز میں نہیں بولوں گا۔ یہاں سامنے والی دیوار سے سر ٹکراؤں گا اور اپنی بات کہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے کرسی کو ایک ٹھوکر ماری۔ پھر دوڑتا ہوا گیا اور سر کو دیوار سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف گر پڑا۔ اس کے تمام ساتھی اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ کتنے ہی لوگوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ پھر اس نے سب کو جھٹک کر دور ہٹاتے ہوئے کہا۔ "ابھی ایک بار ٹکر ماری ہے اس لیے ایک بات سن لو۔ برما کے وقت کے مطابق اس وقت گیارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ ٹھیک چالیس منٹ کے اندر رسونتی کو رنگون پہنچ جانا چاہیے۔ اب میں دوسری ٹکر مارنے جا رہا ہوں۔"

سب نے اسے پکڑ لیا۔ بھلا وہ یہ کیوں چاہتے کہ ان کا سربراہ خواہ مخواہ ان کے سامنے دیوار سے سر ٹکرائے۔ ادھر انھوں نے موشے الیٹرو کو جکڑ رکھا تھا۔ ادھر وان کریک دوڑتا ہوا دوسری دیوار کی طرف گیا۔ پھر اپنے سر کو زور سے وہاں ٹکرایا۔ نتیجے کے طور پر پیچھے کی طرف جاکر گر پڑا۔ اب لوگ اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اسے سنبھالنے لگے۔ پھر کہنے لگے۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔ تم نے سر کو کیوں ٹکرایا؟"

اس نے کہا۔ "اب میں فرہاد ہوں۔ یہاں تمہاری کا ہال تنظیم

کے جو بڑے بڑے عہدے داران میری باتیں سن رہے ہیں۔ وہ اچھی طرح سن لیں۔ مجھے اپنی بہن شاہینہ کی زندگی عزیز ہے۔ میں نے اس کے اطراف سخت پہرہ لگایا ہے۔ یہ نہ پوچھو کہ یہ پہرہ کب تک قائم رہ سکتا ہے۔ اس کا جواب میں برما کے وقت کے مطابق چار بجے تک دوں گا۔ فی الحال اتنا جان لینا کافی ہے کہ جن یہودیوں کی ہلاکت کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ وہ ہر حال میں مریں گے۔ صرف رسونتی کی واپسی انہیں زندہ رکھ سکتی ہے اور اس کی واپسی کے لیے اب چالیس منٹ سے بھی کم وقت رہ گیا ہے۔"

میں ان کے پاس سے اپنی بہن شاہینہ کے پاس پہنچا۔ وہ اور اس کی بچی اور دوسرے رشتے دار بخیریت تھے۔ میں نے سعید صاحب سے کہا "جناب! آپ شام تک اسی کوٹھی میں رہیں۔ شاہینہ کو اور تمام گھر والوں کو کسی دوسرے کی ذمے داری پر نہ چھوڑیں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے بڑا سخت پہرہ لگا رکھا ہے۔ پھر بھی میں آپ کی موجودگی ضروری سمجھتا ہوں۔"

سعید صاحب نے کہا "تم بے فکر رہو۔ میں اپنی ذمے داریوں کو سمجھ رہا ہوں۔ شام تک یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا لیکن یہ شام تک کی پابندی کیوں ہے؟"

میں ایک خوشخبری سنا رہا ہوں۔ لاہور کے وقت کے مطابق شاید چھ یا سات بجے تک سونیا ایک دوسرے روپ میں لاہور پہنچ جائے گی۔"

"کیا؟" انہوں نے حیرانی سے چونک کر پوچھا۔

میں نے مسکرا کر کہا "جی ہاں۔ وہ دنیا والوں کے لیے مر چکی ہے لیکن میری بہن کے لیے پھر زندہ ہو رہی ہے۔ میں بعد میں اس کے متعلق بتاؤں گا کہ وہ کس انداز میں وہاں پہنچنے والی ہے۔"

پھر میں نے یہی خوشخبری شاہینہ کو سنائی تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ اپنی بچی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا "سونیا بھابی کو اپنے قریب پا کر مجھے ہمیشہ یوں لگتا ہے جیسے میں نے آپ کو پا لیا ہے مجھے پھر دنیا کا ڈر نہیں رہتا۔ اللہ! اب شام تک وقت کیسے گزرے گا۔ خوشی سے تو میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑیں گے۔"

میں اس کی خوشی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اپنے مسائل کو ذرا دیر کے لیے بھول گیا اور ایسا ہونا بھی چاہیے ورنہ انسان صرف مسائل میں گھرا رہے تو پاگل ہی ہو جائے۔

دہلی کے وقت کے مطابق مجھے ایک بجے پارس وجے آنند کے پاس پہنچنا تھا اس کے لیے ابھی کافی وقت تھا۔ کیونکہ مجھے یہاں کے وقت کے مطابق دو بجے سے کچھ پہلے وہاں جانا تھا۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارے کی ایک سیٹ پر آرام سے بیٹھی ہوئی کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔ میں نے اسے اجلاس کی رپورٹ تفصیل سے سنائی۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔

"معاملات الجھتے ہی جا رہے ہیں۔ دشمن اپنی دشمنی سے باز نہیں آئیں گے اور تم بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے رہو گے۔ آخر ایسا کب تک ہو گا۔ ٹھیک ہے میں شاہینہ کی حفاظت کے لیے جا رہی ہوں۔ اپنی آخری سانس تک اس پر آنچ نہیں آنے دوں گی لیکن دشمن کی دھمکیاں یک طرفہ نہیں ہیں۔ ہم ادھر شاہینہ کی حفاظت پوری توجہ سے کرتے رہیں گے۔ ادھر دشمن تمہارے ملک میں تخریبی کارروائیاں شروع کر دیں گے۔ تمہارے لیے ہر ملک کی زمین تنگ کر دیں گے اور وہ کیسی مکاریاں دکھائیں گے یہ ہم ابھی نہیں جانتے۔ جتنا انہوں نے دھمکایا ہے اتنی ہی باتیں ہمارے علم میں ہیں۔"

"تم لاہور پہنچ جاؤ اس کے بعد پھر اس مسئلے پر بات کریں گے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہارے ذہن میں کچھ اور باتیں پک رہی ہیں۔ اسی لیے تم ان باتوں کو ٹال رہے ہو اور دشمنوں سے انتقام لینے کو اہمیت دے رہے ہو۔"

"تم نے ابھی کہا ہے۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا رہوں گا۔ یقیناً دشمنوں کے ساتھ یہی کرنا چاہیے۔ ذرا میں رسونتی کو بار سے واپس بلا لوں۔ پھر دیکھنا کہ میں کس طرح ان کے ہوش اڑاتا ہوں۔"

"آخر مجھے بتاؤ تو سہی۔ تم سوچ کیا رہے ہو۔ کیا کرنا چاہتے؟"

دیکھو سونیا! یہ درست ہے کہ ہم تمام عمر شاہینہ کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ تمام عمر اپنے عزیز رشتوں کو اور اپنے ساتھیوں کو دشمنوں کی مکاریوں سے بچا نہیں سکتے۔ اس کے لیے کوئی ایسی تدبیر سوچنا ہو گی کہ دشمن پھر کبھی ہماری طرف رخ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں۔"

"آخر وہ کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟"

"تم بہت ذہین ہو۔ ذرا سوچو، مجھے مشورہ دو۔ میں بھی سوچ رہا ہوں۔ جب کوئی بات دماغ میں آئے گی تو میں تمہارے پاس آؤں گا اسی سفر کے دوران تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ فی الحال بتاؤ کہ تم کس روپ میں، کس نام سے لاہور پہنچ رہی ہو؟"

سونیا نے مسکرا کر اپنے پرس میں سے ایک چھوٹا سا آئینہ نکالا۔ پھر اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "مجھے آئینے میں مرجانا کی صورت نظر آ رہی ہے۔"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم مرجانہ بن کر لاہور آ رہی ہو؟"

"اور کیا کر سکتی تھی۔ اتنی جلدی پیرس میں کسی مشرقی لڑکی کا پاسپورٹ نہیں مل سکتا تھا۔ صرف لاہور پہنچنے کی بات ہوتی تو میں کسی بھی مذہب، کسی بھی قوم کی لڑکی کے روپ میں وہاں چلی جاتی لیکن مجھے ایک مسلمان گھرانے میں، شاہینہ کی سسرال میں جانا اور رہنا ہے۔ اس طرح کہ دشمنوں کو شبہ نہ ہو۔ اس لیے اگر میری

نگرانی ہو رہی ہو گی یا لاہور میں دشمنوں نے مجھے دیکھ بھی لیا تو یہی سمجھیں گے کہ مرجانہ شاہینہ کے پاس پہنچ گئی ہے۔"

میں نے قائل ہو کر کہا "واقعی تمہیں مرجانہ بن کر ہی وہاں پہنچنا چاہیے۔"

میں مطمئن ہو کر اس کے پاس سے آنا چاہتا تھا لیکن اطمینان میرے نصیب میں نہیں۔ میں نے اس سے کہا "مرجانہ کوئی گمنام سی لڑکی نہیں ہے۔ ہمارے تمام دشمن اور خصوصاً یہودی تنظیم کے سبھی لوگ اسے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ کیا تم نے اس پہلو سے سوچا ہے کہ تم مرجانہ کی حیثیت سے دشمنوں کی نظروں میں آؤ گی تو تمہارے سامنے طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی۔"

"میں اتنی نادان نہیں ہوں۔ میں نے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کیا ہے۔ بابا صاحب کے ادارے سے پیرس کے ایئرپورٹ تک چھپ کر آئی ہوں۔ طیارے کے بیشتر مسافروں کو چپ چاپ ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا ہے۔ سفر کے دوران کوئی مجھے ٹریپ کرے گا تو میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"میں جانتا ہوں۔ دشمن تمہیں آسانی سے ٹریپ نہیں کر سکیں گے لیکن تمہاری لاعلمی میں کچھ کر سکتے ہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ایسی چیز ملا سکتے ہیں جس سے تم ہمیشہ کی نیند سو جاؤ لیکن نہیں وہ تمہیں مرجانہ سمجھ کر بھی جان سے نہیں ماریں گے جس طرح رسونتی کو یرغمال بنایا ہے۔ اس طرح تمہیں بھی قیدی بنا کر رکھ سکتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "اسی لیے تو میں مطمئن ہوں۔ وہ کچھ بھی کریں، مگر مجھے جان سے نہیں ماریں گے۔"

"پھر بھی کسی ایئر ہوسٹس سے گفتگو کرو۔ میں اس کے ذریعے معلوم کروں گا۔ کسی نے تمہیں پہچانا تو نہیں۔ تمہارے کھانے پینے کی چیزوں میں کوئی ملاوٹ تو نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "یہاں کی ایک ایئر ہوسٹس بہت ہی خوبصورت ہے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچو گے تو چپ چاپ دل میں بھی پہنچ جاؤ گے ہائے، پھر میں کنواری رہ جاؤں گی۔"

"مذاق نہ کرو۔ شاید تم ان کی طرف سے مطمئن ہو۔"

"یہی بات ہے۔ یہاں کی دو ایئر ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ، تینوں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بابا صاحب کے ادارے سے کامیاب ہو کر جانے والے ایئر فرانس کے کتنے ہی شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے تین ساتھی ایئر فرانس کے اس طیارے میں ہیں اور وہ بھی یہاں کے تمام مسافروں کو اچھی طرح ٹٹول رہے ہیں۔ ان تینوں کو میزبان کی حیثیت سے زیادہ مواقع حاصل ہیں اور وہ ان سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔ ٹٹول رہے ہیں۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہو گا تو وہ مجھے اشارہ کر دیں گے۔"

میں نے گھڑی دیکھی۔ برما کے وقت کے مطابق بارہ بجنے کے لیے پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ میں نے کہا "سونیا! میرا اب یہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ اس لیے جا رہا ہوں جب واپس آؤں گا تو تمہارے ان تینوں ساتھیوں کے دماغ میں پہنچوں گا اور ان کے ذریعے معلوم کروں گا کہ انہوں نے مسافروں کے سلسلے میں کیا معلومات حاصل کی ہیں۔ پھر یہ کہ یہ طیارہ یہاں سے استنبول پہنچے گا۔ وہاں بھی کچھ نئے مسافر طیارے میں آئیں گے۔"

سونیا نے قائل ہو کر کہا "ٹھیک ہے۔ ہم لوگوں کے چہرے پڑھ سکتے ہیں۔ ان پر زیادہ سے زیادہ شبہ کر سکتے ہیں۔ تم ان کے دماغوں کو پڑھ لو گے۔ بہرحال جب آؤ گے تو میں ان تینوں سے تمہارا تعارف کراؤں گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی نے پوچھا۔ "کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے؟"

"نہیں ابھی اپنے سب لوگ بخیریت ہیں اور اب میں اپنے کیے ہوئے چیلنج کو پورا کرنے دشمنوں کے پاس جا رہا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "چائے پلاؤں؟"

"ضرور پلاؤ۔"

وہ چلی گئی میں ڈان فریز کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ ابھی تک اسی ہال میں موجود تھے، جہاں اجلاس ہوا تھا چیف سیکرٹری جا چکا تھا لیکن مسٹر عنایت حسین وہاں موجود تھے۔ تاکہ مجھے انتقامی کارروائی سے باز رکھیں۔ میں نے ڈان فریز کے دماغ کو ایک جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخ کر اپنی کرسی سے اٹھا۔ پھر کرسی سمیت پیچھے کی طرف گر پڑا۔ دوسرا جھٹکا میں نے لون بیکر کو پہنچایا۔ اس کی بھی یہی حالت ہوئی وہ دونوں چیخ چیخ کر کہنے لگے "فرہاد آ گیا ہے۔ فرہاد آ گیا ہے۔"

مسٹر عنایت حسین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "مسٹر فرہاد! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کیپٹن موروشان کی زبان سے کہا "میں اس وقت کیپٹن موروشان کے پاس موجود ہوں فرمائیے؟"

"میں ان لوگوں سے معاملات طے کر رہا ہوں۔ یہ اپنے بڑوں سے باتیں کر چکے ہیں اور انہیں راضی کر رہے ہیں کہ تمہاری بیوی کو یہاں واپس بھیج دیا جائے۔ تم فی الحال اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ۔"

میں نے پوچھا "کسی کو کسی کی حرکت سے باز رکھنے کے لیے کتنے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ پہلے تو طاقت سے دھمکایا جاتا ہے۔ جیسا کہ مجھے دھمکایا گیا۔ جواباً میں ٹیلی پیتھی کی طاقت استعمال کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے میں نے خدا کا واسطہ دیا، میں نے انسانیت کا واسطہ دیا۔ میں آپ کو بھی خدا اور انسانیت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ آپ کے پاس ذرا بھی انصاف

ہے تو ایک شخص کی اغوا کی ہوئی بیوی کو واپس بھیج دیں۔ پہلے اس پر بات کریں۔ تعجب ہے کہ آپ اخبارات میں یہودیوں کے خلاف بیانات دیتے ہیں لیکن درپردہ ان کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ یہ دشمن مجھے بھی ایسی زبردست دھمکیاں دے چکے ہیں۔ جنہیں سننے کے بعد کوئی بھی ان کے آگے گھٹنے ٹیک سکتا ہے لیکن میں ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہوں اور ثابت کروں گا کہ میں ان کے سامنے کسی طرح بھی مجبور، بے بس اور کمزور نہیں ہوں۔"

تھوڑی دیر کے لیے وہاں سناٹا چھا گیا۔ پھر میں نے کہا۔ "ڈان فریزر! اور ٹون بیکر! تم یہودیوں کی جس ٹیم کے ساتھ یہاں آئے ہو۔ فوراً یہاں سے نکل جاؤ ورنہ یہیں مارے جاؤگے۔ اب یہ تم پر ہے۔ اگر تیز رفتار گاڑی میں بیٹھ کر جاؤ تو جلد ہی سرحد پار کر جاؤ گے جلدی موت کو گلے لگاؤ گے۔ اگر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے جاؤ گے جتنے گھنٹے اور جتنے دنوں کے بعد سرحد پار پہنچو گے اتنے دنوں تک زندہ رہو گے۔ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی ابھی چل پڑیں۔"

ٹون بیکر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے دماغ کو ایک جھٹکا لگا۔ میں نے اس سے کہا۔ "کوئی گزارش نہ کرو فوراً چل پڑو۔"

وہ فوراً ہی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "مسٹر فرہاد! کم آن۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ ہم ابھی نہیں مر رہے ہیں ابھی ہماری زندگی کے کچھ گھنٹے یا کچھ دن باقی ہیں۔ ہم بہت آہستہ آہستہ چلتے ہوئے سرحد تک جائیں گے۔"

میں نے کہا۔ "ڈان فریزر اور ٹون بیکر! اچھی طرح سن لو۔ میں پندرہ منٹ بعد پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے پورے قافلے کے ساتھ سرحد کی طرف جا رہے ہو یا نہیں۔ ہاں ایک بات یاد رکھو۔ تمہارے ساتھ جتنی عورتیں اور بچے ہیں ان کے لیے میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ انہیں تم آرام سے سرحد پار بھیج سکتے ہو۔ میں ان میں سے کسی کی بھی جان کا دشمن نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر میں موشے الیٹرو کے پاس پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا۔ وہ چیخ کر تلملانے لگا۔ اس کے ساتھی وان کریک کی بھی یہی حالت ہوئی۔ وہ دونوں چیخنے لگے۔ "فرہاد آگیا۔ فرہاد آگیا۔"

میں نے حقارت سے کہا۔ "جنگل میں گدڑیا چیختا رہتا تھا شیر آگیا۔ شیر آگیا۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ شیر محض ایک نام ہے جو بذاتِ خود کبھی نہیں آتا۔ اس بارے میں آج تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

وہ دونوں تھر تھر کانپتے ہوئے کہنے لگے۔ "ہم تو ہمیشہ تم سے ڈرتے رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں تمہاری شرط پوری نہ ہوئی تو تم ہمیں مار ڈالو گے اور تم ہمیں مار رہے ہو۔ ہم تمہیں خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہمیں تھوڑی سی مہلت دو۔ ہم مادام رسونتی کو ضرور تمہارے پاس پہنچا ئیں گے۔"

میں نے پوچھا۔ "کتنی مہلت؟"

"بس تھوڑی سی۔ آج ہمیں زندہ چھوڑ دو۔ ہم اپنے بڑوں سے اس سلسلے میں بات کر رہے ہیں۔ ہم بے موت نہیں مرنا چاہتے۔"

میں نے کہا۔ "میں نے برما میں تمہارے ساتھیوں کو یہ مہلت دی ہے کہ وہ جتنے گھنٹوں میں یا جتنے دنوں میں پیدل چلتے ہوئے سرحد پار کریں گے اتنے دنوں تک زندہ رہیں گے جیسے ہی سرحد پار کریں گے موت انہیں دبوچ لے گی۔ لہٰذا جب تک وہ سرحد پار نہ کریں۔ اس وقت تک تم بھی زندہ رہو گے اور میں اس وقت تک رسونتی کی واپسی کا انتظار کرتا رہوں گا۔ جاؤ، میں نے مہلت دی۔"

وہ دونوں حیرانی سے اور بے یقینی سے خلا میں تک رہے تھے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ موت وقتی طور پر ٹل گئی ہے۔ ان کے دوسرے ساتھیوں نے انہیں سہارا دے کر فرش پر سے اٹھا دیا تھا۔ پھر اچانک ہی موشے الیٹرو نے چیخ کر پوچھا۔ "جناب فرہاد صاحب! آپ موجود ہیں اگر موجود ہیں تو سن لیں۔ آپ بہت عظیم ہیں۔ آپ نے ہمیں زندہ رہنے کا تھوڑا سا وقت دے کر ہمارے دل جیت لیے ہیں ہم اپنے بڑوں سے آخری وقت تک فائیٹ کرتے رہیں گے۔ مادام رسونتی کو ضرور آپ کے پاس پہنچا ئیں گے۔"

وان کریک نے چیخ کر کہا۔ "جاؤ کسی طرح برما کے یہودی ساتھیوں کو اطلاع دو کہ جب تک ہم جدوجہد کر رہے ہیں اس وقت تک وہ سرحد پار نہ کریں۔ سرحد پار کرنے کے لیے چیونٹی کی چال چلیں۔ رک رک کر چلیں۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا۔ "چلنا زندگی ہے۔ رکنا موت۔ اس لیے تمہارے ساتھی رکیں گے نہیں۔ خواہ وہ چیونٹی کی چال چلتے رہیں۔"

میں پھر ڈان فریزر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اور ٹون بیکر ٹیلیفون کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دے رہے تھے اور اپنے کسی آدمی سے کہہ رہے تھے کہ مردوں میں صرف وہی ایک رنگون میں موجود رہے گا اور عورتوں اور بچوں کو بذریعہ طیارہ یہاں سے تل ابیب پہنچا دے گا۔

میں نے کہا۔ "ایک مرد بھی یہاں نہیں رہے گا۔ تمہاری عورتوں اور بچوں کو بھیجنے کی ذمّے داری برما کے افسران پر ہے"

وہاں کھڑے ہوئے ایک پولیس افسر نے کہا۔ "ٹھیک ہے مسٹر فرہاد! میں اس کی ذمّے داری لیتا ہوں ان کی عورتوں اور بچوں کو بحفاظت یہاں سے روانہ کر دوں گا۔"

میں نے کہا۔ "ڈان فریزر اور ٹون بیکر! میں مزید پندرہ منٹ کی مہلت دیتا ہوں۔ ایک جگہ جمع ہو جاؤ اور وہاں سے مارچ کرو لیکن چلنے کی شرط یہ ہے خواہ چیونٹی کی چال چلتے رہو مگر چلتے رہو۔ ایک ذرا نہ رکنا۔"

ٹون بیکر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن تین وقت کھانے کے لیے اور میرا مطلب ہے کہ ٹوائلٹ کے لیے ذرا سا رکنے کی مہلت تو ملے گی۔"

"جب وہ وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔"

پندرہ منٹ کے بعد وہ تمام یہودی ایکسپریس وے کے زیرو پوائنٹ پر پہنچ گئے میں نے کہا۔ "اب چل پڑو اور اپنے اس سفر کا آغاز کرتے وقت اپنے اس غیر انسانی تاریخی رویّے کو یاد کرو جب تم لوگوں نے ہزاروں فلسطینی مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو ان کی زمین اور وطن سے بے دخل کر کے وہاں سے سرحد پار چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا تم میں اور ہم میں ایک بہت بڑا تہذیبی فرق ہے۔ تم لوگوں نے عورتوں اور بچوں کو معاف نہیں کیا۔ میں مسلمان ہوں اور مجھے یہ فخر ہے کہ میں نے تمہاری عورتوں کی عزت رکھی اور تمہارے معصوم بچوں کے آرام کا خیال کیا۔ وہ یہاں سے بڑے آرام کے ساتھ جائیں گے۔ اب تم لوگ جاؤ مارچ کرو۔"

وہ چلنے لگے۔ بالکل آہستہ آہستہ جیسے چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ دور کھڑے ہوئے پولیس افسران اور بہت سے لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک پولیس آفیسر کے دماغ میں چپ چاپ جھانک کر دیکھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اگرچہ یہ مناسب نہیں ہے۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ پھر بھی ہمیں اطمینان ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد یہاں امن و امان قائم رہے گا۔"

میں دماغی طور پر پھر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر جیسے ہی سر اٹھا کر دیکھا۔ منجالی کی ہنسی سنائی دی۔ اس نے کہا۔ "میں جانتی تھی آپ مراقبے میں جا رہے ہیں تو واپسی کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ اسی لیے تھرماس میں چائے لے آئی تھی۔"

تھرماس میرے قریب رکھا ہوا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "ذرا سے ہاتھ لگا کر دیکھیں گرم ہے یا نہیں؟"

وہ آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی۔ "یہ کیا بات ہوئی تھرماس کبھی اوپر سے گرم نہیں ہوتا۔ اندر کی چیز گرم ہوتی ہے۔"

میں نے کہا۔ "انسان نے کیسی عجیب و غریب چیزیں ایجاد کی ہیں۔ گرمی کو چھپانے کے لیے اس پر تھرماس کا ٹھنڈا غلاف چڑھا دیا ہے۔"

آدھے گھنٹے کے بعد میں پھر ڈان فریزر کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے قافلے کے ساتھ بہت آہستہ آہستہ رینگنے کے انداز میں چل رہا تھا۔ اتنی دیر میں انہوں نے بمشکل ڈیڑھ فرلانگ کا فاصلہ طے کیا تھا ان کی چال سے پتہ چل رہا تھا کہ سرحد تک پہنچتے پہنچتے کم از کم دو چار دن لگا ہی دیں گے۔

وہ سب تعداد میں تقریباً ڈیڑھ سو تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ رنگون میں اتنے یہودی ہوں گے۔ ان کے علاوہ ان کی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ انہیں میں نے الگ کر دیا تھا اس قافلے میں بہت سے یہودی ایسے تھے جن کے دماغوں تک میں کبھی نہیں پہنچا تھا۔ لیکن سب دہشت زدہ تھے کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں کب کس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ پھر جو بھی کم سے کم وقت میں سرحد پار کرے گا وہ اتنی ہی جلدی مرے گا۔ اسی دہشت سے وہ سب لانگ مارچ کے لیے چلے آئے تھے۔

پیدل سفر کرتے رہنے کے دوران ڈان فریزر اور ٹون بیکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے اپنے لوگوں سے رابطہ قائم کر رہے تھے۔ جن سے رابطہ قائم کر رہے تھے میں ان کے دماغوں میں پہلے ہی پہنچ چکا تھا میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی میں نے معلوم کیا دوسری طرف سے انہیں ہدایت دی جا رہی تھی۔ "جتنا آہستہ چل سکتے ہو چلو۔ سرحد تک پہنچنے کے لیے سب سے طویل راستہ اختیار کرو۔ تم سب کی جانیں بچانے کے لیے رسونتی کو رنگون واپس بھیجنے کے لیے یہاں مذاکرات ہو رہے ہیں۔ ہمارے بڑے کسی نتیجے پر جلد ہی پہنچنے والے ہیں۔"

انہیں ہدایات دی جا رہی تھیں۔ تسلیاں بھی دی جا رہی تھیں میرے دشمن بھی فولادی ارادوں کے مالک تھے وہ اتنی آسانی سے رسونتی کو واپس نہیں کر سکتے تھے۔ میں ان کے ارادوں کو سمجھنے کے لیے دہلی کے باس وجے آنند کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میرے مخاطب کرتے ہی اس نے سلام کیا پھر کہا۔ "میں اسی کوٹھی میں ہوں جہاں مادام ہیں۔ ہم یہاں ڈیوٹی دینے والے افسر اور اس کے مسلح ماتحتوں کو ریلیف دینے کے لیے آدھ گھنٹہ پہلے چلے آئے ہیں۔ وہ افسر اپنے مسلح اسٹاف کے ساتھ جا چکا ہے۔ اس وقت میں اس کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں جان اسٹیورٹ کلر آف دی کلرس کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ جان اسٹیورٹ اس وقت فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔ آپ میرے ذریعے اس کی آواز سن سکتے ہیں۔"

میں اس کے ذریعے جان اسٹیورٹ کی آواز سننے لگا۔ وہ کان سے ریسیور لگائے دوسری طرف کسی کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ "میں بہت محتاط ہوں۔ یقیناً فرہاد کسی کے ذریعے یہاں تک پہنچنے کی کوشش کر چکا ہے۔ ناکام رہنے کے بعد اب ہمارے آدمیوں سے لانگ مارچ کرا رہا ہے۔"

پھر وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ جواباً۔ ہوں،

ہاں، بس آل رائٹ کہتا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا "میں سمجھتا ہوں، جب وہ شخص آتا ہے۔ تو پتہ نہیں چلتا۔ کیسے اچانک سامنے پہنچ گیا لیکن میرے سامنے پہنچنا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر صوفے پر آرام سے بیٹھ کر ٹیک لگا کر وجے آنند کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا ——
"ابھی فرہاد کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے بڑوں کے سامنے چیلنج کیا ہے۔ فرہاد شیر کے منہ سے نوالہ چھین کر لے جا سکتا ہے لیکن میری گرفت سے رسونتی کو لے جانا اس کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ کبھی میرا سامنا نہیں کر سکتا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجی اس نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو۔"

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ اس نے چونک کر، پھر غصہ دکھا کر پوچھا "تم کون ہو۔ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

اس کے ساتھ ہی اس نے ریسیور کو دیکھا۔ پھر منہ کے قریب کر کے چیخنے لگا "ہیلو، ہیلو......"

اس نے کریڈل پر بار بار ہاتھ مارا۔ اس کے بعد دوسرے نمبر ڈائل کیے۔ پتہ چلا کہ ڈائلنگ تو ہو رہی ہے مگر ٹون سنائی نہیں دے رہی ہے۔ کسی نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیے تھے۔

وجے آنند نے مسکرا کر پوچھا "مسٹر جان اسٹیورٹ! کیا بات ہے؟"

اس نے ریسیور کریڈل پر پٹختے ہوئے کہا "کوئی مجھے فون پر کہہ رہا تھا کہ ابھی میں نے فون پر کہا تھا۔ فرہاد کس وقت اچانک سامنے آ جاتا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا۔"

وجے آنند نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یقیناً ابھی آپ نے فون پر یہ بات کہی تھی۔"

جان اسٹیورٹ نے کہا "اسی بات کے جواب میں اس نامعلوم شخص نے کہا۔ فرہاد کی آمد کے آثار یہ ہیں کہ پہلے تمہارا ٹیلیفون کا رابطہ ختم کیا جا رہا ہے۔ تار کاٹے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد ہی یہ ٹیلیفون بالکل خاموش ہو گیا۔ یقیناً کسی نے تار کاٹ دیے ہیں۔"

وجے آنند نے تشویش ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "اب آپ کیا کریں گے؟"

جان اسٹیورٹ نے ہنستے ہوئے کہا "وہ مجھے بچہ سمجھتا ہے۔ میں اس کی توقع کے خلاف رسونتی کو اس سے چھین کر لے آیا ہوں۔ اب بھی میں نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں نے یہاں خطرے کے الارم لگائے ہیں تاکہ کوئی بات ہو تو اس کوٹھی کے باہر میرے خفیہ آدمیوں کو اس کا علم ہو جائے۔"

ادھر اس کی بات ختم ہوئی اُدھر چھت کا گردش کرتا ہوا پنکھا تھمنے لگا۔ وجے آنند نے انگلی سے پنکھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بجلی چلی گئی۔ اب خطرے کے الارم ہوں یا خوشی کا اناؤنسمنٹ۔ بجلی کے بغیر کوئی آواز اس کوٹھی کے باہر دور تک نہیں جا سکے گی۔ ہاں، اگر آپ چیخنا چلانا چاہیں تو یہ دوسری بات ہے۔"

وہ غصے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا "کیا تم مجھے بزدل سمجھتے ہو کہ میں عورتوں کی طرح رونا پیٹنا اور چیخنا شروع کر دوں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے۔"

وہ تیزی سے دروازے تک گیا۔ اور اس کے ہینڈل کو گھمایا۔ اسے اپنی طرف کھینچا لیکن وہ دروازہ کھل نہ سکا۔ باہر سے بند تھا۔ اس نے زور کی ایک لات مارتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا "یہ کس نے بند کیا ہے۔ کھولو۔"

وجے آنند آرام سے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "شاید یہ بھی فرہاد کی آمد کے آثار ہیں۔ ٹیلیفون کے تار کٹ گئے۔ بجلی ختم گئی۔ دروازہ بھی باہر سے بند ہو گیا۔"

اس نے گھور کر وجے آنند کو دیکھا۔ پھر وہاں سے تیزی سے پلٹ کر چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا۔ اسے بھی کھولنے کی کوشش کی۔ وہ باہر سے بند تھا۔ تب اس نے پلٹ کر تشویشناک انداز میں وجے آنند کو دیکھا۔ پھر کہا "تم یہاں آئے ہو اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔ میں نہیں آیا ہوں۔ تمہاری نظریں دھوکا کھا رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر وجے آنند کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا تم سیکورٹی آفیسر وجے آنند نہیں ہو؟"

"بے شک وجے آنند ہوں مگر سیکورٹی آفیسر نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو میرے پاس کم از کم ایک ریوالور ضرور ہوتا۔ دیکھ لو۔ میں بالکل نہتا ہوں۔"

جان اسٹیورٹ نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکال لیا۔ وجے آنند نے کہا "آپ کیوں تکلیف کر رہے ہو۔ ریوالور نکالنے سے پہلے ڈرائنگ روم کی کھڑکیوں کی طرف تو دیکھ لیا ہوتا۔"

اس نے اِدھر اُدھر کھڑکیوں کی طرف نظریں دوڑائیں وہاں سے اسٹین گن کی نالیں جھانک رہی تھیں۔ اس نے دانت پیستے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

وجے آنند نے اپنے سر سے پاؤں تک انگلی کے ذریعے اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ جسم وجے آنند کا ہے صرف دماغ اپنے قابو میں نہیں ہے۔"

جان اسٹیورٹ نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا پھر مسکرا کر کہا "فرہاد! تم کبھی ایسے بزدل تو نہ تھے۔ تم نے آج تک کبھی ہتھیاروں کا سہارا نہیں لیا۔ پھر ان کھڑکیوں سے اسٹین گنیں کیوں جھانک رہی ہیں؟"

وجے آنند نے کہا "صرف تم پر قابو پانے کے لیے۔ تم اپنا ریوالور کھڑکی سے باہر پھینک دو تو یہ اسٹین گنیں بھی ہٹ

جائیں گی۔ فرہاد نہتا ہو جائے گا۔"

جان اسٹیورٹ نے کھڑکی کی طرف بڑھ کر اپنا ریوالور باہر کی طرف پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی وجے آنند نے کہا۔ "تم لوگ کھڑکیوں کے پاس سے چلے جاؤ۔"

اس کے حکم کی تکمیل کی گئی۔ میں نے وجے آنند کی سوچ میں پوچھا "جان اسٹیورٹ تمہارے مقابلے میں کیسا ہے؟"

"میں اپنے مقابل کو کبھی لگا ہوں سے ناپتا تولتا نہیں ہوں مجھے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ہوتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ جب تک میرا اس کا مقابلہ ہوتا رہے آپ خیال خوانی کے ذریعے میری مدد نہ کریں۔ یہ میری تمنا ہے کہ میں آپ کے سامنے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایک منٹ کے لیے رسونتی کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ اس سے نمٹ لیں۔"

دوسرے لمحے میں خاموش ہو گیا۔ وجے آنند نے کہا ——
"کلرآف دی کلرس، قاتلوں کے قاتل جان اسٹیورٹ! میں اس وقت قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فرہاد میرے دماغ میں موجود نہیں ہیں اور میں نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ تم سے مقابلہ کرنے کے دوران خیال خوانی کے ذریعے میری مدد نہیں کریں گے۔ لہٰذا میں تم سے بھی وعدہ کرتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے یہاں شکست دے دی تو تمہارے لیے دروازہ کھل جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ دروازہ کھلنے کے بعد میرے آدمی تمہیں معاف نہ کریں۔"

جان اسٹیورٹ نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی۔ جب میں تم سے جیت جاؤں گا تو مجھے یہاں سے جانے کا موقع ملنا چاہیے۔"

"مجبوری ہے۔ ہم یہ عہد کر کے آئے ہیں کہ یہاں سے مادام رسونتی کو لے جائیں گے اور ہمارا یہ عہد آخری سانس تک قائم رہے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دور کہیں ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ جان اسٹیورٹ نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے وہ آواز سنی۔ وجے آنند نے کہا "یہ ہیلی کاپٹر مادام کے لیے آیا ہے۔"

اس کی بات سنتے ہی اچانک جان اسٹیورٹ نے اس پر چھلانگ لگائی مگر اوندھے منہ فرش پر آ کر گرا۔ وجے آنند ایک طرف کھڑا کہہ رہا تھا "ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ اطمینان سے اٹھو دوبارہ حملہ کرو۔"

میں مسکراتے ہوئے رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ دو مسلح سپاہی دو عورتوں کی کنپٹی سے ریوالور لگائے ہوئے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا "اپنی خیریت چاہتی ہو تو دوسری طرف منہ پھیر لو۔"

میں رسونتی کے ذریعے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگرانی کرنے والی دونوں مسلح عورتوں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اچانک ہی ان کے حلق سے چیخیں نکل گئیں، ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے اور وہ فرش پر گر پڑیں۔ ان میں سے ایک مسلح آدمی نے کہا "مادام! ہم آپ کے اور فرہاد صاحب کے خادم ہیں ہمارے ساتھ فوراً چھت پر چلیں۔"

رسونتی ہچکچا رہی تھی۔ میں نے کہا "رسونتی! میں تمہارے پاس موجود ہوں لیکن دوسری طرف بھی مصروف ہوں۔ جان اسٹیورٹ کو روکنا بہت ضروری ہے۔ اس لیے میں بار بار تمہیں سمجھانے نہیں آؤں گا۔ ان پر بھروسہ کرو اور ان کے ساتھ چلی جاؤ۔"

میں وجے آنند کے دماغ میں پہنچا۔ اسی وقت میرے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا کیونکہ جیسے ہی میں وہاں پہنچا تھا۔ جان اسٹیورٹ کا ایک مکا وجے آنند کے منہ پر پڑا تھا۔ ظاہر ہے جب اسے جھٹکا پہنچا تو مجھے بھی جھٹکا پہنچا۔ جان اسٹیورٹ کی آواز سنائی دی "میں ہوں کلر آف دی کلرس۔ قاتلوں کا قاتل۔"

وجے آنند اتنی تیزی سے پلٹا جیسے ڈر کر بھاگ رہا ہو۔ جان اسٹیورٹ نے اس پر چھلانگ لگائی اور دھوکا کھا گیا۔ وجے آنند کی کہنی اس کے پیٹ میں جیسے گھس گئی ہو۔ وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے فرش پر گر پڑا۔ پھر اس کے منہ پر ایک ٹھوکر لگی۔ اس نے چیخ مار کر دوسری طرف کروٹ لی۔ دوسری طرف بھی ٹھوکر پڑی۔ پھر اس کے حلق سے چیخ نکلی اس کے بعد وجے آنند فری اسٹائل لڑنے والوں کی طرح اوپر سے چھلانگ لگا کر اس کی گردن پر آ کر گرا۔ دوسرے لفظوں میں دو سو دس پونڈ کا وزن اس کی گردن پر آ کر گرا تھا۔ اس کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ یہ دیکھنے والے یا پڑھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں میں سمجھنے کے لیے جان اسٹیورٹ کے دماغ میں پہنچ گیا۔

اب اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس میں آتنی سکت نہیں تھی کہ میرے لیے دماغ کے دروازے بند کرتا کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا میں نے کہا "ہیلو قاتلوں کے قاتل! کیا حال ہے میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے ابھی تک وجے آنند کی ذرا مدد نہیں کی۔ بس تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے تیس مار خان دیکھے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے نام ایسے رکھے تھے کہ سن کر دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ میں جانتا تھا کہ جس دن تمہارے جیسے پہاڑ کو کھودا جائے گا تو اس میں سے بھی چوہا نکلے گا۔ اسی لیے میں نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا۔ اب تمہارے لیے وجے آنند جیسے میرے دوست ہی کافی ہیں۔"

ہیلی کاپٹر کا شور اتنا بڑھ گیا تھا کہ اب وہاں قریب سے ایک دوسرے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی.... ہیلی کاپٹر چھت پر اتر چکا تھا۔ میں نے رسونتی کے ذریعے

دکھیا۔ وہ بچے کو گود میں اٹھائے ضروری سامان لے کر ہیلی کاپٹر پر سوار ہو رہی تھی۔ میں پھر وجے آنند کے پاس پہنچ گیا۔ اسی وقت تک جان اسٹیورٹ تکلیف سے کراہتا ہوا، ڈگمگاتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جیسے ہی کھڑا ہوا اس کے پیٹ پر ایک ٹھوکر پڑی۔ پھر دوسری ٹھوکر اس کے منہ پر پھر تڑاتڑ گھونسے پڑتے چلے گئے۔ جب وہ ایک طرف گر پڑا تو میں نے وجے آنند کے ذریعے دیکھا۔ اس کے ناک سے اور منہ سے خون ایسے بہہ رہا تھا جیسے جسم کے تمام لہو کو بہہ جانے کا کھلا راستہ مل گیا ہو۔

وجے آنند نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے اٹھایا۔ وہ خود نہیں اٹھ سکتا تھا۔ وجے آنند نے اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ اسے سر سے بلند کیا۔ پھر زور سے فرش پر پٹخ دیا۔ وہ نقاہت سے کراہنے اور تڑپنے لگا۔ وجے نے اس کے پاس آ کر اسے پیچھے کی طرف سے اٹھایا، اٹھا کر بٹھا دیا۔ پھر اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر ایک بار ہلکا سا جھٹکا دیا۔ پھر دوسری بار ہلکا سا جھٹکا دیا۔ تیسری بار یوں کڑاکے کی آواز آئی جیسے ہڈیوں سے ہڈیاں مل کر بج گئی ہوں یا ایک دوسرے سے چٹخ کر الگ ہو گئی ہوں۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔

وجے وہاں سے اٹھ کر سینٹر ٹیبل کے پاس آیا۔ اپنی جیب سے ایک بڑا سا کاغذ اور قلم نکالا۔ پھر اس پر جلی حرفوں میں لکھا۔ "قاتلوں کے قاتل کو کسی ہتھیار سے قتل نہیں کیا گیا ہے۔ اسے ٹیلی پیتھی نے بھی نہیں مارا کیونکہ یہ اپنے دماغ کے دروازے بند رکھتا تھا۔ اسے صرف دو نہتے ہاتھوں نے مارا ہے اور وہ ہاتھ فرہاد کے ایک پرستار کے تھے۔"

اس نے یہ لکھا۔ پھر اس کاغذ کو جان اسٹیورٹ کے سینے پر اس کی قمیص پر پن کے ذریعے منسلک کر دیا۔ اس کے لیے اس کمرے کا دروازہ کھولا گیا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا، زینے پر چڑھتا ہوا اوپر آیا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کے لیے تیار تھا۔ وہ اس میں سوار ہو گیا۔ میں نے کہا "وجے آنند! تم نے میرا دل خوش کر دیا۔ اب یہ بتاؤ اسے کہاں لے جا رہے ہو کہیں آگے کوئی مصیبت نہ ہو۔"

"فرہاد صاحب! آپ بالکل اطمینان رکھیں۔ میں مادام کو ایسی جگہ لے جا رہا ہوں جہاں پرندہ بھی میری اور آپ کی مرضی کے خلاف پر نہیں مار سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے پرواز کرنے لگا۔ میں نے رسونتی سے کہا "یہ جو تمہاری سامنے والی سیٹ پر آ کر بیٹھا ہے۔ یہ دہلی میں ریڈ پاورز کا باس وجے آنند ہے۔ ہمارا پرستار ہے اور تمہیں بھی چاہتا ہے۔"

اسی وقت وجے آنند نے پیچھے کی طرف پلٹ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "دیوی جی! پرنام۔"

رسونتی نے مسکرا کر کہا "میرے پتی نے ابھی تمہارا تعارف کرایا ہے۔ مجھے تم سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

اس نے بڑی انکساری سے کہا "اور آج کا دن میری زندگی کا سب سے یادگار دن ہے۔ یوں تو میں نے ماسک مین کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ میری آج کی پلاننگ نہایت کامیاب رہی اتنی کامیاب کہ میں اپنی توقع کے خلاف بڑی آسانی سے آپ کو نکال لایا ہوں۔ یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ میں آپ کے اور فرہاد صاحب کے کام آ رہا ہوں۔"

ہیلی کاپٹر کو ایک میدان میں اتار اگیا۔ وہاں ایک سفید رنگ کی کار اور ایک ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ رسونتی کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر سفید رنگ کی کار میں بٹھایا گیا۔ وجے آنند بھی اسی کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھی ویگن میں چلے گئے۔ ہیلی کاپٹر کو بالکل خالی چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہو گئے تو میں نے پوچھا "مسٹر وجے آنند! آپ نے ہیلی کاپٹر کو دشمنوں کے لیے کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"جناب! یہ دراصل سرکاری ہیلی کاپٹر ہے۔ ہم نے اس پر دوسرا رنگ چڑھا دیا تھا۔ سرکاری نشانات مٹا دیے تھے اب ان یہودیوں کے علاوہ بھارتی پولیس اور انٹیلی جنس کے لوگ بھی مادام کو تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچیں گے تو انہیں اپنا ہیلی کاپٹر مل جائے گا — ہمارا کام تو ہو ہی چکا ہے۔"

"تم نے ہیلی کاپٹر کیسے حاصل کیا تھا؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "بڑی آسانی سے۔ میں نے آپ سے پہلے بھی عرض کیا تھا۔ یہاں سرکاری طور پر در پردہ ہماری مدد ہو رہی ہے۔ ماسک مین کے ملک نے سرکار پر دباؤ ڈالا تھا کہ مادام کو واپس فرہاد صاحب کے پاس پہنچایا جائے۔"

"یعنی تمہاری پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران یہودیوں کو محض دکھانے کے لیے رسونتی کو تلاش کریں گے۔"

"جی نہیں، پولیس اور انٹیلی جنس کے افسران کو کوئی علم نہیں۔ بس چند خاص سرکاری لوگوں کو ہمارے منصوبے کا علم ہے ہم نے ان ہی کی مدد سے وہ ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا لیکن انہوں نے بھی یہ تاکید کی ہے کہ ہم یہاں کی پولیس۔۔۔۔۔ اور یہودیوں کی نظروں میں نہ آئیں۔ اس لیے اب ہم مادام کو ایسی جگہ لے جا رہے ہیں جہاں ان کا میک اپ کیا جا سکے۔ پھر انہیں کل تک دہلی میں ایک مقامی فیملی کے ساتھ رکھا جائے گا۔ کل یہاں ماسک مین کے ملک کا ایک طیارہ آئے گا۔ اس میں مسافروں کی جو فہرست ہے اس کی ایک نقل ہمارے پاس بھی ہے۔ اس فہرست کے مطابق یہاں سے ایک فیملی سنگاپور جا رہی ہے

اس فیملی کے ساتھ مادام بھی یہاں سے روانہ ہو جائیں گی۔ پھر وہ طیارہ رنگون میں اترے گا اور مادام آپ کے پاس پہنچ جائیں گی۔"

یہ باتیں وہ اونچی آواز سے کہہ رہا تھا تاکہ رسونتی بھی سنتی رہے۔ میں نے اطمینان کی سانس لے کر کہا "کیوں رسونتی! تم نے سن لیا۔ اب مطمئن ہو؟"

وہ بہت خوش تھی۔ اس نے کہا "میں بیان نہیں کر سکتی کہ آپ کے پاس پہنچنے کے لیے میرا دل کیسے تڑپ رہا ہے۔ میں کل تک صبر کر لوں گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی نے کہا "بہت دیر ہو چکی ہے۔ لنچ کا وقت بھی گزر رہا ہے۔"

میں اس کے ساتھ ساتھ ڈائننگ ٹیبل کے پاس آیا۔ وہاں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ میں نے کہا "منجالی! ابھی یہاں میرا اور یہودیوں کا جھگڑا ختم نہیں ہو گا۔ بات ابھی اور آگے بڑھے گی کیونکہ میں رسونتی کو ان کے چنگل سے نکال چکا ہوں۔ وہ کل رات تک یہاں پہنچنے والی ہے۔"

منجالی نے خوش ہو کر کہا "واقعی! کیا وہ کل یہاں آ رہی ہیں؟"

"ہاں لیکن دشمنوں کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اس طرح میں ان پر دباؤ ڈالوں گا۔ دنیا والوں پر ثابت کروں گا کہ انہوں نے میری بیوی کو اغوا کیا اور اسے کہیں غائب کر دیا لیکن اب میں اس سلسلے میں برمی حکام کو پریشان کرنا نہیں چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے یہاں مزید خون خرابہ ہو۔ کیوں نہ ہم سنگاپور چلیں۔"

وہ خوش ہو کر بولی "سنا ہے بہت ہی خوبصورت جگہ ہے۔ آپ نے ماحول بدلنے کے لیے بڑی اچھی جگہ کا انتخاب کیا ہے۔"

"ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے وجے آنند کو سوچ کے ذریعے مخاطب کیا اور اس سے پوچھا "کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ رسونتی اس طیارے سے رنگون میں نہ اترے بلکہ ہم رنگون سے مسافروں کی حیثیت سے اس طیارے میں سوار ہوں اور سنگاپور پہنچ جائیں۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں ابھی معلومات حاصل کر کے آپ کو جواب دیتا ہوں لیکن ہم سے کیا مراد ہے؟"

"ہم سے مراد میری ایک ساتھی ہے اس کا نام منجالی ہے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ نیگرو لڑکی ہے۔"

"ذرا ایک منٹ۔" یہ کہہ کر وجے آنند نے اپنے ڈیش بورڈ کے بٹن کو دبایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا سرخ بلب روشن ہو گیا۔ اس نے دوسرے بٹن کو دبایا۔ سرخ بلب بجھ گیا۔ سبز روشن ہو گیا۔ اس نے کہا "ہیلو بی فار ڈی آر پی۔ باس فار دہلی ریڈ پاورز۔ ایمرجنسی کال ان دی کیس آف فرہاد علی تیمور۔"

اس نے دو بار اس جملے کو دہرایا۔ پھر ایک بٹن کو دبایا سبز بلب بجھ گیا۔ سرخ روشن ہو گیا۔ ایک چھوٹے سے اسپیکر سے آواز آنے لگی "یس کال اٹینڈنگ۔ ڈکٹیٹ یور میسج۔"

میں نے دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ پتہ چلا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ جب کبھی زندہ رہا ہو گا تو اس کی آواز میں چند خاص باتیں ریکارڈ کی گئی ہوں گی جو اس وقت کام آ رہی تھیں۔ ادھر وجے آنند میرے اور منجالی کے متعلق اپنا پیغام ریکارڈ کرا رہا تھا۔

میں نے رنگون کے باس انجیلو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں رنگون چھوڑنا چاہتا ہوں مسٹر انجیلو! آپ نے میرے ساتھ جس دوستی کا ثبوت دیا ہے اسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی آپ کو یاد کرتا رہوں گا اور کبھی کبھی آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ تقدیر پھر کبھی رنگون لے کر آئی تو ہم پھر ملیں گے۔"

"آپ کب جانا چاہتے ہیں؟"

میں نے اسے بتایا کہ کس طرح رسونتی کو وہاں سے ایک طیارے میں روانہ کیا جائے گا۔ وہ طیارہ یہاں رنگون پہنچے گا وہ جس فیملی کے ساتھ آ رہی ہے، وہ فیملی سنگاپور جا رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ رسونتی یہاں نہ اترے بلکہ میں منجالی کے ساتھ اسی طیارے سے میں سنگاپور چلا جاؤں۔"

باس انجیلو نے کہا "جب دہلی کے باس مسٹر وجے آنند ماسک مین تک یہ پیغام پہنچا رہے ہیں تو یقیناً اس سلسلے میں مجھے بھی وہاں سے ضروری ہدایات موصول ہوں گی۔ میں اسی کے مطابق آپ کو اطلاع دوں گا اور تب یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ کس نام سے اور کس بہروپ میں آپ اور مس منجالی یہاں سے جائیں گے۔"

میں نے منجالی کو یہ تمام باتیں بتائیں۔ پھر اس سے کہا "پیرس میں تمیلی کی شادی ہونے والی تھی۔ میرا خیال ہے اب تک ہو چکی ہو گی۔ اسے مبارکباد دے آؤں اور اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کر لوں۔"

یہ کہہ کر میں جواد الخیری کے پاس پہنچ گیا۔ براہ راست دلہن کے پاس نہیں گیا۔ مبادا میرے اچانک پہنچنے پر شرما جاتی۔ دستک دیے بغیر کسی کے گھر میں جانا مناسب نہیں ہوتا اس لیے میں پہلے صاحب خانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب چاپ معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ شادی ہو چکی ہے۔ تمیلی یارس کو لے کر اس کے محل میں آ گئی ہے۔ ان کی شادی سے پہلے اعلیٰ بی بی، مرد بانو، سائرہ بانو اور ادارے کے چند خاص لوگ جواد الخیری کے محل میں پہنچ گئے تھے تاکہ دولہا دلہن میرج کونسلر

کے دفتر سے واپس آئیں تو ان کا استقبال کیا جا سکے اور انہیں مبارک باد دے کر ان کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

میں نے مخاطب کیا "ہیلو ڈاکٹر جواد الخیری!"

وہ چونک گیا۔ اس نے اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کی۔ میں نے کہا "میں ہوں فرہاد علی تیمور اور آپ کو دلہن کی مبارک باد دینے آیا ہوں۔"

اس نے مسکرا کر کہا "صرف دلہن کی نہیں بلکہ ایک عدد بیٹے کی بھی مبارک باد دیجیے۔ اب تک لاولد تھا۔ دلہن آتے ہی ایک بیٹے کا باپ بن گیا۔"

"واقعی آپ ڈبل مبارک باد کے مستحق ہیں لیکن آپ کی فکے داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ پارس اپنے ساتھ بڑے مسائل اور بڑے مصائب لے کر چل رہا ہے۔ جب سے پیدا ہوا ہے تب سے دشمنوں کی سازشوں میں گھرا ہوا ہے۔"

"میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ ایک تو آپ ہماری نگرانی کرتے رہیں گے۔ دوسرے بابا صاحب کے ادارے کے بے شمار افراد میرے آس پاس رہتے ہیں۔ سبھی باصلاحیت لوگ ہیں۔ دشمنوں کو اسی لیے تو پسینہ آتا ہے کہ وہ اب تک ایک بالشت بھر کے بچے تک نہیں پہنچ سکے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی وہ ناکام رہیں گے۔"

"آپ ان لوگوں کے سامنے اعلان کر دیں کہ میں موجود ہوں اور اب جمیلہ سے باتیں کرنے جا رہا ہوں۔"

جواد الخیری نے نظریں اٹھا کر اپنے محل کے بڑے سے ہال کا جائزہ لیا۔ ہال میں دور دور تک مہمان نظر آ رہے تھے جو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سبھی اعتماد کے آدمی تھے اور سبھی بابا فرید واسطی کے ادارے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے باوجود اس نے تمام لوگوں کے سامنے میری موجودگی کا اعلان نہیں کیا۔ اس کے آس پاس اعلیٰ بی بی، مرجانہ، سائرہ بانو اور جمیلہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے چپکے سے کہا "فرہاد ہمارے درمیان موجود ہے اور شاید اب تک جمیلہ کے پاس پہنچ چکا ہے۔"

جمیلہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ میں نے چپکے سے کہا "دولہا مبارک ہو۔"

... جھکا کر شرمانے اور مسکرانے لگی۔ سب اسے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا "اگر اسی طرح شرماتی رہو گی تو مرجانہ اور اعلیٰ بی بی چھیڑنا شروع کر دیں گی۔ اس اثنا میں واقعی مرجانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"فرہاد! ایسی باتیں نہ کرو کہ ہماری دلہن آج رات بھر شرماتی رہے۔"

اس پر سب نے قہقہے لگائے۔ میں نے جمیلہ سے کہا۔

"میری دعا ہے کہ تمہاری یہ نئی زندگی تمہاری آخری سانس تک خوشگوار رہے۔ تمہیں دنیا کی تمام مسرتیں حاصل ہوں۔ کبھی میں سوچتا ہوں کہ کس طرح تمہارے کام آؤں تو مجھے میرے اندر سے جواب ملتا ہے "میں ایک ایسی عورت کے احسان کا بدلہ کبھی نہیں چکا سکتا جو میرے بیٹے کو اپنی اولاد کی طرح اپنے کلیجے سے لگائے رکھتی ہے۔"

وہ سوچ کے ذریعے بولی "آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ آپ یقین کریں آپ کے بیٹے کو اپنے سینے سے لگا کر میں کبھی اسے پرایا نہیں سمجھتی۔ جانے کیوں مجھے حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے اور جس بات سے حقیقی مسرت حاصل ہو اس بات کا احسان کسی پر نہیں دھرا جاتا۔"

"پھر بھی میں نے آج تک جن سے دوستی کی، جن کے احسانات لیے، کسی نہ کسی طرح ان کے احسانوں کا بدلہ چکاتا رہا۔ صرف تم ایسی ہو جس کی محبت، خلوص اور ممتا کا قرض ہمیشہ مجھ پر رہے گا۔ میرے بیٹے کو لے کر پیار کرو۔ میں چلا جاؤں گا۔"

اس نے سائرہ بانو کی گود سے پارس کو لے کر اپنے سینے سے لگایا۔ پھر اسے پیار کرنے لگی۔ میں نے کہا "شادی مبارک۔ خدا حافظ۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ دہلی کے باس وجے آنند نے کس طرح رسونتی کو دشمنوں کی قید سے چھڑا لیا ہے اور وہ کل تک میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اعلیٰ بی بی یہ سن کر بہت خوش ہوئی۔ وہ مرجانہ کو بھی ـــــ یہ باتیں بتاتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے کہا "فرہاد! ماسک مین نے تمہارے لیے بہت بڑا کام کیا ہے اس کے احسانات کا بدلہ چکایا جائے۔"

میں نے پوچھا "کیسے؟"

اعلیٰ بی بی نے جواب دیا "ان دنوں بڑی طاقتیں خلائی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ انہیں خلائی اسٹیشنوں کے سلسلے میں یہ تشویش ہے کہ یہ اسٹیشن کتنے عرصے تک خلا میں قائم رہ سکیں گے اور اگر ان میں کوئی خرابی پیدا ہوئی تو انہیں واپس زمین پر لایا جائے یا ایسی کوئی صورت نکالی جائے کہ خلا میں ان کی مرمت ہو سکے۔ سپر ماسٹر کے ملک کے سائنسدان نے اس سلسلے میں ایک خلائی کار کا ڈیزائن بنایا ہے اس کی رپورٹ میں ساری تفصیلات موجود ہیں کہ وہ کس طرح خلائی اسٹیشن تک پہنچے گا۔ وہاں رہے گا اور ان اسٹیشنوں میں سے کسی کی خرابی یا کمی دور کرے گا۔ اس خلائی کار کا تفصیلی نقشہ اور دیگر تمام تفصیلات ہمارے پاس مائیکرو فلم کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر تم چاہو تو ماسک مین کا بدلہ چکانے کے لیے یہ مائیکرو فلم اسے دی جا سکتی ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ میں خود ان کے کام آنا چاہتا تھا۔ میں ابھی دہلی کے باس وجے آنند کو یہ خوشخبری سناتا ہوں۔ وہ اپنے ماسک مین سے کہے گا۔ ماسک مین یہاں کے باس اسحاق وال وچ کو تم سے رابطہ قائم کرنے کے لیے کہے گا۔ تم وہ مائیکرو فلم اسحاق وال وچ کے حوالے کر دینا۔ دراصل اتنا لمبا چکر اس لیے چلا رہا ہوں کہ وجے آنند نے ہمارے لیے یہ مہم سر کی تھی لہٰذا اسی کے ذریعے یہ خوشخبری ماسک مین تک پہنچے۔"

اعلیٰ بی بی نے سر ہلا کر کہا "میں سمجھتی ہوں اور میں انتظار کروں گی۔"

میں نے مرجانہ کو مخاطب کیا "ہیلو، میں اب تمہارے پاس ہوں۔"

اس نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "شکر ہے تمہیں فرصت تو ملی۔ بائی دی وے، یہ تمہاری کیا عادت ہے، کبھی کسی سے شیر و شکر ہوتے ہو یعنی دودھ میں چینی کی طرح گھل جاتے ہو اور کبھی کسی کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہو۔ کبھی پوچھتے بھی نہیں۔"

"بس رہنے دو۔ تم نے کہا تھا کہ ہمارے درمیان ایک فاصلہ قائم رہے گا اور تم بڑی سنجیدگی سے زندگی گزارنے کے لیے کسی جیون ساتھی کا انتخاب کرنے والی ہو۔ دیکھو جمیلہ کی شادی ہو گئی دو چار روز میں ہم سائرہ بانو کی شادی بھی زبردستی کرا دیں گے۔ اب ایک ارمان والی تم رہ جاتی ہو۔ کیا کہتے ہیں تمہارے ارمان؟"

"اسی لیے تمہیں فاصلہ رکھنے کے لیے کہا تھا۔ تم ایسی باتیں نہ کرو تو چوبیس گھنٹے میرے دماغ کا دروازہ تمہارے لیے کھلا ہے ورنہ میں ابھی بند کر رہی ہوں۔"

"ہاں، بند ہی کر دو۔ میں جا رہا ہوں۔ جب تم شادی کا فیصلہ کر لو گی تو آ کر پوچھ لوں گا۔"

میں نے سائرہ بانو کو سلام کیا۔ ان کی خیریت پوچھی۔ دو چار رسمی باتیں کیں۔ پھر دہلی کے باس وجے آنند کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت تک رسونتی کا حلیہ بدل گیا تھا۔ وہ ایک اونچے طبقے کی ہندو فیشن ایبل عورت کے روپ میں تھی جو اپنا وقت سنگھار کرنے، لباسوں کا انتخاب کرنے اور ملک ملک کی سیر کرنے میں گزارتی ہے اور اپنی اولاد کو آیا وغیرہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہے۔

وجے آنند نے یہ روپ بھرنے کے لیے اس لیے کہا کہ وہ طیارے میں سفر کے دوران اپنے بیٹے کو اپنی گود میں نہ رکھے۔ اس سے دشمنوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔ سبھی اس کی ممتا اور پارس کے لیے دیوانگی کو سمجھتے ہیں۔ وجے آنند نے اپنے منصوبے میں رسونتی کی اس ممتا بھری کمزوری کا خاص خیال رکھا تھا اور سفر کے دوران فرضی پارس کے لیے ایک آیا کا الگ سے انتظام کیا تھا۔

اس وقت وہ رسونتی کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا اور جائزہ لے رہا تھا کہ کہیں میک اپ میں کسی قسم کی کمی نہ رہ گئی ہو۔ اسی وقت میں نے اسے مخاطب کیا تو اس نے خوش ہو کر کہا "جناب! دیکھ لیجیے۔ میں نے مادام کو کیسے کیا بنا دیا ہے۔"

"تم جس قدر میرے لیے محنت کر رہے ہو اس قدر کوئی اپنا بھی نہیں کرے گا۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "جناب آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں۔"

پھر میں نے اسے خلائی اسٹیشن اور خلائی کار کے متعلق تفصیلات بتائیں۔ یہ سن کر وہ خوش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ "وہ مائکرو فلم پیرس میں اعلیٰ بی بی کے پاس ہے۔ لہٰذا اسے باس اسحاق وال وچ کو دیا جا سکتا ہے۔ آپ ماسک مین سے کہہ دیں۔ وہ اس سلسلے میں اسحاق وال وچ کو ہدایت دے سکتے ہیں۔"

میں نے دس منٹ تک رسونتی سے باتیں کیں۔ پھر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منالی مسکرا رہی تھی۔ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "میری وجہ سے تم خاصی بور ہو جاتی ہو۔ دیکھو میں کھا رہا تھا۔ کھانے کے دوران خیال خوانی شروع کی۔ ایک جگہ گیا تو وہاں سے دوسری جگہ جانا پڑا۔ دوسری جگہ سے تیسری جگہ مصروف رہنا پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک تم میرے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی ہو۔"

اس نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا "آپ کے ساتھ بیٹھی ہوں۔ اگر تنہا بیٹھنے کی بات ہوتی تو بور ہونے کا سوال پیدا ہوتا۔"

میں نے اٹھتے ہوئے کہا "چلو باہر تفریح کریں گے۔ وہی میرا ریڈی میڈ میک اپ اور میک اپ کے دوران تھوڑی سی ایک دو جگہ خیال خوانی۔ ایک تو سونیا کی خیریت معلوم کرنا ہے دوسرے ان لانگ مارچ کرنے والے یہودیوں کی بھی خبر لینا ہے۔"

میں اپنے بیڈ روم کی طرف جاتے ہوئے پہلے سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بخیریت تھی اور اس وقت سفر کے دوران کھانے میں مصروف تھی۔ میں نے کہا "یہاں تمہارے لنچ کا وقت ہوا اور میرے ہاں شام کے پانچ بج رہے ہیں اور میں نے بھی ابھی لنچ ختم کیا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، تم بہت مصروف رہے۔"

"ہاں، رسونتی سے کل تک ملاقات ہو گی۔ دہلی کا باس وجے آنند بہت ہی وفادار ثابت ہوا۔"

میں نے اسے وجے آنند کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ پھر اس سے پوچھا "اس وقت تم کس منزل سے گزر رہی ہو؟"

"استنبول سے طیارے کو روانہ ہوئے ابھی آدھا گھنٹہ گزرا ہے۔ کچھ نئے مسافر سوار ہوئے ہیں۔ کیا تم انہیں چیک کرو گے؟"

میں نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا "اوہ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہارے پاس آکر مسافروں کو چیک کرنا ہے۔"

"جب تم دس جگہ الجھے رہو گے تو اسی طرح بھولتے بھی رہو گے۔ اب کیا خیال ہے؟"

"ذرا انتظار کرو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

اس وقت تک میرا ریڈی میڈ میک اپ ہو چکا تھا۔ میں نے ڈان فرنیر کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ ان کا پورا قافلہ ان کے ساتھ تھا۔ میں پھر اپنی جگہ واپس آگیا۔ آئینے کے پاس سے پلٹ کر دیکھا۔ منجالی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "آپ میک اپ کے دوران بھی خیال خوانی میں مصروف رہے۔ میں آپ سے پوچھنا ہی بھول گئی۔ کون سا لباس پہنوں؟"

میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا "نیوی بلو کلر کا اسکرٹ اور لائٹ لیمن کلر کا بلاؤز۔ اسی رنگ کا ایک رومال جیسا کہ نیگرو لڑکیاں اپنے سر پر باندھتی ہیں۔ اس سے میچ کرنے کے لیے بلو رنگ کے کینوس کے جوتے اور لائٹ لیمن کلر کے موزے۔"

اس نے کہا "اس رنگ کا بلاؤز اور رومال تو ہے لیکن جرابیں نہیں ہیں۔"

"نہیں ہیں تو ابھی آجائیں گی۔ کیشو کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلی جاؤ۔ کسی قریبی مارکیٹ سے خرید کر لے آؤ۔ اس وقت تک میں ایک ضروری خیال خوانی کروں گا۔"

"ہوں، تو یوں کہیے کہ آپ مجھے تھوڑی دیر کے لیے ٹال رہے ہیں۔"

میں نے مسکرا کر کہا "تم بہت سمجھدار ہو۔ ویسے میں نے جو میچنگ بتائی ہے۔ کیا وہ غلط ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "نہیں مجھے بھی پسند ہے۔ میں ٹکنی کلر مجوبہ دکھائی دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے چلی گئی۔ میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ایک ایئر ہوسٹس اس کے پاس سے کھانے کی ٹرے اٹھاتے ہوئے باتیں کر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی "نئے مسافروں میں چار مرد اور دو عورتیں ہیں۔ ان میں سے دونوں عورتیں انگریزی بولتی ہیں۔ ایک مرد بھی انگریزی میں باتیں کر رہا تھا۔ باقی تین میں سے ایک ترکی زبان کے سوا کچھ نہیں جانتا اور دو ایسے ہیں جو فرانسیسی زبان جانتے ہیں۔"

سونیا نے پوچھا "کیا تم نے کسی سے انگریزی میں بات کی تھی؟"

"ہاں، تینوں کو میں نے باری باری آزمایا۔ تینوں ہی اس زبان سے واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنی اپنی زبان میں مجھے مخاطب کیا۔ فرانسیسی میری مادری زبان ہے۔ وہ تو میں سمجھ گئی لیکن ترکی زبان والے کو نہ سمجھ سکی۔"

"کیا تم نے ویپن انڈیکیٹر (ہتھیار کی نشاندہی کرنے والا آلہ) استعمال کیا تھا؟"

"ہاں، اس انڈیکیٹر سے پتہ چلا کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ میں پھر ان کے پاس جا رہی ہوں۔ شاید وہ پھر کسی چیز کی فرمائش کریں۔"

میں نے سونیا سے کہا "اسے جانے دو۔ میں اس کے دماغ میں رہوں گا۔"

وہ وہاں سے ٹرے اٹھا کر آگے بڑھی۔ آگے ایک طرف کی قطار میں دو عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔ یہ دونوں نئی مسافر عورتیں تھیں۔ ایئر ہوسٹس نے ان سے پوچھا۔ کیا وہ کچھ کھانا یا پینا پسند کریں گی۔ ایک نے سگریٹ کی فرمائش کی۔ دوسری نے بیئر کی۔ وہ ایئر ہوسٹس کیبن کی طرف جانے لگی۔ میں نے دونوں عورتوں کو ٹٹولنا شروع کیا۔ وہ آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے جلد ہی اطمینان ہو گیا۔ وہ ہمارے دشمنوں میں سے نہیں تھیں۔

ایئر ہوسٹس کیبن سے واپس آکر اس تیسرے نئے مسافر کے پاس آئی جو انگریزی جانتا تھا۔ اس نے اس سے بھی باتیں کیں اور میں اس کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ وہ بھی دشمنوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "تین نئے مسافروں کی طرف سے بالکل اطمینان ہے۔ باقی تین کے متعلق تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ میں ان کی زبان کے ذریعے ان کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتا۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ وہ نہتے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ نہ تو وہ اس طیارے کو اغوا کر سکتے ہیں اور نہ ہی تمہیں کسی طرح کی دھمکی دے سکتے ہیں۔ کیا میں اب جاؤں؟"

"ہاں، مگر کتنی دیر میں آؤ گے؟"

"ابھی میں جس انگریز کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا اس کی بریف جرنی دمشق میں ہے ——— اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد طیارہ دمشق پہنچے گا۔ میں اس وقت تمہارے پاس آجاؤں گا بائی دی وے، کیا تمہاری چھٹی حس کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میں سراپا چھٹی حس ہوں۔ جب فرہاد علی تیمور کے ساتھ ہوتی ہوں اس وقت بھی دشمنوں سے غافل نہیں رہتی۔ ہمیشہ میرا ذہن چوکنا رہتا ہے۔ تم جا سکتے ہو۔"

میں اس کے پاس سے آگیا۔ کیشو کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور منجالی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اب تک دو دکانوں میں لیمن کلر کی جرابیں تلاش کی تھیں۔ اب کسی تیسری دکان کی طرف جا رہی تھی۔ میں موشے الیسٹرو کے پاس پہنچ گیا۔

اس پر دل کے دورے پڑ رہے تھے۔ ایک دورہ پڑ چکا تھا۔ اب وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ ایک ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ ایک ایزی چیئر پر وان کریک نڈھال سا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں تھی۔ ان دونوں کے علاوہ جو دوسرے چار یہودی تھے وہ بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ میں ان کے دماغوں میں پہنچوں گا حالانکہ میں نے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ بہرحال چھ یہودی وہاں تھے اور جو ڈاکٹر تھا وہ گونگا بنا ہوا تھا اس نے معائنہ کیا۔ پھر اشارے سے تسلی دی اور اس کمرے سے باہر جانے کے بعد دروازے کو بند کر دیا۔ یعنی وہ چھ یہودی ایک طرح سے کمرے میں قیدی بن کر رہ گئے تھے۔ ان کے بڑے یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے ذریعے میں دوسروں کے دماغوں میں بھی پہنچ سکوں۔

جس کمرے میں وہ چھ یہودی تھے وہاں بھی ایک پاور فل مائک نصب کیا گیا تھا تاکہ میں وہاں آکر کسی کے ذریعے گفتگو کروں تو میری آواز دوسری جگہ سنی جائے۔ میں نے موشے الیسٹرو کو مخاطب کیا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کہنے لگا "فرہاد صاحب آگئے ہیں۔"

سبھی چونک کر سیدھے بیٹھ گئے۔ موشے الیسٹرو کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ میں نے وان کریک کے دماغ میں پہنچ کر پوچھا "تمہارے بڑوں نے رسونتی کی واپسی کے سلسلے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟"

وان کریک نے گھگیاتے ہوئے کہا "فرہاد صاحب! مادام رسونتی کو تو آپ لے گئے ہیں۔"

میں نے موشے الیسٹرو کی زبان سے کہا "اس وقت میں فرہاد بول رہا ہوں۔ میرے سامنے بکواس مت کرو۔ اگر رسونتی مجھے مل جاتی تو میں تم لوگوں کے پاس وقت ضائع کرنے نہ آتا۔"

وان کریک نے حیرانی سے پوچھا "کیا آپ واقعی رسونتی کو نہیں لے گئے ہیں؟ پھر ہمارے آدمیوں کے درمیان سے اسے کون لے گیا ہے؟"

"میں کوئی بکواس سننا نہیں چاہتا۔ یہاں سے میری آواز تمہارے بڑوں تک پہنچ رہی ہے۔ میں ان کو متنبہ کرتا ہوں اگر وہ کوئی مکاری کریں گے اور یہ الزام مجھ پر عائد کریں گے کہ میں نے رسونتی کو ان کی قید سے نکال لیا ہے تو یہ ان کی حماقت ہوگی بہرحال میری یہ شرط باقی رہے گی۔ رسونتی مجھے واپس ملے گی تو تمہارے اہم یہودی عہدے دار زندہ رہیں گے ورنہ ان کا انجام موت اور صرف موت ہوگا۔"

موشے الیسٹرو اور وان کریک دونوں ہی گڑگڑانے لگے ان کے ساتھی بھی التجائیں کر رہے تھے "فرہاد صاحب! خدا کے لیے رحم کیجیے۔ ہمارے آدمی دنیا میں مادام کو تلاش کر رہے ہیں۔ یقیناً وہ مل جائیں گی لیکن اس کے لیے ہمیں مزید مہلت ملنی چاہیے۔"

وہ تھوڑی دیر تک گڑگڑاتے رہے۔ پھر خاموش ہو کر سننے لگے۔ ایک نے کہا "وہ نہیں ہیں۔ چلے گئے ہیں۔"

ایک یہودی نے جھلا کر مجھے آواز دی۔ جواب نہیں ملا۔ پھر اس نے جھلا کر مجھے گالی دی۔ اسی وقت اس کی سانس رک گئی۔ وہ ایک جگہ کھڑا ہوا تھا۔ ہچکی لے کر لڑکھڑا گیا۔ نیچے گرا۔ پھر اٹھ کر زور زور سے سانس لینے کی کوشش کرنے لگا۔ جب تک سانس نہ چلے تب تک دماغ کام نہیں کرتا اور جب تک دماغی قوتوں کے ذریعے سانس لینے کی ہدایت نہ ملے اس وقت تک نہ تو آدمی سانس لے سکتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے۔ انسان کا پورا جسم اور جسم کا پورا عمل دماغ کے تابع ہوتا ہے اور دماغ میری مٹھی میں تھا۔ وہ میری مرضی کے بغیر سانس نہیں لے سکتا تھا۔

اس کے ساتھی مدد کے لیے چیخ رہے تھے "شیدون کو بچاؤ۔ اس کی سانس رک رہی ہے۔"

ایک نے اس کے سینے پر مکا مار کر کہا "زور سے سانس کو کھینچو۔"

ایک نے چیخ کر کہا "پلیز، شیدون کے لیے آکسیجن فراہم کی جائے۔ فار گاڈ سیک۔ جلدی کرو۔ یہ ہمارے لیے ایک تجربہ بھی ہے کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے سانس روکی جائے تو مزید آکسیجن کی فراہمی سے سانس لینا ممکن ہے یا نہیں ہے؟"

شاید اس کے لیے آکسیجن فراہم کر دی جاتی لیکن اس کے لیے ذرا وقت کی ضرورت تھی۔ آخر وہ کتنی جلدی ایسا کر سکتے تھے؟ وہ ایک منٹ میں، دو منٹ میں یا پانچ منٹ میں۔ اس کے لیے زندگی کا سامان کر سکتے تھے لیکن شیدون یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ وہ زیادہ دیر سانس نہیں روک سکتا تھا۔ سانس رک جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ پھر بھی وہ بڑی قوتِ ارادی سے ایک منٹ تک سانس لینے کی جدوجہد کرتا رہا۔ پھر تڑپ کر فرش پر گر پڑا۔ اس کے بعد بھی وہ زندہ رہا۔ فرش پر تڑپتا رہا لیکن دو منٹ پورے ہونے سے پہلے اس کا دم نکل گیا۔

اس کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ چند لمحوں بعد میں نے ایک یہودی کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور اپنی زبان کا پابند ہوں۔ میں نے کہا تھا جب تک رسونتی مجھے واپس نہیں ملے گی یا دوسری شرط کے مطابق ہر ماہ کے یہودی سربراہ

نہیں کریں گے اس وقت تک میں تم میں سے کسی کو ہلاک نہیں کروں گا لیکن تم سب اس بات کے گواہ ہو کہ تمہارے ساتھی نے مجھے گالی دی۔ لہٰذا موت اس کی زندگی کے لیے ایک گالی بن گئی اس عبرتناک سبق کو یاد رکھنا۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ واپس آکر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے ڈان فریزر کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ٹون بیکر کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بڑبڑانے کے انداز میں مجھے پکار رہا تھا "فرہاد صاحب! فار گاڈ سیک۔ تھوڑی دیر کے لیے ہمارے پاس آجائیں۔ ہمیں نئی اطلاع ملی ہے۔ ہمارے بڑے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے رسونتی کو ہماری قید سے چھڑا لیا ہے۔ اسے واپس حاصل کر لیا ہے کیا یہ درست ہے اگر درست ہے تو ہم آپ سے زندہ رہنے کا حق مانگتے ہیں ہمیں اس سزا سے نجات دلائیں۔"

میں نے ٹون بیکر کی زبان سے کہا "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس طرح کہ ٹون بیکر کا دماغ پوری طرح میرے قابو میں نہیں ہے۔ وہ بھی میری باتوں کو سمجھ سکتا ہے۔ تم دونوں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے بڑوں سے رابطہ قائم کرتے رہو اور ان سے کہتے رہو کہ رسونتی کو فوراً فرہاد کے پاس پہنچایا جائے اور حیلے بہانے نہ کیے جائیں۔ یہ سراسر مجھ پر الزام ہے کہ میں نے رسونتی کو واپس اپنے پاس کسی طرح بلا لیا ہے۔ اگر میں اسے بلا لیتا تو تم لوگوں کو اس سزا سے یقیناً نجات مل جاتی۔"

ٹون بیکر نے کہا "مسٹر فرہاد! ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم کو اب اپنے بڑوں پر اعتماد نہیں رہا۔"

"یقیناً تم لوگوں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اپنے بڑوں کے حکم پر دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ مجھ جیسے دشمن سے ٹکرانے کے لیے اپنی زندگی کو ہتھیلی پر رکھ کر یہاں تک چلے آئے لیکن ایک ذرا سی شرط پوری کرنے کی بات آئی ہے تو تمہارے بڑے تم سب کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ رسونتی کو واپس کرنے کے سلسلے میں طرح طرح کے بہانے تراش رہے ہیں۔"

ڈان فریزر نے پوچھا "آپ ہمیں کچھ مشورہ دیں۔ ہم کیا کریں؟"

"میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔ اپنے بارے میں صرف ایک بات کہتا ہوں اسے یاد رکھو اور وہ بات یہ ہے کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ صرف رسونتی کی واپسی کی شرط ہے۔ خود سوچو اور فیصلہ کرو۔ بھلا مجھے تم لوگوں کو جان سے مار کر کون سا فائدہ ملے گا۔ لہٰذا مجھے رسونتی چاہیے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔"

میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے آوازیں دینے لگے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بار بار آوازیں دینے کے بعد جب انہیں یقین ہو گیا کہ میں جا چکا ہوں تو ڈان فریزر نے جھنجھلا کر کہا "واقعی ہمارے بڑے ہمیں کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں۔ بھلا اتنی سی شرط پوری کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ رسونتی کو واپس کر دیا جاتا۔ پھر کسی وقت کوئی چال چلی جاتی لیکن ہماری جان تو بچ جاتی۔"

ٹون بیکر نے پریشان ہو کر کہا "واقعی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے بگ باس کس طرح کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم سب اتنی بڑی تعداد میں کس طرح چیونٹی کی طرح رینگ رہے ہیں اور برما کی سرحد کی طرف نہیں بلکہ موت کی سرحد کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود انہیں ہم سے ہمدردی نہیں ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہم بغاوت شروع کر دیں۔"

ڈان فریزر نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کہا "زندگی کی آخری سرحد پر بغاوت کرکے کیا کریں گے اور ہماری بغاوت سے ہمارے بڑوں کو کیا نقصان پہنچے گا۔ وہ تو جانتے ہی ہیں کہ ہم مرنے والے ہیں۔"

میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ چپ چاپ کرسی پر بیٹھا اپنے حالات پر غور کرنے لگا۔ خدا کا شکر ادا کرنے لگا کہ ابھی تک دشمنوں پر سبقت لے جا رہا تھا۔ ایک رسونتی کی فکر تھی سو وہ بھی ختم ہو رہی تھی۔ دشمن اب پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ چوبیس گھنٹے کے بعد شاید میں برما کو خیرباد کہہ دوں گا۔ تقدیر نے ساتھ دیا تو پھر ایک نیا ملک ہوگا نئے شہر ہوں گے نئے لوگ، نئی دلچسپیاں، نئے ہنگامے۔ میری زندگی میں بس یہی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ ایک جگہ رہ کر دل اکتا جاتا ہے تو میں رختِ سفر باندھتا ہوں اور کسی نئی دنیا میں نئی دلچسپیوں کے ساتھ پہنچ جاتا ہوں۔ چوبیس گھنٹے بعد پھر یہی ہونے والا تھا۔

مجھے یاد آیا۔ میں نے کیپٹن مورو شان سے وعدہ کیا تھا کہ اسے گولڈن ریکٹ کے بڑے بڑے اسمگلروں تک پہنچاؤں گا۔ اب میں اس کا ملک چھوڑ کر جا رہا تھا۔ وعدہ رہ گیا تھا پھر میں نے سوچا اگر ذرا سی تفریح ہو جائے تو مزہ آجائے گا۔ یہاں گولڈن ریکٹ سے چنتاگنی کا کسی طرح تعلق تھا اور چنتاگنی کریادان کا باپ تھا۔ اپنے بیٹے کریا کو نیم پاگل کہتا تھا اگر یہی نیم پاگل اپنی بناسپتی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے باپ کے لیے مصیبت بن جائے تو کیسا رہے گا؟

میں مسکراتے ہوئے کیپٹن مورو شان کے دماغ میں پہنچ گیا وہ لباس تبدیل کرنے کے بعد باہر نکلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی احتراماً اٹینشن ہو گیا۔ میں نے کہا "میں تمہارا دوست ہوں۔ یہ تکلف رہنے دو۔"

"فرہاد صاحب! یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔ میں آپ کی کیا سیوا کر سکتا ہوں۔ کچھ تو مجھے بھی موقع دیں۔"

میں نے پوچھا "وہ کریادان کہاں ہے؟"

"میرے ہی مکان میں ہے۔ شاید ٹیلی پیتھی کا سبق یاد کر رہا ہے۔"

"کیپٹن! اگر چنتاگنی کو ٹریپ کرنے کے لیے ایک ڈرامہ کیا جائے تو کیسا رہے گا؟"

"ڈرامہ جیسا بھی ہو۔ آپ کر رہے ہیں تو میرے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔"

"تم چنتاگنی کے نمبر ڈائل کرو۔ اس سے رابطہ قائم ہونے تک میں کریادان کو تمہارے پاس لے کر آ رہا ہوں۔"

میں کریا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ واقعی پلتھی مار کر فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور آنکھیں بند کرکے اپنے دھیان میں مجھے پکار رہا تھا۔ میں نے کہا "لو لو میں حاضر ہوں۔"

اس کا منہ خوشی سے کھل گیا۔ آنکھیں بھی کھل گئیں۔ میں نے کہا "اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ تمہیں اپنے باپ کے خلاف قدم اٹھانا ہوگا۔"

"آپ کہتے ہیں تو ضرور ایسا کروں گا۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ منشیات کا بہت بڑا کاروبار کرتا ہے؟"

"نہیں، میں نے اپنے باپ کے کاروبار میں کبھی دلچسپی نہیں لی۔"

"بظاہر تو کاروبار نہایت صاف ستھرا ہے لیکن باطن میں کیا ہے چلو اب پتہ کرتے ہیں۔"

وہ خوشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا "فرہاد صاحب! بڑا مزہ آئے گا۔"

"مزہ تو آئے گا مگر تمہارا باپ قانون کی گرفت میں چلا جائے گا۔"

"ایسی کی تیسی۔ باپ ہو یا کوئی ہو۔ اگر مجرم ہے، بے ایمان ہے۔ منشیات سپلائی کرکے قوم کو برباد کر رہا ہے تو اسے جیل جانا چاہیے بلکہ پھانسی کے تختے پر اسے پہنچانا چاہیے۔"

"شاباش، تم میرے مزاج کے آدمی ہو۔ دوسرے کمرے میں جاؤ۔ وہاں کیپٹن مورو شان موجود ہے۔"...

پھر میں کیپٹن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک ٹیلی فون پر رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ چنتاگنی دوسری طرف سے پوچھ رہا تھا "ہیلو کیپٹن! کیا بات ہے۔ آپ نے مجھے فون کرنے کی زحمت کیسے اٹھائی؟"

"بات ہی کچھ ایسی ہے۔ آپ کا بیٹا کریادان میرے پاس ہے۔"

"اس [illegible] کا نام میرے سامنے نہ لیں۔ کوئی دوسری بات کریں۔"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "کیپٹن! اب آپ کی زبان سے وہی الفاظ ادا ہوں گے جو میں چاہتا ہوں۔ آپ اسی طرح ریسیور کان سے لگائے کھڑے رہیں۔"

پھر اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "مسٹر چنتاگنی! کریا آپ کے لیے نالائق ہے مگر میرے لیے بڑے کام کا لڑکا ہے۔"

"بھئی کام کا آدمی ہے تو آپ اسے رکھیے۔ میرا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ اس کام کا تعلق آپ سے ہے۔"

"وہ کیسے جلدی بتائیں۔ میرا وقت بہت قیمتی ہے۔"

"آج کے بعد آپ کا وقت میرے لیے قیمتی نہیں ہوگا بلکہ آپ میرے پیچھے پیچھے دوڑا کریں گے۔"

"کیا بکواس ہے۔ میں ریسیور رکھ دوں گا۔"

"آپ ریسیور رکھ کر دیکھیں۔ کریادان ٹیلی پیتھی کے ذریعے آپ کو پھر ریسیور اٹھانے پر مجبور کرے گا۔"

دوسرے ہی لمحے چنتاگنی نے ریسیور رکھ دیا۔ میں نے کریا سے کہا "تم آنکھیں بند کرو اور اپنے باپ کا دھیان کرکے اس سے کہو۔ ریسیور اٹھائیں اور کیپٹن مورو شان کے نمبر ڈائل کریں۔"

اس نے آنکھیں بند کرکے [illegible] کیا۔ ادھر میں نے چنتاگنی [illegible] کیا پھر اسے مجبور کر دیا کہ وہ ریسیور اٹھائے۔ پھر دوسرے ہی لمحے وہ نمبر ڈائل کر رہا تھا کیپٹن مورو شان سے رابطہ قائم [illegible]۔ اس کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں چنتاگنی بول رہا ہوں۔"

ایسا کہتے وقت اور ایسا [illegible] ت وہ اپنے ہوش میں تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی [illegible] ایسا کر رہا ہے لیکن ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ کوئی طاقت [illegible] ہی ہے۔ دوسری طرف سے کیپٹن مورو شان نے کہا "کیوں [illegible] ب تسلیم کرو گے کہ تمہارا بیٹا ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔"

"اوہ مائی گاڈ! کیا یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے"

"بیشک، اب آپ چاہیں تو پھر کسی طرح آ[illegible] میں آپ کو ریسیور رکھنے نہیں دوں گا۔ آپ رکھیں [illegible] پیتھی آپ کو مجبور کرے گی۔"

"کیا یہ سب کچھ میرا بیٹا کر رہا ہے؟"

"اور کون کرے گا؟"

"وہ میرا مطلب ہے کہ یہاں فرہاد علی تیمور کا چرچا بہت ہے کہیں وہ میرے دماغ تک تو نہیں پہنچ گیا؟"

"کہاں فرہاد علی تیمور اور کہاں تمہارے جیسا تھرڈ کلاس منشیات فروش۔"

وہ بگڑ کر بولا "خبردار! زبان کو قابو میں رکھو۔"

"میں تو زبان قابو میں کر لوں گا مگر ٹیلی پیتھی کو کوئی اپنے قابو میں نہیں کر سکتا۔ تمہارا بیٹا میرے پاس آکر گیان دھیان

میں رہ کر یہ بتا چکا ہے کہ تم کس طرح گولڈن ریکٹ کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہو اور برمیزٹو بیکو کمپنی کی آڑ میں کس طرح کالا دھندا کرتے ہو۔"

میں نے چنتا گنی کے دماغ کو پڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ریسیور کانپ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فوراً ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دے لیکن یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں ہوگا ریسیور پھر اٹھانا پڑے گا۔ آخر اس نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے کہا "میں اپنے بیٹے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

کیپٹن موروشان نے پوچھا "ٹیلیفون کے ذریعے باتیں کرنا چاہتے ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے؟"

"پہلے ٹیلی فون کے ذریعے۔"

کیپٹن نے ریسیور کرپا کی طرف بڑھا دیا۔ میں کرپا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو آج صبح آپ نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ اب آپ اپنے گھر سے نکلنے اور اپنی تمام حرام کی کمائی سے محروم ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

"بیٹے! یہ تم مجھے دھمکی کیوں دے رہے ہو۔ کیا میرے دشمن بن گئے ہو؟"

"کیا صبح آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کی حمایت کر کے اور مجھے گھر سے نکال کر مجھ سے دشمنی نہیں کی تھی؟"

"مجھ سے بھول ہو گئی۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ فوراً گھر چلے آؤ۔"

"میں نہیں آؤں گا۔ اب آپ کی بات ماننے کا کوئی ایسا رشتہ نہیں رہا۔"

"بیٹے! اپنے بڑوں سے ناراض نہیں ہوتے۔ میں تم سے بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا سچ مچ ابھی تم ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کر رہے تھے؟"

"جی ہاں۔ یقین نہ ہو تو ابھی دیکھیے۔ آپ ریسیور کو کان سے ہٹائیں گے پھر اسے منہ میں گھسانے کی کوشش کریں گے اس کے بعد پھر ریسیور کو کان سے لگا لیں گے۔"

"نہیں، میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔"

"یہ دیکھیے آپ کر رہے ہیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں چنتا گنی کے دماغ میں تھا اس طرح کہ وہ اپنے ہوش میں بھی رہے لیکن سوچ کی لہروں کے ذریعے مجبور ہو کر وہی کرے جو کرپا کہہ چکا تھا اور اس نے وہی کیا۔ آخر میں اس نے ریسیور کو کان سے لگا لیا۔ پھر میں نے اسے بالکل آزاد چھوڑ دیا۔ تب وہ پریشان ہو کر بولا "یہ، یہ کیسی ٹیلی پیتھی ہے۔ تم اپنے باپ سے کیسا مذاق کر رہے ہو۔ یہ گستاخی اچھی نہیں ہوتی۔ تم میرے بہت اچھے، بہت پیارے بیٹے ہو تم جو کہو گے وہ مان لوں گا۔ بس میرے پاس چلے آؤ۔"

"نہیں خوشامد بالکل نہیں۔ آپ اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے کلیجے سے لگا کر رکھیں۔ میں کیپٹن موروشان کو ترقی دلانا چاہتا ہوں اور ان کے محکمے میں ان کو بہت اونچے عہدے پر پہنچانا چاہتا ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ کیپٹن آپ کے ایک ایک ڈھکے چھپے راز کو قانون کی نظروں کے سامنے لے آئے اور یہ تمام راز میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ظاہر کروں گا۔"

چنتا گنی کے ہوش اڑ رہے تھے۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا "تم نے کیپٹن کو میرے تمام رازوں کے متعلق بتا دیا ہے؟"

"ابھی نہیں بتایا۔ صرف اشارہ دیا ہے کہ آپ در پردہ کیسے دھندے کرتے ہیں۔"

"بیٹا! تمہیں تمہاری ماتا جی کی قسم۔ اس سے آگے کیپٹن کو نہ بتانا۔ بس میرے پاس چلے آؤ۔"

اب میں کیپٹن کے دماغ میں تھا۔ اس نے ریسیور کرپا سے لے کر کہا "اے مسٹر چنتا گنی! یہ نہ سمجھنا کہ میں دوسرے کمرے میں اسی ریسیور سے کان لگائے سن رہا تھا۔ تم اپنے بیٹے کو اس کی ماں کی قسم دے رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ اسے اپنے قابو میں کر لو گے۔ ہرگز نہیں، یہ میرے قابو میں ہے اور اب میں اسے آپ لوگوں سے بہت دور رکھوں گا جب تک ایک ایک راز سے واقف نہیں ہو جاؤں گا۔ اس وقت تک کرپا کو تمہارے پاس پہنچنے نہیں دوں گا۔ یہ ایک طرح سے میری قید میں رہے گا۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔ میرا بیٹا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تمہاری قید سے نکل آئے گا۔"

"میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔ میں نے اس کا انتظام کر رکھا ہے۔ میرا ایک آدمی ہمیشہ اسے ریوالور کی زد میں رکھتا ہے تاکہ یہ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا عمل کرے تو وہ تمہارے بیٹے کو گولی مار دے اور تمہارا بیٹا اس پر ٹیلی پیتھی کا عمل کرے تو میں اسے گولی مار دوں کیونکہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بیک وقت دو آدمیوں کو قابو میں نہیں کر سکتے۔"

"کیپٹن! میں ابھی تمہارے پاس آ رہا ہوں۔"

"ضرور آؤ لیکن تمہارا بیٹا یہاں تمہیں نہیں ملے گا۔ میں اسے دوسری جگہ منتقل کر رہا ہوں۔"

"دیکھو ایسا مت کرو۔ میں زبردستی اپنے بیٹے کو چھین کر نہیں لے جاؤں گا۔ میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"جو باتیں کرنا چاہتے ہو مجھ سے کرو۔ آنا ہو تو صرف مجھ سے معاملات طے کرنے کے لیے آؤ۔"

وہ ذرا خوش ہو کر بولا "ہاں ہاں بے شک میں معاملات طے کرنے آ رہا ہوں۔ میں تمہارا ہر مطالبہ پورا کروں گا۔"

"لیکن یاد رکھو۔ یہاں پینتالیس منٹ کے بعد آنا۔"

یہ کہہ کر کیپٹن نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پوچھا "فرہاد صاحب! معاملات کیا طے ہوں گے۔ میں اس سے رشوت نہیں لوں گا۔"

"میں خود رشوت کے خلاف ہوں لیکن میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔ ابھی میں چنتا گنی کے پاس جا رہا ہوں۔ اس کے تمام اہم راز معلوم کرنے کے بعد میں آکر بتاؤں گا۔ اگر مجھے آنے میں دیر ہو۔ چنتا گنی تمہارے پاس پہنچ جائے تو میرے آنے تک اسے دوسری باتوں سے ٹالتے رہنا۔"

میں چنتا گنی کے پاس پہنچ گیا اور اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ کر چپکے چپکے معلومات حاصل کرنے لگا۔ ابھی زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوئی تھیں کہ منجالی کی آواز سنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ کہہ رہی تھی "جناب! آپ نے میرے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا وعدہ کیا۔ آپ نے مجھے بہلانے کے لیے ٹال دیا جیسے میرا بیں بھی آگئیں۔ دیکھیے میں کب سے انتظار کرتی ہوں۔ تیار بھی ہو گئی ہوں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بازو میں بازو ڈالا۔ اس کے ساتھ کمرے سے نکلتا ہوا کوٹھی سے باہر آیا۔ اس نے ہمارے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد وہ اسٹیرنگ سیٹ پر آیا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ کوٹھی کے احاطے سے نکلتے ہوئے اس نے پوچھا "جناب! کہاں چلنے کا حکم ہے؟"

"یہ منجالی سے پوچھو۔ جہاں اس کی مرضی ہو گی یہ ہمیں گھماتی پھراتی رہے گی۔"

منجالی مسکرا کر کیشو کو بتانے لگی کہ پہلے کہاں چلنا ہے۔ اتنی دیر میں وہ اس سے باتیں کرتی اتنی دیر میں، میں نے اس کے دماغ سے کچھ اور معلومات حاصل کیں۔ پھر فوراً ہی چنتا گنی کے اندر پر حاضر ہو گیا۔ اب یہی مناسب تھا کہ ذرا دیر منجالی کی باتیں سنا کروں۔ اسے احساس نہ ہونے دوں کہ دماغی طور پر غیر حاضر ہوں اور چپکے سے کچھ معلومات بھی حاصل کر لیا کروں۔ یہی کرتا رہا۔

منجالی نے کیشو سے کہہ دیا تھا کہ وہ پورے رنگون کی سیر کرائے اور وہاں کے خاص خاص مقامات کے متعلق بتاتا جائے۔ کوئی دلچسپ جگہ ہو، عجیب و غریب تفریح ہو تو ہمیں وہاں لے چلے۔ دوسری طرف کیپٹن موروشان اپنی خاص نوٹ بک اور قلم لیے بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں موقع پا کر ذرا دیر بعد اس کے پاس پہنچتا تھا۔ اسے ایک آدھ راز بتاتا تھا۔ اس کا ثبوت بھی فراہم کرتا تھا۔ کون سی چیز کہاں رکھی ہوئی ہے اس کی دستاویزات کہاں ہیں اور گولڈن ریکٹ کے کسی خاص آدمی سے وہ کس طرح رابطہ قائم کرتا ہے لیکن چنتا گنی خود گولڈن ریکٹ کے سرغنہ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ وہ برما میں ان کا سب سے بڑا آلۂ کار تھا اور منشیات کے سلسلے میں اسے سالانہ لاکھوں ڈالر کی آمدنی تھی۔ ایسی صورت میں وہ کسی سرغنہ کے متعلق معلومات حاصل کر کے کیا کرتا۔ وہ ایک بڑا بزنس مین تھا۔ اسے آم کھانے سے مطلب تھا پیڑ گننا نہیں جانتا تھا۔

میں نے ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد ایک بار پھر موقع پا کر کیپٹن سے کہا "چنتا گنی سے پہلے سودا طے کرو اور سودا یہ کہ وہ اپنا برمیز ٹوبیکو کمپنی کا سارا کاروبار کرپا دان کے نام منتقل کر دے جب تک وہ ایسا نہیں کرے گا تم خاموش رہو گے۔ اس کا راز فاش نہیں کرو گے۔ پھر اس کی کوٹھیاں کاریں اور دوسری جائداد اسی طرح بلیک میل کر کے سب کا سب کرپا دان کے نام کر دو۔ جب سب کچھ کرپا کے نام ہو جائے گا اور وہ سب لوگ اس کے محتاج ہو جائیں گے تو اس کے بعد تم اپنی مرضی کے مطابق جو چاہو وہ کرتے رہنا لیکن ابھی کرپا ایک نیک اور شریف ایماندار نوجوان ہے۔ وہ کالے دھندے سے نفرت کرتا ہے ہر حال میں تمہارا ساتھ دے گا۔"

"لیکن کرپا دان کی جھوٹی ٹیلی پیتھی کا ڈرامہ کب تک چلتا رہے گا؟"

"جب تک کرپا تمام دولت اور جائداد کا مالک اور مختار نہیں بن جاتا۔ تم چنتا گنی کے جب کسی راز کا اظہار کرنا تو یہی ڈرامہ کرنا جیسے تمہیں کرپا کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو رہی ہیں۔"

"میں سمجھ گیا۔"

"اچھا میں جا رہا ہوں۔ بہت مصروف ہوں۔ پھر تو پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں پھر منجالی کے پاس حاضر ہو گیا۔ اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "کیا میں نادان لگتی ہوں؟"

میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا "تم نادان تو ہو البتہ دوسرے کو نادانی پر مجبور کر سکتی ہو لیکن اس سوال کا مطلب کیا ہوا ہے؟"

"یہی کہ آپ مجھ سے باتیں بھی کر رہے تھے۔ میری دلجوئی بھی کر رہے تھے اور چھپ چھپ کر خیال خوانی بھی کر رہے تھے۔"

میں نے چونک کر پوچھا "تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"یہ کوئی بڑی بات تو نہیں ہے، ایک چیز حاضر ہو اور پھر غیر حاضر ہو جائے تو معلوم ہو ہی جاتا ہے۔ آپ باتوں کے دوران کئی بار چونک گئے۔ کئی بار یوں جواب دیا جیسے آپ نے میرا پچھلا سوال نہ سنا ہو پھر اندازے سے آپ نے جواباً کچھ کہہ دیا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "بھئی میں مانتا ہوں تم لوگوں کو ٹٹولنا خوب جانتی ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے یہاں کے کیپٹن مورو شان سے وعدہ کیا تھا۔ اسے گولڈن رکیٹ کے اہم افراد تک پہنچاؤں گا۔ یہ وعدہ مجھ پر قرض تھا اسے میں نے آج پورا کر دیا۔"

منجالی نے سوچنے کے انداز میں کہا "گولڈن رکیٹ؟ کیا آپ نے معلومات حاصل کیں؟"

"بہت ہی محدود معلومات حاصل ہو سکیں۔"

اس نے کہا "ٹون بیکر اس سلسلے میں کچھ جانتا ہوگا کیونکہ وہ اسرائیلی سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ خطرناک تنظیموں سے اور گولڈن رکیٹ جیسے سنڈیکیٹ وغیرہ سے ٹکراتا رہتا ہے آپ ذرا اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھیں۔"

اس کی بات دل کو لگی۔ میں فوراً ٹون بیکر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اس وقت اپنے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ ایک تو آہستہ آہستہ سرحد کی طرف جانا پڑ رہا تھا اور وہ چیونٹی کی چال چلتے ہوئے سوچ رہا تھا "ہمارے آقا ہماری جان بچانے کے جتن کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ کیوں رسونتی کے اطراف اتنا کچا پہرہ لگایا کہ کوئی اسے لے گیا اور یہ رسونتی کو لے جانے والی بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ فرہاد کے ہتھے چڑھ جاتی تو میرا دل کہتا ہے کہ وہ ہمیں موت کی سزا کبھی نہ دیتا۔"

میں اس کے دماغ کی تہہ میں پہنچ گیا۔ یہاں میں انسانی دماغ کی یہ کارفرمائی واضح کر دوں کہ دماغ بیک وقت کئی باتیں سوچتا ہے اور کئی طرح کی حرکتیں کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا رہتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور محبت کے سامنے جو رکاوٹیں ہیں انہیں دور کرنے کے منصوبے بناتا ہے جس لمحے وہ منصوبے بناتا ہے اسی لمحے دماغ کی تہہ میں محبوبہ کی چاہت ہوتی ہے اسے بھی وہ یاد کرتا رہتا ہے۔ پھر اسی لمحے وہ کہیں چلتا رہتا ہے۔ چلنے، بیٹھنے یا لیٹنے وغیرہ کا عمل بھی دماغی سوچ کے مطابق ہوتا ہے۔ ایسا بیک وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا

اس وقت ٹون بیکر اپنے معاملات میں الجھا ہوا بھی تھا، بھی جا رہا تھا اور اس کے دماغ کی تہہ میں غیر محسوس لہریں بتا رہی تھیں جو میں پوچھ رہا تھا۔

معلوم ہوا کہ چھ ماہ پہلے وہ گولڈن رکیٹ کے ... گھل مل گیا تھا۔ ان کے ذریعے وہ اس رکیٹ کے سرغنہ ... جانتا تھا۔ جن لوگوں سے اس کی دوستی ہوتی تھی ان ... بنکاک سے تھا۔ وہ لوگ اپنے کسی سرغنہ کے بارے میں ... جانتے تھے۔ انہیں ایک عورت کی طرف سے احکامات ... تھے۔ تمام پروگرام ایک لیڈی آرپر نامی عورت ترتیب ... اور اسی کے مطابق وہ عمل کرتے تھے۔

وہ اپنے دوستوں کے ذریعے لیڈی آرپر سے ... لیے بنکاک گیا۔ اس کے دوستوں نے اپنی لیڈی کو بتایا ... ایک بہت اچھا فائٹر ہے اور حاضر دماغ بھی ہے۔ لیڈی ... سے ملنے کے لیے راضی ہوگئی۔ ملاقات کا وقت مقرر ہوا اور ... وقت کے مطابق لیڈی آرپر کی عالیشان کوٹھی کے ڈرا... میں پہنچا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ملازمہ اسے انتظار کرنے ... کہہ کر چلی گئی تھی۔ اس نے موقع پاتے ہی ڈرائنگ روم ... ہوئے ٹیلی فون کے کریڈل کے نیچے ایک ننھا سا جاسوس ... دیا۔ ٹیلیفون کو اسی طرح رکھ دیا۔ اس کے بعد آرام سے ... پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے انتظار کے بعد ایک عورت زینے ... ہوئی نظر آئی۔ اسے دیکھ کر ٹون بیکر چند لمحوں تک ادھر ... دیکھنا بھول گیا۔ وہ بلا کی حسین تھی۔ لباس پہننے کا انداز ... کہ حسن چھن چھن کر نگاہوں تک پہنچ رہا تھا اور نگاہوں ... چھن چھن کر دل میں اتر رہا تھا۔ پتہ نہیں حسین عورتیں ... پالتی ہیں۔ اس لیلیٰ کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔

کتا کوئی چھوٹا موٹا پیارا سا ہوتا تو لیلیٰ کے ... سے بھی محبت کی جا سکتی تھی لیکن وہ بلڈ ہاؤنڈ تھا۔ ... دیکھتے ہی غرانے لگا لیکن اس کی زنجیر لیڈی آرپر کے ... تھی۔ وہ اسے اپنی طرف کھینچے ہوئے تھی اور زینے ... آ رہی تھی۔ ٹون بیکر نے اپنا تعارف کرایا پھر کہا "آ... لیڈی آرپر ہیں۔"

وہ قریب آ گئی کتا اس سے زیادہ قریب آ کر ... لگا۔ ٹون بیکر محتاط انداز میں ذرا پیچھے ہٹ گیا۔ لیڈی ... نے سختی سے کہا "ہاں، میں وہی ہوں جو تم سمجھ رہے ... کتا بھی تمہیں سمجھنا چاہتا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ... تک زنجیر میرے ہاتھ میں ہے یہ میرے قابو میں ... کتا بڑے اطمینان سے سونگھ رہا تھا۔ پھر لیڈی ...

کہا "مسٹر ٹون بیکر! اب آپ واپس جا سکتے ہیں۔ اگر میرے کتے نے تمہیں پاس کر دیا تو تمہیں میرے ہاں منافع بخش کام ملے گا۔"

ٹون بیکر نے حیرانی سے کتے کو دیکھا۔ پھر اس سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی۔ میں انسان ہوں انسانی صلاحیتیں رکھتا ہوں۔ آپ مجھے آزما کر تو دیکھیں۔"

"میں نے کہا نا آپ کو جلد ہی جواب مل جائے گا۔ ناؤ یو مے گو۔"

یہ کہہ کر وہ کتے کے ساتھ ساتھ دوسرے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ٹون بیکر اسے حیرانی اور پریشانی سے دیکھتا رہا بھلا کتا اس کے متعلق کیا رائے قائم کر سکتا تھا۔ وہ اس کوٹھی سے باہر آگیا۔ احاطے میں اس کی رینیٹڈ کار کھڑی ہوئی تھی اس نے اسٹیئرنگ وہیل سنبھالا۔ پھر اسے اسٹارٹ کر کے کوٹھی کے احاطے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے ڈیش بورڈ سے ایک ڈیٹکٹو ریسیور نکالا۔ اس کے چند پش بٹنوں کو دبانے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ننھا سا سرخ بلب روشن ہوگیا۔ وہ ایک ہاتھ سے اسے تھامے ہوئے، دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ کو سنبھالے ہوئے کار ڈرائیو کرتا ہوا کبھی اسکرین کے پار دیکھتا تھا کبھی اس ڈیٹکٹو ریسیور کو دیکھنے لگتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سرخ بلب بجھ گیا سبز روشن ہوگیا۔ اس نے فوراً ہی سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔

اس ڈیٹکٹو ریسیور سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے لیڈی آرپر کی کوٹھی کے اس فون کو ڈائل کیا جا رہا ہے۔ یقیناً لیڈی آرپر یا اس کی کوئی ملازمہ کسی سے باتیں کرنے کے لیے ڈائلنگ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی لیڈی آرپر کی آواز سنائی دی۔ "ہیلو! میں لیڈی آرپر بول رہی ہوں۔"

خاموشی چھا گئی۔ ٹون بیکر انتظار کرنے لگا کہ وہ آگے ... اس نے آگے کہا "لیڈی آرپر تم سے مخاطب ہے ... دو باتیں ذہن نشین کر لو۔ پہلی بات یہ کہ اب میری کوٹھی کے سامنے سے کبھی نہ گزرنا۔ اس کتے نے تمہاری بو سونگھ لی ہے۔ دوسری بات یہ کہ چوبیس گھنٹے کے اندر بنکاک چھوڑ دو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو اپنے ورثا کو اطلاع دے دو۔ چوبیس گھنٹے بعد تمہارا ماتم کرنے والے کتے سے بچی ہوئی تمہاری لاش لے کر جائیں گے۔"

اتنا کہنے کے بعد اس کی آواز بند ہوگئی۔ ڈیٹکٹو ریسیور کا سرخ بلب اور سبز بلب دونوں ہی بجھ گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ لیڈی آرپر نے اپنے ٹیلیفون کے نیچے چپکے ہوئے جاسوس آلے کو نوچ کر پھینک دیا تھا۔ ٹون بیکر بزدل نہیں تھا۔ ایک عورت کی دھمکی سن کر بنکاک نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اپنے اصلی روپ میں لیڈی آرپر کے سامنے نہیں گیا تھا۔ میک اپ اتارنے کے بعد لیڈی آرپر اسے پہچان نہیں سکتی تھی لیکن کتا بو کے ذریعے پہچان لیتا۔

اس نے سوچا۔ بنکاک جیسے بھرے پُرے شہر میں ایک کتا اس پر کیسے حملہ کر سکتا ہے۔ بہرحال جیسے بھی حملہ کرتا ہو وہ نظروں میں آگیا تھا۔ خواہ مخواہ کسی کے چیلنج کو قبول کر کے نہ تو اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا چاہتا تھا اور نہ ہی گولڈن رکیٹ والوں سے ٹکرا کر وہاں اسے کچھ حاصل ہو سکتا تھا۔ اس نے سوچا۔ بنکاک نہ سہی کسی دوسرے ملک جائے گا اور وہاں گولڈن رکیٹ والوں کا سراغ لگا کر ان کے درمیان اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کرے گا۔

ٹون بیکر کی سوچ نے اتنا ہی بتایا۔ اس کے بعد اسے گولڈن رکیٹ والوں سے نمٹنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس کے آقاؤں نے فرہاد علی تیمور کے سلسلے میں اسے مصروف رکھا تھا یعنی میرے متعلق چار ماہ تک اسے معلومات فراہم کی گئی تھیں میرے ریکارڈ پڑھائے گئے تھے۔ میری فلمیں دکھائی گئی تھیں اور اسے اچھی طرح سوچنے، سمجھنے اور منصوبہ بنانے کی مہلت دی گئی تھی اور وہ پوری طرح تیار ہو کر مجھے پھانسنے کے لیے برما آیا تھا۔

بہرحال مجھے آ کر پھانسنے والا مجھ سے سزا پا رہا تھا۔ میں بنکاک میں گولڈن رکیٹ کی اس لیڈی کے متعلق سوچنے لگا۔ سرغنہ تو یقیناً کوئی بہت ہی عمر رسیدہ اور تجربہ کار مرد ہوگا لیکن بنکاک میں وہ لیڈی آرپر ہی سب کچھ ہوگی۔

ٹون بیکر عورتوں کو زیادہ منہ نہیں لگاتا تھا۔ بہت ہی خشک مزاج تھا۔ اس کے باوجود وہ وقتی طور پر لیڈی آرپر سے متاثر ہوگیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا تھا کہ اس کا حسن و شباب چھن چھن کر نگاہوں تک پہنچتا ہے اور نگاہوں سے چھن چھن کر دل میں اترتا ہے۔ یقیناً دل کے پار بھی ہوتا ہوگا۔ ایسی عورت کا نام لیڈی آرپر نہیں لیڈی آر پار ہونا چاہیے۔ اگر کبھی مجھ سے سامنا ہوا تو میں صاف صاف کہہ دوں گا۔ میرے دل میں اور عورتوں کے لیے گنجائش نہیں رہی لہٰذا دل کے آر پار ہو جاؤ۔

منجالی اس انتظار میں تھی کہ میں ٹون بیکر کے دماغ سے معلومات حاصل کر کے دماغی طور پر اس کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔ میں نے سوچا، وہ انتظار کرتی رہے۔ میں سونیا کی خبر لے لوں۔

بہت دیر ہوگئی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد پہنچوں گا لیکن دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ طیارہ ابھی پرواز کر رہا تھا اور سونیا سوچ رہی تھی "کیا بات ہے۔ کاک پٹ کا دروازہ بند کیوں ہوگیا ہے؟" اسٹیورڈ نے ادھر جانے کے لیے دروازے پر دستک دی تھی مگر دوسری طرف سے کھولا نہیں گیا۔ اس نے انگریزی میں پوچھا۔ جواب میں اسے اجنبی زبان سنائی دی تھی۔

اس وقت ایئر ہوسٹس نے سونیا کے پاس آکر جھکتے ہوئے کہا "ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔ کاک پٹ کا دروازہ نہیں کھولا جارہا ہے۔ دوسری طرف سے ترکی زبان میں جواب دیا جارہا ہے۔ میں کاک پٹ کے تینوں کریوز کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ انگریزی اور فرانسیسی زبان خوب جانتے ہیں لیکن تم سمجھ سکتی ہو کہ ان میں سے ایک ترکی زبان کیوں بول رہا ہے؟"

سونیا سمجھ گئی تھی اور میں بھی سمجھ چکا تھا۔ دشمن یقیناً بازی پلٹ رہے تھے۔ وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے مسافروں نے بھی یہ دیکھا تھا۔ دروازہ دوسری طرف سے کھولا نہیں گیا تھا۔ اسٹیورڈ کچھ پریشان نظر آیا تھا لیکن پھر مسکرانے لگا تھا۔ دوسری ایئر ہوسٹس بھی مسکرا مسکرا کر مسافروں سے باتیں کر رہی تھیں تاکہ وہاں اضطراب اور خوف و ہراس پیدا نہ ہو۔ مگر وہ تمام سفر کرنے والے نادان نہیں تھے۔ اتنا سمجھ گئے تھے کہ کچھ گڑبڑ ہے جسے چھپایا جارہا ہے۔

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے اس ایئر ہوسٹس کے ساتھ کیبن میں آئی وہاں دو ایئر ہوسٹس اور ایک اسٹیورڈ موجود تھے۔ اسٹیورڈ انٹرلنک ٹیلیفون کے ذریعے کیبن کریوز کو مخاطب کر رہا تھا۔ ان تینوں کو باری باری نام لے کر پکار رہا تھا لیکن ادھر سے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔

میں نے سونیا سے کہا "میں اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کرتا ہوں وہ انٹرنیشنل فلائنگ سیکوریٹیز کو خطرے سے آگاہ کرے گی۔"

میں اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ادارے افراد کے درمیان بیٹھی اہم معاملات پر گفتگو کر رہی تھی جب میں نے اسے سونیا کے طیارے کے متعلق بتایا تو وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے اپنے تمام اہم ساتھیوں کو بھی اس سلسلے میں بتاتے ہوئے کہا "آپ تمام لوگ اپنے اپنے طور پر متعلقہ شعبوں سے رابطہ قائم کریں اور اس خطرے کی اطلاع دیں اگر وہ طیارہ واقعی اغوا کیا جارہا ہے تو فلائنگ سیکوریٹی والے شاید اسے ٹریس آؤٹ کر سکیں۔"

میں سونیا کے پاس واپس آیا۔ اس وقت کاک پٹ سے انگریزی زبان میں کہا جارہا تھا "معزز مسافروں سے [illegible] کی جاتی ہے کہ وہ آرام اور سکون سے اپنی جگہ بیٹھے [illegible] کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔ اس وقت ہمارا طیارہ اسرائیل کی فضاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔ ہمارے سامنے کچھ ٹیکنیکل [illegible] ہیں جس کے پیش نظر ہم اس طیارے کو اسرائیل کے ایئرپورٹ لُود میں اتارنے پر مجبور ہیں۔ ہم ایک بار پھر یقین دلاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ہم آپ [illegible] حفاظت کے ذمے دار اور آپ کے خدمت گار ہیں۔"

میں دوسرے ہی لمحے بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت پائلٹ اپنی جگہ بیٹھا جہاز کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اس کے پاس والی سیٹ پر معاون پائلٹ بیٹھا ہوا مائک کے سامنے بول رہا تھا میں اسی کے دماغ میں تھا اور اس کے دماغ سے [illegible] رہا تھا۔ سمجھ رہا تھا کہ دونوں بیٹھے ہوئے پائلٹ اور کو پائلٹ کی گردنوں سے دو ریوالوروں کی نالیں لگی ہوئی ہیں اور وہ دونوں ریوالور ایک شخص کے ہاتھوں میں ہیں جو ان کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔

مائک کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس کاغذ میں وہ باتیں لکھی ہوئی تھیں جو مسافروں تک پہنچانی تھیں۔ اس نے اس کاغذ کو دیکھتے ہوئے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہم نے یہاں تک بہت ہی خوشگوار [illegible] کیا ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد یہ طیارہ لُود ایئرپورٹ کے رن [illegible] پر باحفاظت اتارا جائے گا۔ آپ تمام لوگوں سے درخواست ہے کہ اپنی اپنی سیٹ پر آرام سے بیٹھ جائیں اور سیفٹی بیلٹ باندھ لیں۔"

سونیا بھی اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی وہ سیفٹی [illegible] باندھ رہی تھی۔ میں نے کہا "آخر دشمن اپنا وار کر گئے۔"

"ہاں، اب کیا ہوسکتا ہے؟ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

میں سوچنے لگا۔ وہ بھی چند لمحوں تک سوچتی رہی [illegible] اس نے کہا "جس ایئر ہوسٹس کے دماغ میں تم پہنچے تھے [illegible] اور کیبن کے دوسرے اسٹاف نے مجھے اور اعلیٰ بی بی کو یقین دلایا تھا کہ کاک پٹ کے تینوں کریوز جانے پہچانے اور قابلِ اعتماد ہیں۔ واقعی فرہاد! تقدیر کو ماننا پڑتا ہے۔ اس قدر احتیاطی تدابیر کے باوجود بازی دشمن کے ہاتھ میں چلی گئی۔"

"یہودی بے انتہا دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ [illegible] ذرائع کے مالک ہیں۔ ایک کریو کو خریدنا ان کے لیے کوئی [illegible]

[illegible] نہیں تھی سو انہوں نے اسے خرید لیا ہوگا۔"

"تم میرے پاس وقت ضائع نہ کرو۔ موجودہ حالات پر [illegible] سے آخر تک نظرثانی کرو۔ دیکھو کہ وہ لوگ مجھے اپنی گرفت [illegible] کر تمہیں کہاں کہاں سے کمزور بنا سکتے ہیں۔"

"میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں۔ وہ لوگ تمہیں اتنی [illegible] سے مجبور اور بے بس نہیں کر سکیں گے۔ میں نے جتنے [illegible] وں کی موت کا فیصلہ کیا ہے وہ مجھے اس فیصلے کو بدلنے پر [illegible] کر دیں گے۔"

"فی الحال تو وہ مجھے مرجانہ ہی سمجھیں گے اور میرے بدلے [illegible] کو حاصل کرنے کی شرط پیش کریں گے۔ وہ اپنی شکست [illegible] نہیں کر سکتے۔ تم نے رسونتی کو ان سے چھین لیا۔ وہ اپنی [illegible] کو پھر فتح میں تبدیل کر رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا "وہ آخر کب تک تم سے فریب کھائیں [illegible] تمہارے میک اپ کا بھید کھل جائے گا۔ ہماری اتنی [illegible] پر پانی پھر جائے گا۔ میں تمہیں چھپائے رکھنا چاہتا تھا [illegible] پتہ چلے گا کہ یہ سب ہمارا ڈرامہ تھا تو وہ اور تلملائیں گے [illegible] اتفاقاً کیسی کیسی شرائط پیش کریں گے۔"

"تم شرائط کی باتیں کر رہے ہو۔ یہ نہیں سوچتے کہ پہلے وہ [illegible] میں پارس کے ساتھ مجھے ہلاک کرنے میں ناکام رہے [illegible] ان کی مٹھی میں ہوں۔ آسانی سے چیونٹی کی طرح وہ مجھے [illegible] دیں گے۔"

"اور سونیا ہماری سب سے بڑی ناکامی یہ ہے کہ پارس [illegible] بھید کھل جائے گا وہ سمجھ لیں گے کہ پارس ابھی زندہ ہے اور [illegible] نے اسے کہیں چھپا رکھا ہے۔ وہ پھر اسے ڈھونڈ نکالنے کے [illegible] اپنی آخری ذہانت تک اس کا سراغ لگائیں گے۔"

"میں کوشش کروں گی کہ وہ مجھے مرجانہ ہی سمجھتے رہیں میرے [illegible] پر بہت ہی بہترین ماسک ہے اور اس کا میک اپ [illegible] کوئی کچا نہیں ہے کہ ایک بار غسل کیا اور دھل گیا یا وینٹنگ [illegible] لگائی صاف ہوگیا۔ یہ پائیدار میک اپ ہے۔ میں چاہوں [illegible] ہی یہ چھوٹے گا۔"

"[illegible] کے قلعے میں انہوں نے اینٹی میک اپ کیمرہ استعمال [illegible] ایسے ہی کیمرے کے ذریعے میک اپ کے آرپار سونیا کو [illegible] کرسکتے ہیں۔"

"ایسا ہوا تو واقعی مشکلات پیش آئیں گی۔ بہرحال وقت [illegible] پہلے سوچنے کا فائدہ کیا ہے۔ میں تم سے کہتی ہوں۔ تم موجودہ [illegible] پر نظرثانی کرو۔ میری فکر نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ہر پہلو سے غور کر رہا ہوں۔ مگر تمہارے [illegible] دماغ میں رہوں گا۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ پانچ منٹ کے بعد ہی یہ طیارہ ایئرپورٹ کے رن وے پر ہوگا۔ مجھے تمہارے ساتھ ہر حال میں رہنا ہے۔ اگر دشمن تمہاری ذرا بھی توہین کریں گے تو میں برداشت نہیں کروں گا۔"

"اسی لیے کہتی ہوں۔ میرے دماغ سے چلے جاؤ۔ مجھے فی الحال میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں کوئی نادان بچی نہیں ہوں۔ دشمنوں سے نمٹنا جانتی ہوں۔ اگر برداشت کرسکو تو چپ چاپ میرے دماغ میں رہنا جو بھی قدم اٹھانا ہو مجھ سے مشورہ کر لینا۔ ایسا نہ ہو کہ میری پلاننگ کچھ اور ہو تمہاری کچھ اور۔ جانتے ہو میں وقت اور حالات کے مطابق اچانک ہی کوئی مکاری کر جاتی ہوں جو تمہاری سمجھ میں بعد میں آتی ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی صلاحیتوں کو آزمانے دو۔"

"اچھا، میں خاموش رہوں گا۔ تمہارے ساتھ لگا رہوں گا۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دماغی طور پر کار کی پچھلی سیٹ پر واپس آکر کہا "منہالی! بہت بُری خبر ہے۔"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

میں نے سوچ کے ذریعے کہا "سونیا کے طیارے کو اغوا کر لیا گیا ہے۔" میں نے اسے موجودہ حا[illegible] مختصر[illegible] پھر کہا "تم کیشو سے واپس چلنے کے [illegible] میرا [illegible] سونیا کے پاس رہنا بہت ضروری ہے۔"

"تو آپ یہاں وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ فوراً جائیں باقی میں سمجھ لوں گی۔"

میں پھر سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک طیارہ رَن وے پر پہنچ کر کھڑا ہو رہا تھا۔ سب نے سیفٹی بیلٹ کھول دیے تھے۔ یوں تو سب مطمئن تھے لیکن یہ بھی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ طیارہ اپنی منزل سے بھٹک کر دوسری جگہ پہنچ گیا ہے اور پتہ نہیں دوسری جگہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ جہاز میں بہت سے مسلمان بھی تھے جو سوچ رہے تھے اسرائیلی نہ جانے ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔

سونیا کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ باہر صرف فوجی نظر آرہے تھے۔ وہ کاک پٹ کی طرف ایک سیڑھی لگا رہے۔ دور دو فوجی ٹرک، دو جیپ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے علاوہ دو خوبصورت قیمتی کاریں نظر آرہی تھیں۔ وہ شہری ایئرپورٹ تھا وہاں اس وقت عام شہری نظر نہیں آرہے تھے البتہ درجنوں مسلح فوجی ٹرکوں اور جیپ کاروں سے اتر کر دو قطاروں میں تقسیم ہوکر مارچ کرتے ہوئے کاک پٹ کے سامنے والے زینے کے پاس آگئے۔ اس

کے بعد الرٹ ہوکر کھڑے ہوگئے۔

طیارے کے اندر اسپیکر کے ذریعے آواز ابھرنے لگی۔

" لیڈیز اینڈ جنٹلمین! جیسا کہ ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ سب اپنی اپنی منزل پر بخیریت پہنچ جائیں گے۔ ہم مس مرجانہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنا دستی سامان اٹھا کر کاک پٹ کی طرف آجائیں۔ کاک پٹ کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔"

تمام مسافر مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اِدھر اُدھر یوں دیکھنے لگے جیسے کسی مس مرجانہ کو تلاش کر رہے ہوں۔ پھر اسپیکر کے ذریعے آواز سنائی دی۔" لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ سارا اہتمام مس مرجانہ کے لیے کیا گیا ہے۔ ان کی خاطر آپ کے طیارے کا رستہ بدل گیا۔ جیسے ہی مس مرجانہ اس طیارے سے باہر آئیں گی یہ طیارہ آپ کی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائے گا۔"

سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے اپنے بیگ کو شانے سے لٹکایا پرس کو ہاتھ میں لیا پھر جہاز کی درمیانی راہداری سے گزرنے لگی۔ تمام مسافر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ یقیناً سب سوچ رہے ہوں گے کہ یہ لڑکی کون ہے جس کی خاطر طیارے کا راستہ بدل دیا گیا۔

سونیا نے کاک پٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ کھل گیا۔ وہ اندر آئی، وہاں وہی شخص دونوں ہاتھوں میں ریوالور لیے پائلٹ اور کو پائلٹ کو اپنے کنٹرول میں رکھے ہوئے تھا۔ کاک پٹ کے بیرونی دروازے پر ایک فوجی افسر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے مرجانہ کو دیکھتے ہی مسکرا کر فرانسیسی زبان میں کہا۔" خوش آمدید مس مرجانہ! ہم آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں آپ باہر تشریف لے چلیں۔"

یہ باتیں میں سونیا کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ وہ کچھ کہے سنے بغیر سیدھی دروازے کے پاس آئی۔ پھر زینے سے اترتے ہوئے دیکھا۔ مسلح فوجی جوان سر اٹھائے، سینہ تانے الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان سونیا کے لیے گزرنے کا راستہ تھا اس راستے کے آخری سرے پر ایک فوجی افسر کھڑا ہوا تھا جیسے ہی سونیا زینے کے آخری سرے پر پہنچی اور اسرائیل کی زمین پر قدم رکھا۔ دور کھڑے ہوئے آفیسر نے چیخ کر کچھ کہا جسے سنتے ہی مسلح جوانوں نے فوجی انداز میں اپنے بوٹ بجائے اپنی اسٹین گنوں پر تھپکی دی۔ پھر اس آفیسر کے حکم کے مطابق رائیٹ ٹرن ہوگئے۔ یہ اشارہ تھا کہ سونیا اسی رخ پر چلے۔

سونیا سمندر کی منہ زور لہروں کے درمیان سربلند رہنے والی چٹان تھی۔ میں اس کے اندر رہ کر سمجھ رہا تھا۔ وہ دشمنوں کے فوجی رعب اور دبدبے سے ذرا بھی متاثر نہیں تھی۔ اسی انداز میں، شانِ بے نیازی سے ان کے درمیان جا[رہی] تھی جیسے مرجانہ عام حالات میں چلتی ہے۔ میرا خیال [ہے اس] وقت مرجانہ بھی ہوتی تو شاید کسی نہ کسی حد تک ان سے م[تاثر ہوتی] سونیا اور مرجانہ کے تجربات میں ابھی زمین آسمان کا فرق [تھا] وہ اسرائیل کی سرزمین پر آسمان کی طرح سربلند ہو کر چل رہ[ی تھی]

دو طرفہ فوجیوں کے آخری سرے پر ایک بڑی سی مرسیڈیز آکر رک گئی۔ اس کار کے آگے ایک جیپ کار [تھی] ایک جیپ کار تھی۔ چند مسلح فوجی ان جیپوں میں سوار ہو[گئے] فوجی سونیا کے اطراف رہے۔ ایک نے آگے بڑھ کر درو[ازہ کھول] دیا اس میں سے ایک ادھیڑ عمر کی عورت باہر آئی۔ اس [نے مسکراتے] ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرانسیسی زبا[ن میں] کہا۔" ہیلو مس مرجانہ! میں یہاں سے تل ابیب تک تمہا[ری ساتھی] بھی ہوں اور تمہارے میزبانوں کے سامنے تمہاری ترجما[ن بھی]۔ کیونکہ تمہارے میزبان فرانسیسی نہیں جانتے اور تم عبرانی [نہیں] جانتیں۔ آؤ چلیں۔ تمہارے لیے یہ کار حاضر ہے۔"

وہ چپ چاپ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گا[ئیڈ عورت نے] اس کے ساتھ ہی بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کر لیا۔ ک[ہا] " شاید ہمارا ساتھ زیادہ دنوں کا نہ ہو۔ پھر بھی تم م[جھے آنٹی] کہہ سکتی ہو۔"

سونیا نے اسے مسکرا کر دیکھا پھر فرانسیسی زبان [میں کہا] "شکریہ۔ شہرِ دشمناں میں ایک آنٹی تو ملی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ اس کار [کے اطراف] مسلح فوجی موٹر سائیکل پر بھی آگئے تھے۔ آگے پیچھے جیپیں [تھیں] پھر ان جیپوں کے آگے پیچھے فوجی ٹرک تھے۔ اس کے بعد [قافلہ] چل پڑا۔

سونیا جس کار میں بیٹھی ہوئی تھی اس کی اگلی سی[ٹ پر] ڈرائیور کے ساتھ ایک یہودی افسر تھا۔ اس نے عبرانی زبا[ن میں] بوڑھی آنٹی سے کچھ کہا۔ آنٹی نے سونیا سے پوچھا۔" کیا فر[ہاد تمہارے] درمیان موجود ہے؟"

سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر آگے بیٹھے ہو[ئے یہودی] نے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ اس کے مطابق آنٹی نے کہا[۔ ...] کیا۔" تم فرہاد سے کہو کہ برما کے تمام یہودیوں کی سزائیں فو[راً ختم] کردے۔ ڈان فریزر، ٹون بیکر، موشے ایشٹرو اور ڈان کر[...] اپنی زبان سے یعنی سوچ کے ذریعے یہ خوش خبری سنا د[ے کہ] انہیں اب موت کی سزا نہیں ملے گی۔"

" مائی ڈیر آنٹی! تم فرانسیسی زبان میں جو کچھ مجھ[سے کہہ رہی ہو]

[...]ہی ہو فرہاد اس کا ترجمہ میرے دماغ سے سنتا جا رہا ہے۔"

آنٹی نے کہا۔" ہمیں جواب چاہیے۔"

" جواب فوراً نہیں مل سکتا۔"

" کیوں؟"

" اس لیے کہ تم لوگ پہلے انگلی پکڑتے ہو پھر پہنچے تک [...]پہنچتے ہو۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایک سزا معاف کرانے کے بعد دوسری شرائط کیا ہوتی ہیں؟"

سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے غصے سے کچھ کہنا شروع [کیا]۔ آنٹی نے اس کی بات دہرائی۔" ہماری شرائط بعد میں پیش [کی] جائیں گی۔ پہلے فوراً ان کی سزائیں ختم کی جائیں۔ ورنہ ان کی [طر]ح تمہیں بھی اس گاڑی سے اتار کر پیدل تل ابیب تک چلایا [ج]ائے گا اور جانتی ہو۔ تل ابیب یہاں سے پینتالیس میل کے [ف]اصلے پر ہے۔"

سونیا نے کہا۔" گاڑی روک دو۔ میں پیدل چلوں گی۔"

سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے چونک کر پلٹتے ہوئے [اس]ے دیکھا۔ پھر عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ آنٹی نے اس کی ترجمانی [کی]۔" مس مرجانہ! تمہاری سزا صرف پیدل چلنے تک محدود نہیں [ر]ہے گی۔ پینتالیس میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آخری [سر]ے پر موت ہوگی۔"

سونیا نے پوچھا۔" مجھ اکیلی کو مارو گے۔ اس کے جواب [می]ں ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے تمہارے کتنے ہم مذہب مریں گے [ک]یا اس کی گنتی تمہیں معلوم ہے؟"

وہ ابھی تک سر گھما کر اگلی سیٹ سے اسے دیکھ رہا تھا [سو]نیا نے کہا۔" فرہاد کی نظروں میں یقیناً مرجانہ کی اہمیت ہے [لیک]ن مجھ سے زیادہ رسونتی کی اہمیت ہے اور اسے تم لوگوں نے [اپ]نے ہاتھ سے گنوا دیا ہے۔ سونیا اور پارس کو مار کر تم لوگوں نے [س]ب سے بڑی غلطی کی ہے۔ اب فرہاد کی کمزوری سے کھیلنے [کے ل]یے کیا رہ گیا ہے۔ سونیا چلی گئی۔ پارس چلا گیا۔ رسونتی کو [...]اس کی کمزوری بنانا چاہتے تھے۔ وہ ہاتھ سے نکل گئی۔ مجھے [...]قید میں رکھ کر فرہاد سے کیا شرطیں منواؤ گے۔ پہلے وہ [...]دیکھنا چاہتا ہے۔"

اس نے اگلی سیٹ پر سیدھی طرح بیٹھ کر ایک چھوٹا [ٹ]رانسمیٹر نکالا۔ پھر رابطہ قائم کرنے کے بعد عبرانی میں بولتا [...]گیا۔ وقفے وقفے سے دوسری طرف سے بھی کچھ کہا جا رہا تھا [...]بار اس نے پلٹ کر اپنی اسی زبان میں آنٹی سے جو کچھ کہا [...]نے وہی بات سونیا کے سامنے دہرائی۔" مس مرجانہ! [...]رے باس پوچھتے ہیں۔ برما کے یہودیوں کی سزا فوری طور پر ختم کرنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟"

سونیا میری مرضی کے مطابق جواب دینے لگی۔" فرہاد کو رسونتی چاہیے۔ چوبیس گھنٹے کے اندر یا زیادہ سے زیادہ اڑتالیس گھنٹے کے اندر۔ اگر تم لوگ یہ وعدہ کرلو کہ رسونتی فرہاد تک پہنچ جائے گی تو سزا ابھی ختم ہو سکتی ہے۔"

" ہم بڑی سے بڑی قسمیں کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ رسونتی ہمارے پاس نہیں ہے۔"

" یہ بات ناقابلِ یقین ہے۔ اگر یقین کے قابل ہوتی تب بھی رسونتی کو جو لوگ لے گئے تھے ان کی ذمے داری بھی تم پر ہے اور رسونتی کی واپسی کی بھی۔"

سامنے بیٹھے ہوئے یہودی نے ٹرانسمیٹر پر وہی بات انگریزی میں دہرائی۔ جواب میں عبرانی زبان سنائی دی۔ آنٹی نے کہا۔" ٹھیک ہے اڑتالیس گھنٹے کی مہلت مانگی جا رہی ہے اگرچہ فرہاد کو یقین نہیں آ رہا ہے۔ بہر حال ہم نے اپنی ذمے داری قبول کر لی ہے۔ رسونتی کو ہم لے گئے تھے۔ ہم واپس بھی کریں گے ہمارے آدمیوں کی سزا ختم کر دی جائے۔"

" فرہاد ابھی میرے دماغ سے جا رہے ہیں۔ سزا فی الحال ملتوی کر دی جائے گی۔"

یہی باتیں ٹرانسمیٹر کے سامنے کہی جا رہی تھیں۔ اس کے بعد ٹرانسمیٹر کو آف کر کے ڈیش بورڈ میں رکھ دیا گیا۔ توقع تھی کہ آگے بیٹھنے والا پیچھے کی طرف پلٹ کر پھر کچھ کہے گا لیکن وہ سیدھا بیٹھا ونڈ اسکرین کے پار تکتا رہا۔ میں نے سونیا سے کہا۔" میں جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں نے ڈان فریزر کے پاس پہنچ کر کہا۔" میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ پھر گڑگڑانے والا تھا۔ میں نے کہا۔" کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری سزائیں کم از کم فی الحال ختم کر دی گئی ہیں۔"

وہ خوش ہو کر بے یقینی سے بولا۔" کیا سچ ہے؟"

یہی بات میں نے ٹون بیکر کے پاس پہنچ کر کہہ دی۔ اس نے خوش ہو کر پوچھا۔" کیا ہمارے آقاؤں سے سمجھوتہ ہو گیا ہے؟"

" میں نے انہیں اڑتالیس گھنٹے کی مزید مہلت دی ہے انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ اس دوران وہ رسونتی کو میرے پاس پہنچا دیں گے۔"

یہ بات ٹون بیکر نے اپنے پورے قافلے کو سنائی۔ سب خوش ہو کر بیٹھ گئے۔ کوئی سڑک کے کنارے لیٹ گیا۔ سب کا

تھکن سے بُرا حال تھا۔ اب وہ رنگون واپس آنے کے انتظامات خود کر سکتے تھے۔ ان کے بڑے ذرائع تھے۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ دماغی طور پر حاضر ہو کر دیکھا۔ ہماری کار خفیہ رہائش گاہ کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر وہ پورچ میں آکر رک گئی۔ میں منجالی کے ساتھ چلتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ اس دوران اسے سونیا کے متعلق اور دشمنوں سے نیا سمجھوتہ ہونے کے متعلق بتاتا رہا۔ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر میں ایک آرام دہ صوفے پر گر پڑا۔ پھر میں نے کہا "ہم تفریح کے لیے نکلے تھے۔ لیکن ہمارے مقدر میں تفریح نہیں ہے۔"

منجالی صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گئی۔ پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی "کوئی بات نہیں تفریح بعد میں ہو جائے گی۔ آپ زیادہ سے زیادہ وقت مادام [illegible] کے ساتھ گزاریں۔ میں آپ کے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے باس اینجلو کو مخاطب کر کے کہا "مرجانہ یہودیوں کے چنگل میں پھنس گئی ہے ——— یہودی اسے تل ابیب پہنچا رہے ہیں۔"

اینجلو [illegible] تشویش کا اظہار کیا۔ میں نے کہا "پریشانی کی بات نہیں ہے۔ [illegible] آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لیے مجھے ہی سب کچھ کرنا ہوگا۔"

اینجلو [illegible] "جناب! دنیا کا ایسا کون سا ملک ہے۔ ایسی کون [illegible] ہے جہاں ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ شاید اسرائیلی حکومت کے متعلق زیادہ نہیں جانتے ہیں۔ اگرچہ اسرائیل وطن [illegible] مستحکم ہوتا جا رہا ہے تاہم اس کے اندر ایسا خلفشار ہے جو نظر نہیں آتا۔ وہاں دو مختلف نظریات رکھنے والے یہودی ہیں۔ ایک وہ یورپی اور امریکی یہودی جو سرمایہ دار ہیں۔ اسرائیلی حکومت ان کے ہاتھوں میں ہے۔ دنیا کی نصف سے زیادہ تجارت ان کی ذہانت کی محتاج ہے۔ دنیا کی نصف سے زیادہ دولت ان کے قدموں میں ہے۔ دوسرے یہودی وہ ہیں جن کا تعلق روس سے ہے۔ یہ یہودی کارل مارکس کے نظریے کے حامی ہیں۔ یہ اسرائیل میں برائے نام ہیں اس لیے خود کو کمیونسٹ کی حیثیت سے ظاہر نہیں کرتے اور یہ ریڈیائی [illegible] سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں ابھی ماسک مین کے ذریعے معلومات حاصل کرتا ہوں کہ وہاں آپ کے لیے کس طرح راستے ہموار کیے جا سکتے ہیں۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "مسٹر اینجلو! میں تو سمجھتا تھا اسرائیلی حکومت اوپر سے جتنی مضبوط، مستحکم اور ناقابلِ شکست نظر آتی ہے اندر سے بھی ویسے ہی مستحکم ہوگی۔ واقعی یہ حقیقت ہے کہ ہر ملک اور ہر حکومت کے اندر کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے۔ میں آپ کا مشکور رہوں گا۔ آپ اسرائیلی حکومت کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات مجھے فراہم کر دیں۔"

"آپ یہ بتائیں۔ فی الحال وہاں مرجانہ کے لیے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

"نہیں اڑتالیس گھنٹے تک وہ مرجانہ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ مجھ سے کیے ہوئے وعدے کے پابند ہیں۔ انہوں نے رسوتی کو واپس لانے کا وعدہ کیا ہے۔ اگرچہ وہ اس وعدے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے لیکن میں نے ان اڑتالیس گھنٹے کے لیے یعنی دو راتوں اور دو دنوں تک کے لیے مرجانہ کو ان کی انتقامی کارروائیوں سے بچا لیا ہے۔"

"یہ آپ نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ دو راتیں اور دو دن ہمارے لیے بہت ہیں۔ آپ دو چار گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ میں ماسک مین سے معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے رنگون کے ماسٹر [illegible] کیا۔ وہ خوش ہو کر بولا "جناب! آپ نے تو ہمیں [illegible] کبھی یاد ہی نہیں کرتے۔ میرا اقبال ہے۔ کم از کم ایک ہفتے [illegible] آپ مجھے مخاطب کر رہے ہیں۔"

"ہاں دوستوں اور مہربانوں کو مصیبت کے وقت پکارا جاتا ہے۔"

وہ چونک کر بولا "کیسی مصیبت جناب! [illegible] دشمنوں پر آئے۔ آپ ہمیں بتائیں [illegible]"

میں نے اسے بتایا کہ مرجانہ کس طرح [illegible] گئی ہے۔ وہ چپ چاپ سنتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا آپ چار گھنٹے کی مہلت دیں گے؟ [illegible] ابھی سپر ماسٹر سے معلوم [illegible] ہوں کہ مس مرجانہ کو وہاں سے کس طرح نکالا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "مرجانہ کو وہاں سے نکالنا [illegible] نہیں ہے۔ میں ان یہودیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ میرے [illegible] کو اپنی سرزمین پر لا کر انہوں نے کتنی بڑی غلطی کی [illegible] آپ مجھے اسرائیلی حکومت کی کسی بڑی کمزوری سے آگاہ کر سکتے ہیں تو کریں۔"

"اچھی بات ہے جناب! میں نے آپ کے تمام [illegible] ذہن نشین کر لیے ہیں۔ میں دو گھنٹے بعد آپ [illegible]"

میں نے رسوتی کے پاس پہنچ کر کہا "[illegible] بعد تمہیں دشمنوں سے چھڑا کر لایا گیا ہے لیکن ادھر مرجانہ [illegible] کے دام میں آگئی ہے۔"

میں نے مختصر طور پر اسے بتایا۔ اپنی پریشانی [illegible]

اس نے پوچھا "کیا تمہاری زندگی کا کوئی لمحہ سکون سے گزرے [illegible]

ہی سمجھتی ہوں۔ کچھ عرصے بعد تمہیں کھانے پینے اور سونے کا وقت بھی نہیں ملے گا۔ آخر مرجانہ کو اس طیارے میں سفر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟"

"یہ سب تمہارے لیے ہوا ہے۔ ادھر ہم نے تمہیں دشمنوں سے چھڑایا۔ ادھر میری بہن شاہینہ کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ اس کی حفاظت کے لیے مرجانہ کا وہاں پہنچنا ضروری تھا لیکن دیکھ لو کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ بہرحال اس وقت میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں صرف تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ اب جا رہا ہوں۔"

میں سونیا کو وہاں سے نکال لانے کے لیے اور ان یہودیوں کی زیادہ سے زیادہ کمزوریاں معلوم کرنے کے لیے کوئی ذریعہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے دہلی کے باس وجے آنند سے بھی وعدہ لیا کہ وہ یہودیوں کے متعلق بہت سی معلومات فراہم کرے گا۔ میں اس کے پاس سے بھی چلا آیا۔

ہر طرف سے امید دلائی جا رہی تھی۔ تاہم میں خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھا۔ میں جس قدر ذرائع استعمال کر رہا تھا۔ ان سے کہیں زیادہ ذرائع کے مالک وہ یہودی تھے۔ سپر ماسٹر اور ماسک مین میری مطلوبہ معلومات فراہم کر سکتے تھے لیکن سونیا کو اسرائیل کی سرزمین سے اغوا کر کے میرے پاس نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اور اصل مسئلہ یہی تھا سونیا کو جلد سے جلد وہاں سے نکل آنا تھا۔ ورنہ مرجانہ کے میک اپ کے پیچھے اس کا راز فاش ہوتا تو میری دو بڑی کمزوریاں دشمنوں کے ہاتھ آجاتیں ایک سونیا دوسرا پارس۔"

میں لندن کے ماسٹر نیومین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بحیثیت ماسٹر اپنے معاملات میں مصروف تھا لیکن جب میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک دم سے ہڑبڑا گیا۔ فوراً ہی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے کہا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کے کمرے میں آنے والا آپ کو یوں اچانک کھڑے ہوئے دیکھ کر کیا سوچے گا؟"

وہ بیٹھتے ہوئے بولا "آپ کی آمد پر مجھے حیرانی بھی ہو رہی ہے اور بے انتہا مسرت بھی۔ آپ نے بہت طویل عرصے بعد مجھے یاد کیا ہے۔"

میں نے وہی ایک جملہ دہرایا "ماسٹر! اپنے دوستوں اور مہربانوں کو مصیبت کے وقت ہی پکارا جاتا ہے۔"

اس نے کہا "آپ بغیر کسی تمہید کے بتائیں کس مصیبت میں گرفتار ہیں؟ میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

میں نے اسے مرجانہ کے حوالے سے سونیا کے متعلق بتایا کہ کس طرح مرجانہ یہودیوں کے چنگل میں آگئی ہے۔ اس نے پوچھا "کیا آپ نے اس سلسلے میں رنگون کے ماسٹر سے رابطہ قائم کیا ہے؟"

"ہاں، میں نے یہاں کے ماسٹر کو بھی تفصیلات بتا دی ہیں۔ ماسٹر نے وعدہ کیا ہے، وہ سپر ماسٹر سے اس سلسلے میں بات کرنے کے بعد دو گھنٹے کے اندر بتا سکے گا کہ اسرائیل میں میرے لیے کیا کیا جا سکتا ہے لیکن ماسٹر نیومین! آپ نے سپر ماسٹر کی پابندیوں سے ہٹ کر بھی ایک مخلص دوست کی حیثیت سے ماضی میں میرے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ اس لیے میں آپ سے دوستانہ تعاون چاہتا ہوں۔ کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ سپر ماسٹر سے مشورہ لے کر ہی میرے لیے کچھ کریں۔"

"میں آپ کے اس اعتماد کو ہر حال میں بحال رکھوں گا اور سپر ماسٹر سے مشورہ لیے بغیر میں ابھی اس معاملے پر غور کر کے بتاتا ہوں کہ آپ کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا "میں یہاں کے معاملات میں بُری طرح الجھا ہوا ہوں جب بھی فرصت ملے گی آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اس وقت تک آپ اچھی طرح میرے مسائل پر غور کر لیں۔"

"فرہاد صاحب! ویسے تو آپ نے دنیا جہاں کے تجربات حاصل کیے ہیں۔ دن رات نت نئے دشمنوں سے ٹکراتے رہتے ہیں اور ان سے بچاؤ کے ہتھکنڈے بھی خوب جانتے ہیں اس کے باوجود میں آپ کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔"

"فرمائیے میں سُن رہا ہوں۔"

"یہودیوں سے آپ کی ٹھن گئی ہے۔ یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا کوئی نہیں جانتا۔ جب دن رات ان سے ٹکرانا ہی ٹھہرا تو آپ عبرانی زبان کیوں نہیں سیکھ لیتے۔ کسی بھی زبان کو توجہ سے سیکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ دو چار ماہ لگتے ہیں۔ آپ اپنی مصروفیات کے دوران کم از کم چھ ماہ میں ضرور یہ زبان سیکھ لیں گے۔"

میں نے تائید کی "بے شک آپ نے بہت ہی مناسب وقت میں مناسب مشورہ دیا ہے۔"

"ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ ہم کیوں مناسب وقت کا انتظار کرتے رہیں۔ انگریزی کے بعد دنیا میں فرانسیسی زبان کی اہمیت ہے۔ آپ کے سلسلے میں جو نئے ریکارڈ تیار ہوتے رہتے ہیں ان میں اس بات کا ذکر خاص طور پر ہے کہ آپ فرانسیسی بھی نہیں جانتے ہیں۔ یہودیوں کو اطمینان ہے کہ آپ عبرانی سے ناواقف ہیں آپ چاہیں تو جلد ہی ان لوگوں کی خوش فہمیاں ختم کر سکتے ہیں۔"

"آپ کا مشورہ قابلِ قدر و قبول ہے۔ یقیناً میں ایسا ہی کروں گا۔"

میں اس سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ آدمی جب بھی سفر کے لیے نکلتا ہے۔ منزل کا تعین کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی راستوں کا بھی تعین کرتا ہے۔ جن راستوں سے اسے گزرنا ہے اسے اپنے لیے گزرنے کے قابل بناتا ہے۔ میری منزل انسانی دماغ ہے۔ لہٰذا وہاں تک پہنچنے کے لیے مجھے مختلف زبانیں سیکھتے رہنا چاہیے۔ یہ بات پہلے بھی میرے دماغ میں آئی تھی لیکن میں نے توجہ نہیں دی۔ میری بے پروائی تھی کہ میں نے اہم زبانیں نہیں سیکھیں۔ اب سیکھنے کا وقت آگیا تھا۔

اس کے باوجود سونیا کو وہاں سے نکال لانے کے لیے زبان سیکھنے کی فی الحال کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ابھی تو کسی مستحکم منصوبہ بندی کی ضرورت تھی جس پر عمل کرتے ہی سونیا یہودی کانٹوں میں گھرنے کے باوجود گلاب کی خوشبو کی طرح بے روک ٹوک چلی آئے۔

میں اپنی خیال خوانی کے متعلق منجالی کو بتاتا جا رہا تھا زبانیں سیکھنے کے متعلق سن کر اس نے کہا۔ "ابھی آپ کا ذہن الجھا ہوا ہے۔ آپ کوئی زبان نہیں سیکھ سکتے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے، آپ کا ذہن کب الجھا ہوا نہیں ہوتا؟ کب آپ پر مصیبتیں نازل نہیں ہوتیں؟ ایسے تو تمام زندگی کوئی بھی زبان سیکھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ آپ کو اپنے طور پر وقت نکالنا ہی ہوگا۔ ہزار مصروفیات کے باوجود یہ طے کر لینا ہوگا کہ عبرانی زبان سیکھنا ہے۔ ابھی اور اسی لمحے سے اس کی ابتدا ہونی چاہیے۔"

"درست کہتی ہو۔ میں ابھی سے ابتدا کروں گا لیکن سونیا تل ابیب پہنچنے ہی والی ہے۔ پہلے میں اس کی خبر لے لوں۔"

منجالی نے کہا۔ "اگر مادام کے وہاں پہنچنے میں ذرا بھی دیر ہو تو اتنی دیر میں آپ زبان سیکھنے کے ذرائع پیدا کر لیں۔"

میں سونیا کے پاس آگیا۔ وہ اسی طرح کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ فوجی گاڑیاں آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ رفتار اچھی خاصی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کب تک تل ابیب پہنچ رہی ہو؟"

وہ بولی۔ "میں نے ابھی اپنی اس آنٹی سے پوچھا تھا اس نے بتایا۔ بیس منٹ کے بعد ہم وہاں ہوں گے۔"

"تمہارے میزبان بڑے خاموش ہیں۔ کیا بات ہے؟"

"جو ضروری باتیں تھیں وہ کر چکے۔ میرا خیال ہے، یہ مجھ سے غیر ضروری یا رسمی باتیں کرنے سے بھی کترا رہے ہیں۔ اس سے مجھے بھی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ میں خاموشی سے موجودہ حالات کا تجزیہ کر رہی ہوں۔ سوچ رہی ہوں۔ تل ابیب میں کیسے لوگوں سے سابقہ پڑے گا۔ آئندہ کیا حالات ہو سکتے ہیں اور مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جتنی دور تک میرا ذہن کام کر سکتا ہے اتنی دور تک میں منطقی دلائل کے مطابق لائحہ عمل تیار کر رہی ہوں۔ تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"میں وہاں لوگوں کے دماغوں تک پہنچنے کے لیے اور تمہیں وہاں سے نکال لانے کے لیے جتنے ذرائع استعمال کر سکتا ہوں، کر رہا ہوں۔"

میں اس سے دس منٹ میں واپس آنے کا وعدہ کر کے ماسٹر نیومین کے پاس آگیا۔ وہ بے چارہ اپنے معاملات میں ہو بھی تھا اور میرے متعلق بھی سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ وہ میرے لیے کیا کر سکتا ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "ماسٹر آپ کا مشورہ بہت ہی معقول ہے۔ میں اسی وقت سے زبان سیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ عبرانی زبان کے سلسلے میں ابتدائی قواعد اور بول چال کے کیسٹ فراہم کر سکتے ہیں؟"

"لندن میں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن یہ تمام چیزیں آپ کے پاس کہاں پہنچائی جائیں؟"

"میرے پاس پہنچانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ آپ ایک آدمی ایسا مقرر کریں جو عبرانی زبان روانی سے بولتا اور سمجھتا ہو اور انگریزی زبان بھی اچھی طرح جانتا ہو۔ میں اس سے دماغی رابطہ قائم کروں گا اور وہ سوچ کے ذریعے مجھے وہ زبان سکھاتا رہے گا جب بھی مجھے فرصت ملا کرے گی میں اس کے پاس پہنچ جایا کروں گا۔ فرصت نہیں ملے گی تو کئی کئی دن غیر حاضر رہا کروں گا۔ لہٰذا اسے یہ باتیں اچھی طرح سمجھا دی جائیں۔ میں اپنے اس معلم کو منہ مانگا معاوضہ دوں گا۔"

"آپ معاوضے کی باتیں نہ کریں۔ میں آپ کے لیے سارے انتظامات کروں گا لیکن یہ بات سُپر ماسٹر سے چھپی نہیں رہ سکے گی۔ آپ مشورہ دیں تو میں سُپر ماسٹر کو اس سلسلے میں بھی باخبر رکھوں۔"

بے شک ایسی باتیں آپ کے سُپر ماسٹر سے چھپی نہیں رہ سکتیں۔ آپ انہیں بتا دیں اور میرا سلام پہنچا دیں۔ میں پھر آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں سونیا کے پاس واپس آگیا۔ اسرائیل کے مغرب میں سمندر کے کنارے تل ابیب ہے۔ یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہے تل ابیب

میں کسی بھی عرب کو رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ شہر اب نئے سرے سے ایک نئی کروٹ لے رہا تھا۔ نئی کوٹھیاں، بڑی بڑی عمارتیں اور دکانیں حتیٰ کہ یہودیوں کی طرزِ رہائش بھی بالکل امریکی انداز کی تھی۔ اس وقت سونیا بن یہودا کی سڑک سے گزر رہی تھی۔ سڑک کے اطراف میں خوبصورتی سے سجی ہوئی بڑی بڑی دکانیں تھیں جن میں ضروریاتِ زندگی کا آرائش کا اور زیبائش کا سامان بڑی فراوانی سے تھا۔ فٹ پاتھ پر مرد، عورتیں، بوڑھے بچے گزرتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ سب خوشحال دکھائی دیتے تھے۔ نوجوان مردوں اور دوشیزاؤں کے ملبوسات اور ان کے اسٹائل بالکل جدید طرز کے تھے۔ عربی اور یہودی تہذیب کہیں سے نہیں جھلکتی تھی۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ نام یہودیوں کا ہے لیکن امریکیوں کا بول بالا ہے۔ خواہ وہ امریکی یہودی کیوں نہ ہوں۔

فوجی کاروں کو گزرتے دیکھ کر شہری لوگ اپنی گاڑیاں کنارے کر لیتے تھے۔ ان فوجیوں نے سونیا کی تلاشی نہیں لی تھی۔ وہ اس کے پاس کسی ریوالور یا کسی اور مہلک ہتھیار کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر ہم نے دشمنوں کے درمیان غیر متوقع طور پر ہنگامے کیے تھے۔ سونیا اس بھری پری سڑک سے گزرنے کے دوران کوئی بھی ہنگامہ اچانک کر سکتی تھی لیکن وہ اس پر بھروسہ کر رہے تھے۔

وہ فوجی کارواں سمندر کی ایک ساحلی سڑک پر سے گزرتا ہوا ایک سیناگوگ عمارت کے سامنے آکر رُک گیا۔ زمانہ قدیم میں یہودی جہاں مذہبی تقریبات کے لیے جمع ہوتے تھے اس جگہ کو سیناگوگ کہتے تھے۔ آج بھی یہی کہتے ہیں۔ فرق یہ پیدا ہوا ہے کہ اب سیناگوگ میں صرف مذہبی معاملات کے لیے نہیں بلکہ سماجی، کاروباری اور سیاسی معاملات کے لیے بھی جمع ہوتے ہیں۔

سڑک کے کنارے ہی سے اس عمارت کا زینہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ زینہ تقریباً چالیس فٹ چوڑا اور پچیس یا تیس فٹ اونچا تھا۔ اس کی اونچائی کے بعد عمارت کی اونچائی شروع ہوتی تھی۔ سونیا کے لیے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا گیا۔ وہ باہر آئی۔ اس کی گائیڈ آنٹی دوسرے دروازے سے نکل کر اس کے ساتھ شامل ہو گئی۔ پھر وہ دونوں زینہ چڑھتے ہوئے عمارت کے صدر دروازے کی طرف جانے لگیں۔ ان کے آس پاس اب کوئی فوجی نہیں تھا۔ وہ دونوں تنہا تھیں۔ میں کر اپنے آپ پر پورا اعتماد تھا کہ مرجانہ کے دماغ میں رہ کر میں وہاں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا اور نہ ہی مرجانہ کو وہاں سے نکال کر لے جا سکوں گا۔ صدر دروازے پر دو مسلح فوجی نمائشی مجسمے کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ نہ تو انہوں نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت کی نہ ہی ان سے کوئی سوال کیا۔ وہ دونوں دروازے کے سامنے پہنچیں تو دروازہ ایک میکینزم کے تحت خود بخود کھل گیا۔ وہ اندر گئیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔

اندر ایک وسیع و عریض گزرگاہ تھی۔ وہاں کا فرش آئینے کی طرح چکنا اور صاف و شفاف تھا۔ چلتے وقت گردن جھکا کر قدموں تلے اپنے آپ کو دیکھا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف راہداریاں تھیں۔ ہر راہداری میں دو، دو چار، چار لفٹ کے دروازوں پر تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں پڑھ کر اپنے اپنے راستے اور منزل کا تعین کیا جا سکتا تھا۔ ایک تختی پر لکھا تھا: عبادت خانہ، اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لفٹ عبادت خانے تک پہنچاتی ہے کسی تختی پر "آڈیٹوریم" اور کسی پر "کانفرنس ہال" لکھا ہوا تھا۔ وہ گائیڈ آنٹی اسے کانفرنس ہال والی لفٹ کے اندر لے آئی۔ پھر وہ لفٹ اوپر کی طرف جانے لگی۔

وہ لفٹ سے باہر آئی تو اچانک ہی اِدھر اُدھر سے بجلیاں سی چمکنے لگیں۔ اس کی آنکھیں کبھی کھل رہی تھیں کبھی جھپک رہی تھیں۔ لفٹ کے سامنے والی گزرگاہ کے اطراف ان گنت فوٹو گرافر کھڑے ہوئے فلش لائٹ سے اس کی تصویریں اتار رہے تھے اور وہ آنٹی کے ساتھ ان کے درمیان سے گزرتی جا رہی تھی۔ میرا اور سونیا کا دل دھڑک رہا تھا۔ ہم سوچ رہے تھے۔ کیا ان کیمروں کے درمیان کوئی اینٹی میک اپ کیمرہ بھی ہے جو میک اپ کے پیچھے سونیا کی اصلیت تک پہنچ جائے گا؟

وہ ملکۂ بے تخت و تاج تھی۔ اسے اپنے جذبوں، اپنی خوفزدہ دھڑکنوں اور اپنے اندرونی انتشار پر قابو پانے میں ملکہ حاصل تھا۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے چلتی ہوئی آنٹی کے ساتھ ایک دروازے پر آکر رُک گئی۔ وہاں ایک مسلح سپاہی موجود تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں اندر آئیں۔ اندر بھی چند قدموں کے بعد ایک اور دروازہ تھا۔ آنٹی نے آگے بڑھ کر اس دروازے کو کھولا۔ سونیا نے کھلتے ہوئے دروازے سے دیکھا۔ دور تک ایک بہت بڑا ہال نظر آرہا تھا اور دور تک ایک لانبی میز تھی جس کے اطراف کتنے ہی خوش پوش حضرات نظر آرہے تھے۔ ان میں کچھ عورتیں بھی تھیں۔ پورے ہال میں سولر بار اور اسپاٹ لائٹ کی تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کئی جگہ ویڈیو کیمرے نصب تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ مرجانہ کے ساتھ جو گفتگو ہونے والی تھی یا مرجانہ کے ذریعے ان سے جو بھی معاملات طے پانے والے تھے ان کی ریکارڈنگ بھی ہونے

والی تھی اور فلم بھی تیار کی جانے والی تھی۔

سونیا کو دیکھتے ہی تمام لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک عورت نے سونیا کی رہنمائی ایک کرسی تک کی۔ لانبی میز کے آخری سرے پر ایک ادھیڑ عمر کا شخص نظر آ رہا تھا۔ یقیناً وہ اس مجلس کا سربراہ ہوگا۔ اسی لانبی میز کے دوسرے سرے پر سونیا کے لیے ایک کرسی مخصوص کی گئی تھی۔ باقی لوگ ان کے اطراف تھے۔ سونیا جب کرسی کے پاس آئی تو اس ادھیڑ عمر شخص نے فرانسیسی زبان میں کہا ”مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم مس مرجانہ کے ذریعے آپ کی آمد پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اپنی مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ میں مس مرجانہ سے بیٹھنے کی درخواست کرتا ہوں۔“

سونیا کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ دوسرے تمام لوگ بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مجلس کے سربراہ نے مجھے مخاطب کیا ”مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے ڈیل کانوسے کہتے ہیں۔ میں آنریبل مسٹر موشے دایان کے نمائندے کی حیثیت سے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کسی بھی ملک کے سربراہ کے دماغ تک کبھی نہیں پہنچتے۔ اگر چاہیں تو ریڈیو ٹی وی کے ذریعے ان کی تقریریں سن کر ان کی آواز اور لب و لہجے کے ذریعے آپ باآسانی ان کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ اخبارات اور رنگین رسائل میں ان کی تصویریں دیکھ کر بھی آپ دماغی رابطہ قائم کر سکتے ہیں لیکن یہ آپ کے ریکارڈ میں شامل ہے کہ آج تک آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیا آپ میری باتیں سن رہے ہیں؟“

میں نے سونیا کی زبان سے کہا ”ہاں، سن رہا ہوں۔ اگر کوئی بات غلط ہوگی یا میرے مزاج کے خلاف ہوگی تو میں جواباً کچھ کہوں گا۔ آپ اپنی گفتگو جاری رکھیں۔“

ڈیل کانوسے نے کہا ”ساری دنیا میں روس اور امریکہ کو سپر پاور کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد بھی چند ملک ہیں جو بڑی طاقتوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن میں سپر پاورز کی بات کر رہا ہوں۔ ہم اکثر کہتے ہیں کہ ہماری دنیا میں صرف روس اور امریکہ ہی نہیں ایک تیسرا سپر پاور ہے اور وہ فرہاد علی تیمور ہے۔“

میں نے سونیا کی زبان سے کہا ”آپ میری تعریف نہ کریں۔ تمہید بہت ہو چکی۔ کام کی بات شروع کریں۔“

”یہ تو لفظ ... پلوسی کی بات نہیں ہے۔ میں نے جن الفاظ سے گفتگو کا آغاز کیا ہے اس کا ایک مقصد ہے۔ جو ابھی آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ پہلے میں وہ تاثرات پیش کر رہا ہوں جو آپ کے متعلق ہیں۔ سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ایک سُپر پاور ہیں۔ ہماری دنیا کے تمام سُپر پاورز کو اپنی اپنی ... پر ناز ہے۔ کوئی فوجی قوت اور ہتھیاروں کی دوڑ میں آگے ... کوئی سائنس اور ٹیکنالوجی میں برتر ہے۔ کوئی سیاسی ... میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ آپ کی بے مثال ٹیلی پیتھی آپ ... دوسروں کے مقابلے میں سپر بناتی ہے لیکن کوئی ایک ... سے برتری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ آپ خوب ... ہیں۔ ہر سپر پاور کی اپنی ایک کمزوری ہوتی ہے۔ ایسا ... ایک ملک اپنی طاقت کے زعم میں ایٹم اور ہائیڈروجن ... ذریعے دوسرے تمام ملکوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنا ... چاہیں تو تمام بڑے بڑے ممالک کے سربراہوں کے دماغ ... پہنچ کر ان کی فوجی قوتوں اور سیاسی چالوں کو ناکام بنا ... اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ان سے منواتے رہیں لیکن ... بھی ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے ایک بار تمام ممالک کے ساتھ ایسا کیا تو ان کے بعد آنے والے سربراہ آپ کے رشتوں کو، خون کے رشتوں کو اور دل کی گہرائیوں ... قائم ہونے والے رشتوں کو پلک جھپکتے ہی نیست و نابود ... گے۔ آپ کے وطن کی عظمت اور آزادی کو خاک میں ...“

میں نے کہا ”میں جانتا ہوں۔ اس دنیا میں کبھی ... داؤ چل جاتا ہے کبھی کسی کا۔ اس لیے سمجھوتے کی خاطر ... خانہ خالی چھوڑ دینا چاہیے اور میں نے اسی لیے کسی بھی ... کے سربراہ سے آج تک دماغی رابطہ قائم نہیں کیا اور نہ ... چاہتا ہوں۔ کبھی سُپر ماسٹر نے، کبھی ریڈ پاور کے ماسک ... اور کبھی تم یہودیوں نے مجھے سمجھوتے کے لیے کہا لیکن ... کرتا رہا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ اس سے بڑھ کر سمجھوتہ کیا ... ہے کہ میں تمہارے نمبر ۲ کے دماغ میں آج تک نہیں ... حالانکہ مجھے ان کا لب و لہجہ اب بھی یاد ہے۔ کہو تو میں ... کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں اور کہاں ہیں اور تمہارا ... کہو تو وہاں سے اٹھا کر اس مجلس میں پہنچا دوں۔“

سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ سبھی سونیا کی طرف ... لگے جیسے وہ ابھی منتر پڑھ کر پھونکے گی اور ان کا ایک ... وہاں حاضر ہو جائے گا۔ ڈیل کانوسے نے مسکرا ... کہا ”بے شک آپ ایسا کر سکتے ہیں لیکن آپ ایسا نہیں ...“

”ہاں، نہیں کروں گا لیکن تم لوگوں نے سونیا ... کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بناتے وقت یہ نہیں سوچا تھا کہ ... کر سکتا ہوں۔“

”مسٹر فرہاد علی تیمور! ہر ملک اور ہر قوم میں گدھے ... ہیں۔ آپ یقین کریں۔ ہمارے گدھوں نے وہ منصوبہ ...

”وہ سب لوگ آپ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گئے۔“

”ان کے بُرے انجام سے میرے نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ میرے جتنے بھی ساتھی ہیں وہ سب میرے لیے اہم ہیں۔ جتنا تمہارے لیے تمہارا موشے دایان ہے۔ ابھی تم نے کہا ہے کہ میں کسی ملک کے سربراہ کو نقصان پہنچاؤں گا تو اس کے بعد آنے والا سربراہ میرے ملک اور میرے عزیز رشتوں کو ختم کر سکتا ہے۔ لہٰذا سونیا اور میرے بیٹے پارس کے بعد مجھے تمہارے ملک کے سربراہ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ جواب میں یہ نہ کہنا کہ تمہارے گدھوں سے غلطی ہو گئی تھی۔ میں بھی اپنے گدھوں سے ایسی غلطیاں کرا سکتا ہوں۔“

ڈیل کانوسے نے بے بسی سے کہا ”مسٹر فرہاد! اب ہم آپ کی سونیا اور پارس کو زندہ نہیں کر سکتے لیکن تاوان دے سکتے ہیں۔ آپ کی کوئی ایک شرط مان سکتے ہیں اور یہ سب اس لیے کہ ہم اپنے سربراہ تک ٹیلی پیتھی کی آنچ بھی پہنچنے نہیں دینا چاہتے۔ اگر آپ نے انتقاماً ایسا کیا تو ہم آپ کے ملک کی سیاسی نبض کو الٹ کر رکھ دیں گے جو سیاست آدھے ملک کو بنگلہ دیش بنا سکتی ہے وہ دنیا کے نقشے سے باقی ماندہ ملک کے نام کو مٹا بھی سکتی ہے۔“

اسی وقت ایک مسلح سپاہی نے ڈیل کانوسے کے قریب آ کر سیلوٹ کیا۔ پھر اس کے آگے ایک لفافہ بڑھا دیا۔ ڈیل کانوسے نے اس لفافے سے ایک کاغذ نکال کر کھولا اور اسے پڑھا۔ پڑھتے ہی اچانک اس کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔ وہ اپنے سامنے دیدے پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کاغذ کو اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف بڑھا دیا۔ اس شخص نے اسے پڑھا۔ پھر وہ بھی قہقہہ لگانے لگا۔ پھر تیسرے نے پڑھا تیسرا قہقہہ بلند ہوا۔ اس طرح وہ کاغذ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچ رہا تھا اور ان میں قہقہے اور مسرتیں تقسیم کر رہا تھا۔ کوئی ہنسنے کے دوران میز پر ہاتھ مار رہا تھا کوئی پیٹ پکڑ کر ہنس رہا تھا۔ کوئی اس کاغذ کو پڑھ کر چومنے کے بعد دوسرے کی طرف بڑھا رہا تھا۔ ڈیل کانوسے سونیا کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہا تھا ”مسٹر فرہاد علی تیمور! آپ نے تو کمال کر دیا۔ اب تک ہمیں خوب الو بنایا ہے اور بڑی ہنرمندی سے بنایا ہے۔“

پھر اس نے میز پر ایک زوردار گھونسا مارا۔ میز پر دھماکے کی آواز ابھری۔ تمام لوگوں کے قہقہوں کی پرواز نے دم توڑ دیا۔ سب اچانک ہی چپ ہو گئے۔ ڈیل کانوسے نے غصے سے چیخ کر کہا ”یو ڈرٹی وچ سونیا! اسٹینڈ اپ۔ ہاؤ ڈیئر یو ٹیک دی سیٹ بی فور می (تم سونیا گندی چڑیل کھڑی ہو جاؤ۔ تمہیں میرے سامنے بیٹھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟)“

سونیا نے اطمینان سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر دونوں ہتھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا ”کیا ہوا میرے مٹی کے شیر! گرگٹ کیسے رنگ بدلتے ہیں۔ تم اس کی مثال پیش کر رہے ہو۔ ابھی خاکسار بنے ہوئے تھے۔ ابھی بازی ہاتھ آتے ہی آسمان پر اچھل رہے ہو۔ گرو گے تو نیچے زمین بھی نہیں ملے گی۔ کیا تمہیں اس بات کا ہوش ہے کہ ابھی تم نے کتنی زبردست غلطی کی ہے؟“

”کیا؟“ اس نے سوالیہ نظروں سے سونیا کو دیکھا۔

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی ”جب آدمی کوئی بازی جیتتا ہے تو خوشی کے مارے ناچنے لگتا ہے جیسے ابھی تم ناچ رہے تھے اور غرور کی حدوں سے آگے نکل کر احتیاطی تدابیر بھول جاتا ہے جیسے تم بھول گئے تھے۔ تم نے ابھی مارے غرور کے فرانسیسی چھوڑ کر انگریزی بولنا شروع کر دیا۔ اس وقت فرہاد علی تیمور تمہارے دماغ میں ہے۔“

وہ تن کر کھڑا ہوا تھا۔ اچانک ہی کٹی ہوئی شاخ کی طرح میز پر جھک کر اوندھا ہو گیا۔ میز پر دونوں ہاتھ یوں ٹیک لیے جیسے اب نیچے گرنے ہی والا ہو۔ جسم میں جان نہ رہی ہو۔ سونیا کی وہ بات یاد آ رہی تھی ”آسمان پر ناچ رہے ہو۔ گرو گے تو زمین بھی نہیں ملے گی“ اور اسے سچ مچ یوں لگ رہا تھا جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ہے۔

ایک سپاہی نے اسے سہارا دے کر اس کی کرسی پر بٹھایا۔ سونیا نے میز پر ہاتھ مار کر کہا ”یو ڈیل کانوسے! یو ڈرٹی شاٹ! ہاؤ ڈیئر یو ٹیک دی سیٹ بی فور می۔ اسٹینڈ اپ (تم ڈیل کانوسے، تم گندے شیطان، میرے سامنے بیٹھنے کی جرأت کیسے ہو رہی ہے۔ کھڑے ہو جاؤ)“

ادھر سونیا نے حکم دیا۔ ادھر میں نے اسے اچھل کر کھڑا ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ اس نے اپنے آپ کو کھڑے ہو جانے کی پوزیشن میں دیکھا۔ ذرا سا گھبرا گیا۔ پھر غصے سے میز پر ہاتھ مار کر بولا ”یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارے حکم پر کھڑا ہوا ہوں۔ میں تم لوگوں کا پابند نہیں ہوں۔ میں ابھی بیٹھ کر بتاتا ہوں۔“

اس کے ایسا کہتے ہی میں نے اسے دائیں طرف ایک ذرا کھسکا دیا۔ کرسی کی طرف سے ذرا ہٹا دیا۔ وہ اسی وقت بیٹھنے لگا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ دو سپاہی دوڑتے ہوئے آئے پھر اسے فرش پر سے اٹھانے لگے۔ وہ سب یوں سہمے ہوئے تھے جیسے ایک لفظ بھی زبان سے ادا

کریں گے تو میں ان کے دماغوں میں فوراً پہنچ جاؤں گا۔ اسی لیے وہ چُپ چاپ تماشا دیکھ رہے تھے۔

سونیا نے کہا: "ڈیل کانوسے! اگر تم آدمی کی طرح گفتگو کرنا چاہو تو تمہیں بیٹھنے کا ایک موقع دیا جائے گا۔"

اسی وقت ایک اور سپاہی ایک اور لفافہ لے کر آیا۔ ڈیل کانوسے نے اس لفافے سے کاغذ کو نکال کر پڑھا۔ وہاں اجنبی زبان میں لکھا ہوا تھا لیکن میں نے ڈیل کانوسے کے دماغ سے اس کا ترجمہ سمجھ لیا۔ لکھا ہوا تھا "تم نے اپنی جیت کی خوشی میں بہت بڑی حماقت کی ہے۔ فوراً اپنی کرسی، اپنا عہدہ چھوڑ کر ہال سے باہر چلے جاؤ۔"

وہ حکمنامہ پڑھتے ہی وہاں سے پلٹ گیا۔ پھر فوجی انداز میں چلتا ہوا ہال سے باہر جانے لگا۔ اسی وقت ایک معمّر شخص اس ہال میں داخل ہوا۔ اس نے سونیا پر ایک نظر ڈالی پھر اطمینان سے چلتا ہوا اس کرسی پر آیا جو ڈیل کانوسے سے چھین لی گئی تھی۔ اس نے اس کرسی پر بیٹھتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا: "مادام سونیا! مسٹر ڈیل کانوسے نے آپ کی شان میں جو گستاخی کی اس کے لیے ہمیں بے حد افسوس ہے۔ اس کی سزا اسے مل چکی ہے۔ اس کی یہ کرسی اور عہدہ چھین لیا گیا ہے۔ اب میں اس کی جگہ آیا ہوں اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نہایت دوستانہ ماحول میں ٹھنڈے دماغ سے گفتگو کروں گا۔ مجھ میں غرور نام کو نہیں ہے۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا: "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے مسٹر......"

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس معمّر شخص نے جواباً مسکرا کر کہا: "میرا نام ثبات معظم ہے۔ میں فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارا موقف وہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ سمجھوتے کی راہیں ہموار کی جائیں۔ مسٹر فرہاد علی تیمور اعلیٰ سطح پر سمجھوتے کی بات نہ کریں۔ اس کے لیے تو ہم مطمئن ہیں کہ نہ تو وہ ہمارے سربراہ کے دماغوں تک جانے کی زحمت گوارا کریں گے اور نہ ہی ہم ان کے وطن کو نقصان پہنچائیں گے اس سے الگ ہٹ کر ہم ٹیلی پیتھی سے محفوظ رہنے کی مزید ضمانت چاہتے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے مادام رسونتی کو اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے آپ نے دوبارہ حاصل کر لیا یا ہمارا کوئی دشمن ہمارے لیے چیلنج بن گیا ہے۔ یہ حقیقت ہم جلد ہی معلوم کر لیں گے۔"

میز کے اطراف بیٹھے ہوئے ایک شخص نے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ ثبات معظم نے تائید میں سر ہلا کر سونیا کو دیکھتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! ابھی آپ نے کہا تھا کہ آپ کی ساتھی آپ کے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہیں جتنا کہ ہمارے لیے [illegible] ہیں۔ یہ آپ کا اپنا نظریہ یا اپنے جذبات ہیں لیکن [illegible] یہ ایگریمنٹ رہے گا کہ جب تک ہمارے سربراہ زندہ سلامت [illegible] دماغی طور پر نارمل ہیں اس وقت تک آپ کا ملک سلامت رہے گا۔ جہاں تک آپ کی ساتھی عورتوں کا تعلق ہے تو ان میں سے آپ کی کوئی ایک اہم ساتھی ہمارے پاس ضمانت کے طور پر رہے گی۔ چلیے مسز رسونتی ہمارے ہاتھ سے نکل گئیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ مادام سونیا نے یہاں آ کر ہمیں میزبانی کا شرف عطا کیا ہے اور اب ہم تاحیات ان کی میزبانی کرتے رہیں گے۔"

سونیا نے پوچھا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ میں یہاں قید رہوں گی۔"

"نہیں مادام! ہم ایسی گستاخی کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ یہاں بالکل آزاد رہیں گی۔ یہاں سے نکلنے کے بعد آپ کو بغیر کسی نگرانی کے گھومنے پھرنے اور اپنی مرضی کے مطابق کہیں بھی رہنے کی اجازت حاصل ہوگی لیکن......"

اس نے لیکن کہہ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔ میز کے ایک طرف بیٹھی ہوئی ایک عورت عبرانی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ اس کی بات سننے کے بعد ثبات معظم نے کہا: "ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ آپ کو یہاں ہر طرح کی آزادی ہوگی۔ مسٹر فرہاد جب چاہیں یہاں آ کر آپ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔"

سونیا مسکرانے لگی۔ ثبات معظم نے کہا: "ہم خوب [illegible] ہیں آپ کو ایک ذرا سی بھی ڈھیل ملے گی تو آپ پھر سے [illegible] جائیں گی، لہٰذا آپ کے پاس مقابلہ کرنے والے ہاتھ اور فرار والے پاؤں نہ رہیں تو بہتر ہے۔"

"یعنی تم لوگ مجھے بے دست و پا بناؤ گے۔"

ثبات معظم نے کہا: "نہیں مادام نہیں۔ بھلا ہماری کیا مجال ہے کہ آپ جیسی شیرنی کو چھیڑنے کی جرأت کر سکیں۔ یہاں کچھ لوگ آپ کی صلاحیتوں سے جلتے ہیں۔ وہ لڑنے کی صلاحیت میں آپ سے برتر اور ذہنی صلاحیتوں میں آپ سے بہتر ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آپ ان سے ٹکرائیں گی تو آپ کے ہاتھ پاؤں توڑ دیے جائیں گے لیکن آپ کو زندہ رکھا جائے گا کیونکہ آپ ہمارے پاس فرہاد کی امانت ہیں۔"

سونیا نے حقارت سے کہا: "تم لوگ سمجھوتے کی باتیں بھی کرتے ہو اور ہاتھ پاؤں توڑنے کا غیر انسانی طریقہ بھی اختیار کرتے ہو آخر اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی۔"

"وجہ ہم بتاتے ہیں۔ آپ فرہاد علی تیمور کے لیے

[illegible] لیکن آپ کی تنہا ضمانت ہمارے لیے اطمینان بخش [illegible] ہے۔ ایک اور اہم ضمانت چاہیے اور وہ ہے پارس۔"

وہ ایک لمحے کے لیے چپ ہوا۔ سونیا کو دیکھتا رہا۔ پھر [illegible] نے کہا: "اگر فرہاد پارس کو تمہاری تحویل میں دے دے تو [illegible] وعدہ کرتے ہیں کہ وہ بچہ تمہاری ہی گود میں رہے گا۔ تمہارے [illegible] پاؤں بھی سلامت رہیں گے اور تمہیں اتنی عزت اور احترام [illegible] دیا جائے گا جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتی ہو۔"

"مسٹر ثبات معظم! ہاتھ کاٹ دیے جاتے ہیں۔ یہ اور بات [illegible] لیکن کوئی خود اپنا ہاتھ کاٹ کر کسی کو نہیں دیتا۔ تم لوگ مجھے [illegible] یہاں لے آئے۔ میں خود کبھی یہاں نہ آتی۔ پارس کو بھی کبھی [illegible] لے آؤ تو اور بات ہے لیکن ہم اپنے ہاتھوں سے پارس [illegible] نہیں پہنچائیں گے۔ وہ ہمارا دست و بازو ہے۔ مستقبل [illegible] ہے۔"

"[illegible] ہیئر از دی پوائنٹ۔ ہم نہیں چاہتے۔ مستقبل میں کوئی [illegible] فرہاد علی تیمور بن کر ابھرے۔ دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ پارس [illegible] کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ وہ ہمارے پاس [illegible] گا تو تم سب بھی ہمارے دوست بن کر رہو گے۔ اس لیے [illegible] آخری اور پہلی شرط پارس کا حصول ہے۔"

سونیا نے کہا: "جب پارس پیدا ہوا تھا تو تم لوگوں نے اس [illegible] تصویریں اتاری تھیں۔ اس نوزائیدہ پارس میں اور آج کے [illegible] میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کے چہرے میں اور جسامت [illegible] میں تبدیلی آئی ہے۔ تم لوگ اس کے حصول کی باتیں کرتے [illegible] اسے خواب میں بھی نہیں دیکھ سکو گے۔ دیکھو گے تو [illegible] نوزائیدہ بچہ نظر آتا رہے گا۔"

ثبات معظم نے کہا: "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں آپ سے [illegible] ہوں۔ مادام سونیا ایک عورت ہیں اور عورت کے [illegible] باتیں کر رہی ہیں۔ یہ معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکتی [illegible] عورت کتنی ہی تیز و طرار ہو، کتنی ہی اہمیت اختیار کر لے [illegible] ہی ہوتی ہے۔ میں آپ کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔"

میں نے سونیا کی زبان سے جواب دیا: "مسٹر ثبات! میں فرہاد [illegible] بول رہا ہوں۔ اگر سونیا نادان ہوتی تو آپ لوگ اس سے [illegible] زندہ نہ رہتے۔ اسے بے دست و پا کرنے کے منصوبے [illegible] میں اور میرے پیارے ساتھی اپنی اپنی جانیں دے [illegible] لیکن پارس پر کسی دشمن کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیں گے۔"

ثبات نے آرام سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے [illegible] انداز میں کہا: "مادام سونیا! اب آپ یہاں سے جا سکتی ہیں [illegible] سمجھ لیں کہ یہ عمارت آپ کا قید خانہ ہے۔ اس عمارت سے نکلنے کا ایک راستہ ہے اور وہ ہے آڈیٹوریم۔ وہاں سے گزر کر آپ باہر جا سکیں گی۔ بشرطیکہ وہاں سے گزرنے کے دوران آپ کے ہاتھ پاؤں سلامت رہیں۔"

گائیڈ بن کر رہنے والی آنٹی نے آگے بڑھ کر سونیا کو دروازے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ ثبات معظم نے کہا: "یہ ہمارا وعدہ ہے۔ اگر تم آڈیٹوریم سے صحیح سلامت گزر کر عمارت سے باہر نکل جاؤ گی تو تمہیں قیدی بنا کر نہیں رکھا جائے گا۔ تل ابیب میں تم آزادانہ گھوم پھر سکو گی۔ اگر تل ابیب سے باہر جانا چاہو گی تو پھر تمہارے سامنے ایک آئرن وال (آہنی دیوار) کھڑی کی جائے گی۔ اس دیوار کو توڑ سکو گی تو تل ابیب سے باہر تمہیں کسی بھی دوسرے شہر میں جانے کی اجازت دے دی جائے گی لیکن یہ بعد کی باتیں ہیں۔ ابھی تو تم آخری بار اپنے پیروں سے چل کر آڈیٹوریم تک جاؤ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو حسرت سے دیکھتی رہو۔ کیا پتہ، آنے والے لمحات تمہارے لیے کیسے ہوں گے۔"

سونیا گائیڈ آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے تک گئی۔ پھر وہاں سے پلٹ کر بولی: "مسٹر ثبات! کیا تم میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹنے کا تماشا نہیں دیکھو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا: "ہم یہاں ٹی وی اسکرین پر سب کچھ دیکھتے رہیں گے اور تم وہاں میری آواز سنتی رہو گی۔ وہاں بھی تمہاری فلم تیار کی جائے گی تاکہ دنیا والوں کے سامنے سند رہے کہ ہم نے فرہاد علی تیمور کی امانت کو بے دست و پا بنا کر رکھ لیا ہے۔ اب کوئی اسے اغوا نہیں کر سکے گا۔"

وہ آنٹی کی رہنمائی میں کانفرنس ہال سے باہر آ گئی۔ میں نے کہا: "یہ تو بہت بُرا ہو رہا ہے۔ پتہ نہیں وہاں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ سونیا میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں پریشان نہیں ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرے پاس اپنی جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں ہیں، دوسرے تم میرے ساتھ رہو گے۔ اب موت سے لڑنے کے اتنے انتظامات کے باوجود موت آ جائے تو انسان کیا کر سکتا ہے۔ کیا تم اپنی موت سے لڑ سکتے ہو؟"

"ٹھیک ہے۔ نہیں لڑ سکیں گے لیکن جب ہمارے سامنے کوئی راستہ ہو کہ ہم سمجھوتہ کر کے اس خطرے کو ٹال سکتے ہیں تو؟"

"فرہاد! وہ پارس کے حصول کے سوا کوئی بات نہیں مانیں گے لہٰذا ان سے سمجھوتے کی بات کو دماغ سے نکال دو۔ جو سامنے آ رہا ہے۔ اس کے لیے تم بھی دماغی طور پر تیار رہو اور میں تو پہلے سے تیار ہوں۔"

آنٹی اسے اس لفٹ کے پاس لے کر آئی۔ جہاں آڈیٹوریم لکھا ہوا تھا۔ وہ لفٹ کے ذریعے نیچے کی طرف جانے لگیں۔ چند

سیکنڈ کے بعد لفٹ رک گئی۔ وہ باہر آئیں۔ وہاں گزرگاہ کے ایک طرف بڑے سے دروازے پہ آڈیٹوریم لکھا ہوا تھا۔ وہ آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئی۔ ایک سپاہی نے ان کے لیے دروازے کو کھول دیا۔ اندر ایک بہت بڑا سینما ہال یا تھیٹر کا اسٹیج نظر آیا جو دائیں سے بائیں ہال کی چوڑائی تک ایک ریشمی پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ ہال میں آرام دہ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جو خالی تھیں۔ کوئی تماشائی نہیں تھا۔ وہ آنٹی کے ساتھ ان کرسیوں کی درمیانی راہداری سے گزرتے ہوئے اسٹیج کی طرف جانے لگی۔ کہیں سے ایسی موسیقی سنائی دے رہی تھی جیسے ان دیکھی موت چاروں طرف سے آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے سونیا کے قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہو۔ آرکسٹرا کے تاثرات ایسے ہی تھے۔

وہ اسٹیج کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ آنٹی نے کہا "میں تمہاری گائیڈ ہوں۔ تمہارے ساتھ ہی رہوں گی لیکن دور سے تماشا دیکھوں گی۔ وہاں کرسی پر جا کر بیٹھ رہی ہوں۔ ابھی تمہارے سامنے سے پردہ اٹھنے ہی والا ہے۔"

بڈھی آنٹی دور جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ موسیقی کی لہریں تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں۔ سسپنس پیدا کر رہی تھیں اور اسی سسپنس کے دوران آہستہ آہستہ پردہ اٹھتا جا رہا تھا۔ اسٹیج نمودار ہو رہا تھا۔ توقع تھی کہ وہاں شاید دو چار پہلوان قسم کے ایسے لوگ نظر آئیں گے جو سونیا کے ہاتھ پاؤں تو کیا اس کی گردن بھی توڑ کر رکھ دیں گے لیکن وہاں دو عدد دوشیزائیں نظر آ رہی تھیں۔ ویسے کوئی ضروری نہیں ہے کہ قتل کرنے کے لیے ہاتھ بھر کم تلوار ہو۔ وہ دو دوشیزائیں دو ننھی زہریلی سوئیاں بھی ہو سکتی تھیں۔

وہ دوسری طرف منہ کیے کھڑی تھیں۔ سونیا کو ان کی پشت نظر آ رہی تھی۔ ان کے جسموں پہ مختصر ترین لباس تھا۔ گورا چکنا بدن دھوپ کی طرح چمک رہا تھا جیسے ان کے جسموں پہ پالش کی گئی ہو۔ ان دونوں کے دائیں ہاتھ ایک ساتھ اٹھے۔ پھر ان دونوں نے ایک ساتھ کہا "فرہاد! مجھے پہچانو۔ میں تمہاری محبوبہ ہوں۔ تمہارے بچے کی ماں۔ مجھے پہچانو۔ میں ہوں تمہاری ڈبل جوئیل...."

اس کے ساتھ ہی آرکسٹرا کی تیز آواز گونجنے لگی۔ وہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک ساتھ سونیا کی طرف گھوم رہی تھیں۔ پھر انہوں نے اپنا رُخ سونیا کی طرف کیا۔ وہ دونوں ہم شکل تھیں جیسا کہ میں نے ڈبل جوئیل کو دیکھا تھا اور واقعی میں اس کے بچوں کا باپ تھا لیکن ان میں سے ایک جوئیل مر چکی تھی۔ سنگل جوئیل رہ گئی تھی پھر یہ ڈبل جوئیل کہاں سے آ گئیں؟

میں سونیا کے دماغ کے ذریعے ان پر پوری توجہ دے رہا تھا اور سونیا کا دماغ مجھے بتا رہا تھا کہ جب وہ باتیں کرتی ہیں تو ان کے ہونٹ ایک ساتھ کھلتے ہیں۔ الفاظ بھی ایک ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ وہ آگے بڑھتی ہیں تو ایک ساتھ ان کے قدم اٹھتے ہیں اور ایک ساتھ وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچتی ہیں۔ یہ بڑا حیرت انگیز تماشا تھا۔ میری داستان پڑھنے والے ڈبل جوئیل کے کردار کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میں بھی اچھی طرح جاننے کے باوجود شاید انہیں نہیں سمجھ سکا تھا۔

دوسرے لمحے انہیں سمجھنے کے لیے میں نے ان کے دماغوں کی طرف چھلانگ لگائی لیکن دماغ کے دروازے بند ہو گئے۔ انہوں نے سانس روک لی تھی۔ یہ ایک نئی بات تھی کیونکہ میں ڈبل جوئیل کے دماغ میں بآسانی پہنچ جایا کرتا تھا اور وہ دل و جان سے مجھے دل میں اور دماغ میں جگہ دے دیتی تھیں لیکن انہوں نے محبت کا دم بھرنے کے باوجود میرے لیے اپنے دماغ کے دروازے بند کر دیے تھے۔

بظاہر یہ ایک عجیب سی بات ہے کہ دو دوشیزاؤں کے جسم الگ الگ تھے مگر دماغ ایک تھا۔ اور وہ دونوں جسم ایک ہی دماغ کے تابع فرمان تھے۔ وہ ایک ہی دماغ کے اشارے پر ایک ساتھ ایک ہی وقت میں، ایک ہی جیسی حرکت کرتے تھے۔

نئے قارئین کے لیے یہ عجیب سی بات ہوگی۔ آخر یہ دو بدن ہے کیا چیز؟ کیا ہم انسانوں کی دنیا میں ایسا عجوبہ کسی نے دیکھا ہوگا۔ ایسے عجوبے کو سمجھنے کے لیے انسانی تاریخ پر سے غور کرنا ہوگا۔ پہلے تو رومن دیوی، دیوتاؤں کے ہجوم میں ایسی ہستی کا ذکر ہے جس کا نام ہرما فریڈٹ تھا۔ وہ بیک وقت مرد بھی تھا اور عورت بھی۔ اس کا جسم مردانہ بھی تھا اور زنانہ بھی۔ وہ دیوتا ہرمس مرکری اور حسین دیوی آفریڈٹ وینس کی اولاد تھی (تھا)

جب عجوبہ کا ذکر ہوا اور ایک بدن کے ساتھ چار ہاتھوں کی بات آئے تو ہندو دھرم کی کالی مائی کی تصویر سبھی نے دیکھی ہوگی جس کے چار ہاتھ ہوتے ہیں۔ ایک گنیش مہاراج ہیں جن کا جسم انسان کا اور سر ہاتھی کا ہے۔ یہ اپنے اپنے دھرم اور عقیدے کی بات ہے۔ عقیدہ ہو تو ایسی عجیب ہستیاں قابل پرستش بن جاتی ہیں۔ عقیدہ نہ ہو تو یہ ہستیاں عجوبے کہلاتی ہیں اور ان کی باتیں محض افسانوی ہوتی ہیں۔

الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔ میں دو بدن کو قابل پرستش نہیں بلکہ مضحکہ خیز ہستی کہوں گا۔ چونکہ یہ میری زندگی میں بار بار آ رہی تھیں اس لیے میں انہیں افسانوی کردار نہیں کہوں گا۔ جنہوں نے کبھی عجوبے نہ دیکھے ہوں وہ اس داستان کو افسانے کی طرح پڑھتے ہوئے گزر جائیں۔

دو بدن کا دعویٰ تھا کہ وہ دو نہیں ایک ہیں۔ کیونکہ دماغ ایک تھا اور ایک دماغ دو ہونے کے باوجود بھی انسان کو سمجھاتا ہے کہ وہ ایک ہے جیسے ہم آئینے کے سامنے دو ہو جاتے ہیں لیکن ہمارا دماغ ایک ہی ہوتا ہے اور ہم اس بات کے قائل ہیں کہ ہم ایک ہیں۔

انہوں نے ایک ہی وقت میں ایک ساتھ کہا "سونیا! ہم نے تہیہ کیا ہے۔ فرہاد کے سامنے جو بھی عورت آئے گی ہم اسے نیست و نابود کر دیں گے۔ فرہاد کے لیے صرف ہم ہیں۔ اگر پارس یہاں نہ لایا گیا تو ہم فرہاد کی محبت سے ایک نئے پارس کو جنم دیں گی لیکن اس سے پہلے ہم اپنے راستے کے کانٹے صاف کر لینا چاہتے ہیں تو یہ لو......"

یہ کہتے ہی ڈبل جوئیل نے اچانک ہی ایک گھونسہ سونیا کے منہ پر جڑ دیا۔ سونیا لڑکھڑاتی ہوئی دور گئی۔ دو بدن کے ایک گھونسے کا مطلب دو گھونسے ہوتے تھے کیوں کہ دونوں ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ، ایک جیسی حرکت کرتی تھیں اور ایک ہی جگہ کو نشانہ بناتی تھیں۔ میں نے سونیا کی کھوپڑی میں گھس کر دیکھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور بایاں جبڑا بُری طرح دکھ رہا تھا۔ ان عورتوں کے ہاتھ ایسے فولادی نہیں ہو سکتے تھے کہ ایک ہی ہاتھ میں سارے وجود کو بھوڑا بنا کر رکھ دیں۔ یا تو وہ بڑی محنتوں کے بعد فولاد بنائی گئی تھیں یا پھر قدرتی طور پر ڈبل ہارس پاور کی مالکہ تھیں۔

یقیناً میں جانتا تھا کہ دو بدن کیسی غیر معمولی قوت کی مالکہ تھیں۔ مجھ سے پہلے ان کا ایک محبوب تھا جو انہیں کبھی حاصل نہ کر سکا لیکن وہ سات فٹ کی قد آور چٹان تھا۔ چٹانوں پر گھاس نہیں اُگتی مگر اس کا تمام جسم بالوں سے چھپا ہوتا تھا۔ پہلی نظر میں بالکل گوریلا نظر آتا تھا۔ سر کے بال بھی بڑے بڑے تھے۔ داڑھی بھی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہکتی رہتی تھیں۔ وہ ایسے مضبوط دانت اور جبڑے رکھتا تھا کہ کچے گوشت کو پیس کر قیمہ بنا دیتا تھا۔ دو بدن نے ایسے درندے کو بار ہا شکست دی تھی اور اس کے سامنے اس وقت کوئی سات فٹ کا درندہ نہیں بلکہ فرہاد کی جانِ حیات سونیا تھی۔

سونیا کا سر تھوڑی دیر تک چکرایا۔ پھر اس نے آہستگی سے سر اٹھا کر دو بدن کو دیکھا۔ اس کے بعد اپنے دوپٹے کو گلے سے اتار کر اسے اپنی کمر پہ باندھنے لگی۔ مشرقی عورت کا دوپٹہ حیا کے وقت سر پہ ہوتا ہے اور محاذ آرائی کے وقت کمر میں آ کر کفن کی طرح بندھ جاتا ہے۔

اب سونیا تیار تھی۔

مشہور مصنفین کی مشہور کتابیں

روشنی کے مینار
اسلام کے خاموش مبلغوں اولیائے کرام کے دلچسپ اور پُر اثر واقعات ضیاء تسنیم بلگرامی کے قلم سے
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

عظمت کے مینار
ضیاء تسنیم بلگرامی کے مضامین کا دوسرا مجموعہ
قیمت ۸۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

ایمان کا سفر
محی الدین نواب کی ۱۰ معاشرتی کہانیوں کا مجموعہ وہ فن پارے جن کی آپ کو تلاش ہے۔
قیمت ۱۰۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کچرا گھر
محی الدین نواب کی کہانیوں کا دوسرا مجموعہ جسے آپ آنکھوں سے نہیں دل سے پڑھیں گے۔
قیمت ۶۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

آدھا چہرہ
محی الدین نواب کا پہلا طویل معاشرتی ناول ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو پاکیزگی کے لبادے میں اپنا اصل چہرہ چھپا کر رکھتے ہیں
قیمت ۱۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

کالی کہانیاں
جرائم، جادو، شیطان ازم، ارواح، طنز و مزاح، اسرار و خوف، سسپنس اور تجسس پر مبنی ۲۶ کہانیاں
قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے

نک ویلوٹ کی چوریاں
مشہور چور نک ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گراں قدر معاوضے پر چُراتا ہے۔
قیمت جلد اول ... جلد دوم ...
ڈاک خرچ فی جلد ۱۰ روپے

کتابیات پبلی کیشنز

دوبدن

نے حملے کی ابتدا کرتے ہوئے سونیا کے منہ پر ایک گھونسہ رسید کر دیا تھا۔

اس کے بعد انہوں نے دوسرا حملہ نہیں کیا۔ وہ یقیناً سونیا کی طرف سے جوابی حملے کا انتظار کر رہی تھیں۔ انہیں اپنی طاقت پر اور اپنے ڈبل ایکشن پر پورا اعتماد تھا اور ان کا اعتماد درست بھی تھا۔ وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھیں، آج تک اپنے مقابل آنے والے بڑے بڑے شہ زوروں کو انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے یا تو بیہوش کر دیا تھا یا پھر ختم کر ڈالا تھا۔

لیکن جب سونیا نے جوابی حملے سے پہلے اپنی گردن اور سینے پر پڑے ہوئے دوپٹے کو لے کر کمر سے باندھنا شروع کیا تو وہ حیرانی سے دیکھنے لگیں ایک تو انہوں نے کبھی کسی دوپٹے والی کو دیکھا نہیں تھا۔ ان کی نظر میں دوپٹہ ایک فاضل پہناوا تھا۔ لڑتے وقت وہ دوپٹے کو ایک طرف پھینک کر میدان میں آسکتی تھی لیکن پھینکنے کی بجائے اسے کمر سے باندھنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا۔ انہوں نے بیک زبان اور بیک وقت پوچھا۔

"کیا یہ اسکارف ہے؟"

سونیا نے جواب دیا "وی کال اِٹ دوپٹہ۔ فرہاد ہیز گیون ٹومی اینڈ ہی ہیز سیڈ۔ اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے۔ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔"

اس نے اپنے آخری فقرے کو اردو میں ادا کیا۔ وہ دونوں حیرانی سے بولیں "اس کا مطلب کیا ہوا؟"

"اس کا مطلب یہ ہے، دوپٹہ مشرقی عورت کے سر پر رہے تو حیا کا پرچم ہے اور کمر سے باندھ لیا جائے تو عورت کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔ اب تم دونوں مجھ پر حملہ کرو گی تو یہ دوپٹہ حملے کو روکتا رہے گا۔ آزمائش شرط ہے۔ کم آن!"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دو بدن بجلی کی طرح اپنی جگہ سے لپکیں۔ ان کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ پلک جھپکتے میں اِدھر سے اُدھر پہنچ جاتی تھیں لیکن وہاں پہنچ کر وہ حملہ نہ کر سکیں۔ سونیا فرش پر یوں اچانک بیٹھ گئی تھی جیسے پھسل پڑی ہو، جیسے ہی وہ دونوں اس کے قریب پہنچیں۔ اس نے بیٹھے بیٹھے ہی ایک چکر لگایا۔ اپنی ایک ٹانگ سے دونوں کی ٹانگوں کو ٹھوکر ماری۔ دُنی نصف دائرے میں گھوم گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوبدن کے چاروں پاؤں فرش پر سے اکھڑ گئے وہ دھپ سے گر پڑیں۔

لیکن یہ زخم پہنچانے والا یا تکلیف میں مبتلا کرنے والا داؤ نہیں تھا۔ دوبدن کے لیے یہ کچھ بھی نہ تھا وہ فرش پر گرتے ہی اتنی پھرتی سے اٹھیں جیسے گیند زمین پر پڑتے ہی اچھل جاتی ہے۔ وہ بھی اچھلتے ہی ایک ساتھ، ایک ہی وقت میں کھڑی ہو گئیں لیکن ان کے سامنے سونیا نہیں تھی۔

آڈیٹوریم کے اسپیکر سے ثبات معظم کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ فرانسیسی زبان میں کہہ رہا تھا اور میں سونیا کے دماغ سے اس کا ترجمہ سن رہا تھا۔ وہ دوبدن سے مخاطب تھا "ڈبل جوئیل! صرف حملہ کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ تم لوگوں کو سونیا کا ریکارڈ اچھی طرح ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ اس کے لڑنے کے اسٹائل کو سمجھو۔ کیا بھول گئیں کہ وہ بہت کم جوابی حملے کرتی ہے۔ عام طور پر مکارانہ چالیں چلتی ہے۔ ہم اسے ٹی وی اسکرین پر دیکھ رہے ہیں۔ وہ اسٹیج کے دائیں وِنگ کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔"

یہ سنتے ہی دوبدن دوڑتے ہوئے ونگ کے پاس آئیں۔ سونیا ونگ کے درمیان کھڑی ہوئی تھی لیکن درمیانی راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک وقت میں ایک کا گزر ہو سکتا تھا۔ اور دوبدن کے پاس دو عدد بدن تھے۔ وہ آگے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ پھر آگے والی نے آگے بڑھ کر سونیا پر حملہ کیا۔

آگے والی کے بڑھنے کا مطلب یہ تھا کہ پیچھے والی بھی اس کے ساتھ اسی انداز میں، اسی فاصلے کے ساتھ بڑھتی لیکن اس کا گھونسہ، یا کراٹے کا ہاتھ یا اس کے پاؤں کی ٹھوکر سونیا تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس کے آگے اس کا اپنا دوسرا بدن تھا۔ بہرحال سونیا کے سامنے اب بیک وقت دو حملہ آور نہیں تھیں۔ ایک تھی۔ ایک نے حملہ کیا تو اس کا حملہ روک کر سونیا نے تابڑ توڑ کراٹے کے ہاتھ رسید کیے۔ پھر پیٹ پر ایک گھونسہ مارا۔ وہ تکلیف سے دوہری ہونے لگی، جھکنے لگی۔ پیچھے والی کا بھی یہی حال تھا جو تکلیف اسے پہنچ رہی تھی وہی اسے پہنچ رہی تھی۔ پھر سونیا نے ذرا پیچھے ہٹ کر آگے والی کے منہ پر ایک ٹھوکر رسید کی۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف الٹ گئی۔ دوسری بھی ٹھیک اسی وقت چیخ مار کر الٹتے ہوئے پیچھے کی طرف گر پڑی۔

سونیا نے چیخ کر کہا "ثبات معظم! یہ نہ بھولو کہ انہوں نے میرا ریکارڈ پڑھا ہے تو میں نے بھی فرہاد کے ریکارڈ میں ڈبل جوئیل کے طور طریقوں کو اچھی طرح سمجھا ہے۔ ان کے اٹھنے بیٹھنے، بولنے اور حملہ کرنے کا ایک ایک انداز مجھے یاد ہے۔ ڈبل جوئیل کی ایک بڑی خوبی ہے اور ایک بڑی خامی ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی بھی شہ زور مقابلہ کرنے کی حد تک ان پر غالب نہیں آسکتا کیونکہ ڈاکٹر موزائیل کے ایجاد کردہ سبز سیال سے ان کے بدن پر مالش کی جاتی ہے اور یہ اس مالش کے بعد فولاد بن جاتی ہیں۔ ان پر دوسروں کے حملوں کا اثر نہیں ہوتا۔"

ثبات معظم کی آواز سنائی دی "میں جانتا ہوں۔ اُن

پر کسی بھی بڑے سے بڑے شہ زور کے حملے کا اثر نہیں ہوتا لیکن تمہارے حملے سے یہ کس طرح چیخنے لگتی ہیں؟"

"ثبات معظم! یہ حاضر دماغی کی باتیں ہیں۔ میں نے ان کے مقابل آتے ہی دیکھ لیا تھا کہ ان کے سروں کے بال خشک ہیں۔ یقیناً مالش بدن پر ہوئی تھی۔ سر پر نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے میں نے کراٹے کے تمام چوپ ان کے سروں پر رسید کیے۔ یقیناً یہ فولاد کی مورتیاں ہیں۔ لوہے کی طرح سخت لیکن میں جانتی ہوں کہ لوہا کہاں گرم ہے جہاں گرم ہے وہیں چوٹ پڑنی چاہیے۔"

اسپیکر سے ثبات معظم کی گہری سانس سنائی دی۔ پھر اس نے کہا "سونیا! بیشک تمہاری کھوپڑی میں شیطان کا دماغ ہے لیکن ذرا ٹھہرو، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ فرہاد ڈبل جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا ہو اور انہیں ذہنی اذیتیں پہنچا کر چیخنے پر مجبور کر رہا ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے ڈبل جوئیل کو مخاطب کیا "کیا تم اپنے دماغ میں فرہاد کو محسوس کر رہی ہو؟"

ڈبل جوئیل نے بیک وقت، بیک زبان کہا "نہیں، ہم اپنے دماغ میں کسی اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کر رہی ہیں، ہم دماغی طور پر بالکل نارمل ہیں۔ فرہاد نے ہمیں دماغی جھٹکا نہیں پہنچایا ہے۔"

ثبات معظم نے کہا "سونیا! میں اپنے وعدے پر قائم ہوں اگر فرہاد تمہاری مدد نہیں کرے گا اور تم اسی طرح ڈبل جوئیل کو بے بس کر کے یہاں سے جانے میں کامیاب ہو سکو گی۔ تو ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔"

پھر اس نے دوبدن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اور ڈبل جوئیل! تم بھی اچھی طرح سن لو۔ سونیا کی موت کے بعد ہی تمہارا بیٹا پارس تمہیں مل سکتا ہے۔ یہ تم پر ظلم ہو رہا ہے کہ تم نے ایک بیٹے کو جنم دیا اور وہ سونیا اور رسونتی کے پاس پرورش پا رہا ہے۔ تمہیں پارس تک پہنچنے کے لیے سونیا اور رسونتی کی لاشوں پر سے گزرنا ہوگا۔ ابھی رسونتی نہیں ہے۔ سونیا ہے۔ گزر جاؤ اس کی لاش پر سے۔"

دوبدن ذرا سر اٹھائے اس کی باتیں سن رہی تھیں اچانک ہی ثبات معظم نے چونکنے کے انداز میں کہا "ارے وہ کہاں چلی گئی؟"

دوبدن نے چونک کر ونگ کی طرف دیکھا۔ ونگ کا درمیانی حصہ خالی تھا۔ سونیا وہاں نہیں تھی۔ ثبات معظم کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ٹی وی کیمرہ آپریٹر سے کہہ رہا تھا "اسکرین پر نظر نہیں آ رہی ہے۔ اسٹیج کے دوسرے حصے کو دکھاؤ۔"

شاید اسکرین پر اسٹیج کا ایک ایک حصہ دکھایا جا رہا تھا ساتھ ساتھ ثبات معظم کی آواز گونج رہی تھی "یہاں بھی نہیں ہے وہاں بھی نہیں ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

کسی نے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ ثبات معظم نے فرانسیسی زبان میں جواب دیا "نہیں میں فرہاد اور اس کی ساتھیوں کو خوب جانتا ہوں۔ سونیا کبھی میدان چھوڑ کر نہیں بھاگے گی۔ اور وہ جانتی ہے کہ مقابلے کی شرط پوری کیے بغیر یہاں سے جائے گی تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اسٹیج پر ہی موجود ہے۔ ارے ہاں یاد آیا۔ اسٹیج کے اوپر جہاں پردے لٹک رہے ہیں اُدھر دیکھو۔"

میں سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھ رہا تھا۔ واقعی وہ بندریا کی طرح ونگ کے سہارے چپ چاپ اوپر چڑھتے ہوئے اس حصے میں پہنچ گئی تھی جہاں پردے لٹکانے کے لیے بڑے بڑے رسے موجود تھے۔ اس نے ایک رسے کو کھول لیا تھا۔ پھر اس کا ایک پھندا بنا لیا تھا۔ جتنی دیر میں ٹی وی کیمرہ آپریٹر اسے اسکرین پر تلاش کرتے اتنی دیر میں اس نے پھندا بنا کر دوبدن میں سے ایک بدن پر پھینکا پھر اس پھندے کی گرفت میں اُسے لے لیا۔ وہ چونک کر اوپر دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی لیکن پھندے نے اسے دونوں ہاتھوں سمیت کمر کی طرف سے جکڑ لیا تھا۔ اب وہ اسے پوری قوت سے اوپر کی طرف کھینچ رہی تھی۔

دوسرا بدن آزاد تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ پھندے میں پھنسے ہوئے بدن کو آزاد کراتی لیکن وہ اسٹیج پر کھڑی یوں پھڑپھڑا رہی تھی جیسے وہ ان دیکھے پھندے کی گرفت میں آگئی ہو۔ دونوں کے جسم ایک دماغ کے تابع فرمان تھے اس لیے وہ بیک وقت ایک جیسی حرکتیں کرنے کے سوا کوئی دوسرا دفاعی راستہ اختیار نہیں کر سکتی تھیں۔ اسی وقت ثبات معظم کی ڈانٹنے کی آواز سنائی دی "جوئیل! یہ کیا کر رہی ہو تمہارا ایک حصہ پھندے میں جکڑا ہوا ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ اس سبق کو یاد کرو کہ کبھی کبھی تم سنگل ہو جاتی ہو۔"

لیکن سنگل جوئیل کو وہ سبق یاد کرانے میں دیر ہو چکی تھی اتنی دیر میں سونیا نے ایک جوئیل کو پھندے میں جکڑ کر اس حد تک اوپر کھینچ لیا تھا کہ دوسری جوئیل اچھل کر وہاں نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن وہ اندر سے یقیناً مضطرب تھی اوپر یوں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی جیسے اپنے دوسرے بدن کے ساتھ اسی طرح اوپر آکر

اس کے ساتھ ساتھ لٹکنا چاہتی ہو۔ سونیا نے رسّے کے دوسرے سرے کو پردے کے ایک ستون سے باندھ دیا پھر اسی ستون سے لپٹ کر نیچے سرکتے ہوئے اسٹیج پر پہنچ گئی۔ اب اس کے مقابلے میں صرف سنگل جوئیل تھی۔

اس نے طیش میں آکر سونیا پر حملہ کیا۔ سونیا غصے میں حملہ کرنے والوں کے پینتروں پر خصوصی توجہ دیتی تھی کہ کون سا پاؤں کدھر جارہا ہے اور حملہ کرنے والا کس انداز میں حملہ کرے گا۔ لڑائی کے دوران مقابلہ کرنے والا اپنے مقابل کے ایک ایک پینترے کا حساب رکھے اور اس کی ایک ایک حرکت کی اسٹڈی کرتا رہے تو وہ کبھی میدان نہیں ہار سکتا۔ وہ اپنے دوسرے حصے کو پھندے سے نجات دلانے کے لیے بڑھ بڑھ کر حملے کررہی تھی اور ناکام ہورہی تھی۔ سونیا نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ دوپٹہ کمر سے بندھ جانے کے بعد ڈھال بن جاتا ہے۔ دشمن کے حملوں سے بچاتا ہے واقعی یہی ہورہا تھا۔ سونیا اس کے ہر حملے کو اس طرح ناکام بنارہی تھی جیسے یہ اس دوپٹے کا ہی طلسم ہو۔ نتیجتاً وہ جھنجلا رہی تھی اور جھنجلا کر اور غلطیاں کررہی تھی۔ سونیا کو جب بھی موقع ملتا تھا وہ اچھل کر اپنے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں سے اس کے سر پر ضربیں لگاتی تھی وہ چیخ کر جھکتی تو پھر وہ کہیں اور ٹھوکر مار کر اسے چیخنے پر مجبور کردیتی تھی۔

وہ تماشا قابلِ دید تھا۔ اور پھندے سے لٹکنے والی بھی اس کے ساتھ ساتھ چیخ رہی تھی آخر ایک دماغ تھا۔ ایک مار کھا کر بلبلاتی تھی تو دوسری بھی اسی وقت اسی تکلیف سے بلبلانے لگتی تھی۔ ایسی سچویشن میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو حالت عین کی وہی غین کی۔ اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ عین اور غین میں نقطے کا فرق ہوتا ہے اور ڈبل جوئیل کے درمیان ایک نقطے کا بھی فرق نہیں تھا۔ ہاں، اگر بیک وقت ادھر بھی وہی ہوتا اور اُدھر بھی وہی ہوتا ہو تو ایسے تماشے کو طُرفہ تماشہ کہتے ہیں۔

دس منٹ تک فائٹنگ جاری رہی پھر سنگل جوئیل کا سر چکرانے لگا کیونکہ سونیا کو جب بھی موقع مل رہا تھا۔ [illegible] ضربیں لگا[illegible] رہی تھی۔ کراتے کا ہاتھ اور دونوں ہاتھوں کی کہنیوں سے لگائی جانے والی ضربیں ایسی شدید ہوتی تھیں کہ وہ برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگتے تھے۔ اگرچہ اس کے بدن کے کسی حصے پر چوٹ نہیں لگی تھی۔ کوئی زخم نہیں آیا تھا وہ حصہ یقیناً فولاد بن گیا تھا۔ دشمنوں کی توقع کے مطابق یقیناً فولادی دو بدن سونیا کے ہاتھ پاؤں توڑ کر رکھ دیتیں لیکن اب وہی دشمن تسلیم کررہے ہوں گے کہ سونیا فولاد کی دیواروں میں بھی سرنگ بنا کر نکلنا جانتی ہے۔

میں دو بدن کے دماغ میں چپکے سے پہنچ گیا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ دماغ اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھیں۔ اگر محسوس کربھی لیتی تو کمزوری کے باعث سانس روک کر دماغ کے دروازے بند نہیں کرسکتی تھیں۔ میں پہلی فرصت میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ دو بدن کیسے بن گئیں؟

جن دو بدن سے میرا تعلق رہا تھا ان میں سے ایک امریکا پہنچنے کے بعد بچے کی ولادت کے دوران مرگئی تھی اور دوسری کی حالت بھی بہت نازک تھی۔ بچنے کی امید نہیں تھی لیکن ڈاکٹر فینی نے اپنے تجربات اور دن رات کی محنت سے اسے بچا لیا۔

میں اپنی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے دو بدن کے بچپن کا مختصر سا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ اصلی اور نقلی ڈبل جوئیل کا فرق واضح ہوجائے۔ ڈبل جوئیل عرف دو بدن کا تعلق امریکہ کے ریڈ انڈین قبیلے سے تھا ڈاکٹر فینی نے اس قبیلے کی ایک جھونپڑی کے سامنے تین برس کی دو ننھی بچیوں کو بڑی حیرانی سے دیکھا کیونکہ وہ دونوں بچیاں ایک ساتھ ایک وقت میں ایک ہی جیسی حرکتیں کررہی تھیں۔ ڈاکٹر فینی نے اس قبیلے کے سردار سے پوچھا "یہ کیسی لڑکیاں ہیں؟ کیا یہ پیدائشی طور پر ایسی ہیں؟"

سردار نے کہا "ہاں یہ ایک ہی وقت میں ایک ساتھ پیدا ہوئی تھیں۔ ان کی ماں انہیں جنم دیتے ہی مرگئی۔ ان کا باپ انہیں پال رہا تھا۔ وہ چار ماہ بعد مرگیا۔ پھر ان کی دادی نے ایک سال تک پرورش کی وہ بھی مرگئی۔ اس کے بعد ان کے ماموں نے ان کی ذمے داری سنبھالی ایک سال بعد وہ بھی مرگیا۔ پھر یہ دونوں بچیاں منحوس کہلانے لگیں۔ اب ان کی جھونپڑی میں کوئی نہیں جاتا انہیں ضرورت کے مطابق کھانا وغیرہ پہنچا دیا جاتا ہے۔"

ڈاکٹر فینی بوگارڈ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نگری نگری [illegible] کرتا تھا اور عجیب و غریب چیزیں جمع کیا کرتا تھا۔ اس کے ہاں عجیب و غریب قسم کے جانور بھی رہتے۔ اسی ڈاکٹر فینی بوگارڈ نے راک فیلو جیسے انسانی درندے کی پرورش کی تھی۔ جب اس نے ایسی عجیب و غریب لڑکیاں دیکھیں تو اس نے سردار سے پوچھا "کیا یہ بچیاں مجھے مل سکتی ہیں؟ میں ان کی پرورش کروں گا۔ تمہیں ان کی منہ مانگی قیمت ادا کروں گا۔"

دو ہزار ڈالر، دو تھان کپڑے، دو کارٹن چائے اور تمباکو کے عوض سردار نے وہ بچیاں ڈاکٹر کے حوالے کردیں۔ وہ ان کو واشنگٹن لے آیا۔ وہاں کیپٹل ہل میں اس کا بہت بڑا

عجائب گھر اور لیبارٹری اور رہائش گاہ تھی۔ ان گنت امریکی ادارے عجائبات جمع کرنے کے سلسلے میں ڈاکٹر کی مدد کرتے تھے۔ وہیں سے دو بدن کی معقول تربیت کا آغاز ہوا۔

ماضی کے ان مختصر سے واقعات کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ وہ دو بدن جن سے میرا تعلق رہا تھا وہ قدرتی طور پر دو جسم مگر ایک دماغ کی مالک تھیں۔ ایک ہی دماغ کی تابع فرمان تھیں۔ ایک دماغ جو حکم دیتا تھا اس کے مطابق دو بدن عمل کرتے تھے۔ اب میں یہ نہیں مان سکتا تھا کہ ان میں سے ایک بدن کے مرجانے کے بعد پھر کوئی دوسرا بدن اس کی کمی پوری کرنے کے لیے پیدا ہوگیا ہے۔ اس جوڑے کو دیکھتے ہی دماغ میں یہ بات کھٹکنے لگی تھی کہ ڈبل جوئیل میں سے ایک اصلی ہے اور دوسری بناوٹی ہے لیکن وہ بناوٹی جوئیل اتنی کامیابی سے بیک وقت اس کے ساتھ کیسے لب ہلاتی ہے کیسے ایک جیسے الفاظ ادا کرتی ہے اور کیسے ایک طرح کی حرکتیں کرتی ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب بات تھی۔ اس کے پیچھے کوئی راز ہوگا۔ اور میں وہی راز معلوم کرنے کے لیے جوئیل کے چکراتے ہوئے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

تب میں نے اپنی سوچ کی لہروں کے ذریعے یہ سمجھنا شروع کیا کہ ایک طرف میں اس جوئیل کے دماغ میں ہوں جو فرش پر پڑی ہوئی ہے۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور آنکھیں بند ہورہی تھیں دوسری طرف میری سوچ کی لہریں اس جوئیل کو بھی محسوس کررہی تھیں جو پھندے سے لٹک رہی تھی اور اس کا دماغ یہ محسوس کررہا تھا کہ وہ فرش پر لیٹی ہوئی ہے اور سر میں شدید تکلیف ہونے کے باعث آنکھیں بند کررہی ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ پھندے سے لٹکنے والی جوئیل جب اپنے دوسرے بدن کے مطابق خود کو فرش پر محسوس کررہی تھی اور اسی کے مطابق تکلیف بھی محسوس کررہی تھی۔ اسی طرح آنکھیں بھی بند کررہی تھی۔ اسی طرح اس کا سر چکرا رہا تھا تو دوسری جوئیل جو فرش پر پڑی ہوئی تھی وہ فرش پر ہونے کے باوجود خود کو پھندے سے لٹکتا [illegible] ہوا کیوں محسوس نہیں کررہی تھی؟

لیکن ایسا نہیں تھا۔ جو پھندے سے لٹک رہی تھی وہ اس جوئیل سے متاثر تھی جو فرش پر پڑی ہوئی تھی یعنی دماغ ایک نہیں تھا۔ دو تھے پھندے سے لٹکنے والی کے پاس جو دماغ تھا وہ فرش پر پڑی ہوئی جوئیل کے دماغ کے تابع فرمان تھا۔ فوری طور پر یہی بات سمجھ میں آرہی تھی کہ فرش پر جو جوئیل ہے دراصل وہی میری دوست رہ چکی ہے۔ جس کا دوسرا بدن مرچکا تھا لیکن اس کے ساتھ ایک اور بدن کو منسلک کرنے کے لیے۔ اس کے دماغ کو یہ اطمینان دلانے کے لیے کہ وہ ادھوری نہیں ہے، مکمل ہے۔ اس کی طرح کی ایک اور لڑکی کا انتظام کیا گیا جو اس کے قد کے برابر اور اس کی جسامت کے مطابق تھی۔ چہرے پر یقیناً میک اپ کیا گیا ہوگا۔ یا ایسی پلاسٹک سرجری کی گئی ہوگی کہ وہ ہمیشہ اصلی جوئیل کی ہم شکل بنی رہے۔ رہ گئی دماغ کی بات کہ وہ دماغ اصلی جوئیل کے تابع فرمان کیسے رہتا تھا؟ تو یہ ایک راز تھا جسے دشمن جانتے تھے اور اب میں بھی جاننا چاہتا تھا۔

ان ڈبل جوئیل میں ایک میرا اصلی تھا اور دوسرا نقلی میں تھوڑی دیر کے لیے اصلی جوئیل کو چھوڑ کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں اس کی زندگی اور سلامتی کا یقین کرلینا چاہتا تھا۔ وہ بخیریت تھی۔ اس کی گائیڈ آنٹی اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج پر آگئی تھی۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا تھا "رئیلی یو آر اے مارولس اینڈ میجلیس لیڈی کم ودھمی۔"

اسپیکر سے ثبات معظم کی آواز سنائی دی "مادام سونیا! ڈبل جوئیل سے لڑنے کے دوران ہم نے جو تیزی اور طراری آپ میں دیکھی ہے، واقعی اس کے لیے بڑی حاضر دماغی کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آپ میں ہے۔ ہم آپ کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ آپ اپنی گائیڈ کے ساتھ جہاں جانا چاہتی ہیں جاسکتی ہیں مگر تل ابیب کے باہر قدم نہیں رکھ سکیں گی اور جب تک تل ابیب میں رہیں گی اس وقت تک ڈبل جوئیل سے آپ کو خطرہ لاحق رہے گا جیسے ہی ان کی مرہم پٹی ہوگی اور یہ خود کو آپ کے مقابلے میں چاق و چوبند پائیں گی۔ آپ پر حملہ کرنے کے لیے پھر پہنچ جائیں گی۔"

سونیا اپنی گائیڈ آنٹی کے ساتھ اسٹیج کے پچھلے دروازے سے باہر جارہی تھی۔ میں نے کہا "میں ڈبل جوئیل کے کمزور دماغ کو ٹٹول کر معلومات حاصل کرسکتا ہوں۔ تم کیا چاہتی ہو تمہارے پاس ٹھہروں یا اُدھر جاؤں؟"

"میری فکر نہ کرو۔ ثبات معظم کے وعدے کے مطابق مجھے اس وقت تک خطرہ نہیں ہے جب تک ڈبل جوئیل میرے مقابلے کے لیے جسمانی اور ذہنی طور پر بالکل فٹ نہیں ہوں گی۔"

"اچھا، میں جارہا ہوں۔"

میں اصلی جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اصلی ہے یا نقلی ہے کیونکہ دونوں کے سوچنے کا انداز ایک [illegible] تھا۔ ایک ہی سوچ ہونے کے باعث ان کے مزاج بھی ایک تھے۔ لب و لہجہ بھی ایک تھا اور وہ میکانکی انداز میں

ایک ساتھ الفاظ ادا کرتی تھیں۔ بہرحال یہ چند سیکنڈ کا الجھاوا تھا۔ میں نے اس طرح ان کا تجزیہ کیا کہ ایک کو اوپر سے نیچے اتار کر پھندے سے آزاد کرایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف وہی دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا رہا ہے۔ وہ تنہا ہے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اب ان دونوں کو اسٹریچر پر لا کر مرہم پٹی کے لیے لے جایا جائے گا۔ میں اصلی جوئیل کے پاس آ گیا وہ مکمل طور پر بیہوش نہیں تھی۔ میں نے اسے آواز دی "جوئیل! میری جوئیل! میں فرہاد علی تیمور تمہارے پاس آیا ہوں۔ بولو، کیا مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ نیم بیہوشی کی حالت میں کراہنے لگی۔ اس کی کمزور سی سوچ کہہ رہی تھی "فرہاد! تم کہاں ہو۔ جب آنکھیں بند کرتی ہوں سوتی ہوں تو تم چلے آتے ہو۔ میں تمہیں خوابوں میں دیکھتی ہوں۔ آنکھ کھلتی ہے، تم غائب ہو جاتے ہو۔ میں نے تمہیں اور اپنے بیٹے پارس کو پانے کے لیے کیا کیا جتن نہیں کیے؟"

میں نے پوچھا "جوئیل! یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ تمہارے بیٹے کا نام پارس ہے؟"

"یہ جو میرے یہودی دوست ہیں، میرے مہربان ہیں انہوں نے میرا بڑا خیال رکھا ہے تمہیں بڑی مشکلوں سے تلاش کیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل تم برما میں ہو اور وہ بہت جلد تمہیں میرے پاس لے آئیں گے لیکن اس کے لیے انہوں نے شرط لگا دی کہ کبھی تم میرے دماغ میں آنا چاہو تو میں سانس روک لیا کروں۔ تمہیں نہ آنے دوں ورنہ تم مجھے بہکاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں بناؤ گے کہ جو پارس رسونتی یا سونیا کے پاس ہے وہ میرا بیٹا نہیں ہے بلکہ رسونتی کا بیٹا ہے یا کسی اور کا بیٹا ہے اور میرے بیٹے کو تم میرے پاس آنے نہیں دو گے۔"

"جوئیل! مجھ پر اعتماد کرو۔ یہ لوگ میرے دشمن ہیں اور یہ تمہیں بہکا رہے ہیں۔ انہوں نے بڑی خوبصورت پلاننگ کے ذریعے تمہیں تاثر دیا ہے کہ میں نے تمہارے بیٹے کو تم سے چھڑا لیا ہے۔ یہ غلط ہے۔"

"یہ صحیح ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ تمہیں تو سانس روکنے کی عادت نہیں تھی۔ میں آسانی سے تمہارے دماغ میں پہنچ جاتا تھا۔ یہ تم نے مشقیں کہاں سے کریں؟"

میں نے کوئی مشق نہیں کی۔ یہ لوگ مجھ پر کچھ عمل کرتے تھے۔ ایک آدمی ہپناٹزم کے ذریعے مجھے اپنی معمول بناتا تھا۔ پھر میرے دماغ میں پتہ نہیں کیسی قوت بھر دی کہ اب میں اجنبی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں۔"

"میں سمجھ گیا ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ میں یہ بات نقش کر دی گئی ہے کہ پارس تمہارا بیٹا ہے اور اسے تم نے جنم دیا ہے اور میں اسے تم سے چھین کر لے گیا ہوں بہرحال میں بھی جوڑ توڑ جانتا ہوں۔ میں رفتہ رفتہ ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ سے پہلے ہپناٹزم کے اثرات کو مٹانے کی کوشش کروں گا۔ تمہیں بتاؤں گا کہ وہ مجھ پر اسی طرح الزام عائد کر رہے ہیں جس طرح انہوں نے تم سے پہلے رسونتی کو احمق بنایا تھا۔"

"یہ مجھے احمق نہیں بنا رہے ہیں۔ واشنگٹن کے جس اسپتال میں بچے کی ولادت کے وقت داخل تھی وہاں باقاعدہ تمہارا نام درج ہے۔"

"تمہاری یہ بات درست ہے۔ ان دنوں سپر ماسٹر میرا دشمن تھا۔ وہ تمہارے ہونے والے بچوں کو حاصل کر کے مجھے بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔ میری کمزوریوں کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ وہ بچے پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئے کیونکہ تمہارا دوسرا بدن مر چکا تھا۔"

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ مجھے اپنی باتوں سے نہ بہلاؤ میرا دوسرا بدن الگ نہیں ہوا تھا بلکہ ڈاکٹر فینی تجربہ کرنے کے لیے اسے الگ کر رہے تھے۔ وہ مرا نہیں تھا جدا کر دیا گیا تھا۔ بعد میں آ کر وہ دوسرا بدن مجھ سے مل گیا۔ ابھی یہ بدن میرے ساتھ تھا اور میرے ساتھ سونیا سے مقابلہ کر رہا تھا۔"

"یہ یہودیوں کی چال ہے۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہارے ساتھ جو دوسرا بدن ہے اب وہ تمہارا اپنا نہیں ہے تمہارے اپنے دماغ کا تابع فرمان نہیں ہے۔ وہ مصنوعی ہے۔ وہ ایک اجنبی لڑکی ہے جسے تمہارے میک اپ اور تمہارے روپ میں ڈھال کر اسے تمہارے بدن کا دوسرا حصہ بنا دیا گیا ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

"دل و جان سے کرتا ہوں۔"

"تم جھوٹے اور فریبی ہو۔ اتنے عرصے تک تم نے کبھی میری خبر لی؟ کبھی معلوم کیا کہ میں زندہ ہوں یا مردہ؟ اگر تم سچے ہو تو انصاف سے کہو مجھے کس پر بھروسہ کرنا چاہیے ان پر جنہوں نے مجھے بھرپور محبت دی، مجھ پر مہربانیاں کیں، میرا ہر طرح خیال رکھا میرے بچے کو واپس لانے کے لیے اور تمہیں بھی میرے پاس پہنچانے کے لیے پتا نہیں اپنے کتنے لوگوں کی قربانیاں دیں مجھے سارے حالات کا علم ہوتا رہتا ہے اور وہ مجھے سمجھاتے رہتے ہیں کہ میں صبر سے کام لوں۔ ایک وقت آئے گا کہ فرہاد یا فرہاد کی کوئی نمائندہ میرے سامنے آئے گی۔ اس کے ذریعے میں تمہارے پاس

اور اپنے بچے کے پاس پہنچ جاؤں گی اور اب یہ وقت آ گیا ہے۔ تم مجھے اپنی باتوں سے بہلا پھسلا کر مجھے میرے یہودی دوستوں سے متنفر نہیں کر سکتے۔"

میں نے تھک ہار کر کہا "میرے پاس ایک راستہ ہے۔ میں بھی ہپناٹزم کے ذریعے تمہارے دماغ میں اپنی باتیں سچائی کے ساتھ بٹھا سکتا ہوں۔ نقش کر سکتا ہوں لیکن اس کے لیے بڑی محنت کرنا ہو گی اور مجھے تمہارے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکالنا ہو گا جو میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں، تم مجھ پر بھروسہ کر لو بعد میں اطمینان سے بتاؤں گا کہ میں نے آج تک تمہاری خبر کیوں نہیں لی۔ وہ کیا حالات تھے اور کس طرح دشمن مجھے قدم قدم پر الجھاتے رہے تھے۔"

"میں تم پر بھروسہ کر سکتی ہوں مگر ایک شرط ہے۔"

"میں تمہاری شرط مان لوں گا۔ بتاؤ۔"

"تمہیں اپنی سچائی اور اپنی بھرپور محبت کا یقین دلانا ہو گا۔"

"میں کیسے یقین دلا سکتا ہوں؟"

"اتنے عرصے تک مجھے تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دینے کے بعد اس کی تلافی کرو۔ مجھ سے آ کر ملو۔"

"اس میں بھی یہودیوں کی چال ہو سکتی ہے میں جہاں بھی تم سے ملنے آؤں گا وہ مجھے گھیر لیں گے۔"

"میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ چپ چاپ یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گی۔ یہ مجھے آزاد رکھتے ہیں۔ میں دنیا کے کسی بھی ملک میں سیر و تفریح کے لیے جا سکتی ہوں۔"

"تم ان کی چالوں کو نہیں سمجھتیں۔ یہ تمہارا تعاقب کرتے رہیں گے اور تمہیں پتا نہیں چلے گا۔"

"تم باتیں نہ بناؤ تمہارے پاس ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہیں، تم ان صلاحیتوں کے ذریعے مجھے چپکے سے کہیں بلا سکتے ہو۔"

"اچھا میں تمہارے مشورے پر غور کروں گا۔"

"اور جہاں بھی میں تمہارے پاس آ کر ملوں گی وہاں میرے بیٹے پارس کو بھی ہونا چاہیے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "جس نے تمہیں اپنی معمولہ بنا رکھا ہے وہ یقیناً بہت ہی خرانٹ تجربہ کار اور ماہر ہپناٹزم کرنے والا ہے ــــ تمہارے دماغ میں یہ بات بھر دی گئی ہے کہ وہ پارس تمہارا بیٹا ہے۔"

"اور مجھے یہ بھی اچھی طرح بتایا گیا ہے کہ تم کبھی اس بات کا اعتراف نہیں کرو گے۔ میرے بیٹے کو میرا بیٹا نہیں کہو گے اور یہی ہو رہا ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "جوئیل! اس طرح ہمارے درمیان کوئی بات نہیں بنے گی۔"

"میں تمہیں پا کر کھو دینا نہیں چاہتی۔ جس طرح بات بنے گی بناؤں گی۔ ایک راستہ اور ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"اگر تم نے میرے پارس کو سونیا یا رسونتی کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر وہ ان کی گود کا اور ان کی ممتا کا عادی ہو گیا ہو گا تو مجھے نہیں پہچانے گا۔ تمہارا بیٹا تھا۔ تم نے اسے جہاں تہاں کر دیا لیکن تم میرے ساتھ رہو گے۔ تمہیں اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گی۔ یہ شرط منظور ہے تو ہمارے درمیان بات بن سکتی ہے۔ دیکھو فرہاد میں طرح طرح کے راستے نکال رہی ہوں تاکہ ہماری محبت اور ہماری رفاقت ہمیشہ قائم رہے اگر محبت ہے تو میری یہ شرط مان لو۔"

"میں تمہاری ہر شرط مان لوں گا لیکن اپنے دشمنوں پر کبھی اعتماد نہیں کروں گا۔ مشکل تو یہی ہے کہ جو میرے دشمن ہیں، تم انہیں دوست سمجھ رہی ہو۔ بالکل وہی رسونتی والا معاملہ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔"

پھر میں نے دل میں کہا "رسونتی کے معاملے میں تو میں مجبور ہو گیا تھا کیونکہ وہ میرے بچے کی ماں بن گئی تھی اور مجھے پارس کے ساتھ ساتھ پارس کی ماں کی سلامتی بھی منظور تھی لیکن اب میں ایسی حماقت نہیں کروں گا۔ فی الحال میں نے ڈبل جوئیل اور سونیا کے درمیان ہونے والے جھگڑے کو ختم کرنے کی غرض سے کہا "میں ایک شرط پر تمہاری بات ماننے کو تیار ہوں۔"

جوئیل نے پوچھا "بولو کیا شرط ہے؟"

"یہی کہ میں اپنی موجودہ رہائش گاہ کے متعلق کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ حتیٰ کہ تمہیں بھی نہیں بتاؤں گا۔ تاکہ تم مجھے تلاش کرنے کے لیے نہ نکل پڑو ــــ جب اور جہاں مجھے اطمینان ہو گا کہ تمہاری نگرانی نہیں کی جا رہی ہے اور تمہارے آس پاس میرے کسی دشمن کا نام و نشان نہیں ہے تو میں چپکے سے تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"

"کب تک آؤ گے؟"

"دشمنوں کو آزمانے میں کافی وقت لگے گا۔ میں دو چار ماہ بعد ہی تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں اتنے عرصے تک تمہارا انتظار کس دل سے کروں۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس کرنے کے بعد تمہارے لب و لہجے کو سننے کے بعد میں تم سے ملنے کے لیے کس قدر تڑپتی رہوں گی۔"

"میں سمجھتا ہوں لیکن مجبوری ہے۔ یوں تو میں ملاقات

کے لیے چار ماہ کا وقت مقرر کر رہا ہوں لیکن اس سے پہلے کہیں بھی، کسی وقت بھی مل سکتا ہوں۔ شرط یہی ہے کہ مجھے آس پاس کوئی خطرہ محسوس نہ ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی وہ تکلیف سے کراہنے لگی۔ پتا چلا اس وقت وہ ایک آرام دہ بستر پر بیٹھی ہوئی ہے اور ڈاکٹر اس کے سر کے زخم کا معائنہ کر رہے ہیں۔ سونیا نے بڑی بے دردی سے ایسی ضربیں لگائی تھیں کہ بھیجہ ہلا کر رکھ دیا تھا میں نے کہا "تم تو بڑی دلیر ہو مجھے یاد ہے تم نے راک فیلو جیسے قد آور جاپانی درندے کی کیسی پٹائی کی تھی۔ اب اتنی سی تکلیف سے کراہنے لگی ہو۔"

"اس کمینی نے میرے سر کا کچومر نکال دیا ہے۔ لگتا ہے یہ سر نہیں رہا، ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"تم پھر بہک رہی ہو۔ جب ہمارے درمیان دوستانہ فضا میں بات طے پا گئی ہے تو پھر میری سونیا جیسی وفادار ساتھی کو کیوں نقصان پہنچاؤ گی؟ ہماری دوستی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ تم سونیا سے جھگڑا نہیں کرو گی۔"

"اچھا میں اپنے یہودی دوستوں سے مشورہ کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپکے سے اسی لب و لہجے والے، اسی سوچ والے دماغ کو ٹٹولتے ہوئے نقلی جوئیل کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی مجھے اس کا دماغ مل گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے سر کو کوئی نہیں چھو رہا ہے لیکن وہ تکلیف سے کراہ رہی ہے جبکہ دوسری طرف اصلی جوئیل کے سر کو جکڑ کر اس کا معائنہ کیا جا رہا تھا اور اس کے زخموں کی صفائی کی جا رہی تھی اس طرح یہ فرق نمایاں ہو گیا، ایک کے سر کو دوسروں نے پکڑا ہوا تھا۔ دوسرے سر کو پکڑا نہیں گیا تھا لیکن وہ صرف محسوس کر رہی تھی۔ میں چپکے چپکے اس کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ پتا چلا: ابھی جو کچھ میں نے اصلی جوئیل کے دماغ میں رہ کر باتیں کی تھیں وہی باتیں اس کے دماغ میں بھی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ کے ذریعے ان تمام باتوں کو سن رہی تھی اور اصلی جوئیل کی طرح اس کی سوچ کی لہریں بھی مجھے وہی جواب دے رہی تھیں۔ مجھے اس بات پر خاصی حیرت ہوئی۔ پھر ایک تدبیر ذہن میں آئی۔ میں نے مصنوعی جوئیل سے پوچھا "ہیلو جوئیل! کیا بہت تکلیف ہو رہی ہے؟"

اس نے کراہتے ہوئے کہا "ہاں، بہت ہو رہی ہے۔ اگر وہ کمینی سر پر ضربیں نہ لگاتی، بدن کے کسی حصے پر بھی حملہ کرتی تو ہم پر ذرا اثر نہ ہوتا لیکن جیسا کہ ہم نے سنا تھا، ویسا ہی اسے سکار پایا۔ وہ فوراً ہی دوسروں کی کمزوریوں تک پہنچ جاتی ہے۔"

میں نے اس کا جواب سننے کے فوراً ہی بعد اصلی جوئیل کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے دماغ کو ٹٹولا، جو جواب مصنوعی جوئیل نے مجھے دیا تھا اور جو سوال میں نے اس کے دماغ میں کیا تھا وہ سوال نہ تو اصلی جوئیل نے سنا تھا اور نہ ہی اس نے جواب دیا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ دماغ کا کنٹرول اصلی جوئیل کی طرف سے تھا۔ مصنوعی جوئیل صرف اس کی معمول تھی۔ کسی حکمت عملی سے اس کے دماغ کو اصلی جوئیل کے دماغ سے منسلک کر دیا گیا تھا جس طرح دو گھڑیوں کو ساتھ رکھ کر ان میں چابی بھر کر ایک گھڑی کے وقت کے مطابق دوسری گھڑی کا وقت بالکل وہی رکھا جائے تو پھر دوسری گھڑی ٹھیک اسی وقت کے مطابق چلتی ہے۔ اس کے دونوں کانٹے ایک ایک سیکنڈ کا ننھا سا فاصلہ بھی پہلی گھڑی کے مطابق طے کرتے ہیں جدھر پہلی گھڑی کا کانٹا جاتا ہے ٹھیک اسی رفتار، اسی فاصلے سے دوسری گھڑی کا کانٹا بھی سفر کرتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں دی گئی چابی کے مطابق اپنے سفر کو جاری رکھتی ہے۔

میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا، اگر کسی وجہ سے اچانک ایک گھڑی بند ہو جائے تو کیا دوسری بھی بند ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ دوسری تو اپنی چابی کی معیاد ختم ہونے تک چلتی رہے گی۔ لہٰذا مجھے بھی مصنوعی جوئیل کو اسی طرح آزمانا چاہیے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اسی طرح کمزوری کی حالت میں بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو ادھر اُدھر سرکایا۔ اس کے بدن پر ایک چادر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے چادر کے ایک کونے تک اس کے ہاتھ کو پہنچایا۔ وہ اس کونے کو پکڑ کر اپنے چہرے کے پاس لے کر آئی۔ پھر چادر کے اس کونے کی بتی بنا کر اپنی ناک کے ایک نتھنے میں ڈالنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی اسے زوردار چھینک آئی۔

میں فوراً ہی اصلی جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہاں اسے چھینک نہیں آئی تھی۔ یہ پوری طرح ثابت ہو گیا کہ اصلی جوئیل کا دماغ نقلی جوئیل کے دماغ کے تابع فرمان نہیں ہے۔ صرف نقلی جوئیل اصلی جوئیل کی محتاج ہے۔

میں نے مزید مطمئن ہونے کے لیے اصلی جوئیل کو ہولے سے کھانسنے پر مجبور کیا۔ اس نے دو بار کھوں کھوں کی، آواز نکالی، میں نقلی جوئیل کے پاس پہنچ گیا۔ اسی وقت، اسی لمحے وہ بھی کھوں کھوں کہہ کر کھانس رہی تھی۔ واقعی سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ انسان خلا کو تسخیر کر رہا ہے اور دماغ کی کل کائنات پر بھی اپنی معلومات کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ ان یہودی سائنس دانوں نے پتا نہیں کون سی تکنیک استعمال کی تھی۔ نقلی جوئیل کو اس اصلی جوئیل کے دماغ کے تابع فرمان بنا دیا تھا اور کیسے بنایا تھا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اسے طبی سائنس کے ماہرین دماغی آپریشن کرنے والے سرجن یا برین واش کرنے والے اسپیشلسٹ ہی سمجھ سکتے تھے یا پھر وہ دماغی ماہر جس نے نقلی جوئیل کے دماغ کو دوسری جوئیل کے دماغ سے منسلک کیا تھا، اس سے میرا ٹکراؤ ہو جاتا تو میں اس کے ذریعے معلومات حاصل کر سکتا تھا۔

اس وقت دونوں جوئیل کے آس پاس اسپتال میں جو لوگ موجود تھے ان کی دھیمی دھیمی آوازیں مجھے سنائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک ڈاکٹر نے پوچھا "مسٹر ثبات معظم! ڈبل جوئیل تو حیرت انگیز قوتِ برداشت کی مالکہ ہیں۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک بیہوش ہو جاتا یا مر جاتا۔ بہرحال انہیں بیہوش کرنا ہوگا کیونکہ جب بھی ہم زخم کو ہاتھ لگاتے ہیں تو یہ دونوں تڑپنے لگتی ہیں۔ اِدھر اُدھر حرکت کرتی ہیں اور ہمارے لیے دشواری پیدا ہوتی ہے۔"

ثبات معظم نے کہا "آپ مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں، بیہوش کر دیں۔"

"میرے سوال کا مطلب یہ ہے، کیا دونوں کو بیہوش کرنا ہوگا؟"

"نہیں صرف اس جوئیل کو بیہوش کریں۔ دوسری خود بخود ہو جائے گی۔"

میں نقلی جوئیل کے دماغ میں رہ کر یہ باتیں سن رہا تھا میں نے اس سے کہا "تم میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی ہو؟"

"ہاں، میں محسوس کر رہی ہوں۔"

"تمہیں میرا لب و لہجہ متاثر کر رہا ہے؟"

"ہاں متاثر کر رہا ہے۔"

"تمہارا کمزور دماغ اب تمہارے قابو میں نہیں رہا۔ اپنی تمام سوچوں کو میری سوچ کی لہروں کے سپرد کر دو۔ تم یوں بھی کمزور ہو۔ اپنے بدن کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دو۔ ذرا بھی حرکت نہ کرو۔"

اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ بالکل ساکت ہو گئی۔ میں اسے ٹرانس میں لانے لگا۔ اس پر ہپناٹزم کا عمل کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ میری فرمانبردار بنتی جا رہی تھی جب میں نے اسے اچھی طرح ٹرانس میں لا کر اطمینان کر لیا تو اسے ذرا دیر کے لیے چھوڑ کر اصلی جوئیل کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اسے انجکشن کے ذریعے بیہوش کر دیا گیا تھا۔ یقیناً ان لوگوں نے مصنوعی جوئیل کو بھی دیکھا ہوگا۔ وہ ٹرانس میں آنے کے بعد بالکل ساکت تھی، سوائے میرے کسی کی آواز سن نہیں سکتی تھی۔ اس لیے انہوں نے اسے بھی بیہوشی کی حالت میں ہی سمجھا ہوگا۔ میں پھر مصنوعی جوئیل کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ پوری طرح میری معمول بن چکی تھی میں نے اس سے پہلا سوال کیا "کیا تم جانتی ہو کہ تم کسی دوسری عورت کے دماغ کی تابع فرمان ہو؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"کیا تم نے کبھی یہ محسوس کیا ہے کہ جیسے اپنے بدن کا دوسرا حصہ سمجھتی ہو وہ تم سے کسی نہ کسی طرح برتر ہے یا تم اس کی محتاج ہو؟"

اس نے کہا "ہاں، میرے دماغ میں کبھی یہ بات پیدا ہوتی ہے۔"

"ایسی بات کے محرکات کیا ہیں؟"

اس نے جواب دیا "کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنا سر کھجاتی ہے یا بدن کھجاتی ہے تو میں بھی اپنا سر اور بدن کھجاتی ہوں۔ میں بیک وقت اسی لمحے اس کے ساتھ اسی طرح حرکتیں کرتی

خواب سب دیکھتے ہیں۔
لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟
سچے خواب کیا ہوتے ہیں؟ خوابوں کی تشریحات کیسے کی جا سکتی ہیں؟ ان کی تعبیریں کیا ہیں؟ خواب آدمی کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ ان کی راہنمائی سے مستقبل کی تعبیریں کیا بدلی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ہماری الجھنوں کے عکاس ہوتے ہیں؟
یا وہ ہماری الجھنوں کا حل بھی پیش کرتے ہیں؟
خوابوں کے بارے میں ماہرین کی کیا رائے ہے؟
خوابوں کے بارے میں مذاہبِ عالم کیا کہتے ہیں؟ یہ اور ایسے لاتعداد سوالوں کے مکمل جواب کے لئے ——— پڑھیئے!

خوابوں کے اسرار

قیمت ۱۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۰ روپے

اے ایس صدیقی کے قلم سے
اردو میں پہلی بار ——— ایک بھرپور اور منفرد کتاب
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

ہوں لیکن جب کبھی اچانک مجھے کہیں کھجلی ہوتی ہے اور میں اپنا بدن کھجاتی ہوں تو وہ چپ چاپ، میٹھی رہتی ہے۔ میری کسی حرکت کا، کسی عمل کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔"

"کیا تم یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ تم اس کے بدن کا حصہ نہیں ہو نہ ہی وہ تمہارے بدن کا کوئی الگ حصہ ہے؟"

"بھلا میں ایسا کس طرح سمجھ سکتی ہوں؟"

"انسان کو اپنا تجزیہ آپ کرنا چاہیے۔"

"کچھ معاملات میں اپنا تجزیہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کائنات میں کچھ باتیں سمجھ میں آتی ہیں اور بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ پھر بھلا میں اپنے بارے میں کیا سمجھ سکتی ہوں۔"

"تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ تم کہاں پیدا ہوئی تھیں۔ تمہارے والدین کا نام کیا ہے؟"

"میں ایک ریڈ انڈین قبیلے میں اپنے دوسرے بدن کے ساتھ پیدا ہوئی تھی۔"

وہ ٹرانس کی حالت میں مجھے وہی واقعہ سنانے لگی جو میں دو بدن کے متعلق جانتا تھا۔ یعنی ان یہودیوں نے اس بیچاری مصنوعی جڑیل کو بھی یہی سمجھایا تھا اور شاید ہپناٹزم کے ذریعے یہی تمام باتیں اس کے دماغ پر نقش کر دی گئی تھیں۔ اب وہ اپنی پیدائش اور اپنے بچپن کے حالات صحیح طور پر نہیں بتا سکتی تھی۔ یقیناً پہلے اس کا برین واش کیا گیا ہوگا۔ اس کے بعد ڈبل جوٹیل کی پوری ہسٹری اس کو یاد کرا دی گئی ہوگی۔

میں نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے اچھی طرح یاد کرو۔ کبھی کسی موقع پر کسی نے تمہیں کسی اور نام سے پکارا ہو؟"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ مجھے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔"

"اچھا تم نے ابھی کہا تھا کہ تم بدن کھجاؤ یا تمہیں کھانسی آئے یا تمہیں چھینک آئے تو اس کے ردِ عمل میں تمہارا دوسرا بدن نہ چھینکتا ہے نہ کھانستا ہے تو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ تمہارا وجود الگ ہے؟"

"کبھی میں سوچتی تو ہوں کہ میرا وجود الگ ہے لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کھانے کی میز پر کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تمہیں مٹن کی ڈش پسند ہو۔ تم وہ کھانا چاہتی ہو لیکن اسی وقت تمہارے بدن کے دوسرے حصے نے چکن کی ڈش اٹھائی ہو اور تمہیں بھی وہی کھانا پڑا ہو۔"

"ہاں یاد آ رہا ہے۔ ایسا تو کتنے ہی معاملات میں ہو چکا ہے کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں پنک کلر کا لباس پہنوں لیکن میرے بدن کے دوسرے حصے نے کسی دوسرے رنگ کے لباس کا انتخاب کیا، مجھے بھی وہی انتخاب کرنا پڑا اور یہ سب بے اختیار ہوتا ہے۔ میں بے اختیار اس کی پسند کا لباس پہن لیتی ہوں۔ اس کی پسند کا کھانا کھا لیتی ہوں۔ البتہ جب ہم سونے کے لیے الگ الگ بیڈ روم میں جاتے ہیں تو میں چپکے سے باورچی خانے میں چلی جاتی ہوں اور اپنی پسند کی ڈش تھوڑی سی چکھ لیتی ہوں۔"

"ایسا بھی ہوتا ہوگا کہ وہ ٹوائلٹ یا باتھ روم میں جاتی ہو گی تو ضرورت نہ ہونے کے باوجود بے اختیار تم بھی چلی جاتی ہوں گی۔"

"ہاں اور جب مجھے ضرورت ہوتی ہے تو وہ آرام سے اپنے کمرے میں رہتی ہے۔"

"کیا تمہیں پریشانی نہیں ہوتی کہ تم اس کی محکوم اور اس کی محتاج ہو؟"

"پریشانیاں تو بہت ہوتی ہیں لیکن قدرت کے آگے بے بس ہوں۔"

"یہ قدرتی حالات نہیں ہیں۔"

"یہ قدرتی حالات نہیں ہیں؟"

"تمہارے یہودی مہربانوں نے تمہیں کسی حکمت عملی سے دوسری جڑیل کی محتاج اور محکوم بنا دیا ہے۔"

"میرے یہودی مہربانوں نے کسی حکمت عملی سے مجھے دوسری جڑیل کی محتاج اور محکوم بنا دیا ہے۔"

"یہ باتیں تمہارے دماغ میں نقش رہیں گی۔ تم اس موضوع پر غور کرو گی۔ سمجھو گی کہ یہ قدرتی حالات نہیں ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ میں رہ کر اس کی سوچ کی لہروں میں ایک ہلکا سا انتشار محسوس کیا جیسے وہ کچھ پریشان ہو۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے۔ کچھ کہنا چاہتی ہو تو آزادی سے کہو میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

وہ کہنے لگی "ربی اسفندیار کہتے ہیں۔ میں قدرتی طور پر اپنے بدن کے دوسرے حصے کی محکوم اور محتاج ہوں۔"

"یہ ربی اسفندیار کون ہیں؟"

اس نے جواب دیا "جس طرح ہندوؤں میں پنڈت اور عیسائیوں میں راہب ہوتے ہیں اسی طرح ہم یہودیوں میں ربی ہوتے ہیں جو ہمارے مذہب کی پیشوائی کرتے ہیں۔ ہمارے ربی اسفندیار بڑے عالم ہیں۔ غیب کی باتیں بھی جانتے ہیں۔ مستقبل کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ اپنی دعاؤں سے بیماروں کو شفا دلاتے ہیں۔"

"ان کا رویہ، ان کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"وہ مجھ پر بڑے مہربان ہیں۔ مجھے بیٹی کہتے ہیں۔ ہر ہفتے کی رات کو جب میں اپنے بدن کے دوسرے حصے سے الگ ہو کر کمرے میں سونے کے لیے آتی ہوں تو ربی اسفندیار آ جاتے ہیں۔ مجھے آرام سے چاروں شانے چت بستر پر لیٹنے کے لیے کہتے ہیں پھر مجھ پر روحانی عمل کرتے ہیں۔ میں اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتی ہوں۔ وہ جو کہتے ہیں وہی سنتی ہوں۔ جس طرح میں اس وقت صرف تمہاری آواز سن رہی ہوں، تمہاری باتیں مان رہی ہوں اسی طرح تم میرے حواس پر چھائے ہوئے ہو اسی طرح ربی اسفندیار میرے دماغ پر چھا جاتے ہیں میں ان کے سوا کسی اور کی بات سن نہیں سکتی اور صرف انہی کی باتیں مانتی ہوں۔"

میں سمجھ گیا کہ اس مصنوعی جڑیل پر ہپناٹزم کرنے والے کا نام اسفندیار ہے اور وہ ان کا مذہبی پیشوا ہے۔ میں نے پوچھا "کیا تم نے سانس روکنے کی مشق کی ہے؟"

"میں نے ایسی کوئی مشق نہیں کی۔"

"پھر میری سوچ کی لہروں کو کیسے روک لیتی ہو؟"

"میں نہیں روکتی۔ میرے بدن کا دوسرا حصہ سانس روکتا ہے اتنی دیر کے لیے میری سانسیں بھی رک جاتی ہیں اس طرح شاید تمہاری سوچ کی لہریں میرے دماغ میں پہنچ نہیں پاتیں۔"

میں نے ایک اور سوال کیا "تمہارے بدن کا دوسرا حصہ علی تیمور کا دیوانہ ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"جو وہ کہتی ہے، وہی میں کہتی ہوں۔ اس لیے کہ یہ ایک غیر اختیاری عمل ہے۔"

"بے اختیاری عمل سے قطع نظر کبھی تم نے کسی خوبرو نوجوان کو دیکھا ہوگا۔ کبھی کسی پر دل آیا ہوگا۔ کسی کو تم نے دل و جان سے چاہا ہوگا؟"

"میں نے کسی کو پسند نہیں کیا۔ ربی اسفندیار نے سمجھا دیا ہے، میں صرف تمہارے لیے پیدا ہوئی ہوں اور ایک دن تم مجھے ضرور ملو گے۔"

اچانک میرے دماغ میں ایک تدبیر آئی۔ میں نے سوچا، ایک عورت ہمیشہ دوسری عورت سے جلتی ہے۔ اگر وہ ہر معاملے میں سمجھوتہ کر بھی لے تو اپنے مرد، اپنے محبوب کے متعلق یہ برداشت نہیں کرتی کہ کوئی دوسری عورت اسے چاہے اور اس کی حصہ دار بنے۔ میں نے اس سے کہا "اگر ایک دن فرہاد تمہیں بھی مل جائے گا تو تمہارا اس پر کوئی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ تم اپنے دوسرے بدن کی محکوم اور محتاج ہو۔ وہ مجھے چاہے گی تو تم بے اختیار مجھے چاہو گی۔ وہ نہیں چاہے گی تو تم مجھے دیکھتی ہی رہ جاؤ گی مگر اپنی خواہش کے باوجود مجھے حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"ہاں، یہ تو میں نے سوچا نہیں تھا۔"

"اب سوچو، غور کرو۔ اگر واقعی مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں اس سلسلے میں غور کرنا ہوگا کہ تم اپنے دوسرے بدن کی محکومی یا محتاجی سے کس طرح نجات حاصل کر سکتی ہو۔"

"میں اس مسئلے پر ضرور غور کروں گی۔ اپنے ربی اسفندیار سے مشورہ لوں گی۔"

"میں تمہیں تاکید کرتا ہوں۔ حکم دیتا ہوں۔ اپنے ربی اسفندیار سے اس معاملے میں کوئی بات نہ کرنا۔"

"میں اس معاملے میں کوئی بات نہیں کروں گی۔"

"تم ربی اسفندیار کو معمولہ بننے کے دوران نہیں بتاؤ گی کہ میں نے تمہارے دماغ میں آ کر تم سے باتیں کی ہیں۔"

"میں اپنے ربی کو یہ نہیں بتاؤں گی کہ تم نے میرے دماغ میں آ کر مجھ سے باتیں کی ہیں۔"

"اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ تم مجھے حاصل کرنا چاہتی ہو تو ربی اسفندیار سے بھی اپنے دل کی اور دماغ کی یہ محبت بھری باتیں چھپا لو۔ میں ایک عامل کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو بھی گفتگو ہوئی ہے اور جس طرح میں تمہارے دماغ میں آیا ہوں اس کا ذکر تم اپنے ربی سے نہیں کرو گی۔"

اس نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے ربی سے نہ تو میرے دماغ میں آنے کے متعلق گفتگو کرے گی اور نہ ہی محبت کے معاملے میں کوئی مشورہ لے گی۔

میں ذرا دیر تک سوچتا رہا۔ پھر میں نے سوال کیا "تم نے تھوڑی دیر پہلے کہا ہے کہ تم جب الگ بیڈ روم میں جاتی ہو تو جیسے آزاد ہو جاتی ہو اور اپنی مرضی سے کچھ کھانے کے لیے کچن میں پہنچ جاتی ہو۔ کیا اس وقت تم پر یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کمرے میں تمہارے بدن کا جو دوسرا حصہ آرام سے لیٹا ہوا ہے تو تم بھی لیٹی رہو؟"

"یقیناً میرا بے اختیار اسی طرح لیٹے رہنے کو جی چاہتا ہے لیکن میں اپنے اندر اپنے دماغ سے لڑتی ہوں اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے جبراً بستر سے اٹھ جاتی ہوں۔ میرے اٹھنے کا اثر دوسرے حصے پر نہیں ہوتا اور جب میں جبر کر کے اٹھ جاتی ہوں کچن کی طرف چلی جاتی ہوں تو اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتی ہوں۔ پھر ایسا لگتا ہے کہ میرے بدن کے دوسرے حصے کا جو دماغ ہے وہ مجھ پر اثر انداز نہیں ہو رہا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اپنی دماغی قوت سے پوری طرح کام لو، ضد میں آ جاؤ اور اپنے آپ کو مجبور کرو تو اپنے بدن کے پہلے حصے کے دماغ سے نجات حاصل کر سکتی ہو۔"

"ہاں، ایسا اکثر ہوا ہے لیکن میں ایسا نہیں کرتی۔"

"کیوں نہیں کرتی ہو؟"

"ربی اسفندیار نے سختی سے تاکید کی ہے کہ میں اپنے بدن کے دوسرے حصے کے دماغ اور اس کے مزاج کے خلاف بغاوت نہ کروں۔"

"تمہارا رب تمہیں فرہاد سے ایک بدن ملانے کی بات کرتا ہے لیکن مجھ سے ملانے کے باوجود وہ تمہیں تمہارے بدن کے دوسرے حصے کا تابع فرمان رکھے گا۔"

"ہاں، وہ ایسا ضرور کرے گا۔"

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے اور تم تنہا مجھ کو حاصل کرنا چاہتی ہو تو میری ہدایات پر عمل کرو۔"

"میں تمہیں تنہا حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گی۔"

"تم مجھے اچھی طرح سوچ سمجھ کر بتاؤ، کیا ایسا کوئی طریقہ ہے کہ میں تمہارے دماغ میں آنا چاہوں تو آجایا کروں؟"

"تم دماغ میں آنا چاہو گے تو وہ سانس روک لے گی۔ وہ سانس روکے گی تو بے اختیار میری سانس رکے گی۔"

"ابھی تم نے کہا ہے، جب تم اپنے دماغ پر جبر کرتی ہو، کسی چیز کو حاصل کرنے کی ضد کرتی ہو تو اس کے دماغ سے وقتی طور پر نجات حاصل کر لیتی ہو۔"

"ہاں، ایسا کبھی ہو جاتا ہے۔"

"جب کبھی وہ سانس روکے گی تو تم سمجھ لو گی کہ میں دماغ میں آیا ہوں۔"

"ہاں، میں سمجھ لوں گی کہ تم دماغ میں آئے ہو۔"

"ایسے وقت تم اپنے دماغ پر جبر کرو گی اور سانس لینے لگو گی۔"

"میں اپنے دماغ پر جبر کروں گی اور سانس لینے لگوں گی۔"

"اس طرح تمہارے دوسرے بدن کو خبر نہیں ہوگی۔ وہ اور تمہارے دوسرے یہودی مہربان یہی سمجھتے رہیں گے کہ دو بدن نے بیک وقت سانس روک کر مجھے دماغ میں آنے سے روک دیا ہے۔ کیا تم مجھے دماغ میں نہیں آنے دو گی؟"

"میں ضرور آنے دوں گی اور میں دل و جان سے تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔ جب کبھی وہ سانس روکے گی تو میں اپنے آپ پر جبر کر کے سانس لینے لگوں گی۔"

"شاباش، تم بہت اچھی ہو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا ضرور اپنے پاس بلاؤں گا۔ ذرا وقت کا انتظار کرو اور اب تم آرام سے سو جاؤ اور اب تم گہری نیند سو رہی ہو۔"

"میں گہری نیند سو رہی ہوں۔"

"اب تم میری کسی بات کا جواب نہیں دو گی اور خاموشی سے سوتی رہو گی۔ تمہارے دماغ کے کسی دور افتادہ حصے میں میری آواز ہولے ہولے ڈوب جائے گی۔ تم نیند کی گہری وادیوں میں گم ہو جاؤ گی اور اس کے ساتھ ہی اپنے بدن کے دوسرے حصے کے دماغ کی تابع فرمان رہو گی۔ جیسے ہی وہ بدن کا حصہ ہو میں آئے گا۔ تم بھی ہوش میں آجاؤ گی۔"

میں اسی طرح اپنی اس معمولہ پر ہپناٹزم کا اختبار کرتا رہا۔ پھر میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کے دماغ سے واپس چلا آیا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ دو بدن کے دونوں دماغوں ٹٹولنے اور کسی حد تک اہم معلومات حاصل کرنے میں کافی وقت گزر گیا تھا لیکن ایک زبردست کامیابی یہ ہوئی کہ اصلی جو مٹھی میں آگئی اور اب وہ میری مرضی کے مطابق میری ہدایت عمل کرنے والی تھی۔ میں جب چاہتا اس کے دماغ میں پہنچ تھا اور اس کے ذریعے دوسروں کو دیکھ سکتا تھا۔

میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر دیکھا وہ ایلنبی اسٹریٹ کے بیچ ہوٹل میں تھی۔ بیچ ہوٹل سمندر کے قریب تھا۔ سونیا منزل کے ایک کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی دور سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہاں سے ساحل بھی نظر آرہا تھا اور ایک بھرا پُرا بازار بھی دکھائی دے رہا تھا۔ میرے دماغ میں اسفندیار کا نام چبھ رہا تھا۔ میں نے سوچا ہپناٹزم کا وہ ماہر موجود ہے۔ جس طرح اس نے دو بدن کے دو عدد دماغوں کو کنٹرول میں رکھا ہے اور انہیں اپنی مرضی کے مطابق کٹھ پتلی ہوئے ہے ہو سکتا ہے میری عدم موجودگی میں کسی طرح سونیا کو بھی ٹریپ کرے۔

سونیا جیسی عورتوں پر ہپناٹزم کا عمل بڑی مشکلوں سے ہوتا ہے۔ ہپناٹائز کرنے والے ایسی عورتوں کو معمولہ بنانے کتراتے ہیں لیکن سونیا جیسی ضدی اور قوتِ ارادی کی مالک اگر کسی طرح ذہنی کمزوری میں مبتلا ہو جائے یا نشہ کی وجہ سے دماغ کام نہ کرے یا ایسی دوا استعمال کرے جس سے دماغ قدرے کمزور ہو جائے تب ہپناٹزم کا عمل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا سکتا ہے اسفندیار کسی وقت بھی اسے اپنی معمولہ بنائے اور اس کے ذریعے میرے متعلق بہت سی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اگر ایسا ہوا تو میں سونیا کو جو کچھ بتایا کروں گا وہ اس معمولہ بن کر سب کچھ اگل دے گی یعنی میں نے نقلی جوئیل کو مٹھی میں بند کر لیا تھا اور اس سے کس طرح رابطہ قائم کروں گا کس طرح اپنے دماغ پر جبر کر کے سانس نہیں روکے گی اور اپنے دماغ میں آنے کی ہدایت دے گی۔ یہ سارے معاملات طے پائے تھے ان کا ذکر سونیا سے کرنا مناسب نہیں تھا۔ کچھ دنوں تک ان مکاروں کی چال کو سمجھنا دانشمندی تھی۔ نے فیصلہ کر لیا کہ سونیا کو ابھی تازہ ترین معلومات کے متعلق

نہیں بتاؤں گا۔

میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گئی۔ پھر بولی "اتنی دیر تک کیا کر رہے تھے۔ کچھ معلومات حاصل ہوئیں؟"

"ناکامی ہوئی۔ میں نے جب بھی دو بدن کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اس نے سانس روک لی۔ دماغ کے دروازے بند کر دیے۔"

"پھر اتنی دیر تک کیا کرتے رہے؟"

"میں دوسرے معاملات میں الجھ گیا تھا۔ وہ تمہاری گائیڈ آنٹی کہاں ہیں؟"

"وہ اسی ہوٹل کے ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ میں جب بھی باہر نکلوں گی اسے خود بخود اطلاع مل جائے گی کیونکہ باہر دو مسلح سپاہی موجود ہیں۔"

"کیا تم اس کمرے میں مطمئن ہو۔ کوئی تمہاری مرضی کے بغیر داخل تو نہیں ہوگا؟"

"میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ یہاں کھڑکی کے پاس آکر اچھی طرح دیکھ لیا ہے اس راستے سے کوئی نہیں آسکتا۔ یہ بہت اونچی جگہ ہے۔ دوسرے یہ کہ میں سونے سے پہلے کھڑکی بند کر لوں گی۔"

"میرا مشورہ ہے تم تھوڑی دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"وہ کیوں؟"

"ایک طویل سفر کے باعث اور دماغی الجھنوں کی وجہ سے تم تھکی ہوئی ہو۔ تمہیں آرام کرنا چاہیے۔"

"نئی جگہ ہے، نئی الجھنیں ہیں۔ مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تم بھول رہی ہو۔ فرہاد ٹیلی پیتھی کی لوری سُنا کر سلانا جانتا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے کھڑکی بند کر کے بستر کے پاس آئی پھر جوتے اتار کر آرام سے لیٹ گئی۔ میں اس کے دماغ کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے آہستہ آہستہ تھپکتا رہا۔ وہ جلد ہی سو گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ آرام سے کم از کم تین گھنٹے تک سوتی رہے۔ اس دوران اگر ذرا بھی آہٹ ہوئی یا کمرے میں کسی نے بھی داخل ہونے کی کوشش کی تو فوراً اس کی آنکھ کھل جائے۔

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ نیند کی حالت میں انسان کا دماغ نسبتاً کمزور ہوتا ہے۔ یعنی سونے والے آدمی کو آسانی سے ہپناٹزم کے ذریعے ٹریپ کیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کہ سونیا مجھ سے متاثر تھی میرے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ میری ہدایات پر عمل کرتی تھی اس لیے میں اسے آسانی سے اپنی معمولہ بنا لیا کرتا تھا۔ میں نے اس وقت اسے مخاطب کیا "سونیا تم سو رہی ہو لیکن میری سوچ کی لہروں کو سن رہی ہو۔"

"ہاں، میں سن رہی ہوں۔"

میں نے آہستہ آہستہ اسے ٹرانس میں لانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا دماغ بالکل ہی میرا تابع فرمان ہو گیا۔ میں نے اس سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام سونیا ہے۔"

"نہیں تمہارا نام کچھ نہیں ہے۔"

"میرا نام کچھ نہیں ہے۔"

"میں جو ہدایات دوں گا تم ان پر عمل کرو گی؟"

"تم جو ہدایات دو گے میں ان پر عمل کروں گی۔"

"میری ہدایات کے بعد اگر کسی نے ہپناٹزم کے ذریعے تمہیں اپنی معمولہ بنایا تو تم اس کی معمولہ بن جاؤ گی لیکن جن باتوں کو میں تمہارے دماغ کے تہ خانے میں چھپا رہا ہوں وہ باتیں تم اپنے کسی عامل کو بھی نہیں بتاؤ گی۔"

"جو باتیں تم میرے دماغ کے تہ خانے میں چھپا رہے ہو میں وہ باتیں کسی عامل کو نہیں بتاؤں گی۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"پارس جمیلہ کے پاس ہے۔"

"جمیلہ کہاں ہے؟"

"جمیلہ اپنے شوہر جوادالخیری کے پاس ہے۔"

"جوادالخیری، جمیلہ اور پارس تینوں کہاں ہیں؟"

"وہ تینوں پیرس میں ہیں۔"

"وہ تینوں پیرس میں نہیں ہیں۔"

وہ بولی "وہ تینوں پیرس میں نہیں ہیں۔"

"تم پارس کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو۔"

"میں پارس کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہوں۔"

"تم جوادالخیری کو بھی نہیں جانتی ہو۔"

"میں جوادالخیری کو بھی نہیں جانتی ہوں۔"

"تم نے جمیلہ کو دارالسلام سے پیرس تک سفر کرنے کے دوران دیکھا تھا اس کے بعد جمیلہ سے بچھڑ گئی تھیں۔"

"میں نے جمیلہ کو دارالسلام سے پیرس تک سفر کرنے کے دوران دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے بچھڑ گئی تھی۔"

"اس کے بعد نہ تو تم نے جمیلہ کا نام سنا اور نہ ہی یہ جانتی ہو کہ وہ کہاں ہے۔"

"اس کے بعد میں نے نہ تو جمیلہ کا نام سنا اور نہ ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ کہاں ہے۔"

"اب مجموعی طور پر جوادالخیری، جمیلہ اور پارس تمہارے

دماغ سے مٹ چکے ہیں۔"

"اب مجموعی طور پر جواد الخیری، جمیلہ اور پارس میرے دماغ سے مٹ چکے ہیں۔"

"کوئی بھی ہپناٹزم کا عامل تم سے دنیا جہان کے سوالات کرے، تم جواب دوگی لیکن جواد الخیری، جمیلہ اور پارس کو بالکل فراموش کر دوگی۔"

"میں ان تینوں کو بالکل فراموش کر دوں گی۔"

"اگر کوئی ہپناٹزم کا عامل پارس کے متعلق سوال کرے تو تم جواب دوگی کہ پارس کے متعلق جتنی معلومات تھیں اسے فرہاد علی تیمور نے میرے دماغ کے تہ خانے میں لاک کر دیا ہے۔"

سونیا نے میری اس بات کو دہرایا۔ میں نے پوچھا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسونتی ... دہلی سے غائب ہو گئی ہے؟"

"ہاں، تم نے مجھے بتایا تھا۔ ریڈ پاور کے باس وجے آنند نے اسے تمہارے لیے اغوا کیا ہے اور اب وہ اسے تمہارے پاس پہنچائے گا۔"

میں نے پھر اس کے دماغ کو ہدایت کی کہ وہ رسونتی اور وجے آنند کے متعلق سب کچھ بھول جائے اس نے وعدہ کیا، وہ بھول جائے گی۔ میں نے پوچھا "میں ان دنوں کہاں ہوں؟"

"تم رنگون میں ہو۔"

"نہیں میں پیرس میں ہوں۔"

"تم پیرس میں ہو۔"

"میں پیرس میں بہت محتاط رہتا ہوں۔ بہت محتاط انداز میں خفیہ طور پر تم سے بھی دو بار مل چکا ہوں۔"

سونیا نے میری ان باتوں کو دہرایا۔ میں نے اس پر ہپناٹزم کا اختتامی عمل کیا۔ پھر اسے نیند کی حالت میں چھوڑ کر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ اپنی جگہ منجالی کو دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی پھر کہا "ایسا لگ رہا ہے جیسے سالہا سال کے طویل سفر کے بعد میں تمہارے پاس واپس آیا ہوں۔"

"ہاں، آپ بہت دیر سے خیال خوانی میں مصروف ہیں۔ یہاں رات کا ایک بج رہا ہے۔"

"اب سونا چاہیے۔"

"سوچ لیجیے۔ آپ کو سوتے سوتے بھی کسی نہ کسی سے دماغی رابطے کا خیال آتا ہے اور آپ سونا بھول جاتے ہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "کل رسونتی جس طیارے میں آ رہی ہے ہمیں اسی طیارے میں سنگاپور جانا ہے۔ اس سلسلے میں باس اینجلو سے تو کچھ بات کرنا ہی ہوگی۔"

"جب تک آپ خیال خوانی میں مصروف رہے۔ میں نے باس اینجلو سے سارے معاملات طے کر لیے ہیں۔"

"کیسے طے کیے؟"

"کیشو کے پاس ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر ہے جس کے ذریعے وہ اینجلو سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ میں نے اسی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس سے گفتگو کی تمام معلومات حاصل کر لیں۔ اینجلو نے بتایا ہے کہ ہم دونوں کس روپ میں یہاں سے سنگاپور جائیں گے۔"

"کس روپ میں جائیں گے؟"

"آپ اس کی فکر نہ کریں۔ جس روپ میں بھی جائیں گے اس کی تفصیلات یہاں موجود ہیں اور جو چہرہ اپنائیں گے وہ تصویریں بھی آ گئی ہیں۔ خدا کے لیے آپ سو جائیں۔"

واقعی میں تھکا ہوا تھا۔ آرام سے سو جانا چاہتا تھا۔ ہم نے دوپہر کا کھانا شام کو کھایا تھا اس لیے بھوک بھی نہیں تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ پھر آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ منجالی نے زیرو پاور کا بلب روشن کر کے دوسری بتیاں بجھا دیں۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دیں اس کے بعد گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

میں نے سونیا کو دشمنوں کی میزبانی میں چھوڑ دیا تھا۔ اگرچہ دوستوں کی میزبانی بھی کبھی کبھی خطرے سے خالی نہیں ہوتی اور پھر یہودی میزبان ہوں تو بھروسے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن میں نے ان کے مقاصد کو جس طرح سمجھا تھا، اس کے پیش نظر یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ ابھی سونیا کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

ان کا مقصد صرف اتنا تھا کہ وہ مجھے بالکل ہی بے بس بنا کر اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی طرح نچانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے میری ایک کمزوری میری حب الوطنی تھی جس کو وہ اچھی طرح سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اپنے وطن کو ہر طرح محفوظ رکھنے کی خاطر ان کے سربراہوں کے دماغوں تک نہیں جاؤں گا۔ اتنا یقین ہو جانے کے باوجود وہ میری ایک اور کمزوری اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے۔ وہ اب تک پارس کو حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے لیکن ناکام ہوتے رہے تھے۔ اب سونیا کی دوبارہ آمد نے انہیں یقین دلا دیا تھا کہ سونیا کی طرح پارس بھی زندہ ہے اور اسے کہیں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ کسی ایک ملک کے جاسوس سے کوئی راز اگلوانے کے لیے دوسرے ملک کے جاسوس اور خفیہ پولیس والے اس پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ اسے ایسی اذیتیں پہنچاتے ہیں کہ زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔ پارس کا پتا معلوم کرنے کے لیے دشمن سونیا پر بھی ظلم کی انتہا کر سکتے تھے لیکن شاید وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ پارس

کا پتا معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس ایک سیدھا سا راستہ تھا۔ وہ ہپناٹزم کے ذریعے سونیا کے دماغ کی تہہ تک پہنچ کر بہت کچھ معلوم کر سکتے تھے لیکن اہم معلومات کے سلسلے میں، میں نے سونیا کے ذہن کو لاک کر دیا تھا۔

ویسے یہودیوں کی شطرنجی چالوں کی داد دینا چاہیے۔ پہلے انہوں نے پارس کی ماں یعنی رسونتی کو بڑی خوبصورتی سے ٹریپ کیا پھر بازی ہارنے لگے تو میرے سامنے دوبدن کو لے آئے۔ دوبدن کی آڑ میں وہ ایک بہت بڑا ڈرامہ پلے کرنا چاہتے تھے۔ جس وقت دوبدن واشنگٹن کے ایک میٹرنٹی ہوم میں ماں بننے کے لیے بھیجی گئیں تو وہاں میرا نام بھی درج کیا گیا تھا۔ وہ ماں بن چکی ہیں یا نہیں اس ریکارڈ کو مٹانا یا ختم کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

اگرچہ دوبدن کا یہ کیس تین سال پرانا تھا لیکن وہ تاریخ بھی بدل سکتے تھے یا پھر اس حد تک انتظار کر سکتے تھے کہ پارس کچھ اور بڑا ہو جائے تاکہ تین چار برس کی عمر کا فرق ظاہر نہ ہو اور وہ آسانی سے دعویٰ کر سکیں کہ پارس کو رسونتی نے نہیں دوبدن نے جنم دیا ہے۔ چکر چلانے والے ہر طرح کا چکر چلا سکتے تھے۔ ہر پہلو سے غور کرنا لازمی تھا۔ لہٰذا میں ایک ایک پہلو پر نظر رکھ رہا تھا۔

دشمنوں کے مقاصد کو دو فقروں میں یوں بیان کیا جا سکتا تھا کہ سیاسی بساط پر وہ میری حب الوطنی سے فائدہ اٹھا رہے تھے اور محبت کی بساط پر میری اولاد کو میری کمزوری بنانا چاہتے تھے۔ انہیں صرف میرے خون کا وہ رشتہ چاہیے تھا جس کے لیے میں کسی بھی موقع پر تڑپ اٹھوں۔

صبح پانچ بجے میری آنکھ کھلی۔ آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ وہ تین گھنٹے تک آرام سے سوتی رہے۔ اگر کوئی مداخلت ہو، اس کے کمرے میں کوئی آنا چاہے تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ دو گھنٹے تک وہ سوتی رہی مگر پھر اس کی آنکھ اچانک ہی کھل گئی۔ کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ گائنڈ آنٹی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "تعجب ہے تم بے وقت گہری نیند سو رہی ہو۔ ذرا گھڑی دیکھو، رات کے کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔ میں انتظار کر رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے دروازے کو بند کیا۔ اس کا تمام سامان طیارے سے نکال لیا گیا تھا۔ جب وہ ہوٹل پہنچی تو وہاں پہلے سے وہ سامان موجود تھا۔ اس نے اپنے سوٹ کیس کو کھولتے ہوئے سوچا۔ باہر جانے کے لیے کون سا لباس پہنے؟ پہلے خیال آیا۔ دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ پتا نہیں کب، کس وقت مقابلے کا موقع آئے؟ اس کمرے سے باہر نکلنے کے بعد دوسرے شہ زور یا خطرناک قسم کے فائٹر اس کے راستے میں آ سکتے تھے لہٰذا ایسے موقع پر وہ پتلون اور بنیان پہنتی تھی۔ سردی کا موسم ہو تو جیکٹ پہن لیا کرتی تھی اور اس وقت سردی تھی۔

اس نے کپڑے نکالنے کے لیے سوٹ کیس میں ہاتھ ڈالا۔ سب سے پہلے ایک گلابی رنگ کا جوڑا ہاتھ آیا۔ وہ چوڑی دار پاجامہ اور بہترین کڑھائی کیا ہوا کرتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی شاہینہ کی باتیں یاد آ گئیں۔ وہ کہتی تھی میری سونیا بھابی اس مشرقی لباس میں خوب جچتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہ لباس صرف میری بھابی کے جسم پر سجنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

شاہینہ کی باتیں یاد کر کے وہ مسکرانے لگی۔ اچانک اس نے فیصلہ کیا کہ وہ مار پیٹ، دنگے فساد والے کپڑے نہیں پہنے گی۔ شاہینہ کی پسند کے مطابق مشرقی انداز میں بن سنور کر اپنے دشمنوں کے درمیان جائے گی۔

اس ہوٹل کا ڈائننگ ہال ایک وسیع و عریض آڈیٹوریم کی طرح پھیلا ہوا تھا وہاں خوبصورتی اور نفاست کا بڑا خیال رکھا گیا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی کروڑ پتی اور ارب پتی تاجر رات کو کھانے کے لیے اور راتوں کی نیندیں حرام کر دینے والے پروگرام دیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے۔ وہاں سرکاری افسر بھی نظر آتے تھے۔ ہر میز پر تازہ تازہ رنگ برنگے پھول مہک رہے تھے۔ پھولوں کی طرح حسین کلیاں بھی رنگا رنگ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ روشنی یہاں سے وہاں تک یوں پھیلی ہوئی تھی جیسے دن کا سماں ہو۔ کہیں خاص خاص جگہ رنگین روشنیوں کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

آرکسٹرا سے رمبا سمبا کی دھن ابھر رہی تھی اور اسی دھن اور تال کے مطابق بہت سی خوبصورت لڑکیاں اسٹیج پر رقص کر رہی تھیں ان کے رقص اور سچویشن کے مطابق کبھی کبھی رنگ برنگی روشنیاں ان پر پھینکی جاتی تھیں تو وہ کچھ اور زیادہ حسین اور پراسرار نظر آنے لگتی تھیں۔

اچانک آرکسٹرا تھم گیا۔ ناچنے والیاں اسٹیج کے پیچھے جا کر گم ہو گئیں۔ ایک خوش پوش ادھیڑ عمر کا آدمی اسٹیج پر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مائیک تھا۔ اس نے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آج ہمارے ہوٹل کا یہ ڈائننگ ہال اور آج کا تمام اسٹیج پروگرام مادام سونیا کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ آپ خواتین و حضرات کو بھی اس لیے مدعو کیا گیا ہے کہ جس کا شہرہ آپ ایک زمانے سے سنتے آئے ہیں۔ آج اس ہستی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ مسئلہ اب تک زیر بحث ہے کہ مرد

عورت کا نصف بہتر ہے یا عورت مرد کی نصف بہتر ہے۔ خواتین اس معاملے میں بضد ہیں کہ وہی نصف بہتر ہیں۔ ہم کہتے ہیں قدرت نے عورت کو آدھا بہتر بنا کر بھیجا ہے لیکن آدھا بدتر بنا کر چھوڑ دیا تاکہ یہ کسی مرد کے سائے میں رہیں۔ اسے اپنا لیں، اس سے محبت کریں۔ اس سے وفا کریں تو باقی نصف بہتری اس سے مل جائے اور وہ عورت اپنے مرد کی رفاقت سے مکمل ہو جائے۔

لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میری اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ اگر فرہاد کے ذریعے مادام سونیا کی ہستی مکمل ہوتی ہے تو اس وقت آپ کے سامنے فرہاد علی تیمور کی نصف بہتر مادام سونیا تشریف لا رہی ہیں۔"

کچھ لوگوں نے تالیاں بجائیں کچھ تجسس سے، سوالیہ نظروں سے اسٹیج کی طرف دیکھنے لگے۔ اسٹیج پر اچانک نیم تاریکی چھا گئی تھی۔ وہاں کی تمام بتیاں بجھا دی گئی تھیں۔ صرف ڈائننگ ہال کی روشنی کا عکس ادھر آ رہا تھا۔ پھر وہاں ایک دوشیزہ نظر آئی جو صاف طور سے واضح نہیں تھی۔ بس یہی لگ رہا تھا، کوئی لڑکی مشرقی لباس میں ہے۔ پھر ایک ایک کر کے اسٹیج کی روشنیاں آن ہونے لگیں۔ رنگ برنگی روشنیاں سونیا کو اپنے گھیرے میں لے رہی تھیں۔ جب وہ پوری طرح نمایاں ہو گئی تو وہاں موجود سبھی مرد، عورتیں اور بوڑھے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

وہ کوئی عجوبہ نہیں تھی کہ اسے حیرانی سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی لیکن وہ ان سب کی توقع کے خلاف مشرقی لباس میں آئی تھی جبکہ سبھی لوگ اسے ایک خطرناک فائٹر کی حیثیت سے جانتے تھے۔ اس کی مکاری کے قصے عام تھے۔ تل ابیب پہنچتے ہی اس نے دو بدن کا جو بُرا حال کیا تھا اس کا چرچا ہر طرف ہو چکا تھا ایسی صورت میں وہ کسی انگلش فلم کی ہیروئن کی طرح اسے جین اور جیکٹ میں دیکھنے کی توقع کر رہے تھے۔

اس وقت اس نے پنک کلر کا چوڑی دار پاجامہ اور ہرین کڑھائی کیا ہوا کُرتا پہنا تھا۔ دوپٹے کا ایک سرا اس کے شانے پر تھا۔ پھر وہ دوپٹہ اس کے سینے پر سے ہوتا ہوا اس کے دوسرے ہاتھ پر آ گیا تھا۔ دوسرے شانے پر سے گوندھی ہوئی چوٹی بل کھاتی ہوئی گلابی اور سنہری پراندے سے لپٹی ہوئی کمر سے نیچے تک چلی گئی تھی۔ اس کے گلے میں ہیروں سے جڑا ہوا ہار جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ کانوں میں خوبصورت ہیروں کے آویزے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ دیکھنے والوں کو اسی بات کی حیرانی تھی کہ ایک لڑنے والی عورت ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر آئی ہے جبکہ بزدل مرد کو طعنے دیے جاتے ہیں۔ کیا ہاتھوں میں چوڑیاں پہن رکھی ہیں؟ گویا کہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہننے والے بزدل ہوتے ہیں۔ دیکھنے والوں کو وہ بزدل نظر آ رہی تھی۔ ایسی بزدلہ جو بناؤ سنگھار کے ذریعے اپنے مردِ مقابل کو جیت لینا چاہتی ہو۔ ایک نے کہا "میں جانتا ہوں۔ یہ انڈین کاسٹیوم ہے۔ مغلیہ دور کا لباس ہے۔"

ایک نے شمپین سے بھرے ہوئے جام کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ "بالکل شہزادی لگ رہی ہے۔"

کسی اور نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں انڈیا گھوم آیا ہوں بازاروں میں بکنے والیاں، ناچنے والیاں ایسے ہی لباس پہنتی ہیں کیا یہ چوڑیوں کو کھنکاتے ہوئے، پائل کو بجاتے ہوئے اپنی قیمت لگانے آئی ہے؟"

سونیا نے مائک کے سامنے آ کر کہا "آج تک کسی ملک کے ٹکسال میں وہ سکّہ ڈھالا نہیں گیا جو کسی شریف عورت کو خرید سکے۔ رہ گئی بکنے والی عورتوں کی باتیں تو دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کچھ عورتیں بکتی ہیں اور اپنی اپنی تہذیب، اپنے اپنے لباس کے ساتھ بکتی ہیں۔ خریدنے والے تو آخر تم ہی لوگ ہوتے ہو۔"

وہ مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسٹیج کے دینے سے اتر کر ڈائننگ ہال کی طرف آئی۔ گائڈ آنٹی نے ایک میز تک اس کی رہنمائی کی لیکن راستے ہی میں ایک جوان نے اس کا راستہ روک لیا۔ "ہیلو مس! تم کسی پہلو سے مادام نظر نہیں آتیں۔ معلوم ہوتا ہے ابھی اسٹیج پر آسمان سے اتری ہو۔ کسی نے تمہیں ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ شاید وہ پہلا خوش نصیب میں ہوں جو تمہیں چھونے جا رہا ہوں۔ یا تم مجھے چھو لینے دو یا ثابت کر دو کہ تم واقعی مکار مادام سونیا ہو۔"

اس نے بڑی بے باکی سے اپنا ہاتھ سونیا کے شانے پر رکھ دیا۔ گائڈ آنٹی فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واقعی تم نے مجھے چھو لیا۔ میں وہ مادام سونیا نہیں ہوں مس سونیا ہوں۔ یعنی تمہارے خیال اور تمہارے اندازے کے مطابق ایک دوشیزہ۔"

اس نوجوان کا ہاتھ اس کے شانے پر سے پھسلتا ہوا بازو پر آیا۔ پھر بازو سے پھسلتے ہوئے کلائی تک پہنچ گیا۔ اس نے کلائی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے بلند کرتے ہوئے، چیختے ہوئے کہنے لگا "کیا یہ مادام سونیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کرنے کے لیے ہمیں یہاں بلایا گیا ہے میں کسی دوسرے کلب میں تفریح کی خاطر جانے والا تھا۔"

اس وقت ایک بیرا ٹرالی میں بھرے ہوئے جام لے جا رہا تھا۔ سونیا نے ایک ہاتھ سے جام اٹھا کر اس نوجوان کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے کہنے کی دھن میں اسے قبول کر لیا۔ پھر ایک ہی سانس

ں اسے حلق سے اتارنے کے بعد کہنے لگا "یہ دیکھو میں نے اس ں کلائی تھام لی اور تم میں سے کتنے ہی اس بات کے گواہ ہیں کہ ں جس کی کلائی تھام لیتا ہوں پھر وہ اپنی مرضی سے اسے چھڑا نہیں سکتا یا چھڑا نہیں سکتی۔"

سونیا نے اسے دوسرا جام پیش کیا۔ اس نے اس جام کو ے کر فضا میں اسے بلند کرتے ہوئے کہا "اس کی کلائی میری رت میں کانپ رہی ہے۔ یہ شراب پلانے کے بہانے چاپلوسی رہی ہے لیکن میں ضرور پیوں گا۔"

اس نے اس جام کی شراب کو بھی اپنے حلق سے اتار لیا۔ سونیا کو کھینچتے ہوئے ایک میز تک لے آیا۔ وہاں اس کے دو ر جوان ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا "ان لوگوں کو بھی راب پیش کرو۔"

سونیا نے شراب سے بھرے ہوئے جام کو اٹھا کر اس کی ن بڑھاتے ہوئے کہا "نہیں، جو میری کلائی تھام لیتا ہے میں ی کی ہو جاتی ہوں۔ صرف اسے پلاتی ہوں۔ میں نے آج تک مارے جیسا مرد نہیں دیکھا۔ اس بھری محفل میں تم نے سونیا اتھ تھام لیا۔ میں بہت خوش ہوں۔ لو پیو۔"

اس نے وہ جام بھی اسے پلا دیا۔ پھر تو اسے چڑھ گئی۔ ایک شراب کا نشہ دوسرے سونیا کی پے در پے تعریفوں نے شراب دو آتشہ بنا دیا تھا۔ اور یہ سچ ہے شراب میں یا منشیات کی سری چیزوں میں اتنا گہرا اور اتنا پائیدار نشہ نہیں ہوتا جتنا ارت کے منہ سے نکلی ہوئی تعریف میں ہوتا ہے۔ اس کے نہ سے دو میٹھے بول سنتے ہی آدمی کی کھوپڑی گھوم جاتی ہے در اس نوجوان کی کھوپڑی تو گھوم ہی چکی تھی۔ چوتھے پیگ میں ں اس نے سونیا کی کلائی خود بخود چھوڑ دی۔ وہ آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے اس میز پر آ گئی جو اس کے لیے مخصوص تھی۔ مائیک ے پاس آ کر اس ادھیڑ عمر کے شخص نے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! شاید آپ لوگوں کے سامنے مادام سونیا کی حقیقت واضح ہو چکی ہے۔ ان کے متعلق یہی مشہور ہے کہ وہ خواہ مخواہ ہاتھا پائی نہیں رتیں۔ یہاں معزز خواتین و حضرات کے درمیان طاقت کا مظاہرہ رنے کے بجائے انہوں نے جس خوبصورتی سے اپنی کلائی چھڑائی ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔ یہ ہماری معزز مہمان ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی عزت کریں اور انہیں زیادہ سے زیادہ آرام پہنچائیں اور ان کی خاطر تواضع کا خاص خیال رکھیں لہٰذا مادام سونیا کے لیے اسپیشل ڈش پیش کی جا رہی ہے۔"

دو بیرے ایک ٹرالی کے ساتھ آئے۔ ایک بیرے نے ڈشیں گائڈ آنٹی کے سامنے رکھیں۔ سونیا کے سامنے ایک بڑی سی ٹرے لا کر رکھ دی گئی۔ اس ٹرے میں کوئی ڈش تھی جو خوان پوش سے ڈھکی ہوئی تھی۔ سونیا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر آنٹی سے پوچھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ میں تو تمہارے ساتھ رہتی ہوں۔ خوان پوش اٹھا کر دیکھ لو۔ پسند ہو تو کھاؤ ورنہ یہاں اتنی ساری ڈشیں رکھی ہوئی ہیں۔"

سونیا نے دونوں ہاتھوں سے خوان پوش کے دو سروں کو پکڑ کر اٹھایا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ٹھٹک گئی۔ آس پاس کی میزوں پر سے قہقہے بلند ہونے لگے۔ وہ واقعی بہت ہی اسپیشل ڈش تھی۔ اس ٹرے پر فرہاد علی تیمور کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔

یہ تو ان کا دل ہی جانتا ہے جن کے سامنے ان کی عزیز ترین ہستی کا کٹا ہوا سر لایا جاتا ہے۔ سونیا کو ایک لمحے کے لیے یوں لگا جیسے سچ مچ میرا سر کاٹ کر اس کے سامنے تھال پر پیش کر دیا گیا ہو۔ اس سر کے ساتھ ہی پلیٹیں، کانٹے، چمچے اور چھریاں رکھی ہوئی تھیں تاکہ اسے کاٹ کاٹ کر مزے لے لے کر کھایا جا سکے۔

وہ پہلی نظر میں سچ مچ میرا ہی سر لگتا تھا لیکن وہ ایک ڈش تھی اسے تیار کرنے والا بڑا باکمال تھا جس طرح سالگرہ کے کیک نت نئے ڈیزائن کے بنائے جاتے ہیں اسی طرح وہ سر بنایا گیا تھا۔ میرے چہرے کی ہو بہو نقالی کی گئی تھی۔ کٹی ہوئی گردن کے نیچے جو خون بہہ رہا تھا۔ دراصل وہ سرخ رنگ کا ٹومیٹو کیچپ تھا۔ کانٹوں، چمچوں اور چھریوں کے قریب ہی گول مرچ اور نمک وغیرہ چھڑکنے کے لیے ننھے ننھے پاٹس رکھے ہوئے تھے ان سے پتا چلتا تھا کہ وہ سر کوئی کیک یا پیسٹری جیسا میٹھا نہیں بلکہ نمکین ڈش کے طور پر ہے۔ سونیا میز پر جھک کر اس سر سے ذرا قریب ہو کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ اسٹیج پر مائک کے سامنے کھڑے ہوئے شخص نے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! یہ بات برسوں سے مصدقہ ہے کہ شادی کے بعد عورت اپنے مرد کا سر کھاتی رہتی ہے۔ آج آپ کے سامنے مادام سونیا اپنے آنجہانی فرہاد علی تیمور کا سر کھائیں گی۔"

ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تالیوں کا شور گونجنے لگا جیسے سونیا ان کے سامنے کوئی نہایت ہی دلچسپ تماشا پیش کرنے والی ہو۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی کرسی کو پیچھے سرکا کر اطمینان سے چلتے ہوئے اسٹیج پر آئی۔ پھر مائک کے پاس کھڑے ہوئے شخص کو ہٹا کر بڑی سنجیدگی سے اور گہری اداسی سے کہنے لگی۔

"فرہاد کی کٹی ہوئی گردن دیکھ کر میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا تھا۔ میں اپنے آپ کو فولاد سمجھتی ہوں۔ کوئی بھی حادثہ مجھے اندر سے توڑ نہیں سکا لیکن چند منٹ پہلے جب میں خوان پوش کو اٹھایا تو اچانک احساس ہوا، میں اندر سے ایک محبت کرنے والی عورت ہوں اور اپنے محبوب کے لیے رو سکتی ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ ابھی وہ گھڑی نہیں آئی ہے۔"

ایک میز پر سے ایک عورت نے اٹھ کر اپنا ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "وہ گھڑی جلد ہی آنے والی ہے۔"

سونیا نے ہال میں موجود لوگوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے کہا "یہاں جتنی خواتین موجود ہیں۔ میں ان کے لیے دعا کرتی ہوں کہ ان کے چاہنے والے سلامت رہیں۔ کبھی ان کی محبتوں کا کٹا ہوا سر ان کی آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ جس دن ایسا ہوگا اس دن یہاں کی ایک ایک خاتون کو شدید احساس ہوگا کہ محبت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ محبت صرف محبت ہوتی ہے اور وہ اپنا کٹا ہوا سر کبھی نہیں دیکھ سکتی۔"

پورے ہال میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ عورتیں یقیناً متاثر ہو گئی تھیں سب اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھیں کیونکہ ان میں بیشتر عورتیں ایسی تھیں جو اپنے چاہنے والوں کے لیے یقیناً ایسی ہی دعائیں مانگتی ہوں گی۔ اسٹیج پر کھڑے ہوئے شخص نے دوسرا مائک ہاتھ میں لے کر کہا "یہ جذباتی باتیں ہیں۔ یہاں آپ ہماری مہمان ہیں اور ہم آپ کو اپنی پسند کا کھانا کھلانا چاہتے ہیں لہٰذا اپنی میز پہ جائیں۔"

سونیا نے جواب دیا "اسے کیسے کھاؤں؟ وہ سر مردہ نہیں زندہ ہے۔"

ان سب کی نظریں اس میز کی طرف اٹھ گئیں۔ جہاں ٹرے پر کٹا ہوا سر رکھا ہوا تھا۔ سونیا نے کہا "ہاں، وہ سر زندہ ہے۔"

ہال سے کتنی ہی آوازیں سنائی دیں "زندہ ہے؟ لیکن وہ تو کٹا ہوا ہے۔"

"میں اس کٹے ہوئے سر کے قریب جھک کر اس سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ سر مجھ سے کہہ رہا تھا۔ سونیا، یہاں تمام لوگ عبرانی میں یا فرانسیسی میں گفتگو کر رہے ہیں۔ جب میری گردن کٹ چکی ہے تو پھر یہ انگریزی کیوں نہیں بولتے؟ اور اگر بولنے کی جرأت نہیں ہے تو انہیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ فرہاد کی ہزاروں ڈمی کی ہزاروں گردنیں کاٹ سکتے ہیں لیکن فرہاد کی ٹیلی پیتھی کی گردن اڑانا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔"

اسٹیج پر کھڑے ہوئے شخص نے کہا "بیشک یہ فرہاد کے سر کی ڈمی ہے۔ آج ڈمی کا سر کٹا ہے کل فرہاد کا سر کٹے گا اور اس

سر کے ساتھ ٹیلی پیتھی کا قصہ بھی تمام ہوگا لیکن یہ باتیں آج ...
آج مادام سونیا آپ لوگوں کے سامنے اپنے عاشق کا سر ...
یہ کہہ کر اس نے چٹکی بجائی۔ پھر عبرانی زبان میں ...
لگا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ بیرے ایک میز اور چار کرسیاں ...
اسٹیج پہ لے آئے۔ میز کے اوپر ایک خوبصورت میز پوش ...
گیا۔ اس پر تازہ، خوبصورت پھولوں کا ایک گلدان لا کر ...
پھر وہی ٹرے لا کر رکھی گئی جس پہ میرا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ ...
سب کچھ دیکھ رہی تھی اور سمجھ رہی تھی۔ اگر میں موجود ہوتا ...
اس سلسلے میں اسے کچھ کہتا یا دشمنوں کو مخاطب کرتا۔ اب ...
تھا اسے تنہا کرنا تھا۔ اس نے چند لمحے تک سوچنے کے ...
ہی آواز بدل کر میرے لب و لہجے میں کہنا شروع کیا "لیڈیز اینڈ ...
میں سونیا کی زبان سے فرہاد علی تیمور آپ لوگوں کو مخاطب ...
اور یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ ...
حرکتیں ہیں۔ سونیا اس سر کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گی۔"

ایک میز پر سے ایک آفیسر نے اٹھ کر فرانسیسی ...
میں کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! جب یہ ایک ڈمی ہے بلکہ ایک ...
ڈش ہے تو اسے کھانے میں کیا اعتراض ہے؟"

سونیا نے میرے ہی لب و لہجے میں کہا "بیشک ...
نہیں ہے۔ ڈش اگر من پسند ہو تو کھائی جا سکتی ہے۔ ا...
نے اسے کھانے کے لیے ہاتھ بھی لگایا تو تم اس کی تصو...
گے اس کی مووی تیار کرو گے تاکہ آئندہ نسلوں کو یہ بتایا ...
تم لوگوں نے سونیا کو میرا سر کھلایا ہے۔ تاریخ کو بگاڑ کر ...
تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اس لیے میں اسے یہ کھیل ...
نہیں دوں گا۔"

"اگر ہم مجبور کریں تو؟"

"مجھے بھی مجبور کرنا آتا ہے۔ اگر کوئی سونیا کو بعد ...
اس سر تک جانے پر مجبور کرے گا۔ اس وقت تک تمہا...
کا سر ایک ٹرے میں اسی اسٹیج پر پہنچ جائے گا۔ یقین ...
کر دیکھ لو۔"

سب کو چپ لگ گئی۔ سونیا نے کہا "بیشک سو...
قیدی ہے۔ تم اس کا مذاق اڑا سکتے ہو۔ اس کی توہین ...

بدنام ترین مُجرم چارلس سوبھراج کے جرائم کی مکمل
چارلس سوبھراج کی سرگزشت
میں ملاحظہ فرمائیں
کتابیات پبلی کیشنز ◎ پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

... ایک حد مقرر ہونا چاہیے۔ میں جانتا ہوں جب بھی
... کرو گے ترکی بہ ترکی جواب پاؤ گے۔ یہ جواب زبانی
... بھی ہے اور اینٹ کے جواب میں پتھر بھی بن سکتی ہے۔"
... افسر اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج پر آیا۔ پھر اس نے اسٹیج
... کے ہاتھ سے مائیک لے کر کہا "ٹھیک ہے۔ ہم ایک
... اختیارات استعمال کریں گے۔ سونیا ہماری قید میں
... یا چاہیں اس سے سلوک کر سکتے ہیں لیکن اس حد تک
... گے جس حد تک ہمارے کسی بھی بڑے کو نقصان پہنچے
... سونیا فرہاد کی اس بہترین ڈش سے محروم ہو رہی ہیں۔
... ین کو دعوت دیتا ہوں۔ کوئی بھی یہاں آئے اور اس
... اس یقین کے ساتھ کہ یہ ایک نہایت ہی لذیذ ڈش
... اس ڈش تیار کرنے والے کی صرف تعریف ہی نہیں
... بلکہ انعام و اکرام سے بھی نوازیں گے۔"

... خاتون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "آپ کے بیان
... یہ نہایت ہی لذیذ ڈش ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ ایک انسان
... سے کاٹ کر کھانے کے خیال سے ہی کراہیت محسوس
... اور جس کھانے سے کراہت محسوس ہو اس کھانے کی سزا
... ملنا چاہیے۔"

... نے کہا "میں کہہ چکا ہوں، سونیا کو ہم اس حد تک
... پہنچائیں گے۔ یہ ایک ناقابلِ شکست فائٹر تسلیم کی جاتی ہیں
... میں لڑتے رہنے کی سزا دیں گے۔ ہمیں یقین ہے، یہ
... سے باہر جانے تک لڑتے لڑتے خود ہی ٹوٹ پھوٹ
... جائیں گی۔ ابھی تو میں آپ لوگوں کو دعوت دے رہا ہوں
... اور اس لذیذ ڈش سے محروم نہ رہیں۔"

... بڈھے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سینہ تان کر اسٹیج کی طرف
... نے کہا "میں نے دوسری جنگِ عظیم میں اور ویت نام
... میں بڑے ہی گھناؤنے منظر دیکھے ہیں۔ ہم پر ایسا وقت
... ہم نے انسان کا گوشت کچا چبایا ہے۔ یہ سر تو ایک
... ہے۔"

... نے اسٹیج پر پہنچ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "تمام
... مووی کیمرہ آپریٹرز تیار رہیں۔ میں فرہاد علی تیمور کا سر
... اعزاز حاصل کر رہا ہوں۔"

ایک فاتح کی شان کے ساتھ چلتا ہوا میز کے پاس آیا
... پہنچ کر بیٹھ گیا۔ سونیا چپ چاپ دیکھ رہی تھی۔ اسٹیج
... کے شخص نے مائک پہ اعلان کیا "یہ ریوالونگ اسٹیج
... تاکہ چاروں طرف بیٹھے ہوئے حاضرین کھانے کا
... نظارہ اور ہر طرف کھڑے ہوئے فوٹوگرافرز کو تصویریں

لینے کی آسانی رہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ اسٹیج حرکت کرنے لگا۔ گھومنے لگا۔ کرسی پہ بیٹھے ہوئے بوڑھے ریٹائرڈ فوجی نے ایک چھری اور کانٹے کو اٹھاتے ہوئے کہا "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں اس سر کو کہاں سے کھانا شروع کروں؟"

کسی نے چیخ کر کہا "پہلے فرہاد کی کھوپڑی میں سوراخ کرو۔ اس کے اندر سے بھیجہ نکال کر کھاؤ۔ اس بھیجے پر لہسنا نا ہے۔"

کسی عورت نے کہا "نہیں پہلے چاقو سے اس کے کان کاٹو۔"

بوڑھے ریٹائرڈ فوجی نے چاقو کو فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا "جو لوگ غیر معمولی صلاحیتیں حاصل کر لیتے ہیں وہ بڑی ناک لگاتے ہیں۔ لہٰذا میں پہلے فرہاد کی ناک کاٹ کر ہی کھاؤں گا۔"

چاروں طرف سے قہقہوں اور تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ اسٹیج آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ رنگ برنگی روشنیاں لہرا رہی تھیں۔ کیمرے کی فلش لائٹ بھی جل جل کر بجھ رہی تھی۔ اس ٹرے پہ میرے سر کا اگلا حصہ اس طرح رکھا ہوا تھا کہ چاروں طرف لوگوں کو نظر آتا رہے۔ تماش بین میرے چہرے کے ایک ایک حصے کو کٹتے ہوئے اور لقمہ بنتے ہوئے دیکھ سکتے تھے۔ اس بوڑھے ریٹائرڈ فوجی نے میرے سر کو کاٹنے کے لیے چاقو کو ایک بار دیکھا پھر اسے میری ناک کی طرف لے جانے لگا۔

اس وقت آرکسٹرا سے مسرت بھری دھن ابھر رہی تھی۔ آرکسٹرا کی تال کے مطابق کتنے ہی لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ اس ریٹائرڈ فوجی کا چاقو میری ناک کے پاس پہنچتے پہنچتے ٹرے پر پہنچ کر تھم گیا۔ وہ میرے چہرے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ جھکا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ کھلی رہ گئیں۔ اس کی سانس اس لمحے رک گئی تھی۔ پھر رکی ہی رہ گئی۔ پہلے کوئی اس کی اس حالت کو سمجھ نہ سکا۔ سب انتظار کر رہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ فرہاد کی ناک کاٹنے سے پہلے وہ دیکھنے والوں کو تجسس میں مبتلا کر رہا ہے۔ ناک کاٹتے کاٹتے رہ گیا ہے۔ اب تھوڑی دیر بعد پھر اس کا چاقو اٹھے گا لیکن وہ چاقو نہیں اٹھ رہا تھا۔

تالیوں اور قہقہوں کا شور تھم گیا تھا۔ صرف آرکسٹرا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ پھر کسی نے چیخ کر پوچھا "کیا بات ہے۔ تم کب تک جھکے ہوئے اس سر کو دیکھتے رہو گے؟ اس کی ناک کاٹو۔"

کئی جگہ سے آوازیں آنے لگیں "ہاں ہاں پہلے اس کی ناک۔"

سونیا اسے غور سے دیکھ رہی تھی جسے فرہاد کی ناک کاٹنے کی حسرت رہ گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میز کے پاس آئی۔ پھر میز پہ ہاتھ ٹیک کر ذرا جھک کر اسے غور سے دیکھنے لگی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی اس نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کے ساتھ آرکسٹرا تھم گیا۔ چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ اسٹیج کی ریوالونگ ختم ہو گئی۔ سونیا نے ہنستے ہوئے مائک کے پاس آ کر کہا۔ "وہ ناک کاٹنے والا خود اپنی ناک کو اپنی زندگی کی سانسوں سے محروم کر چکا ہے۔"

یہ سنتے ہی کچھ مسلح جوان دوڑتے ہوئے اسٹیج پر آ گئے پھر اسے میز پر سے اٹھا کر کرسی کی پشت سے ٹکا کر دیکھنے لگے۔ انہیں بھی یقین ہو گیا کہ وہ فرہاد کے سر کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ سوال پیدا ہوا۔ کیسے ختم ہو گیا؟ ایک ہی جواب تھا کہ فرہاد کے سر کو چھیڑنے والا ٹیلی پیتھی کا شکار ہو گیا ہے حالانکہ میرے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا۔ یہ تو میں اس وقت کی داستان سنا رہا ہوں جس وقت گہری نیند سو رہا تھا اور یہ واقعات سونیا کے سامنے رونما ہو رہے تھے۔

سونیا نے سوچ کے ذریعے مجھے آواز دی "فرہاد! اگر تم موجود ہو تو مجھ سے مخاطب کیوں نہیں ہو رہے ہو؟ یہ چکر تمہارا چلایا ہوا ہے۔ تم ہی نے اس ناک کاٹنے والے فوجی افسر کو مارا ہے۔"

وہ مجھے مخاطب کر رہی تھی اور میں موجود نہیں تھا۔ آخر وہ مایوس ہو کر سوچنے لگی، کیا معاملہ ہے؟ یہ شخص کیسے مر گیا؟ دو فوجی جوان اس لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میز کے اطراف کرسیاں پھر خالی رہ گئیں۔ ٹرے پہ میرا سر اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ سونیا کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب اسے نہیں مل سکا تھا تاہم اس نے پلٹ کر مائک کے پاس آ کر میرے لب و لہجے میں کہا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! میں فرہاد علی تیمور آپ سے پھر مخاطب ہو رہا ہوں۔ میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میری ناک بہت اونچی ہے۔ بہت مضبوط ہے۔ ہمیں کبھی ایسا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ موت کے ہتھیار سے ہمیشہ زندگی کی ناک کٹتی چلی آئی ہے۔ اگر میری بات سے کسی کو اتفاق نہ ہو تو وہ آگے بڑھے اس کے سامنے میرا سر حاضر ہے۔ آئیے اور میری ناک کاٹ کر دکھائیے۔"

وسیع و عریض ڈائننگ ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سرگوشیاں ابھر رہی تھیں ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا۔ "مسٹر فرہاد علی تیمور! یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے ہمارے اس بے چارے بوڑھے کو کس طرح شکار کیا ہے جبکہ وہ صرف فرانسیسی زبان بول رہا تھا اور ہماری معلومات کے مطابق آپ فرانسیسی نہیں جانتے ہیں۔"

سونیا نے میرے لب و لہجے میں جواب دیا۔ "بیشک فرانسیسی نہیں جانتا ہوں لیکن کسی کے دماغ میں پہنچنے کے ہیں۔ ان میں سے ایک ذریعہ ایسا ہے جسے آج تک میں نے کسی دشمن پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ چونکہ میری ناک کٹنے کی بات اس لیے آج میں نے یہ راستہ اختیار کیا۔ یہ راستہ پھر اختیار ہوں۔ کوئی آئے تو سہی۔"

وہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ کسی میں اتنی جرأت تھی کہ اٹھ کر آگے بڑھتا اور میرے سر کے قریب جاتا۔ سونیا پھر میرے انداز میں کہا۔ "تعجب ہے، یہ تمہاری سرزمین ہے تمہاری حکومت ہے۔ تمہاری اجازت کے بغیر یہاں پرندہ پَر نہیں مار سکتا۔ میں تمہاری قیدی ہوں۔ تم مجھے الٹا لٹکا کر کھال کھینچ سکتے ہو۔ واقعی تعجب ہے، ایک کٹے ہوئے سر کی کوئی جرأت نہیں کر رہا ہے۔"

اچانک ایک مسلح جوان نے ایک میز کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ "ٹھیک ہے، فرہاد کی ناک تک وہ چاقو تو نہیں پہنچ سکا ریوالور کی گولی تو پہنچ سکتی ہے۔"

اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ عبرانی زبان بول رہا تھا۔ پورے یقین کے ساتھ کہ میں یہ زبان نہیں سمجھتا ہوں۔ سونیا اس کی باتیں سمجھ نہ سکی لیکن اس کی حرکتوں سے سمجھ گئی کہ وہ سے ناک کاٹنے کی بجائے ریوالور سے ناک کا نشانہ لینا چاہتا ہے۔ پھر اس نے نشانہ لیا لیکن گولی نہ چلا سکا۔ یکبارگی ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ وہ چند ساعتوں تک بالکل بے حس کھڑا رہا۔ اس کا ہاتھ آگے کی طرف پھیلا رہا جیسے نشانہ لے رہا ہو۔ اس کے دیدے پھیل گئے تھے۔ پھر وہ دھڑام سے منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔

کتنی ہی عورتیں چیختے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گئیں اور ہال سے باہر کی طرف بھاگنے لگیں۔ سونیا نے میرے لب و لہجے میں چیخ کر کہا۔ "رک جاؤ اس ہال سے باہر کوئی نہ جائے جائے گا وہ موت کو گلے لگائے گا۔"

جانے والی عورتوں کے قدم رک گئے۔ کچھ مرد بھی تھے۔ وہ بھی باہر کی طرف جا کر مرنا نہیں چاہتے تھے۔ پلٹ کر اسٹیج کو دیکھنے لگے۔ سونیا نے میری طرف سے کہا۔ "یہ تماشا تم نے شروع کیا ہے۔ ختم میں کروں گی۔ اب تمہارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک تو باری باری یہاں آؤ، اور اس سر کو کھانے کی کوشش کرو۔ اگر ہمت نہ ہو تو اس سر کو بڑی حفاظت کے ساتھ اپنے عجائب گھر میں لے جا کر رکھو اور اس کے ساتھ ایک تختی لکھ کر لگا دو

"ہم شیر کو مار کر اس کا سر دیوار پر لگا سکتے ہیں لیکن فرہاد کا سر ہمارے لیے دردِ سر بن گیا ہے۔ ہم اسے دیوار پر نہیں لگا سکتے کہ اس پر نظر پڑتے ہی دہشت طاری ہو جاتی ہے ہم اسے ایک لذیذ ڈش سمجھ کر ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس سر کو عجائب گھر میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہاں عجیب ترین چیزیں رکھی جاتی ہیں۔ یہ دنیا کے سب سے عجیب و غریب شخص کا سر ہے جو کٹنے کے بعد بھی دشمنوں سے انتقام لے رہا ہے۔"

یہ کہہ کر سونیا نے گائنڈ آنٹی کی طرف دیکھ کر ہاتھ کا اشارہ کیا پھر پوچھا۔ "کیا آپ میرے ساتھ چلنا پسند کریں گی؟"

آنٹی اپنی جگہ سے اٹھ کر مسکراتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ پھر کہا۔ "میں تو تمہارے ساتھ چلنے کے لیے ہی موجود ہوں۔"

"مجھے کچن تک لے چلو، میں وہاں جاؤں گی اور خود اپنی پسند سے، اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر کھاؤں گی۔"

وہ آنٹی کے ساتھ اُدھر جانے لگی۔ سب لوگ خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں کہ اسے روکنے کا کون سا مناسب اور محفوظ طریقہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کچن کی طرف جاتے ہوئے پھر سوچ کے ذریعے مجھے پکارا۔ "فرہاد! تم خاموش کیوں ہو؟ یہ کیا مذاق ہے؟ میری حفاظت کر رہے ہو۔ میرے سامنے دشمنوں کو مار رہے ہو لیکن مجھ سے مخاطب نہیں ہوتے۔"

وہ چپ رہی۔ انتظار کرتی رہی۔ حتیٰ کہ کچن میں پہنچ گئی وہاں طرح طرح کے کھانے تیار تھے۔ سونیا نے ایک پلیٹ اٹھا کر دو چار بہترین ڈشوں کا انتخاب کیا۔ اپنی پلیٹ میں من پسند کھانے رکھے پھر آنٹی سے پوچھا۔ "کیا آپ نہیں کھائیں گی؟"

آنٹی نے بھی ایک پلیٹ لے کر اپنے لیے تھوڑا سا کھانا نکالا۔ پھر وہ دونوں کچن سے باہر ڈائننگ ہال میں آ کر ایک میز کے اطراف بیٹھ گئیں اور کھانے لگیں۔ ابھی لوگ موجود تھے۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں لیکن انداز ایسا ہی تھا جیسے موضوعِ گفتگو صرف سونیا اور فرہاد ہوں۔

دو چار لقمے حلق سے اتارنے کے بعد سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب والی ایک میز کی طرف جانے لگی۔ وہاں بیٹھے ہوئے مرد اور عورتیں اٹھ کر کھڑے ہو گئے عورتیں سہم کر پیچھے ہٹنے لگیں۔ سونیا نے مسکرا کر کہا۔ "مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری جیسی ایک عورت ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارے ہی لوگوں نے مجھے خوفناک بنا دیا ہے۔ میں صرف پانی کا یہ جگ اور دو گلاس لینے آئی ہوں۔ ویٹر سے پانی منگواؤں گی تو شاید وہ میرے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔"

وہ پانی کا جگ اور دو گلاس لے کر اس میز پہ آئی۔ پھر آنٹی کے ساتھ کھانے کے دوران باتیں کرنے لگی۔ اس کے آس پاس جتنے دشمن تھے، وہ لن ترانیاں بھول گئے تھے۔ سونیا سوچ رہی تھی ان دو آدمیوں کو موت کی سزا کیسے ملی؟ جبکہ فرہاد موجود نہیں ہے اور اگر ہے تو اس سے مخاطب کیوں نہیں ہے؟

اتنے میں اسٹیج پر کھڑے ہوئے شخص نے بڑی مسرت سے اعلان کیا۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آج ہمارے ہوٹل کی قسمت جاگ اٹھی ہے۔ معزز خواتین و حضرات، تشریف لا رہے ہیں، محسن بے حساب عالی جناب ربی اسفند یار۔ ربی اسفند یار۔ ربی اسفند یار۔"

یہ نام سنتے ہی سب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے پھر سب ایک آواز میں کچھ نغمہ سرائی کرنے لگے۔ وہ دھیمی آواز میں ایک ہی لے پر گا رہے تھے۔ یقیناً ربی اسفند یار کی تعریف میں کچھ کہہ رہے تھے چونکہ عبرانی زبان تھی اس لیے سونیا کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی آنٹی بھی احتراماً اٹھ کر دوسروں کی آواز میں آواز ملا کر گا رہی تھیں۔ صرف سونیا، اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔

اسٹیج کے پیچھے سے ایک قدآور شخص نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جسم پر لمبی سی عبا تھی۔ اس کی زلفیں شانے تک اور داڑھی سینے تک آ رہی تھی، وہ مردانہ وجاہت اور شخصیت کا بے مثال نمونہ تھا۔ مرد اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہوں گے اور عورتیں دل بچھاتی ہوں گی۔ دور ہی سے اس کا رعب اور دبدبہ طاری ہو جاتا تھا۔ وہ مائک کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر عبرانی زبان میں زیرِ لب کچھ بڑبڑانے لگا جیسے اپنے سامنے والوں کو دعائیں دے رہا ہو۔

سونیا سر جھکائے کھا رہی تھی۔ اس نے صرف ایک بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ جب وہ مائک کے قریب یعنی اس کے سامنے پہنچ گیا تھا تو اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ دوبارہ اسے دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ ایک بار اور دیکھے گی تو اس کی طرف کھنچی چلی جائے گی۔ اس میں ایسی کشش تھی کہ اسے دیکھنے والے ہی محسوس کر سکتے تھے، سمجھ سکتے تھے لیکن بیان نہیں کر سکتے تھے۔

وہ دعائیہ انداز میں زیرِ لب کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کی آواز سننے والوں کے دماغوں میں دھیمی دھیمی سی بج رہی تھی جیسے بہت دور ہولے ہولے بادل گرج رہے ہوں اور کسی طوفان کی آمد کی سرگوشی کر رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد وہ انگریزی زبان میں ذرا اونچی آواز سے بولا۔ "بیٹی سونیا!"

سونیا کو یوں لگا جیسے وہ آواز باہر سے نہیں اس کے اندر سے ابھری ہو۔ اس شخص نے اس کے دل میں بیٹھ کر اسے بیٹی کہہ کر

پکارا ہو۔ اس کے ہاتھ سے چھری اور کانٹا چھوٹ گیا۔ وہ فوراً ہی نیپکن سے منہ پونچھنے کے بہانے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ اس سے متاثر کیوں ہوگئی ہے؟

اس کی سمجھ میں نہیں آیا، دوسرے ہی لمحے اسفندیار نے محبت بھرے انداز میں بڑی مٹھاس سے کہا۔"بیٹی! میں تمہارا بزرگ ہوں اور بزرگوں کی آمد پر اچھے بچے تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں۔"

وہ آپ ہی آپ اٹھ کر کھڑی ہونے لگی۔ اگرچہ اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔ اگر آواز کی تعریف کی جائے تو اس نے اب سے پہلے آواز کے ایسے سحر کو نہ تو محسوس کیا تھا نہ سنا تھا۔ وہ آواز بیک وقت ایک حاکم کی آواز بھی تھی اور ایک شفیق باپ کی آواز بھی۔ ایک محبت سے بھرپور محبوب کی آواز تھی اور ایک میٹھی، سریلی، لوری بھری ممتا کی آواز تھی۔ اس آواز میں جانے کیا کچھ تھا کہ سونیا کو حکم دیا جاتا تو وہ اسفندیار کے قدموں میں پہنچ جاتی۔

کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے چہرے کی خوبروئی لازمی ہے اور کسی کے دل اور دماغ کو جیتنے کے لیے لازمی ہے کہ آواز میں بلا کی کشش ہو۔ ہپناٹزم کے لیے سب سے پہلی شرط یہی ہے کہ آواز میں مٹھاس بھی ہو اور سختی بھی، آواز میں خوبصورتی بھی ہو اور کرختگی بھی، آواز میں گہرائی بھی ہو اور اپنے معمول کے دماغ کو گرفت میں رکھنے کی قوت بھی۔ یہ ساری خوبیاں اسفندیار کی آواز میں تھیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔"بیٹی سونیا! میں سب سے پہلے تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے فرہاد کے ساتھ رہ کر اسلام قبول کیا۔ مسلمان بن گئیں میری دعا ہے کہ جلد ہی اس کی شریکِ حیات بھی بن جاؤ۔"

وہ خوش ہوگئی۔ اسفندیار انسانی نفسیات کو خوب سمجھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گفتگو کا آغاز کہاں سے کرنا چاہیے اور کس طرح دل جیت لینا چاہیے۔ اس نے کہا۔"میرے بچو! دنیا کا ہر مذہب قابلِ احترام ہے کیونکہ ہر مذہب خدا کی پہچان کراتا ہے۔ ہم انسان آپس میں اپنے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لیے لڑتے رہتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم اپنے ہی خدا کی بزرگی اور برتری کے لیے لڑ رہے ہیں۔ مقصد ہمارا ایک ہی ہے لیکن لڑنے کے دوران مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں مسلمانوں کا خدا عظیم، بزرگ اور برتر ہے اور جب میں یہ کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم یہودیوں کا خدا عظیم اور بزرگ و برتر ہے۔ بات ایک ہے مگر جھگڑا خدا کا نہیں، خدا کے احکامات کا نہیں۔ جھگڑا اگر ہے تو عرب اور اسرائیل کا۔ مسلمان اور عیسائی کا۔ اسی بات کو صرف ایک فقرے میں کہہ دوں کہ جھگڑا انسانوں کا صرف انسانوں سے ہے۔ آج تک ہم مہذب انسانوں نے جتنے جھگڑے کیے ہیں ان کا عشرِ عشیر بھی دنیا کے کسی جانور نے نہیں کیا اور یہ ہمارے لیے باعثِ شرم ہے۔ میرے بچو! میں چند سیکنڈ کے لیے اس شرمناک عمل پر سر جھکا رہا ہوں۔ میرے ساتھ تم بھی سر جھکاؤ اور خدا سے دعا کرو کہ ہمیں اشرف المخلوقات بننے کی توفیق عطا فرمائے۔"

اس نے سر جھکا لیا۔ اس کے ساتھ ہی سب کے سر جھک گئے حتیٰ کہ سونیا نے بھی سر کو جھکا لیا۔ کیونکہ بات درست، سچی اور کھری تھی۔ یہ بات باعثِ شرم تھی کہ جانور بھی اتنا نہیں لڑتے جتنا انسان لڑتے رہتے ہیں۔

وہ سر جھکائے کھڑی رہی، سوچتی رہی۔ پھر اچانک اسے یاد آیا۔ یہ دیندار بزرگ باتیں بالکل سچی کہہ رہا ہے لیکن خود اس کے مذہب والے، اس کے پیروکار یہودی، عربوں کے قلب میں قتل و غارت گری کیے ہوئے ہیں۔ جہاں اس وقت وہ کھڑی ہوئی ہے وہاں سے لاکھوں مسلمان عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ انہیں بے آبرو کرکے اس زمین سے جانے پر مجبور کیا گیا۔ ان کے مردوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے اور یہی بزرگ اب پارسا بنا ہوا خدا کے حضور سر جھکائے نادم کھڑا ہوا ہے اور سارے لوگوں کو ندامت سے کھڑے ہوکر دعا مانگنے کے لیے کہہ رہا ہے۔

اس کے دل نے کہا۔ یہ فراڈ ہے۔ فوراً ہی سر اٹھا کر اسے جواباً کچھ کہنا چاہیے۔ اس نے فوراً ہی کچھ کہنے کے لیے سر کو اٹھایا تو ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ وہ عین اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ وہی سفید داڑھی، شانے تک زلفیں چہرے کا جاہ و جلال حواس پر چھا رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔"ہاں میری بچی! تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے اٹکتے ہوئے، لرزتے ہوئے کہا۔"خدا کے حضور صرف سر جھکا کر پچھتانے سے بات نہیں بنتی۔ پچھتانا ہی ہے تو جن فلسطینی عوام سے زمینیں چھینی گئیں، جنہیں بے گھر کیا گیا اور بے زمین کیا گیا انہیں دوبارہ آباد کیا جائے، ان سے انسانی سلوک روا رکھا جائے۔"

اس نے گونجتی، گرجتی مگر میٹھی سی آواز میں کہا۔"میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ اتنے اطمینان سے پیچھے دیکھے بغیر جانے لگا جیسے وہ ضرور آئے گی اور سر کے بل آئے گی۔ واقعی وہ اس کے پیچھے کشاں کشاں چلی جارہی تھی۔ ہال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام لوگ ہولے ہولے خوشی سے تالیاں بجا رہے تھے خوشی کی بات تھی۔ جس سونیا کو طاقت سے، مکاری سے، ہتھیاروں سے اور چالبازیوں سے زیر نہیں کیا جاسکا تھا اسے ان کے پیشوا

نے دین و ایمان کی محبت بھری باتوں سے زیر کرلیا تھا اور اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کردیا تھا۔

وہ سحرزدہ سی ہوگئی تھی۔ اس کے پیچھے یوں چلی جارہی تھی جیسے خواب میں چل رہی ہو۔ خواب میں تالیوں کی گونج سنائی دے رہی ہو لیکن تالیاں بجانے والے نظر نہ آرہے ہوں واقعی آس پاس کے تمام مناظر ڈھل گئے تھے۔ سوائے اسفندیار کے اور کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ رہنما تھا۔ یہ اس کے نقشِ پا پر چل رہی تھی۔

کتنے ہی کوریڈور پیچھے رہ گئے۔ لفٹ کے ذریعے تیسری منزل آگئی۔ پھر راستہ طے ہونے لگا۔ اس کا کمرہ کھلا ہوا تھا دروازے کے دونوں طرف دو حسین لڑکیاں سفید لباس میں دزانو سر جھکائے ہوئے تھیں۔ ان کے درمیان سے وہ اسفندیار کے ساتھ گزرتے ہوئے خوابگاہ میں آئی۔ وہاں عود و عنبر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی وہاں بھی چند خوبصورت لڑکیاں سفید لباس میں ملبوس سر جھکائے ہوئے تھیں۔ ان کے ہونٹ خاموش تھے لیکن جانے کہاں سے دھیمے سروں میں بہت ہی رس بھری گنگناہٹ سنائی دے رہی تھی جیسے ایک ساتھ سینکڑوں پجارنیں اپنی مدھر اچھوتی آواز میں بھجن گا رہی ہوں۔

اسفندیار نے ایک ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"بیٹی! اُدھر یہاں بیٹھ جاؤ۔"

وہ بڑی خاموشی سے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ یوں کہنا چاہیے وہ کچھ نہیں کر رہی تھی۔ اس سے سب کچھ بے اختیار ہو رہا تھا۔ وہ بستر کے سرے پر بیٹھ گئی۔ تب اسفندیار نے کہا۔"انسانی تاریخ گواہ ہے کہ اب تک جتنے مظالم یہودیوں پر ڈھائے گئے ان کی نظیر نہیں ملتی، کہنے کو تو لوگ صدیوں سے کہتے چلے آئے ہیں کہ چنگیز خان جیسا ظالم کوئی نہ تھا۔ اس نے لاکھوں انسانوں کو تہ تیغ کیا۔ چنگیز خان کا دور گزر گیا تو لوگ ہلاکو کو ظالم ٹھہرانے لگے۔ ہر دور میں فرعون اور نمرود آتے رہے اور لاکھوں انسانوں کو نیست و نابود کرتے رہے لیکن جب سے ہمارے دین نے جلا پائی ہے تب سے ہم انسان دشمنی کی بھٹی میں جلتے آرہے ہیں ہر دور میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں یہودیوں کو قتل کیا جاتا رہا ہے۔ تم چند لاکھ فلسطینی مسلمانوں کے بے گھر بے وطن ہونے کی بات کر رہی تھیں۔ تاریخ اٹھا کر دیکھو ہم یہودیوں کو کئی لاکھ کی تعداد میں روس سے جلاوطن ہونا پڑا۔ جرمن میں کئی لاکھ یہودیوں کو گیس چیمبر میں بند کرکے اس طرح ہلاک کیا گیا کہ انسانیت لرز اٹھی۔ اگر یہودیوں کو ہر دور میں اپنے اعمال کی سزا ملتی رہی ہے تو پھر یہ تسلیم کرلینا چاہیے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کو اپنے اعمال کی سزا مل رہی ہے۔ آج مسلمانوں نے عیاشی اور بے شرمی کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے اسے ابھی تک کسی دوسری قوم نے نہیں توڑا ہے۔ آج ایک مسلمان دوسرے پڑوسی مسلمان ملک سے جیسی دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے اس کی مثال کوئی دوسری قوم نہیں دے سکتی۔ ایسے میں اگر مسلمانوں کو ان کے اعمال کی سزا ہمارے ذریعے مل رہی ہے تو اس کا الزام یہودیوں پر نہ رکھا جائے۔ یہ قدرت کے قوانین ہیں۔ اگر انہیں سزا مل رہی ہے اور قدرت کو یہ منظور ہے کہ یہ سزا یہودیوں کے ہاتھوں ملے تو سزا پانے والے چیختے ہی ہیں اور سزا دینے والے ہاتھوں کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا سیدھا سچا اور صحیح راستہ یہ نہیں ہے کہ اپنے گریبان پر نظر ڈال کر پہلے اپنے آپ کو درست کیا جائے پھر دوسروں کو گالیاں دی جائیں۔"

سونیا چپ بیٹھی سکتے کی حالت میں اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی ہر بات دل میں اترتی جارہی تھی۔ اس نے کہا۔"بیٹی! میں نے ڈائننگ ہال میں تمام لوگوں کے ساتھ ندامت سے سر جھکا کر ربّ العزت کے سامنے اشرف المخلوقات بننے کی دعا مانگی تھی۔ میرا مقصد یہی تھا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ اگر ہر دور میں دشمنوں نے یہودیوں کو قتل کیا، بے وطن کیا تو موجودہ دور میں یہودی اپنی طاقت کے زعم میں مسلمانوں کو قتل نہ کریں، بے وطن نہ کریں۔ میں ایک دیندار آدمی ہوں۔ جس طرح تمہارے دین کے علماء سب کی فلاح و بہبود کے لیے دعائیں مانگتے ہیں اور اس کے برعکس حکمران اپنی طاقت کے زعم میں دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اسی طرح میں یہودیوں کا مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے سب کی فلاح و بہبود کے لیے دعائیں مانگتا ہوں۔ میرے حکمران اگر اپنی طاقت کے زعم میں دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں تو میں زیادہ سے زیادہ انہیں نصیحتیں کرسکتا ہوں۔ میرا خیال ہے تمہارے دل میں میرے خلاف جو بات تھی وہ ختم ہوگئی ہوگی۔"

سونیا نے احتراماً سر جھکا لیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اسفندیار کی آواز اور اس کا لب و لہجہ ایک بوجھ ہے جسے وہ اپنے حواس پر اٹھائے ہوئے ہے اور اب تھکن محسوس کر رہی ہے۔ تب اسفندیار نے کہا۔"بیٹی تم تھک گئی ہو۔"

سونیا نے چونک کر دیکھا۔ جیسے وہ اس کی سوچ پڑھ رہا ہو۔ اس نے مسکرا کر کہا۔"آرام سے لیٹ جاؤ۔ میں تمہارا بزرگ ہوں، تمہارا باپ ہوں۔ تمہیں آرام سے سلا دوں گا۔"

وہ اعتراض نہ کرسکی۔ اپنے سینڈل اتار کر چپ چاپ بستر پر لیٹ گئی۔ چاروں شانے چت ہوگئی۔ اب اس خوابگاہ سے وہ لڑکیاں سر جھکائے باہر جارہی تھیں۔ عود و عنبر کی خوشبو

اسی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ ایک عجیب سا متاثر کرنے والا ماحول تھا۔ اس لمحے ربی اسفندیار کا گمبھیر لہجہ سنائی دیا۔ "بیٹی! مجھے دیکھو۔"

وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی چھت کی طرف تک رہی تھی۔ ذرا نظریں گھما کر دیکھا تو سامنے ہی اس کی نظریں ربی اسفندیار کی بڑی بڑی آنکھوں سے جا لگیں۔ وہ آنکھیں تھیں یا مقناطیس؟ اس کی نظریں وہاں سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ بوڑھے کے ہونٹ ہلے۔ ان ہونٹوں سے ایک نام ادا ہوا "سونیا....."

سونیا کے کانوں میں وہ نام گونجنے لگا "سونیا، سونیا، نا، نا، نا آنکھیں کھلی نہ رکھ نہ، نہ، نہ، نہ....."

اس کی آنکھوں کے گرد دھند چھا رہی تھی۔ اجلا اجلا سا دھواں پھیل رہا تھا۔ آنکھیں خود بخود بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اب اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا صرف اس کے کانوں میں اسفندیار کی آواز بڑی دھیمی بڑی گہری سرگوشیاں کر رہی تھی "تم سو رہی ہو تم اب اس دنیا کو نہیں دیکھ رہی ہو۔ صرف میری آواز سن رہی ہو۔ دنیا کی تمام آوازیں تمہارے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔"

ایک ساعت کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر ربی اسفندیار کی گہری اور گمبھیر آواز سنائی دی "ہر انسان کے دماغ میں ایک لاشعور ہوتا ہے جو شعور کو گہری نیند سلا دینے کے بعد غفلت کے دوران بیدار رہتا ہے۔ تمہارا لاشعور میرے بس میں ہے۔ تم میرے بس میں ہو، میرے اختیار میں ہو اور میرے حکم کی تعمیل کرنے والی ہو۔"

"بولو، تم سو رہی ہو۔"

وہ چپ رہی۔ ربی اسفندیار نے کہا "میں تمہیں لب ہلانے کی اجازت دے رہا ہوں۔ جواب دو، تم سو رہی ہو؟"

سونیا کے لب پہلے آہستگی سے لرزے پھر ان سے آواز نکلی "ہاں میں سو رہی ہوں۔"

"تم دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہی ہو۔"

"میں دنیا کی کوئی آواز نہیں سن رہی ہوں۔"

"تم صرف میری آواز سن رہی ہو۔"

"میں صرف تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میرے سوال کا درست جواب دو۔ کیا فرہاد تمہارے دماغ میں موجود ہے؟"

"فرہاد میرے دماغ میں موجود نہیں ہے۔"

"کیا ایسا ہوتا ہے کہ وہ دماغ میں موجود رہے اور تمہیں اس کا علم نہ رہے؟"

"ہاں، ایسا ہوتا ہے۔ وہ چُپ چاپ میرے دماغ میں آ جاتا ہے جب تک وہ مجھے مخاطب نہ کرے مجھے پتا نہیں چلتا۔"

"گویا ہو سکتا ہے کہ وہ موجود ہو لیکن تمہیں اس کا علم نہیں ہے؟"

"وہ میرے دماغ میں ہو سکتا ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

"کیا وہ تمہیں دشمنوں کی قید میں تنہا چھوڑ کر تمہارے ... سے غیر حاضر رہ سکتا ہے؟"

"وہ غیر حاضر رہ سکتا ہے۔"

"میں تمہارے ذریعے فرہاد کو مخاطب کر رہا ہوں۔ تم ... سوچ کے ذریعے فرہاد کو مخاطب کرو اور اس سے کہو کہ وہ ... سے کلام کرے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر اسفندیار نے کہا: "فرہاد! میں یروشلم کا ربی اسفندیار تم سے مخاطب ہوں۔ کیا دوستانہ ماحول میں مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گے؟"

وہ چُپ ہو گیا۔ سونیا اس کی معمول تھی۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کر رہی تھی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو ضرور ربی اسفندیار سے گفتگو کرتا۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد اس نے سونیا کو مخاطب کیا "سونیا! میں تمہیں حکم دیتا ہوں تم میری باتوں کا جواب دو۔ تمہیں سوچ کے ذریعے فرہاد سے کوئی جواب ملا؟"

"مجھے سوچ کے ذریعے فرہاد کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"فرہاد تمہارے دماغ میں آخری بار کب آیا تھا؟"

"جب میں آڈیٹوریم سے واپس آئی تھی اور اس ہال میں پہنچی تھی۔ وہ میرے دماغ میں موجود تھا۔ اس نے ہپناٹزم کے ذریعے گہری نیند سلا دیا تھا۔ میرے دماغ کو ہدایت دی تھی کہ میں تین گھنٹے تک آرام سے سوتی رہوں گی۔ اس دوران کسی نے مداخلت کی تو میری آنکھ کھل جائے گی۔ اس سے پہلے ہی مداخلت کی گئی۔ دروازے پر دستک سنائی دی اور میری آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد پھر میں نے فرہاد کو اپنے دماغ میں محسوس نہیں کیا۔"

"کیا ڈائننگ ہال میں جب تم سے فرہاد کا سر کھانے کو کہا جا رہا تھا تو وہ تمہارے پاس موجود نہیں تھا؟"

"وہ میرے پاس موجود نہیں تھا۔"

"پھر ان دو آدمیوں کو کس نے ہلاک کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی۔ یہ تماشا دیکھ کر میں نے فرہاد کو مخاطب کیا تھا لیکن مجھے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہاں تمہارے مددگار موجود ہیں؟"

"میری معلومات کے مطابق یہاں میرا کوئی مددگار یا شناسا موجود نہیں ہے۔"

"کیا فرہاد نے تم سے ایسا کوئی وعدہ کیا تھا یا ایسا منصوبہ تیار کیا تھا کہ بیرونی ذرائع سے یہاں تمہارے مددگار اور شناسا پیدا کرے گا؟"

"فرہاد نے نہ تو ایسا کوئی وعدہ کیا ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ بنایا ہے۔"

"کیا وہ منصوبے کے وقت تم سے مشورے لیتا ہے؟"

"اکثر مشورے لیتا ہے۔ بعض حالات میں مجھے نظر انداز کر دیتا ہے۔"

چند لمحوں تک خاموشی رہی۔ پھر اس نے پوچھا "اس تباہ ہونے والے طیارے میں تمہارے اور پارس کی جگہ ایک عورت کو بچے کے ساتھ کیسے پہنچا دیا گیا تھا؟"

جواب میں سونیا وہ تمام واقعات سنانے لگی۔ اسفندیار نے تمام واقعات سننے کے بعد کہا "وہ عورت اپنے بچے کو لے کر تمہارے اور پارس کے میک اپ میں وہاں سے نکلی اور طیارے میں جا کر موت کو گلے لگا لیا۔ پھر تم نے اس عورت کا میک اپ کیا اور پارس کو اس بچے کا روپ دیا۔ اس ادارے سے پارس کو لے کر نکلیں۔ راستے میں تم نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو جانی نقصان پہنچایا۔ یہاں تک ہمیں معلوم ہے پیرس پہنچنے کے بعد کیا ہوا۔ آگے بتاؤ۔"

سونیا چپ رہی۔ اسفندیار نے اپنا سوال دہرایا "میں حکم دیتا ہوں۔ میرے سوال کے جواب میں خاموشی نہ رہے۔ جواب دو، کیا ہوا تھا؟"

"میں یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں مگر یاد نہیں آ رہا ہے۔ میرے دماغ میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔"

"اندھیرا کیوں ہے۔ یاد کرنے کی کوشش کرو۔ جب تم پارس کو لے کر پیرس پہنچیں تو اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا ہے۔ میں جواب دینے سے قاصر ہوں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سوال کیا گیا "کیا فرہاد نے تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی، دماغ کو لاک کس طرح کیا جاتا ہے۔"

"ہوں، میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم میرے دوسرے سوال کا جواب دو۔ رسونتی کہاں ہے؟"

وہ چپ رہی۔ اس نے اپنا سوال دہرایا "میں اپنے سوال کے جواب میں خاموشی پسند نہیں کرتا۔ جواب دو۔"

"میں یاد کر رہی ہوں۔ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"سوچو، آخری بار تمہیں رسونتی کے متعلق کیا اطلاع دی گئی تھی؟"

سونیا بتانے لگی، کس طرح آسام میں رسونتی کو قید کیا گیا تھا اور میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی مدد کی تھی لیکن پھر جان اسٹیورٹ کلرآف دی کلرس نے رسونتی کو دوبارہ حاصل کر لیا تھا اور اسے ہیلی کاپٹر میں لے کر دہلی چلا گیا تھا۔

اس نے پوچھا "دہلی پہنچنے کے بعد رسونتی کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ کہاں لے جائی گئی ہے؟"

سونیا نے بے بسی سے جواب دیا "مجھے آگے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا ہے۔ رسونتی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

"ہوں، میں سمجھ گیا۔ فرہاد علی تیمور نے اہم معلومات کے سلسلے میں تمہارے دماغ کو لاک کر دیا ہے۔ بہرحال وہ پھر تم سے دماغی رابطہ قائم کرے گا۔"

"ہاں، کرے گا۔"

"اس سے کہنا کہ وہ تمہارے دماغ کے تالے کھول دے۔"

"میں اس سے کہوں گی کہ وہ میرے دماغ کے تالے کھول دے۔"

"یہ فرہاد علی تیمور کے لیے اور تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اگر اس نے تمہارے دماغ کو لاک رکھا تو میری طرف سے ایک ایسا جوابی عمل ہوگا جس کی وہ کبھی توقع بھی نہیں کرتا ہوگا۔ جب بھی وہ تم سے رابطہ قائم کرے، تم اس سے یہ بات ضرور کہو گی۔"

"جب بھی وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا میں اس سے یہ بات کہوں گی۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ آئندہ جب کبھی تم پر ہپناٹزم کا عمل کروں تو تم پہلے مجھے اطلاع دو گی کہ فرہاد تمہارے دماغ میں موجود ہے یا نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اطلاع دوں گی کہ وہ میرے دماغ میں موجود ہے یا نہیں۔"

"اگر وہ تمہارے دماغ میں چھُپ کر رہنا چاہے تو میرے عمل کے دوران تم دردِ سر محسوس کرو گی۔"

"وہ چھُپ کر رہے گا تو میں دردِ سر محسوس کروں گی۔"

"اب میں تمہیں تنویمی عمل سے آزاد کر رہا ہوں۔ تم خاموشی سے سو رہی ہو اور معمول کے مطابق صبح تک آرام سے سوتی رہو گی۔ اپنے وقت پر تمہاری آنکھ کھل جائے گی۔ تم سو رہی ہو، تمہارے کان اب میری آواز نہیں سن رہے ہیں۔ تم سو رہی ہو۔ اب تم سو چکی ہو۔"

وہ سو گئی۔ گہری نیند میں ڈوب گئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب میں گہری نیند میں تھا۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی

تھی کہ صبح پانچ بجے میری آنکھ کھل جائے اور جب میری آنکھ کھلی اور میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو اس وقت وہاں رات تھی اور وہ تنویمی عمل کے مطابق گہری نیند سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ سے یہ تمام باتیں معلوم کیں۔ اس نے اسفندیار کی ہدایات کے مطابق بتایا کہ میں اس کے دماغ سے لاک ہٹا دوں ورنہ وہ جوابی عمل کرے گا۔

"اس کے جوابی عمل کے جواب میں مجھے بھی عمل کرنا آتا ہے وہ دھمکی دے رہا ہے۔ میں سوچوں گا کہ وہ ہمارے خلاف کیا کر سکتا ہے۔ بہرحال مجھے اس مسئلے پر غور کرنا ہے کہ وہ تم پر تنویمی عمل کرتا رہے اور میں تمہارے دماغ میں چپ چاپ موجود رہوں تو کیا واقعی تمہیں دردِ سر محسوس ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن اس نے یہی کہا ہے۔ فرہاد وہ بہت بڑا عامل ہے۔ میں سچ کہتی ہوں۔ زندگی میں تمہارے بعد میں کسی سے متاثر ہوئی ہوں تو وہ اسفندیار ہے۔ بلاشبہ وہ بوڑھا بہت ہی پُرکشش شخصیت کا مالک ہے۔ اپنی باتوں سے دل جیت لیتا ہے۔ اس کی آواز دل میں جگہ بنا لیتی ہے۔ دماغ میں اس کی حکمرانی محسوس ہوتی ہے۔ تم اسے معمولی دشمن سمجھ کر نظر انداز نہ کرو۔ اس نے جوابی کارروائی کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے اسے محض دھمکی نہ سمجھو۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں ان معاملات پر سنجیدگی سے اور پوری توجہ سے غور کروں گا اور کوئی طریقۂ کار اختیار کروں گا تاکہ وہ تمہارے دماغ پر پوری طرح کنٹرول حاصل نہ کر سکے۔"

"مجھے اس بات کا جواب دو۔ اگر تم ڈائننگ ہال میں میرے پاس موجود نہیں تھے تو ان دو آدمیوں کو کس نے ہلاک کیا؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، وہ میرے ڈمی سر کو ہاتھ لگانے سے پہلے کیسے ختم ہو گئے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ تم آرام سے سوتی رہو۔ پھر اپنے معمول کے مطابق بیدار ہو جانا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ذہنی طور پر اپنی خوابگاہ میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔ کیشو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو وہ حسبِ معمول صبح کے وقت برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے لان میں منجالی ورزش کر رہی تھی۔ میں باس اینجلو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ بھی اسی وقت بیدار ہوا تھا۔ میں نے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ "جناب! کل رات کو میں نے آپ کا انتظار کیا۔ شاید آپ مجھ سے رابطہ قائم کریں۔"

"کوئی ضروری بات ہے؟"

"جی ہاں، اسرائیل کی حدود میں ہمارے آدمیوں سے رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہر حال میں مادام سونیا کے آس پاس رہیں گے اور ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔"

میں نے اینجلو کو پچھلی رات کا واقعہ سنایا۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔ "جناب! میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہمارے آدمیوں کا کارنامہ ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "ریڈ پاور کے آدمی وہاں کیسے پہنچ گئے اور کس حیثیت سے وہاں رہتے ہیں؟"

"انہوں نے اپنے آپ کو یہودی بنا رکھا ہے۔ وہ روانی سے عبرانی زبان بولتے ہیں۔ انہوں نے وہاں کی حکومت کا بھرپور اعتماد حاصل کیا ہے۔ ان کی سوسائٹی میں اچھی طرح رچ بس گئے ہیں۔ کوئی ان پر شبہ نہیں کر سکتا۔ کیا آپ نے وہ تمام ریکارڈ اور تصویریں دیکھ لیں۔"

"کون سا ریکارڈ؟ کون سی تصویریں؟"

"آپ اور مس منجالی جس روپ میں جانے والے ہیں۔ ان کی تصویریں اور ریکارڈ میں نے بھیج دیے ہیں۔"

"اوہ ہاں، یاد آیا۔ منجالی نے مجھ سے ذکر کیا تھا۔ مجھے ان چیزوں کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ ابھی ان کی اسٹڈی کروں گا اور ان کے مطابق میک اپ کروں گا۔"

"آپ میرا ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مجھ سے دور ہو رہے ہیں۔ مجھے اس کا بہت صدمہ ہے۔ کیا میں آپ سے دور رہ کر آئندہ آپ کی خدمت نہیں کر سکوں گا؟"

"مسٹر اینجلو! آپ اپنے آپ کو میرا خدمت گار نہ کہیں۔ آپ نے ایک بہترین مخلص دوست کی طرح میرا ساتھ دیا ہے۔ میں آپ کو کبھی بھلا نہیں سکوں گا۔"

"جناب! میری خواہش ہے کہ جانے سے پہلے میرے ساتھ ایک وقت کا کھانا کھا لیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آج لنچ آپ کے ساتھ کروں گا۔ ٹھیک ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

"آپ نے میرا مان بڑھا دیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں۔ آپ نے میری محنتوں کا صلہ مجھے دے دیا ہے۔ میں ایک بجے آپ کا انتظار کروں گا۔"

لندن کے ماسٹر نیومین نے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ اسرائیل کی حدود میں میرے لیے کچھ کرے گا۔ میں اس کے پاس پہنچا۔ وہاں بھی رات تھی اور وہ سو رہا تھا۔ میں نے اس کی نیند میں مداخلت نہیں کی۔ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ سات بجے ناشتے

میز پر منجالی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے پچھلے تمام واقعات سنائے۔ اس نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ "اگر اسفندیار نے انتقاماً کوئی ایسا عمل کیا جس سے مادام سونیا کا دماغ مفلوج ہو کر رہ جائے تو پھر کیا ہوگا؟"

میں نے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد کہا۔ "انہیں پارس کی تلاش ہے۔ وہ اگر سونیا کے دماغ کو مفلوج کر دے گا تو کبھی پارس کا پتا معلوم نہیں کر سکے گا۔ یقیناً اس پر ایسا عمل کیا جائے گا جس سے میرے لاک کیے ہوئے عمل کی نفی ہو سکے اور وہ سونیا کے تحت الشعور میں پہنچ کر پارس کا پتا معلوم کر سکے۔ وہ بہت بڑا عامل ہے۔ وہ شاید ایسا کر سکے گا۔"

"میرے آقا! آپ مختلف پہلوؤں سے اس معاملے پر غور کریں اسفندیار اور کیا کر سکتا ہے؟"

"وہ سونیا کا برین واش کر سکتا ہے لیکن ہپناٹزم کے ذریعے جو برین واشنگ ہوتی ہے وہ پائیدار نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے انہوں نے مرجانہ پر یہ عمل کیا تھا جسے بابا فرید واسطی صاحب نے ختم کر دیا۔ پھر یہی عمل انہوں نے مصنوعی جوئیل پر کیا جسے میں ٹریپ کر چکا ہوں۔ دراصل ہپناٹزم کے ذریعے جو بات دماغ میں بٹھا دی جاتی ہے وہ ابتدا میں بہت مستحکم ہوتی ہے۔ اگر روزانہ تنویمی عمل جاری رہے یا اس عمل کے لیے وقت مقرر کر دیا جائے کہ دو روز، چار روز یا ہفتے، دو ہفتے بعد وہی عمل ہوتا رہے گا تو پھر وہ بات ذہن سے مٹ نہیں سکتی، ہمیشہ قائم رہتی ہے لیکن تنویمی عمل برابر جاری نہ رہے تو جو بات دماغ میں بٹھائی جاتی ہے وہ رفتہ رفتہ کمزور پڑ جاتی ہے۔ اگر اسفندیار روزانہ سونیا پر تنویمی عمل کرے گا تو میں روزانہ اس عمل کی کاٹ کرتا رہوں گا۔ اس کے دماغ کو پوری طرح اس سے متاثر نہیں ہونے دوں گا۔"

منجالی نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "بس میں یہی چاہتی ہوں کہ مادام پر وہ حاوی نہ ہونے پائے۔"

ہم چائے پینے کے بعد بیڈ روم میں آ گئے۔ کیشو نے ہمارے سامنے ایک فائل اور چند تصویریں لا کر رکھ دیں۔ ہمیں اسی روپ میں آنا تھا۔ ہم اس فائل کا مطالعہ کرنے لگے۔ پھر آدھے گھنٹے بعد ہم نے میک اپ شروع کیا۔ اس دوران میں میں نے کرپادان کی خبر لی۔ کرپادان اور کیپٹن موروشان بڑی کامیابی سے ڈرامہ پلے کر رہے تھے۔ میں نے کیپٹن موروشان کو پوری تفصیل سے بتا دیا تھا کہ چنتاگنی کس طرح درپردہ منشیات کا دھندہ کرتا ہے اور اس کا تعلق گولڈن رنگ سے اس طرح ہے کہ وہ خود گولڈن رنگ کے سربراہ کو نہیں جانتا ہے لیکن جتنی معلومات بھی کیپٹن موروشان تک پہنچیں یہی ان کے لیے بہت تھیں۔ ادھر موروشان نے یہ تاثر دیا تھا کہ اسے جو کچھ بھی معلوم ہو رہا ہے وہ کرپادان کی ٹیلی پیتھی کے ذریعے معلوم ہو رہا ہے۔

اس کا باپ چنتاگنی پریشان تھا۔ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا۔ "اری تو نے ایسی اولاد کیوں پیدا کی جو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میرے پرائیویٹ دھندوں تک پہنچ جاتی ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا یہ نالائق گھر کا بھیدی بن کر لنکا ڈھائے گا۔ میں تو کہیں کا نہ رہا۔ وہ کیپٹن موروشان مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے پہنچانے والا ہے۔"

اگر میں کرپادان، چنتاگنی اور کیپٹن موروشان کے متعلق تفصیل سے بیان کروں تو یہ ایک خاصی دلچسپ داستان ہوگی لیکن مجھے صرف کرپادان سے کچھ کام لینا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ میری بڑی سی تصویر کے سامنے پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ تصویر کے سامنے ایک شمع روشن تھی جس پر وہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔ پتا چلا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر واپس آ گیا ہے۔ چنتاگنی اس کے پاؤں پڑ کر اسے واپس لے آیا تھا۔

اس کے دماغ میں میری سوچ کی لہریں گونجنے لگیں۔ وہ شمع کی لَو سے نظریں ملائے ہوئے تھا۔ میرے لب و لہجے کو سنتے ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے پھر کہا۔ "میرے دیوتا! میں آپ کی آواز سن رہا ہوں۔"

"کیا تمہاری ٹیلی پیتھی کا عمل جاری ہے؟"

"نہیں، میرے دیوتا! وہ میری خوش فہمی تھی جس طرح نیا پہلوان اپنے آپ کو دنیا کا سب سے شہ زور اور ناقابلِ شکست سمجھنے لگتا ہے۔ جس طرح کوئی کمپاؤنڈر ڈاکٹروں کے نسخے کے مطابق دوائیں بناتے بناتے خود کو ڈاکٹر سمجھنے لگتا ہے اسی طرح میں شمع بینی کرتے کرتے خود کو فرہاد سمجھنے لگا تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ میں آپ سے پرارتھنا کرتا ہوں، مجھے آئندہ جوتے کھانے سے نہ بچائیں۔ اگر میں غرور میں مبتلا ہو کر کبھی ٹیلی پیتھی کا سرِ عام مظاہرہ کروں تو مجھے اس کی سزا ملنا چاہیے۔"

"نہیں کرپا! تم ایک بہت اچھے انسان ہو۔ میں نے تمہارے دل میں، تمہارے دماغ میں جھانک کر اچھی طرح پڑھ لیا ہے۔ میں تمہارا دوست ہوں اور تمہارے کام آنا چاہتا ہوں۔ اب میں تمہارے دماغ میں آیا کروں گا اور تمہاری شمع بینی کے دوران تمہاری مدد کروں گا۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "سچ مہاراج! میں آپ کی اس مہربانی کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ جب تک زندہ رہوں گا آپ کا سیوک بنا رہوں گا۔"

"میں جانتا ہوں۔ تم وفادار ہو اور محبت کرنے والے انسان ہو۔ ابھی تم شمع کی لَو پر نظریں جمائے ہوئے سوچ رہے تھے کہ تمہارے

باپ کا اور کون سا راز تم سے چھپا ہوا ہے۔ تم اس راز تک پہنچنے کے لیے شمع کی لَو سے گزرنا چاہتے تھے۔ یہ بات غلط ہے۔ اس طرح تم کبھی یہ علم حاصل نہیں کر سکو گے۔"

"آپ میری رہنمائی کریں۔ میں اس پر عمل کروں گا۔"

"تم اسی طرح شمع کی لَو پر نظریں جمائے صرف ایک سوچ کو اپنے دماغ میں رکھو اور یہ سوچتے رہو کہ شمال کی طرف سے چلنے والی ہوائیں تمہارے دماغ کو چھو رہی ہیں۔ یہ مقناطیسی لہریں تمہارے ذہن پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ اس ایک خیال کے سوا کوئی دوسرا خیال تمہارے دماغ میں نہیں آنا چاہیے۔ تم اسی کے متعلق سوچتے رہو جب بھی شمع کی لَو کو دیکھو۔ بس یہی خیال قائم کرتے رہو۔"

"اب میں ساری دنیا کو بھلا کر صرف اسی ایک بات پر عمل کرتا رہوں گا۔"

"لیکن اس سے پہلے میری تصویر اپنے سامنے سے ہٹا دو۔"

"وہ کیوں مہاراج؟"

"اس لیے کہ میں مسلمان ہوں۔ میں نہیں چاہتا، کوئی میری تصویر کے سامنے احتراماً بیٹھے یا ہاتھ جوڑے۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ دیوتا مان لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ آئندہ میں اسی شرط پر تمہارے کام آؤں گا کہ تم میری تصویر سامنے نہیں رکھو گے۔"

"آپ حکم دیتے ہیں تو میں اس پر بھی عمل کروں گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے میری تصویر کو اٹھا کر ایک طرف دیوار سے لگا کر رکھ دیا۔ تصویر کے ہٹ جانے کے بعد صرف ایک جلتی ہوئی شمع رہ گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے پلتھی مار کر بیٹھ گیا اور میرے بتائے ہوئے سبق پر عمل کرنے لگا میں اس کے دماغ سے چلا آیا۔ میک اپ کے دوران کبھی کبھی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھتا تھا۔ واقعی وہ ایک ہی دُھن میں مصروف تھا۔ تمام دنیا سے بے خبر ہو کر شمع کی لَو پر نظریں جمائے صرف اس خیال کو قائم کیے ہوئے تھا کہ شمال کی جانب سے چلنے والی ہوائیں اس کے دماغ کو چھو رہی ہیں اور وہ مقناطیسی لہریں اس کے ذہن پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

وہ برسوں سے ایسی مشقیں کر رہا تھا مگر بھٹک رہا تھا اگرچہ میری رہنمائی کسی نے نہیں کی تھی۔ میں اپنی مدد آپ کے طور پر بڑے ہی پیچیدہ اور دشوار مرحلوں سے گزرتا رہا تھا تاہم مجھے کامیابی نصیب ہو گئی لیکن اس طرح ہر ایک کو کامیابی نصیب نہیں ہوتی استاد یا رہنما کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے۔ اب اسے میری رہنمائی حاصل ہو رہی تھی اس لیے وہ بآسانی اپنے ذہن کو کسی ایک خیال پر مرکوز کر سکتا تھا اور وہ کر رہا تھا۔

میرا میک اپ مکمل ہو گیا۔ میں قد آدم آئینے کے سامنے عزت علی کے روپ میں کھڑا ہوا تھا۔ اب میرا نام عزت علی تھا۔ میرے چہرے پر ایک پینتیس برس کے جوان کا خوبرو چہرہ آگیا تھا۔ اس کے ریکارڈ کے مطابق وہ ایک سیلانی قسم کا آدمی تھا دنیا کے تمام ممالک کی سیر کر چکا تھا۔ اس کے کاروبار کے متعلق باس انجلو کو اچھی طرح معلوم نہیں تھا۔ پچھلے دنوں عزت علی اپنے دو ملازموں کے ساتھ رنگون آیا تھا۔ اتفاق سے اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا جو ریڈ پاور کی ملکیت تھا۔ اس ہوٹل میں جو بھی مسافر آکر ٹھہرتا تھا۔ ریڈ پاور کے آدمی خفیہ طور پر اس کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔ اس کی آوازوں کو ریکارڈ کرتے تھے۔ وہ انگریزی اور ہندوستانی زبان بولتا تھا۔ اس کی سرگرمیاں کچھ پُراسراری تھیں۔ اس لیے ریڈ پاور کے چند آدمی اس کے تعاقب میں لگے رہتے تھے۔

ایک رات وہ لوگ عزت علی کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے اراودی کے کنارے پہنچے۔ اس سے پہلے ہی انہیں وہاں سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ باس انجلو کے دو آدمی محتاط انداز میں ایک جگہ چھپے کھڑے رہے۔ وہ فائرنگ کے دوران اپنی جان خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فائرنگ ختم ہو گئی۔ انہوں نے بڑی دیر انتظار کیا آدھے گھنٹے بعد انہیں قریب سے ہی کسی کے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ باس انجلو کے ایک آدمی نے بھاگنے والے کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ دونوں اس پر چھا گئے۔ اسے پکڑ کر اس کے ہاتھوں کو پشت پر باندھ دیا۔ ٹارچ کی روشنی میں دیکھا تو وہ عزت علی کا آدمی تھا۔ سہما ہوا تھا۔ زخمی بھی تھا۔ اس نے کہا "چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اپنے آقا کو ہلاک نہیں کیا ہے۔ غلطی سے گولی چل گئی تھی۔"

ایک نے اس کے منہ پر گھونسہ رسید کرتے ہوئے کہا "جھوٹ مت بولو۔ ہم آدھے گھنٹے سے فائرنگ کی آوازیں سن رہے ہیں کیا آدھے گھنٹے تک گولیاں غلطی سے چلتی رہیں؟"

انہوں نے اس کی خوب پٹائی کی تو اس نے اصلیت اُگل دی۔ کسی نے عزت علی کو قتل کرنے کے لیے اسے بھاری معاوضہ دیا تھا۔ جس نے اسے معاوضہ دیا تھا اس کا نام اور پتا وہ نہ بتا سکا۔ ایک تو وہ پہلے سے زخمی تھا۔ پھر ایسی مار پڑی تھی کہ جانبر نہ ہو سکا۔ ان کی مار کھاتے کھاتے مر گیا۔ انہوں نے باس انجلو سے رابطہ قائم کیا تو باس نے ہدایت دی کہ تینوں لاشوں کو وہیں دفن کر دیا جائے۔ عزت علی اور اس کے دونوں ماتحتوں کے سامان پر قبضہ کر کے ان کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کی جائیں۔

انجلو اس لیے ایسا کرتا تھا کہ مرنے والوں کے پاسپور

...اور ان کا ریکارڈ کسی خاص موقع پر اپنے آدمیوں کے لیے ...تھا تاکہ وہ ان کے روپ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکیں ...کام انجام دے سکیں۔ اب عزت علی کی وہی تصویر ریکارڈ ...کا تمام سامان میرے کام آرہا تھا۔ میں نے اس کے سامان ...تھی۔ اس کی ڈائری پڑھی۔ اس ڈائری سے پتا چلا کہ اس ...ممالک کی سیر کی ہے۔ وہاں قیام کیا ہے اور وہاں کے ...افسران سے حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں سے اس کی ملاقاتیں ...ہی ہیں۔ یقیناً کوئی اہم شخص تھا۔ اس کی اہمیت کا راز کیا ...اس ڈائری میں نہیں لکھا تھا۔ ظاہر ہے ایسے لوگ بہت ...ہوتے ہیں۔ اپنی پرائیویٹ زندگی کی روداد صرف اپنے دماغ ...ڈائری میں محفوظ رکھتے ہیں۔

...انسان چاہے ہزار پردوں میں چھپ کر رہے۔ خود کو راز ...رکھے، پھر بھی اپنے سربستہ رازوں کے کچھ اشارے چھوڑ ...ہے۔ اس ڈائری میں جگہ جگہ بے شمار اشارے موجود تھے ...میں میرے کام آسکتے تھے اور میں انہیں آزما سکتا تھا اس ...نے ڈائری کو بند کر دیا۔

...منجالی نے پوچھا "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

میں نے آرام سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "باس نے ٹھیک کہا ہے، تمہیں میک اپ نہیں کرنا چاہیے یہاں ...میک اپ کر کے جاؤ گی تو سنگاپور میں وہ میک اپ اتار دینا ...تمہارے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہے۔ تم اپنے اصلی ...میں سفر کر سکتی ہو۔"

...لیکن وہ پرائیویٹ جاسوس ٹون بیکر مجھے پہچانتا ہے۔"

"باس انجلو نے اس کی طرف سے خدشہ ظاہر کیا ہے میں ...سے روانہ ہوتے وقت اسے اپنے کنٹرول میں رکھوں گا۔ ...کوشش کروں گا کہ وہ ائیرپورٹ کی طرف نہ آسکے اور نہ ہی تمہیں ...سکے۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "یہاں عزت علی کا سامان بکھرا پڑا ہے۔ تم سامان کا جائزہ لو۔ اس کی ڈائری ...شروع سے آخر تک پڑھو۔ جو کام کی باتیں ہوں انہیں ذہن نشین ...کر کے مجھے بتاتی رہو۔ میں ڈرائنگ روم میں ضروری خیال خوانی ...کروں گا۔"

...میں ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ...کر پاوان کی خبر لی۔ وہ اپنے عمل میں مصروف تھا۔ میں ...نے کہا "کرو، زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ صرف کیا کرو۔ اس ...کام ضروری ہے۔ اپنے دماغ کو ترو تازہ رکھو۔ باہر کھلی فضا ...میں چہل قدمی کیا کرو اور لوگوں کے ساتھ ہنستے بولتے رہو۔"

اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اپنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے تھے۔ کہنے لگا "اب یہ علم سیکھنے کے لیے چاہے ساری زندگی گزر جائے۔ میں سیکھنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ پہلے میں نے بڑی جلدبازی سے کام لیا تھا۔ اب آپ جیسا کہیں گے ویسا کرتا رہوں گا۔"

میں نے پوچھا "کیا تم میرے لیے اپنا وطن چھوڑ سکتے ہو؟"

"آپ وطن کی بات کرتے ہیں۔ میں آپ کے لیے دنیا چھوڑ سکتا ہوں، دنیا والوں کو چھوڑ سکتا ہوں۔"

"تم پیرس جانے کی تیاری کرو۔ میں چاہتا ہوں، تم ایک آزاد، خود مختار انسان کی حیثیت سے زندگی گزارو۔ میری طرح نگری نگری کی سیر کرو۔ کیا تم فرہاد علی تیمور بننا پسند کرو گے؟"

وہ خوشی سے کھل گیا۔ پھر اس نے کہا "آپ میرا مذاق نہ اڑائیں۔ کہاں آپ، کہاں میں۔ آپ آسمان میں زمین کی دھول ہوں۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ تم بھی انسان ہو۔ میں بھی انسان ہوں۔ تمہارا قد اور تمہاری جسامت بالکل میری طرح ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں سر سے پاؤں تک فرہاد بنا سکتا ہوں بشرطیکہ تم راضی ہو۔"

"جناب! میں ایک پاؤں پر کھڑا ہوں۔ آپ مجھے جس طرح نچانا چاہیں، نچا لیں؛ میں ذرا بھی اعتراض نہیں کروں گا۔"

"تمہارے پاس بین الاقوامی پاسپورٹ ہے؟"

"جی ہے۔"

"پھر پیرس جانے کی تیاری کرو۔ میں وہاں تمہاری رہائش کا انتظام کروں گا۔ رفتہ رفتہ بتاتا رہوں گا کہ تمہیں وہاں میرے میک اپ میں کیا کرنا ہے۔"

"آپ نے تو میری کایا پلٹ دی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی آپ سے ملاقات ہوگی اور ملاقات ہوگی تو میں خود آپ کی جگہ آپ بن کر رہوں گا۔ یہ میری کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔"

"اب وہاں سے اٹھو۔ مکان کے باہر جاؤ اور کھلی فضا میں تفریح کرو۔ جب کبھی فرصت ملے گی، میں تمہارے پاس آؤں گا پھر تمہیں شمع بینی کی مشق کراؤں گا۔"

میں واپس آیا۔ پھر چپ چاپ سر جھکا کر میکی براڈلے کا تصور کرنے لگا۔ وہ میکی براڈلے جو پلاسٹک سرجری میں بین الاقوامی شہرت کا حامل تھا اور پیرس میں رہتا تھا۔ اس نے میرے چہرے کی سرجری کی تھی۔ مجھے دوبارہ فرہاد علی تیمور کے روپ میں لایا تھا۔ وہ میرا احسان مند تھا کیونکہ میں نے بھی اس کا ایک بہت ہی اہم مسئلہ حل کیا تھا۔

اس کو تصور میں اچھی طرح دیکھنے اور اس کے لب ولہجے کو دوبارہ ذہن نشین کرنے کے بعد میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے چیمبر میں بیٹھا ہوا پلاسٹک سرجری کے سلسلے میں ایک کیس کی اسٹڈی کر رہا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک گیا۔ سر اٹھا کر اپنے سامنے دیوار کو دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اپنا وہم سمجھ کر فائل پر جھک گیا۔ میں نے کہا "ڈاکٹر میکی براؤنے! میں فرہاد علی تیمور آپ سے مخاطب ہوں۔"

اس نے ایک گہری سانس لے کر پوچھا "کیا میں وہم میں مبتلا ہوں؟ یا حقیقتاً مسٹر فرہاد مجھے مخاطب کر رہے ہیں؟"

"ڈاکٹر! میں اپنی آمد کا ثبوت ضرور دیتا ہوں۔ دیکھیے اس وقت آپ کا فائل کھلا ہوا ہے۔ آپ ارادہ کر لیجیے کہ اسے بند نہیں کریں گے لیکن اسے بند کر دیں گے۔"

اس نے ارادہ کیا، لیکن اپنے ارادے کے خلاف اسے بند کر دیا۔ تب اس نے قائل ہو کر کہا "میں مانتا ہوں۔ آپ نے مجھے برسوں کے بعد یاد کیا ہے۔ کیسے خیریت تو ہے؟"

میں نے کہا "دنیا کا کوئی بھی شخص خیریت سے رہنے کے دوران کسی ڈاکٹر کو یاد نہیں کرتا۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "ہاں بھئی یہ بات درست ہے چلیے اپنا کوئی مسئلہ بیان کیجیے۔"

"ڈاکٹر! میں ایک شخص کو فرہاد علی تیمور بنانا چاہتا ہوں اور یہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔"

"یعنی پلاسٹک سرجری کے ذریعے اس کے چہرے کو آپ کا چہرہ بنانا ہے۔"

"جی ہاں، آج کل دشمن اینٹی میک اپ کیمرہ لیے گھومتے ہیں ماسک میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے چہرے کی اصلیت بھی معلوم کر لیتے ہیں۔"

"وہ شخص کہاں ہے جسے آپ فرہاد بنانا چاہتے ہیں؟"

"وہ کل یا پرسوں تک پیرس پہنچ جائے گا۔"

"جب بھی وہ یہاں پہنچے آپ اسے کہیں کہ مجھ سے فوراً ملے۔"

"میں آپ سے رابطہ قائم کرتا رہوں گا لیکن آپ سے اعلیٰ بی بی کی ملاقات ہوا کرے گی وہی اسے اپنی نگرانی میں رکھے گی۔ آپ میرے ساتھ ایک مہربانی کریں۔"

"بھئی مہربانی کی باتیں نہ کریں۔ آپ کا کام کرتے ہوئے مجھے جس قدر خوشی ہوتی ہے میں بیان نہیں کر سکتا۔"

"آپ ہفتے دو ہفتے کے اندر اس کی پلاسٹک سرجری مکمل کر دیں۔"

"میں پوری کوشش کروں گا۔"

"کوشش نہیں وعدہ۔"

"اچھا بھئی وعدہ، جب بھی آپ حکم دیں گے میں [illegible] کر، نیند ادھوری چھوڑ کر آپ کے کام سے لگ جاؤں [illegible] اطمینان ہوا۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس سے رخ [illegible] اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے کرپا دان کی [illegible] تفصیلات بتائیں۔ پھر اس سے کہا "دشمن چاہتے ہیں [illegible] کسی طرح پارس مل جائے اور اگر پارس نہ ملے تو وہ میری [illegible] اور کے ذریعے حاصل کر سکیں۔ اس لیے انہوں نے [illegible] کیا ہے۔ سونیا ان کی قید میں ہے اور وہ سونیا کو ایسے [illegible] تک پہنچا دیں گے جہاں مجھے مجبور ہو کر ان کے سامنے [illegible] پڑیں گے۔ خدا وہ وقت نہ لائے لیکن ایسے وقت کے [illegible] محتاط رہنا چاہیے۔

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلا کر کہا "نہ تو وہ سونیا [illegible] تمہیں جان سے مار ڈالنا چاہیں گے بلکہ وہ، تمہاری [illegible] لفظوں میں تمہاری کمزوری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے کہا "صرف دو دن کی بات نہیں ہے۔"

اعلیٰ بی بی نے مسکرا کر کہا "تمھیں بہت دور کی [illegible] بہرحال کرپادان کو جلد سے جلد روانہ کرو۔ ہم اسے [illegible] گے بلکہ تمہاری طرح چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور بو[illegible] بھی سکھائیں گے۔ میں مرجانہ سے کہوں گی کہ وہ اسے [illegible] گر بھی سکھا دے۔ ہاں، یہ تو بتاؤ۔ کیا وہ تمہارے ذر[illegible] کا علم حاصل کرے گا؟"

"کسی حد تک حاصل کر لے گا۔ وہ برسوں [illegible] سے پہلے بھٹک رہا تھا اب نہیں بھٹکے گا۔ میں اس [illegible] رہوں گا۔ کسی حد تک وہ دوسروں کے دماغوں میں پہنچ[illegible] فرق صرف یہی ہو گا کہ میں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے [illegible] کسی وقت بھی کسی دماغ میں پہنچ جاتا ہوں لیکن اس [illegible] ہو گا کہ وہ باقاعدہ کسی جگہ [illegible] شمال کی طرف رخ کر[illegible] کرے، مراقبے میں جائے پھر وہ کسی کے دماغ پر دستک [illegible] گا۔ بہرحال یہ آنے والا وقت بتائے گا، میں ابھی [illegible] ملاقات کروں گا۔"

میں وہاں سے واپس آ گیا۔ خفیہ رہائش گاہ [illegible] میں تھوڑی دیر تک خالی الذہن بیٹھا رہا۔ پھر میں نے [illegible] مخاطب کیا، ماسٹر نے کہا "جناب! میں آپ ہی کا انتظ[illegible] آپ کے لیے دو کام میں نے کیے ہیں۔ اول تو یہ کہ آ[illegible] سکھانے کے لیے ایک ٹیوٹر کا انتظام کیا ہے۔ وہ اب[illegible]

[illegible]اس سے دماغی رابطہ قائم کریں وہ ہمہ وقت آپ کی خدمت کے [illegible] رہے گا۔ جب بھی آپ اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے حکم دیں [illegible] آپ کو سکھانا شروع کر دے گا۔"

[illegible] آپ [illegible]س کی آواز سنائیں۔ میں اس کے لب و لہجے کو یہاں [illegible] کر رہا ہوں۔ صرف ایک منٹ انتظار کریں۔"

میں ڈرائنگ روم سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں [illegible] عزت علی کی ڈائری پڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا "کیسٹ ریکارڈر [illegible] ایک کیسٹ میں ضروری باتیں ریکارڈ کرو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ریکارڈر میں کیسٹ لگا نے [illegible] انتظار کرنے لگی۔ میں نے ماسٹر نیومین سے کہا "آپ اس [illegible] کی آواز سنائیں۔"

ماسٹر نیومین نے اپنے کیسٹ ریکارڈر کو آن کیا۔ تھوڑی دیر [illegible] شخص کی آواز سنائی دی۔ میں اس کی آواز اور اس کے [illegible] لہجے کی نقل بلند آواز میں کرنے لگا۔ ادھر منجالی اسے ریکارڈ [illegible] لگی۔ میں نے ماسٹر نیومین سے کہا "آپ ریکارڈر بند کر دیں۔ [illegible] کافی ہے۔"

ریکارڈر بند کرنے کے بعد ماسٹر نیومین نے کہا "میں نے [illegible] کی حدود میں آپ کے لیے کوئی خاص کام نہیں کیا ہے۔ وہاں [illegible] آدمی نہیں ہیں۔ یوں تو سپر ماسٹر کے ذریعے ذرائع پیدا کیے جا [illegible] لیکن آپ نے منع کر دیا تھا۔ اس لیے میں ذاتی طور پر کچھ کرنا [illegible] ہوں۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ سپر ماسٹر کی لاعلمی میں میرے [illegible] کر سکتے ہیں کرتے رہیں۔"

"یہاں لندن سے ایک یہودی فیملی بیت المقدس جا رہی [illegible] اس فیملی کے سرپرست سے میں نے ملاقات کی تھی اور خفیہ [illegible] کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اس کی آواز کو ریکارڈ کیا تھا۔ آپ [illegible] کی آواز بھی سن لیجیے۔ شاید یہ فیملی یروشلم پہنچتے پہنچتے آپ کے [illegible] کام آسکے۔"

اس نے ریکارڈر میں دوسرے کیسٹ کو سیٹ کیا۔ پھر اسے [illegible] لیا۔ ادھر میں نے منجالی کو اشارہ کیا۔ پھر جیسے جیسے وہاں سے [illegible] سنتا رہا۔ اسی لب و لہجے میں بلند آواز سے بولتا رہا۔ منجالی اسے [illegible] ریکارڈ کرتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا "اتنا کافی ہے۔ ریکارڈر [illegible] بند کر دیجیے۔"

[illegible] میں نے ماسٹر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے عبرانی ٹیوٹر کے [illegible] پاس پہنچ گیا، اسے مخاطب کیا تو وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ [illegible] کہا "جناب! آپ بیٹھ جائیں۔ آپ میرے استاد ہیں۔ مجھے [illegible] کے سامنے کھڑے ہونا چاہیے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ کی آمد میرے لیے باعثِ مسرت ہے۔ میں بھلا آپ کا استاد کیسے بن سکتا ہوں۔ پھر ایسی زبان کا استاد جو آپ کے دشمنوں کی زبان ہے۔"

"آپ ایسا نہ کہیں۔ زبان کوئی سی بھی ہو، سب اچھی ہوتی ہیں، سب پیاری ہوتی ہیں، دنیا کی ہر زبان اگر محبت ہے تو نفرت بھی ہے۔ کیا آپ ایسی کوئی زبان بتا سکتے ہیں کہ جس میں صرف محبت ہی محبت ہو اور اس میں گالی کے الفاظ نہ ہوں؟"

"آپ بجا فرماتے ہیں دنیا کی ہر زبان میں محبت بھی ہے نفرت بھی ہے اور گالیوں کے الفاظ بھی ہیں۔ کوئی بھی زبان دشمنوں کی زبان نہیں ہو سکتی۔ سب محبت کی زبان ہوتی ہے۔ آئیے ہم اسی فقرے سے پڑھائی کی ابتدا کرتے ہیں کہ دنیا کی ہر زبان محبت کی زبان ہے۔"

اس نے اسی فقرے کو عبرانی زبان میں ٹھہر ٹھہر کر ادا کیا۔ میں نے کہا۔ آپ اسے دوبارہ ادا کریں۔ میں ریکارڈ کر رہا ہوں۔ میں نے منجالی کو اشارہ کیا۔ اُدھر اس نے ایک ایک لفظ ادا کیا۔ اِدھر میں نے اسی انداز میں اُسی لب و لہجے میں ان الفاظ کو ادا کرنا شروع کیا۔ وہ الفاظ ریکارڈ ہوتے گئے۔ پھر اس نے گرامر کے مطابق چند فقرے ریکارڈ کرائے۔ میں نے کہا "آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ میں اسے یاد کرنے کے بعد ہی آپ کو دوبارہ زحمت دوں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو گیا۔ گیارہ بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے۔ میں نے کیشو سے کہا "گاڑی نکالو۔ ہم تمہارے باس انجلو کے پاس جائیں گے۔ میں انھیں اطلاع دے رہا ہوں۔"

میں نے انجلو سے کہا "میں آپ کے پاس آنے کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔"

"آپ اطمینان سے آئیں۔ میرے آدمی دور دور تک خفیہ طور پر نگرانی کرتے رہیں گے۔"

میں نے عزت علی کا تمام سامان سمیٹ کر ایک جگہ رکھا۔ کیسٹ اور ریکارڈر کو بھی سوٹ کیس میں رکھ لیا۔ کیشو نے یہ تمام سامان کار کی ڈگی میں پہنچا دیا۔ میں نے منجالی کے ساتھ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے اس خفیہ رہائش گاہ کو الوداعی نظروں سے دیکھا پھر کار آگے بڑھ گئی۔ راستے میں، میں نے اس یہودی فیملی کے سرپرست کے دماغ میں جھانک کر دیکھا جو زیارت کی غرض سے اپنی فیملی کے ساتھ یروشلم جانے والا تھا۔ اس کی فیملی میں ایک بوڑھی بیوی دو نوجوان لڑکیاں ایک نوجوان بیٹا اور دو چھوٹے بچے تھے۔ وہ دوسری صبح لندن سے روانہ ہونے کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے۔ اس فیملی کے سرپرست کا نام ڈیوڈ تھا۔ اس وقت وہ اپنی دونوں بیٹیوں

کے ساتھ ایک دکان میں کچھ خرید رہا تھا۔ اچانک میرے دماغ میں ایک سوال پیدا ہوا۔ کیا ان لڑکیوں سے کوئی کام لیا جا سکتا ہے؟

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا، پھر میں نے ماسٹر نیومین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ماسٹر! ایک ذرا زحمت دوں گا۔ آپ معلوم کریں، ڈیوڈ کی بیٹیوں کی عمر، قد، جسامت اور چہرے کی بناوٹ کیسی ہے۔ کیا میک اَپ کے بعد اُن میں سے کوئی سونیا بن سکتی ہے؟"

ماسٹر نیومین نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی اس سلسلے میں معلومات فراہم کرے گا۔ میں ڈیوڈ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت اس کے سامنے کھڑی ہوئی اس کی ایک بیٹی ایک وگ بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"پوپ، پلیز پُٹ آن دِس وِگ۔"

وہ اپنے باپ کو بالوں کی وگ پہننے کے لیے کہہ رہی تھی۔ ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے، ہچکچاتے ہوئے کہا "بیٹی! کیوں میرا مذاق اُڑاؤ گی۔ میں بغیر وِگ کے ہی اچھا لگتا ہوں۔ لوگ کہیں گے، بڑھاپے میں جوان بن رہا ہوں۔"

"او نو پوپ! اب تو سارے ہی بوڑھے وِگ پہنتے ہیں۔ آپ نے پہنا تو کون سا گناہ ہو جائے گا۔ آپ بہت اسمارٹ لگیں گے۔"

میں نے اس لڑکی کے لب و لہجے کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ اس وقت اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا وقت نہیں تھا کیوں کہ ہم باس اینجلو کی کوٹھی کے احاطے میں پہنچ چکے تھے۔ اینجلو اپنی شاندار کوٹھی کے برآمدے میں کھڑا ہوا تھا۔ جب میں کار کی پچھلی سیٹ سے باہر نکلا تو وہ ذرا چونک گیا۔ پھر اسے یاد آیا کہ میں عزت علی کے روپ میں ہوں۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ منجالی سے ہاتھ ملاتے ہوئے وہ ایک بار پھر ٹھٹک گیا۔ جب وہ پہلی بار رنگون آئی تھی اور باس اینجلو نے اسے ایئر پورٹ پر ریسیو کیا تھا، وہاں بھی اس سے ہاتھ ملاتے وقت محسوس کیا تھا کہ منجالی کو بخار چڑھا ہے یا پھر وہ کوئی غیر معمولی لڑکی ہے۔"

میں نے اینجلو سے کہا "آپ حیران ہونا چھوڑ دیں۔ منجالی واقعی ایک غیر معمولی لڑکی ہے۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "جناب! آپ جیسے حیرت انگیز غیر معمولی انسان کی ساتھی بھی غیر معمولی ہی ہو سکتی ہے۔ میں آپ لوگوں کو صدقِ دل سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ آئیے۔ تشریف لائیے۔"

میں نے کوٹھی کے اندر جاتے جاتے سوچ کے ذریعے اینجلو سے پوچھا "یہاں سب خیریت تو ہے؟ کسی قسم کا خطرہ تو نہیں ہے؟"

"یہاں کوٹھی کے آس پاس بڑا سخت پہرہ ہے۔ ہمارے خفیہ آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ کوئی پرندہ بھی یہاں ہماری مرضی کے خلاف پر نہیں مار سکتا۔ البتہ ایک بات میں آپ سے کہہ دوں، یہاں ہر کمرے میں مائک لگے ہوئے ہیں۔ ان کے ذریعے ہماری گفتگو ماسک مین تک پہنچتی رہے گی۔"

"کیا تمہارے ماسک مین نے مجھ سے یہ بات چھپائے رکھنے کی ہدایت کی ہے؟"

"ہدایت نہیں کی ہے لیکن مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ چپ چاپ گفتگو سنتے رہیں۔"

"مسٹر اینجلو! آپ واقعی میرے مخلص دوست ہیں۔ میں محتاط انداز میں گفتگو کروں گا۔"

پھر میں نے سوچ کے ذریعے منجالی کو خفیہ نصب شدہ مائک کے متعلق بتا دیا۔ ہم ایک بہت ہی پُرتکلف ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ اس ڈرائنگ روم کا سامان قیمتی اور ایسا قابلِ دید تھا کہ اس سے اینجلو کی امارت کا پتا چلتا تھا۔ اس نے میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "آپ نے یقیناً مادام سونیا کی خیریت معلوم کر لی ہو گی۔"

میں نے ایک ذرا خیال خوانی کی پرواز کی اور معلوم کیا۔ وہ ہندو فیملی کے ساتھ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ میں اب تک اتنا مصروف رہا تھا کہ اس کی خیریت نہیں معلوم کر سکا تھا۔ یوں بھی اس کی طرف سے اطمینان تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا "وہ بخیریت ہے اور اس وقت طیارے میں سفر کر رہی ہے۔"

"جی ہاں، ہمیں بھی اطلاع مل گئی ہے۔ وہ طیارہ تین بجے تک یہاں پہنچ جائے گا۔"

"میں عزت علی بن چکا ہوں لیکن یہ بہت ہی پُراسرار شخص تھا پتا نہیں کتنے لوگ اسے جانتے ہوں گے۔ اچانک ہی کسی مجھ سے ملاقات کی تو بڑی مشکل ہو گی۔"

اس نے مسکرا کر کہا "آپ کے لیے کیا مشکل ہے آپ تو ملاقات کرنے والے کے دماغ میں پہنچ کر اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ درست ہے لیکن اگر کسی نے اجنبی زبان میں گفتگو کی، وہ زبان میں نہ جانتا ہوں تب کیا ہو گا؟"

"ہاں، یہ پرابلم ہو سکتی ہے۔ بہر حال یہاں سے تو آپ بڑی کسی کی نظروں میں آئے بغیر نکل جائیں گے۔ سنگاپور پہنچ کر مناسب سمجھیں تو یہ میک اَپ ختم کر دیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ تجسس بڑی بُری بلا ہے۔ اب یہی دیکھیے عزت علی بن کر تجسس پیدا ہو رہا ہے کہ یہ شخص کون تھا کیا کرتا رہا؟ کہاں کہاں گھومتا رہا؟ کتنی اہم ہستیوں سے ملتا رہا؟ اس کے پاسپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ بنکاک میں اس کی مستقل رہائش

تھی۔ یہ کوئی بزنس مین تھا لیکن ایک بزنس مین مختلف ملکوں کے اہم عہدے داروں اور خصوصاً پولیس افسران سے کیسے شناسائی رکھتا تھا؟"

اینجلو نے ہنستے ہوئے کہا "اب آپ اس کی جڑوں تک پہنچ کر ہی رہیں گے۔ بہر حال میں بنکاک کے باس سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ ان کا ایک کیسٹ سناتا ہوں۔ آپ اس کے ذریعے ان سے رابطہ قائم کر لیں۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے جب میں یہاں سے روانہ ہونے لگوں تو مجھے وہ آواز سنائیے گا تاکہ میرے ذہن میں محفوظ رہے۔"

ایک ملازم ایک بڑی سی ٹرالی لے کر آیا۔ ٹرالی کی اوپری سطح پر سُرخ رنگ کا کوئی مشروب تھا اور نہایت ہی نفیس اور نازک شیشے کے گلاس تھے۔ ٹرالی کی دوسری سطح پر خشک میوے رکھے ہوئے تھے۔ تیسری سطح پر تازہ پھل نظر آ رہے تھے منجالی نے مسکرا کر پوچھا "مسٹر اینجلو! یہ لنچ ہے یا لنچ کی تمہید ہے؟"

اینجلو نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا "یونہی شغل کے طور پر ہم کچھ کھاتے بھی رہیں گے۔ باتیں بھی کرتے رہیں گے۔ آپ جب فرمائیں گی میز پر کھانا چُن دیا جائے گا۔"

میں نے کہا "ہم ٹھیک ایک بجے کھائیں گے۔ کھانے سے پہلے کچھ اور کھانے کو جی نہیں چاہتا لیکن نمکین کاجو میری کمزوری ہیں میں بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔"

میں کاجو اٹھا کر کھانے لگا۔ اینجلو نے کہا "مادام سونیا کی موجودگی میں آپ کے ڈمی سر کے ساتھ جو تماشا کیا جا رہا تھا وہاں ہمارے ہی آدمیوں نے ان دو آدمیوں کو ہلاک کیا تھا۔"

"کیسے ہلاک کیا تھا؟"

"آپ نے مادام سونیا کے دماغ میں رہ کر دیکھا ہو گا وہاں بہت سے فوٹو گرافر موجود تھے۔ مووی فلم بھی تیار کی جا رہی تھی۔ ان میں ہمارا ایک آدمی بھی فوٹو گرافر کی حیثیت سے تھا لیکن اس کے کیمرے کی ساخت ذرا غیر معمولی ہے۔ اس کیمرے میں ایک ننھا سا آلہ منسلک کیا گیا ہے جس کے ذریعے ایک ننھی سی زہریلی سوئی اپنے مطلوبہ ٹارگٹ پر پھینکی جا سکتی ہے۔ ٹارگٹ کا صحیح نشانہ لینے کے لیے کیمرے کے ویو فائنڈر سے کام لیا جاتا ہے۔"

میں نے پوچھا "ان دونوں لاشوں کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہو گا؟"

"یقیناً کیا گیا ہو گا۔ جب وہ ان لاشوں کو اٹھا کر لے جا رہے تھے تو لاش اٹھانے والوں میں ہمارا ایک آدمی شامل تھا۔ اسے پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ کسی کو ہلاک کرنا ہوا تو سوئی جسم کے کس حصے میں لگی ہو گی۔ اس نے اس حصے سے وہ سوئی نکال لی تھی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہی بتا سکتی ہے کہ مرنے والا زہر سے مارا گیا ہے لیکن کیسے مارا گیا ہے شاید اس کی تفتیش مشکل سے ہو سکے۔"

میں اسفندیار کے متعلق بتانے لگا کہ وہ کس طرح سونیا کو ہپناٹائز کر رہا ہے۔ تمام باتیں سننے کے بعد اینجلو نے کہا "جناب! آپ بہت گہرے ہیں۔ اپنے راز اپنے سائے کو بھی بتانا پسند نہیں کرتے۔ مادام سونیا اور پارس کی موت کی اطلاع سن کر ہمارے ہوش اُڑ گئے تھے۔ ہم آپ کو ان کی نئی زندگی اور سلامتی پر مبارکباد دیتے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں کا بہت شکر گزار ہوں خصوصاً ماسک مین کے احسانات کو بھول نہیں سکتا۔ سونیا اور پارس کے متعلق میں نے مجبوراً اپنی زبان بند رکھی تھی کیونکہ ماضی میں مجھے سپر ماسٹر کی طرف سے بھی اور ماسک مین کی طرف سے بھی بارہا نقصانات پہنچ چکے ہیں۔"

"آپ درست فرماتے ہیں لیکن ہمارے موجودہ ماسک مین ایسے نہیں ہیں۔ وہ ہر حال میں، ہر قیمت پر آپ کو دوست بنائے رکھنا چاہتے ہیں اور ہاں، میں یہ تو بھول ہی گیا۔ آپ کی اعلیٰ بی بی نے دشمنوں کا ایک خلائی راز چرا کر ہمارے ملک تک پہنچایا ہے اس کے لیے ماسک مین آپ لوگوں کے بے حد شکر گزار ہیں۔ ہمارا حریف ملک خلائی اسٹیشنوں کی مرمت کے لیے جو خلائی گاڑی تیار کر رہا ہے اس سے پہلے ہی ہم وہ گاڑی خلا میں بھیج دیں گے۔"

منجالی نے کہا "مسٹر اینجلو! میں آپ دونوں کی محفل میں خود کو غیر ضروری سمجھ رہی ہوں۔ اگر اجازت ہو تو میں اندر سے آپ کی کوٹھی کی سیر کر لوں۔"

"بیشک آپ کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ آپ ہی کی کوٹھی ہے۔ آپ جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔ اگر حکم ہو تو ملازم ساتھ کر دیا جائے۔"

"اگر ضرورت ہوئی تو میں خود کسی کو بلا لوں گی۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر جانے لگی۔ اینجلو نے کہا "جناب! ہمیں پارس بیٹے کے متعلق کچھ پوچھنا نہیں چاہیے۔ اس کی حفاظت آپ بہتر طور پر کر سکتے ہیں اور آپ کے منصوبے آپ ہی تک محدود رہیں تو مناسب ہے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اب دشمنوں کی تمام توجہ اعلیٰ بی بی اور مس مرجانہ پر ہو گی۔ دشمن یہی سمجھتے ہوں گے کہ آپ کا بیٹا پارس ان دو میں سے کسی ایک کی پناہ میں ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "آپ ٹھیک میرے منصوبے کے مطابق سوچ رہے ہیں۔ دشمنوں کو بھی اسی طرح اعلیٰ بی بی اور مرجانہ کی طرف بھٹکتے رہنا چاہیے۔"

اس نے تعریفی انداز میں کہا "واقعی آپ دشمنوں کو بھٹکانا جانتے ہیں۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ چپ چاپ رنگون سے جا رہے

ہیں لیکن یہاں کے حکام یہی سمجھتے رہیں گے کہ آپ شہر میں موجود ہیں۔"

"میرے یہاں سے جانے کے بعد آپ پولیس افسران کو میری تلاش میں نکلنے کا مشورہ دے سکتے ہیں۔"

"اس سے فائدہ کیا ہوگا؟"

"بے چارے میری طرف سے مطمئن ہو جائیں گے۔ آپ ان سے کہہ سکتے ہیں کہ پچھلے دن سے کوئی ہنگامہ نہیں ہوا ہے۔ فرہاد کی طرف سے مکمل خاموشی ہے۔ لہٰذا اسے تلاش کرنے کے لیے شکاری کتے چھوڑے جائیں۔ اس بار بھی کوئی کتا اس کی بو پانے کے باوجود اُدھر نہ جا سکے تو کم از کم فرہاد کی موجودگی کا علم ہو جائے گا۔ اور اگر کتوں کو فرہاد کی بو نہ ملے تو یقین ہو جائے گا کہ وہ رنگون میں موجود نہیں ہے۔"

"میں آپ کے مشورے پر عمل کروں گا لیکن یہ بات آپ خیال خوانی کے ذریعے یہاں کے اعلیٰ حکام سے خود کہہ سکتے ہیں۔"

"بیشک کہہ سکتا ہوں لیکن وہ شاید یقین نہ کریں اور یقین کرنے کے لیے وہی کریں گے جو میں کہہ چکا ہوں یعنی میری تلاش میں شکاری کتے چھوڑیں گے۔"

ہم ایک بجے کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ بڑا ہی پرتکلف کھانے کا انتظام تھا۔ طرح طرح کی ڈشیں تھیں۔ برمی ڈشیں، اور کچھ پاکستانی کھانے بھی تھے۔ ہم نے کھانا شروع کیا۔ اینجلو نے منجالی سے کہا "کیشو نے مجھے بتایا ہے آپ جس پلیٹ میں کھاتی ہیں۔ جس گلاس میں پیتی ہیں اسے خود اپنے ہاتھ سے دھو ڈالتی ہیں۔"

منجالی نے مسکرا کر کہا "جی ہاں میں اپنے جھوٹے برتن خود دھوتی ہوں۔"

"یہ تو بڑی پُراسرار بات ہے۔"

"ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ اب میرے اسرار کو سمجھ کر آپ کیا کریں گے؟"

اینجلو نے مسکراتے ہوئے کہا "برما کے سانپ بہت مشہور ہیں۔"

منجالی نے چونک کر اسے دیکھا۔ میں چپ چاپ سر جھکائے کھا رہا تھا اور ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے کہا "مس منجالی! آپ نے میری کوٹھی کے اندر مختلف کمروں میں جا کر بہت کچھ دیکھا ہوگا۔"

"ہاں، آپ نے دنیا جہان کے عجوبے جمع کر رکھے ہیں خاص طور پر آپ کو کتابوں سے بہت دلچسپی ہے۔"

"اور میں نے سانپوں کے زہر کے متعلق بھی بہت کچھ پڑھا ہے۔ جب سے وہ اندھا ڈیوڈ سولجر زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا، تب سے مجھے آپ پر شبہ سا ہونے لگا۔ پہلی ملاقات میں مصافحہ کرتے وقت آپ کے ہاتھوں کی گرمی نے بھی چونکا دیا تھا۔ جب میں نے کتابیں کھول کر اسٹڈی کی تو آپ کا راز کھلتا چلا گیا۔"

میں نے ہنستے ہوئے منجالی کا وہ واقعہ سنایا جب وہ ایک رات کے لیے ایک ہوٹل میں ٹھہری تھی اور لٹون بیکر سے اس کا سامنا ہوا تھا۔ سیکرٹ ایجنٹ نے منجالی کو بیہوش کرنے کے لیے ایک انجکشن اس کے بازو میں لگایا تھا۔ بھلا ایک زہریلی لڑکی پر زہر کیا اثر کر سکتا تھا، وہ چپ چاپ پڑی رہی لیکن انجکشن لگانے والی اسی سرنج سے لٹون بیکر نے بعد میں اپنے آدمی کو انجکشن لگایا وہ اس آدمی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صرف اس کا ذہنی توازن بگاڑ کر اسے برما سے واپس بھیج دینا چاہتا تھا لیکن انجکشن لگاتے ہی وہ شخص مر گیا۔ پتا چلا زہر سے مرا ہے۔ آج تک لٹون بیکر کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آخر اس سرنج میں زہر کیسے آگیا تھا؟

اینجلو حیرت سے منہ کھولے یہ واقعہ سن رہا تھا اور منجالی کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "مائی گاڈ! تو آپ اس قدر زہریلی ہیں کہ آپ کے جھوٹے برتن میں کوئی کھا نہیں سکتا۔ جھوٹے گلاس میں کوئی پی نہیں سکتا۔ اگر سرنج آپ کے جسم میں پیوست ہو کر نکلے تو وہ بھی زہریلی بن جائے، جناب فرہاد صاحب! آپ مس کے ساتھ کیسے رہتے ہیں؟"

میں نے لقمہ چباتے ہوئے کہا "یہ زہر ہے۔ میں زہر مہرہ ہوں اگر زندگی رہی تو ایک دن دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کالی بلا نے مجھے بھی زہریلا بھی بنا کر رکھ دیا ہے۔"

اینجلو مجھے اب کچھ حیرانی سے کچھ پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے بھی ایک زہریلا ناگ سمجھ کر اندر ہی اندر خوف زدہ ہو رہا ہو۔ میں اس ناگن کو حیرت سے فخر سے دیکھ رہا تھا۔

منجالی کی ظاہری خصوصیات میں سے ایک یہ تھی کہ کوئی اس سے دیر تک نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا، سامنے والا نظریں جھکا لیتا ہے۔ میری بات اس لیے مختلف تھی کہ میں نے مدتوں شمع بینی کی تھی اور ٹیلی پیتھی کے مختلف مراحل سے گزرتا رہا تھا جہاں نگاہوں کو ایک جگہ مرکوز رکھنا ٹیلی پیتھی اور ہپناٹائز کی بنیادی شرط ہے لہٰذا میں، اسفند یار یا اور کوئی ہپناٹائز کرنے والا منجالی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر سکتا تھا لیکن پھر بھی منجالی کا اثر ضرور ظاہر ہوتا۔

بہر حال کھانے کے بعد میری عادت کے مطابق چائے کا دور چلا۔ چائے پینے کے دوران اینجلو نے پوچھا "جناب! کیا آپ کے دماغ میں کوئی ایسا منصوبہ ہے جس پر عمل کر کے مادام سونیا کو دشمنوں کی قید سے نکالا جائے۔ اگر کوئی ہے تو آپ ہمیں بتائیں۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔"

"مسٹر اینجلو! میں اور سونیا بعض حالات میں خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں اور موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب بھی کوئی موقع ملتا ہے تو اسے دشمنوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ ابھی ہم موقع کی تلاش میں ہیں۔ اسی لیے میں نے کوئی منصوبہ نہیں بنایا ہے۔"

میں نے سراسر جھوٹ کہا تھا حالانکہ منصوبے کی ابتدا ہو چکی تھی۔ کبا دان کو فرہاد بنانے کا مقصد یہی تھا کہ وہ سونیا کی رہائی کے لیے میری اولاد کو حاصل کرنے کی شرط پیش کریں گے تو ان کی شرط کو میں قبول کر سکوں۔

رسونتی جس طیارے میں آ رہی تھی، اس کے متعلق اطلاع مل چکی تھی وہ یہاں ساڑھے تین بجے پہنچے گا۔ میں نے ایک بار پھر رسونتی کی خیریت معلوم کر لی تھی۔ ہم ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ اینجلو نے ریکارڈر میں ایک کیسٹ لگاتے ہوئے کہا "ان دنوں بنکاک میں ہمارے ایک باس مسٹر جے، آر جے ناتھن ہیں۔ یہ پیدائشی طور پر بدھسٹ ہیں لیکن نظریاتی طور پر لادین ہیں۔ آپ ان کی آواز سن لیں۔"

اس نے ریکارڈر کو آن کیا۔ تھوڑی دیر بعد مسٹر جے آر جے ناتھن کی آواز سنائی دی — میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ کمیونسٹ ایک بہت ہی قیمتی کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ملایا سے سنگاپور کی طرف جا رہا تھا۔ پتا چلا اس نے بنکاک سے ملایا تک ٹرین میں سفر کیا۔ پھر وہاں سے کار میں بیٹھ کر میرے استقبال کے لیے سنگاپور پہنچ رہا ہے۔ اس کی کار کے آگے پیچھے بھی دو کاریں تھیں۔ جن میں ریڈ پاور کے آدمی موجود تھے، میں نے اس کے دماغ میں کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ فرہاد، فرہاد، فرہاد..."

اس نے فوراً ہی دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا۔ پریشان ہو کر اپنے خاص ماتحتوں کو دیکھنے لگا۔ ایک نے پوچھا "کیا بات ہے جناب؟"

"میں اپنے دماغ میں کچھ ایسی سوچ محسوس کر رہا ہوں جیسے کوئی کہہ رہا ہو، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

میں نے کہا "ہاں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ ایئر کنڈیشنڈ میں بیٹھ کر سگریٹ پینا مناسب نہیں ہے۔ تمہارے کامریڈ کی آنکھیں جل رہی ہوں گی۔"

اسی وقت اس کے پاس بیٹھے ہوئے خاص ماتحت نے کہا۔ "جناب! آپ کا شبہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم اس وقت تیز رفتار کار میں جا رہے ہیں۔ کھڑکی کے شیشے چڑھے ہوئے ہیں۔ فرہاد صاحب انسان ہیں یا جن۔"

"بھئی میں بھی اپنے دماغ میں کچھ ایسی سوچ محسوس کر رہا ہوں جیسے مجھ سے کہا جا رہا ہو کہ ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھ کر سگریٹ پینا مناسب نہیں ہے اور واقعی یہ بات نامناسب ہے۔"

ایک ماتحت نے ہنستے ہوئے کہا "جناب! آپ خود ذہین ہیں خود ایسی باتیں سوچتے ہیں۔ مناسب اور غیر مناسب کو خوب سمجھتے ہیں۔ پھر بھلا مسٹر فرہاد آپ کے دماغ میں آ کر کیوں بولیں گے۔"

ریڈ پاور کے باس جے آر جے ناتھن نے کہا "ہم نے مسٹر فرہاد کے متعلق بہت کچھ سنا ہے اور سنتے وقت ایسا ہی لگتا ہے جیسے یہ جادوئی عمل ہو۔ ہم سے پہلے جو بنکاک کا باس تھا اس نے بھی طرح طرح کے واقعات سنائے ہیں۔"

ایک ماتحت نے کہا "مجھے تو یقین نہیں آتا کہ کوئی اس طرح دماغ میں پہنچ جائے۔"

میں نے کہا "مسٹر جے آر جے ناتھن! آپ اپنے ماتحت کی ہتھیلی پر اپنا سگریٹ بجھائیں گے۔"

اس نے مسکرا کر سوچا "یہ میں کیسی الٹی بات سوچ رہا ہوں۔ بھلا میں اپنے خاص ماتحت کی ہتھیلی پر سگریٹ کیوں بجھاؤں گا جبکہ میرے سامنے ایش ٹرے موجود ہے۔"

"دوسرے ہی لمحے میں نے اس کے دماغ پر قابض ہو کر اس کی زبانی ماتحت سے کہا "ذرا اپنی ہتھیلی مجھے دکھاؤ۔"

اس کے ماتحت نے حکم کی تعمیل کی اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلا دی۔ اسی وقت اس نے ایک ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھاما، دوسرے سے سگریٹ کی آگ کو اس کی ہتھیلی پر رگڑ دیا۔ ماتحت کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ کھینچ کر پوچھا "سر! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟"

میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ بوکھلایا ہوا تھا۔ کبھی سگریٹ کو کبھی اس کی ہتھیلی کو اور کبھی اس کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "ابھی فرہاد نے کہا تھا کہ میں تمہاری ہتھیلی پر سگریٹ بجھاؤں گا اور دیکھو بے اختیار میں نے ایسا کیا ہے۔"

وہ چند لمحوں تک گم صم رہے۔ پھر باس نے گھگھیا کر کہا "مسٹر فرہاد! میں آپ سے معافی کا طلبگار ہوں۔ میں نے آپ کو پہچاننے میں دیر کی۔"

"یہ آپ کا قصور نہیں ہے۔ جب بھی میں پہلی بار کسی کے دماغ میں پہنچتا ہوں تو اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔ آپ کے ماتحت نے میرے متعلق ذرا سختی سے رائے پیش کی تھی۔ اس لیے میں نے آپ کا سگریٹ اُسی کی ہتھیلی پر بجھایا۔ میرا خیال ہے، اس کے لیے اتنی سزا کافی ہے۔"

"جی ہاں، جی ہاں۔" وہ ہاں، ہاں کے انداز میں سر ہلاتے

لگا اور اپنے ماتحت کو بتانے لگا کہ اسے کس بات کی سزا دی گئی ہے۔ اس کا ماتحت سہمے ہوئے انداز میں سن رہا تھا پھر اس نے بھی مجھ سے معافی طلب کی۔ میں نے کہا۔ "میں دوستوں کا دوست ہوں اور دشمنوں کا دشمن۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔"

باس نے کہا۔ "جناب! پہلی ملاقات میں کچھ تلخی پیدا ہو گئی۔ اس کی تلافی کیسے ہوگی؟ مائی گاڈ، اگر تلافی نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ باس کے ۔ ے سے استعفیٰ دے دوں گا۔"

"آپ اس حد تک نہ سوچیں۔ میں نے آپ سے دشمنی نہیں کی ہے محض ایک سبق سکھایا ہے۔ اگر دشمنی کروں گا تو آپ کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دینے کی فرصت نہیں ملے گی۔ آپ زندگی سے استعفیٰ دے چکے ہوں گے۔ بائی دی وے، میں اس وقت باس اینجلو کی قیام گاہ میں ہوں اور ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ دورانِ سفر فرصت ملے گی تو آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔ سو فار۔"

یہ کہہ کر میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر ہم کوٹھی کے باہر آئے۔

باس اینجلو نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ سے ملاقات کے باوجود تشنگی رہ گئی۔ اگر خدا نے چاہا تو ہم پھر ملیں گے۔"

"جی ہاں۔ یہ دنیا بہت بڑی ہے۔ جانے کہاں، کس مقام پر ہمارا سامنا ہو جائے۔ اس وقت تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں اور منجالی اس سے رخصت ہو کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا کیشو ٹرانسمیٹر کے ذریعے معلومات حاصل کر رہا تھا اور اپنے لوگوں سے پوچھ رہا تھا "خیریت ہے یا نہیں۔ کسی قسم کا خطرہ محسوس ہو، کوئی مشکوک آدمی ہماری گروہ میں نظر آئے تو فوراً اطلاع دی جائے۔" اسے جواب ملا "سب خیریت ہے۔ کوئی ہماری نگرانی نہیں کر رہا ہے۔"

ہم بخیریت ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ بس یہیں سے میری مصیبت شروع ہو گئی کیونکہ میں عزت علی کے میک اپ میں تھا اور نہیں جانتا تھا کہ کتنے لوگ مجھے جانتے پہچانتے ہیں۔ ایئرپورٹ پہنچتے ہی جب میرا سامان کسٹم چیکنگ کے لیے لایا گیا تو ایک آفیسر نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "جناب! آپ کا سامان چیک کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

میں نے اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے اس آفیسر کی کھوپڑی میں پہنچ کر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی "بھلا عزت علی کو کونسے سرخاب کے پر لگے ہیں کہ اس کے سامان کی چیکنگ نہیں ہوتی ہے اور وہ آزاد پرندے کی طرح ایک ملک سے دوسرے ملک پرواز کرتا رہتا ہے۔"

اس آفیسر کی سوچ نے اتنا ہی بتایا کہ وہ عزت علی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ کچھ دنوں قبل اسے اعلیٰ حکام کی طرف سے ہدایات دی گئی تھیں کہ عزت علی نام کا جو شخص اپنے ——— ساتھیوں کے ساتھ رنگون پہنچ رہا ہے اسے چیک نہ کیا جائے۔ آج بھی طیارے میں جب عزت علی کے نام سے سیٹ ریزرو کرائی گئی تو وہی ہدایات اس آفیسر کو دی گئیں۔ یعنی وہ اُس کے سامان کی چیکنگ نہیں کر سکتا تھا۔ بے چارہ اس سے زیادہ عزت علی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اور میں بے چارہ بہت زیادہ تجسس میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ عزت علی کچھ زیادہ پُراسرار بن گیا تھا۔ اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔ پتا نہیں سنگاپور پہنچنے کے بعد عزت علی کے حوالے سے کیسے حالات پیش آنے والے تھے۔

میں نے منجالی سے کہا۔ "طیارے میں سوار ہونے کے بعد تم مجھ سے دور دور رہو گی۔ سنگاپور میں بھی ہم ساتھ نہیں رہیں گے۔"

"وہاں میرا قیام کہاں ہوگا؟"

"ریڈ پاور کا باس جے آر جے ناتھن وہاں اپنے آدمیوں کے ساتھ مجھے لینے آئے گا۔ میں اس سے نہیں ملوں گا تم اور رسونتی اس کے ساتھ جاؤ گی اور ان کی مہمان رہو گی۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"یہ عزت علی بہت پُراسرار معلوم ہوتا ہے۔ اس کی ڈائری کو بڑی توجہ سے پڑھنا ہوگا۔ میں طیارے میں سفر کے دوران اسے پڑھتی رہوں گی، آپ وقتاً فوقتاً مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہیں۔ جو اہم باتیں ہوں گی، میں آپ کو بتاتی جاؤں گی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ اچھا طریقہ ہے۔ میں یہی کروں گا۔"

ٹھیک چار بجے ہم طیارے میں سوار ہوئے۔ رسونتی کی سیٹ جہاں تھی اس کے ساتھ والی سیٹ ایک انگریز عورت کی تھی جسے رنگون اترنا تھا۔ جان بوجھ کر ایسی سیٹ ریزرو کرائی گئی تھی تاکہ رنگون میں وہ سیٹ میرے لیے خالی ہو جائے۔ وجے آنند نے رسونتی کو بتا دیا تھا کہ رنگون پہنچتے ہی اس سیٹ پر میں آکر بیٹھ جاؤں گا۔

میں نے طیارے میں سوار ہونے کے دوران ہی رسونتی سے دماغی رابطہ قائم کیا اور اس سے کہا۔ "تمہارے ساتھ والی سیٹ خالی ہو چکی ہے۔ ابھی میں آکر بیٹھنے والا ہوں۔ تم مجھے نہیں پہچان سکو گی۔"

پھر میں طیارے میں پہنچ کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ بھی میک اپ میں تھی۔ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔ کسی مارواڑی

عورت کے روپ میں تھی۔ اس کی گود میں فرضی پارس سو رہا تھا۔ میں قریب پہنچا تو وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اس کے پاس والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ "تمہاری صحت شاندار ہو گئی ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "تمہارا لہجہ وہی ہے۔ شرارت سے بولنے کا انداز بھی وہی ہے مگر چہرہ وہ نہ ہو تو میرا دل مانتا نہیں ہے۔ میں تمہیں کیسے فرہاد مان لوں؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "پارس تمہاری گود میں ہے، میں اسے اپنی گود میں لے کر پیار کروں گا۔"

"میں کسی اجنبی کو اپنا بچہ نہیں دیتی۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے بچے کو میری گود میں دیا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی، میں فرضی پارس کو پیار کر رہا تھا۔ وہ مسکرانے لگی "میں پچھلی تمام رات سو نہ سکی۔ تمہارے پاس آنے کی خوشی میں جاگتی رہی لیکن تم نے مجھ سے رابطہ قائم نہیں کیا۔"

"میں بہت مصروف رہا ہوں۔ تمہیں پتا نہیں ہے۔ سونیا دشمنوں کے جال میں آ گئی ہے۔ وہ تل ابیب میں ایک قیدی کی حیثیت سے ہے۔"

رسونتی افسوس کا اظہار کرنے لگی۔ اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "تم اس کے لیے کیا کر رہے ہو؟ اسے جلد از جلد دشمنوں کے جال سے نکال لانا چاہیے۔ جانے وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔"

میں نے پوچھا۔ "دشمنوں نے تمہارے ساتھ کوئی بُرا سلوک تو نہیں کیا تھا؟"

"میں ان کی چالوں کو سمجھ نہیں سکی تھی لیکن اتنا جانتی ہوں کہ وہ سونیا کی صلاحیتوں سے جلتے ہیں۔ یقیناً اسے نقصان پہنچائیں گے۔"

"میں اس کے لیے فکرمند ہوں اور کوشش میں ہوں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"کیا تم رنگون میں اتنے عرصے تک تنہا رہے؟"

"ہاں، تم کچھ عرصے تک میرے ساتھ رہیں۔ پھر مجھ سے بدظن ہو کر دشمنوں کے پاس چلی گئیں۔ میں تنہا رہ گیا۔"

"مجھے یقین نہیں ہے۔"

"تم مجھ پر شبہ کیوں کر رہی ہو؟"

"تمہاری فطرت کو خوب سمجھتی ہوں۔"

"خاک سمجھتی ہو۔"

"میری قسم کھا کر کہو۔"

"تمہاری قسم۔"

اس وقت تک طیارہ فضا میں بلند ہو گیا تھا۔ ہم نے اپنے سیفٹی بیلٹ کھول دیے۔ رسونتی نے سوچنے کے انداز میں کہا۔ "مجھے کچھ کچھ یاد ہے لیکن منجالی کا چہرہ ذہن میں نہیں ہے۔ کیا تم اسے رنگون چھوڑ آئے ہو؟"

"نہیں وہ اسی طیارے میں سفر کر رہی ہے اور سنگاپور میں تمہارے ساتھ رہے گی۔"

"اور تم؟" اس نے مجھے گھور کر دیکھا۔

"تم دیکھ رہی ہو۔ میں کسی دوسرے روپ میں ہوں۔ مجھے ایک دوسرا رول ادا کرنا ہے۔ میں وہاں بہت مصروف رہوں گا۔"

"ہرگز نہیں۔ میں نے ایک طویل عرصے کی دعاؤں کے بعد رونے اور گڑگڑانے کے بعد تمہیں پایا ہے۔ میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں چھوڑوں گی۔" آخر وہ میری بیوی تھی۔ اگر حکم چلا رہی تھی تو غلط نہ تھا۔

لیکن میں نے کہا۔ "احمقانہ باتیں نہ کرو۔ اگر میں نے اس روپ کے مطابق دوسرا رول ادا نہ کیا تو ہم بُری طرح پھنسیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر ایک طویل عرصے کے لیے جدا ہو جائیں اور تمہیں پچھتانا پڑے لہٰذا تقدیر وقفے وقفے سے جو خوشیاں دیتی ہے۔ انہیں قبول کرتے رہنا چاہیے۔"

وہ پارس کو میری گود سے لے کر ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔ "تم سے جب بھی ملتی ہوں۔ یہی ہوتا ہے۔ کیا میں بیوی نہیں ہوں؟ کیا میں اتنی ہی بُری ہوں۔"

"تم بُری نہیں ہو بُرا میں ہوں۔ میں کوشش کروں گا، سنگاپور پہنچ کر جلد سے جلد اس روپ سے نجات حاصل کر لوں پھر ہم کہیں دوسرے روپ میں رہیں گے۔"

وہ ذرا مطمئن ہو گئی۔ میں نے کہا۔ "تمہیں منجالی سے ملاقات کر لینا چاہیے۔ سنگاپور ایئرپورٹ سے تم دونوں کا ساتھ رہے گا۔"

"یہ تو میں پوچھنا بھول ہی گئی۔ آخر وہ کیسی لڑکی ہے۔ خوبصورت ہے یا بدصورت؟"

"آخر ہو نا شکی مزاج۔ گھوم پھر کر وہی باتیں سوچتی ہو۔ بھئی وہ ایک افریقی لڑکی ہے۔ کیا تم بھول گئی ہو؟"

وہ دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "منجالی! اپنی جگہ سے اُٹھ کر یہاں آ جاؤ تاکہ رسونتی سے تمہارا تعارف ہو جائے۔ یہ تقریباً تمہیں بھول چکی ہے۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ڈائری کو بند کیا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر سیٹوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہماری سیٹ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھا پھر سر کو جھکا کر بولی۔ "میں مادام رسونتی کے سامنے اپنا سر خم کر کے فخر محسوس کر رہی ہوں۔ اگرچہ کنیز کا وہ رول ختم ہو چکا ہے تاہم آج بھی میں اپنے

آقا کی شریکِ حیات کو اپنی مالکہ سمجھتی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے سر گھما کر رسونتی کی طرف دیکھا تو چونک گیا۔ رسونتی ایک ہاتھ سے اپنا سر تھامے ہوئی تھی اور منجالی کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے کسی ناگن کو دیکھ لیا ہو۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کے تاثرات معلوم کیے۔ یقیناً بات وہی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے منجالی کے زہر نے اس کے دماغ کو اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ فلائنگ اسپتال کے ڈاکٹر طبی امداد کے لیے نہ پہنچتے تو آج زندہ نہ ہوتی۔ بڑی مشکلوں سے اس کی جان بچائی گئی تھی لیکن زہریلے اثرات نے اس کی یادداشت گُم کر دی تھی پھر اس کی یادداشت واپس آئی تو اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی تھیں۔ یعنی کسی نہ کسی طور تھوڑا بہت زہر کا اثر اس کے دماغ میں تھا اور آج وہ منجالی کو دیکھ کر پھر متاثر ہو گئی تھی۔ وہ متاثر بھی تھی اور مرعوب بھی لیکن یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آخر منجالی سے سہمی ہوئی کیوں ہے؟

میں نے کہا: "منجالی! تم جاؤ۔ میں تمھیں پھر بُلاؤں گا۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے رسونتی سے پوچھا: "کیا بات ہے۔ تم پریشان کیوں ہو؟"

وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی: "پتا نہیں کیوں اس کو دیکھ کر میرا دل بیٹھنے لگا ہے؟ یہ کون ہے؟ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟ جب یہ میری ملازمہ کی حیثیت سے تھی تو میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ آج یہ بہت اہم نظر آ رہی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ اس لڑکی سے خطرہ محسوس کر رہی ہوں تو تم میرا مذاق اُڑاؤ گے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "بھئی مذاق اُڑانے کی بات ہی ہے۔ یہ بالکل بے ضرر ہے۔ تمھارے پسینے کی جگہ اپنا خون بہا سکتی ہے پھر بھلا تمھارے لیے خطرناک کیسے ہو سکتی ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ میں اس کے ساتھ سنگاپور میں نہیں رہوں گی۔"

"تم میرے لیے دشواریاں پیدا کر رہی ہو۔"

"کچھ بھی ہو۔ تم میرے پاس رہو گے۔ میں اور کہیں نہیں رہوں گی۔"

میں سوچنے لگا۔ اصل بات سمجھ رہا تھا۔ منجالی کا زہر اس پر اس طرح اثر انداز ہوا تھا، جسے ہم قدرتی اثرات کہہ سکتے ہیں لیکن میں اس کا طبی تجزیہ پیش نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا: "منجالی! یہ رسونتی تم سے سہمی ہوئی ہے۔"

اس نے حیرانی سے کہا: "اوہ گاڈ! کیا اب تک میرے زہر سے متاثر ہیں؟"

"یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ رسونتی کے دماغ کے کسی چور گوشے میں تمھارے زہر کا اثر موجود ہے۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"یہ تمھارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔ لہٰذا سنگاپور میں تم علیحدہ رہو گی۔ میں ابھی تمھارے لیے بندوبست کرتا ہوں۔"

میں نے رسونتی سے پوچھا: "ریڈ پاور کے باس نے دہلی میں تم سے کچھ کہا تھا؟"

"وہ کہہ رہے تھے، سنگاپور پہنچتے ہی میری رہائش کا انتظام ہو جائے گا۔ وہاں بنکاک کا باس موجود ہوگا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ بنکاک کے باس کے ذریعے تمھارے اور منجالی کے لیے الگ الگ رہائش کا انتظام کرنا ہوگا۔"

وہ ناگواری سے بولی: "آخر یہ منجالی تمھارے ساتھ کیوں ہے؟"

"میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں کہ دشمنوں سے نمٹنے کے لیے مجھے کن ساتھیوں کی ضرورت ہے۔"

اس نے مجھے شکایت بھری نظروں سے دیکھا پھر وہ اپنے دماغ پر زور ڈال کر سوچنے لگی: "یہ درست ہے۔ یہ زہریلی لڑکی مجھے خوفناک لگ رہی ہے۔ میں نہ جانے کیوں اس سے سہم جاتی ہوں۔ دوسرے بھی اس سے ضرور کتراتے ہوں گے۔ پُرکشش ہے تو کیا ہوا؟ موت میں بھی کشش ہوتی ہے۔ اسی لیے تو موت ہر لمحہ زندگی کو اپنے قریب کھینچتی ہے اور زندگی اس سے کترا کر گزرتی رہتی ہے۔"

میں نے کہا: "رسونتی! دنیا بھر کے فلسفیوں کا خیال ہے کہ عورت خواہ کتنی ہی حسین ہو، کتنی ہی دلنواز ہو، کیسی ہی جان پر کھیل جانے والی ہو، بیوی بننے کے بعد مصیبت بن جاتی ہے۔ وہ ہزار ذہانت کے باوجود بھول جاتی ہے کہ مرد پر کتنے ہی پہرے بٹھاؤ، وہ اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہیں آئے گا۔ اگر میں اپنے ہتھکنڈوں پر اُتر آیا تو تمھیں پتا بھی نہیں چلے گا پھر ان فضول باتوں سے کیا فائدہ؟"

اس نے سر ٹیک کر کہا: "میں کیا کروں۔ میرا دل نہیں مانتا۔ میں چاہتی ہوں، تم صرف میرے رہو اور میری باتوں پر چلو۔"

"سنگاپور چلو، میں تمھارے لیے ایک ملازم خرید کر لے آؤں گا۔ وہ تمھاری باتوں پر چلے گا، تمھارے کہنے کے مطابق تمھاری خدمت کرتا رہے گا۔ ایسا ملازم مل سکتا ہے۔ کوئی شوہر نہیں مل سکتا۔"

"اتنا عرصہ گزر گیا، تم ذرا نہیں بدلے۔ سچ سچ بتاؤ، مجھ میں کوئی کمی محسوس کرتے ہو؟"

"کوئی کمی محسوس کرتا تو اب تک تمھیں طلاق دے چکا ہوتا۔"

وہ چپ رہی۔ میں نے کہا: "اب میں بنکاک کے باس سے رابطہ قائم کر رہا ہوں۔ تم لوگوں کے لیے رہائش کا انتظام کرنا ہے۔ خاموشی چاہتا ہوں۔ جب تک میں مخاطب نہ کروں۔ مجھے مخاطب نہ کرنا۔"

میں ریڈ پاور کے باس جے آر جے ناتھن کے پاس پہنچ گیا۔ ... دیر سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے فوراً ہی چونک کر ... کیا پھر کہا: "جناب! میں بڑی دیر سے آپ کا انتظار کر رہا ... حکم دیجیے۔"

"میرا پہلا حکم یہ ہے کہ اپنا نام مختصر کر دو۔"

وہ حیرانی سے بولا: "میں نہیں سمجھا؟"

"یہ جے آر جے ناتھن کا مطلب کیا ہوا؟"

وہ خوش ہو کر بولا ——— "میرا پورا نام جمنا رام جگ ناتھن ہے۔"

"یعنی جتنا سُن رہا تھا اس سے بھی دُگنا ہے۔ تمھارا یہ نام ... کرتے آدمی دُنیا کے ایک سِرے سے دوسرے سِرے ... پہنچ سکتا ہے۔ اسے مختصر کرو۔"

"آپ باس ہیں۔ خادم کہہ کر بُلا سکتے ہیں۔"

"مسٹر ناتھن! آپ نے مادام رسونتی کے رہنے کے لیے کیا ... نام کیا ہے؟"

"سنگاپور کے مشرقی ساحل پر ایک نہایت ہی خوب صورت ... ہے۔ وہ آپ کے اور ان کے لیے مخصوص ہے۔"

"سنگاپور ایئر پورٹ پر مجھ سے ملاقات نہیں ہوگی۔ میری ... رسونتی ایک مارواڑی عورت کے رُوپ میں ہے۔ اس کی ... ہمارا بیٹا ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بتا دوں گا کہ رسونتی ... تعارف کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور رہائش گاہ کا ... نام کرنا ہوگا۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔"

"اسی جہاز سے ایک نیگرو لڑکی آ رہی ہے۔ اس کا نام منجالی ... اسی کے لیے الگ رہائش کا انتظام کیا جائے۔"

"میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ کیا مس منجالی کی رہائش بھی آپ ... قریب ہی ہوگی؟"

"میں نے کہا نا میں سنگاپور میں نہیں رہوں گا۔ مادام رسونتی ... بالی اور مس منجالی کی رہائش کا انتظام بھی اسی مشرقی ساحل کے ... ایک ہی ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"جناب! ایسا ہی ہوگا۔"

میں اس کے دماغ سے واپس آ گیا۔ بہت دیر ہو گئی تھی۔ میں ... سونیا کی خیریت معلوم نہیں کی تھی۔ لہٰذا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ... کے اسی کمرے میں تھی۔ پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔ میں نے ... کہا: "کیا بات ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی: "تم ایسے ... ب ہوتے ہو جیسے میں کسی محل سرا میں آرام فرما رہی ہوں۔ کیا ... را خیال ہے دُشمن میرے ساتھ بڑے پیار سے پیش آ رہے ہیں؟"

"میں کیا کروں۔ یہاں اس قدر مصروف ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی میں نے رنگون چھوڑ دیا ہے۔ نئی جگہ جا رہا ہوں۔ اتفاق سے ایک ایسے شخص کے میک اَپ میں ہوں، جو میرے لیے بھی بے حد پُراسرار ہے۔"

وہ اپنی پریشانی بھول کر بولی: "کس کے رُوپ میں ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟"

میں نے اسے مختصر طور سے عزت علی کے متعلق بتا دیا پھر کہا: "بہرحال تم اپنی سُناؤ۔"

"کیا سُناؤں؟ میں بڑے آرام سے سوتی رہی۔ یقیناً اس نے ہپناٹزم کے ذریعے مجھے سُلا دیا تھا۔ جب سو کر اُٹھی تب بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی۔ میں نے آنٹی سے پوچھا: "کیا میں ہوٹل کے باہر جا سکتی ہوں، اس شہر کو دیکھ سکتی ہوں؟"

آنٹی نے جواب دیا: "بے شک میں تمھارے ساتھ رہوں گی۔ کوئی تمھارا راستہ نہیں روکے گا لیکن میں تمھیں بیٹی کہتی ہوں، اس لیے نیک مشورہ دیتی ہوں، باہر نہ نکلو۔ خواہ مخواہ دشمن تمھیں پریشان کریں گے۔"

"میں دیکھوں گی کہ وہ مجھے کس طرح پریشان کرتے ہیں۔ پریشانی کی بات ہوگی تو واپس آ جاؤں گی۔"

میں نے ناشتہ کرنے کے بعد لباس تبدیل کیا۔ آنٹی نے باہر جا کر اطلاع دی کہ میں تل ابیب شہر میں گھومنے کے لیے نکل رہی ہوں۔ جب میں لباس تبدیل کر کے اپنے کمرے سے باہر نکلی اور آنٹی کے ساتھ زینے پر پہنچی تو زینے سے اُترتے وقت اچانک ہی لڑکھڑا گئی۔ میرے ایک سینڈل کی ایڑی اچانک ہی الگ ہو گئی تھی۔ نیچے ہال میں دیکھنے والے قہقہے لگانے لگے۔ میں نے دونوں سینڈل اُتار دیے۔ ننگے پاؤں اپنے کمرے میں واپس آئی۔ وہاں غور سے دیکھا تو وہ سینڈل نہیں تھے جنھیں میں پہنتی تھی۔ ٹھیک اسی طرح کے دوسرے سینڈل میری نیند کے دوران لا کر رکھ دیے گئے تھے۔ جان بوجھ کر ایڑی کو کمزور بنایا گیا تھا، تاکہ میں گر پڑوں اور لوگ میرا مذاق اُڑائیں۔ میں نے اب دوسرا لباس نکالا۔ جینز اور شرٹ پہنی، گلے میں اسکارف باندھا۔ پاؤں میں موزے اور کینوس کے جوتے پہنے۔ پھر آنٹی کے ساتھ چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر آئی۔ وہاں ایک چھوٹی سی اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ مسلح سپاہی نے فرانسیسی زبان میں کہا: "مادام! یہ آپ کے لیے ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے آپ خود ڈرائیو کریں گی۔ اس شہر کی سیر کریں گی۔ آپ کے راستے میں کوئی رُکاوٹ نہیں آئے گی۔ نہ ہی کوئی آپ کی نگرانی کرے گا۔"

یہ کہتے ہوئے اس جوان نے اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے پہلے کار کو چاروں طرف سے اچھی طرح دیکھا۔ بہت ہی

خوب صورت اور نئی کار تھی۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہوگیا۔ میں نے اس کے ایندھن کو چیک کیا۔ چابی گھمائی۔ کار اسٹارٹ ہوگئی۔ میں اسے دھیمی رفتار سے ڈرائیو کرتے ہوئے ہوٹل کے احاطے سے باہر آگئی۔ اس میں حیرانی کی بات نہیں تھی کہ ان لوگوں نے مجھے تنہا گھومنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ وہ پورا شہر ان کا تھا۔ وہ ملک ان کا تھا۔ لوگ ان کے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ ان میں کوئی غدار نہیں ہے اور میں وہاں سے فرار نہیں ہوسکوں گی۔ ایک طرح کا چیلنج تھا کہ میں فرار ہونے کی کوشش کر کے دیکھ لوں۔

لیکن بات کچھ اور تھی۔ میں تل ابیب کی ایک مصروف شاہراہ سے گزر رہی تھی کہ اچانک میری کار کے پیچھے ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ میں نے گاڑی روک دی۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے۔ میں نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ اسپورٹس کار کی باڈی کا پچھلا حصہ الگ ہوکر سڑک پر گر پڑا تھا۔ یعنی اب میں آدھی کار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ صرف کار کا نچلا حصہ پورا تھا۔ یعنی چاروں پہیے سلامت تھے۔ چاروں طرف مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے سب مجھے دیکھ رہے تھے۔ گاڑی کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر قہقہے لگا رہے تھے۔

میں سمجھ گئی، یہ لوگ میری توہین کرنا چاہتے تھے اور آگے چل کر بھی بہت کچھ کر سکتے تھے۔ خیریت اسی میں تھی کہ فوراً ہوٹل کے کمرے میں واپس چلی جاؤں۔ ایک طرح سے یہ چیلنج تھا کہ میں اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتی۔ نکلوں گی تو اسی طرح میرا مذاق اُڑایا جائے گا۔

میں نے فوراً ہی گاڑی کو دوسری شاہراہ پر موڑ لیا۔ اسے ایک یوٹرن دے کر ہوٹل کی طرف واپس جانا ہی چاہتی تھی کہ پھر کار میں ایک دھماکہ ہوا۔ میرے ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہکتے بہکتے رہ گیا۔ کار کا ایک پچھلا پہیہ برسٹ ہوگیا تھا۔ گاڑی رک گئی تھی۔ اب لوگ اور بھی قہقہے لگا رہے تھے۔ فٹ پاتھ پر یہاں سے وہاں تک بھیڑ نظر آرہی تھی۔ وہ سب یوں کھڑے ہوئے تھے جیسے اور بھی کوئی تماشا دیکھنے والے ہوں۔ میں اس کار سے اچھل کر باہر آگئی۔ بیچ سڑک پر پہنچتے ہی کسی نے اونچی آواز سے کیسٹ ریکارڈر آن کیا۔ آرکسٹرا کی آواز اُبھرنے لگی۔ میں نے دیکھا، میرے چاروں طرف نوجوان اس آرکسٹرا کی دُھن پر رقص کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے میرے اسکارف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ مجھ سے میرا اسکارف مانگ رہا ہے۔

میں نے سوچا۔ ان کے مُنہ لگنے سے بہتر ہے فوراً ہی فٹ پاتھ پر چلی جاؤں۔ لوگوں کی بھیڑ میں گم ہونے کی کوشش کروں۔ میں نے اسکارف اتار کر اس نوجوان کی طرف پھینکتے ہوئے فٹ پاتھ کا رُخ کیا لیکن دو نوجوان میرے راستے میں آگئے۔ وہ آرکسٹرا کی دھن پر رقص کرتے جا رہے تھے اور میرا راستہ روکتے جا رہے تھے۔ ایک نے میری قمیص کی طرف اشارہ کر کے عبرانی زبان میں کچھ کہا۔ بات سمجھ میں آگئی۔

میں نے چیخ کر کہا۔ یہ کوئی مردانگی نہیں ہے کہ ایک عورت کو چاروں طرف سے گھیر کر اسے پریشان کیا جائے۔

میری چیخ آرکسٹرا کی آواز میں گم ہوکر رہ گئی۔ آواز اور تیز کر دی گئی تھی۔ رقص اور تیزی سے جاری تھا۔ میں نے اچانک ہی اچھل کر دونوں جوانوں کے سینے پر فلائنگ کِک ماری اور اُلٹی قلابازی کھا کر پھر زمین پر کھڑی ہوگئی۔ وہ دونوں پیچھے لڑکھڑاتے ہوئے گر پڑے تھے۔ میں دوڑتے ہوئے فٹ پاتھ پر پہنچ گئی تھی۔

اب میں مردوں اور عورتوں کی بھیڑ میں سے راستہ بناتے ہوئے گزر سکتی تھی۔ مجھ پر حملہ کرنے والے آتے تو انھیں بھی بھیڑ میں سے راستہ بنانا پڑتا۔ اسی وقت تیز سیٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان آوازوں کو سُن کر جیسے بھگدڑ مچ گئی۔ وہ سب اِدھر سے اُدھر بھاگنے لگے۔ میری سمجھ میں یہی آیا کہ پولیس والے سیٹیاں بجاتے ہوئے غنڈوں، بدمعاشوں کو پکڑنے آرہے ہیں لیکن بھاگنے والے ذرا دور جا کر کھڑے ہوگئے تھے یعنی جہاں میں کھڑی ہوئی تھی وہاں میدان صاف ہوگیا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ پاتی، اچانک ہی مجھ پر ڈھیر سارا کچرا آکر گرا۔ میں جس عمارت کے سائے میں کھڑی تھی۔ اس کی چھت سے کسی نے کوڑا پھینکا تھا۔ اب تو چاروں طرف سے بے تحاشا قہقہے بلند ہو رہے تھے۔

میں چند لمحوں تک گم صم کھڑی رہی۔ انڈے کے چھلکے، زردیاں، سڑے ہوئے ٹماٹر، باسی سبزیاں، پھٹے پُرانے جوتے اور جانے کیا الابلا مجھ پر آپڑی تھی۔ میں دانت پیس کر غصے کو برداشت کر رہی تھی۔ پھر میں نے فٹ پاتھ سے ذرا ہٹ کر سڑک پر پہنچ کر اس عمارت کی بلندی کو دیکھا۔ وہاں ایک شخص دونوں ٹانگیں پھیلائے دونوں ہاتھوں کو کمر پر رکھے بڑی شان سے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں کہا۔ ”میں اِدھر ہوں۔ کیا انتقام نہیں لو گی؟“

میں دوسرے ہی لمحے دوڑتے ہوئے اس عمارت میں داخل ہوگئی۔ زینے سے چڑھتے ہوئے چھت کی طرف جانے لگی۔ وہ چھ منزلہ عمارت تھی۔ میں دوسری منزل پر پہنچ کر ذرا رک گئی۔ آہستہ آہستہ زینے پر چڑھنے لگی۔ مجھے عقل آگئی تھی کہ جوش اور جنون میں یا مار کھا جاؤں گی یا مجھے دشمنوں کے ہاتھوں پچھتانا پڑے گا۔ اس لیے عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ میں اطمینان سے زینے چڑھتی ہوئی اوپر کی طرف جانے لگی۔ دشمنوں کی توقع کے بالکل خلاف بہت دیر سے چھت پر پہنچی۔ وہاں وہ ایک نہیں چار تھے۔

... بازوؤں والے ہٹے کٹے سینڈو نظر آرہے تھے۔ میں انھیں دیکھتے ہی بظاہر سہم گئی۔ وہ چاروں فاتحانہ انداز میں قہقہے لگانے لگے۔ میرے کپڑے گندے ہوچکے تھے۔ بالوں میں بھی کچرا پھنسا تھا گویا سر سے پاؤں تک کچرا ہی کچرا تھا۔ میں دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے اس شخص کی طرف بڑھنے لگی جو چھت کے سرے پر کھڑے ہوکر چیلنج کر رہا تھا۔ کچرا اس نے پھینکا تھا۔ انتقام اس سے لینا تھا۔ میں نے رونے کے سے انداز میں کہا۔ ”دیکھو، میں ایک عورت ہوں۔ تم چار مرد ہو۔ میں کسی ایک سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی کیوں کہ تمھارے قد اور تمھاری جسامت سے ظاہر ہے کہ تم سب پہلوان ہو۔“

اتنا کہتے کہتے میں اس کے قریب پہنچ گئی تھی۔ وہ پوری طرح خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ میں ان چاروں کے درمیان گھِر جانے کے بعد اب ہاتھ پاؤں جوڑنے کے سوا کچھ نہیں کر سکوں گی۔

میں اس کے قدموں میں گرنے کے لیے جُھک گئی۔ دوسرے ہی لمحے اس کی ٹانگ میرے ہاتھوں میں آئی اور میں نے اسے کھینچ لیا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ میں باقی تین طرفہ حملوں کی طرف سے محتاط تھی۔ اس لیے ٹانگ کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام کر چکر لگانے لگی۔ گول گھومنے لگی۔ وہ میرے ہاتھوں کی گرفت میں ٹانگوں کی طرف سے جھول رہا تھا۔ چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ اس کے تین ساتھی میرے قریب آنا چاہتے تھے لیکن میں انھیں آنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ ویسے وہ بڑا بھاری بھرکم تھا۔ میں زیادہ دیر تک اسے اٹھائے چکر نہیں لگا سکتی تھی۔ دو چکر لگانے کے بعد میرے چکر پر میں نے اسے چھت سے نیچے پھینک دیا۔ وہ چھ منزلہ عمارت کی بلندی سے گرتے ہوئے کرب ناک انداز میں چیخ رہا تھا۔ پھر اس کی چیخ دور جا کر ڈوب گئی۔

اب اس چھت پر تین شہ زور رہ گئے تھے۔ وہ تین طرف کھڑے ہوئے تھے اور پینترا بدل کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسی وقت ایک نے اپنی کمر سے ہاتھ بھر کا چاقو نکال لیا۔ پھر اس نے چاقو کے دستے کو ایک جھٹکا دیا۔ چاقو کا پھل کچھ اور لانبا ہوگیا۔ اس نے پھر جھٹکا دیا، چاقو کا پھل اور لانبا ہوگیا۔ اب وہ چاقو نہیں رہا تھا۔ میری نگاہوں کے سامنے تلوار کا ننگا پھل چمک رہا تھا۔ اس نے پینترا بدل کر تلوار کو اِدھر اُدھر گھمایا۔ وہ حملہ کرنے سے قبل تلوار بازی کے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پھر جب وہ حملہ ہوا تو اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی کیوں کہ ان میں سے ایک پہلوان کی چیخ سُنائی دی تھی۔ تلوار کا پھل اس پہلوان کے سر کے بیچ میں پڑا تھا اور سر تقریباً آدھا ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ گھُٹ گئی تھی اور وہ چھت کے فرش پر گر کر تڑپ رہا تھا۔

اس کے ایک پہلوان ساتھی نے غصے سے چیخ کر پوچھا۔ ”یہ تم نے کیا کیا؟ اپنے ساتھی کو کیوں مار ڈالا؟“

تلوار باز پینترا بدلتے ہوئے اس کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر تلوار کو نچاتے ہوئے بولا۔ ”میں مجبور ہوں۔ اس وقت میری کھوپڑی پر فرہاد علی تیمور سوار ہے اور تمھاری کھوپڑی پر موت سوار ہوچکی ہے۔ سنبھل جاؤ۔“

اس نے حملہ کیا۔ وہ پینترا بدل کر بچ گیا۔ پھر دوسری بار حملہ ہوا۔ اس بار وہ تلوار اس کے جسم پر کچھ خراشیں ڈالتی ہوئی گزر گئی۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا لیکن بھاگتے بھاگتے اوندھے مُنہ گر پڑا۔ میں نے ٹانگ اڑا دی تھی۔ اس کے گرتے ہی تلوار اس کی گردن پر پڑی پھر وہ بھی تڑپنے لگا۔ میں نے اس تلوار باز کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تم کون ہو؟“

اس نے تلوار کو دونوں ہتھیلیوں پر رکھتے ہوئے میرے سامنے دو زانو ہوتے ہوئے کہا۔ ”مادام! میں آپ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ ماسک مین کا حکم ہے، آپ پر آنچ نہ آنے دی جائے۔ آئندہ بھی آپ کے کام آنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس وقت اس

کالی کہانیاں

☆ جرائم
☆ جادو
☆ ارواح
☆ شیطان ازم
☆ ذہانت
☆ فطانت
☆ اسرار
☆ طنز و مزاح

★ ایک افسانوی کردار جو زندہ ہوگیا تھا۔
★ ایک حیرت انگیز قبیلہ جو اپنی ہیئت بدل سکتا تھا۔
★ ایک مجہول سا آدمی جس کے پاس پچاس بلین ڈالر کا نقشہ تھا۔
★ وہ شخص جس نے حیاتِ ابدی کا راز پالیا تھا۔
★ ایک پُراسرار پرندہ جس کے پاس ماورائی طاقتیں تھیں۔
★ ایک قلم جس کے اندر ایک جن بند تھا۔
★ وہ اشتہاری مجرم جس نے زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔

قیمت :- ۲۰ روپے

عجیب کہانیاں ● فطین کہانیاں ● پہیلی کہانیاں

مکتبہ نفسیات ◎ پوسٹ بکس نمبر ۹۴۲ ● کراچی

تلوار کو سنبھالیں، میں یہاں سے بھاگ رہا ہوں تاکہ پتا چلے، چار شہ زوروں میں ایک بزدل بھی تھا جو جان بچا کر نکل بھاگا۔"

میں نے وہ تلوار لے لی۔ وہ وہاں سے اٹھا، دوڑتا ہوا چھت کے دوسرے سِرے پر گیا۔ دوسری عمارت کی چھت اس سے نیچی تھی۔ اس نے وہاں سے چھلانگ لگائی۔ یقیناً وہ دوسری چھت پر چلا گیا تھا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار پکڑی، دوسرے ہاتھ سے دوسرے شخص کی کٹی ہوئی گردن کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ پھر وہاں سے چلتے ہوئے چھت کے سرے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ نیچے سڑک پر بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میرے ایک ہاتھ میں خون آلود تلوار اور دوسرے ہاتھ میں کٹا ہوا سر دیکھ کر وہاں موجود عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ سب سر اُٹھائے دیکھ رہے تھے۔ عورتوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔ میں نے تلوار والے ہاتھ کو بلند کرتے ہوئے کہا: "تمھارا ایک شہ زور پہلے ہی نیچے پہنچ گیا تھا۔ اب دوسرے کو سنبھالو!"

میں نے اس کٹے ہوئے سر کو نیچے پھینک دیا۔ وہ اس چھ منزلہ عمارت کی بلندی سے بیچ شاہراہ پر گرا۔ لوگوں کی بھیڑ دور چھٹنے لگی۔ پھر میں نے چیخ کر کہا: "سنو، غور سے سنو، تمھارے لیے یہ بہتر ہے کہ مجھے جان سے مار ڈالو۔ میرا نام سونیا ہے۔ میں زندہ رہوں گی اور میرا مذاق اُڑایا جائے گا اور میرے مزاج کے خلاف کوئی بات ہو گی تو اسی طرح تم لوگ اپنا اپنا نذرانہ پیش کرتے رہو گے۔ سوچ لو۔ اچھی طرح سوچ لو۔ تمھارے تیسرے پہلوان کی لاش یہاں چھت پر پڑی ہوئی ہے۔ چوتھا بزدل ثابت ہوا۔ وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اب میں نیچے آ رہی ہوں۔ اگر مجھے چھیڑا گیا تو میں نہیں جانتی کہ میرے ہاتھوں سے کتنے مریں گے اور میں کن لوگوں کے ہاتھوں سے مَروں گی لیکن جان پر کھیلتے ہوئے اپنے ہوٹل تک پہنچوں گی۔"

میں چھت سے نیچے اُتر آئی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ سب دور ہٹ گئے تھے۔ یقیناً وہ عام شہری تھے۔ ان میں سے کچھ بدمعاش تھے جو اَب میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ کر قریب نہیں آ رہے تھے۔ کوئی مجھے گولی مار سکتا تھا لیکن شاید اس کے لیے ان کے آقاؤں کا حکم نہیں تھا۔ میرے لیے یہی سزا تجویز کی گئی تھی کہ ہر قدم پہ مجھے ذلیل کیا جائے۔ میں قدم قدم فٹ پاتھ سے گزرنے لگی۔ میرے چاروں طرف دور تک بھیڑ چھٹی ہوئی تھی۔ کوئی قریب آنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ میں بخیریت اپنے ہوٹل کے کمرے تک پہنچ گئی۔ غسل کرنے کے بعد لباس تبدیل کیا ہے اور اَب یہاں آرام کر رہی ہوں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

میں نے اس کی تمام باتیں سننے کے بعد کہا: "جس طرح تمھیں چھیڑا گیا ہے۔ اگر میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی ان کے کسی اہم آدمی کو چھیڑ دوں تو ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے لیکن بات بہت دور تک پہنچ جائے گی۔ میں انھیں آخری وارننگ دینے جا رہا ہوں۔ اگر وہ اپنی حد میں نہ رہے تو میں بھی اپنی حد سے آگے بڑھوں گا۔ تم آرام کرو۔ میں ابھی تمھارے پاس آ جاؤں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر ڈبل جوئیل کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کا دماغ ابھی تک کمزور تھا۔ اس کا زخم ویسا ہی تھا۔ اس لیے نہ وہ سانس روک سکتی تھی۔ نہ ہی میری سوچ کی لہروں کا راستہ بند کر سکتی تھی۔ اس نے میری مرضی کے مطابق آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ اسپتال کا ایک کمرہ تھا۔ ایک نرس بستر کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "سسٹر! میری بات غور سے سنو۔ اس وقت میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ فوراً یہاں سے جا کر ثبات معظم کو بلاؤ۔ اگر وہ نہ آیا تو ڈبل جوئیل کی آخری سانس کسی بھی وقت آ سکتی ہے۔ اسے زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو فوراً ثبات معظم کو بُلاؤ۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تیزی سے چلتے ہوئے کمرے کے باہر چلی گئی۔ ذرا سی دیر میں وہاں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ ایک ڈاکٹر، ایک وارڈ بوائے کمرے میں آئے، وہ دونوں خاموشی سے ڈبل جوئیل کو دیکھنے لگے۔ میں نے اس کی زبان سے کہا: "کیا اُلوؤں کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہو۔ میں جانتا ہوں۔ تم لوگ زبان نہیں کھولو گے اور نہ ہی میں زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔ مجھے جس کی ضرورت ہے، اُسے میں نے بلوایا ہے۔ وہ نہیں آئے گا تو ابھی انجام سامنے آ جائے گا۔"

وہ دونوں فوراً ہی وہاں سے چلے گئے۔ دو منٹ کے اندر ہی وہ ایک ٹیلیفون سیٹ اُٹھا کر لے آئے۔ ڈبل جوئیل کے سرہانے اسے رکھا۔ پھر ریسیور اُٹھا کر ڈائل کرنے لگے۔ ڈائلنگ کے بعد کان لگا کر سنا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی انھوں نے ریسیور ڈبل جوئیل کے ہاتھ میں دیا۔ میں نے ڈبل جوئیل کے کان سے ریسیور کو لگایا پھر کہا: "اگر تم ثبات معظم ہو تو ریسیور کے سامنے دو بار چٹکی بجاؤ۔"

میری بات ختم ہوتے ہی دو بار چٹکی کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: "ثبات معظم! اب تک میں اپنی حد میں ہوں۔ اگر آئندہ سونیا کے ساتھ کوئی بدتمیزی ہوئی۔ اس کے مزاج کے خلاف کوئی قدم اُٹھایا گیا تو میں تمام احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر تمھارے سربراہ کی خبر لوں گا۔"

دوسری طرف خاموشی رہی۔ میں نے کہا: "میں جانتا ہوں، اس وقت تم فرانسیسی اور عبرانی زبان بھی بھول گئے ہو گے۔ کھانسی آئے گی تو کھانسنے سے بھی پرہیز کرو گے۔ بہرحال تمھیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ میں نے تم لوگوں کی شرائط تسلیم کرنے کے بعد تمھارے تمام عہدے داروں کو چھوڑ دیا، ورنہ موت ان کا مقدر بن چکی تھی۔ میں نے اپنے عہد کا پاس کیا۔ تم لوگوں کو بھی اپنی شرافت کا ثبوت دینا چاہیے۔ مجھے بتاؤ کہ کس شرط پر سونیا کو رہا کر سکتے ہو۔ یاد رکھو شرط ایسی ہو جو مجھے حد سے

مجبور نہ کرے۔ میں جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے کے بعد سونیا کے پاس پہنچ ... گا۔ اس کے ذریعے تمھارا جواب سنوں گا۔"

میں نے ڈبل جوئیل کے ہاتھ سے ریسیور کریڈل پر رکھوا دیا۔ ... نے اس سے پوچھا: "جوئیل! جب تم فرہاد کو پسند کرتی ہو تو ... کی دماغی لہروں کو کیوں روکتی ہو؟"

جوئیل نے نقاہت سے کہا: "میں کہہ چکی ہوں، تم بے وفا ہو ... ہوتے ہو۔ اب میں تمھیں اس وقت تک دماغ میں نہیں آنے ... گی جب تک تم خود میرے پاس نہیں آؤ گے۔ میرے پاس آؤ ... کے ساتھ شادی کر کے رہو۔ ہماری اولاد ہو گی۔ ہم ایک خوشحال ... گزاریں گے۔"

"تم اپنے یہودی آقاؤں کا رٹا رٹایا سبق خوب پڑھ رہی ہو۔ پڑھتی ... اس وقت تمھارا دماغ کمزور ہے۔ سو جاؤ۔"

وہ پانچ منٹ کے اندر ہی سو گئی مگر دوسرا ذہن بیدار تھا۔ اب ... مصنوعی جوئیل کے دماغ میں تھا۔

اصولاً مصنوعی جوئیل کو بھی ٹیلی پیتھی کی لوری سننے کے بعد سو جانا ... چاہیے تھا لیکن وہ بیدار تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں ... سوچ کی لہروں کو محسوس تو کر رہی ہے لیکن ان کا خاطر خواہ اثر نہیں ... رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "ہیلو جوئیل! کیا مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خلا میں تکتے ہوئے سوچنے لگی۔ یہ اس کے دماغ میں کیسی ... گونج رہی ہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کیوں کہ پہلے میں مصنوعی جوئیل سے ... دماغی رابطہ قائم کر چکا تھا اور وہ مجھ سے متاثر بھی ہو گئی تھی۔ اس ... نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تنہا اس کے دماغ میں پہنچوں گا تو وہ میرا ... ساتھ دے گی۔ میں نے اسے وعدہ کیا تھا کہ اس کا خیال رکھوں گا اور ... ایک دن اس سے آ کر ملوں گا۔

لیکن بات کچھ اور ہو گئی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا: "جوئیل! مجھے پہچانو، میں فرہاد ہوں۔"

اس کی سوچ نے پوچھا: "فرہاد علی تیمور؟ ہاں اسفندیار نے یہ نام لیا تھا۔ مجھے سمجھایا تھا کہ میں فرہاد کے فریب میں نہ آؤں۔"

مصنوعی جوئیل سوچ رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا۔ اس بار اس کی سوچ کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ وہ ڈبل جوئیل کی نقالی میں جس لہجے سے بولتی اور سوچتی تھی، اب وہ بات نہیں رہی تھی۔ میں نے اس کے بدلے ہوئے لہجے کے مطابق اس کی سوچ میں پوچھا: "کیا تم ڈبل جوئیل نہیں ہو؟"

اس بار میں بڑے واضح انداز میں اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا کیوں کہ میں نے اس کی سوچ کے بدلے ہوئے لہجے کو اپنایا تھا۔ اس نے پوچھا: "کون ڈبل جوئیل؟ میں کسی ڈبل جوئیل کو نہیں جانتی ہوں۔"

اچانک میرے ذہن میں بات آئی، کیا اسفندیار نے اسے ہپناٹائز کیا ہے اور اس کی سوچ اور اس کے مزاج کو بدل دیا ہے؟ یہ خیال دماغ میں آتے ہی میں نے کہا: "شاباش! میں تمھیں آزما رہا تھا۔ میں اسفندیار ہوں۔"

وہ خوش ہو گئی۔ میں نے پوچھا: "اب بتاؤ، میں نے تمھیں تنویمی عمل کے دوران اپنی معمولہ بنانے کے بعد کیا ہدایات دی تھیں؟"

وہ کہنے لگی: "آپ نے حکم دیا تھا کہ میں ڈبل جوئیل نہیں رہی میں آپ کے حکم کی تابع ہوں۔ آپ نے فرمایا تھا، میرا نام کلارا جوزف ہے۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ میرا نام کلارا جوزف ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ میرا لب و لہجہ ڈبل جوئیل جیسا نہیں ہے۔ اس وقت جس لہجے میں میں باتیں کر رہی ہوں، یہ آپ نے مجھے سکھایا اور میں سیکھ گئی۔ اب میری شخصیت بدل گئی ہے اور میں آپ کے حکمِ ثانی تک اسی شخصیت کے مطابق زندگی گزاروں گی۔"

میں نے پوچھا: "اگر فرہاد تمھارے دماغ میں آ کر تمھیں ٹریپ کرنا چاہے تو؟"

"وہ میرے دماغ میں آ سکے گا لیکن مجھے ٹریپ نہیں کر سکے گا کیوں کہ آپ نے میرے تحت الشعور کو لاک کر دیا ہے۔ تحت الشعور میں صرف آپ کی ہدایات محفوظ رہیں گی اور میں اسی کے مطابق عمل کرتی رہوں گی۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا: "بی بی کلارا جوزف! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمھارے دماغ میں آ کر خواہ مخواہ وقت ضائع کروں۔ اگر کبھی تمھاری ضرورت محسوس ہوئی تو آؤں گا، ورنہ ہمیشہ کے لیے خدا حافظ۔"

میں اس کے دماغ سے نکل کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اسے میں نے بتایا: "دو گھنٹے بعد آؤں گا اور اس کے ذریعے ثبات معظم کا جواب سنوں گا۔ یقیناً ہمارے اور دشمنوں کے درمیان کوئی معاملہ طے پا جائے گا۔"

"سونیا سے باتیں کرنے کے دوران مجھے خیال خوانی ترک کرنا پڑی۔ طیارے کے اندر اناؤنسمنٹ ہو رہا تھا کہ ہم سنگاپور کی فضا میں پرواز کر رہے ہیں۔ ہمیں سیفٹی بیلٹ باندھ لینا چاہیے۔ طیارہ تھوڑی دیر بعد رن وے پر اُترنے والا ہے۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ رسونتی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا: "تمھاری خیال خوانی کے وہی طور طریقے ہیں۔ شروع کرتے ہو تو ختم کرنا بھول جاتے ہو.... ابھی تم نے کہا تھا کہ میں مداخلت نہ کروں۔ تم خود مجھے مخاطب کرو گے اور میں انتظار کرتے کرتے سنگاپور پہنچ گئی۔"

"تم اپنا ہی دکھڑا روتی رہتی ہو۔ یہ نہیں پوچھا، سونیا کس حال میں ہے؟"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا: "کیا ہوا؟ کیسی ہے وہ؟"

"اب میں کیا بتاؤں۔ اسی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اسے دشمنوں سے نجات دلانے میں مصروف تھا کہ یہاں طیارے میں اناؤنسمنٹ کی وجہ سے خیال خوانی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔"

"تو پھر میرے ساتھ باتوں میں وقت ضائع کیوں کر رہے ہو۔ فوراً سونیا کے پاس واپس جاؤ۔"

"میں ضرور جاؤں گا۔ خیال خوانی شروع ہوگی تو شکایت کرو گی کہ یہ سلسلہ ختم نہیں ہو رہا ہے۔"

"مجھے اس دنیا میں اپنے بیٹے کے بعد سونیا سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ میں شکایت نہیں کروں گی۔ تم فوراً جاؤ۔"

میں نے مسکرا کر یوں خلا میں تکنا شروع کیا جیسے خیال خوانی میں مصروف ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ حالانکہ اب وہاں دو گھنٹے بعد رابطے کی بات طے تھی۔ میں نے منجالی سے پوچھا "کیا تم نے ڈائری پڑھی ہے؟"

"ہاں، کچھ حصہ پڑھا ہے لیکن ایسا لگتا ہے جیسے بات کچھ لکھی گئی ہے، اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ کوئی بات واضح انداز میں نہیں ہے۔ کہیں نمبر لکھے ہوئے ہیں تو پتا نہیں چلتا کہ یہ نمبر ٹیلیفون کے ہیں، بنک اکاؤنٹ کے نمبر ہیں، کار کے نمبر ہیں یا محتاط انداز میں مخصوص رقم لکھی گئی ہے۔ مگر ہاں چند کوڈ ورڈز ایسے ہیں جن کو سمجھنے کے لیے ہم نے بابا فرید واسطی کے ادارے میں خاص ٹریننگ حاصل کی ہے۔ میں انھیں سمجھ سکتی ہوں۔"

"مثلاً کوئی کوڈ ورڈ بتاؤ۔"

"ایک جگہ ایف کیو ٹو لکھا ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے، ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرتے وقت فریکوئنسی نمبر دو۔ اس کے نیچے صوتی نشان دیا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرانسمیٹر پر کال کرنے والے کا کوڈ ورڈز کیا ہوگا۔ اس صوتی نشان کے ساتھ لکھا ہے۔ سی ایف او آئی۔"

"میں سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کرو۔"

"یعنی سی ایف او آئی۔ کوڈ ورڈز ہیں کبھی ٹرانسمیٹر سے عزت علی کو مخاطب کیا جاتا ہے تو وہ یہی کوڈ ورڈز دہراتا ہے اور عزت علی سے جو بھی رابطہ قائم کرتا ہے، اس کے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی نمبر دو ہوتی ہے لیکن کئی دوسرے صفحات پر فریکوئنسی کے یہ نمبر بدل گئے ہیں۔ شاید یہ اپنی جگہ بدلتا ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے اس لیے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بدلتی رہتی ہے۔"

"لیکن سی ایف او آئی کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ ڈائری اپنے پاس رکھو اور اس کی اسٹڈی کرتی رہو۔ میں تم سے پوچھتا رہوں گا۔"

طیارہ رن وے پر ٹھہر گیا تھا۔ موونگ سیڑھی لگایا جا رہا تھا۔ میں نے رسونتی کی طرف دیکھا۔ پھر کہا "سونیا فی الحال خیریت سے ہے۔ میں مسلسل دماغی رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ اب یہاں سے جا کر ایئرپورٹ کی عمارت میں جاؤں گا اور کہیں آرام سے بیٹھ کر اس سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"مجھ سے کتنی دیر بعد ملو گے؟"

طیارے کی کھڑکی کے باہر شام کا اندھیرا چھا رہا تھا۔ میں نے کہا "اب رات ہونے والی ہے۔ آج رات کا کھانا تمھارے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ تم جہاں بھی ٹھہرو گی۔ میں پہنچ جاؤں گا۔"

"سچ کہہ رہے ہو یا بہلا رہے ہو؟"

"تمھیں مجھ پر کبھی یقین نہیں آئے گا۔"

"میں اب تک تمھارے پاس آکر دور ہوتی رہی ہوں۔ اس میں میری غلطی رہی ہے۔ تم بھی ایسے حالات سے گزرتے ہو کر ہمارے قریب نہیں آسکتے۔ دیکھو فرہاد! اگر آج تم نہ ملے تو میں مر جاؤں گی۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے رات کے کھانے تک پہنچ جاؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"

وہ بچے کا سامان سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھنے لگی۔ منجالی میرے پاس آگئی۔ اس نے رسونتی کو دیکھتے ہوئے معذرت چاہی اور کہا "مادام! میرا وجود آپ پر گراں گزرتا ہے۔ میں اس کے لیے شرمندہ ہوں۔ بس ایک بات اپنے آقا سے پوچھ کر جا رہی ہوں۔"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا "میں طیارے کے باہر جاؤں گی تو کس سے رابطہ قائم ہوگا؟"

"تم چلی جاؤ۔ میں نے یہاں کے باس کو تمھارا حلیہ بتا دیا ہے۔ وہ تم سے خود ہی ملے گا اور تمھیں تمھاری رہائش گاہ تک پہنچا دے گا۔"

وہ شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔ مسافر طیارے سے یکے بعد دیگرے باہر جا رہے تھے۔ ان میں منجالی بھی تھی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو رسونتی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "آخر اس میں کیا بات ہے۔ مجھے یہ خطرناک کیوں لگتی ہے؟"

"تمھارا وہم ہے۔ تم اس کے متعلق نہ سوچو۔"

"میں نے کئی بار سوچا کہ نہیں سوچوں گی مگر آپ ہی آپ سوچتی چلی جاتی ہوں۔ مجھے اس کی ایک ایک بات یاد آ رہی ہے — یہ زہریلی ہے۔ اس کے جسم کا درجہ حرارت غیر معمولی ہے۔ جب یہ میرے پاس ملازمہ کے طور پر تھی تو میں اس سے کہا کرتی تھی، مجھ سے ذرا دور رہے۔ اس کی حرارت ناقابلِ برداشت ہوتی تھی لیکن یہ اتنی محبت کرنے والی، اتنی خدمت گزار تھی کہ میں اس سے زیادہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتی تھی۔"

"تم آج بھی بھروسہ کرو۔ یہ تمھاری وفادار ہے اور تمھیں کسی موقع پر نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ نقصان سے بچائے گی۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا تاکہ رسونتی اپنی جگہ سے اُٹھ کر جا سکے۔ وہ بچے کو سنبھالتے ہوئے، ایک ہاتھ سے بیگ اٹھا کر میرے قریب آئی۔ جانے سے پہلے اس نے مجھے یاد دلایا "دیکھو، مجھے نہ بھولنا مجھ سے دور نہ ہونا۔ اگر کسی بہانے سے دور بھیج رہے ہو تو ابھی بتا دو۔ میں برداشت کر لوں گی۔"

"میں نے کہا نا آج رات کا کھانا تمھارے ساتھ کھاؤں گا۔ اب جاؤ۔"

وہ جانے کے لیے پلٹ گئی۔ پھر چونک کر میری طرف گھوم گئی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"یہ جو تمھارے بدن میں حرارت محسوس ہو رہی ہے، یہ تو کچھ ویسی ہی لگتی ہے۔"

میں سمجھ گیا، وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ میں نے انجان بن کر کہا۔ "رسونتی! خدا کے لیے جاؤ۔ ابھی بہت سے کام پڑے ہیں۔ مجھے دشمنوں سے نمٹنا ہے۔ میں جس روپ میں ہوں۔ یہ روپ میرے لیے مصیبت بنا ہوا ہے۔ طیارے سے باہر جا کر کیا ہوگا۔ یہ میں نہیں جانتا۔ تم خواہ مخواہ شبہے میں گرفتار ہو کر مجھے اور زیادہ نہ اُلجھاؤ۔"

وہ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی "میں نہیں جاؤں گی۔ جاؤں گی تو تمھارے ساتھ جاؤں گی۔"

"یہ کیا ضد ہے؟"

"ضد سمجھو یا میرا حق۔ میں تمھاری شریکِ حیات ہوں۔ تم پر پیار رنگ اب تک نہیں چڑھا مگر اس کالی بلا کا بخار چڑھ گیا ہے۔"

میں نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ پھر کہا "یہ اپنے شوہر سے لڑنے کا وقت نہیں ہے۔ جب میں تمھارے پاس آؤں گا تو جی بھر کر لڑائی کرنا۔"

"ابھی وقت ہو یا نہ ہو، میں تمھارے ساتھ چلوں گی۔ میں دیکھتی ہوں، باہر تمھارے کون سے دشمن ہیں۔ مصیبت آئے گی تو پہلے مجھ پر آئے گی۔ موت آئے گی تو مجھ پر آئے گی۔ میں تمھارے سامنے ڈھال بن کر چلوں گی۔"

وہ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "آدمی دس مَردوں سے لڑ سکتا ہے۔ ایک بیوی سے نہیں لڑ سکتا۔ چلو، مگر یاد رکھو، تم ہمیشہ اپنی ضد کے باعث میرے لیے مصیبت بن جاتی ہو۔"

وہ میرے پیچھے پیچھے آنے لگی۔ گود میں بچے کو اٹھائے چل رہی تھی۔ مجھے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ میں نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا "میں آخری بار سمجھا رہا ہوں۔ عزت علی ہر جگہ تنہا آتا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ نہ کوئی عورت ہوتی ہے، نہ کوئی ساتھی ہوتا ہے۔ تمھاری اور بچے کی موجودگی سے لوگ مجھ پر شبہ کریں گے۔ جو لوگ عزت علی کے استقبال کے لیے آئے ہوں گے۔ وہ تمھیں اور بچے کو دیکھ کر کیا سوچیں گے۔ میں تمھارے بارے میں کسی کو کیا بتاؤں گا۔"

اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی "میں بھول گئی تھی کہ میں اس وقت کسی عزت علی کے ساتھ ہوں اور میری موجودگی سے اس کی عزت میں فرق آئے گا۔ مجھے تو اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہیے۔ میں بدنصیب ہوں جا رہی ہوں۔ انتظار کروں گی شاید میرا شوہر میرے پاس آجائے۔"

وہ بچے کو لیے ہوئے میرے پاس سے گزر کر سیدھی دروازے کے پاس پہنچی۔ پھر باہر جانے لگی۔ میں نے ریڈ پاور کے باس ناٹھن کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ طیارے سے نکل کر آنے والی مسافر عورتوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے دور سے منجالی نظر آگئی۔ میں نے کہا۔ "مسٹر ناٹھن! اس طیارے میں صرف ایک ہی نیگریس ہے جو آپ کو نظر آ رہی ہے۔ سب سے آخر میں جو عورت آ رہی ہے وہ مارواڑی لباس میں ہے۔ اس کی گود میں بچہ ہے اور ہاتھ میں باسکٹ۔ یہ مادام رسونتی ہیں۔ آپ خاص طور پر ان کے ساتھ ان کی رہائش گاہ تک جائیں اور منجالی کو اپنے کسی اسسٹنٹ کے ساتھ بھیج دیں۔"

میرے سامنے دو انگریز مسافر اپنا مختصر سا سامان اُٹھائے دروازے سے باہر جا رہے تھے۔ ان کے جانے کے بعد میں آخر میں دروازے پر آیا۔ طیارے سے باہر آنے سے پہلے میں نے دُور تک نظریں دوڑائیں۔ بہت دور وزیٹرز لابی میں کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ وہ اپنے آنے والے عزیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص دوربین لگائے ہوئے تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

تین چار قدم چلنے کے بعد میں ذرا نظریں اُٹھا کر وزیٹرز لابی کی طرف دیکھتا تھا۔ وہ دوربین یقیناً میری طرف تھی۔ دیکھنے والا صرف مجھے دیکھ رہا تھا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پھر سر اُٹھا کر دیکھا۔ اچانک ہی وہاں انتشار پیدا ہوا۔ دوربین والے کے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو کوئی تیزی سے ہٹاتا ہوا آیا۔ پھر اس سے پہلے کہ دوربین والا کچھ سمجھتا، آنے والے نے اس کے پیٹ میں اپنے ایک ہاتھ کی کہنی ماری۔ وہ تکلیف کی شدت سے ریلنگ پر جھک گیا۔ دوسرے ہی لمحے کہنی مارنے والے نے [illegible] میں پکڑ کر اسے اُٹھا دیا۔ وہ لابی کی بلندی سے نیچے آ کر [illegible] اسے مارنے والا ابھی مطمئن نہیں ہوا تھا اس نے بھی [illegible] سے چھلانگ لگائی۔ ٹھیک اس کے سر کے پاس آ [illegible] یوں کھڑا ہوگیا جیسے جمناسٹک کا ماہر ہو۔ لڑکھڑانا اور دم [illegible] جانتا ہو۔

گرنے والا زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ اُٹھنا چاہتا تھا کہ پھر اس کے مُنہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ چیختا ہوا فرش پر تڑپنے لگا۔ چھلانگ لگانے والے نے پھر فضا میں ایک چھلانگ لگائی۔ جس طرح غوطہ خور بلندی سے چھلانگ لگاتے وقت فضا میں قلابازی کھاتے ہیں، اسی طرح وہ ذرا بلندی پر ایک قلابازی کھاتا ہوا سیدھا دوربین والے کے سینے پر آکر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت تک ایرپورٹ کے پُرامن ماحول میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی۔ آس پاس کے مرد اور عورتیں اِدھر اُدھر بھاگ کر دُور پہنچ کر وہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہاں کے پولیس والے بڑے ہی مستعد تھے۔ فوراً پہنچ گئے۔ میں بھی قریب پہنچ گیا تھا۔ اس فائٹر نے اس کے سینے سے پھر چھلانگ لگا کر ایک طرف اُترتے ہوئے پولیس آفیسر سے مینڈرن زبان میں کچھ کہا۔ وہ سنگاپور کا باشندہ تھا۔ پولیس آفیسر نے فوراً ہی جھک کر دُوربین والے کے گلے سے دوربین نکالی پھر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ میں نے قریب پہنچ کر دیکھا۔ دوربین کے درمیانی حصّے میں ایک تپلی سی نالی تھی، جہاں سے اپنے ٹارگٹ پر فائرنگ کی جا سکتی تھی۔

میرے قریب پہنچتے ہی سنگاپوری فائٹر نے ایک اُلٹی قلابازی کھائی۔ میرے سامنے سے دو قدم پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہاں سے پھر اس نے الٹی قلابازی کھائی پھر دو قدم پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح مجھ سے چار پانچ قدم دور جانے کے بعد اس نے اپنے گھٹنے فرش پر ٹیک دیے، سینے پر ہاتھ رکھا اور سر کو میرے سامنے جھکا دیا۔ عجیب بندر کی اولاد تھا۔ سیدھی طرح احتراماً میرے سامنے جُھک سکتا تھا لیکن قلابازی کھانے کے بعد احترام کر رہا تھا۔ میں نے جواباً مسکرا کر اسے دیکھا لیکن اندر ہی اندر پریشان تھا، یہ معاملہ کیا ہے؟ یہ کون ہے جو میری اتنی عزت کر رہا ہے اور اس نے عین وقت پر مجھے موت کے مُنہ سے بچایا ہے؟

یہ کہنا غلط ہے کہ اس نے مجھے بچایا۔ دراصل اس نے عزت علی کے سامنے سے موت کا یا رائفل کا رُخ پھیر دیا تھا۔ یہ عزت علی کون ہے؟ یہ بات دماغ میں بُری طرح چُبھنے لگی اور اُلجھنے لگی۔ اسی وقت ایک آفیسر نے آکر مجھ سے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو مسٹر عزت علی! ہمیں افسوس ہے کہ ہماری موجودگی میں ایسا واقعہ پیش آیا۔"

وہ واقعی افسوس کا اظہار کر رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کو افسوس نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ یہ سانحہ پیش نہیں آیا۔"

"آپ ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ آیئے ہم آپ کو پارکنگ ایریا تک پہنچا دیں۔"

پولیس والے اس مجرم کو پکڑ کر لے جا رہے تھے۔ میں اس آفیسر کے ساتھ چلتے ہوئے آس پاس دیکھنے لگا۔ میرے آگے وہی سنگاپوری فائٹر تھا لیکن اب تین کا اور اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک فائٹر میرے پیچھے بھی تھا۔ میرے دائیں بائیں جو فائٹر تھے، ان چاروں نے جوڈو کراٹے کا مخصوص لباس پہن رکھا تھا اور ان چاروں کی کمر سے سیاہ بیلٹ بندھی ہوئی تھی یعنی وہ خطرناک قسم کے بلیک بیلٹر تھے اور تھیں۔

میں اور آفیسر ان چاروں کے گھیرے میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ میں نے پولیس آفیسر کے دماغ کو کریدنا شروع کیا مگر خاطر خواہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پتا نہیں یہ کون شخص ہے۔ جب بھی سنگاپور آتا ہے، ہمیں بہت ہی الرٹ رہنا پڑتا ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "یہ کیسے پتا چلا کہ عزت علی اس طیارے سے پہنچنے والا ہے؟"

اس کی سوچ نے پھر لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں، اوپر سے احکامات آئے تھے کہ مسٹر عزت علی فلاں طیارے سے آرہے ہیں۔ ایرپورٹ کے احاطے میں مشکوک لوگوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔"

میں نے اس کی سوچ میں پھر سوال کیا۔ "یہ مسٹر عزت علی یقیناً کسی ایشیائی ملک کی کوئی اہم شخصیت ہو سکتے ہیں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیاسی شخصیت ہوتے تو یہاں کی حکومت کے اعلیٰ عہدے دار استقبال کے لیے آتے۔"

"پھر یہ کوئی خفیہ پولیس کا آفیسر ہو سکتا ہے۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "میں سنگاپور سے لے کر بنکاک تک کے تمام پولیس افسران کو اور انٹیلی جنس کے افسران کو جانتا ہوں۔ ان میں کہیں بھی عزت علی کا نام تک نہیں ہے۔"

میں سوچ پڑھتے پڑھتے اس عمارت سے باہر آگیا۔ سامنے ہی ایک سُرخ رنگ کی خوب صورت قیمتی کار کھڑی تھی۔ میرے آگے چلتے ہوئے سنگاپوری فائٹر نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا پھر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ میرے دائیں طرف چلنے والی کار کے دوسری طرف چلی گئی۔ میں پچھلی سیٹ پر آیا تو میرے بائیں طرف چلنے والی بائیں طرف بیٹھ گئی۔ دوسرے سائیڈ کا دروازہ کھول کر وہ دائیں طرف آگئی۔ دروازے بند ہو گئے۔ سامنے اسٹیئرنگ سیٹ پر ایک ڈرائیور تھا۔ ڈرائیور کے پاس وہ سنگاپوری فائٹر آکر بیٹھ گیا۔ عقب نما آئینے کی پوزیشن ایسی تھی کہ میں گاڑی کے پیچھے سڑک کی طرف دیکھ سکتا تھا۔ مجھے اپنی کار کے پیچھے ذرا فاصلے پر ایک اور کار نظر آئی۔ وہاں منجالی کھڑی ہوئی تشویش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی سوچ کے ذریعے رابطہ قائم کرتے ہوئے پوچھا۔ "تم پریشان ہو......؟"

"ہاں، میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عزت علی کیا چیز ہے؟ میں نے وہ تماشا دیکھا ہے۔ جب آپ کے محافظ فائٹر نے اس دوربین والے

کی پٹائی کی تھی۔ میں مداخلت کرنا چاہتی تھی لیکن آپ کی اجازت کے لیے انتظار کر رہی تھی۔ ویسے اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ واقعی وہ سنگاپوری فائٹر بہت ہی پھرتیلا اور اپنے فن کا بھی ماہر ہے۔"

"پھر بھی تم میرے لیے پریشان ہو؟"

"آپ صرف اتنی اجازت دیں کہ میں آپ کے تعاقب میں آؤں۔ آپ کو ذرا بھی ڈسٹرب نہیں کروں گی اور نہ ہی آپ سے کوئی تعلق ظاہر کروں گی۔"

"تم اپنی تسلی کے لیے ایسا کر سکتی ہو۔"

اسی وقت ہماری کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ کار کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ ایرکنڈیشنڈ گاڑی تھی۔ جب کار ذرا آگے بڑھی تو میرے دائیں طرف والی فائٹر نے پچھلی سیٹ کے ایک بٹن کو پش کیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خانہ نمودار ہوا۔ وہاں ایک ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر آپریٹ کرنا شروع کیا میں نے دیکھا، ایک طرف کی روشنی سُرخ ہوئی تھی۔ پھر سبز ہو گئی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگی۔ "ہیلو نیما کالنگ فارسی ایف او آئی۔ ہیلو نیما کالنگ فارسی ایف او آئی۔ اوور۔"

اس نے ایک بٹن دبایا۔ سبز روشنی بجھ گئی۔ سرخ آن ہو گئی۔ دوسری طرف کسی مرد کی بھاری بھرکم آواز سُنائی دی۔ "ہیلو سی ایف او آئی اٹینڈنگ۔"

میں توجہ سے سُن رہا تھا۔ منجالی نے ڈائری پڑھ کر بتایا تھا کہ عزت علی کا کوڈ ورڈ سی ایف او آئی ہے، جسے میرے دائیں طرف بیٹھی ہوئی نیما کوڈ کر رہی تھی۔ دوسری طرف سے جواب دینے والا اپنے آپ کو سی او آئی کہہ رہا تھا یعنی اس کے عہدے میں ایف نہیں تھا اور میرے عہدے میں ایک ایف کا اضافہ تھا لیکن ہم دونوں کیا بلا تھے۔

دوسری طرف بولنے والا پوچھ رہا تھا۔ "ہیلو نیما! سب سے پہلے چیف کے متعلق رپورٹ پیش کرو۔ اوور۔"

نیما نے کہا۔ "چیف ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم آپ کی طرف آرہے ہیں۔ آپ ان سے گفتگو کریں۔ اوور۔"

نیما نے ٹرانسمیٹر میری طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے سی او آئی کی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ہیلو مسٹر عزت علی! چیف فلائنگ آفیسر آف انٹرپول......"

دوسرے ہی لمحے میرے ذہن کو جھٹکا لگا۔ میں سر کھجاتے ہوئے سوچنے لگا، کیا عزت علی بین الاقوامی سراغرساں تنظیم انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر تھا؟ ہاں فلائنگ آفیسر تھا۔ اسی لیے وہ کسی ایک ملک میں نہیں رہتا تھا۔ ہمیشہ جگہ بدلتا رہتا تھا۔

اب میں نے اپنے موجودہ رول کے متعلق سب کچھ سمجھ لیا تھا دوسری طرف بولنے والا سی او آئی کون ہے۔ یعنی وہ چیف آفیسر آف انٹرپول تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مسٹر عزت علی! آپ کو سنگاپور میں خوش آمدید کہنے سے پہلے پوچھنا چاہوں گا کہ نائیڈوا اور ٹونی کہاں ہیں؟ اوور۔"

نائیڈوا اور ٹونی وہ دو شخص تھے جو عزت علی کے ساتھ رنگون آئے تھے اور دریائے اراودی کے کنارے اپنے چیف فلائنگ آفیسر انٹرپول عزت علی کے ساتھ مارے گئے تھے۔ ان میں سے ٹونی غدار تھا۔ اسی نے نائیڈوا اور عزت علی پر فائرنگ کی تھی۔ دونوں ہلاک ہو گئے تھے لیکن ان کی جوابی فائرنگ سے ٹونی بھی بُری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ اسے فوری طبّی امداد کی ضرورت تھی لیکن باس انجیلو کے آدمیوں نے اس سے عزت علی کا راز اگلوانے کے لیے اس کی پٹائی کی تھی۔ اسے اذیتیں پہنچائی تھیں۔ جس کی تاب نہ لا کر وہ بھی مر گیا تھا۔

میں نے جواب دیا۔ "کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں آپ کے پاس پہنچ کر اس سلسلے میں گفتگو کروں؟"

"ہاں، یہ مناسب ہوگا لیکن میں مختصر طور پر سُننا چاہتا ہوں۔ وہ کہاں ہیں؟ زندہ ہیں یا نہیں؟"

"زندہ نہیں ہیں۔ ٹونی غدار نکلا۔ دریائے اراودی کے کنارے ہم اپنے مقصد سے گئے تھے۔ اس نے اچانک ہی مجھ پر فائرنگ کی۔ نائیڈوا میرے سامنے ڈھال بن گیا۔ وہ بے چارہ مارا گیا۔ میں نے جوابی فائرنگ کی اور ٹونی مارا گیا۔"

"بہت خوب۔ تمھارے جیسے ذہین آفیسر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش تو کی ہوگی کہ ٹونی غدار کیوں بن گیا تھا؟"

"میں نے اپنی حفاظت میں اچانک فائرنگ کی تھی۔ ٹونی ہلاک ہو گیا۔ مجھے اس کا افسوس ہے ورنہ میں اس سے ضرور غدّاری کی وجہ اگلوا لیتا۔"

"اس سے تمھیں معلوم نہ ہو سکا لیکن مجھ سے سنو۔ تم رنگون سے بچ کر یہاں آگئے لیکن یہاں سے شاید کہیں نہیں جا سکو گے۔ جس کار میں ہو، اس کار سے باہر بھی نہیں نکل سکو گے۔ جتنی دیر میں تم دروازہ کھولو گے، اتنی دیر میں ایک دھماکہ ہوگا اور تم اپنے محافظوں کے ساتھ ختم ہو جاؤ گے۔"

نیما نے ٹرانسمیٹر کی طرف جھک کر پریشان ہو کر پوچھا۔ "چیف! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ چیف فلائنگ آفیسر کے ساتھ ہم سب کو بھی ختم کر دینا چاہتے ہیں؟"

"میں تم لوگوں کو عزت علی کی موت کی چشم دید گواہی کے لیے زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔"

"کیا ہم سمجھ لیں کہ ٹونی کی طرح آپ بھی غدار ہیں؟"

"بکواس مت کرو۔ میں انٹرپول کی تنظیم کا غدار نہیں ہوں۔ میری عزت علی سے ذاتی دشمنی ہے۔ غور سے سنو! بہت ہی طاقت ور قسم کا بم گاڑی کے پہیے سے منسلک کیا گیا ہے۔ جب تک پہیے گردش میں رہیں گے۔ گاڑی چلتی رہے گی۔ تم لوگ محفوظ رہو گے۔ اگر گاڑی کسی سگنل کی وجہ سے رکے گی تب بھی اس وقت تک محفوظ رہو گے، جب تک کہ کوئی دروازہ نہیں کھلے گا۔ کیوں کہ پہیے سے منسلک کیا گیا ہے اور پہیے کے تاروں کو دروازے سے منسلک کیا گیا ہے۔ لہٰذا گاڑی رکنے کے بعد کوئی سا بھی دروازہ کھولا جائے گا، اسی لمحے موت کا ایسا دھماکہ ہوگا کہ سب کی زندگی نابود ہو جائے گی۔"

نیما اب ملایائی زبان میں اپنے ساتھیوں کو موجودہ صورتحال کے متعلق بتا رہی تھی۔ وہ سب کبھی میری طرف اور کبھی ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نیما کی زبان سے اس کی باتوں کا ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ وہ ڈرائیور محافظ سے کہہ رہی تھی "گاڑی نہ روکنا۔ دھیمی رفتار سے چلاتے رہنا اور تم میں سے کوئی دروازہ نہ کھولے۔"

نیما کی باتیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے دوسری طرف پہنچ رہی تھیں۔

چیف آفیسر نے کہا "شاباش نیما! اپنے ساتھیوں کو اسی طرح سمجھاتی رہو۔ جب تک دروازہ نہیں کھلے گا، وہ زندہ رہیں گے۔ جب تک گاڑی چلتی رہے گی، زندگی کی گاڑی بھی رواں دواں رہے گی۔ اگر کسی نے چالاکی سے یہ سوچا کہ کھڑکی کے شیشے نیچے کر کے اس راستے سے باہر جائیں گے تو جانے والوں کا بوجھ دروازے پر پڑے گا، اس سے بھی دھماکہ ہوگا۔ آزمائش شرط ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں کہا۔ واہ میرے مالک! تو جب بھی دیتا ہے، چھپر پھاڑ کر دیتا ہے۔ مجھے عہدہ دیا تو چھپر پھاڑ کر بین الاقوامی سراغرساں تنظیم انٹرپول کا آفیسر بنا دیا اور اب خطرات دیے تو وہ بھی چھپر پھاڑ کر۔ ہماری زندگی صرف کار کے اندر تک محدود تھی۔ باہر موت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

میں اپنے دشمن کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کر چکا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، درست کہہ رہا ہے۔ اس کار سے باہر نکلنے کا ہر راستہ موت کی طرف لے جاتا ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ اپنے دشمن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہلاک کر سکتا تھا لیکن خود ہلاکت سے نہیں بچ سکتا تھا۔

ذرا سی دیر میں ٹرانسمیٹر کے سرخ اور سبز بلب بجھ گئے۔ آواز آنا بند ہو گئی۔ نیما نے میرے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر لے کر بار بار اسے آپریٹ کیا، پھر اسے کھول کر دیکھا۔ جن طاقت ور سیل کے ذریعے ٹرانسمیٹر آن تھا۔ وہ سیل کمزور پڑ گئے تھے یعنی جان بوجھ کر پہلے ہی سے کمزور سیل اس میں رکھے گئے تھے۔ مقصد ظاہر تھا۔ اب میں یا میرے محافظ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے کسی ساتھی کو موجودہ خطرات کی اطلاع دے کر مدد کے لیے نہ بلا سکتے تھے۔ نہ ہی سمجھا سکتے تھے کہ کس میکینزم کے تحت وہ بم اس کار کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے اور ہم کس طرح موت کے منہ میں جانے والے ہیں۔

نیما نے کہا "یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ گاڑی رکنے کے بعد بھی ہم اندر بیٹھے رہ کر محفوظ رہیں گے۔ شرط یہ ہے کہ کوئی سا بھی دروازہ نہ کھولا جائے۔"

میں نے تائید میں سر ہلا کر پوچھا "تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ کا حکم ہو تو گاڑی ایک طرف روک دی جائے اور کھڑکی کے شیشے اتار کر لوگوں کو مدد کے لیے بلایا جائے۔ ہم ان سے درخواست کریں گے کہ وہ کسی ماہر میکینک کو یہاں لے آئے۔"

میں جواباً مسکرانے لگا۔ وہ بولی "سر! میں آپ کے سامنے بچی ہوں لیکن اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، آپ بڑے بڑے خطرات سے بچ نکلتے ہیں لیکن یہاں میرا ذہن کام نہیں کر رہا ہے۔ آپ کے لیے بھی یہی ایک راستہ ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "وہ چیف آفیسر بکواس کر رہا ہے۔ یہ گاڑی نہیں رکے گی۔ ڈرائیور سے کہو۔ روک کر دیکھ لے۔"

نیما نے پھر ملایائی زبان میں گاڑی روکنے کا حکم دیا۔ وہ کوشش کرنے لگا۔ میری بات سچ ثابت ہو رہی تھی۔ گاڑی چلتی جا رہی تھی۔ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ اسے ہدایات دے رہی تھی "گاڑی کو بھری پُری شاہراہ کی طرف نہ لے جاؤ۔ ایسے راستوں پر چلاتے رہو جہاں کم ٹریفک ہو اور راستے میں کم سے کم سگنل آئیں۔"

وہ ہدایات پر عمل کر رہا تھا لیکن اب راستہ چلتے لوگوں سے مدد حاصل کرنے کا بھی کوئی چانس نہیں رہا تھا۔ جب گاڑی ہی نہ رکتی تو کوئی بھی ماہر آ کر کیسے اس بم کو گاڑی سے علیحدہ کر سکتا تھا۔

یہ درست ہے، بالکل درست ہے کہ جب موت چیلنج کرتی ہے تو آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر اور نیچے، کہیں سے بھی فرار کا راستہ تلاش کرو، موت سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

ہاں امید کی ایک ہلکی سی کرن نظر آ رہی تھی۔ آخر یہ گاڑی کب تک چلتی رہے گی۔ جب ایندھن ختم ہوگا تو آہستہ آہستہ رک ہی جائے گی۔ خواہ ایک گھنٹے بعد رکے یا چار گھنٹے بعد۔ اسے تو بہرحال رکنا تھا۔ اس کے بعد کسی کو مدد کے لیے بلایا جا سکتا ہے۔

لیکن یہ ہلکی سی امید کی کرن، یہ خوش فہمی میرے آس پاس بیٹھے ہوئے محافظوں کو تھی۔ میں سوچ کے ذریعے معلوم کر سکتا تھا کہ دشمن نے ہمیں آئندہ گھیرنے کے لیے کیسے انتظامات کیے

میں نے نیما سے پوچھا "کیا دشمن نہیں سمجھتا ہوگا کہ یہ گاڑی اس کا بریک فیل ہو چکا ہے، کہیں نہ کہیں رکے گی اور ہم کہیں نہ کہیں لوگوں کو مدد کے لیے بلا سکیں گے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔ جہاں بھی یہ گاڑی رکے گی۔ دشمن نے وہاں بھی موت کا کچھ سامان کیا ہوگا۔"

میں مسکرانے لگا۔ اسے ذرا حوصلہ ہوا۔ اس نے کہا "سر! یہی آپ کا کمال ہے۔ ایسے وقت میں بھی آپ مسکراتے ہیں۔"

میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ خیال خوانی کی پرواز کی اور منجالی کے پاس پہنچ کر اسے تمام حالات تفصیل سے بتا دیے۔ اس نے مسکرا کر کہا "میرے آقا! یہ آپ کے لیے کون سا مشکل کام ہے، جس دشمن نے اس بم کو گاڑی سے منسلک کیا ہے۔ آپ اس کے دماغ پر قابض ہو کر اسے گاڑی تک لا سکتے ہیں اور اسے مجبور کر سکتے ہیں کہ وہی اس گاڑی کے نیچے جا کر اس بم کو اپنے ہاتھوں سے الگ کر دے۔"

"اگر مجھے یہ کرنا ہوتا تو میں اب تک کر چکا ہوتا لیکن یہ تو سوچو، اگر میں نے یہاں بھی خیال خوانی کا مظاہرہ کیا اور بعد میں اس دشمن نے یا دشمن کے حواریوں نے یہ سوچا کہ ان کے چیف آفیسر نے جسے مارنا چاہا تھا، اسے خود کیسے بچا لیا، تو کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہوگی؟ اس کا چرچا دور تک نہیں پھیلے گا؟ میں تو رنگون سے اس لیے نکلا ہوں کہ یہاں چھپ کر رہوں اور خیال خوانی کا مظاہرہ نہ کروں۔ دشمنوں کو سنگاپور میں میری موجودگی کا علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھ گئی میرے آقا! اس وقت آپ فرہاد علی تیمور نہیں ہیں۔ انٹرپول کے ایک افسر ہیں، جس کی مدد کے لیے میں میدانِ عمل میں آ رہی ہوں۔"

میں انتظار کرنے لگا کہ آخر وہ کرتی کیا ہے؟

منجالی جس کار میں میرے پیچھے آ رہی تھی اس کار کو ریڈ پادر کا آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے ڈرائیور سے پوچھا "کیا اس کار میں کوئی لمبی سی رسی ہوگی؟"

"رسی تو نہیں ہے۔ ہاں، تار کا بڑا سا لچھا ہے۔"

منجالی نے میری کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آگے والی گاڑی کے پیچھے جو نمبر پلیٹ ہے اس پر پھندا ڈال کر اسے روکنا چاہتی ہوں۔"

ڈرائیو کرنے والے نے حیرانی سے پوچھا "آپ اس طرح کیوں روکنا چاہتی ہیں؟ حکم دیجیے، میں گاڑی آگے لے جا کر ان کا راستہ روک دیتا ہوں۔"

"میں جیسا کہہ رہی ہوں، ویسا ہی کرو۔"

منجالی اسے تفصیل سے نہیں بتانا چاہتی تھی کہ جبراً گاڑی آگے لے جا کر راستہ روکنے سے ہم سب کے لیے کتنا خطرہ تھا۔ اس نے پوچھا "تار کا لچھا کہاں ہے؟"

"وہ ڈکی میں رکھا ہوا ہے۔"

"ایسا کرو، کار کو روکتے ہی فوراً ڈکی کھولو اور وہ لچھا نکال کر لے آؤ۔ خیال رہے، آگے والی گاڑی بہت دور نہ نکل جائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میں پھر اس گاڑی تک پہنچ جاؤں گا۔"

اس نے فوراً ہی کار کو بریک لگائے۔ اندر سے ڈکی کھولی دوڑتا ہوا ڈکی کے پاس گیا۔ پھر تار کا لچھا نکال کر لے آیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی، تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ہماری گاڑی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس وقت تک منجالی نے تار کے سرے پر پھندا بنا لیا تھا۔ اس نے کہا "آگے والی گاڑی کو ہارن دو۔ جیسے تمہیں آگے نکلنے کے لیے راستہ نہ مل رہا ہو۔"

وہ ہارن بجانے لگا۔ پھر منجالی کی ہدایت کے مطابق وہ ہماری گاڑی کے برابر آ کر گاڑی چلانے لگا۔ منجالی نے اپنی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے، ہماری طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میرے پاس بیٹھی ہوئی نیما نے کار کی کھڑکی کے شیشے نیچے کر دیے۔ منجالی نے پوچھا "کیا بات ہے۔ ہم اتنی دیر سے ہارن بجا رہے ہیں۔ ہمیں راستہ کیوں نہیں مل رہا تھا؟"

نیما نے کہا "ہم ایک مصیبت میں گرفتار ہیں۔ کیا تم کسی طرح اس گاڑی کو روک سکتی ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی گاڑی کی رفتار خود بخود سست ہونے لگی۔ ہم جانتے تھے کہ گاڑی کا ایندھن ختم ہوگا تو یہ خود بخود رکنے لگے گی لیکن ایندھن اتنی جلدی ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ دراصل آگے چڑھائی آ گئی تھی۔ گاڑی چڑھائی پر نہیں جا سکتی تھی۔ آگے جا کر رکنے والی تھی لیکن جہاں یہ رکتی وہاں سے پھر ڈھلان یعنی پیچھے کی طرف چلنے لگتی۔ اس سے پہلے ہی منجالی کی گاڑی ہماری گاڑی کے پیچھے آ گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی ہمارے پیچھے روک دی تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی ہماری کھڑکی کے پاس آئی۔ میں نے شیشے نیچے کر کے کہا "مس! کیا تم کسی میکینک کو بلا سکتی ہو۔ اس کار کے پچھلے پہیے کے ساتھ ایک بم منسلک ہے، اسے الگ کرنا ہے۔"

منجالی نے کہا "یہ کام میں خود کر سکتی ہوں لیکن یہ کیا قصہ ہے؟"

میں نے کہا "یہ بعد میں بتایا جائے گا۔ پہلے ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔"

اگرچہ میں منجالی کو پہلے ہی اس کے متعلق بتا چکا تھا لیکن وہاں اپنے محافظوں پر یہ ثابت کرنا تھا کہ منجالی میرے لیے اجنبی ہے۔ اور ہماری موجودہ سیچوئشن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔ بہرحال، وہ اپنی کار کی ڈکی سے تمام اوزار لے کر آ گئی۔ پھر سڑک پر لیٹ کر سرکتے

ہوئے ہماری گاڑی کے نیچے چلی گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے باری باری انٹرپول کے چیف کے دماغ میں اور منجالی کے دماغ میں پہنچنے لگا۔ چیف کا دماغ مجھے بتاتا تھا کہ اس بم کو کس طرح پہیے سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ یہی باتیں میں منجالی کو بتاتا جاتا تھا۔ وہ اس کے مطابق عمل کر رہی تھی۔

ایک منٹ سے بھی کم وقت لگا۔ بم گاڑی سے الگ ہو گیا۔ اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس شاہراہ پر رونق تھی لیکن کچھ رات کا بھی غلبہ تھا۔ کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہماری کار کے چاروں طرف آکر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور اور اسٹین گنیں تھیں۔ شاہراہ پر سے گزرنے والی گاڑیاں دور جا کر رکتی جا رہی تھیں۔ فٹ پاتھ پر چلنے والے ان ہتھیاروں کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ رہے تھے۔ ان مسلح افراد نے منجالی کو نہیں دیکھا تھا کیوں کہ وہ کار کے نیچے تھی۔ ان میں سے ایک نے ریڈپاور کے ڈرائیور کو ریوالور کی زد میں لے کر کہا۔" خبردار اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ گاڑی جہاں ہے وہیں رہے گی۔"

ہماری کار کے اطراف تین مسلح جوان تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔" تم سب کی موت ہر طرح تیار ہے۔ دروازہ کھولو گے تو دھماکا ہو گا اور کسی طرح باہر نکلنے میں کامیاب ہوئے تو ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے اور پھر دھماکے کا انتظار کیوں کیا جائے۔ کھڑکی کے یہ شیشے توڑ کر تمھارا کام تمام کیوں نہ کیا جائے؟"

میں نے نیما کی طرف جھکتے ہوئے آہستگی سے کہا۔" وہ لڑکی جو کار کے نیچے گئی تھی۔ یقیناً اب تک اس بم کو ہٹا چکی ہے۔ اگر تم سب ایک وقت میں اچانک ہی دروازے کو باہر کی طرف کھولو گے تو یہ دشمنوں کی توقع کے خلاف ہو گا۔"

ریڈپاور کے ڈرائیور کو جس آدمی نے ریوالور کی زد پر لے رکھا تھا، میں اس کے دماغ میں آسانی سے پہنچ کر ریوالور کو ہاتھ سے گرا سکتا تھا لیکن پھر بھی محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ میں بہت مجبوری کی حالت میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کرنا چاہتا تھا۔

ویسے منجالی نے مجھے کچھ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ ریوالور والا ہماری کار کے پچھلے حصے سے لگا کھڑا تھا یعنی ڈکی کی طرف تھا اور اسی طرف منجالی زمین پر کار کے نیچے لیٹی ہوئی تھی۔ وہ لیٹے ہی لیٹے زمین پر سرکتے ہوئے اس ریوالور والے کے قدموں تک پہنچی پھر کار کے نیچے سے سر نکال کر اپنے دانت اس کی ایک ٹانگ میں گاڑ دیے۔

میں ریوالور والے کے دماغ میں اس کا نتیجہ دیکھنے کے لیے نہیں رہا کیوں کہ نتیجہ ظاہر تھا۔ مجھے اپنی جگہ دماغی طور پر موجود رہنا تھا البتہ دماغی طور پر حاضر رہ کر بھی میں نے ریوالور والے کے حلق سے ایک کرب ناک کراہ سنی۔ اسی وقت ایک اور دشمن نے اسٹین گن کے دستے سے ہماری کھڑکی کے شیشے کو توڑنا چاہا۔ میرے آس پاس بیٹھے ہوئے فائٹروں نے ایک ہی وقت میں پتا نہیں کس زبان میں کچھ کہا اور ایک جھٹکے سے دروازے کو باہر کی طرف کھولا۔ تینوں مسلح جوان جو کھڑے ہوئے تھے وہ دروازے کی زد میں آکر پیچھے لڑکھڑاتے ہوئے گئے۔ ان کا اتنا ہی لڑکھڑانا کافی تھا۔ تینوں فائٹر بجلی کی طرح پھرتیلے تھے۔ اس سے پہلے کہ دشمن سنبھلتے، وہ کار سے باہر نکل کر ان کو اپنے حملوں کی زد میں لے چکے تھے۔ وہ انھیں ہتھیار استعمال کرنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ ان میں سے دو کے ہتھیار تو پہلے ہی گر چکے تھے۔

میں کار سے نکل آیا تھا۔ اُدھر منجالی زمین پر کھسکتے ہوئے کار سے باہر آگئی تھی۔ ہم دونوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اپنے فائٹروں کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دشمنوں پر چھائے ہوئے تھے۔ ہماری ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں نے منجالی کا ہاتھ پکڑ کر کار کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔" چلو، یہاں سے۔"

ہمیں کار کے پچھلے دروازے کو کھولتا دیکھ کر ریڈپاور کا ڈرائیور اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا تھا۔ منجالی نے کہا۔" یہاں سے فوراً نکل چلو۔" اس نے حکم کی تعمیل کی۔ کار کو فوراً اسٹارٹ کر کے پیچھے کی طرف لے گیا۔ ہمارے سامنے کھڑی ہوئی گاڑی بھی پیچھے آنے لگی لیکن وہ سست رفتاری سے ڈھلان کی طرف آرہی تھی۔ ہماری گاڑی تیزی سے پیچھے کی طرف گئی۔ پھر اس نے ایک یوٹرن لیا۔ اس کے بعد میرے دشمنوں اور میرے محافظوں سے دور ہوتی چلی گئی۔ چونکہ میں اپنی جان بچانے والوں کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لیے نیما کے دماغ میں موجود رہا۔

وہ بڑی جی داری سے لڑ رہے تھے۔ دشمن بُری طرح مار کھا رہے تھے۔ جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی اس نے انھیں نشانے پر رکھنا چاہا۔ میں اس کی آواز سن چکا تھا۔ میں نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اوپر اُٹھا دیا۔ اسٹین گن سے فائرنگ ہوئی لیکن وہ نوے ڈگری کی فائرنگ تھی۔

میں نے ٹیلی پیتھی کا استعمال کرتے وقت احتیاطاً اس کی زبان سے چیخ کر کہا۔" تم سب رک جاؤ۔ ابھی میں نے نوے ڈگری پر فائر کیا ہے۔ اب تم لوگوں پر فائر کروں گا۔"

اس کی زبان سے یہ کہلانے کا مقصد تھا کہ وہ ابھی کسی کو نقصان نہیں کرنا چاہتا ہے صرف دھمکی دے رہا ہے اور اس میں ٹیلی پیتھی کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اتنی دیر میں ایک فائٹر نے اس اسٹین گن والے کے پیٹ پر لات ماری تھی۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا جھکنے لگا۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اپنے ہتھیار کو اپنے ہاتھوں سے استعمال کر سکتا کیوں کہ اس پر پے در پے جوڈو کراٹے کے حملے ہو رہے تھے۔

ان چار مسلح جوانوں میں سے ایک کو منجالی نے ختم کیا تھا۔ باقی تین کو اتنے نڈھال ہو گئے تھے کہ ان میں بھاگنے کی سکت نہیں تھی۔ میں اُدھر سے مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ منجالی نے پوچھا۔" آپ نے انھیں کیوں چھوڑ دیا؟"

میں نے کہاں چھوڑا؟ ابھی انہی کے پاس تھا۔ اطمینان ہونے پر آیا ہوں۔ وہ چاروں سنگاپوری فائٹر بڑے باکمال ہیں۔ انھوں نے دشمنوں پر قابو پا لیا ہے۔"

"لیکن آپ انھیں چھوڑ کر کیوں چلے آئے۔ کیا عزت علی کا یہ روپ ختم کر دیں گے؟"

"یہ روپ میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ تقدیر نے مجھے ان لوگوں سے ٹکرا دیا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اب میں کیا کر سکتا ہوں۔ ان کے افسر کا دماغ میری مٹھی میں آگیا ہے۔ دوسری وہ فائٹر نیما ہے جس کے ذریعے میں انٹرپول میں کسی وقت بھی موجود رہ سکتا ہوں۔"

"ہاں، میں تھوڑی دیر پہلے سوچ رہی تھی کہ آپ کے ساتھ کتنی، اتنی پریشانیاں ہیں۔ ہر طرف آپ کو خیال خوانی کے ذریعے حاضر رہنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں عزت علی کا یہ روپ دشواریاں پیدا کرے گا۔"

ہم سوچ کے ذریعے گفتگو کر رہے تھے تاکہ ریڈپاور کا وہ ڈرائیور عزت علی کی حیثیت سے نہ پہچان سکے۔ میں نے منجالی سے کہا۔" اس سے کہہ دو۔ مجھے رسونتی کی رہائش گاہ تک پہنچا دے۔"

منجالی نے اسے حکم دیا۔ وہ گاڑی کو اسی طرف لے جانے لگا۔ منجالی نے سوچ کے ذریعے کہا۔" منجالی! ایک بات مجھے نہیں معلوم تھی جو رسونتی کے قریب پہنچ کر معلوم ہوئی۔"

اس نے کہا۔" آپ نے دو گھنٹے بعد مادام سونیا سے آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

میں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔" اوہ، ابھی تھوڑی دیر پہلے وہاں پہنچنے کے لیے سوچا تھا۔ پھر باتوں میں بھول گیا۔ ابھی آتا ہوں۔"

میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔" میں ایک گھنٹے سے انتظار کر رہی ہوں۔"

"میں نے دو گھنٹے بعد آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"جی ہاں، وہ دو گھنٹے کب کے گزر گئے۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ تمھارے انتظار میں گزر گیا۔ کہاں پھنسے رہے؟"

"کیا بتاؤں۔ اس وقت عزت علی نامی ایک شخص کے روپ میں تھا۔ پہلے تو وہ بڑا پُراسرار نظر آیا۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ ایک اعلیٰ افسر تھا۔ میں تو مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ بڑی مشکلوں سے جان بچائی ہے۔"

"کیا انٹرپول میں رہنے کا ارادہ نہیں ہے۔ بہت بڑا عہدہ ملا ہے۔"

"طعنے نہ دو۔ میں اتنے بڑے بین الاقوامی ادارے کو چھوڑ تو نہیں سکتا لیکن ابھی اس ادارے میں رہ بھی نہیں سکتا۔ تم اسرائیلی حدود سے نکل آؤ گی تو پھر دیکھا جائے گا۔ ثباتِ معظم نے میری باتوں کا کیا جواب دیا ہے؟"

"وہ کہتا ہے جس طرح سرِ بازار میرا مذاق اڑایا گیا اور مجھ پر کچرا پھینکا گیا تھا اس کا تعلق اس سے نہیں ہے۔ اس نے کبھی ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ دراصل یہاں کے عام یہودی تمھارے اور میرے نام سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ ہمیں مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان کے اعلیٰ حکام نے سختی سے انھیں منع کیا ہے۔ لہٰذا وہ میرا مذاق اڑا کر مجھ پر کچرا پھینک کر اپنے انتقامی جذبے کی تسکین کر رہے تھے۔"

"کیا تم جب بھی شہر میں جاؤ گی تو لوگ اسی طرح سلوک کریں گے اور ثباتِ معظم کچھ نہیں کرے گا؟"

"وہ کہتا ہے عوام کو کنٹرول کرنا بعض اوقات دشوار ہو جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ آئندہ میں تنہا ہوٹل سے نہ نکلوں جب بھی نکلوں گی تو ان کے محافظ میرے آس پاس رہا کریں گے۔"

"بھئی یہ بڑے مکار ہیں۔ یہ کبھی اعتراف نہیں کرتے کہ انھوں نے تمھیں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ تمھیں آرام سے ہوٹل میں رہنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن تم نکلتی ہو تو ان کے آدمی تم پر کیچڑ اُچھالتے

سب رنگ ڈائجسٹ میں چھپنے والی سلسلے دار کہانی

قیمت: -/۳۰ روپے ۞ ڈاک خرچ -/۱۰ روپے

- ایک ایسے پجاری کی داستان جو صدیوں پہلے مر گیا تھا لیکن اس کی لاش مندر کے تہہ خانے میں اصل حالت میں موجود تھی۔
- سوناگھاٹ کے علاقے پر اس پجاری کی پُراسرار طاقتوں کی حکومت تھی اور وہ ہر جگہ نظر آتا تھا۔
- ایک مظلوم اور بے بس انسان کی کہانی جو حالات سے تنگ آکر بدی کی طاقتوں کا غلام بن گیا اور زبردست پُراسرار طاقتیں حاصل کر لیں
- وہ طاقتور ترین شخص بن گیا

...ہے۔"

...بدی کی طاقتیں کیا تھیں ہوا۔ زخم بھر بھی جاتے ہیں۔ آپ ڈبل جوئیل سے کیا کام ایک شخص کی موت چاہتے تھے؟

اپنے قریبی... ہم چاہتے تھے، فرہاد اس سے شادی کر لے اور اس طرح وہ ... کا باپ بن جائے۔ اس بچے کو ہم نہایت اعلیٰ ماحول ... اور اس طرح ہمارے ہاتھوں فرہاد صاحب کو اُن کے ... تباہی ہے اُس کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔"

...فرہاد کی آئندہ نسل کو پالنے کا ٹھیکہ لے رہے ہیں۔"

سب رنگ ڈائجسٹ سیریز
اِنکا بھائی، دو حصے
قیمت فی حصہ ۴۰ روپے، ڈاک خرچ ۱۰ روپے
مکتبہ سب رنگ ...
کتابیات پبلی کیشنز

ہیں۔ اس طرح تمھیں ایک جگہ پابند کیا جا رہا ہے اور سمجھایا جا رہا ہے کہ تمھاری بہتری ہوٹل کے کمرے تک محدود رہنے میں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انھوں نے آہنی سلاخوں کے پیچھے تمھیں قید نہیں کیا، ایک عالیشان ہوٹل کے کمرے میں محدود کردیا ہے۔ باہر نکلو گی تو مسلح فوجی تمھارے ساتھ رہیں گے۔ جس طرح قیدیوں کے ساتھ سپاہی رہا کرتے ہیں۔ بات وہی ہے لیکن انھوں نے انداز بدل دیا ہے"۔

"میں نے ان سے پوچھا تھا، مجھے کب تک یہاں رکھا جائے گا؟ وہ مجھ سے پوچھتے ہیں، بھلا مجھے یہاں کیا تکلیف ہے؟ کیا میں فرہاد کے پاس جانا چاہتی ہوں؟ میں نے اقرار کیا۔ وہ ہنسنے لگے۔ ثبات معظم نے کہا۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے" فرہاد تم سے دور بھاگتا ہے اور تم اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی ہو۔ تم اس سے ایک عرصے سے جدا ہو۔ پھر یہاں سے جاکر اس سے کہاں ملو گی؟

میں نے پوچھا "تم نے کیا جواب دیا؟"

"کیا جواب دوں؟ تمھاری بے وفائی، بے مروّتی کے باعث وہ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم مجھ سے دور ہی بھاگتے ہو؟"

"کیوں مجھے الزام دے رہی ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ بابا صاحب کے ادارے میں اس وقت تک رہو گی جب تک یوگا کی مشقیں مکمل نہیں ہو جائیں گی اور بابا صاحب کے سائے میں رہ کر ان سے کچھ اور قوتیں بھی حاصل کرو گی"۔

"میں نے کہا تھا لیکن بابا صاحب تو گزر گئے"۔

"یوگا کی مشقیں تو نہیں گزریں۔ میں کیسے سمجھ لیتا کہ تم میرے پاس آنا چاہتی ہو۔ وہ تو میں نے حالات سے مجبور ہو کر تمھیں شاہینہ تک جانے کے لیے کہا تھا۔ اگر میرے پاس آنا چاہتی ہو تو وہاں سے نجات حاصل کرنے کے بعد ضرور آجانا۔ وہ لوگ تمھاری رہائی کے متعلق کیا کہتے ہیں؟"

"ثبات معظم کہہ رہا تھا کہ میرے متعلق اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ یہودیوں کی بہت سی اہم شخصیتیں اس اجلاس میں شریک ہوتی ہیں۔ اجلاس میں شامل لوگوں کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ جب تک وہ ایک فیصلے پر متفق نہیں ہوں گے اس وقت تک میں ... اسی طرف منجالی زمین پر کار کے نیچے لیٹی ہوئی قیدی بن کر رہوں گی"۔

زمین پر سرکتے ہوئے اس ریوالور والے کے قدموں ... صوفے سے اٹھ کر کے نیچے سے سر نکال کر اپنے دانت اس کی ایک ٹانگ ... اسے کھول دیا۔

میں ریوالور والے کے دماغ میں اس کا نتیجہ دیکھ ... ہوئے اندر رہا کیوں کہ نتیجہ ظاہر تھا۔ مجھے اپنی جگہ دماغی طور ... ہیں۔ وہ دس دماغی طور پر حاضر رہ کر بھی میں نے ریوالور وا... کرب ناک کراہ سنی۔ اسی وقت ایک اور ... تھا میرے لیے تو ایسے اہتمام ... ن ہوں اور مجھ سے ملاقات

کے لیے پہلے سے اطلاع دی جاتی ہے لیکن یہ اطلاع مجھے ... پر بھی دی جا سکتی تھی"۔

آنٹی نے مسکرا کر کہا "تم بہت خوش نصیب ہو۔ تمھارا فرہاد کا کچھ ایسا رعب اور دبدبہ ہے کہ تمھیں ایک قیدی کی ... سے نہیں رکھا جا سکتا، البتہ تمھیں نظر بند رکھا گیا ہے۔ اس میں تمھاری بھلائی ہے۔ خواہ مخواہ باہر جاؤ گی تو لڑائی جھگڑے ہوں گے"۔

میں گائڈ آنٹی کی پوری باتیں نہ سن سکا۔ ہماری کار اس رہائش گاہ کے سامنے پہنچ گئی تھی جہاں رسونتی کا قیام تھا۔ میں نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا "منجالی! میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ اپنے گھر میں جاؤ"۔

وہ اسی کار میں چلی گئی۔ میں کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا۔ رسونتی دروازے پر آگئی تھی۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے سوچا اگر مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دوں گا تو وقت گزرتا جائے گا اور سونیا کے پاس نہیں پہنچ سکوں گا۔ کچھ دیر بعد ثبات معظم اس کے پاس پہنچنے والا تھا۔

میں نے رسونتی کے قریب آکر نرمی سے کہا "تم مجھ پر خواہ مخواہ شبہ کر رہی تھیں۔ میں آگیا ہوں لیکن اس وقت سونیا ایک عجیب سچویشن میں ہے۔ ایک دشمن سے اس کی ملاقات ہونے والی ہے۔ میرا وہاں موجود رہنا ضروری ہے"۔

وہ میرے ساتھ اس بنگلے میں داخل ہوتے ہوئے بولی "تم آگئے ہو تو جی بھر کر خیال خوانی کرو۔ میں نے سونیا کے پاس جانے سے کبھی نہیں روکا۔ میں تمھارے لیے چائے لاؤں؟"

"چائے پیوں گا تو پھر کھانا اچھی طرح نہیں کھا سکوں گا۔ ایسا کرو، میں مسلسل ٹیلی پیتھی میں مصروف رہوں تو تم آدھے گھنٹے بعد مجھے مخاطب کرنا اور کھانا میز پر لگا دینا۔ ضروری خیال خوانی ہوئی تو میں کھانے کے دوران بھی مصروف رہوں گا ورنہ ہم جی بھر کر باتیں کریں گے"۔

وہ خوش ہو کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ کر پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ ثبات معظم اس کے پاس بیٹھا ہوا فرانسیسی زبان بول رہا تھا۔ میں سونیا کے دماغ سے اس کا ترجمہ سن رہا تھا۔ اس نے آتے ہی پوچھا "کیا مسٹر فرہاد نے رابطہ قائم کیا ہے؟"

سونیا نے جواب دیا "انھوں نے وعدہ تو کیا تھا لیکن ابھی تک آئے نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہیں الجھے ہوئے ہیں۔ اکثر ان کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ وعدہ کر کے جاتے ہیں۔ پھر کئی کئی گھنٹے بلکہ کئی کئی دن تک مجھ سے رابطہ قائم نہیں کرتے"۔

"آپ یہاں ہیں۔ انھیں آپ کی فکر ضرور ہوگی۔ وہ زیادہ دیر تک آپ سے غافل نہیں رہیں گے"۔

"ہاں، وہ غافل نہیں رہیں گے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی بے پناہ مصروفیات کے باعث مجھے مخاطب نہیں کرتے ہیں۔ چند سیکنڈ کے لیے چپ چاپ میرے دماغ میں جھانکتے ہیں پھر مجھے بخیریت دیکھ کر واپس چلے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، وہ میرے دماغ میں چپ چاپ آکر واپس چلے گئے ہوں"۔

اس نے مسکرا کر کہا "بھئی یہ ٹیلی پیتھی بڑا عجیب و غریب علم ہے"۔

سونیا نے مسکرا کر کہا "عجیب ہے مگر غریب نہیں ہے"۔

وہ تائید میں سر ہلا کر بولا "جی ہاں، جی ہاں۔ ہم نے اپنے کتنے ہی ذہین افراد کو اس علم کے حصول کے لیے دن رات مصروف رکھا۔ انھیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں۔ ٹیلی پیتھی سے متعلق دنیا جہان کی کتابیں حاصل کیں اور اس سلسلے میں جتنے ماہرین دستیاب ہو سکتے تھے، ان کی خدمات حاصل کیں۔ آج بھی ہمارے یہاں ٹیلی پیتھی سیکھنے میں سیکڑوں طالب علم مصروف ہیں لیکن سمجھ میں نہیں آتا، کہاں کون سی خامی رہ جاتی ہے۔ کیسی غلطی ہوتی ہے کہ یہ علم حاصل ہوتے ہوتے رہ جاتا ہے۔ ہمارے کئی طلبہ و طالبات نے کہا ہے کہ وہ پوری طرح اپنے آپ کو منزل کے قریب محسوس کرتے ہیں لیکن منزل سے بھٹک جاتے ہیں۔ کاش مسٹر فرہاد ہمارے دوست ہوتے اور ہماری رہنمائی کرتے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ انھیں کس طرح اپنی دوستی اور خلوص کا یقین دلائیں"۔

"کسی کو اپنے خلوص کا یقین دلانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آدمی کے اندر سچائی ہو تو وہ خود بخود باہر آجاتی ہے"۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"۔

"مطلب صاف ہے۔ منزل تک پہنچنے کے لیے خود چل کر جانا پڑتا ہے لیکن آپ منزل سے دور بھاگتے ہیں"۔

"وہ کیسے؟"

"اگر آپ فرہاد کو دوست بنانا چاہتے ہیں، اپنے خلوص کا ثبوت دینا چاہتے ہیں تو پھر انگریزی میں باتیں کریں۔ اس سے دور بھاگنے کے لیے یہ فرانسیسی زبان کیوں استعمال کر رہے ہیں؟"

وہ صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے بولا "ہم اپنی حفاظت کے لیے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ دیکھیے نا، جب تک ہمارے درمیان دوستی کا یقین نہ ہو جائے اور ایک دوسرے سے کوئی نقصان نہ پہنچنے کا معاہدہ ہو جائے تو پھر ہم کھل کر فرہاد صاحب کے سامنے آجائیں گے"۔

"آپ کو دوستی کا یقین کیسے ہو سکتا ہے اور آپ کس قسم کا معاہدہ چاہتے ہیں؟"

"دیکھیے، ہم آپ کو قیدی بنا کر رکھنا نہیں چاہتے بلکہ آپ کی موجودگی سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ فرہاد صاحب کے سامنے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ان کے دوست ہیں۔ اگر دشمن ہوتے تو اب تک آپ زندہ سلامت نظر نہ آتیں۔ پلک جھپکتے ہی ہمارا کوئی بھی آدمی ٹھائیں سے گولی مار کر آپ کو ختم کر سکتا ہے لیکن ہم دوستی اور محبت کے کسی رابطے کو ختم نہیں کرنا چاہتے"۔

"میرا خیال ہے، ہم خواہ مخواہ کی باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ایسے دوستی کے دعوے ہم بار بار سن چکے ہیں۔ آپ واضح اور غیر مبہم طریقے سے کام کی باتیں کریں۔ میں اسرائیلی حدود سے باہر جانا چاہتی ہوں۔ اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ کوئی ہیر پھیر کی بات نہ کریں۔ دل میں جو ہے، اسے زبان پر لے آئیں"۔

وہ صوفے پر ذرا سیدھا ہو کر جیسے سنبھل کر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔ "ہم دو شرائط پر آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ یہاں ہمارے بہت سے ٹیلی پیتھی کے ذہین طلبا و طالبات موجود ہیں۔ ان میں سے مسٹر فرہاد کسی ایک کا انتخاب کر کے اس کی رہنمائی کریں۔ اسے یہ علم سکھا دیں۔ انھیں زیادہ محنت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ انھوں نے اس علم کے سلسلے میں تمام ابتدائی مشقیں کی ہیں۔ تمام مراحل سے گزرتے رہے ہیں۔ وہ کوشش کریں گے تو چند ہی دنوں میں ہمارا کوئی طالب علم ٹیلی پیتھی کا یہ علم حاصل کرلے گا"۔

سونیا نے ایک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "آپ چند دن کی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا یہ علم اتنا آسان ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ ہمارے طالب علم تمام کٹھن مرحلوں سے گزر چکے ہیں"۔

"اگر گزر چکے ہوتے اور کہیں خامی نہ ہوتی تو وہ کامیاب بھی ہو چکے ہوتے۔ فرہاد شاید انھیں ابتدائی مشقیں کرائیں گے۔ بشرطیکہ وہ اس کام کے لیے راضی ہو جائیں"۔

"جہاں تک آپ کی آزادی کا سوال ہے۔ ہم حلفیہ کہہ سکتے ہیں، جس دن ہمارا کوئی لڑکا یہ علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا، اس دن آپ کے لیے یہاں کی سرحدیں کھل جائیں گی، آپ جہاں چاہیں گی جا سکیں گی"۔

"دوسری شرط کیا ہے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "ہم نے دوسری شرط پر عمل کرانے کے لیے ڈبل جوئیل کو تیار کیا تھا لیکن ان میں سے ایک تمھارے ہاتھوں بری طرح زخمی ہوگئی ہے"۔

"تو کیا ہوا۔ زخم بھر بھی جاتے ہیں۔ آپ ڈبل جوئیل سے کیا کام لینا چاہتے تھے؟"

"ہم چاہتے تھے، فرہاد اس سے شادی کرلے اور اس طرح وہ ایک اور بچّے کا باپ بن جائے۔ اس بچّے کو ہم نہایت اعلیٰ ماحول میں پالیں گے اور اس طرح ہمارے ہاتھوں فرہاد صاحب کو ان کے پہلے بیٹے کا جو صدمہ پہنچا ہے اس کا کفارہ ادا ہو جائے گا"۔

"یعنی آپ فرہاد کی آئندہ نسل کو پالنے کا ٹھیکہ لے رہے ہیں"۔

"مادام! آپ طنزیہ انداز میں گفتگو نہ کریں۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بے اختیار زبان پہ طنز آجاتا ہے۔ کبھی ہنسی آجاتی ہے۔ ہاں! بات ہو رہی تھی، ڈبل جوڑیل کی۔ ان میں سے ایک میرے ہاتھوں زخمی ہوگئی لیکن دوسری تو سلامت ہوگی۔"

"دوسری سلامت ہے لیکن وہ مصنوعی جوڑیل ہے۔ ہمارے ربّی اسفندیار نے ہپناٹائز کے ذریعے اسے سنگل جوڑیل کے دماغ سے وابستہ کر رکھا تھا جو ابھی زخمی پڑی ہے۔"

"پھر طنزیہ انداز میں کہوں گی تو آپ کو شکایت ہوگی۔ آپ لوگوں نے سنگل جوڑیل کے دماغ میں یہ بات بٹھادی ہے کہ فرہاد کے موجودہ بیٹے پارس نے اسی سنگل جوڑیل کے بطن سے جنم لیا ہے۔"

وہ چند لمحوں تک چپ رہا۔ پھر اس نے کہا "مسٹر فرہاد! آپ کے دماغ میں آجائیں تو آپ ہماری یہ دو شرطیں پیش کردیں۔"

"مسٹر ثبات معظم! آپ لوگوں نے اپنی ان دو شرائط کے ہر پہلو پر غور کرلیا ہوگا؟"

"بیشک، کوئی بات کھٹک رہی ہو تو ہمیں بتائیں۔"

"ہاں کھٹک رہی ہے۔ آپ کو ان دو شرائط کی تکمیل کے دوران نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ فرہاد آپ کے کسی طالب علم کو یا کسی طالبہ کو ٹیلی پیتھی کے علم سے روشناس کرائے گا تو کیا وہ فرہاد سے متاثر نہیں ہوں گے؟ کیا فرہاد کی سوچ کی لہریں اُن پر اس حد تک اثر انداز نہیں ہوں گی کہ وہ آپ کی وفاداری کو بھول کر فرہاد کے وفادار ہوجائیں۔"

"ہم نے اس پہلو پہ غور کرلیا ہے۔ ہمارے پاس ایسا طریقۂ کار ہے کہ ہمارے طلبا و طالبات فرہاد سے ٹیلی پیتھی تو سیکھ سکتے ہیں لیکن اس کی ٹیلی پیتھی سے متاثر ہوکر اس کے تابع فرمان نہیں بن سکتے۔"

"وہ کیسے؟"

"جب مسٹر فرہاد کسی کو علم سکھانے کے لیے راضی ہوجائیں گے تو ہم اگر مناسب سمجھیں گے تو اس بات کی وضاحت کردیں گے۔"

"دوسری شرط کے متعلق بھی میں یہی کہوں گی کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو عورت فرہاد سے شادی کرکے اس کے بچّے کی ماں بنے گی وہ فرہاد پہ دل و جان سے نثار نہیں ہوگی اور اس کی وفادار نہیں بنے گی؟"

"ہم اس مسئلے پہ غور کر رہے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں ڈبل جوڑیل کو تیار کیا تھا لیکن فرہاد نے مصنوعی جوڑیل کو ٹریپ کرلیا۔"

سونیا نے پوچھا "آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟"

"ہمارے ربّی اسفندیار نے ہپناٹزم کے ذریعے اس مصنوعی جوڑیل کے دماغ سے یہ باتیں معلوم کرلی تھیں۔ اب اس مصنوعی جوڑیل کے دماغ کو واش کردیا گیا ہے۔ اسے اصلی جوڑیل کے دماغ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس کا نام کلارا ہے۔ اب وہ فرہاد کو پہچان نہیں سکے گی اور نہ ہی اسے یاد رہے گا کہ وہ کس طرح اس کے کام آنا چاہتی تھی۔"

سونیا کچھ سوچتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ ٹہلنے کے انداز میں چلتے ہوئے اپنے صوفے کے پیچھے گئی۔ پھر صوفے کی پُشت پر ہاتھ ٹیک کر کہا "اب میں سمجھ گئی۔ جو بھی طالب علم فرہاد کے ذریعے ٹیلی پیتھی حاصل کرنا چاہے گا، اسے ربّی اسفندیار ہپناٹزم کے ذریعے کنٹرول میں رکھیں گے یعنی ایک طالب علم کے دماغ میں ایک طرف سے فرہاد اثر انداز ہوں گے تو دوسری طرف سے ربّی اسفندیار کا تاثر بھی قائم رہے گا۔ اِدھر ٹیلی پیتھی اس طالب علم کے دماغ میں جگہ بناتی جائے گی اُدھر ربّی اسفندیار اسے آپ لوگوں کا مطیع و فرمانبردار رہنے پر مجبور کرتے رہیں گے۔"

"آپ دُرست سمجھ رہی ہیں۔"

"پھر تو وہ مصنوعی جوڑیل کیا نام بتایا تھا آپ نے۔ ہاں کلارا۔ کلارا کو بھی آپ لوگ دوبارہ کنٹرول کرسکتے ہیں۔"

اس نے انکار میں سر ہلاکر کہا "نہیں، کلارا بہت کمزور دماغ کی لڑکی ثابت ہوئی۔ ہم کوئی مستقل مزاج لڑکی کا انتظام کر رہے ہیں۔ ایسی کئی سمجھ دار لڑکیاں ہماری نظروں میں ہیں۔ انھیں بھی ربّی اسفندیار اپنے کنٹرول میں رکھیں گے لیکن یہ بات پریشان کُن ہے کہ ہمارے ربّی اسفندیار آخر کب تک ایک عورت کے دماغ کو ہپناٹزم کے ذریعے کنٹرول کرسکتے ہیں۔ مسٹر فرہاد کوئی بھی موقع پاکر اس لڑکی کو کہیں سے کہیں لے جاسکتے ہیں جس طرح انھوں نے مادام رسونتی کو پھر قابو کرلیا ہے۔ بہرحال ہم اس مسئلے پر غور کر رہے ہیں۔ پہلے یہ تو معلوم ہو کہ مسٹر فرہاد ہماری ان دو شرائط کو کہاں تک تسلیم کرتے ہیں۔"

"وہ میرے دماغ میں پہنچیں گے تو میں اُن سے باتیں کروں گی۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا "جتنی جلدی یہ معاملات طے پائیں گے، اتنی جلدی آپ کی رہائی ممکن ہوسکے گی۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ پھر میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو! میں ساری باتیں سن رہا تھا۔"

"پھر خاموش کیوں رہے؟"

"اگر اپنی موجودگی کی اطلاع دیتا تو وہ ابھی اپنی شرائط تسلیم کرانے کے لیے یہاں بیٹھا رہ جاتا اور مجھ سے شرائط طے کرنے کی کوشش کرتا۔"

"تم معاملات کو ٹال رہے ہو اور میں یہاں قیدی بنی ہوئی ہوں۔ آخر کب تک ٹالتے رہو گے۔ انھیں جواب تو دینا ہی ہوگا۔"

"بیشک جواب دیں گے لیکن اچھی طرح سوچ سمجھ کر۔ تم بھی سوچو کہ اس سلسلے میں کیا کرنا ہے۔ یہاں سنگاپور میں مجھے آنکھیں کھلی رکھنی ہیں۔ اس لیے اجازت دو۔ پھر تم سے رابطہ قائم کرکے پوچھوں گا کہ ان دو شرائط کے سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے اور میں نے کیا سوچا ہے۔ او کے سونیا!"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا لیکن اپنی آنکھیں بند رکھیں ...ی آئے تو یہی سمجھے کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میں ...ے کہہ دیا تھا کہ وہ آدھے گھنٹے بعد مجھے مخاطب کرسکتی ہے۔ ...ھا گھنٹہ نہیں گزرا تھا یا گزر بھی گیا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں ...ہے فائدہ اُٹھاکر منجالی کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ...ت اپنی رہائش گاہ تک پہنچ گئی ہے یا نہیں لیکن میری خیال خوانی ...نہ ہوسکی۔ اسی وقت رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے ...کھول دیں۔ اس نے کہا "میرے سر کے تاج! تم نے آدھے گھنٹے ...ت کہی تھی۔ اب ایک گھنٹہ ہو رہا ہے۔ میں یہاں آکر تمھیں مخاطب ...ہتی تھی لیکن پارس نے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ بڑا ضدّی ہے۔ ...ستا ہے۔ بڑی مشکل سے سُلا کر آئی ہوں۔"

میں نے پوچھا "پارس تو سو گیا۔ اپنے متعلق کیا خیال ہے؟"

وہ ذرا دور کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر گھورتے ہوئے ...اے جی! کون ہو تم؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "اپنے مذہب کے لحاظ سے تمھارا ...ی خدا ہوں۔ تمھارے دھرم کے انوسار تمھارا پتی دیو اور دُنیا کے ...تمھارا جیون ساتھی۔"

"جی نہیں۔ آپ میرے کچھ نہیں ہیں۔ ذرا آئینے میں اپنا مُنہ تو ...ں۔ اس وقت میرے سامنے نہ تو میرا مجازی خدا ہے، نہ پتی دیو ...ر جیون ساتھی ہے۔ میرے سامنے تو عزّت علی ہے۔ چھی چھی، میں ...پرائے مرد سے آزادانہ طور پہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔ اونہہ۔"

وہ اونہہ کہہ کر ایک ادائے ناز سے گھوم کر باہر جانے لگی۔ میں ...ل کو تھام لیا۔ فوراً ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر باتھ روم میں گیا۔ پھر ...نک کریم کے ذریعے عزّت علی کا میک اَپ اُتارنے لگا۔ پندرہ ...ٹ کے بعد میں آئینے کے سامنے اپنا اصلی چہرہ دیکھ رہا تھا۔

تقدیر نے میرے اور رسونتی کے ساتھ عجب تماشا دکھایا تھا۔ ...ت عرصہ پہلے جب ہم دونوں وحشی قبیلے میں جا پھنسے تھے تو ایک ...ڈاکٹر نے پیشگوئی کی تھی کہ رسونتی میرے بیٹے کو جنم دے گی۔ اس ...قبیلے میں غلام سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی۔ پھر میں نے رسونتی ...لام کی حفاظت میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ دِن ہے اور آج کا دن، اس ...ل عرصے میں ہم کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکے۔ اگر ملے بھی تو ...حالت میں کہ کبھی رسونتی کی یادداشت گم ہوگئی اور کبھی میں اُسے ...حبت نہ دے سکا جس کی وہ تمنا کرتی تھی کیوں کہ یادداشت واپس ...نے کے بعد جب وہ مجھے پہچاننے لگی تھی تو بابا فرید واسطی چل ...بسے تھے۔ مجھے ان کا غم تھا اور میں اس سوگوار ماحول میں اسے محبت ...نہ دے سکتا تھا۔

بہت سارا وقت گزرنے لگا۔ رات اتنی لمبی ہوگئی تھی جیسے آگے بڑھنا بھول گئی ہو۔ وہ بھی گزرنا نہیں چاہتی تھی۔

رات کے دو بجے ہم کھانے کے لیے بیٹھے۔ رسونتی میز کے دوسری طرف میرے سامنے تھی۔ ہم ایک دوسرے سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہے تھے۔ کھانے کے دوران اس نے پوچھا "فرہاد! پہلے تو تم ایسے نہ تھے؟"

"میں پہلے کیسا نہ تھا؟"

"یہی میں بہت دیر سے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ تم میں کیسی کیسی تبدیلیاں آگئی ہیں، میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ بس یہی سوچ کر رہ جاتی ہوں کہ تم پہلے جیسے نہیں رہے۔"

"بھئی اپنے ذہن میں میرا تجزیہ کرو۔ ذرا اطمینان سے سوچو، آخر میں پہلے جیسا کیوں نہیں رہا؟ کیا پہلے میں جوان تھا۔ اب بوڑھا ہوگیا ہوں؟"

وہ چونک کر بولی "نہیں، ایک بات سمجھ میں آرہی ہے تم میں پہلے سے بہت زیادہ کشش پیدا ہوگئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم مقناطیس کی چار دیواری میں زندگی گزارتے رہے ہو۔ باہر نکلے ہو تو تم میں کشش ہی کشش ہے۔ میں کئی بار تم سے ناراض ہوتی رہی مگر تمھاری طرف کشاں کشاں آتی رہی۔"

"تم بیوی ہو۔ مجھے دل و جان سے چاہتی ہو۔ ہر دم میری طرف کھنچی آتی ہو۔ یہ ایک بیوی کے لیے کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "کوئی غیر معمولی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

میں سر جھکاکر کھانے لگا۔ ذرا دیر بعد وہ ایک دم سے چونک کر سر اُٹھاتے ہوئے بولی "وہ جو تمھارے بدن میں حرارت پیدا ہو گئی ہے، وہ مجھے مشکوک کرتی ہے۔"

"مجھے اپنی کسی حرارت کا علم نہیں ہے۔ تم نے خواہ مخواہ طیارے میں مجھ سے ناراض ہونے کی کوشش کی تھی۔"

"میں خوب سمجھتی ہوں۔ اس چڑیل کو اب کبھی دیکھ لوں گی تو مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔"

میں سمجھ رہا تھا۔ وہ منجالی کو چڑیل کہہ رہی تھی۔ میں نے کہا "رات زیادہ ہوگئی ہے۔ چپ چاپ کھانا کھاکر سوجاؤ۔ کھانے کے دوران غصّہ کرنے سے بدہضمی ہوجاتی ہے۔"

"میں کھانے کے بعد سوجاؤں گی۔ تم کیا کروگے؟"

"میں تل ابیب میں پولٹری فارم کھولنے کے امکانات پہ غور کروں گا۔"

"کیا یہ کوئی مذاق ہے؟"

"تقدیر میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ ایک طرف تم دیوانہ وار محبت کرنے والی بیوی ہو۔ دوسری طرف وہ دیوانہ وار دشمنی کرنے والے

یہودی ہیں۔ تم دونوں کو میرے بچوں کی ضرورت ہے۔ سُنا ہے تمھارے ہاں بھگوت گیتا کے کورو خاندان میں کسی کے پورے ایک سو بچے تھے۔"

وہ ناگواری سے بولی" ہو گا۔ مجھے گیتا یاد نہیں ہے۔"

"یہودی ایک سو بچوں سے کم پر راضی نہیں ہوں گے۔ اگر میرے ایک سو ہو گئے تو تمھیں گیتا یاد آجائے گی۔"

اس نے جواب نہیں دیا۔ کھانے کے بعد ملازمہ کو آواز دی۔ ریڈ پاور کے باس نے ہمارے لیے ایک باورچی اور ایک ملازمہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ میز پر سے پلیٹیں اٹھانے لگی۔ ہم خواب گاہ میں آ گئے۔ وہ سونے کے لیے بستر پر چلی گئی۔ میں کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اگرچہ کوئی اہم خیال خوانی نہیں تھی۔ سونیا کی طرف سے اطمینان تھا۔ میں آرام سے سو سکتا تھا لیکن میں نے سوچا" پہلے رسونتی سو جائے" اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

میں نے کرپادان کے پاس پہنچ کر پوچھا" تم پیرس کب جا رہے ہو؟"

"کل صبح کی فلائٹ سے جانے والا ہوں۔ میں نے تمام انتظامات کر لیے ہیں۔"

"تم وہاں پہنچو گے تو تمھارے استقبال کے لیے ایک لڑکی آئے گی۔ وہی تمھاری رہائش کا انتظام کرے گی۔"

میں اس سے ضروری باتیں کرنے کے بعد باس اینجلو کے پاس پہنچا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ اس وقت وہ سونے کے لیے جا رہا تھا۔ میں نے کہا" میں آپ کے آرام میں خلل ڈال رہا ہوں۔"

"جناب! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھ سے دور ہو کر بھی یاد کر رہے ہیں۔"

"میں بتانے آیا ہوں کہ بخیریت سنگاپور پہنچ گیا ہوں۔ میں نے عزت علی کا میک اپ ختم کر دیا ہے۔ ویسے آپ جانتے ہیں۔۔۔ عزت علی کون تھا؟"

"پُراسرار آدمی ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ بہت ہی گہرا آدمی تھا۔"

"آپ کو یہ سُن کر تعجب ہو گا کہ وہ انٹرپول کا ایک بڑا آفیسر تھا۔"

باس اینجلو کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے پوچھا" کیا واقعی؟"

"ہاں ابھی میں اپنے معاملات میں بُری طرح اُلجھا ہوا ہوں۔ انٹرپول کے معاملات میں اُلجھوں گا تو قصہ بڑا طول پکڑ لے گا اور مصروفیات اتنی بڑھیں گی کہ کھانے اور سونے کی فرصت بھی نہیں ملے گی۔ فی الحال انٹرپول سے الگ ہوں۔ ضرورت پیش آئے گی تو اُدھر کا رُخ کروں گا۔"

"جناب فرہاد صاحب! اگر آپ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرتے تب بھی میں سنگاپور کے باس جے آر جے ناتھن کے ذریعے آپ سے رابطہ قائم کرنے والا تھا۔"

"کوئی اہم بات ہے؟"

"جی ہاں بہت ہی اہم بات ہے۔ تل ابیب میں ہمارے جتنے ایجنٹ ہیں، ان کی آوازیں میرے پاس ریکارڈ ہو کر آئی ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ ثبات معظم بھی آپ کو انگریزی بولتا سُنائی دے گا۔ کیا آپ اسی وقت سُننا پسند کریں گے؟"

"یہ اتنی اہم بات ہے کہ مجھے ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جانا چاہیے۔ آپ کیسٹ کو ریکارڈر میں لگائیے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے منجالی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ سو رہی تھی۔ میرے دماغ میں پہنچتے ہی چونک کر اُٹھ گئی۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا" میرے آقا! کیا آپ میرے پاس آئے ہیں؟"

"ہاں، تم سو رہی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ۔۔۔"

اس نے میری بات کاٹ کر کہا" آپ تو غیروں کی طرح تکلف برت رہے ہیں۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟"

"فوراً کیسٹ ریکارڈر نکالو۔ میں جس لب و لہجے میں بولتا جاؤں گا، اسی لب و لہجے کی نقالی کرتی جاؤ اور اسے ریکارڈ کرتی جاؤ۔"

ذرا دیر کے لیے میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دوسری خواب گاہ میں فرضی پارس رو رہا تھا۔ اس کی نیند اُچاٹ ہو گئی تھی۔ رسونتی کی آواز یوں آ رہی تھی جیسے وہ اسے گود میں لے کر اِدھر سے اُدھر ٹہلا رہی ہو اور منا رہی ہو۔ میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا تو بڑی حیرانی ہوئی۔ کیوں کہ وہ گہری نیند سو رہی تھی اور پارس کے جھولے کے سرہانے رکھے ہوئے کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اس کی آواز سُنائی دے رہی تھی یعنی کیسٹ کے ذریعے وہ اسے بہلا رہی تھی۔ پارس کے رونے سے شاید اس کی آنکھ ذرا دیر کے لیے کھلی ہو گی۔ اس نے جھولے کو ہلا دیا تھا۔ اب جھولا ہل رہا تھا۔ کیسٹ جاری تھا۔

میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر دروازے پر آیا۔ پھر وہاں سے دوسری خواب گاہ میں جھانک کر دیکھا۔ واقعی وہ آرام سے سو رہی تھی۔ کیسٹ ریکارڈر سے اس کی ممتا بھری آوازیں نشر ہو رہی تھیں۔ جھولا ہل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رسونتی کی گنگناہٹ سنائی دی۔ وہ بہت ہی میٹھے سُروں میں اپنے بیٹے پارس کے لیے ایک گیت گا رہی تھی۔

میں دروازے سے گزر کر اس کی خواب گاہ میں آ گیا۔ دبے قدموں چلتا ہوا پارس کے جھولے کے پاس پہنچا۔ میں نے آج تک رسونتی کے ہونٹوں سے گیت نہیں سُنا تھا۔ اب سُن کر یاد آ رہا تھا، وہ تو بچپن سے ایک مندر کی داسی تھی۔ وہاں اس نے یوگا کی مشقیں کیں اور ٹیلی پیتھی کا علم بھی حاصل کر لیا۔ پوجا کرنے کے دوران

گایا کرتی تھی۔ یقیناً اسے گانے کا سلیقہ آتا ہو گا اور سُر تال پر عبور حاصل ہو گا۔ میں چند لمحوں تک گُم صُم ہو کر اس کی مدھر آوازیں سنتا رہا۔ ذرا سی دیر میں پارس سو گیا لیکن کیسٹ جاری تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ریکارڈر کو آف کر دیا۔

میں نے زندگی میں پہلی بار ایسی ماں کو دیکھا تھا جو کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے اپنے بچے کو لوری سُناتی تھی۔ رسونتی نے اس نئی ایجاد کا بڑا فائدہ اُٹھایا تھا یعنی بچہ رویا، نیند اُچاٹ ہوئی تو اس نے ریکارڈر کو آن کر دیا۔ جھولے کو ذرا ہلا دیا اور کروٹ بدل کر سو گئی۔ لاجواب آئیڈیا ہے۔ یعنی ماں سوتی رہے۔ ممتا کی لوری سنائی دیتی رہے اور بچے کو بھی ماں کا پیار ملتا رہے اور وہ بہل کر سو جائے۔ وہ فرضی پارس سو گیا تھا۔

میں وہاں موجود تھا اس لیے میں نے کیسٹ ریکارڈر کو آف کر دیا تھا۔ ورنہ عام طور پر یہ اس وقت تک چلتا ہو گا جب تک کہ کیسٹ پورا نہ ہو جائے اور پھر خود بخود بند ہو جاتا ہو گا۔ میں نے پارس کو دیکھا، معصوم سا بچہ پالنے میں آنکھ بند کیے گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ پتا نہیں یہ کس کے جگر کا ٹکڑا تھا۔ کس نے ممتا کا عذاب اُٹھانے کے بعد کتنی تکلیفوں سے اسے جنم دیا تھا اور اب وہ ہاتھ سے بے ہاتھ ہو گیا تھا پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ اچھے ہاتھوں میں تھا۔ اگر اس کی قسمت نے ساتھ دیا تو اس کی زندگی انشاء اللہ سنور جائے گی۔

میں نے پیار بھری نظر بچے پر ڈالی۔ پھر وہاں سے اپنی خوابگاہ میں آ گیا۔ رنگون میں اینجلو اور سنگاپور میں منجالی میرے منتظر تھے۔ میں نے اینجلو سے کہا" سوری، ذرا دیر ہو گئی۔ آپ کیسٹ ریکارڈر آن کریں۔"

اس نے آن کر دیا۔ مجھے ایک شخص کی آواز سُنائی دی۔ وہ بول رہا تھا، میں سُن رہا تھا اور اس کی آواز کے ساتھ آواز ملا کر اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کر رہا تھا۔ پھر میں نے اینجلو سے کہا۔ "ریکارڈر بند کر دیجیے۔ میں اس شخص کے دماغ میں پہنچ کر ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ریکارڈر کو بند کر دیا۔ میں نے اس کے لب و لہجے کا سہارا لیتے ہوئے سوچ کی پرواز کی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تل ابیب میں رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ ایک کلب میں رقص و سرود کی محفل جمی ہوئی تھی۔ وہاں بڑے افسران زیادہ نظر آ رہے تھے۔ ایسے شہری بھی تھے جو بہت زیادہ دولت مند تھے یا کسی نہ کسی طرح حکومت پر اپنا اثر رکھتے تھے۔ وہاں ادھیڑ عمر کی دولت مند خواتین کے علاوہ نوجوان عورتیں اور لڑکیاں بھی تھیں۔ سبھی قیمتی ملبوسات میں تھیں۔ ان کے گلے اور کانوں میں ہیرے موتیوں سے مزین زیورات تھے۔ ایسا لگتا تھا، جیسے ــــــ سونا ان کے لیے کوئی وقعت نہ رکھتا ہو۔ وہ ہیرے موتیوں سے کھیلنے والی عورتیں تھیں۔ میں جس شخص کے دماغ میں پہنچا وہ ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ ـــــ آرکسٹرا کی دُھن پر رقص کر رہا تھا۔ اس کا نام ڈربی فائن تھا، وہ مغربی ساحل پر کوسٹ گارڈ آفیسر کی حیثیت سے متعین کیا گیا تھا۔ اس وقت اپنی ہم رقص سے محبت بھری باتیں کر رہا تھا۔ میں اسے مخاطب کرتا تو وہ چونک جاتا یا پھر اسے اپنی موجودگی کا یقین دلانے کے لیے مجھے کچھ ایسے ثبوت دینے پڑتے کہ وہ وہاں تماشا بن جاتا۔ میں نے سوچا، ابھی اسے تفریح کرنے دی جائے، بعد میں دیکھا جائے گا۔

میں نے منجالی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا" میں تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔ اسی کے مطابق تم اس لب و لہجے کو اُونچی آواز میں ریکارڈ کرو۔"

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے لگی۔ میں بولتا گیا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ بولتی گئی۔ یہ تو میں پہلے ہی اعتراف کر چکا ہوں کہ وہ غضب کی نقال تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کی آواز میں مردانہ پن نہیں تھا۔ مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ جب مجھے لب و لہجہ یاد آتا تو میں ڈربی فائن کے مردانہ آہنگ کو بھی یاد کر لیتا۔ پھر میں نے اینجلو سے کہا" آپ مجھے دوسری آواز سُنائیں۔"

اس نے دوسری آواز سنائی۔ میں اسی کے مطابق اس دوسرے شخص کے دماغ میں پہنچ گیا۔ یہ وہی تلوار باز تھا جس نے ایک بلند عمارت کی چھت پر سونیا کی جان بچائی تھی۔ سونیا کو چار پہلوانوں نے گھیر رکھا تھا۔ جن میں سے چوتھا یہی شخص تھا۔ جو دُشمنوں سے ملا ہوا تھا لیکن عین وقت پر اس نے بازی پلٹ دی تھی۔ اس کا نام گوئل تھا۔ وہ وہاں کے سپاہیوں کو گوریلا جنگ کی تربیت دیا کرتا تھا۔ اعلیٰ حکام اس پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ کوئی اس پر شبہ نہیں کرتا تھا۔ میں نے اسے بھی مخاطب نہیں کیا۔ منجالی کے پاس آ کر اس کے لب و لہجے کو ریکارڈ کرایا۔ پھر اینجلو سے کہا کہ وہ تیسری آواز سُنائے۔

اس نے تیسری، چوتھی، پانچویں آوازیں سُنائیں۔ یہ وہی لوگ تھے جو ڈنر کے وقت ہوٹل میں سونیا کے درپردہ محافظ تھے۔ جس نے بھی میرے کٹے ہوئے سر کو ڈش بنا کر کھانے کی کوشش کی تھی، انھوں نے اسے ہلاک کر دیا تھا۔ میں نے ان تینوں کے لب و لہجے کو بھی ریکارڈ کرا لیا۔ آخر میں ثبات معظم کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑے عمدہ لہجے میں انگریزی بول رہا تھا کسی اجلاس میں تقریر کر رہا تھا۔ ماسک مین کے کسی ایجنٹ نے اس کی تقریر کو ریکارڈ کر لیا تھا۔ وہی ریکارڈنگ میں سن رہا تھا۔ اسے ذرا دیر سُننے کے بعد میں نے اینجلو سے

کہا "بہت بہت شکریہ۔ ریکارڈر بند کر دیجیے۔ میں ثبات معظم کے پاس جا رہا ہوں۔"

اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ بھی اسی کلب میں تھا، جہاں تھوڑی دیر پہلے میں ڈربی فائن کو ایک لڑکی کے ساتھ رقص کرتے دیکھ چکا تھا۔ ثبات معظم ایک بالکونی میں تین یہودی معززین کے ساتھ بیٹھا تھا۔ چوتھی ایک نوجوان لڑکی تھی، جو اس کی بیٹی تھی۔ جس وقت میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ لڑکی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی "پاپا! آئی ایم گیٹنگ لیٹ۔ مجھے جانے دیجیے۔ سویرے کلاس اٹینڈ کرنی ہے۔"

اس نے کہا "آل رائیٹ بے بی! یو مے گو۔"

لڑکی اُٹھ کر جانے لگی۔ میں نے ثبات معظم کو چھوڑ دیا۔ اس لڑکی کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ساتھ جانے لگا۔ اس کا نام ایمنہ معظم تھا۔ عام طور پر ایمی کہلاتی تھی۔ وہ کلب میں جدھر سے گزر رہی تھی، لوگوں کی نگاہیں اُٹھ رہی تھیں۔ وہ سب ایسے دیکھ رہے تھے جیسے بھری بہار کو گزرتے دیکھ رہے ہوں۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس میں بلا کی کشش ہے۔ وہ زمین پر پاؤں رکھ کر چل رہی تھی لیکن اس کے قدم دیکھنے والوں کے دلوں پر پڑ رہے تھے۔ وہ روزانہ صبح دس بجے اسپیشل ٹریننگ کی ایک کلاس اٹینڈ کرتی تھی۔ اس کلاس میں اس کے علاوہ اور چوبیس لڑکیاں تھیں، جو ہر اعتبار سے دلنواز تھیں۔ اس کے باوجود انھیں سکھایا جاتا تھا کہ کس طرح ناز و انداز سے اپنے حسن کے خنجر کو دودھاری کرنا چاہیے۔ انھیں سکھایا جاتا کہ کسی کے دل کو تسخیر کرنے کے ہنر کیا ہوتے ہیں۔ اگر وہ لڑکیاں مقابلۂ حسن میں شریک ہوتیں تو ان میں سے ہر لڑکی دُنیا کی حسین ترین لڑکی کہلاتی۔ انھیں بڑے بڑے انعامات سے نوازا جاتا لیکن انھیں ان کی توقع سے بھی زیادہ انعامات دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ شرط صرف اتنی سی تھی کہ ان پچیس لڑکیوں میں سے کوئی ایک فرہاد علی تیمور کو تسخیر کر لے۔

ثبات معظم دل و جان سے چاہتا تھا کہ اس کی بیٹی ایمی یہ مقابلہ جیت لے، فرہاد کو تسخیر کر لے۔ آخر ایک دن تو بیٹی کی شادی کرنی ہی ہے۔ اگر فرہاد سے رشتہ ہو جائے اور یہ اس کے بچے کی ماں بن جائے تو یہودی قوم، اسرائیلی حکومت تمام عمر اس کی بیٹی کے ناز نخرے برداشت کرتی رہے گی۔

ایمی جہاں سے گزر رہی تھی، فوجی جوان ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دے رہے تھے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ پچیس لڑکیاں جہاں سے گزر جاتی ہیں، وہاں کھڑے ہوئے لوگ انھیں احتراماً ہٹ کر راستہ دیتے ہیں۔ ان کی جو ضرورت ہوتی ہے وہ ایک اشارے میں پوری ہو جاتی ہے۔ وہاں کے حکام کی جو قدر و منزلت ہے، وہی ان پچیس لڑکیوں کی ہے کیوں کہ وہ ایک بہت بڑی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو رہی تھیں۔ میں نے ایمی کی سوچ میں پوچھا "لیکن فرہاد تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے۔ جب کبھی میرا اس کا سامنا ہوگا تو وہ چپکے سے میرے ذہن کو کرید کر معلوم کر لے گا کہ میں یہودیوں کی آلۂ کار ہوں اور اسے محبت کا فریب دے رہی ہوں۔"

اس کی سوچ نے جواب دیا "میں کئی بار یہی باتیں سوچ چکی ہوں لیکن ربّی اسفندیار کہتے ہیں کہ ہم پچیس لڑکیاں ایک ہفتے کے بعد اپنی موجودہ زندگی کو بھول جائیں گی۔ اس کے بعد ہمارے والدین نئے ہوں گے، ہمارا ملک نیا ہوگا، ہماری رہائش گاہ بدل جائے گی۔ فرہاد ہمارے دماغوں میں جھانک کر کچھ بھی معلوم کرے گا تو ہمارے دماغ سے وہی نئی زندگی کی باتیں نکلیں گی۔ موجودہ زندگی یا ہمارا ماضی، سب کچھ ہمارے دماغ کے تہ خانے میں دفن ہو جائے گا اور فرہاد کی سوچ کی لہریں اس تہ خانے تک نہیں پہنچ سکیں گی۔"

میں نے فی الحال اسے چھوڑ دیا۔ وہ روزانہ صبح دس بجے اسپیشل ٹریننگ کی کلاس اٹینڈ کرتی تھی۔ اس کے ساتھ باقی چوبیس لڑکیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ میں نے سوچا، اسی وقت اس کے دماغ میں پہنچنا چاہیے اور اس کے ذریعے دوسری لڑکیوں کو بھی ٹٹولنا چاہیے۔ میں نے باس اینجلو کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس نے کیسٹ ریکارڈر کو ایک طرف رکھ دیا تھا اور اب آرام سے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ سوچ رہا تھا، سو جائے۔ اگر فرہاد صاحب کو ضرورت ہوگی تو وہ مجھے اُٹھا لیں گے۔

میں نے کہا "ہاں، مسٹر اینجلو! میں نے آپ کو زحمت دی۔ بہت رات ہو چکی۔ آپ سو جائیں۔ میں بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے منجالی کے پاس پہنچ کر کہا "تم بھی سو جاؤ۔ مجھے ابھی جاگنا ہے۔ بہت ضروری خیال خوانی کرنی ہے۔"

"میرے آقا! کوئی تو رات ایسی ہو جب آپ آرام سے سو سکیں۔ رات بھر خیال خوانی کرتے ہیں۔ سونے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔"

"مجبوری ہے۔ میں جلد سونے کی کوشش کروں گا۔"

میں اس سے رُخصت ہو کر سوچنے لگا، تمام لوگوں کے دماغوں میں پہنچ چکا ہوں۔ اب لوگوں سے بعد میں بھی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ شب بیداری کیا ضروری ہے۔ سو جانا چاہیے۔ پھر دماغ نے کہا۔ اس وقت ثبات معظم اس کلب کی بالکونی میں تین یہودی اکابر کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یقیناً کوئی ضروری گفتگو ہو رہی ہوگی۔ کم از کم میں ان تینوں یہودیوں کے دماغوں تک تو پہنچ سکتا ہوں۔

میں نے اُدھر جانا چاہا۔ اچانک سونیا کی یاد آ گئی۔ پچھلی رات جب وہ سونے کے لیے اپنے بستر پر گئی تھی تو ربّی اسفندیار نے مینا ٹزم کے ذریعے اسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ کیا آج بھی ایسا ہو سکتا ہے؟

یہ خیال آتے ہی میں سونیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ واقعی وہی عمل جاری تھا۔ مجھے سونیا کے دماغ سے ربّی اسفندیار کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "جس وقت ثبات معظم تم سے گفتگو کر رہا تھا، کیا فرہاد تمھارے دماغ میں موجود نہیں تھا؟"

سونیا آنکھیں بند کیے چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ وہ بالکل ساکت تھی اور ربّی اسفندیار کے ٹرانس میں آ گئی تھی۔ اس لیے اس کی معمولہ بن کر اس کی مرضی کے مطابق جواب دے رہی تھی۔ اس نے جواب دیا "ہاں، فرہاد موجود تھا۔"

"تم نے ثبات معظم کو کیوں نہیں بتایا؟"

"میں خود نہیں جانتی تھی کہ وہ موجود ہے۔ ثبات معظم کے جانے کے بعد اس نے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا تھا۔"

"وہ ان دو شرائط کے متعلق کیا کہتا ہے؟"

"وہ فی الحال اس بات کو ٹالنا چاہتا ہے۔ اسی لیے اس نے خاموشی اختیار کی تھی۔"

سونیا میرے لیے جان دینے والی عورت تھی۔ میرے لیے تمام راز اپنے دل کی گہرائی میں چھپا کر رکھنا جانتی تھی لیکن اس وقت معمولہ بن کر میرے متعلق سب کچھ صاف صاف کہہ رہی تھی۔

تنویمی عمل کرنے والے اپنے معمول پر چند اصولوں کے مطابق بندش کرتے ہیں۔ بندش کے جو اصول ہیں ان میں سے پہلا یہ ہے کہ تنویمی عمل کرنے والا اپنے معمول کو آنکھیں بند کرنے کے لیے کہتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ معمول دُنیا کو نہ دیکھے۔ کوئی منظر اس کی نگاہوں کے سامنے نہ ہو۔ عامل کا دوسرا حکم ہوتا ہے کہ وہ باہر کی کوئی آواز نہ سُنے۔ اس کے کان صرف اپنے عامل کی آواز سنیں گے۔ اسی طرح وہ دماغ کو اپنے بس میں رکھنے کے لیے حکم صادر کرتا ہے کہ وہ جو پوچھے گا، صرف اسی بات کا جواب دیا جائے گا۔ کوئی فاضل بات نہیں کی جائے گی۔ معمول اسی بات پر عمل کرتا ہے۔ غرض یہ کہ ایک تجربہ کار تنویمی عمل کرنے والا اپنے معمول کے دل و دماغ کو پوری طرح گرفت میں لے لیتا ہے لیکن آج تک کوئی بڑے سے بڑا عامل بھی اپنے معمول کو اس بات کا پابند نہیں بنا سکا کہ اس کے دماغ میں کسی دوسرے کی سوچ کی لہریں نہ آ سکیں۔ اس لیے کہ لہروں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ روکنے کا عمل یہی ہے کہ جہاں سوچ کی لہریں پہنچ رہی ہیں، وہ اپنی سانس روک لے۔

بہرحال سونیا کے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کے لیے جگہ تھی اور میں ربّی اسفندیار کا عمل دیکھ رہا تھا۔ پھر میں نے چپکے چپکے سونیا کے دماغ میں کہنا شروع کیا "مجھ پر جو عمل کیا جا رہا ہے، میں آہستہ آہستہ اس سے نجات حاصل کر رہی ہوں۔ میں کسی کی پابند نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں۔ آزاد ہو رہی ہوں۔ میرے دماغ کو فرہاد کی سوچ کی لہریں تقویت پہنچا رہی ہیں۔"

میں اس کے دماغ میں بار بار یہی کہتا رہا۔ اسفندیار کوئی سوال کرتا تھا تو میں اس کی سوچ کے ذریعے جواب دینے لگتا تھا۔ وہ سونیا سے کہہ رہا تھا "اب فرہاد تم سے رابطہ قائم کرے تو تم اس سے ضد کرو گی کہ وہ تمھیں یہاں سے رہائی دلانے کے لیے دونوں شرائط کو تسلیم کر لے۔"

"میں ضد کروں گی اور اسے دونوں شرائط تسلیم کرنے پر مجبور کروں گی۔"

"سونیا! تم میری مطیع اور فرمانبردار ہو۔"

"میں تمھاری مطیع اور فرمانبردار ہوں۔"

"مجھے بتاؤ، فرہاد ان دنوں کس ملک میں ہے۔"

"وہ ان دنوں فرانس میں ہے۔"

"وہ فرانس کے کس شہر میں ہے؟"

"پیرس میں۔"

"اس کی رہائش کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ وہ کسی کو نہیں بتاتا ہے۔ جب چاہتا ہے چپکے سے آ کر ملاقات کر لیتا ہے۔"

"وہ تم لوگوں سے جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"وہ ہم لوگوں سے جھوٹ بول سکتا ہے۔"

"میری بات کو نہ دُہراؤ۔ میرے سوال کا جواب اپنی طرف سے دو۔ بتاؤ کیا وہ پیرس کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں نہیں رہ سکتا، کسی دوسرے ملک میں نہیں رہ سکتا؟"

"نہیں رہ سکتا۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ وہ جرمن سے، اٹلی سے، ترکی سے، یونان سے، کسی بھی ملک سے، کسی بھی طیارے سے صرف ایک گھنٹے میں پیرس پہنچ سکتا ہے اور تم لوگوں سے کہہ سکتا ہے کہ وہ پیرس میں ہے۔"

"ممکن ہے، وہ ایسا کرتا ہو۔ میں نہیں جانتی۔"

"کل فرہاد تم سے رابطہ قائم کرے گا تو تم اس وقت گھڑی میں یہاں کا وقت دیکھو گی اور اچانک ہی اس سے وقت پوچھو گی۔ وہ یقیناً جس ملک میں ہوگا اسی ملک کا وقت بتائے گا۔ ہم یہاں کے وقت کے مطابق اس کے بتائے ہوئے وقت کا موازنہ کریں گے اور اندازہ کر سکیں گے کہ وہ کس ملک میں ہے۔ آج تم نے سونے میں دیر کر دی۔ کل تم سونے کے لیے ٹھیک دس بجے بستر پر آ جاؤ گی۔"

"کل میں ٹھیک دس بجے اپنے بستر پر سونے کے لیے آ جاؤں گی۔"

"اور تم اسی طرح میری معمولہ بنو گی۔"

"میں اسی طرح تمھاری معمولہ بنوں گی۔"

"جو ہدایات دی ہیں اسے یاد رکھو گی اور فرہاد کو میری ہدایت

کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کرو گی۔"

"میں تمھاری ہدایات کے مطابق فرہاد کو عمل کرنے پر مجبور کروں گی۔"

"اب تم آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی جاؤ۔"

"میں آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی جاؤں گی۔"

"تم میری باتوں کا جواب نہیں دو گی۔ چپ چاپ سکون سے سو جاؤ گی۔ تم سو رہی ہو۔ تم سو رہی ہو۔ . . ."

سونیا کے دماغ میں دو طرفہ کارروائیاں جاری تھیں۔ اُدھر ربّی اسفندیار تھا۔ اِدھر میں تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کا عمل ختم ہونے کے بعد سونیا دردِ سر محسوس کرے۔ دو طرفہ عمل کے نتیجے میں وہ پریشان ہو سکتی تھی یا عمل ختم ہونے کے باوجود اس کے چہرے سے پریشانی کا اظہار ہو سکتا تھا۔ ربّی اسفندیار نے اسے سونے کی تاکید کی تو میں بھی اسے ٹیلی پیتھی کی لوری سُناتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ گہری نیند سو گئی۔

ربّی اسفندیار یقیناً اس کی خواب گاہ سے باہر چلا گیا ہو گا۔ اپنے معمول یا اپنی معمولہ کو تنویمی عمل کے دوران سلا دینے کے بعد عامل اس کمرے میں نہیں رہتا۔ ویسے بھی سونیا کی طرف سے مجھے اس حد تک اطمینان تھا کہ اسے کوئی جانی یا جسمانی نقصان نہیں پہنچائے گا اس لیے میں وہاں سے ثبات معظم کے پاس چلا آیا۔

وہ اسی کلب میں بالکونی کی ایک میز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میز کے اطراف وہی تین یہودی اکابر تھے۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ "یہ دُنیا کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ بڑے ہی دوغلے قسم کے لوگ ہیں۔ ہم یہودیوں سے نفرت کرتے ہیں مگر ہمارے ساتھ تجارت بھی کرتے ہیں۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہم سے تجارت نہیں کریں گے تو کہاں جائیں گے۔ دُنیا میں سب سے بڑا اور سب سے اہم اور سب سے منافع بخش کاروبار لوہے کا ہے۔ لوہے کی پیداوار پر، لوہے کی صنعت پر اور لوہے کی تجارت پر ہماری اجارہ داری ہے۔ خواہ وہ امریکہ میں ہو، یورپ میں ہو، ایشیا میں ہو یا جاپان میں ہو۔ ہم ہی ہم اس کاروبار پر چھائے ہوئے ہیں۔"

تیسرے نے کہا۔ "لوہے کے بعد نگیٹو فلم کا کاروبار دوسری حیثیت رکھتا ہے اور یہ کاروبار بھی ہماری مٹھی میں ہے۔"

ثبات معظم نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔ "اب یہ بات نہیں رہی۔ اتنی بڑی دُنیا میں ایک ننھا سا ملک جاپان ہمارے مقابلے پر بڑا کامیاب ہے۔۔ لوہے کی صنعت ہو یا فلم کی، وہ مارکیٹ پر چھا رہا ہے۔"

"بیشک۔ لیکن وہ بہت محدود ہے۔ پھر یہ کہ لوہے کی خام پیداوار ہمارے ہاں زیادہ ہے۔ جاپان میں نہ ہونے کے برابر ہے۔"

"بہرحال جو کچھ ہو، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ہم سے نفرت کرتے ہیں لیکن ہمارے محتاج ہیں۔ ہمارا کھاتے ہیں، ہم پر غراتے ہیں۔"

ایک نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ تو صنعتی اور تجارتی زندگی کی اشد ضروریات ہیں۔ لیکن وہ کاروبار جن کا تعلق انسانی زندگی سے کچھ ضروری نہیں ہے اس کے لیے بھی لوگ ہمارے محتاج ہیں۔ مثلاً کاسمیٹک، پرفیومری، ایسے جتنے بھی سنگھار کے سامان ہیں، ان کو زیادہ سے زیادہ ہم ہی تیار کرتے ہیں۔"

ایک نے کہا۔ "مسلمان بڑی نفرت سے کہتے ہیں کہ یہودیوں کا نام لو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن مسلمان عورتیں ہمارے کاسمیٹک سے سنگھار کرتی ہیں۔ ہمارے پرفیوم سے معطّر معطّر اپنے مردوں کی توبہ توڑتی رہتی ہیں۔"

اس بات پر سبھی قہقہے لگانے لگے۔ وہ مسلمانوں کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ مجھے غصہ آنا چاہیے تھا مگر یقین کیجیے غصہ نہیں آیا بلکہ شرم سے میرا سر جُھک گیا۔ وہ جھوٹ تو نہیں کہہ رہے تھے۔ ان کی ایک ایک بات سچ تھی اور سچ کا زہر پینا بڑے دِل گُردے کا کام ہوتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عورتوں کو سنگھار نہیں کرنا چاہیے۔ نہیں، یہ ان کا فطری حق ہے۔ بات صرف عورتوں کی ہی نہیں، مردوں کی بھی ہے۔ مردوں کو بھی خوب سے خوب تر بن کر رہنا چاہیے۔ کسی کے سامنے آنے کے لیے اچھی صورت بنا کر آنا ضروری ہوتا ہے۔ جب ہم پالش کے ذریعے اپنے جوتوں کو چمکا سکتے ہیں تو کاسمیٹک کے ذریعے اپنے چہرے کو کیوں نہیں چمکا سکتے۔ یہ بے حیائی نہیں ہے بلکہ یہ حسن کی معراج کو پا لینے کی بات ہے۔ شاعری کو زندہ رکھنے کے لیے حُسن کو زندہ رکھنا ضروری ہے اور حُسن کی زندگی خوب سے خوب تر رہنے میں ہے۔

میں اس موضوع پر تقریر نہیں کرنا چاہتا لیکن مسلمانوں کی تجارت کے سلسلے میں بُنیادی کمزوریوں کی نشان دہی کر دینا چاہتا ہوں۔ ہمیں سمجھایا جاتا ہے کہ ہم اپنے ملک کی مصنوعات استعمال کریں لیکن ہماری مصنوعات کی قیمتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں معیار بھی نہیں ہوتا۔ بیرونی مال کی چمک دمک، اشتہار بازی، پھر ان کے مال کی کوالٹی، اوزان اور قیمت اتنی مناسب ہوتی ہے کہ سب اسی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ غیر ملکی مصنوعات، خواہ دوست ملکوں کی ہوں یا دُشمن ملکوں کی، ان کا بائیکاٹ کرنے کا سب سے سیدھا راستہ یہی ہے کہ ہماری ملکی مصنوعات تیار کرنے والے سیدھے، سچے اور ایمان دار ہوں۔ صرف منافع خور نہ ہوں۔

ثبات معظم نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "جس طرح دُنیا کی بڑی سے بڑی تجارت پر ہماری اجارہ داری ہے اسی طرح ٹیلی پیتھی

احیت ہمارے کسی یہودی کے پاس ہوتی تو آج یہ دُنیا ہمارے تلے ہوتی۔"

ایک یہودی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تجارت اور صلاحیت پائدار ہوتی ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہے۔ مثلاً فرہاد علی تیمور کی عمر کیا ہو سکتی ہے؟"

"ہم میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کی عمر کتنی ہے۔ ہم یہاں بیٹھے مر سکتے ہیں۔ اسی طرح فرہاد جہاں بھی ہے وہاں پلک جھپکتے ں کی طبعی عمر ختم ہو سکتی ہے، اسے بھی موت آ سکتی ہے۔"

"پھر بھی فرض کر لو کہ اس کی عمر دس برس، بیس برس یا پچاس برس ہو سکتی ہے۔ وہ آدھی صدی تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کے بعد ی ٹیلی پیتھی کہاں جائے گی؟ کیا وہ صلاحیت اس کی اولاد میں منتقل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ وراثت والی بات نہیں ہے کہ باپ کے س جو جائداد ہے وہ بیٹے کو دے دی گئی۔"

دوسرے نے کہا۔ "ہاں، اگر ہم اپنی موجودہ پالیسی پر مستقل ی سے قائم رہے تو دنیا کی بڑی بڑی تجارتیں ہماری آئندہ نسلوں ہی اسی طرح منتقل ہوتی رہیں گی جس طرح ہمارے آبا و اجداد نے تمام تجارتوں اور اپنی تمام صلاحیتوں کو ہم میں منتقل کیا تھا۔"

ثبات معظم نے کہا۔ "تم لوگ فرہاد کے سلسلے میں پچاس برس اسے زندہ رکھنے کی باتیں کر رہے ہو جب کہ ہم اسے پچاس سیکنڈ برداشت نہیں کر سکتے۔"

"اسے برداشت کرنا یا نہ کرنا آپ لوگوں کا کام ہے۔ اگر آپ مار سکتے ہیں تو دیر کس بات کی ہے۔ مگر ہم کاروباری لوگ ہیں، معاملے میں اپنا منافع پہلے دیکھتے ہیں۔ اگر فرہاد کی ٹیلی پیتھی سے ہم ئدے اٹھا سکتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اسے زندہ رکھیں۔ ہر ممکن یقے سے سمجھوتا کریں یا اس کے ذریعے اپنے ہاں کے لوگوں کو ہی صلاحیت بنائیں۔ کوئی بھی علم ورثے میں نہیں ملتا۔ کسی اُستاد کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ ہماری جوان نسل اگر فرہاد کے ذریعے علم حاصل کر سکے تو جس طرح دُنیا کی بڑی بڑی تجارتوں پر ہماری اجارہ داری ہے اسی طرح ٹیلی پیتھی کے علم پر بھی ہماری اجارہ داری ہو گی۔"

میں نے اس یہودی کے دماغ میں رہ کر اسے ٹیڑھی نظروں سے دیکھنے پر مجبور کیا۔ اس نے نظروں کو یوں گھمایا کہ سامنے میز پر رکھی ہر چیز دو دو نظر آنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا: ٹھیک ہے کہ ہم نے کھانے سے پہلے شراب پی تھی لیکن ہم نارمل رہے تھے۔ بہت زیادہ نشے میں نہیں تھے۔ پھر کھانے کے بعد سرور کچھ کم ہو جاتا ہے۔ میں اچھی طرح محسوس کر رہا ہوں کہ میں نشے میں نہیں ہوں۔ پھر میں نے ٹیڑھی نظروں سے ہر چیز کو کیسے دیکھا؟

اس نے چور نظروں سے اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے ساتھیوں کو دیکھا۔ اگر وہ اپنی حالت بیان کرتا تو اس کے ساتھی اس کا مذاق اڑاتے۔ یہی سمجھتے کہ وہ کچھ زیادہ نشے میں ہے۔ شاید بہکنے والا ہے۔

میں ثبات معظّم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک زور کی سرد آہ بھری۔ تینوں یہودی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ جھینپ کر بولا۔ "بہت رات ہو چکی ہے۔ اب ہمیں اُٹھنا چاہیے۔"

"ہاں، میں بھی اتنی رات تک جاگنے کا عادی نہیں ہوں۔"

تیسرے نے کہا۔ "ہاں بھئی، راتیں تو جوانوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اب ہمارے آرام کا وقت ہے۔"

وہ سب اٹھنے لگے۔ اسی وقت ثبات معظّم نے پھر ایک زور کی آہ بھری۔ وہ سب اٹھتے اٹھتے رہ گئے۔ انھوں نے چونک کر پھر اسے دیکھا۔ ایک نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

وہ جھینپ کر بولا۔ "کوئی خاص بات نہیں۔ بس مجھے امی کی ماں یاد آ گئی۔ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی تھی، اتنی محبت کرتی تھی کہ میں نے اس کے مرنے کے بعد دوسری شادی نہیں کی۔"

سب قہقہہ لگاتے ہوئے اُٹھنے لگے۔ ثبات معظم اپنی جگہ پریشان تھا۔ اس نے باتیں بنائی تھیں۔ دراصل وہ خود نہیں جانتا تھا کہ دو بار آہیں کیوں بھر چکا ہے۔ اسے تو امی کی ماں دور دور تک کبھی یاد نہیں آتی تھی۔

وہ کلب کی عمارت سے باہر آئے۔ پھر ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنی اپنی کاروں کی طرف جانے لگے۔ ثبات معظم اسٹیئرنگ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے چابی نکالی اور کی ہول میں ڈالنے لگا لیکن چابی سوراخ میں نہیں گئی۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "کیا بات ہے۔ ایسا تو میرے ساتھ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہاں میں نے اتنے معزز لوگوں کے سامنے دو بار آہیں بھریں۔ آخر کیوں؟ بغیر کسی وجہ کے میرے مُنہ سے آہیں کیسے نکل گئیں؟ ابھی میں پورے ہوش و حواس میں ہوں۔ پھر بھی چابی سوراخ میں نہیں ڈال سکا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "میرا وہم ہے۔ بھلا سوراخ میں چابی کیوں نہیں جائے گی!"

اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے کی ہول میں چابی ڈالی تو وہ چلی گئی۔ اس نے اسے گھمایا۔ کار اسٹارٹ کی۔ پھر اسے ڈرائیو کرتے ہوئے جانے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اب سے کچھ عرصہ پہلے میں نے سوچا تھا کہ دشمنوں کو یکبارگی مارنے سے بہتر ہے کہ انھیں دہشت میں مبتلا کیا جائے۔ انھیں نفسیاتی مریض بنا لیا جائے۔ وہ آہستہ آہستہ

نیم پاگل ہوجائیں گے۔ ان کے لیے یہی مناسب سزا تھی۔

میں ڈربی فائن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کلب کی عمارت سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ساتھ وہی دوشیزہ اور اس کے والدین تھے اور وہ باتیں کرتے جا رہے تھے۔ میں ڈربی فائن کے ذریعے ان کی باتیں سُن رہا تھا۔ اس دوشیزہ کا نام کلاڈیا تھا۔ اس کا باپ ایک اسلامی ملک میں چیف انجینئر تھا۔ اس اسلامی ملک میں تیل نکالنے اور نئی صنعتیں قائم کرنے کے سلسلے میں امریکہ کے بہت سے پروجیکٹ کام کر رہے تھے۔ انھی میں سے ایک پروجیکٹ میں وہ چیف انجینئر تھا۔ اس کے پاسپورٹ اور کاغذات کے مطابق وہ ایک امریکی عیسائی تھا۔ دو ماہ کی چھٹیاں لے کر اپنی فیملی کے ساتھ امریکہ گیا تھا لیکن وہاں صرف ایک ہفتے قیام رہا۔ دراصل وہ خاندان یروشلم میں اپنی چھٹیاں گزارنا چاہتا تھا اور بیت اللہ (بیت المقدس) کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ امریکہ سے خفیہ طور پر وہاں چلے آئے تھے۔ اب کسی بھی اسلامی ملک کو کیا پڑی ہے کہ کسی کے متعلق اتنی چھان بین کرے۔ ان ملکوں کے پاس بے اندازہ دولت آچکی تھی۔ وہ دولت کے نشے میں چور تھے اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں ہے کہ یہودی دوشیزائیں، یہودی ڈاکٹر، انجینئرز اور دوسرے ہنرمند تمام اسلامی ممالک میں امریکہ جیسے ملکوں کی مدد سے پہنچتے ہیں۔ پھر وہاں انھیں جاسوسی کی بڑی سہولتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔

اس چیف انجینئر کا نام رینڈال اسکاؤٹ تھا۔ میں نے اس کے لب ولہجے کو ذہن نشین کرنے کے بعد فی الحال اسے بھی چھوڑ دیا۔ ڈربی فائن کے ساتھ لگا رہا۔ وہ ان سے رخصت ہو کر اپنی جیپ کے پاس آیا۔ وہاں تین مسلح فوجی تھے۔ انھوں نے اسے دیکھ کر سلیوٹ کیا۔ وہ جیپ کے پچھلے حصے میں بیٹھ گیا۔ وہ فوجی بھی بیٹھ گئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ پھر جیپ اسٹارٹ کر کے ایک طرف جانے لگا۔ اسی وقت میں نے چپکے سے کہا "ہیلو، مسٹر فائن!"

وہ ایک دم سے اپنی سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے کن انکھیوں سے اپنے قریب بیٹھے ہوئے فوجیوں کو دیکھا۔ پھر پوری توجہ سے اپنی دماغی حالت کا تجزیہ کرنے لگا۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔ میں نے ماسک مین کے بھیجے ہوئے کیسٹ کے ذریعے تمھاری آواز سُن لی تھی۔"

وہ سوچنے لگا "کیا مسٹر فرہاد علی تیمور اسی طرح دماغ میں بولتے ہیں؟ کیا میں یقین کرلوں کہ اس وقت فرہاد صاحب میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

"مسٹر فائن! یقین کرنے کے لیے اپنے دل میں تہیہ کرلو۔ دماغ کی پوری قوتِ ارادی سے سوچ لو کہ تم اپنی اوپری جیب میں ہاتھ نہیں ڈالو گے۔"

اس کی سوچ نے کہا "ہاں، میں اپنی اوپری جیب میں ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس نے اوپری جیب میں دو انگلیاں ڈال کر امریکی دس ڈالر کا ایک نوٹ نکالا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگا۔ اس نے چونک کر اپنے ہاتھ میں دس ڈالر کا نوٹ دیکھا۔ پھر سوچنے لگا "یہ تو میری اوپری جیب میں تھا۔ باہر کیسے آیا؟ کیا میں نے اسے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر نکالا ہے؟"

"ہاں، تم نے نکالا ہے۔ اب میں تمھارے دماغ پر پوری طرح قابض نہیں رہوں گا۔ تم اپنے ہوش و حواس میں رہو گے لیکن بے اختیار وہی حرکت کرو گے جو میں چاہوں گا۔ یعنی اب یہ نوٹ تم واپس اپنی اوپری جیب میں رکھو گے۔"

میں نے سوچ کی لہروں کے ذریعے اسے مجبور کیا۔ وہ نوٹ رکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن بے اختیار اس کا ہاتھ اپنی جیب میں چلا گیا۔ نوٹ اس کی جیب میں پہنچ گیا۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں قائل ہوگیا ہوں۔ آپ واقعی میرے دماغ میں موجود ہیں۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ مجھے آپ کی موجودگی سے کتنی خوشی حاصل ہو رہی ہے۔"

"بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دل اور دماغ کی جو کیفیت الفاظ میں دوسروں کے سامنے ظاہر نہیں کی جاسکتی، اسے میں سوچ کی لہروں کے ذریعے دماغ سے پڑھ لیتا ہوں۔"

"اوہ، میں تو بھول ہی گیا تھا۔ ساری دنیا مختلف زبانوں کی ترجمان ہوتی ہے لیکن آپ مختلف جذبوں کے ترجمان ہیں۔"

"کیا اس وقت ڈیوٹی پر جا رہے ہو؟"

"جی ہاں، ہماری شفٹ بدلتی رہتی ہے۔ آج سے میری شفٹ رات کے دو بجے سے صبح نو بجے تک ہے۔"

"تمھاری ڈیوٹی اسرائیل کے مغربی ساحل پر ہے؟"

"جی ہاں، ایک وقت میں چھ آفیسروں کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ ان کا فوجی عملہ ہوتا ہے۔ ہر آفیسر سمندر کے ساحل پر چار میل تک گشت کرتا ہے۔ ہر چوتھے میل پر ایک چیک پوسٹ ہے جہاں سے دوسری طرف آنے والا آفیسر آکر ملاقات کرتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو اپنی رپورٹ دیتے ہیں۔ پھر اپنے دفتر رپورٹ پہنچاتے ہیں کہ ہم نے ساحل پر کچھ نہیں دیکھا ہے۔ سب خیریت ہے۔"

"وہاں کس قسم کا خطرہ محسوس کیا جاتا ہے؟"

"وہ اسرائیل کی بحری سرحد ہے۔ وہاں سے کوئی بھی اسرائیل میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس لیے شام کو اندھیرا ہونے سے پہلے تقریباً پچیس

کتنے ہی رولر چلا کر ساحلی ریت کو ہموار کر دیا جاتا ہے تاکہ رات اندھیرے میں کوئی بھی آئے تو ریت پر قدموں کے نشان پڑ جائیں۔ اس کے علاوہ ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد ساحل پر دور دور تک گولیاں داغتے ہیں جس سے سمندر کا کچھ حصہ اور ساحل کا تمام حصہ رات کے اندھیرے میں روشن ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی چوری سے آنے والا نظروں میں آجاتا ہے۔"

"کیا ساحل پر پہنچتے ہی تمھاری ڈیوٹی شروع ہوجائے گی؟"

"جی ہاں، ساحل پر تو پہنچ ہی گیا ہوں۔ میری ڈیوٹی جنوب سے شمال کی طرف رہتی ہے۔ پھر میں چار میل جانے کے بعد شمال سے جنوب کی طرف واپس آتا ہوں۔ ابھی میں جنوب کی چیک پوسٹ پر رپورٹ بک کا مطالعہ کروں گا۔ اس پر دستخط کروں گا۔ پھر شمال کی طرف اپنی گشتی جماعت کے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے، چیک پوسٹ پر جو اہم افسران ہیں۔ میں تمھارے ذریعے ان کے دماغوں میں پہنچ جاؤں گا۔"

"کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں تباہی نہیں مچاؤں گا۔ صرف ہلکی پھلکی سی ذہنی پریشانیاں پیدا کردوں گا تاکہ وہ سوچتے رہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ بار بار سوچنے کے باوجود ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس طرح وہ ذہنی مریض بن جائیں گے۔"

"جناب! میں سمجھ گیا۔ بہت اچھا طریقہ ہے۔ دشمن کو جان سے مارنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے ذہنی خلجان میں مبتلا رکھا جائے۔"

اس وقت تک وہ چیک پوسٹ پر پہنچ گیا تھا۔ ساحلی چٹانوں کی بلندی پر چیک پوسٹ کی عمارت تھی اور اس عمارت کی چھت پر کئی ہزار ڈولٹ کی موونگ اسپاٹ لائٹیں نصب کی گئی تھیں۔ ان کے ذریعے دور ساحل اور سمندر تک دیکھا جاسکتا تھا۔

ڈربی فائن نے وہاں پہنچتے ہی چیک پوسٹ کے آفس انچارج سے گفتگو کی۔ میں نے فائن سے کہا "میرے لیے اتنا کافی ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔ کوشش یہی کریں کہ انگریزی میں گفتگو ہوتی رہے۔"

وہ اپنے ایک چھوٹے سے دفتر میں آیا۔ اس سے پہلے ڈیوٹی دینے والا آفیسر اپنی رخصتی کے وقت کی رپورٹ لکھ رہا تھا۔ وہ اس سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو بھی ذہن نشین کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ ڈربی فائن اپنی ڈیوٹی کے آغاز کی رپورٹ لکھنے بیٹھ گیا۔ میں اسے چھوڑ کر اس آفیسر کے دماغ تک پہنچا جو اب آرام کرنے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ ان افسران اور دوسرے فوجیوں کے کوارٹرز ساحلی علاقے میں ہی تھے۔ جیب جیسے

سب رنگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقابلا

مکمل دو حصوں میں

تاریک برِاعظم کے پُراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حیرت انگیز داستان جہاں کالے جادو اور سفلی کے مقابلے برملا ہوتے تھے — وحشی قبائل اور اُن کے وحشیانہ رسم و رواج کی ایک ناقابلِ یقین سرگزشت — ان تاریک اور گمنام جزیروں کی کہانی — جہاں تہذیب کا کوئی دخل نہیں تھا — شگون کی خاطر معصوم اور شیرخوار بچوں کو نیزوں پر اُچھالا جاتا تھا عجیب الخلقت اور خوفناک دیوتاؤں کے مجسموں کو تازہ خون سے غسل دیا جاتا تھا — نوخیز حسیناؤں کی بھینٹ پیش کی جاتی تھی

اقابلا

وحشی قبیلوں کی ایک سرکش حسینہ جس کا حُسن لازوال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا تھا — خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی۔ ایک سیاح کی زندگی کے لرزہ خیز واقعات جسے سمندر کی سرکش موجوں نے اُٹھا کر اقابلا کے دیس میں اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا —

کتابی شکل میں پہلی بار منظر عام پر آگئی ہے

قیمت فی حصہ /۳۰ روپے، علاوہ محصول ڈاک ۱۰

پتہ ذیل پر رجوع کریں

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۳ ○ کراچی ۱

یقین ہو گیا کہ جاتے ہی وہ اپنے گھر میں سو جائے گا تو میں نے اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا۔ ثبات معظم کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لباس بدلنے کے بعد بستر پر لیٹ گیا تھا اور سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے ٹیلی پیتھی کی لوری سُنا کر اُسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ صرف پانچ منٹ لگے، وہ گہری نیند سو گیا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹرانس میں لانے کی کوشش کی۔ اس سے کہا کہ اب وہ میری ہدایات پر اُٹھے گا۔ اس کی آنکھیں بند رہیں گی۔ وہ نیند کی حالت میں رہے گا لیکن وہی عمل کرے گا جو اس کا دماغ اسے کہتا رہے گا۔

وہ میرا معمول بن کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس نے اپنے سرھانے کے تکیے کو اٹھا کر پائینتی رکھا۔ پھر بستر کے نیچے —— رکھے ہوئے جوتے اُٹھا کر سرھانے کے تکیے کی جگہ رکھ دیے۔ اس کے بعد وہ ان جوتوں پر سر رکھ کر اور تکیے پر پاؤں رکھ کر سو گیا۔ میں نے اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

اتنی دیر میں وہ چیک پوسٹ والا آفیسر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا تھا۔ میں نے اسے بھی تھپک تھپک کر سُلا دیا۔ اس کے سونے کے بعد میں نے خوابیدہ دماغ کو اپنی مٹھی میں رکھا۔ پھر اسے بستر سے اُٹھا دیا۔ وہ جوتے پہن کر اپنی رہائش گاہ سے باہر نکلا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں جیسے وہ جاگ رہا ہو لیکن نیند کی حالت میں وہ میرا معمول تھا۔ میرے مشورے کے مطابق عمل کر رہا تھا۔ اس کی رہائشگاہ چیک پوسٹ سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ میں اسے چیک پوسٹ سے ایک میل دور لے گیا۔ وہاں تاریکی تھی اور دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک ساحلی کاٹیج کی آڑ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ انتظار کرنے لگا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد ٹریسر گولی کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی اور دور تک ساحل اور سمندر دکھائی دینے لگا۔ پھر رفتہ رفتہ تاریکی چھانے لگی۔ اب پندرہ بیس منٹ کا وقفہ ہونے والا تھا۔ میں نے اسے ساحل کی طرف جانے پر مجبور کیا۔ وہ جب ہموار کی ہوئی ساحلی ریت پر پہنچا تو الٹے قدموں سمندر کی طرف جانے لگا۔ تیزی سے چلتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گیا جہاں تک سمندر کی لہریں آ کر پلٹ جاتی تھیں۔ اب دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ کوئی سمندر کی طرف سے ساحل کی طرف آیا ہے۔

اس نے میری ہدایات کے مطابق اپنے جوتے اتار لیے۔ اب وہ ننگے پاؤں تھا۔ پھر وہ ننگے پاؤں سمندر سے ساحل کی طرف تیزی سے دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ کیوں کہ پندرہ بیس منٹ کا وقفہ پورا ہونے والا تھا۔ یعنی جب وہ ساحل پر اسی کاٹیج کے قریب پہنچا تو ہموار کی ہوئی ساحلی ریت پر دو طرح کے نشان تھے۔ دیکھنے والے یہی سمجھ پاتے کہ سمندر سے دو شخص آئے ہیں۔ ایک جوتے پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا ننگے پاؤں تھا۔ جب وہ کاٹیج کے پاس آ گیا تو میں نے اسے جُوتے پہنائے۔

پھر اسے تیزی سے چلاتا ہوا اس کی خواب گاہ تک پہنچا دیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے جوتے اتارے۔ اس کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بستر پر لیٹ گیا۔ پھر میں نے اسے ہدایت دی۔ وہ میری ہدایت کے مطابق آنکھیں بند کر کے سونے لگا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔

اتنی دیر میں ڈربی فائن شمالی چیک پوسٹ تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں اس آفیسر سے باتیں کر رہا تھا جو دوسری طرف چار میل کا فاصلہ طے کر کے اس چیک پوسٹ پر آیا تھا اور وہ دونوں اپنی اپنی رپورٹ ایک رجسٹر پر لکھ رہے تھے۔ میں نے اس چیک پوسٹ کے آف انچارج کی بھی باتیں سنیں لیکن وہاں کے ایک فوجی جوان کو اپنا ٹارگٹ بنایا۔ مجھے اس کے بھی سونے کا انتظار تھا۔ اس لیے فی الحال اسے چھوڑ دیا۔

وہاں جوڈو کراٹے سینٹر میں بلیک بیلٹر اور ٹیچر کی حیثیت سے گوئیل کام کر رہا تھا۔ گوئیل، ماسک مین کا آدمی تھا اور یہ وہی تھا جس نے ایک بلند عمارت کی چھت پر تلوار بازی کا مظاہرہ کیا تھا اور سونیا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اس وقت وہ گہری نیند میں تھا۔ واقعی رات اتنی گہری تھی کہ ہر شخص گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے گوئیل کے خوابیدہ دماغ سے پوچھا "میں تمہارے ذریعے کس کو ٹارگٹ بنا سکتا ہوں؟"

اُس کے خوابیدہ دماغ نے جواب دیا "بہت سے جوڈو کراٹے سیکھنے والے طلبا اور طالبات ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہاں کے اعلیٰ حکام سے کبھی کبھی ملاقات کرتا ہوں۔ میرے ذریعے آپ اُن کے دماغوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ ویسے ایک خاص بات ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میرے ہاں جوڈو کراٹے سینٹر میں ایک تیس سالہ جوان ہے۔ وہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ پھرتیلا ہے۔ لڑنے کے دوران اپنے داؤ پیچ اتنی پھرتی سے اور ایسے غیر متوقع انداز میں استعمال کرتا ہے کہ مقابل دیکھتا کا دیکھتا رہ جاتا ہے۔ وہ بلیک بیلٹر ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ مادام سونیا کو شکست دے سکتا ہے۔ میں فوجی جوانوں کو گوریلا جنگ کی ٹریننگ دیتا ہوں۔ گوریلا فوج کے افسران کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ جوان یقیناً سونیا پر بھاری پڑے گا۔ سب کی متفقہ رائے ہے کہ اسے سونیا سے ٹکرایا جائے۔ اگر سونیا راضی نہ ہو تو ایک دوستانہ ریسلنگ کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے لیے کل صبح دس بجے کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ مادام سونیا کو فری اسٹائل کشتیاں دیکھنے کے لیے یہاں کے اسٹیڈیم میں بلایا جائے گا اور اسی دوران وہ جوان مادام سونیا کو چیلنج کرے گا۔"

"تم اس نوجوان کو مخاطب کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا ہوں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق بیدار ہو گیا۔ اپنے بستر سے اُٹھ کر خواب گاہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں اس نے ٹیلیفون ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس بلیک بیلٹ جوان سے رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ اس وقت جاگ رہا تھا۔ گوئیل نے پوچھا "کیا ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں، پتا نہیں، مجھے کیوں بے چینی سی ہے۔ میں کئی بار سونے کی کوشش کر چکا ہوں لیکن بار بار یہ خیال دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے کہ سونیا عورت نہیں چڑیل ہے۔ اگر عورت ہوتی تو آج تک کسی نہ کسی شہ زور سے شکست کھا چکی ہوتی۔ اس کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ بڑے بڑے شہ زور اس سے مات کھا کر یا تو میدان چھوڑ گئے یا مر گئے۔"

"تم اس سے مرعوب ہو۔ خواہ مخواہ مقابلہ کرو گے تو اپنی ہی بے عزتی کراؤ گے۔"

"ٹیچر! میں مرعوب نہیں ہوں۔ بس یہ ہے کہ سونیا کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے اس لیے میرے ذہن پر حاوی ہو گئی ہے کل جب میں اسے شکست دوں گا تو اس کے برعکس میں اس کے دماغ پر حاوی رہا کروں گا۔"

"اگر تم اب تک جاگ رہے ہو تو کل مقابلہ کیسے کرو گے؟ اس وقت چار بج رہے ہیں۔"

"میں نیند کی گولی کھا کر سو رہا ہوں۔ صبح آٹھ بجے تک تازہ دم ہو کر بیدار ہو جاؤں گا۔"

گوئیل نے ریسیور رکھ دیا۔ میں اس جوان کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے بعد اپنے بستر کے سرھانے والی میز سے ایک شیشی اٹھا کر ایک خواب آور گولی نکال رہا تھا۔ میں چاہتا تو اسے ٹریپ کر کے ایک کی جگہ دس گولیاں کھلا سکتا تھا پھر وہ ہمیشہ کے لیے سو جاتا لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا۔ مجھے سمندر کے اس ساحلی علاقے سے دلچسپی تھی، جہاں ڈربی فائن اپنی ڈیوٹی پر تھا۔ میں اس کے ذریعے مختلف افسروں اور فوجی جوانوں کے دماغوں میں پہنچتا رہا — انھیں ٹریپ کرتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے اندر میں نے اس ساحل پر چار جگہ ایسے نشان بنائے جیسے سمندر کے راستے سے کچھ لوگ خفیہ طور پر تل ابیب میں داخل ہوئے ہوں۔ یہ کام کرنے کے بعد میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

سنگاپور میں دن نکل آیا تھا۔ آٹھ بج کر پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ اسی وقت سونتی بیدار ہوئی تھی۔ جب میں نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ میری خواب گاہ کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟"

"ہاں، مجبوری تھی۔ اب جا کر سو جاؤں گا۔"

"ایک دن تم ضرور پاگل ہو جاؤ گے۔ یہ مسلسل خیال خوانی تمھارے حق میں بہت ہی نقصان دہ ثابت ہو گی۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ لیکن حالات مجھے مجبور کر دیتے ہیں۔"

میں بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سونتی سے کہا "میں تمام رات جاگتا رہا ہوں۔ اب سونے جا رہا ہوں۔ چار گھنٹے بعد بیدار ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے سونیا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ ابھی وہاں صبح ہونے والی تھی۔ وہ سو رہی تھی۔ میں مطمئن ہو کر اپنے دماغ کو ضروری ہدایات دے کر سو گیا۔

میرے سونے کے دوران اسرائیل کے مغربی ساحل پر جیسے پوری اسرائیلی فوج حرکت میں آ گئی تھی۔ انٹیلی جنس کے لوگ ساحل پر پہنچ گئے تھے۔ ریت پر بنے ہوئے قدموں کے نشانات کی تصویریں اتاری جا رہی تھیں اور تحقیقات ہو رہی تھیں کہ پندرہ بیس منٹ کے وقفے سے جو ٹریسر گولیاں داغی جاتی ہیں۔ اتنے کم وقفے میں کون کشتی یا موٹر بوٹ کے ذریعے آ سکتا ہے۔ میں نے وہاں قدموں کے نشانات بنانے میں بہت سوچ بچار سے کام لیا تھا۔ ایک شخص کو تو صرف ایک بار جوتا پہنا کر الٹے قدموں سمندر تک لے گیا تھا۔ پھر دوسری بار ننگے پاؤں لایا تھا۔ اس طرح یہ تاثر قائم ہوتا تھا کہ سمندر سے دو آدمی ئے ہیں۔ ایک جوتے پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا ننگے پاؤ باقی تین جگہ جو نشانات بنوائے، وہاں میرا یہ عمل رہا کہ جس فوج ں نے نیند کی حالت میں ٹ ہب کیا، وہ ایک جوڑا جوتا پہن کر گ را ایک جوڑا ہاتھ میں لے کر گیا۔ سمندر تک جاتے وقت وہ ا ں گیا پھر وہاں جا کر اس نے پہلے جوتے اتارے۔ دوسرے جُوتے پہنے۔ اس طرح ریت پر مختلف جوتوں کے تلووں کے نشان پائے گئے۔ جہاں بھی میرے شکار ہونے والوں نے اپنے پاؤں کے جوتے تبدیل کیے وہاں سمندر کی لہریں آتی تھیں۔ اس لیے جوتے تبدیل کرنے کی جگہ کے نشانات لہروں کے ذریعے مٹ گئے تھے۔

اس ساحلی علاقے میں آج تک ایسا نہیں ہوا تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ کوئی اس راستے سے گزر سکتا۔ رات کے اندھیرے میں راستہ بھٹکنے والا پرندہ بھی ٹریسر گولیوں کے ذریعے نظر آ جاتا تھا۔ یہ انھیں شدید طور پر حیران کر دینے والی بات تھی۔ چار جگہ سے کم از کم آٹھ آدمی تل ابیب میں داخل ہو گئے تھے اور انھیں اس کا علم نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی یہ سراغ مل رہا تھا کہ کون لوگ آئے ہیں اور تل ابیب کی شہری آبادی میں کہاں گم ہو گئے ہیں۔ ویسے وہ جوتوں کے تلووں کے نشانات کے ذریعے سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہاں ڈیوٹی دینے والے افسران اور فوجیوں کی شامت آ گئی تھی۔ انھیں ڈانٹا جا رہا تھا۔ سخت وارننگ دی جا رہی تھی۔ ان میں بے چارہ ڈربی فائن بھی شامل تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اس کے علاقے میں بھی ایسے ہی نشانات بنوائے

تھے تاکہ اس پر شبہ نہ ہو کہ دوسری جگہ تو نشان بنے۔ صرف ڈربی فائن کی جگہ کیسے محفوظ رہی؟

یہ سب کچھ میرے سونے کے دوران ہوتا رہا۔ جاگنے کے بعد میں نے یہ معلومات حاصل کی تھیں۔ میرے سونے کے دوران ثبات معظم بھی اپنے وقت پر صبح بیدار ہو گیا تھا۔ بیدار ہوتے ہی اس کی کھوپڑی گھوم کر رہ گئی تھی۔ اس نے حیرانی سے دیکھا۔ اس کے سرھانے تکیے کی جگہ جوتے رکھے ہوئے تھے اور پاؤں کے نیچے تکیہ تھا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا تھا۔ حیرانی سے کبھی تکیے کو اور کبھی جوتوں کو دیکھتا رہا تھا۔

اس کے دماغ میں سب سے پہلا خیال یہی آیا۔ "کیا فرہاد میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے؟"

وہ ایک دم سے پریشان ہو کر پہلو بدلنے لگا۔ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر اس نے جوتوں کو دیکھا۔ آگے بڑھ کر انھیں فرش پر رکھ دیا۔ سوچنے لگا۔ "کیا میں رات کو کچھ زیادہ ہی نشے میں تھا؟"

اس سوال کے ساتھ ہی اسے یاد آیا کہ پچھلی رات یہودی تاجروں کے سامنے دو بار اس نے سرد آہیں بھری تھیں اور وہ سب کچھ اس سے بے اختیار ہوا تھا۔ آخر ایسا کیوں ہوا تھا۔ کیا فرہاد؟ وہ آگے نہ سوچ سکا۔ دھپ سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ نہ بیٹھتا تو گر پڑتا۔ اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ بار بار میری دہشت طاری ہو رہی تھی۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ "مسٹر فرہاد! کیا آپ میرے دماغ میں موجود ہیں؟"

میں اس وقت سو رہا تھا۔ اسے بھلا جواب کیا ملتا۔ اگر میں موجود ہوتا تب بھی جواب نہ دیتا۔ اسے تو دماغی مریض بنانا مقصود تھا۔ پہلے تو اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ یہ مضحکہ خیز واقعہ اپنے اعلیٰ حکام کو سنایا جائے پھر اس کے مفاد پرست ذہن نے سمجھایا، یہ سراسر حماقت ہوگی۔ جب وہاں کے حکام کو پتا چلے گا کہ فرہاد میرے دماغ میں پہنچ چکا ہے تو ثبات معظم کو اسرائیل کی حدود سے نکال دیا جائے گا۔ ایک ہفتے بعد اس کی بیٹی امینہ عرف ایمی فرہاد کو ٹریپ کرنے کی مہم پر روانہ ہونے والی تھی۔ اس کے بعد اسے ایک بہت بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا۔ ایسے وقت وہ فرہاد کی موجودگی کا اپنے دماغ میں اعتراف کر کے جیتی ہوئی بازی کو ہار میں تبدیل نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے اپنے دماغ کو سمجھایا۔ "ابھی مجھے سکون سے دیکھنا چاہیے کہ آگے آگے کیا ہوتا ہے۔ پچھلی رات میں نے دو بار بے اختیار آہیں بھریں۔ پھر جوتے کو جانے کیسے سرھانے رکھ کر سو گیا لیکن ان باتوں سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ لہٰذا فی الحال پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں غیر شعوری طور پر بہت زیادہ ڈسٹرب ہوں۔ بہت سے معاملات میں اُلجھا ہوا ہوں۔ شاید الجھنوں کے باعث ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ میں کسی ماہرِ نفسیات سے رجوع نہیں کر سکتا۔ اسے کچھ بتاؤں گا تو وہ سب کچھ میرے اعلیٰ حکام تک پہنچ جائے گا۔ دانشمندی یہی ہے کہ ابھی صبر کروں۔"

وہ صبح ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد اپنے پروگرام کے مطابق سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی اس نے سوال کیا۔ "مادام! کیا مسٹر فرہاد سے رابطہ قائم ہوا تھا؟ آپ نے ہماری شرائط پیش کی تھیں؟"

سونیا نے جواب دیا۔ "ہاں، فرہاد کو آپ کی پہلی شرط منظور ہے۔ وہ کہتے ہیں، آپ کے کسی بھی طالب علم کو ٹیلی پیتھی کا علم سکھا سکتے ہیں۔ اسی شرط پر مجھے رہا کیا جائے۔ آپ کی دوسری شرط نامعقول ہے۔ وہ کہتے ہیں، ان کی بیوی رسونتی سے ان کا ایک بچہ ہے۔ یہی ایک بچہ اُن کو بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہی تجربہ اتنا تلخ ہے کہ آئندہ وہ کسی بچے کے باپ بننا پسند نہیں کریں گے۔"

ثبات معظم نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ عورت ہیں۔ یہ نہیں چاہتیں کہ آپ کے فرہاد صاحب کسی دوسری عورت سے شادی کریں — اور باپ بنیں۔"

"میں جو کہہ رہی ہوں کسی حسد اور جلاپے کے تحت نہیں کہہ رہی ہوں۔"

"میں کیسے مان لوں۔ ہاں مسٹر فرہاد آپ کی گائیڈ آنٹی کے ذریعے مجھ سے گفتگو کریں تو میں مان لوں گا۔"

سونیا نے جواب دیا۔ "شاید وہ گھنٹے دو گھنٹے بعد مجھ سے رابطہ قائم کریں۔ اس وقت میں کہوں گی کہ وہ گائیڈ آنٹی کے ذریعے آپ سے گفتگو کریں۔"

"شکریہ مادام! ایک اور بات۔ ابھی دس بجے یہاں کے ایک بہت ہی خوب صورت کورڈ اسٹیڈیم میں فری اسٹائل کشتیوں کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور تماشا دیکھیں۔"

سونیا ایک جگہ محدود رہ کر اکتا رہی تھی۔ اس نے یہ دعوت قبول کر لی۔ سنگاپور کے وقت کے مطابق ساڑھے بارہ بجے میری آنکھ کھلی۔ میں نے سب سے پہلے منجالی سے رابطہ قائم کیا۔ پھر ہم دونوں نے مل کر لندن کے عبرانی ٹیچر سے تھوڑی سی عبرانی سیکھی۔ اسے ریکارڈ کیا۔ ذہن نشین کیا۔ پھر میں نے تقریباً سوا ایک بجے آنکھیں کھول کر دیکھا.... رسونتی دوسرے کمرے میں فرضی پارس کے ساتھ تھی۔ میرے بیدار ہونے کا انتظار کر رہی تھی تاکہ دوپہر کا کھانا کھا سکے۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی تھی لیکن مجبوری تھی۔ ابھی ایک ضروری کام رہ گیا تھا۔

میں نے کرپادان کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ طیارے میں سفر کر

رہا تھا۔ میں نے مرجانہ سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ کرپادان کس طیارے سے پیرس پہنچنے والا ہے۔ پہلے وہ معلوم کر لے کہ وہ فلائیٹ کس وقت وہاں پہنچنے والی ہے۔ اس کے بعد وہ میک اَپ کر کے ائیرپورٹ جائے اور کرپادان کو اپنے ہاں مہمان رکھے۔ پھر میں نے پوچھا۔ وہ کس لباس میں ائیرپورٹ جائے گی اور اس کا کوڈ ورڈز کیا ہونا چاہیے؟ یہی باتیں میں نے کرپادان کو بتا دیں۔ اسے بھی کوڈ ورڈز یاد کرا دیے۔ وہاں سے مطمئن ہونے کے بعد میں اپنی جگہ سے اُٹھا۔ پھر غسل خانے کی طرف جاتے ہوئے خیال خوانی کے ذریعے رسونتی کو بتایا کہ آدھ گھنٹے بعد میں اس کے پاس آ رہا ہوں۔ وہ کھانا تیار رکھے۔

غسل وغیرہ کے دوران میں نے اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کر کے اسے بھی کرپادان کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا۔ "میں ابھی میکی براڈلے سے رابطہ قائم کرتی ہوں اور اس سے کہتی ہوں کہ وہ پہلی فرصت میں کرپادان کو اٹینڈ کرے۔"

"میکی براڈلے سے کہنا کہ ایک ہفتے کے اندر کرپادان مکمل فرہاد علی تیمور بن جائے۔ تم اور مرجانہ مل کر اسے میرے چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے اور باتیں کرنے کے انداز سکھاتی رہو گی۔ کوشش کرنا کہ اس میں کسی بات کی کمی نہ رہ جائے۔"

"تم اطمینان رکھو۔ میں تمھاری توقع سے بڑھ کر اسے فرہاد علی تیمور بنا دوں گی۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کیں پھر دماغی طور پر واپس آ گیا۔ لباس تبدیل کر کے رسونتی کے پاس پہنچ گیا۔ فرضی پارس فرش پر کھیل رہا تھا۔ میں نے اسے اُٹھا کر پیار کیا۔ رسونتی خوش ہو کر بڑے فخر سے دیکھنے لگی۔ میں نے پارس کو اس کی گود میں دیتے ہوئے کہا۔ "بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔"

"کھانا تیار ہے لیکن مجھ سے باتیں کرتے رہنا۔ خیال خوانی کرو گے تو جھگڑا کروں گی۔"

"بس ایک ذرا سی ٹیلی پیتھی کروں گا۔ اس کے بعد دیر تک تم سے باتیں کرتا رہوں گا۔"

اس نے بڑی مشکلوں سے اجازت دی تو میں کھانے کی میز پر پہنچ کر جواد الخیری کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "خیریت تو ہے؟"

"آپ سے ایک کام لینا چاہتا ہوں۔ ایک ہندو کو مسلمان بنانا چاہتا ہوں۔"

"کیا زبردستی بنانا چاہتے ہو؟"

"نہیں، کسی کو زبردستی کسی بھی مذہب کی طرف مائل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو دل کا سودا ہوتا ہے۔ کرپادان نامی ایک ہندو نوجوان اپنی خوشی فرہاد علی تیمور بننا چاہتا ہے۔ میرا ایسا عقیدت مند ہے کہ اسلام بھی قبول کرنے کو تیار ہو جائے گا۔"

"یہ کام کوئی مولوی یا عالمِ دین ہی کر سکتا ہے۔"

"کوئی بھی مولوی اسے مسلمان کر سکتا ہے لیکن آپ یہ سارے انتظامات کر دیجیے گا۔ یہ بات کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔"

"بھئی، میں نے کب انکار کیا ہے۔ میرے لیے تو یہ ایک تیر سے دو شکار کرنے والی بات ہوگی۔ آپ کے بھی کام آؤں گا اور اسے مسلمان بنا کر ثواب بھی حاصل کر لوں گا۔"

"آپ کو جلد ہی اعلیٰ بی بی سے اطلاع مل جائے گی۔ آپ اسی کے مطابق یہ کام کر دیں۔"

اس سے رُخصت ہو کر میں نے جمیلہ کی خبر لی۔ اس کے ذریعے اپنے بیٹے پارس کو پیار کیا۔ پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر رسونتی سے کہا۔ "لو، میں آ گیا۔ اب ہم خوب باتیں کریں گے۔"

اس نے پوچھا۔ "پھر کسی بہانے ٹیلی پیتھی تو نہیں کرو گے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا سونیا خیریت سے ہے؟"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "ابھی تو خیریت سے ہے، بعد میں پتا نہیں کیا ہوگا۔"

"کیا ہوگا؟"

"ایک بہت ہی زبردست دُشمن سے اس کا مقابلہ ہونے والا ہے۔ تم تو جانتی ہو وہ اچھی فائٹر ہے۔ اسے شکست دے ہی دے گی۔ کیا ضروری ہے کہ میں تمھیں چھوڑ کر وہاں جاؤں۔"

وہ لقمہ اٹھا کر مُنہ میں رکھنے والی تھی۔ فوراً ہی اس لقمے کو پلیٹ پر رکھتے ہوئے بولی۔ "ارے واہ، وہ کسی دشمن سے مقابلہ کر رہی ہے اور میں یہاں آرام سے بیٹھ کر کھاؤں اور تم سے باتیں کرتی رہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تم سونیا کے پاس جاؤ۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمھارے دل میں سونیا کے خلاف ذرا سی بھی جلن پیدا نہیں ہوتی؟"

"تم کیسی باتیں کرتے ہو۔" اس نے میز پر سے چھُری اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتاؤ۔ میں سونیا کے نام پر اپنے جسم کا کون سا حصہ کاٹ کر تمھارے سامنے رکھ دوں۔"

میں نے اس کے چھُری والے ہاتھ کو پیار سے تھام کر کہا۔ "میں جانتا ہوں، تم سونیا سے اتنی محبت کرتی ہو جتنی شاید مجھ سے اور پارس سے بھی نہیں کرتی ہو گی۔ چلو، تم کھاتی رہو۔ میں ابھی اس کے پاس سے آتا ہوں۔"

جب میں سونیا کے پاس پہنچا تو وہ وہاں کے اِن ڈور اسٹیڈیم

میں پہنچ چکی تھی۔ دو پہلوان ایک رنگ کے اندر لڑ رہے تھے۔ میں نے چپکے سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں آگیا ہوں۔"

"مجھ سے ملنے آئے ہو یا کشتی دیکھنے آئے ہو؟"

"میں تمھارے لڑنے کا تماشا دیکھنے آیا ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "کیا تم مجھے یہاں کسی سے لڑانا چاہتے ہو؟"

میں نے اسے بتایا کہ ابھی کیا ہونے والا ہے۔ اس نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا "یہ تو سراسر میری توہین ہے کہ ایک نوآموز فائٹر جس نے ابھی تک عملی میدان میں قدم نہیں رکھا ہے۔ وہ مجھے چیلنج کرے۔"

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ اسے برداشت کرو۔ تم ان سے کہنا کہ اگر وہ جوان تمھارا ایک طمانچہ برداشت کر لے اور اس کے بعد بھی لڑنے کا حوصلہ رکھے تو تم بڑی خوشی سے اس کے چیلنج کو قبول کرو گی۔"

اس نے کہا "ثبات معظم تمھیں پوچھ رہا ہے۔"

"ابھی میری موجودگی ظاہر نہ کرنا۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔"

ہماری باتوں کے دوران وہ پہلی کشتی ختم ہو چکی تھی۔ وہی بلیک بیلٹ جوان رنگ میں آکر اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پہلے اس کے سامنے چار اینٹیں لاکر رکھی گئیں۔ اس نے کھڑی ہتھیلی سے کراٹے کا ہاتھ دکھایا اور ان اینٹوں کو ایک ہی وار میں توڑ ڈالا۔ وہ تمام لوگ تالیاں بجانے لگے۔ پھر اس نے لوہے کی ایک سلاخ کو بڑی آسانی کے ساتھ موڑ دیا۔ اس کے بعد چار پہلوان آئے۔ انھوں نے ایک رسّے کو تھام لیا۔ اس رسّے کے دوسرے سرے کو اس جوان نے تھام کر زور لگانا شروع کیا۔ رسّہ کشی کے دوران دونوں طرف سے طاقت کا مظاہرہ ہونے لگا لیکن ذرا سی دیر میں وہ جوان چاروں کو اپنی طرف کھینچتا ہوا رنگ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لے گیا۔ آخر میں اعلان کیا گیا۔ جو اپنی شہ زوری پر اور اپنے لڑنے کے انداز پر ناز کرتا ہے، وہ آکر اس جوان سے مقابلہ کرے۔

اس جوان نے اسٹیج پر سے للکار کر کہا "نہیں، میں کسی کا چیلنج قبول نہیں کروں گا بلکہ میں چیلنج کروں گا، دُنیا کی سب سے دلیر عورت کو۔ یہاں مادام سونیا تشریف رکھتی ہیں۔ میں نے سنا ہے، انھوں نے بڑے بڑے شہ زوروں کو شکست دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلے پر آئیں۔"

چاروں طرف سے تالیوں کا شور گونجنے لگا۔ ثبات معظم نے مسکرا کر کہا "کیا خیال ہے مادام! چلی جائیے۔ آپ تو یقیناً جیت کر آئیں گی۔"

"مسٹر معظم! یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آج کل کے بچے مجھے چیلنج کریں۔ آپ لوگ میری توہین کرنے کا سلسلہ کب تک جاری رکھیں گے؟"

"میں بڑی سے بڑی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہاں کوئی آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔ بس یہ ایک جوان کا چیلنج ہے اور یہ جوان کسی سے کم بہادر نہیں ہے۔"

سونیا اپنی جگہ سے اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسٹیج کی طرف جانے لگی۔ سب لوگ تالیاں بجا رہے تھے۔ اس نے اسٹیج پر پہنچ کر کہا "میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ جو نوآموز لڑکے ابھی داؤ پیچ سیکھ رہے ہیں۔ جنھوں نے ابھی زندگی کا کوئی تجربہ حاصل نہیں کیا۔ عملی میدان میں قدم نہیں رکھا۔ وہ مجھے چیلنج کریں۔ بہرحال اتنے لوگوں کے درمیان اس نوجوان نے مجھے چیلنج کیا ہے تو اسے سبق بھی سکھانا چاہیے۔ میں ایک شرط پر لڑنے کے لیے راضی ہوں کہ پہلے یہ میرا طمانچہ کھالے۔ اگر اس نے میرے طمانچے کو برداشت کر لیا اور یہاں ثابت قدم رہا تو میں بخوشی لڑوں گی اور آپ لوگوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کروں گی۔"

اس جوان نے تمام حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کوئی اپنی خوشی سے طمانچہ کھانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ سونیا میں اتنی صلاحیت ہے تو وہ مجھے طمانچہ مار کر دکھائے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ مجھے ایک ہاتھ نہیں مار سکیں گی۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہو گئے۔ میں نے سونیا سے کہا "یہ جب پہلا حملہ کرے گا تو اسے میں ناکام بناؤں گا۔ بس اس سے تم فائدہ اٹھا لینا۔"

پھر ایسا ہی ہوا۔ وہ جوان پینترے بدلتا ہوا ایسے وقت آگے بڑھا جب اسے پوری امید تھی کہ اس کا حملہ کامیاب رہے گا لیکن میں نے اس حملے کو ناکام بنا دیا۔ اگرچہ یہ مناسب نہیں تھا۔ آزادانہ لڑنے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے تھا لیکن میں اس کھیل کو طول دینا نہیں چاہتا تھا۔ انجام سے واقف تھا کہ سونیا اسے طاقت سے نہیں مار سکے گی تو مکاری سے ضرور زمین چاٹنے پر مجبور کر دے گی۔

اس نے حملہ کیا جو ناکام رہا۔ اس کی ناکامی کے جواب میں اچانک ہی ایک زوردار تڑاخ کی آواز کے ساتھ سونیا کا طمانچہ اس کے منہ پر پڑا۔ میں نے اس کے منہ کو دوسری طرف گھما دیا بلکہ وہ خود دوسری طرف گھوم گیا اور لڑکھڑاتا ہوا اسٹیج کے ایک سرے کی طرف گیا۔ وہاں ذرا سا ڈگمگانے لگا۔ حالانکہ وہ کمزور نہیں تھا لیکن میں اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ تب اچانک مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ اُبھرنے لگی۔ سب لوگ آپس میں کچھ کہہ رہے تھے کیوں کہ اس جوان کا ایک پاؤں بھیگ رہا تھا۔ جہاں کھڑا ہوا تھا وہاں کی زمین بھی بھیگ رہی تھی۔

سونیا نے حقارت سے کہا "معلوم ہوتا ہے، تم لوگوں کے ہاں کوئی مرد نہیں ہے۔ اسی لیے ایسے بزدل مجھے چیلنج کرتے ہیں۔"

ثبات معظم نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا "یہ ناممکن سی بات ہے۔ ہمارا یہ جوان بہت ہی دلیر ہے۔ اس نے ابھی اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے اور ہم پچھلے دو برس سے اس کی کارکردگی دیکھتے آ رہے ہیں۔ ایک جواں مرد اور مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والا فائٹر اس حال کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔ میں مسٹر گوئیل سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلے

میں کچھ روشنی ڈالیں۔"

سونیا اسٹیج سے اتر کر جانے لگی۔ گوئیل نے اسٹیج پر آکر کہا "معزز حاضرین! یہاں ابھی جو کچھ ہوا ہے، میں اس کی توقع تو نہیں کر سکتا تھا لیکن اتنا جانتا تھا کہ یہ مادام سونیا کا ایک ہاتھ بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔"

ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمھارا یہ شاگرد ابھی مکمل طور پر ایک فائٹر نہیں بن سکا تھا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ اس میں یقیناً کسی صلاحیت کی کمی نہیں ہے لیکن صلاحیتیں حاصل کرنا اور بات ہے، عملی میدان میں ان صلاحیتوں کا استعمال کرنا اور بات ہے۔ اس دنیا میں طرح طرح کے لڑنے والوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ طرح طرح کے تجربات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ نوجوان تجربات سے بالکل خالی ہے۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اس جوان سے چند سوالات کرتا ہوں۔ ان سوالات کے جواب سُن کر آپ کو اس کی کمزوری کا علم ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے اس جوان سے پوچھا "کیا آج صبح چار بجے میں نے فون پر تم سے گفتگو کی تھی؟"

وہ شرمندہ سا تھا۔ سر جھکائے کھڑا تھا۔ اس نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔

ثبات معظم نے گرج کر کہا "زبان سے جواب دو۔"

اس نے زبان سے کہا "ہاں، مسٹر گوئیل نے صبح چار بجے مجھ سے گفتگو کی تھی۔"

گوئیل نے کہا "میں نے اس سے پوچھا، آج یہاں مقابلہ ہے۔ پھر یہ صبح چار بجے تک کیوں جاگ رہا ہے۔ تب اس نے جواب دیا کہ مادام سونیا اس کے حواس پر چھائی ہوئی ہیں۔ ایک بے چینی سی ہے کہ جانے کل کے مقابلے میں کیا ہوگا؟"

ایک شخص نے اس جوان سے پوچھا "کیا تم نے یہ بات مسٹر گوئیل سے کہی تھی؟"

نوجوان نے تائید کی۔ پھر گوئیل نے کہا "میں نے اس جوان کو اسی وقت سمجھایا تھا کہ سونیا کو چیلنج نہ کرے۔ کیوں کہ یہ شعوری یا غیر شعوری طور پر مادام سونیا سے مرعوب ہے۔ اس پر اس نے انکار کیا۔ کہنے لگا۔ مرعوب ہرگز نہیں ہے۔ جب مادام سونیا کو شکست دے گا تو آئندہ مادام سونیا اس سے مرعوب رہا کریں گی لیکن آج کا نتیجہ آپ لوگوں کے سامنے ہے۔"

یہ کہہ کر گوئیل اسٹیج سے اُتر گیا۔ سونیا اپنی جگہ آکر بیٹھ گئی تھی۔۔۔۔ ثبات معظم اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا "کیا یہ ممکن ہے کہ تمھارا ایک طمانچہ کھانے کے بعد کسی شہ زور کی یہ حالت ہو جائے؟"

"آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی آپ کو ممکن نظر نہ آئے تو یہ آپ کی آنکھوں کا قصور نہیں، آپ کے دماغ کا فتور ہے۔"

دماغ کے فتور کی بات چلی تو اسے یاد آیا کہ پچھلی رات اس سے کیسی غیر معمولی حرکتیں سرزد ہوئی تھیں۔ غیر معمولی بھی، حیرت انگیز بھی اور ناقابلِ یقین بھی۔ اس نے کچھ سوچ کر سونیا کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سنجیدہ مزاج کے برعکس کوئی غیر معمولی حرکت کر بیٹھے؟"

"ہاں، ایسا اکثر ہوتا ہے۔ جو آدمی کبھی سنجیدگی سے مسکراتا بھی نہیں ہے۔ وہ کبھی اچانک ہی قہقہہ لگانے لگتا ہے۔"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ اس سے بھی زیادہ غیر معمولی، حیرت انگیز، ناقابلِ یقین۔۔۔"

"اب حیرت انگیز اور ناقابلِ یقین تو یہی ہو سکتا ہے کہ آدمی پاگل بن جائے اور اپنے آپ کو اُلٹا لٹکا دے۔"

"ہاں کچھ اسی قسم کی حرکتیں ہو جاتی ہیں کہ ایک سنجیدہ آدمی یقین نہ کر سکے کہ وہ خود کبھی ایسا کر سکتا ہے۔ یہی خیال پیدا ہو کہ اس سے یہ حرکت کرائی گئی ہے یا تو جادو ٹونے کے عمل سے یا پھر ٹیلی پیتھی کے عمل سے۔"

سونیا نے ذرا گھور کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "کیا فرہاد نے کسی کے ساتھ ایسی کوئی حرکت کی ہے؟"

"نہیں، بس ایسے ہی پوچھ رہا ہوں۔"

وہ یہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو چکا ہے۔ اگر بات زبان سے نکلتی تو پرائی ہو جاتی۔ ربّی اسفندیار ہپناٹزم کے ذریعے سونیا سے ایسی باتیں اگلوالیتا۔ بڑی مشکل تھی۔ وہ اپنی ذہنی پریشانی کا ذکر کسی سے نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اسی وقت میں نے بے اختیار اسے سرد آہ بھرنے پر مجبور کیا۔ اس نے سرد آہ بھرتے ہی چونک کر سونیا کو دیکھا پھر پریشان ہو کر پہلو بدلتے ہوئے دوسری طرف دیکھتے ہوئے سوچنے لگا "یہ۔ یہ پھر میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

سونیا نے مجھ سے پوچھا "کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟ اسے پریشان کر رہے ہو؟"

میں نے مختصر طور پر بتایا کہ کس طرح میں اس کے دماغ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ سونیا نے اس سے پوچھا "کیا بات ہے۔ آپ کچھ پریشان نظر آرہے ہیں؟"

اس نے یوں چونک کر دیکھا جیسے کوئی اس کے دماغ کے اندر کی چوری پکڑ رہا ہو۔ پھر اس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

وہ ٹھیک نہیں تھا۔ اندر سے کمزور ہو چلا تھا۔ اسے یہ بات زیادہ پریشان کر رہی تھی کہ ابھی ابھی اس نے کس طرح سرد آہ بھری ہے۔ وہ جوتے اس کے سرہانے کیسے آگئے تھے۔ تکیہ پاؤں کے نیچے کیسے چلا گیا تھا۔ وہ بہت کچھ سمجھ رہا تھا لیکن یقین کرنے کے لیے پھر بھی تیار

نہیں تھا۔ جب تک میں کسی کے دماغ میں پہنچ کر اپنی موجودگی کا یقین نہیں دلاتا، اس وقت تک کسی کو یقین نہیں آتا۔ وہ اپنے آپ کو سمجھا رہا تھا: "میری کوئی نفسیاتی کمزوری ہے جس کی تہ تک مجھے خود پہنچنا ہوگا۔ میں کسی ڈاکٹر سے، ماہرِ نفسیات سے مشورہ نہیں لے سکتا۔ اوہ، مائی گاڈ، یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو پوری طرح یقین دلایا گیا ہے کہ فرہاد فرانسیسی زبان نہیں جانتا ہے اور میں نے سونیا کے سامنے کبھی انگریزی میں گفتگو نہیں کی۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا: "اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں بہت سے لوگوں کے سامنے انگریزی میں گفتگو کرتا ہوں۔ ان لوگوں میں کوئی فرہاد کا جاسوس بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے ذریعے وہ میرے دماغ میں راستہ بنا سکتا ہے۔"

اس خیال نے اسے اور زیادہ کمزور بنا دیا۔ وہ اپنے آپ کو بیمار محسوس کر رہا تھا۔ اندر سے ہولے ہولے لرز رہا تھا اور اِدھر اُدھر محتاط نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ کوئی اس کی کمزوری کو نہ پکڑ سکے۔

ان ڈور اسٹیڈیم میں بہت سے مشہور یہودی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے اچانک ہی ثبات معظم کو عبرانی زبان میں مخاطب کیا۔ میں اس کے دماغ سے اس کا ترجمہ سن سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مسٹر معظم! آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ سونیا سے کام کی باتیں پوچھیں۔"

اس نے سنبھل کر سونیا کی طرف رُخ کرتے ہوئے پوچھا: "ان دنوں مسٹر فرہاد کس ملک میں ہیں؟"

سونیا نے جواب دیا: "رنگون میں ہیں۔"

"دیکھیے، آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔"

یقیناً وہ جان بوجھ کر جھوٹ بول رہی تھی۔ ربی اسفند یار کے ہپناٹزم کے دوران اس نے میری موجودگی پیرس میں بتائی تھی۔ اس وقت یہ تاثر دے رہی تھی کہ اسے ربی اسفند یار کی معمولہ بننے کی باتیں یاد نہیں ہیں۔ ثبات معظم نے کہا: "مادام! آپ کے فرہاد صاحب ان دنوں پیرس میں ہیں۔"

سونیا نے چونک کر دیکھا جیسے بھید کھل گیا ہو۔ پھر وہ سنبھل کر بولی: "وہ کس ملک میں ہیں، یہ کوئی بتا نہیں سکتا ہے۔ خیال خوانی کے ذریعے مجھ سے یہی کہتے ہیں کہ وہ رنگون میں ہیں۔ وہ رنگون میں ہوں یا پیرس میں، کوئی ان کے دماغ میں جھانک کر نہیں بتا سکتا کہ وہ کس وقت کہاں رہتے ہیں۔"

"ہمارے جاسوس بتا سکتے ہیں اور ہمارے جاسوس جلد ہی ان کی رہائش گاہ کا پتا بھی معلوم کر لیں گے۔"

"جب آپ کو اتنا یقین ہے تو پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں؟"

"ہم آپ کی گفتگو کے دوران جھوٹ اور سچ کو تولنا چاہتے ہیں۔"

"آپ نے ناپ تول سے کیا معلوم کیا؟"

"ابھی تو معلوم کر رہے ہیں۔ بائی دی وے فرہاد صاحب ہم کو ٹال رہے ہیں۔ ہماری دونوں ٹیلی پیتھی کا جواب نہیں دے رہے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی تھی، یہاں آ کر کچھ تفریح ہوگی لیکن میں بہت بور ہو رہی ہوں۔ کیا آپ مجھے میرے ہوٹل تک بحفاظت پہنچانا پسند کریں گے؟"

پیچھے بیٹھے ہوئے شخص نے عبرانی زبان میں کہا: "اسے ہوٹل پہنچا دو۔"

ثبات معظم اٹھ کر جانے لگا۔ سونیا اس کے ساتھ ہو گئی۔ میں نے کہا: "میں یہاں مصروف ہوں۔ تمہارے لیے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں پھر تم سے ملاقات کروں گا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر کھانے کی میز پر حاضر ہو گیا۔ رسوتی کھا چکی تھی۔ میں نے دوبارہ کھانا شروع کرتے ہوئے رسوتی کو سونیا کے حالات بتائے۔ وہ سنتی رہی۔ میں کھاتا رہا۔ تمام باتیں سننے کے بعد اس نے پوچھا: "کیا تم باپ بننا چاہتے ہو؟"

"باپ رے باپ، میں تو نہیں چاہتا۔ میرے دشمن چاہتے ہیں۔"

"لعنت ہے ان پر۔ دشمنی کی انتہا ہو گئی ہے۔ لعنت ہے، ہزار بار لعنت ہے۔"

"تم صبح سے شام تک اور شام سے پھر صبح تک لعنت بھیجتی رہو پھر بھی دشمنوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ وہ گناہ کے حق میں نہیں ہیں۔ وہ تو باقاعدہ کسی لڑکی کی مجھ سے شادی کرائیں گے اور جائز اولاد پیدا کرائیں گے۔"

اس نے غصے سے پوچھا: "کیا تم شادی کر لو گے؟"

"بھئی میں نے کہا نا میں نہیں کرنا چاہتا۔ وہ کرانا چاہتے ہیں۔"

وہ چڑ کر بولی: "تمہارے مذہب میں کتنی شادیاں جائز ہیں؟"

"ویسے چار ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو ایک ہی کافی ہے۔ دشمنوں کا طریقۂ کار کچھ اور ہوگا۔ مثلاً ایک بار شادی کرائیں گے۔ اگر میری منکوحہ میرے بچے کی ماں بننے والی ہوگی تو کوئی معقول وجہ پیش کر کے طلاق دلائیں گے۔ پھر دوسری شادی کرا دیں گے۔ بھئی اس میں صرف اسلام کی بات نہیں ہے۔ تمہارے ہندو مذہب میں تو یہی ہوتا ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے سے شادی کی جا سکتی ہے۔ یہی سلسلہ وہ بھی کریں گے۔"

"اور تم اس کے لیے تیار بیٹھے ہو۔ تمہاری تو ہر روز عید ہونے والی ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا: "میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہارے ساتھ رہوں گا۔ تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا اور جب چھوڑ کر نہیں جاؤں گا تو کسی دوسری سے شادی کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

میں درست کہہ رہا تھا۔ میں ایک طویل عرصے تک صرف اس کے ساتھ گھریلو زندگی گزارنا چاہتا تھا اور ایک جگہ سکون سے رہ کر بہت سارے کام نمٹانا چاہتا تھا۔ عبرانی زبان سیکھنے میں زیادہ وقت صرف کرنا چاہتا تھا۔ پھر یہی ہوا۔ اُدھر ڈاکٹر میکی براڈلے کرپادان کے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرنے لگا۔ کبھی مرجانہ اور کبھی اعلیٰ بی بی اور کبھی اعلیٰ بی بی کے ماتحت کرپادان سے ملتے رہتے تھے۔ کوئی نہ کوئی صبح و شام اس کے ساتھ رہتا تھا۔ کبھی اسے میری فلمیں دکھائی جاتی تھیں۔ میرے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے کے انداز سکھائے جاتے تھے۔ میرا لب و لہجہ اسے یاد کرایا جاتا تھا۔

وہ ذہین تھا۔ اسے جو سکھایا جا رہا تھا اسے کم سے کم وقت میں سیکھتا جا رہا تھا لیکن صرف ذہین ہونے سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے قوتِ ارادی اور مستقل مزاجی لازمی ہوتی ہے ... کرپادان میں ان باتوں کی کمی تھی۔ دوسری طرف میں نے دشمنوں کو ٹالنے کے لیے پہلی شرط تسلیم کر لی تھی کہ ٹیلی پیتھی سیکھنے کے سلسلے میں ان کے کسی طالب علم کی مدد کروں گا۔ اس دوران میں خیال خوانی کے ذریعے کتنے ہی اہم یہودی افراد کے دماغوں میں سرنگ بناتا رہا۔ ثبات معظم اب ذہنی مریض بنتا جا رہا تھا۔ ایک ہفتے کے بعد اس کی بیٹی ایمی اور دوسری چوبیس حسین لڑکیوں کے دماغ بالکل آئینے کی طرح صاف کر دیے گئے تھے۔ ہپناٹزم کے ذریعے ان کے برین واش کیے گئے تھے۔ انھیں ایک نئی زندگی دے کر نئے والدین کے سائے میں رکھا گیا تھا۔ ان کے ملک اور ان کی قومیت بدل گئی تھی۔ میں نے ان پچیس لڑکیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ ان کے پیچھے لگے رہنے کا فائدہ نہیں تھا۔ خواہ مخواہ وقت ضائع ہوتا۔ ایک نہ ایک دن وہ مجھ سے یا میرے فریب میں کرپادان سے ٹکرانے والی تھیں۔ جب وہ وقت آتا تو پھر دیکھا جاتا۔

میں نے میکی براڈلے سے کہا تھا کہ دن رات محنت کر کے پوری توجہ صرف کر کے کرپا کو فرہاد بنا دے لیکن وہ بے چارہ اپنی مصروفیات سے مجبور تھا۔ اس نے بار بار مجھ سے معذرت چاہتے ہوئے کہا: "مسٹر فرہاد! آپ سہولت سے یہ کام کرائیں گے تو کام پختہ ہوگا۔ کہیں کوئی خامی نہیں رہے گی۔"

میں نے بھی جب یہ دیکھا کہ تل ابیب میں سونیا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں نے میکی براڈلے کو چھوٹ دے دی تاکہ وہ سہولت سے اپنا کام کرتا رہے۔ اُدھر تل ابیب میں سب لوگ ہراساں تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ شبہ تو ضرور تھا کہ فرہاد ٹیلی پیتھی کے ذریعے چپکے چپکے سرنگ بنا رہا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ بارہا سونیا کے ذریعے مجھ سے شکایتیں کی گئیں۔ میں نے انھیں یقین دلایا اور انھیں یقین کرنا پڑا کہ میں کسی عبرانی بولنے والے یا فرانسیسی بولنے والے کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی اتنی جلدی یہ زبانیں سیکھ سکتا ہوں۔

ایک ہفتے کے بعد یہودیوں کے لیے پانی سر سے اونچا ہونے لگا۔ ہر دوسری تیسری رات کوئی نہ کوئی سمندر کے راستے سے تل ابیب میں داخل ہوتا تھا۔ اس کے قدموں کے نشانات ملتے تھے لیکن وہ گرفت میں نہیں آتا تھا۔ دماغی امراض کے ڈاکٹروں اور نفسیات کے ماہرین کے ہاں لوگوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ دماغی اور نفسیاتی مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے وہاں کے اعلیٰ حکام کو پریشان کر دیا۔ ربی اسفند یار نے آخر دو چار لوگوں کے دماغوں میں ہپناٹزم کے ذریعے پہنچ کر معلوم کر لیا کہ جب وہ رات کو گہری نیند میں سو جاتے ہیں تو ان کا دماغ نیند کی حالت میں انھیں بستر سے اُٹھاتا ہے۔ پھر وہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ دوسرے دن بیدار ہونے کے بعد خود انھیں ایسی حرکتیں غیر معمولی، ناقابلِ یقین اور بہت ہی حیرت انگیز لگتی ہیں۔

ربی اسفند یار کی اس تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کی کارستانی ہے۔ اس کی تحقیقات مکمل ہونے تک دو ہفتے گزر چکے تھے۔ پھر ایک رات وہ اپنے معمول کے مطابق سونیا پر ہپناٹزم کا عمل کر رہا تھا۔ ہر رات جب وہ سونے کے لیے جاتی تھی تو وہ تنویمی عمل کے لیے پہنچ جاتا تھا۔

اس نے تنویمی عمل کے دوران پوچھا: "کیا فرہاد یہاں مختلف لوگوں کے دماغوں تک پہنچ گیا ہے؟"

سونیا اس کی معمولہ بنی اس کے سامنے بستر پر چاروں شانے چت لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا: "میں نہیں جانتی۔"

"کیا فرہاد تمہیں اپنے منصوبوں کے متعلق کچھ نہیں بتاتا ہے؟"

"وہ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتے ہیں لیکن انھیں شبہ ہو گیا ہے کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا جا رہا ہے اور ان کی سوچ کی لہریں میرے دماغ کے تہ خانے تک نہیں پہنچ رہی ہیں۔ اسی لیے شاید وہ مجھ سے اہم باتیں چھپانے لگے ہیں۔"

"آئندہ وہ تم سے رابطہ قائم کرے تو تم اس سے کہو گی کہ اس قسم کی حرکتیں بند کر دے ورنہ اس کے حق میں بُرا ہوگا بلکہ تمہیں ایسا نقصان پہنچایا جائے گا جس کی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا ہے۔"

"آئندہ وہ مجھ سے رابطہ قائم کریں گے تو میں ان سے یہ باتیں کہوں گی۔"

"فرہاد یہاں جسے چاہتا ہے اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اس سے کہو، کسی کو بھی اپنا معمول بنا کر کل صبح دس بجے مجھ سے گفتگو کرے۔"

"میں اس سے کہوں گی کہ کل صبح دس بجے وہ آپ سے گفتگو کرے۔"

بات دوسرے دن کے لیے ٹل گئی۔ میں اسی [illegible] جیسے بہانوں

سے پندرہ دن گزار چکا تھا۔ دوسرے دن صبح دس بجے سونیا کے کمرے میں ربی اسفندیار میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس کمرے میں گارڈ آنٹی کے علاوہ بحریہ کا ایک افسر بھی تھا۔ اس کے دو اسسٹنٹ وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ وہ سب میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے سونیا کی زبان سے کہا "مسٹر اسفندیار! میں موجود ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ کے کسی آدمی کو معمول بنا کر آپ سے گفتگو کروں۔"

ربی اسفندیار نے مسکرا کر کہا "خوش آمدید، مسٹر فرہاد علی تیمور! مجھے توقع تھی کہ سونیا کے یہاں آنے کے بعد آپ مجھ سے کسی نہ کسی طرح ملنا اور باتیں کرنا پسند کریں گے۔ کل رات میں نے سونیا سے اپنی یہ خواہش ظاہر کر دی تھی۔"

"مسٹر اسفندیار! آپ کی خواہش محض بات کرنے کی نہیں تھی بلکہ آپ مجھے کسی طرح چیلنج کرنے کے لیے بے قرار ہیں۔ مجھے اس ملاقات میں مزید دھمکیاں دیں گے اور میں وہ دھمکیاں سننے اور ان کا جواب دینے آیا ہوں۔"

"مسٹر فرہاد علی تیمور! کیا آپ کبھی دوستانہ انداز میں گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے ہیں؟"

"دوستوں کے ساتھ دوست ہوں اور دشمنوں کے ساتھ دشمن۔"

"ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں۔"

"یہ فضول باتیں ہیں۔ آپ نے بلایا، میں آ گیا لیکن سونیا کے ذریعے گفتگو نہیں کروں گا۔ آپ نے ٹھیک فرمایا تھا کہ میں آپ کے آدمیوں کے دماغوں تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی تحقیقات غلط نہیں ہیں۔ یہاں آپ کی بحریہ کا ایک اہم آفیسر بیٹھا ہوا آپ سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں پہلے تھوڑی دیر تک سونیا کے دماغ میں رہ کر سنتا رہا۔ پھر میں اس بحریہ کے آفیسر کے دماغ تک پہنچ گیا۔"

ربی اسفندیار اور وہ آفیسر حیرانی سے سونیا کو دیکھنے لگے پھر ربی اسفندیار نے پوچھا "ہم تو عبرانی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ کیا آپ یہ زبان جانتے ہیں؟"

دوسرے ہی لمحے میں اس آفیسر کے دماغ میں پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے کہا "اب میں اس کی زبان سے بول رہا ہوں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ میں اتنا کچھ جانتا ہوں جتنا میرے ریکارڈ میں بھی نہیں لکھا ہوا ہے۔ آپ چاہیں تو میرے ریکارڈ میں اضافہ کر دیں کہ — فرہاد صرف فرانسیسی ہی نہیں، عبرانی زبان بھی جانتا ہے۔"

اس آفیسر کی پریشانی قابلِ دید تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے بٹھا دیا۔ وہ سہم کر بولا "ربی! محترم ربی! میں اٹھ کر جانا چاہتا تھا لیکن ایسا لگا جیسے زبردستی مجھے بٹھا دیا گیا۔ پلیز مجھے اس سحر سے نجات دلائیں۔"

ربی اسفندیار نے ہاتھ اٹھا کر آشیرباد دینے کے انداز میں کہا "تم اطمینان سے بیٹھو۔ میں تمہارا محافظ ہوں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مسٹر فرہاد تمہارے ذریعے کیا باتیں کرنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا "باتیں آپ کریں گے۔ آپ نے مجھے بلایا ہے۔"

"پتا نہیں تم کتنی زبانیں جانتے ہو لیکن یہ جو میرے لوگوں کے دماغوں میں پہنچ رہے ہو تو اسے چھچھوری حرکتیں کہتے ہیں۔ لوگوں کو دماغی اور نفسیاتی مریض بنانے کا فائدہ کیا ہے۔ یہ تو وہی بات ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔"

"مسٹر اسفندیار! میں اس وقت آپ کے ایک اہم دماغ میں بیٹھا ہوا ہوں۔ پھر بھی آپ کہتے ہیں کہ کھسیانی بلی ہوں۔ آپ کھمبا نوچنے کی بات کر رہے ہیں۔ ابھی مجھے چیلنج کریں تو میں ساحلِ سمندر کے لمبے ٹاوروں کو نوچ کر پھینک دوں۔"

"میں چیلنج نہیں کروں گا۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا ہمارے مغربی ساحل کی طرف سے آپ کے آدمی ہر رات تل ابیب میں داخل ہوتے ہیں؟"

"آپ کا خیال درست ہے۔"

"ہمارے سراغ رساں جلد ہی ان آدمیوں کا سراغ لگائیں گے اور انھیں گولی مار دیں گے۔ آپ کو شکایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں شکایت نہیں کروں گا۔"

"ہم نے مادام سونیا کو ایک معزز مہمان کی طرح رکھا ہے ورنہ ہم چاہتے تو انھیں کال کوٹھری میں بھیج دیتے۔"

"آپ سونیا کو اپنی مرضی کے مطابق کوئی ہلکی سی بھی سزا دے کر دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

ربی اسفندیار نے کہا "ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ مادام سونیا کو ذہنی، جسمانی اور جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ آپ نے بھی وعدہ کیا ہے کہ سیاسی سطح پر ہمارے بڑوں کے دماغ میں نہیں پہنچیں گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں۔ میں نے ابھی تک آپ کے کسی بھی سرکاری آدمی کو نہیں چھیڑا ہے۔ لیکن ٹیلی پیتھی ایک کینسر ہے جو اندر ہی اندر پھیلتا ہے۔ میں آپ کے چھوٹے لوگوں کے درمیان اندر ہی اندر پھیل رہا ہوں۔ تل ابیب کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہوں۔ ایک دن پورا تل ابیب پاگلوں کا اڈہ بن جائے گا اور وہ دن جلد آنے والا ہے۔"

"یہ وعدے کی خلاف ورزی ہوگی۔"

"میں نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا تھا کہ تل ابیب کے باشندے پاگل نہیں بنیں گے۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم مادام سونیا کو ہمیشہ اپنی قید میں رکھیں۔"

"اگر سونیا کے قید کی معیاد بڑھتی گئی تو میں تل ابیب سے یروشلم تک پہنچوں گا۔ اسرائیل کے ہر چھوٹے بڑے شہر اور گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لوں گا۔ آپ ایک سونیا کی دھمکی نہ دیں۔ سونیا میرے لیے قربانی دے سکتی ہے لیکن پوری اسرائیلی قوم پاگل ہو جائے یہ شاید آپ میں سے کوئی پسند نہیں کرے گا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا "آپ، آپ اپنی حد سے بڑھ رہے ہیں۔"

"میں اپنی حد میں ہوں۔ میں چاہتا تو آپ کے فوجی افسروں کے ذریعے، بحری، بری اور فضائی فوج میں ہلچل پیدا کر دیتا لیکن مجھے اپنے وعدے کے مطابق سیاست کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔ آپ میری شرافت کو اور وعدے کی پابندی کو دیکھیں۔ میں آخری وقت تک اپنے وعدے پر قائم رہوں گا اور میرا اس میں نقصان بھی نہیں ہے۔ آپ کی سیاست آپ کو مبارک ہو۔ آپ کے سربراہ سلامت رہیں۔ آپ کی فوجیں اپنی فتح و نصرت پر بغلیں بجاتی پھریں لیکن آپ کا مقصد یہودی قوم کے ایک ایک فرد کو دوسری قوموں سے برتر بنا کر ساری دنیا میں پھیلانا ہے تو یہ مقصد کیسے پورا ہوگا جب یہودی قوم کا ایک ایک فرد دماغی مریض کہلائے گا۔"

ربی اسفندیار اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر وہ اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ اس آفیسر کو دیکھتے ہوئے گویا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا "مسٹر فرہاد! ہم اس معاملے کو اپنے بڑوں تک پہنچائیں گے اور ان سے کسی مثبت فیصلے کی درخواست کریں گے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ سونیا کو جلد سے جلد رہا کر دیا جائے گا۔ آپ وعدہ کریں کہ آپ ہمارے آدمیوں کے دماغوں تک نہیں پہنچیں گے۔"

آپ سونیا کی رہائی کے متعلق جلد از جلد فیصلہ سنائیں اور اس پر عمل کریں۔ جب تک عمل نہیں کیا جائے گا، میں آپ کے چھوٹے بڑے دماغوں تک پہنچتا رہوں گا۔ مجھے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ فیصلہ اور فوری فیصلہ اور پھر اس فیصلے پر فوری عمل۔

اس نے کچھ سوچ کر کہا "ذرا ایک منٹ۔ میں ابھی فیصلے کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس آیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ میں عبرانی زبان بھی سمجھ لیتا ہوں۔ تاہم اسے یقین تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا اور میں بھی جانتا تھا کہ میری سوچ کی لہریں اس کے دماغ میں پہنچیں گی تو وہ سانس روک لے گا۔

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ عبرانی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ اگرچہ میں کچھ کچھ یہ زبان سمجھنے لگا تھا لیکن روانی سے بولنے پر یہ زبان پلے نہیں پڑتی تھی۔ میں اس فوجی آفیسر کے دماغ میں بیٹھ کر اس کے ذریعے ترجمہ سن رہا تھا۔ ربی اسفندیار نے جہاں رابطہ قائم کیا تھا، وہاں اعلیٰ حکام کی ایک میٹنگ ہو رہی تھی اور وہ اسی سلسلے میں تھی۔ ربی اسفندیار انھیں میرے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا پھر اس نے میرا چیلنج سنایا کہ فرہاد ہر حال میں سونیا کی رہائی چاہتا ہے اور انکار کی صورت میں دھمکی دیتا ہے کہ پہلے تل ابیب کے باشندے دماغی مریض بنیں گے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ یروشلم تک جائے گا۔

اس کے ذریعے میرا یہ چیلنج سن کر دوسری طرف سے کچھ کہا گیا۔ اس نے جواباً کہا "میں یہ بات کہہ چکا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ جب تک فیصلہ ہوتا رہے گا اور فیصلے پر عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک وہ خیال خوانی کے ذریعے عوام کے درمیان سرنگ بناتا رہے گا۔"

دوسری طرف سے پھر کچھ کہا جا رہا تھا اور وہ سن رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے جواباً کہا "میں آپ لوگوں کی اس بات کا جواب ابھی نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، وہ ہماری بحری فوج کے ایک آفیسر کے دماغ میں موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ فرانسیسی اور عبرانی زبان بھی سمجھ لیتا ہے۔ اس کا یہ دعویٰ مجھے درست نظر آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ اس کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر پلٹ کر اپنے فوجی آفیسر کو دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں نے آپ کی باتیں اعلیٰ حکام تک پہنچا دی ہیں۔ انھوں نے فیصلہ سنا دیا ہے۔ مادام کو رہا کر دیا جائے گا لیکن ہم دو دن کی مہلت چاہتے ہیں۔"

میں اس آفیسر کی زبان سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ہم جانتے ہیں، آپ کا جواب کیا ہوگا۔ جب تک مادام کو یہاں سے روانہ نہیں کیا جائے گا۔ اس وقت تک آپ ہمارے آدمیوں کو دماغی مریض بناتے رہیں گے لیکن ہم صرف دو دن کی مہلت چاہتے ہیں۔ اگر دو دن کے بعد ہم نے وعدہ پورا نہ کیا۔ مادام کو یہاں سے بحفاظت پیرس نہ پہنچایا۔ تب آپ انتقامی کارروائی کر سکتے ہیں۔"

میں نے آفیسر کی زبان سے سونیا کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تمھارا کیا خیال ہے۔ جہاں اتنے دنوں تم ان کی مہمان رہ چکی ہو، دو دن اور سہی؟"

سونیا نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہاں دو دن اور سہی۔"

میں نے کہا "مسٹر اسفندیار! ہم دو دن تک انتظار کریں گے۔ آج میں صبح دس بجے آیا تھا۔ پرسوں دس بجے ٹھیک اس وقت سونیا کی رہائی چاہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ اپنے فیصلے میں لچک پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے لیکن میں آپ سے ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

"فرمائیے، میں سُن رہا ہوں۔"

"میں یہودی قوم کا ربی ہوں۔ اپنے دین کا عالم اور پیشوا ہوں۔ کیا تم دوسرے مذہب کے بزرگوں اور عالموں کی عزت نہیں کرتے ہو؟ تم اب تک مجھے مسٹر اسفندیار کہہ کر مخاطب کرتے رہے۔ اگر ربی اسفندیار کہہ لیتے تو کیا فرق پڑتا؟"

"مسٹر اسفندیار! میں ہر مذہب کے پیشواؤں، عالموں اور بزرگانِ دین کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن وہ بزرگ اور عالم جو اپنے دین کی پیشوائی کا لبادہ اوڑھ کر جھوٹ بولتے ہیں اور مذہب کا سودا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی عزت کوئی بھی نہیں کرتا۔ دو دن کے بعد جب آپ اپنا وعدہ پورا کر دیں گے۔ خود کو سچا ثابت کر دیں گے تو میں آپ کی نیکی، پارسائی اور سچائی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو آپ کے دین کی مناسبت سے مخاطب کروں گا۔"

سونیا نے کہا "فرہاد! میں باہر تفریح کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ یہ بہتر ہو گا کہ جس آفیسر کے ذریعے تم گفتگو کر رہے ہو، یہی مجھے تل ابیب کی سیر کرائے۔"

میں نے ربی اسفندیار سے پوچھا "کیا آپ سونیا کی خواہش سُن رہے ہیں؟"

"ہاں سُن رہا ہوں۔ ابھی اس پر عمل کیا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے مسٹر اسفندیار! پھر ملاقات ہو گی۔ میرا اور سونیا کا خدا حافظ۔"

اس آفیسر نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "مادام! میں ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر آپ جہاں کہیں گی، آپ کو تفریح کے لیے لے جاؤں گا۔"

وہ ربی اسفندیار کے ساتھ کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے کہا۔ "اب بتاؤ سونیا! کیا تم میری باتوں سے مطمئن ہو؟"

"ہاں، مطمئن تو ہوں لیکن انھوں نے دو دن کا وقت کیوں لیا ہے؟"

"ظاہر ہے، وہ اپنے لیے کچھ نئے چور دروازے بنائیں گے جس کے ذریعے وہ ہم سے اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔"

"مثلاً کیسے چور دروازے؟ ہاں، ایک بات میرے دماغ میں آ رہی ہے۔ یہ ربی اسفندیار ہر رات سونے سے پہلے میرے کمرے میں آ کر مجھے ٹرانس میں لاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں، ان لوگوں نے اسی طرح ایک بار مرجانہ کی برین واشنگ کی تھی۔ ہپناٹزم کے ذریعے اس کے دماغ کو بالکل صاف کر دیا تھا اور نئی باتیں دماغ میں بھر دی تھیں۔ جیسا کہ یہ میرے ساتھ کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ ایسے وقت تم ہمیشہ میرے دماغ میں موجود رہتے ہو۔ اب یہ دو دن ربی اسفندیار کے لیے بہت اہم ہیں تمھیں اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر وقتاً فوقتاً میرے دماغ میں پہنچنا ہو گا۔ دیکھنا ہو گا کہ یہ کس وقت مجھے ٹریپ کرتے ہیں، کس وقت مجھے ٹرانس میں لاتے ہیں؟"

"ہاں، میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ صرف سونے کے وقت تمھارے کمرے میں نہیں آئے گا بلکہ وقت بے وقت بھی تمھیں ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بنانے اور تمھارے دماغ کو سلیٹ کی طرح صاف کرنے کی کوشش کرے گا لیکن تمھارے دماغ کی سلیٹ پر جو کچھ لکھا ہے میں اسے مٹنے نہیں دوں گا۔ میں تمھارے پاس آتا رہوں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔"

میں اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سنگا پور میں سہ پہر کا وقت تھا۔ میں سمندر کے کنارے جس چھوٹے سے وِلا میں تھا، وہ اس وقت خالی تھا۔ ماسک مین کی طرف سے دی ہوئی ایک ملازمہ اور باورچی اس بنگلے سے باہر اپنے سرونٹ کوارٹر میں تھے۔ میں بنگلے سے باہر آ گیا۔ باہر دور تک ریتلی زمین تھی۔ اس کے بعد سمندر کا نیلا پانی تا افق نظر آ رہا تھا۔ ساحل پر دور دور تک ناریل کے درخت نظر آ رہے تھے۔ پکنک منانے والے، سمندر میں غوطے لگانے والے، سیر و تفریح کرنے والے، ہنستے، کھیلتے، دوڑتے، بھاگتے نظر آ رہے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا، سمندر کے کنارے کنارے کھلی فضا اور تازہ ہواؤں میں سانس لینے لگا۔ مجھے بڑا لطف آ رہا تھا۔ گھر کی چار دیواری اور خیال خوانی کے مسلسل عمل سے نجات پا کر عجیب سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے میں بہت عرصے بعد ایک طویل قید سے رہا ہو کر کھلی فضا میں پہنچ گیا ہوں۔

رسونتی صبح ناشتہ کرنے کے بعد اکثر پارس کو لے کر تفریح کے لیے نکل جاتی تھی۔ میں بھی چاہتا تھا کہ وہ تفریح کرتی رہے اور میری خیال خوانی میں مداخلت نہ کرے۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ روز صبح جاتی تھی اور شام تک واپس آ جاتی تھی۔ میں نے کبھی اس کے دماغ میں جھانک کر یہ نہیں معلوم کیا کہ وہ کہاں جاتی ہے، کیا کرتی ہے یا اسے کسی قسم کا خطرہ ہے یا نہیں؟

میرے اطمینان کی وجہ ماسک مین کے آدمی تھے جو اس کے آگے پیچھے لگے رہتے تھے۔ پھر یہ کہ وہ میک اپ میں رہتی تھی۔ کوئی اسے رسونتی یا میری شریکِ حیات کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا۔

بہت دور نکل کر میں نے اپنے بنگلے کی طرف پلٹ کر دیکھا۔ اب وہ بنگلہ ایک ساحلی موڑ پر نظر آ رہا تھا۔ میں چلتے چلتے ساحل کے ساتھ ساتھ دوسری طرف مُڑنے لگا تھا۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے پلٹ کر دیکھ لیا یا یوں کہنا چاہیے کہ تقدیر مہربان ہوتی ہے تو شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے دیکھا، میرے بنگلے کے سامنے دو گاڑیاں آ کر رکی تھیں اور کتنے ہی لوگ اس میں سے کود کود کر بنگلے کی طرف دوڑتے

[...]ا رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی بنگلے کے باورچی کے دماغ میں چھلانگ [...]گائی۔ وہ اس وقت تک سرونٹ کوارٹر سے نکل کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ [...]ں کے ذریعے پتا چلا کہ آنے والے مسلح ہیں اور انھوں نے بنگلے کو چاروں [...]طرف سے گھیر لیا ہے۔ ان میں سے چار آدمی ریوالور اور مشین گن لے [...]کر بنگلے میں داخل ہو گئے تھے۔ میں دروازہ کھول کر آیا تھا، اس لیے [...]انھیں دروازہ توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

ایک شخص باورچی کا گریبان پکڑ کر پوچھ رہا تھا "فرہاد کہاں ہے؟"

باورچی نے حیرانی سے پوچھا "کون فرہاد؟ ہم کسی فرہاد کو نہیں جانتے ہیں۔"

"جھوٹ مت بولو۔ یہاں کون رہتا ہے؟"

"ایک دیوی جی دہلی سے آئی ہیں۔ وہ اپنے پتی اور بچے کے ساتھ یہاں رہتی ہیں۔"

اس نے گریبان سے پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا "اور اس دیوی کا پتی مسلمان ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔"

اتنے میں چاروں آدمی بنگلے سے باہر آ گئے۔ انھوں نے کہا "ہم نے ایک ایک کونہ دیکھ لیا ہے۔ وہ یہاں موجود نہیں ہے۔"

یہ تمام باتیں ملایائی زبان میں ہو رہی تھیں۔ میں باورچی کے دماغ سے ان کا ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ ایک مسلح جوان نے باورچی کی گردن دبوچ کر پوچھا "تمھارا صاحب کس وقت باہر گیا ہے؟"

"پتا نہیں جی، ہم اپنے کوارٹر میں تھے۔ وہ ہمیں بتا کر نہیں گئے۔"

"تم اپنے کوارٹر میں کب گئے تھے؟"

"یہی کوئی دو گھنٹہ پہلے۔"

ایک نے کہا "ہو سکتا ہے وہ ساحل پر تفریح کے لیے گیا ہو۔ آؤ اسے تلاش کرتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی میں تیزی سے، سمندر سے اور ساحل سے دور [...]ہوتے ہوئے شہر کی طرف جانے لگا۔ میرے چہرے پر ہلکا سا [م]یک اپ تھا۔ میرے دشمن مجھے پہچان نہیں سکتے تھے مگر ہاں، [...]ں ساحل پر ہوتا اور انھیں مجھ پر شبہ ہو جاتا تو وہ میرا میک اپ اُتار [...]سکتے تھے۔

میں ایک سڑک کے کنارے چلتے چلتے رُک گیا۔ وہ سڑک بہت [ز]یادہ مصروف نہیں تھی۔ شاذ و نادر ہی گاڑیاں وہاں سے گزرتی تھیں۔ [م]یں نے منجالی کو مخاطب کیا۔ وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے [...]کہا "میں ابھی دشمنوں کی گرفت میں آتے آتے رہ گیا۔ تقدیر مہربان تھی۔ [م]یں ان سے دور تھا۔ انھیں دیکھتے ہی بہت دور چلا آیا ہوں۔ تم فوراً [...]گاڑی لے کر آؤ۔ میں تمھیں جگہ بتا رہا ہوں۔ یہ شہر اب بھی تمھارے [...]لیے اجنبی ہے لہٰذا ڈرائیور کو ساتھ لو اور اسے بتاؤ کہ میں جنگی روڈ پر ایک فیکٹری کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ اس فیکٹری میں ہیرے تراشے جاتے ہیں اور ان پر پالش کی جاتی ہے۔"

وہ میری باتیں سنتے سنتے کار میں آ کر بیٹھ گئی تھی —— ڈرائیور کار کے پاس ہی موجود تھا۔ اس نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی پھر تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے منجالی کے بتائے پتے پر چلنے لگا۔ میں وہاں کھڑا ہوا دور تک دیکھتا رہا۔ سوچتا رہا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا؟

میں نے اتنے جتن کیے۔ اپنی ذہانت سے چھپ چھپا کر رنگون سے یہاں پہنچا اور اتنی جلدی دشمنوں کو پتا بھی چل گیا کہ میں مشرقی ساحل کے ایک بنگلے میں پایا جا سکتا ہوں۔ آخر یہ اچانک کیسے ہو گیا؟ دشمن ٹیلی پیتھی تو نہیں جانتے تھے۔ یقیناً انھوں نے کسی کا سہارا لیا اور جس کا بھی سہارا لیا، وہ کوئی میرا اپنا ہی تھا۔

فوراً ہی میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا۔ میں نے رسونتی کو بہت چھوٹ دی تھی۔ اسے آزادی سے گھومنے کا موقع دیا تھا۔ یقین تھا کہ دشمن اسے پہچان نہیں سکیں گے۔ کیا دشمنوں نے اسے پہچان لیا ہے اور اس کی لاعلمی میں ہماری رہائش گاہ تک پہنچ گئے؟

لیکن رسونتی کہاں ہے؟

میں پلک جھپکتے ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک مندر میں تھی۔ میں نے رسونتی کو اس کے دھرم کے معاملات میں کبھی نہیں روکا۔ اسے بلا روک ٹوک پوجا پاٹ کی اجازت دی۔ اس وقت بھی وہ اپنے نقلی بیٹے پارس کو لے کر اس مندر کے اندر ایک پجاری کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے ایک ناگ دیوتا کی بڑی سی مورتی تھی۔ اس مورتی کی تہ میں ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا جہاں زہریلے ناگ پالے جاتے تھے۔ پوجا کرنے والے دودھ سے بھرے ہوئے کٹورے اور کلسیاں لے کر آتے تھے۔ وہ تمام دودھ تہہ خانے کے زہریلے سانپوں تک پہنچایا جاتا تھا اور انھیں دودھ پلا کر ناگ دیوتا کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

رسونتی یقیناً پوجا کرنے آئی تھی۔ اس نے بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمارا بیٹا پارس ہم دونوں کے مطابق پروان چڑھے گا۔ میں نے اس بات پر اعتراض نہیں کیا کیوں کہ میرا بیٹا پارس میرے پاس تھا۔ اور مسلمان کی حیثیت سے پرورش پا رہا تھا اور وہ خوش فہم فرضی پارس کو اپنے ڈھنگ پر چلا رہی تھی۔

میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا، کہیں دشمنوں نے اسے پہچان نہ لیا ہو۔ یقیناً پہچان لیا ہو گا کیوں کہ اس وقت وہ میک اپ میں نہیں تھی۔ اپنے دیوتا کے سامنے اصلی روپ میں تھی۔ میں آہستہ آہستہ اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ معلوم کرنے لگا کہ قصہ کیا ہے؟ عورت اگر کمزور ہو تو وہ اپنی سوکن کو برداشت کر لیتی ہے۔ اگر اس کے ہاتھ میں ذرا سی بھی طاقت آ جائے تو وہ اپنے مرد کو تو سر پر بٹھاتی ہے

لیکن سوکن کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہے۔

قصہ یوں شروع ہوتا ہے کہ سنگاپور میں ایک بہت مشہور شاہراہ ہے جس کا نام سہہ رنگون ہے۔ سہہ رنگون شاہراہ کے اطراف سے کتنی ہی بڑی بڑی سڑکیں دوسری سمت جاتی ہیں۔ ان میں سے چوتھی سڑک کا نام ہندو روڈ اور پانچویں سڑک کا نام نورس روڈ ہے۔ ان دونوں سڑکوں کے درمیان ہندوستانی آبادی ہے۔ یہاں کے بازاروں میں ہندو مہاجن چھائے ہوئے ہیں۔ ہندوستان سے آنے اور جانے والے سوداگر بھی یہاں اپنا مال لاکر بیچتے ہیں اور یہاں سے طرح طرح کے مال خرید کر لے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھارتی حجاموں، باورچیوں اور دھوبیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ مسلمان کم نظر آتے ہیں۔ ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے اس لیے ان کے مندر بھی جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ وہیں ایک ناگ دیوتا کا مندر ہے۔ ایک ہفتہ پہلے رسونتی اسی مندر میں پوجا کے لیے آئی تھی۔ وہاں سے واپس آکر شام کو اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کی خبر رکھتا ہوں یا نہیں؟ میں نے اسے جواب دیا تھا "میں بھلا تمھارے دماغ میں پہنچ کر کیا کروں گا جب کہ تم ہر طرح سے محفوظ ہو۔ ماسک مین کے آدمی تمھارے اطراف پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ پھر تم میک اپ میں رہتی ہو۔ بھلا تمھیں کس بات کا خطرہ ہے؟"

"پھر بھی کبھی تو میری یاد آتی ہوگی؟"

"یاد آنا اور بات ہے، دماغ کو پڑھنا اور بات ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں بہت مصروف ہوں۔ جب تک سونیا اسرائیل کی حدود سے باہر نہیں نکلے گی، آزاد نہیں ہوگی، اس وقت تک میں کسی اور طرف دھیان نہیں دے سکتا۔ تم بھی تو یہی کہتی ہو کہ پہلے سونیا کو آزاد کرایا جائے۔"

اس نے مطمئن ہو کر کہا "ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔ جب میں صبح یہاں سے جایا کروں اور شام تک نہ آیا کروں تو میرے لیے پریشان نہ ہونا۔ ماسک مین کے کسی بھی آدمی سے پوچھ لینے سے میری خیریت معلوم ہو جائے گی۔"

بہرحال اسی دن یہ طے پا گیا تھا کہ میں اس کے دماغ میں نہیں آیا کروں گا۔ اس کے بعد بھی وہ کئی بار سوچ کے ذریعے مجھے پکارتی رہی۔ میں موجود نہیں رہتا تھا۔ بھلا جواب کیا ملتا۔ اس لیے وہ مطمئن ہو گئی کہ میں پوجا کے سمے اس کے دماغ میں نہیں آتا ہوں۔

اس کے بعد ہی سے اس نے اپنے ناگ دیوتا کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کی۔ پرارتھنا یا التجا یہ تھی کہ اسے سوکنوں کے عذاب سے بچایا جائے۔ اگر کوئی ایسی ویسی سوکن ہوتی تو اس کے لیے وہ کرشن بھگوان کے مندر میں یا شنکر بھگوان کی پوجا کے لیے جاتی لیکن اب جو سوکن تھی وہ زہریلی تھی۔ اس زہریلی لڑکی کی وجہ سے وہ سہم جاتی تھی اور اسے یقین تھا کہ اس کے شوہر فرہاد علی تیمور کو اس ناگن کے زہر سے عشق ہو گیا ہے۔

وہ ناگ دیوتا کے سامنے التجا کرتے وقت زیر لب بڑبڑا رہی تھی لیکن عورتوں کی عادت ہوتی ہے، پہلے اپنا دکھڑا دھیمے سُروں میں سُناتی ہیں۔ پھر اپنے دکھوں میں، اپنے جذبوں میں بہتے بہتے ان کی آواز کچھ تیز ہو جاتی ہے۔ اسے بھی اس بات کا احساس نہیں رہا تھا کہ وہ ذرا اونچی آواز میں دیوتا کے سامنے دکھڑا رو رہی ہے اور اس دوران وہ اپنے پارس کی سلامتی کے لیے بھی التجا کر رہی ہے۔ یقیناً پارس کا نام اس کے لبوں پر آیا ہوگا تو اس کے دیوتا نے بھی سنا ہوگا۔ مندر میں جب وہ پوجا کرتی تھی تو کوئی اور نہیں ہوتا تھا۔ پجاری چلا جاتا تھا۔ صرف اس کے ناگ دیوتا اس کے سامنے ہوتے تھے۔

جب اس کی پرارتھنا ختم ہو گئی۔ وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی تو اسے اپنے سر پر ایک ہاتھ محسوس ہوا۔ اس نے چونک کر دیکھا تو وہی پجاری اس کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کے قریب ہی پلتھی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا "بیٹی! ناگ دیوتا سے بھید بھاؤ اچھا نہیں ہوتا۔ ناگ دیوتا پاتال میں پہنچ کر بھی چھپنے والوں کی اصلیت معلوم کر لیتے ہیں۔ اگر تم کچھ چھپا رہی ہو تو تمھاری پرارتھنا خالی جائے گی۔ دیوتا سے کچھ پانا چاہتی ہو تو سچ سچ بتا دو، تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو اور کس کی پتنی ہو؟"

رسونتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ سوچ کے ذریعے مجھے پکارنے لگی "فرہاد! تم میرے دماغ میں موجود ہو تو مشورہ دو۔ کیا مجھے اپنے دیوتا کے سامنے سب کچھ اُگل دینا چاہیے۔ کچھ نہیں چھپانا چاہیے؟"

میں موجود نہیں تھا۔ دوسری طرف پجاری نے کہا "اگر کوئی اُلجھن ہے تو کچھ نہ کہو۔ ناگ دیوتا خود معلوم کر لیں گے لیکن تمھارے کسی کام نہیں آئیں گے کیوں کہ تم نے اپنے دیوتا پر وشواس (اعتماد) نہیں کیا ہے۔"

وہ جلدی سے بولی "نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے دیوتا پر پورا وشواس رکھتی ہوں۔ میں کبھی کوئی بات نہیں چھپا سکتی۔ میں ذرا الجھن میں پڑ گئی تھی۔ میرے پتی مسلمان ہیں۔ ان کے ہاں ایک سے دو اور دو سے چار شادیاں کرنے کا رواج ہے۔ وہ میرے اوپر سوکن لاتے رہتے ہیں۔ ان دنوں ایک زہریلی لڑکی نے انھیں پھانس رکھا ہے۔ ان کا من مجھ سے نہیں لگتا ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ وہ میرے پاس ہوتے ہیں مگر ان کا دل مجھ سے دور رہتا ہے۔"

"تم ٹھیک استھان پر آئی ہو۔ اگر وہ زہریلی ہے تو ناگ دیوتا اس کا سارا زہر نچوڑ کر رکھ دیں گے۔ اگر اس میں کشش ہے تو وہ ایک کیچوے کی طرح بدنما، بے ڈھنگی ہو جائے گی۔ اسے تمھارا پتی دیکھ کر منہ پھیر لیا کرے گا۔"

رسونتی نے خوش ہو کر پوچھا "سچ مہاراج؟ کیا وہ زہریلی لڑکی سچ مچ میرے پتی کی زندگی سے بالکل نکل جائے گی؟"

"بالکل نکل جائے گی۔ تم اس لڑکی کا پتا بتاؤ۔"

"میں نہیں جانتی۔ وہ اس سے چھپ چھپ کر ملنے جاتے ہیں۔ مجھ سے کسی کام کا بہانہ کر دیتے ہیں لیکن میں خوب سمجھتی ہوں۔"

"تم کہاں رہتی ہو؟"

اس نے مشرقی ساحل کے اس بنگلے کا پتا بتا دیا۔ میں نے اپنا سر تھام لیا۔ ساری بات سمجھ میں آگئی۔ ایسے ہی وقت میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ منجالی کی کار میرے سامنے آکر رُک گئی تھی۔ اس نے میرے لیے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ میں اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے دروازے کو بند کرتے ہوئے بولا "اپنی رہائش گاہ چلو۔"

ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ میں نے منجالی سے سوچ کے ذریعے کہا "رسونتی کی حماقت سے یہ ہو رہا ہے۔ میں اس وقت اس کے دماغ میں ہوں۔ تھوڑی دیر بعد تم سے باتیں کروں گا۔"

میں پھر رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پجاری اسے کچھ دیر انتظار کرنے کے لیے وہاں بٹھا کر چلا گیا تھا اور وہ بیٹھی رہ گئی تھی۔ اسی دوران دشمنوں نے ہمارے بنگلے پر چھاپہ مارا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر بعد پجاری واپس آگیا۔ اس نے رسونتی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا "بیٹی! تمھاری منو کامنا بہت جلد پوری ہونے والی ہے۔ آج رات وہ زہریلی لڑکی یہاں آئے گی اور ناگ دیوتا کے سامنے سر پٹک پٹک کر مر جائے گی۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا "سچ؟ کیا وہ مر جائے گی؟"

وہ بہت خوش تھی۔ پجاری نے کہا "ضرور مر جائے گی۔ تم ناگ دیوتا کو کچھ بھینٹ کرو۔ کل صبح تمھیں اس کی موت کی خبر ملے گی۔"

رسونتی نے اپنے گلے سے سونے کا قیمتی ہار اُتارا، جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اس نے ناگ دیوتا کے سامنے اس ہار کو رکھ دیا۔ اب میں پجاری کے دماغ میں رہ کر اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ شدید حیرانی سے ہیرے جڑے ہوئے ہار کو دیکھ کر سوچ رہا تھا "یہ عورت کتنی مالدار ہے، ہمارے صاحب ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی پتنی ہے۔"

اس کا صاحب کون تھا؟ میں اس کے دماغ کو کریدنے لگا۔ پتا چلا، اس مندر میں خفیہ مائیک نصب کیے گئے ہیں۔ وہاں آکر پوجا کرنے والے، پرارتھنا کرنے والے اپنے دیوتا کے سامنے جو کچھ بھی کہتے ہیں، وہ سب دوسری طرف سنائی دیتا ہے۔ اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو مصیبتوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ وہ مجرم بھی ہوتے ہیں، گنہگار بھی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بڑی آسانی سے بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔

ایک مجرم یا گنہگار عدالت میں اپنے جرم یا گناہ کا اقرار نہیں کرتا۔ لیکن خدا سے دعا مانگتے وقت گڑگڑاتے وقت وہ سچ بولتا ہے اور اپنی نجات چاہتا ہے اسی لیے بلیک میلنگ کرنے والے ایک بہت بڑے گروہ نے مندر کو اپنا اڈّہ بنایا تھا تاکہ وہاں مجرموں اور گنہگاروں کو اپنی گرفت میں لے سکے۔ ان سے زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنے کے لیے انھیں آلۂ کار بنا سکے۔

رسونتی نہ تو مجرمہ تھی اور نہ ہی گنہگار لیکن پرارتھنا کرنے کے دوران اس کی زبان سے ایک آدھ بار پارس کا نام نکلا تھا اور یہ آواز دور تک اسپیکروں کے ذریعے بلیک میلروں کے کانوں تک پہنچی تھی۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں اور میرا بیٹا پارس ساری دُنیا میں مشہور ہیں اور جو بھی نام سنتا ہے وہ ہمارا تصور کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے مگر ہاں، خطرناک تنظیموں کے تمام افراد اور بلیک میلنگ جیسی واردات کرنے والے مجرم ضرور میرا اور میرے بیٹے پارس کا نام جانتے ہیں۔ اس بلیک میلنگ کرنے والے گروہ کا سرغنہ بھی یقیناً پارس کا نام جانتا ہوگا۔ اسی لیے رسونتی کی زبان سے اس کا نام سُن کر چونک گیا ہوگا۔ پجاری ابھی اس سرغنہ کے پاس نہیں گیا تھا اور نہ ہی اس سے ابھی کوئی رابطہ قائم ہوا تھا۔ اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ صرف اندازے کے طور پر یہ رائے قائم کر رہا تھا کہ اس نے پارس کا نام سُننے کے بعد یہ دیکھا ہوگا کہ ایک ہندو عورت پوجا کر رہی ہے اور اپنے پتی کو مسلمان بتا رہی ہے تو اسے فوراً فرہاد علی تیمور، رسونتی اور پارس کا خیال آیا ہوگا۔

یہاں تک معلومات حاصل کرنے اور اپنے طور پر رائے قائم کرنے کے بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں منجالی کے ساتھ اس کی رہائش گاہ کے سامنے پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا "تم اندر جا کر اپنا سامان لے آؤ۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

اس نے یہ نہیں پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ وہ تو میرے ساتھ جہنم میں جانے کے لیے بھی تیار تھی۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کے لیے چلی گئی۔ میں نے بنکاک کے باس جے آبجے ناتھن کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑا ہوا رابطہ قائم کرنے کے بعد کسی سے کہہ رہا تھا "مجھے آدھے گھنٹے کے اندر معلوم ہونا چاہیے کہ فرہاد صاحب کے بنگلے پر کن لوگوں نے حملہ کیا تھا؟ وہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے ہیں؟ میں کوئی بہانہ نہیں سُنوں گا۔ ہری اَپ۔"

وہ پھر کسی دوسرے سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے کے بعد اس نے پوچھا "کیا مادام رسونتی خیریت سے ہیں؟"

جواب ملا "وہ خیریت سے ہیں اور اس وقت ناگ دیوتا کے مندر میں ہیں۔"

"ان پر کڑی نظر رکھو۔ ابھی ان کے بنگلے کو دشمنوں نے گھیر لیا تھا۔ وہ کون لوگ تھے۔ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ جب تک معلوم نہ ہو اس وقت تک مادام کو اپنی نظروں سے اوجھل نہ کرو۔"

"جناب! مادام نے ہمیں منع کیا ہے کہ ہم مندر کے اندر نہ آئیں۔"

"ٹھیک ہے، مندر کو چاروں طرف سے گھیرے رکھو۔ کسی پر بھی شبہ ہو تو اسے مادام کے قریب نہ جانے دو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ میں نے اسے مخاطب کیا تو وہ اچھل پڑا۔ جلدی سے بولا۔ "جناب! یہ آپ ہیں۔"

"میں ہوں اور میں اس وقت سنگاپور چھوڑ کر منجالی کے ساتھ تمھارے ڈرائیور کو لے کر ملایا جا رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ، وہاں میری رہائش کا انتظام کہاں ہو سکتا ہے؟"

"جناب! پے نانگ بہت مشہور جگہ ہے۔ وہاں آپ کی رہائش کا انتظام ابھی ہو جائے گا۔"

"رسونتی کو آئندہ میری اور منجالی کی رہائش گاہ کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم پے نانگ میں ہیں، بالی میں ہیں یا بنکاک میں۔"

"ہم مادام کو نہیں بتائیں گے لیکن جناب یہ قصّہ کیا ہے۔ کچھ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہم حالات سے باخبر رہ کر آپ لوگوں کی حفاظت کر سکیں۔"

"میں خود معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ کون دشمن تھے جنھوں نے ہمارے بنگلے کا محاصرہ کیا تھا۔ معلوم ہوتے ہی میں آپ کو ضرور بتاؤں گا۔"

اس وقت تک منجالی اپنا سامان لے کر آ گئی تھی۔ کار اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "اب ہم ملایا جا رہے ہیں۔ ہمیں پے نانگ لے چلو۔"

وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "منجالی! ابھی میں نے معلوم کیا ہے کہ کن لوگوں نے میرے اس بنگلے کو گھیرا تھا۔ وہ کسی بلیک میلر کے آدمی ہیں۔ اگر میرے آزمائے ہوئے اور مجھ سے چوٹ کھائے ہوئے دشمن ہوتے تو اس بلیک میلر کی طرح جلد بازی سے کام نہ لیتے۔ بنگلے کو گھیرنے کے بجائے کسی طرح میری موجودگی یا عدم موجودگی کا پتا چلاتے۔ اس کے بعد وہ محاصرہ کرتے مگر اُن کی حماقت سے میں اس وقت صحیح سلامت نظر آ رہا ہوں۔"

منجالی نے کہا۔ "صحیح سلامت نہیں، زندہ سلامت کہیے۔"

"زندہ سلامت اس لیے نہیں کہتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے گرفتار کرنے کے بعد بھی زندہ ہی رکھتے۔ جب وہ بلیک میلر ہی ٹھہرا تو اس نے یقیناً یہی سوچا ہو گا کہ مجھے اپنی گرفت میں لینے کے بعد اپنی آواز مجھے نہیں سنائے گا۔ بہت محتاط رہے گا۔ اور میرے دشمنوں کے ہاتھوں مجھے بہت مہنگے داموں فروخت کر دے گا۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ ایک معمولی بلیک میلر کی وجہ سے سنگاپور کبھی نہ چھوڑتے۔ یہ جگہ چھوڑنے کا سبب یہی ہے کہ اب یہ بات دشمنوں تک پہنچے گی اور دشمن آپ کا محاصرہ کرنے کے لیے سنگاپور کو مرکز بنا لیں گے۔"

"ہاں، اس سے پہلے ہی میں یہ جگہ چھوڑ رہا ہوں۔"

"میرے آقا! میں ایک مشورہ دوں۔"

"ہاں، ضرور۔"

"پے نانگ بھی آپ کے لیے محفوظ جگہ نہیں ہو سکتی۔ دشمن آپ کو سنگاپور سے ملایا کی آخری سرحد تک تلاش کریں گے۔ کیوں نہ ہم تھائی لینڈ چلے جائیں۔"

میں نے اس کے مشورے پر غور کیا۔ وہ درست کہہ رہی تھی۔ دشمن صرف سنگاپور تک محدود ہو کر تلاش نہیں کریں گے۔ سنگاپور اور ملایا کے درمیان ایک چھوٹا سا پُل تھا جسے پار کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ آسانی سے پہنچا جا سکتا تھا۔ دشمن یہ سوچ سکتے تھے کہ میں بہ آسانی کار کے ذریعے سنگاپور سے ملایا پہنچ سکتا ہوں۔ ویسے ملایا سے تھائی لینڈ کا راستہ بھی نہایت آسان تھا۔ کار کے ذریعے یا ریل گاڑی کے ذریعے وہاں پہنچا جا سکتا تھا لیکن تھائی لینڈ میں بنکاک کی آبادی اتنی گھنی تھی، اتنا مصروف ترین شہر تھا کہ دشمن مجھے آسانی سے وہاں تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے منجالی کے مشورے کو تسلیم کر لیا۔

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا۔ "میرے آقا! آپ نے مادام کے لیے کیا انتظامات کیے ہیں؟"

"تمھاری مادام نے تو ناک میں دَم کر رکھا ہے۔ اگر اس سے دور رہتا ہوں تب بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں کہ اسے ایک بیوی کے حقوق نہیں دیتا ہوں۔ جب قریب رکھتا ہوں تو وہ کوئی نہ کوئی مصیبت مجھ پہ نازل کر دیتی ہے۔"

"آپ ایک عورت کے دل سے سوچ کر دیکھیے۔ مادام نے مجھ سے دشمنی کی ہے یا کر رہی ہیں تو یہ ان کا حق ہے کیوں کہ وہ سمجھتی ہیں کہ میں ان کا حق چھین رہی ہوں۔"

"اگر میں اس سے ناانصافی کروں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کا حق چھینا جا رہا ہے۔ میں اس کے لیے دشمنوں سے لڑتا ہوں۔ میں ان کی گرفت سے اسے چھڑا کر یہاں تک لے آیا۔ اس سے پہلے بھی اس نے مجھے زبردست نقصانات پہنچائے ہیں۔ وہ میری زندگی کو خطرات میں ڈال دیا۔ مجھے دشمنوں کے نرغے میں لانے کی نادانی کرتی رہی۔ میں مانتا ہوں صرف وہی میری بیوی بن کر رہنا چاہتی ہے۔ اسے بھی مان لینا چاہیے کہ میں نے اس کے سوا کسی کو اپنی بیوی نہیں بنایا۔ پھر یہ حماقتیں کیسے برداشت کی جا سکتی ہیں۔ میں نے آخری بار اسے اپنے پاس رہنے کا موقع دیا تھا۔ اب میں یہ حماقت نہیں کروں گا۔ وہ بے شک میری بیوی ہے۔ میں اسے سزا نہیں دوں گا کیوں کہ وہ میرے بیٹے پارس کی ماں ہے۔ اس لیے میں اس کی ہزار خطائیں معاف کر سکتا ہوں لیکن اب اسے اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔"

میں نے پاس جے آر جے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ہم پے نانگ میں خود کو محفوظ نہیں پائیں گے لہٰذا یہ فیصلہ کیا ہے کہ بنکاک چلے جائیں۔ ہم کم سے کم وقت میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ میرے پاس میرا اپنا سامان، پاسپورٹ وغیرہ کچھ نہیں ہے اور پاسپورٹ بھی عزت علی کے نام کا تھا جو میرے لیے بے کار تھا۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں اپنا ہیلی کاپٹر سنگاپور سے لے کر روانہ ہو رہا ہوں۔ راستے میں جہاں بھی آپ کی گاڑی نظر آئے گی۔ وہاں میں اپنا ہیلی کاپٹر اتاروں گا۔ آپ لوگ اس میں سوار ہو جائیں۔ میں آپ کو بنکاک پہنچا دوں گا۔ راستے میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہو گی تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

اس وقت شام کے پانچ بج چکے تھے۔ رسونتی مندر سے نکل گئی تھی اور اب اپنی کار میں بیٹھ کر اسی بنگلے کی طرف جانا چاہتی تھی۔ اسک مین کے ڈرائیور نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "مادام! ابھی ہمیں اطلاع ملی ہے کہ دشمنوں نے آپ کے بنگلے کو گھیر لیا تھا اور ہمارے صاحب کو تلاش کر رہے تھے۔ صاحب وہاں موجود نہیں تھے، آپ ہمیں بتائیں۔ کیا آپ کا وہاں جانا مناسب ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "کن لوگوں نے ہمارے بنگلے کو گھیر لیا تھا۔ بھلا انھیں کیا معلوم کہ وہاں کون رہتا ہے؟"

"یہ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کو دوسری رہائش گاہ میں پہنچائیں۔"

"میں فرہاد سے مشورہ کیے بغیر کسی دوسری جگہ نہیں جاؤں گی۔"

"مادام! آپ کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ فرہاد صاحب سے آپ کا رابطہ قائم ہو گا تو وہ بھی آپ کو ہماری خدمت گزاری اور وفاداری کا یقین دلائیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "یہ میری تقدیر کیسی ہے۔ ابھی میں ایک دشمن لڑکی کو اپنے راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹانے کا انتظام کر کے آئی ہوں۔ آج رات وہ ضرور مر جائے گی۔ میں نے سوچا تھا، فرہاد صرف میرے ہو کے رہیں گے مگر یہاں وہ کمبخت دشمن کیسے پہنچ گئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہیں فرہاد مجھ سے دور رہنے کے لیے کوئی چکر تو نہیں چلا رہے ہیں۔"

محبت میں بدگمانی ہوتی ہے لیکن ایسی بھی کیا بدگمانی کہ بیوی ہر بات پر اپنے شوہر کو مورد الزام ٹھہرائے۔ کوئی واقعہ ہو، کیسے ہی حالات ہوں، وہ ہمیشہ شک و شبے کی عینک لگا کر مجھے دیکھتی تھی اور اسی انداز سے سوچتی تھی۔

میں نے اسے مخاطب کیا۔ "رسونتی! تم ہمیشہ کتے کی دُم کی طرح ٹیڑھی رہو گی۔ تمھیں کبھی عقل نہیں آئے گی۔ تم نے ناگ دیوتا کے مندر میں جا کر جو حماقت کی ہے، اس کی وجہ سے دشمن اس بنگلے تک پہنچ گئے۔ میں ساحل پر نہ ہوتا، اس بنگلے پر ہوتا تو تمھارا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں جان سے چلا جاتا یا دشمن مجھے بے دست و پا کر کے رکھ دیتے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تو کسی دشمن کے سامنے تمھارا ذکر نہیں کیا ہے۔"

"تم نے اپنا میک اَپ کیوں اتار دیا؟"

"پجاری جی کہہ رہے تھے کہ دیوتا کے سامنے کوئی بھید نہیں رکھنا چاہیے اور میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ کوئی اپنے بھگوان یا اپنے دیوتا کے سامنے چھُپ نہیں سکتا۔"

"تم نے نہ چھپ کر، خود کو ظاہر کر کے بہت کمال کر دیا ہے۔ اب اس کا نتیجہ بھگتنے کے لیے تیار رہو۔"

"تم مجھے الزام دے رہے ہو۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میں پوجا کروں، اپنے ناگ دیوتا کے سامنے کچھ کہوں تو دشمن کہیں سے آ کر ہی اسے سُن لیں۔"

"یہ وہ دشمن نہیں تھے جو دن رات میرے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ یہ دوسرے ہی قسم کے مجرم ہیں لیکن یہ مجرم مجھے میرے جانی دشمنوں کے پاس پہنچانا چاہتے تھے۔ بہرحال میں تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ اس مندر میں تمھیں خوب بیوقوف بنایا گیا ہے۔ میں کسی بیوقوف عورت کے ساتھ اور زیادہ زندگی نہیں گزار سکتا۔ میں تمھیں بیوی کی حیثیت سے مانتا ہوں کیوں کہ تم میرے بیٹے کی ماں ہو لیکن تمھارے ساتھ ایک دن، ایک رات بھی نہیں گزاروں گا۔"

وہ روتی صورت بنا کر بولی۔ "فرہاد! مجھ سے دور رہ کر ایسی دھمکیاں نہ دو۔ پہلے میرے پاس آؤ، میں محبت سے تمھیں سمجھاؤں گی۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں کسی اور کام سے گئی تھی۔"

"ہاں، بہت نیک مقصد لے کر گئی تھیں۔ منجالی کو مار ڈالنا چاہتی تھیں۔ دیکھ لو، جسے اللہ رکھتا ہے، اسے کوئی نہیں چکھ سکتا۔ تمھارے لیے اس سے بڑی سزا اور کیا ہو گی کہ جسے تم ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی تھیں، وہ اس وقت میرے ساتھ ایک طیارے میں سفر کر رہی ہے اور ہم کہاں جا رہے ہیں، یہ تم کبھی معلوم نہیں کر سکو گی۔"

وہ گڑگڑا کر کہنے لگی۔ "نہیں فرہاد! نہیں۔ مجھ سے دور نہ جاؤ۔ میں تمھارے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

"بے مقصد گفتگو سے بہتر ہے کہ میری چند ہدایات پر عمل کرو۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ اسک مین کے آدمی جہاں تمھاری رہائش کا بندوبست کرتے ہیں وہاں جا کر رہو۔ دوسری بار اس مندر کا رُخ نہ کرنا۔ دشمن مجھے نہ پا کر اب تمھیں اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کریں گے کیوں کہ تم بہت

مہنگے داموں دشمن کے ہاتھوں فروخت کی جاسکتی ہو۔"

"فرہاد! میں تمہاری ہر ہدایت پر تمہارے ہر حکم پر بلا چون و چرا عمل کروں گی۔ تمہارے قدموں میں رہوں گی۔ ایک بار تم میرے پاس آکر میری بات سُن لو۔"

"بکواس مت کرو۔ میری تیسری ہدایت یہ ہے کہ اگر دشمنوں میں گھر جاؤ تو یہی کہنا کہ دہلی سے یہاں آئی تھیں اور ایک مسلمان شخص تمہارے ساتھ تھا اور تمہیں یقین دلا رہا تھا کہ فرہاد جلد ہی رنگون سے یہاں آنے والا ہے لیکن کچھ ایسی رُکاوٹیں ہیں کہ وہ رنگون سے نکل نہیں سکتا۔"

"تم جیسا کہہ رہے ہو میں ویسا ہی کروں گی مگر ایک بار صرف ایک بار اپنے پارس بیٹے کی خاطر ایک بار آجاؤ۔"

"پارس کو آئندہ لوریاں دیتے وقت یہ بھی سمجھاتی رہنا کہ ماں حد درجہ بیوقوف ہو تو اس کی سزا اولاد کو بھی ملتی ہے شوہر صرف اپنی بیوی سے دور نہیں ہوتا بلکہ باپ اپنے بیٹے سے بھی دور ہو جاتا ہے اور اسی میں اس کے باپ کی سلامتی ہوتی ہے۔"

یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے آوازیں دینے لگی۔ گڑگڑانے لگی۔ پھر خاموش رہ کر اپنے دماغ میں مجھے محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، دماغ کہہ رہا تھا کہ میں اسے چھوڑ کر جا چکا ہوں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میری طرف سے کوئی جواب نہیں ملے گا بلکہ میں چلا گیا ہوں تو وہ ایک دم سے جنون میں مبتلا ہو گئی۔ چیخ کر بولی "گاڑی روکو۔"

ڈرائیور نے گھبرا کر گاڑی سڑک کے کنارے روک دی ــــ وہ دیوانہ وار دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے بولی "فرہاد! تم میرے دماغ میں آؤ یا نہ آؤ، میرے پاس آؤ یا نہ آؤ، میں اپنے آپ کو تباہ کر لوں گی۔ میں مندر جا رہی ہوں۔ چاہے دشمن مجھے پکڑ لیں یا مجھے اپنے دیوتا کے چرنوں میں جگہ مل جائے۔ میں وہاں ضرور جاؤں گی۔"

ان حالات میں بیوی میکے جانے کی دھمکی دیتی ہے۔ وہ مندر جانے کی دھمکی دے رہی تھی اور اس پر عمل بھی کر رہی تھی۔ پارس کو گود میں لیے فٹ پاتھ پر تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا "فرہاد مجھے ضرور روکے گا۔ ضرور واپس بلائے گا۔ آجاؤ، میری رسونتی، میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور تمہیں ایک بار پھر گلے سے لگاتا ہوں۔"

اب میں ایسی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ چلتی رہی، چلتی رہی۔ پھر ایک جگہ جا کر رُک گئی۔ تھک گئی، سمجھ گئی کہ میں اس کے دماغ سے جا چکا ہوں اور اس کی دھمکی مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔ جب میں موجود ہی نہیں ہوں تو اثر کیسے کرے گی؟

وہ ہار کر، پچھتا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسی وقت وہی گاڑی اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ ڈرائیور نے اتر کر کہا "مادام! ہمارا کچھ خیال کریں۔ اگر آپ اِدھر اُدھر بھٹک جائیں گی تو باس ہمیں گولی دے گا۔"

اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ رسونتی شکست خوردہ سی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ پھر وہ گاڑی دوسری رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ میں دماغی طور پر منجالی کے پاس پہنچ گیا۔ ہماری گاڑی لمبی ویران سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ منجالی مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ بعض لوگ بڑے بدنصیب ہوتے ہیں۔ دوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں اور خود اس میں گر جاتے ہیں۔ رسونتی نے منجالی کے لیے گڑھا کھودا تھا لیکن میں منجالی کے پاس تھا اور منجالی کو گرانے والی خود ایک طویل جُدائی کے گڑھے میں گر چکی تھی۔

ہم ہائی وے پر تھے۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی ہمیں کراس کرتے ہوئے گزر جاتی تھی یا کوئی گاڑی اوور ٹیک کر کے آگے نکل جاتی تھی۔ ہماری کار کی رفتار سست تھی۔ ہمیں باس جے آر جے ناتھن کا انتظار تھا۔ پھر یہ انتظار ختم ہو گیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ ہم نے کار کے پچھلے حصے سے دیکھا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے۔ اندھیرے میں دور آسمان پر سُرخ اور سبز روشنی جلتی بجھتی نظر آ رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی دماغی رابطہ قائم کیا۔ جے ناتھن نے کہا "جناب! میں ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہوں۔"

"میں ہیلی کاپٹر کی آواز سُن رہا ہوں۔ ہمیں بہت دور سُرخ اور سبز روشنیاں جلتی بجھتی نظر آ رہی ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ اب میں ہائی وے کے اوپر سرچ لائٹ کی روشنی پھینکتا چلوں گا اور اس کار کو پہچان لوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا، وہ ہیلی کاپٹر بہت دور ہائی وے پر آگیا تھا اور سرچ لائٹ کے ذریعے روشنی پھینکتا ہوا ہمارے قریب آتا جا رہا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی ایک طرف روک دو۔"

ڈرائیور نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ میں اور منجالی باہر نکلے۔ منجالی نے اپنے ایک بیگ کو شانے سے لٹکایا۔ ایک چھوٹی سی اٹیچی ہاتھ میں لی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے اٹیچی لیتے ہوئے کہا "آؤ، میرے ساتھ۔"

وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے بولی ــــ "میرے آقا! میں یہ سامان خود اُٹھاؤں گی۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ آپ ...؟" میں نے اُسے مزید کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا۔

ہم اس ہائی وے سے دور ایک کھلے میدان میں آ گئے۔ ہیلی کاپٹر کی روشنی ہم پر پڑ رہی تھی اور اب وہ ایک طرف اُتر رہا تھا۔ تند و تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ ہم نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو اچھی طرح گرفت میں لے لیا تھا تاکہ ہوا میں تنکے کی طرح اُڑ نہ جائیں۔

ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر گیا تھا لیکن پنکھا گردش کر رہا تھا۔ باس آر جے ناتھن نے کہا تھا کہ یہاں زیادہ دیر تک رُکنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ پرائیویٹ ہیلی کاپٹر کی سڑک پر لینڈنگ غیر قانونی ہے۔ ابھی ہمیں سوار ہو کر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ میں منجالی کا ہاتھ پکڑ کر اُدھر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ چند قدم تک دوڑنے کے بعد اچانک منجالی کی چیخ سُنائی دی۔ اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

میں سمجھ نہ سکا، اس پر کیا افتاد آپڑی ہے؟ وہ مجھ سے ہاتھ چھڑانے کے بعد اُدھر بھاگی جا رہی تھی جدھر سے ہم آئے تھے۔ میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے کہا "منجالی! رُک جاؤ۔ کیا بات ہے؟"

وہ دوڑتے دوڑتے ایک جگہ رُک گئی لیکن اُلٹے قدموں مجھ سے دور جاتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر مجھے قریب آنے سے روکتے ہوئے بولی۔ "میرے آقا! میرے قریب نہ آنا۔ میں ابھی اپنے آپ میں نہیں ہوں۔ آپ کو ڈس لوں گی۔ خدا کے لیے مجھ سے دور ہو جائیے۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ میرے زہر سے مارے جائیں۔"

ہم اندھیرے میں تھے۔ میں اسے دیکھ کر اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس پر کیا بیت رہی ہے اور وہ اپنے آپ میں کیوں نہیں ہے۔ میں اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی وقت ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ ہماری طرف گھوم گئی۔ وہ روشنی میں نہا گئی۔ میں نے دیکھا، وہ پہلے سے بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ میں نے توجہ سے دیکھا اس کی پیشانی سے ایک کوڑی چپکی ہوئی تھی۔ یہ پہلے نہیں تھی۔ اب اچانک کہاں سے آگئی؟ کیا منجالی نے اسے سنگھار کے طور پر چپکایا ہے؟

ہرگز نہیں۔ وہ ایسا سنگھار نہیں کرتی تھی کہ ماتھے پر بندیا کی جگہ کوڑی چپکائے۔ میں نے فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنے دماغ کے اندر بین کی آواز سُن رہی تھی جیسے کوئی سپیرا بین بجا کر ناگن کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا ہو اور ناگن تڑپ رہی ہو، مچل رہی ہو اور اپنے آپ میں نہ ہو۔

منجالی نے دُرست کہا تھا۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ بین کی آواز پر تڑپ رہی تھی، مچل رہی تھی اور جھوم جھوم کر جیسے رقص کرنا چاہتی تھی لیکن پہلے بین بجانے والے کے سامنے پہنچنا چاہتی تھی۔ اس لیے وہ پھر اس سمت بھاگ رہی تھی جدھر سے بین کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز صرف وہی سُن رہی تھی۔ ہمیں سنائی نہیں دے رہی تھی۔

میں نے اپنی زندگی میں کالے جادو کے تماشے بہت دیکھے ہیں۔ اب میرا دماغ ناگ دیوتا کے مندر کی طرف گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں پجاری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مندر کا ماحول بڑا ہی پُراسرار تھا۔ اس وقت پوجا کرنے والوں کے لیے داخلہ بند کر دیا گیا تھا۔ مندر کا بڑا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ جہاں ناگ دیوتا کا بڑا سا مجسمہ تھا، وہاں پجاری کے علاوہ چار آدمی اور بھی تھے۔ ایک شخص پتلون پر اوور کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر فیلٹ ہیٹ تھا۔ وہ ایک اونچی سی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ ان کا باس ہے۔ باقی دو آدمی اس کے آس پاس ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ تیسرا شخص ایک سپیرا تھا۔ لانبے قد کا دُبلا پتلا آدمی تھا۔ لانبے لانبے بال تھے۔ اس وقت وہ بین کو مُنہ سے لگائے بجا رہا تھا اور ناگ دیوتا کے سامنے رقص کرتا جا رہا تھا اور بین بجاتا جا رہا تھا۔

پجاری کے دماغ نے بتایا کہ ابھی ناگ دیوتا کے پھن کے اوپر جو ایک کوڑی رکھی ہوئی تھی، اچانک ہی وہاں سے اُڑتی ہوئی کہیں چلی گئی تھی۔ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ یقیناً وہ کالا عمل کامیاب ہو رہا تھا۔ وہ بین بجانے والا کالے عمل کا ماہر تھا۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ ناگ دیوتا کے پھن پر جو کوڑی ہے، وہ یہاں سے اُڑتی ہوئی جائے گی اور اس زہریلی لڑکی کی پیشانی سے چپک جائے گی۔ پھر وہ کوڑی اسے کھینچتے ہوئے یہاں لے آئے گی۔

میں خیال خوانی کے دوران منجالی کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ احتیاطاً میں نے اس سے فاصلہ رکھا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اسے ہاتھ لگاؤں گا، پکڑوں گا، آگے جانے سے روکوں گا تو وہ غصہ ور ناگن کی طرح پھنکارتے ہوئے مجھے ڈس لے گی۔ دوسری طرف مجبوری یہ تھی کہ میں صرف پجاری کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اس کے ذریعے میں بین بجانے والے کو تھوڑی دیر تک روک بھی لیتا تو باقی دو آدمی پجاری کو اپنی گرفت میں لے لیتے۔ بین کا عمل پھر شروع ہو جاتا۔ میں چاہتا تھا، پہلے باقی لوگوں کے دماغوں میں بھی پہنچ جاؤں تاکہ ایک شکار کسی طرح ہاتھ سے نکل جائے تو دوسرے، تیسرے میری ٹیلی پیتھی کی گرفت میں رہ سکیں۔

اس وقت تک وہ ہائی وے پر پہنچ گئی تھی۔ ایک طرف دوڑ رہی تھی۔ ایک کار اُدھر سے گزر رہی تھی۔ رات کے وقت تنہا ایک جوان لڑکی کو دوڑتے بھاگتے دیکھ کر کار والے نے اس کے قریب رفتار دھیمی کر دی تھی۔ وہ اسے لفٹ دینا چاہتا تھا۔

منجالی سحر زدہ تھی۔ اسے صرف ایک ہی دُھن سمائی تھی کہ ناگ دیوتا کے مندر میں پہنچ جائے۔ تب ہی اس کے اندر کی بے چینی اور تڑپ ختم ہو گی ورنہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گی۔ جب اس نے ایک کار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو فوراً ہی رُک گئی۔ کار بھی اس کے قریب پہنچ کر رُک گئی تھی۔ ڈرائیو کرنے والا اپنی سیٹ سے باہر نکل کر پوچھنے لگا۔ "مِس تم کون ہو۔ کہاں جا رہی ہو؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منجالی کا ایک اُلٹا ہاتھ اس کے مُنہ پر پڑا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا منجالی نے اسے ڈس لیا۔ اس کار

والے کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ پھر وہ اس کا انجام دیکھے بغیر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کار کو اسٹارٹ کیا۔ جب تک میں اس کار کے قریب پہنچتا، وہ آگے نکل گئی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے آواز دی:
"منجالی! رُک جاؤ۔ رُک جاؤ منجالی!"
لیکن اس کا جنون بڑھ گیا تھا۔ وہ جیسے میری آواز سُنتے ہوئے بھی نہیں سُن رہی تھی۔ میری سوچ کی لہریں دَب رہی تھیں اور کالا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں چاہتا تو اس کے دماغ کو جھٹکا دے کر کار کو روک سکتا تھا لیکن فائدہ کیا ہوتا۔ یہی کہ میں اس کے قریب پہنچ کر کار میں داخل ہو جاتا یا پھر اسے باہر کھینچ لیتا۔ دونوں ہی صورتوں میں میرے لیے خطرہ تھا۔ بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ اس بین بجانے والے کو روکا جاتا۔
میں نے منجالی کو جانے دیا۔ آخر اس کی منزل مجھے معلوم ہی تھی۔ میں دوڑتا ہوا ہیلی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔
میری خیال خوانی جاری تھی۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن سے کہا "میں تنہا آ رہا ہوں۔ ہیلی کاپٹر میں آپ کے ساتھ واپس سنگاپور جاؤں گا۔ آپ اپنے کسی ماتحت سے رابطہ قائم کریں۔ مجھے ہندو روڈ اور نورس روڈ کے درمیان ہندوستانی آبادی میں پہنچنا ہے۔ وہاں ایک ناگ دیوتا کا مندر ہے۔ میرے لیے ایک گاڑی تیار رکھی جائے۔ آپ ہیلی کاپٹر ایسی جگہ اُتاریں جہاں سے میں فوراً اس گاڑی کے ذریعے ناگ مندر تک پہنچ سکوں۔"
یہ ہدایات دیتے ہوئے میں ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گیا۔ اس پر سوار ہوا تو کاک پٹ بند کر دیا گیا۔ منجالی آندھی طوفان کی رفتار سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ میں اسے اپنے کنٹرول میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے ذریعے اس کے راستے کو دیکھ سکتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی اسے کراس کرتی تھی لیکن کوئی گاڑی اسے اوورٹیک نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی جنونی رفتار سے آگے کوئی نہیں نکل سکتا تھا۔
ہمارا ہیلی کاپٹر اب پرواز کرتا ہوا سنگاپور کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی کار سے بہت دور آگے نکل گیا تھا لیکن میں پریشان تھا۔ اگر یہ ہائی وے سے آگے جا کر آبادی میں داخل ہو گی اور اسی رفتار سے گاڑی چلائے گی تو کیا ہو گا؟ اگر حادثہ نہیں ہو گا تو کم از کم ٹریفک پولیس والوں کی گرفت میں آئے گی اور جب وہ لوگ اسے پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو وہ جنونی انداز میں انھیں بھی ڈسنا شروع کر دے گی۔ پھر افراتفری اور دہشت کا عالم ہو گا۔ انسانی آبادی میں کوئی زہریلا سانپ نکل آئے تو لوگ اسے لاٹھی سے مار دیتے ہیں یا پھر گولی مار دیتے ہیں۔ منجالی کے ساتھ کیا ہو گا؟
میں نے پریشان ہو کر اسے مخاطب کیا "منجالی! میری آواز سُنو۔ مجھے پہچانو۔ میں تمھاری بھلائی کے لیے روک تو نہیں سکتا۔ میں بھی تمھارے ساتھ وہاں تک جاؤں گا جہاں تک تمھیں وہ بین کھینچ رہا ہے۔"
وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے کہا "تم اس رفتار سے گاڑی ڈرائیو کرو گی تو تمھارے لیے بڑے خطرات ہیں۔ میں آگے ہیلی کاپٹر روک رہا ہوں۔ تم گاڑی سے اُتر کر میرے پاس آ جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں وہاں تک پہنچاؤں گا، جہاں تم پہنچنا چاہتی ہو۔ تم بھی وعدہ کرو کہ میرے لیے منجالی رہو گی۔ ناگن نہیں بنو گی۔"
وہ کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔ بس کار کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کی پیشانی سے وہ کوڑی یوں چپکی ہوئی تھی جیسے اس کے جسم کا ایک حصّہ ہو۔ کوئی طاقت اس کوڑی کو اس کی پیشانی سے الگ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ عامل ہی اسے اس کوڑی سے نجات دلا سکتا تھا۔
میں نے باس جے آر جے ناتھن سے پوچھا "کیا آپ کے پاس مضبوط رسیاں یا نائیلون کی ڈوریاں ہیں؟"
"جی ہاں، آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"
"اس ہیلی کاپٹر کو آگے لے جا کر ہائی وے کے قریب روک دیں۔ آپ کے ماتحت میرے ساتھ دوڑتے ہوئے اس گاڑی کی طرف جائیں گے۔ میں منجالی کو ذرا دیر کے لیے اس جادو سے آزاد کراؤں تو آپ کے ماتحت فوراً ہی منجالی کے دونوں ہاتھ پُشت پر باندھ دیں گے۔ اس کے پاؤں بھی ڈوریوں سے باندھے جائیں گے۔ منہ پر مضبوطی سے کپڑا باندھا جائے گا۔ اس کے بعد اسے ہیلی کاپٹر میں لا کر ڈال دیا جائے گا۔"
"ہم آپ کے حکم کے منتظر رہیں گے۔"
اس نے حکم دیا کہ ہیلی کاپٹر کو آگے لے جا کر ہائی وے کے قریب اُتارا جائے۔ میں انتظار کرنے لگا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر زمین پر پہنچا، میرے لیے کاک پٹ کھولا گیا۔ میں دو ماتحتوں کے ساتھ باہر آ گیا۔ ان کے ہاتھوں میں نائیلون کی ڈوریاں تھیں اور ایک بڑا سا کپڑا تھا۔ منجالی کی کار ابھی ذرا دور تھی۔ ہم ہائی وے کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ جیسے ہی اس کار کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں، میں نے منجالی کے ذریعے دیکھا۔ ونڈ اسکرین کے پار دور میرے ساتھ وہی دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ میں فوراً ہی اس پجاری کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں نے آس پاس دیکھا۔ وہ بلیک میلر اسی طرح کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ماتحت آس پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ناگ دیوتا کے مجسمے کے سامنے وہی کالا عامل بین بجا رہا تھا۔ اس عامل کے پیچھے ذرا فاصلے پر پجاری کھڑا ہوا تھا۔ اچانک ہی اس نے عامل کی کمر پر ایک لات ماری۔ اس سے پہلے کہ کوئی اس سچویشن کو سمجھتا، پجاری نے لپک کر اس کے ہاتھ سے بین چھین لی۔ پھر اسے ناگ دیوتا کے مجسمے پر

مار کر توڑنے لگا۔ اتنی دیر میں بلیک میلر کے دو آدمی دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے اسے دونوں طرف سے گرفت میں لے لیا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ وہ بین ٹوٹ چکی تھی۔ میں فوراً ہی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی کی کار میرے قریب ہی ذرا فاصلے پر رُک گئی تھی۔ ہم دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ سب سے پہلے میں نے اس کی پیشانی کو دیکھا۔ وہاں وہ کوڑی نہیں تھی۔ پتا نہیں کہاں چلی گئی تھی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھی ہوئی آگے پیچھے جھوم رہی تھی۔ اس پر ابھی تک اس سحر کا کچھ اثر باقی تھا لیکن مجموعی طور پر وہ اس سحر سے نکل چکی تھی۔ دماغ تھک گیا تھا۔ وہ نڈھال ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر دروازہ کھولتے ہوئے کہا "آؤ، باہر نکلو۔"
میں نے اسے سہارا دے کر باہر نکالا۔ پھر اس سے کہا۔ "اپنے ہاتھ پیچھے بندھوا لو۔ تمھارے منہ پر بھی کپڑا باندھ دیا جائے گا۔ یہ تمھاری بھلائی کے لیے کیا جا رہا ہے۔ کسی کو نقصان نہ پہنچانا۔"
میری گفتگو کے دوران میرے ماتحتوں نے اپنا کام جاری رکھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پُشت پر باندھ دیے گئے تھے۔ منہ پر بھی کپڑا باندھا جا رہا تھا۔ وہ اعتراض نہیں کر رہی تھی۔ کیونکہ اب دل و جان سے میری ہدایات پر عمل کر رہی تھی۔
پھر اس نے میری دوسری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف میرے ساتھ دوڑنا شروع کیا۔ ایسے وقت میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے پجاری کے دماغ میں بھی جا رہا تھا۔ اُن دونوں نے پجاری کو اپنے قابو میں کرنے کے بعد اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں باندھ دیے تھے اور اسے ایک طرف فرش پر ڈال دیا تھا۔ اس کے سامنے موجود رہنے والے بڑے محتاط تھے۔ اپنے منہ سے آواز نہیں نکال رہے تھے۔ میں پجاری کے ذریعے دیکھ رہا تھا، وہ کالا عمل کرنے والا اشارے کے ذریعے دو ٹکڑے ہو جانے والی بین دکھاتے ہوئے جیسے زبانِ بے زبانی سے کہہ رہا تھا۔ یہ تو ٹوٹ چکی ہے۔ عمل کیسے ہو گا؟
اسی وقت اس کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا اور وہ پیچھے کی طرف لڑکھڑا کر گر پڑا۔ سب حیرانی سے ناگ دیوتا کے مجسّمے کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کوڑی واپس آ کر ناگ دیوتا کے پھن سے چپک گئی تھی۔ وہ کالا عامل زمین پر گر پڑا تھا۔ اب خون کی قے کر رہا تھا اور اس کا جسم ٹھنڈا ہو رہا تھا۔
پجاری نے چیخ کر کہا "فوراً ہی دوسری بین کا بندوبست کرو۔ بین لا کر دو۔ اسے بجانے کا موقع دو۔ نہیں تو یہ مر جائے گا۔"
بلیک میلر نے اپنے ایک ماتحت کو اشارہ کیا۔ وہ دوڑتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی بلیک میلر نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔ وہ پجاری کو دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے تیور کو سمجھ گیا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا کیوں کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ میں نے پجاری کے دماغ میں ایک اہم سوال پیدا کیا "بلیک میلر کا اڈّہ کہاں ہے؟"
پجاری نے اس اڈّے کا تصور کیا۔ پتا چلا، اسی ناگ دیوتا کے مندر کے تہ خانے میں وہ اڈّہ ہے۔ اس کا تصور زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ نہ ہی میں اس سے کوئی دوسرا سوال کر سکا۔ ایک کھٹکے کی آواز سُنائی دی۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے گولی چلی اور پجاری ختم ہو گیا۔
میں ٹیلی پیتھی کے دوران اپنی زبان سے منجالی کو بتاتا جا رہا تھا کہ ناگ دیوتا کے مندر میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ بات جے آر جے ناتھن بھی سُنتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا "جناب! آپ کا سنگاپور میں رہنا مُناسب نہیں ہے۔ آپ حکم دیں تو ہم واپس اس طیارے کو بنکاک لے جاتے ہیں۔ بلیک میلر وہاں موجود ہے تو ہمارے آدمی اسے صبح تک زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ وہ پاتال میں بھی ہو گا تو اسے زمین کے اوپر کھینچ لائیں گے۔"
"مسٹر ناتھن! آپ صبح تک کی بات کر رہے ہیں۔ ان کا ایک آدمی دوسری بین لینے گیا ہے۔ اگر وہ لے آیا اور پھر اسی کالے جادو کا عمل شروع ہوا تو ہم منجالی کو اپنے قابو میں نہیں رکھ سکیں گے۔ یہ ہمارے لیے خطرناک بن جائے گی۔"
"جناب! آپ نے کہا تھا کہ وہ بلیک میلر آپ کو گرفت میں لے کر خطرناک تنظیموں سے سودا کر سکتا ہے۔ یقیناً اس نے خطرناک تنظیموں تک یہ بات پہنچا دی ہو گی کہ آپ سنگاپور میں ہیں اور آپ کا سودا اس بلیک میلر سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک اندازہ ہے مگر اسے اہمیت دینی چاہیے۔"
"آپ کی یہ بات دُرست ہے۔ سنگاپور میں میرے لیے خطرہ ہے۔"
"آپ میرے مشورے کے مطابق بنکاک چلیں۔ میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں۔ وہاں بڑے بڑے پولیس آفیسروں سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں۔ میرے کہنے پر فوراً ہی وہ اس مندر کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ بلیک میلر اور اس کے آدمیوں کو وہاں سے نکلنے نہیں دیں گے۔"
"ٹھیک ہے، آپ کوشش کریں۔ ان کا اڈّہ اسی ناگ دیوتا کے مندر کے تہ خانے میں ہے لیکن اتنی ہوشیاری سے محاصرہ کرنا ہو گا کہ وہ بچ کر نہ نکل سکیں۔"
ہیلی کاپٹر بنکاک کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے منجالی کو دیکھ کر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھا۔ پھر اس کے شانے کو تھپک کر کہا۔

"سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لو اور دماغ کو پُرسکون رکھو۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ وہ عامل دوبارہ بین نہ بجا سکے۔ میں وہ کالا عمل ختم کر دوں گا۔"

باس جے آر جے ناتھن ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں سے باتیں کر رہا تھا۔ میں اس کے دماغ کے ذریعے اس کے ماتحتوں کے دماغوں میں پہنچ رہا تھا۔ ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق ان سے کہہ دیا کہ فرہاد ان کے دماغ میں جب بھی کوئی حکم دے، فوراً اس کی تعمیل کی جائے۔

دوسری طرف ناتھن کے چار ماتحت اس کی گفتگو سُن رہے تھے۔ جب رابطہ ختم ہوگیا تو ان میں سے ایک ٹیلیفون کے پاس جا کر ایک پولیس آفیسر سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں نے اسے روک دیا۔ اس کے دماغ میں کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ میری ہدایات پر عمل کرو۔ اس وقت اپنے جتنے ساتھیوں کو لے کر ناگ مندر کو گھیر سکتے ہو، گھیر لو۔ پولیس والوں کی مدد حاصل کی تو دشمنوں پر ان کے محاصرے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ چاروں طرف سے گھیرے جا چکے ہیں تو چور دروازے سے نکل جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں، تم لوگوں کے ذریعے میں ان کے دماغوں تک پہنچوں اور تم لوگوں کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ناگ مندر کے اندر یا باہر جو بھی مندر سے تعلق رکھنے والے ہوں، ان سے گفتگو کرتے رہو۔ شاید کوئی دماغ ان دشمنوں تک میری رہنمائی کر سکے۔"

جے آر جے ناتھن کا وہ ماتحت حیرانی سے اپنے دماغ میں میری سوچ کی لہروں کو سُن رہا تھا۔ میں نے فوراً ہی ثابت کیا کہ میں فرہاد اس کے دماغ میں موجود ہوں۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو میرا حکم سُنایا۔ پھر وہ لوگ اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنے لگے۔ کوئی ٹیلیفون کے ذریعے، کوئی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ وہ فوراً ہی ناگ مندر پہنچیں اور اسے گھیرے میں لیں لیکن کسی کو شبہ نہ ہو۔

میں نے ان کے تمام ساتھیوں میں سے صرف دو ایسے بندوں کا انتخاب کیا جو جلد سے جلد مندر تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کے وہاں پہنچنے کے دوران میں نے پچھلی سیٹ پر منجالی کو دیکھا۔ وہ سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگانے کے بعد آنکھیں بند کر کے سو گئی تھی۔ مجھے اس پر بڑا پیار آیا۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا، اس دوران اگر انھیں دوسری بین مل جائے گی تو کیا ہوگا۔ افسوس تو اس بات کا تھا کہ میں ان میں سے کسی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پجاری کو مار دیا گیا تھا اور اسی بات کا مجھے اندیشہ تھا۔ اسی لیے میں نے ابتدا میں پجاری کو اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بہت مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑا تھا۔

وہ دونوں مندر کے پاس پہنچ گئے۔ میں نے ایک کے [illegible] قابض ہو کر کہا "اس وقت میں فرہاد علی تیمور اپنی موجودگی کا ثبوت [illegible] رہا ہوں۔ وقت نہیں ہے ایک ہی ثبوت کو کافی سمجھو۔"

میں نے اس سے فوراً ہی اُلٹی سیدھی حرکتیں کرائیں [illegible] آیا تو اس نے تسلیم کرتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے جناب [illegible] خادم ہوں، حکم دیجیے۔"

میں نے اس کے ذریعے اس کے ساتھی کو دیکھتے ہوئے [illegible] "یہ مندر کی چار دیواری سے باہر دھرم شالہ ہے۔ اس کے بعد [illegible] گیٹ ہے، اسے اندر سے مقفل کیا گیا ہے۔ ہمیں اس مندر [illegible] دیواری کے اندر پہنچنا ہے۔ میں ایک طرف سے جاتا ہوں، تم [illegible] طرف سے جاؤ لیکن ایک بات کا خیال رکھو۔ کسی سے جھگڑا نہیں [illegible] ہے اور یہ تاثر نہیں دینا ہے کہ فرہاد کسی کے ذریعے یہاں پہنچنے [illegible] کوشش کر رہا ہے۔"

اس نے پوچھا "جناب! اگر کوئی سامنے پہنچ گیا اور اگر [illegible] ٹکرانا پڑا تو کیا ہوگا؟"

"مجبوری کی بات اور ہے لیکن کوشش یہی کی جائے کہ [illegible] نہ ہو۔ اگر کوئی اچانک سامنے آجائے تو اُسے یقین دلانا کہ تم [illegible] سے آئے ہوئے آدمی نہیں ہو۔ انھی میں سے ایک ہو اور اگر [illegible] تمام آدمیوں کو جانتے ہوں گے اور تمھاری بات کا یقین نہیں [illegible] کریں گے، تب مجبوری ہے۔ تم کسی ہنگامے کے بغیر، کوئی آواز [illegible] کیے بغیر اسے ختم کر دینے کی کوشش کرنا۔"

وہ دوسری طرف چلا گیا۔ میں دھرم شالہ کے ایک طرف [illegible] جہاں دھرم شالہ کی چار دیواری ختم ہوتی تھی، وہاں سے مندر کی [illegible] دیواری شروع ہو جاتی تھی اور وہ دیوار بہت اُونچی تھی۔ میں نے [illegible] ساتھی کو سوچ کے ذریعے پکارا اور اسے اپنے پاس آنے کا حکم [illegible] وہ دوڑتا ہوا میرے پاس آگیا۔ میں نے کہا "نیچے بیٹھو، میں تمھارے کاندھے پر چڑھ کر اس دیوار کے پار جانا چاہتا ہوں۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ میں اس کے کاندھے پر چڑھ گیا [illegible] اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس طرح میرا ہاتھ اس دیوار کے اوپری سرے [illegible] گیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کے زور پر دیوار سے ذرا اُونچا ہو کر [illegible] سامنے مندر کا صحن تھا اور وہاں ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔

میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ مجھے نیچے اتارے [illegible] آہستہ بیٹھنے لگا۔ میں نے نیچے اتر کر کہا "اِدھر سے جانے میں [illegible] جانے کا اندیشہ ہے۔ سامنے ہی ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ آؤ ہم [illegible] کے اس آخری سرے پر چلیں۔"

ہم اس آخری سرے پر پہنچے۔ وہاں بھی میں نے اسی [illegible] اس کے کاندھے پر سوار ہو کر دیوار کے اوپری سرے سے اندر دیکھ[illegible]

کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ بہت دور مندر کے صحن کے سرے پر وہی شخص کھڑا ہوا تھا لیکن اس کی پُشت نظر آرہی تھی۔ وہاں بجلی کی تیز روشنی تھی اور وہاں دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔

میں اس وقت ہیلی کاپٹر میں سفر بھی کر رہا تھا اور مندر کی اس دیوار پر بھی چڑھا ہوا تھا کیوں کہ جب میں کسی کے دماغ پر قبضہ کرتا ہوں تو میرے ہی حکم کے مطابق اس کا جسم بھی حرکت کرتا ہے۔ لہٰذا دوسرے الفاظ میں یہی کہنا مناسب ہے کہ اس دیوار پر میں ہی چڑھا ہوا تھا۔ میں نے جوتے اتارے۔ پھر آہستگی سے دیوار کے دوسری طرف اُتر گیا۔ نیچے ذرا کودنا پڑا تھا لیکن آواز پیدا نہیں ہوئی تھی۔

مندر کے چاروں طرف بہت بڑا احاطہ تھا لیکن چھپے رہنے کی کافی گنجائش تھی۔ وہ مندر بڑے بڑے ستونوں پر کھڑا ہوا تھا اور میں ہر ستون کے پیچھے چھُپ کر اس آدمی تک پہنچ سکتا تھا۔ میں ایک ستون کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا۔ سوچنے لگا کس طرح اسے ٹریپ کیا جائے۔

مجھے اس ستون سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ میرے سوچتے سوچتے مندر کا اندرونی دروازہ کھلا۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے دیکھا، ناگ دیوتا کا ایک بڑا سا مجسمہ نظر آرہا تھا۔ دو آدمی باہر آرہے تھے۔ ایک نے آواز دے کر اس شخص کو بُلایا جو مندر کے صحن میں کھڑا ہوا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر زمین پر لیٹ گیا۔ مندر کے چکنے فرش پر پھسلتے ہوئے، یا سانپ کی طرح رینگتے ہوئے دوسرے ستون کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں سے پھر تیسرے ستون کے پاس آیا۔ اس وقت تک وہ شخص اپنے دو ساتھیوں کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں بھی تیسرے ستون کے پاس پہنچ کر ان کی باتیں واضح طور پر سُن سکتا تھا۔

ان میں سے ایک کہہ رہا تھا "دونوں لاشوں کو چور دروازے سے پار کر دیا ہے۔ کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے۔ مندر کا دروازہ کھول دو۔"

دوسرے شخص نے کہا "کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ ناگ دیوتا کو دُودھ سے اشنان کرایا جا رہا تھا۔"

وہ ان کی باتیں سُن کر پلٹ گیا پھر دروازہ کھولنے کے لیے اُدھر جانے لگا۔ وہ دونوں مندر کے اندرونی دروازے کی طرف جانے لگے۔ میں نے جس شخص کے دماغ پر اپنا قبضہ جمایا ہوا تھا، اسے ذرا آزاد چھوڑ کر کہا "اب میں تمھیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک ستون کے پاس تمھارے جوتے رکھے ہوئے ہیں۔ انھیں اُٹھا لو۔ مندر کا دروازہ کھل رہا ہے۔ کچھ لوگ پوجا کے لیے ضرور آئیں گے۔ تم ان میں گھل مل کر باہر چلے جانا۔"

میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر ان دو میں سے ایک کے دماغ میں پہنچ گیا جو مندر کے اندرونی حصّے سے آئے تھے۔ وہ بلیک میلر کے خاص آدمی تھے۔ انھیں اطمینان تھا کہ پجاری اور اس کالے

عامل کی موت کے بعد فرہاد کسی طرح ان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکے گا اور مندر کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ کسی طرح کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس لیے انھوں نے بلا جھجک گفتگو کی تھی۔

اَب میں کھل کر ان کے دماغوں میں پہنچ گیا تھا۔ ان میں سے ایک کے دماغ کو ٹٹول رہا تھا۔ کالے جادو کا عمل ایسا ہوتا ہے کہ بات بگڑ جائے، عمل اُلٹ جائے تو عامل خود اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس عامل نے اپنے عمل سے ناگ کے مجسمے کے پھن پر رکھی ہوئی کوڑی کو منجالی کے پاس روانہ کیا تھا۔ وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا لیکن وہ عمل اُلٹ گیا۔ کوڑی واپس آکر پھر ناگ کے پھن پر چپک گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ وہیں خون کی قے کر کے تڑپ تڑپ کر مرنے لگا۔ بلیک میلر اور اس کے ماتحتوں نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی۔ اس کے لیے دوسری بین بھی منگوائی گئی لیکن جب تک بین وہاں لائی گئی، وہ کالے عمل کا دعویٰ کرنے والا اس دُنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

فی الحال اطمینان تھا۔ وہ عمل کرنے والا جہنم میں چلا گیا تھا لیکن اتنی بڑی دُنیا میں کالا عمل کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ جب ایک بین کے ٹوٹنے کے بعد دوسری بین دستیاب ہو سکتی ہے تو ایک عامل کے مرنے کے بعد دوسرے عامل کو بھی تلاش کیا جا سکتا تھا۔ میں اُدھر سے اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا تھا جب تک بلیک میلر میرے ہاتھوں اپنے انجام کو نہ پہنچتا۔

میں نے جو طریقۂ کار اختیار کیا تھا، اس کے ذریعے رفتہ رفتہ اس بلیک میلر کے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ اب کسی دم خود اس کے پاس تک بھی پہنچنے والا تھا۔

ایسے ہی وقت میری ٹیلی پیتھی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ باس جے آر جے ناتھن مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "مسٹر فرہاد علی تیمور! میں آپ کو ڈسٹرب کرنے کی معافی چاہتا ہوں۔ ہم اس وقت ملایا اور تھائی لینڈ کی سرحدی چوکی پر ہیں۔ آپ کو دماغی طور پر یہاں حاضر رہنا چاہیے۔ ویسے پریشانی کی بات نہیں ہے۔ میں ان لوگوں سے نمٹنا جانتا ہوں۔"

میں نے دیکھا، ہیلی کاپٹر ایک جگہ زمین پر کھڑا ہوا تھا۔ کاک پٹ سے باس ناتھن نکل کر جا رہا تھا۔ دور ایک عمارت کے پاس مسلح فوجی نظر آرہے تھے۔ ایک اُونچے ٹاور پر دو طرفہ سرچ لائٹیں لگی ہوئی تھیں اور وہ دائیں سے بائیں حرکت کر رہی تھیں۔ چاروں طرف رات کی تاریکی کو دُور دُور تک روشن کر رہی تھیں۔

ایک جیپ کار ہیلی کاپٹر کے پاس آکر رُک گئی۔ اس میں سے دو آفیسر اور چار مسلح جوان اُتر رہے تھے۔ جے آر جے ناتھن کو دیکھ کر ایک آفیسر نے اس سے مصافحہ کیا۔ دوسرے نے بھی بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ہیلو، مسٹر ناتھن! آپ ہمارے لیے

بڑے معتبر ہیں لیکن جانے کیوں آج کل اوپر سے سخت احکامات دیے جا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ایک گاڑی اور ایک ایک پرائیویٹ ہیلی کاپٹر کو چیک کیا جائے۔ ہم صرف اپنی ڈیوٹی پوری کرنا چاہتے ہیں۔"

ناتھن نے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ جا کر دیکھ لیں۔ میرے دو ماتحت ہیں۔ ان کے علاوہ دو مہمان ہیں۔ مہمانوں میں ایک مرد ہے اور ایک لڑکی ہے۔"

وہ آفیسر سے باتیں کر رہا تھا۔ دوسرا آفیسر سیڑھیاں چڑھتا ہوا کاک پٹ کے پاس آگیا تھا پھر اس نے مجھے دیکھا۔ اس وقت تک میں ایک رسالہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ اسے اپنے سامنے محسوس کرتے ہوئے سر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کی آنکھوں کے راستے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "قد اور جسامت بالکل وہی ہے۔ چہرے کی ساخت بھی ایسی ہے کہ یہ میک اپ زدہ چہرہ ہو اور اس کا میک اپ اُتارا جائے تو اس کے پیچھے سے عزت علی کا چہرہ نمودار ہو سکتا ہے۔"

ایسا سوچتے ہوئے اس نے پیچھے والی سیٹ پر منجالی کو دیکھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔ پھر وہ واپس سیڑھیوں سے اترتا ہوا نیچے چلا گیا۔ جے آر جے ناتھن نے اس کی طرف پلٹ کر پوچھا۔ "کیا آپ مطمئن ہیں؟"

اس نے ناتھن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "آپ کیسی بات کرتے ہیں بھلا آپ سے بے اطمینانی کبھی ہو سکتی ہے۔"

"تو کیا میں جا سکتا ہوں۔"

"بے شک۔"

جے آر جے ناتھن نے ان لوگوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس ہیلی کاپٹر کے پرواز کرنے کے پندرہ منٹ کے اندر آپ سب کا حصہ آپ کے گھروں میں پہنچ چکا ہوگا۔ فون کر کے معلوم کر لیجیے گا۔"

دوسرے آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "جناب! آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔ ہم جانتے ہیں۔ آپ جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔"

جے آر جے ناتھن سیڑھیاں چڑھتا ہوا ہیلی کاپٹر کے کاک پٹ میں پہنچ گیا۔ سیڑھیاں فولڈ ہو گئیں۔ کاک پٹ بند ہو گیا۔ اس کے بعد ہیلی کاپٹر کا پنکھا گردش کرنے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ جے آر جے ناتھن ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی کو ہدایات دے رہا تھا کہ ان افسران کا حصہ ان کے گھروں میں پہنچا دیا جائے۔ میں اس آفیسر کے دماغ میں پہنچ گیا جس نے میرے سامنے آکر مجھے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا تھا اور میرے پیچھے چھپے ہوئے انٹرپول کے فلائنگ آفیسر عزت علی کو محسوس کر رہا تھا۔

وہ آفیسر پہلے دفتر میں آیا تھا۔ دو چار لوگوں سے ملتے ہوئے وہ اپنے خاص چیمبر میں جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھا کر ڈائل کرنے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ کسی بگ لیڈی سے رابطہ قائم کر رہا ہے۔

رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سُنائی دی۔ "ہیلو اِٹ اِز سیون نائین او وَن او۔"

آفیسر نے کہا۔ "ابھی دس منٹ پہلے مسٹر جے آر جے ناتھن کا ایک ہیلی کاپٹر بنکاک کی طرف گیا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں مسٹر ناتھن کے دو اسسٹنٹ تھے۔ ان کے علاوہ دو مہمان۔ ان میں سے ایک مرد اور دوسری ایک سیاہ فام لڑکی تھی۔ مرد کا قد اور جسامت بالکل عزت علی کے مطابق ہے۔ چہرے کی ساخت بھی ویسی ہے یعنی اس چہرے پر عزت علی کا میک اپ کیا جائے تو وہ مکمل عزت علی ہوگا یا پھر یوں سمجھ لیجیے کہ وہ شخص جسے میں نے دیکھا ہے، اگر وہ میک اپ میں ہوگا تو یقیناً اس کے پیچھے عزت علی چھپا ہوگا۔"

"کیا آپ اس ہیلی کاپٹر کی منزل بتا سکتے ہیں؟"

"جے آر جے ناتھن کا پتا لیڈی صاحبہ کو معلوم ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کی پہچان بتائے دیتا ہوں۔ وہ سفید رنگ کا ہے۔ اس ہیلی کاپٹر کے سامنے والے حصے میں سُرخ دھاریاں ہیں۔ اس کا نمبر بی کے ففٹین ہے۔"

"تھینک یو مسٹر آفیسر! میں آپ کا پیغام ابھی لیڈی صاحبہ تک پہنچا رہی ہوں۔"

آفیسر نے ریسیور رکھ دیا۔ میں دماغ کے ٹیلیفون کے ذریعے اس بات کرنے والی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے بعد انٹرکام کے ذریعے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ ذرا دیر بعد دوسری طرف سے گرجنے اور برسنے کی آواز سُنائی دی۔ اس کے باوجود وہ آواز بڑی ہی رس بھری تھی۔ اس آواز سے عمر کا اندازہ ہو سکتا تھا لیکن مجھے اندازہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں اس برسنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک قد آدم آئینے کے سامنے ذرا فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے ایک جام تھا—— ایسے وقت وہ کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرتی تھی۔ اس لیے غصے سے پوچھ رہی تھی۔ "ایسی کیا قیامت آگئی ہے کہ مجھے ڈسٹرب کیا جا رہا ہے؟"

دوسری طرف سے اس کی لیڈی سیکریٹری نے کہا۔ "مادام! بہت اہم اطلاع ہے۔ مسٹر جے آر جے ناتھن کا ہیلی کاپٹر بنکاک کی طرف آ رہا ہے۔ اس میں ایک ایسا شخص موجود ہے جس کا حلیہ عزت علی سے ملتا ہے۔ قد، جسامت، چہرے کی ساخت بالکل وہی ہے۔ صرف چہرہ وہ نہیں ہے۔ اس پر میک اپ کا شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر ناتھن نے اسے اپنا مہمان بتایا تھا۔"

"اس ہیلی کاپٹر میں اور کتنے لوگ موجود تھے؟"

"مسٹر ناتھن کے دو اسسٹنٹ اور دو مہمان۔ ایک مہمان یہی شخص ہے جس کا حُلیہ بتا چکی ہوں۔ دوسری ایک سیاہ فام لڑکی ہے۔"

سیاہ فام لڑکی کا ذکر سُن کر وہ عورت چونک گئی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا جے آر جے ناتھن اپنے اسی ہیلی کاپٹر میں ہے جس کا نمبر بی کے ففٹین ہے؟"

"یس مادام!"

اس نے انٹرکام سے رابطہ ختم کر دیا۔ گلاس کو میز پر رکھ دیا۔ ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ انٹرپول کے چیف آفیسر سے رابطہ قائم کر رہی ہے۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر سوچا، تقدیر جن ہاتھوں میں پھینکنا چاہتی ہے۔ انسان ان ہاتھوں میں جانے سے بچ نہیں سکتا۔ پہلے میں نے انٹرپول والوں سے حتی الامکان کترانے کی کوشش کی۔ انہیں نظر انداز کر دیا مگر تقدیر پھر ان کے قریب پہنچا رہی تھی۔

ٹیلیفون کے دوسری طرف سے اسی انٹرپول کے چیف آفیسر کی آواز سُنائی دی۔ "ہیلو، میں وانڈرمین بول رہا ہوں۔"

وہ عورت جو بگ لیڈی کہلاتی تھی۔ اس نے کہا۔ "مسٹر وانڈرمین! ابھی اطلاع ملی ہے کہ مسٹر جے آر جے ناتھن کے ہیلی کاپٹر میں ایک ایسا شخص آ رہا ہے جس پر ہم عزت علی کا شُبہ کر سکتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ عزت علی ہے اور اس یقین کی وجہ اس کے ساتھ والی سیاہ فام لڑکی ہے۔ تمہیں یاد ہے، سنگاپور میں عزت علی اور اس کے چاروں محافظ زندہ بچ کر نہیں جا سکتے تھے۔ گاڑی کے نیچے بم منسلک کیا گیا تھا۔ ایک سیاہ فام لڑکی نے اس گاڑی کے نیچے پہنچ کر اس بم کو وہاں سے الگ کر دیا تھا۔ کیا یہ وہی سیاہ فام لڑکی نہیں ہو سکتی؟"

وانڈرمین نے کہا۔ "تھینک یو مادام! آپ نے بڑی اہم اطلاع پہنچائی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر یقیناً فلائنگ کلب کے سامنے پہنچ کر اُترے گا۔ میں ابھی انتظامات کرتا ہوں۔ پھر آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

اب میں وانڈرمین کے دماغ میں تھا۔ وہ دوسرے نمبر ڈائل کر کے اپنے ایک ماتحت سے کہہ رہا تھا۔ "فوراً اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلائنگ کلب پہنچو۔ تم لوگوں میں سے کسی کے پاس ایک اینٹی میک اپ کیمرہ ہونا چاہیے۔ جے آر جے ناتھن کے ساتھ جو بھی شخص نظر آئے، اس کی تصویریں اُتارو۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں، ان میں بہروپیا کون ہے۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ واپس آکر ناتھن کو ساری باتیں بتانے لگا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ان ماتحتوں سے رابطہ قائم کیا، جو بنکاک میں موجود تھے۔ وہ انھیں فلائنگ کلب میں پہنچنے کی تاکید کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کم از کم چار عدد کاریں وہاں پہنچائی جائیں۔ میں نے منجالی کی طرف دیکھا۔ وہ اسی طرح آرام سے گہری نیند سو رہی تھی۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اندر سے بھی اتنی ہی پُرسکون ہے یا نہیں، کہیں ایسا نہ ہو، اس کالے جادو کے اثر سے وہ اندرونی طور پر بالکل ہی کمزور ہو گئی ہو۔

یہ معلوم کرنے کے لیے میں اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے فوراً ہی چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اس کا دماغ بہت ہی زہریلا، بہت ہی حساس تھا۔ فوراً ہی میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا تھا۔ چونک کر آنکھ کھولتے ہی جب اس نے مجھے اپنی طرف دیکھتے پایا تو بے اختیار مُسکراتے ہوئے بولی۔ "سوئینی تھینکس مائی لارڈ، آئی ایم آل رائٹ۔"

میں نے کہا۔ "آرام سے سوتی رہو۔"

"میں کب سو رہی تھی۔ میں تو آنکھیں بند کیے دماغ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"یہی کوشش کرتی رہو۔"

"اب میں بالکل پُرسکون ہوں۔ بالکل نارمل ہوں۔"

میں نے اسے مندر کی تمام باتیں سُنائیں پھر اس سے کہا۔ "ذرا انتظار کرو، میں وہاں کے کچھ اور حالات معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں اس بلیک میلر کے خاص ماتحت کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ تہ خانے کے ایک بڑے سے کمرے میں تھا۔ اس زمین دوز کمرے کی دیواریں پتھریلی تھیں۔ انھیں توڑ توڑ کر، کاٹ کاٹ کر کمرے کی صورت میں تراشا گیا تھا۔ وہاں چاروں طرف بڑی بڑی آہنی سی الماریاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف بڑی سی میز کے پیچھے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ دو آدمی ایک الماری کو کھول کر اس میں سے ایک مووی کیمرہ اور نیگیٹو رول نکال رہے تھے۔ کسی فلم کی شوٹنگ کے لیے تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اس خاص ماتحت کو دیکھتے ہی سب اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

بلیک میلر کے اس خاص ماتحت کا نام وِکرم تھا۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر سگریٹ سُلگانے لگا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کا بلیک میلر باس اس وقت تہ خانے میں موجود نہیں ہے، کہیں گیا ہوا ہے۔ میں اس کے دماغ کو دھیرے دھیرے کُریدنے لگا۔ پتا چلا دوسری بین مل گئی ہے لیکن بین بجانے والا وہ عامل مر چکا ہے۔ کسی دوسرے عامل کی تلاش ہے۔ اس کا باس کہہ رہا تھا۔ اگر سنگاپور میں کوئی کالا جادوگر نہ مل سکا تو ہندوستان سے کسی کو پکڑ کر لایا جائے

گا.... اس کا مطلب یہ تھا کہ ابھی منجالی کو ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں وقتاً فوقتاً ان کے دماغوں میں رہ کر معلوم کرسکتا تھا کہ وہ کیا کررہے ہیں اور شاید اس دوران میں اس بلیک میلر کے دماغ میں بھی پہنچ جاتا۔

میں نے وکرم کی سوچ میں پوچھا "اس وقت میرا باس کہاں ہوگا؟"

وہ سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے سوچنے لگا "کہاں ہوگا؟ کون جانتا ہے؟ وہ تو بہت ہی پُراسرار ہے۔ کتنے ہی رُوپ میں میرے سامنے آچکا ہے۔ اس کا اصلی چہرہ کیا ہے۔ میں آج تک سمجھ نہ سکا۔ بس کوڈ ورڈ کے ذریعے اور اس کی چند مخصوص حرکات کے ذریعے اسے پہچان لیتا ہوں اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتا ہوں۔ میں ہی کیا، سب اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں خوب عیش کراتا ہے — جانے کیسے کیسے ذرائع کا مالک ہے۔ آج تک کوئی پولیس والا مندر کے اس تہ خانے میں چھاپہ مارنے کی جُرأت نہ کرسکا۔ وہ ایک خطرناک فائٹر بھی ہے۔ تنہا پانچ دس کو ایسے کھلاڑی کے انداز میں مارتا ہے، جیسے زندگی اور موت اس کے لیے کھیل ہو اور اس کا وہ زبردست ناقابلِ شکست کھلاڑی ہو۔"

میں نے اس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا: "رسونتی مندر میں پوجا کرنے آئی تھی تو اسے ہی اپنی گرفت میں رکھنا چاہیے تھا۔ اسے چھڑانے کے لیے فرہاد ضرور آتا۔"

اس کی سوچ نے کہا "باس ہمیشہ بڑے شکار پر ہاتھ ڈالتا ہے اس لیے اس نے رسونتی کو ڈھیل دے دی۔ صرف اس سے معلومات حاصل کرتا رہا۔ جب معلوم ہوا کہ وہ فلاں رہائش گاہ میں موجود ہے تو اسی وقت اس نے اپنے آدمیوں کو بھیج دیا۔ اب جتنے آدمی فرہاد کو پکڑنے گئے تھے، وہ سب ناکام ہونے کے بعد موت کے منہ میں جاچکے ہیں۔ باس کسی بھی ناکامی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور نہ ہی ناکام ہونے والوں کو زندہ چھوڑتا ہے۔"

اس نے میری مرضی کے مطابق گہری سانس لیتے ہوئے سوچا۔ "باس اب ایک لمبا چکر کاٹ کر فرہاد تک پہنچنا چاہتا ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ پہلے منجالی کو شکار کیا جائے پھر فرہاد کو یہاں تک آنے پر مجبور کیا جائے۔"

اس کی سوچ نے کہا "رسونتی پوجا کے وقت بڑبڑا رہی تھی کہ فرہاد منجالی کا دیوانہ ہے۔ لہٰذا باس نے یہی رائے قائم کی۔ فرہاد جب کسی کا دیوانہ ہوتا ہے تو اس کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ رہ گئی رسونتی تو اسے ابھی گرفت میں نہیں لینا چاہیے — آزاد رکھی جائے۔ ایک ہندو عورت اپنے دھرم کرم سے مجبور ہے — یہ اس کی فطرت ہے کہ شوہر خواہ مسلمان ہو یا کوئی ہو وہ اس کے [illegible] میں جھکتی ہے لیکن پوجا کے لیے مندروں میں بھی ضرور جاتی ہے [illegible] کا عقیدہ اسے کھینچ کر یہاں بھی لایا کرے گا۔ اس لیے اسے آزاد چھوڑ[illegible] گیا ہے۔"

میری ٹیلی پیتھی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر گیا [illegible] سامنے رات کے وقت فلائنگ کلب کی روشنیاں نظر آرہی تھیں [illegible] میں نے باس جے آر جے ناتھن سے کہا "وہاں آپ کے جو آدمی [illegible] ان میں سے کسی سے رابطہ قائم کریں۔"

وہ فوراً ہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنے لگا۔ میں [illegible] کہا "آپ اسے حکم دیں کہ فلائنگ کلب کے اندر یا باہر جو بھی شخص کیمرہ لیے کھڑا ہے، اس سے باتیں کرے۔ میں اس کے ذریعے [illegible] کے دماغ میں پہنچ جاؤں گا۔"

باس نے میری ہدایت کے مطابق اسے مخاطب کیا اور حکم [illegible] میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی آواز سُن رہا تھا پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اب وہ ذرا فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک اور شخص کو دیکھ رہا تھا جس کے گلے سے کیمرہ لٹک رہا تھا۔ فلیش لائٹ [illegible] کا سارا انتظام تھا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب گیا پھر اس نے پوچھا "مسٹر! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ ہیلی کاپٹر سرکاری ہے یا کسی نے چارٹرڈ کیا ہے؟"

کیمرہ مین نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ پھر ناگواری سے کہا "یہ بات آپ انکوائری کاؤنٹر سے معلوم کرسکتے ہیں۔"

میں کیمرہ مین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پتا چلا، اس کے پاس اینٹی میک اَپ کیمرہ نہیں ہے بلکہ وہ کوئی اور ہی فوٹوگرافر ہے [illegible] نے باس جے آر جے ناتھن کے ماتحت پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے اِدھر اُدھر لے جاتے ہوئے دیکھنے لگا کہ اور کس کے پاس کیمرہ ہے۔ اچانک ہی ایک شخص نظر آیا جو کلب کے باہر اس گیٹ کی طرف کھڑا ہوا تھا جہاں سے ہیلی کاپٹر والے اُتر کر آسکتے تھے۔ اس ماتحت نے میری مرضی کے مطابق اس کیمرہ مین کو بھی مخاطب کیا۔ اور میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس بار صحیح آدمی میرے نشانے پر [illegible] اس کے پاس اینٹی میک اَپ کیمرہ تھا۔ وہ میرے ہی انتظار میں وہاں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے باس ناتھن سے کہا "اب ہم اُتر کر جا سکتے ہیں۔"

کاک پٹ ہٹا دیا گیا۔ ہم باری باری اُترتے ہوئے زمین پر پہنچے۔ پھر اطمینان سے کلب کی عمارت کی طرف جانے لگے [illegible] آتے دیکھ کر کیمرہ مین بالکل تیار ہوگیا تھا۔ میں چلتے چلتے اس کے قریب آیا تو اس کے دماغ پر چند ساعتوں کے لیے قابض ہوگیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کیمرے کا بٹن دبا کر میری تصویر اُتارتا، میں نے اس لمحے اس کیمرہ

[illegible]کو ذرا سا دوسری طرف ہٹا دیا۔ فلیش کی لائٹ کوندی اور تصویر [illegible]گئی۔ مجھے یقین تھا میں کیمرے کے فریم میں نہیں آیا تھا۔ اس نے ایک رات کی ایک تصویر اُتار لی تھی۔

باس جے آر جے ناتھن مجھے اور منجالی کو لے کر ایک دفتر میں داخل ہوا۔ وہاں قانونی کارروائی لازمی تھی۔ یہ بتانا تھا کہ کون لوگ ہیلی کاپٹر میں آئے ہیں۔ قانون پر عمل دو طرح کے لوگ کراتے ہیں۔ ایک وہ جو قانون کے محافظ ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو سرمایہ دار ہوتے ہیں۔ ناتھن کے پاس سرمائے کی کمی نہیں تھی اور وہ قانون میں لچک پیدا کرسکتا تھا۔

دوسری طرف جے آر جے ناتھن کے ماتحتوں نے اس اینٹی میک اَپ کیمرے والے کو گھیر لیا تھا۔ پھر سختی سے پوچھ رہے تھے۔ "تم ہمارے باس کے مہمانوں کی تصویریں اُتارنے والے کون ہوتے ہو؟"

وہ اپنی صفائی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے ساتھی بھی چلے آئے تھے۔ ناتھن کے ایک ماتحت نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ کون ہو اور تم لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم کون ہیں؟ ریڈ پاور والوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی، اور تم انٹرپول والے بھی اپنے شکار کو اس کی قبر سے کھود کر نکال لے آتے ہو۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں، تمہارا کوئی شکار ہمارے پاس نہیں ہے لیکن ہم جو راز اپنی حد تک رکھنا چاہتے ہیں۔ اسے یہ نہیں چاہتے کہ کیمرے کی آنکھ سے کوئی دیکھے۔ لہٰذا آئندہ ایسی تصویریں نہ اُتاریں۔"

اس کیمرہ مین کو یقین تھا کہ اس نے میری تصویر اُتار لی ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے باس جے آر جے ناتھن کے ماتحت کی بات مان لی اور وہاں سے ہٹ گئے۔ میں ان لوگوں کے دماغوں میں جھانک رہا تھا۔ وہ وہاں سے ہٹنے کے بعد مختلف جگہ پھیل گئے تھے۔ چار آدمی دو گاڑیوں میں بیٹھ گئے تھے۔ دو اپنی اپنی موٹر سائیکل سنبھال رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھنے والے کے پاس ایک ٹرانسمیٹر تھا، جس کے ذریعے وہ اپنے آدمیوں کو ضروری اطلاعات فراہم کرسکتا تھا۔

میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد باس ناتھن کو ان کے متعلق بتاتا جارہا تھا۔ باس ناتھن نے کہا "جب تک انہیں یقین نہ ہوجائے کہ آپ عزت علی ہیں۔ وہ اس وقت تک میرے پاس آکر آپ کا مطالبہ نہیں کریں گے اور آپ تو عزت علی نہیں ہیں۔"

"فرہاد علی تیمور تو ہوں۔ اس روپ میں بھی کسی کے سامنے ظاہر ہونا نہیں چاہتا۔"

"اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ آپ اپنے چہرے پر ڈبل میک اَپ کریں یعنی اپنے چہرے پر ایک میک اَپ چڑھانے کے بعد دوسرا میک اَپ چڑھائیں جس میں آپ ابھی موجود ہیں۔ اس طرح اینٹی میک اَپ کیمرے کے ذریعے آپ کے اندر چھپا ہوا جو چہرہ نظر آئے گا وہ مسٹر فرہاد کا نہیں ہوگا بلکہ وہ ہوگا جو پہلے میک اَپ کے طور پر کسی اور کی صورت اختیار کی گئی ہوگی۔"

"آپ کا خیال مناسب ہے۔ یہ بات پہلے میرے دماغ میں بھی آئی تھی لیکن اتنی جلدی میک اَپ نہیں ہوسکتا۔ وہ بھی ڈبل میک اَپ۔ اس کے لیے کافی وقت کی ضرورت ہے۔"

"آپ میرے ساتھ سیدھے میری رہائش گاہ میں چلیں۔ اگر ہم انٹرپول والوں کو ڈاج نہیں دیں گے۔ اِدھر سے اُدھر نہیں بھٹکائیں گے تو یہ زیادہ شبہ نہیں کریں گے۔ میرے ہاں میک اَپ کا بہترین اور جدید سامان ہے۔ آپ وہاں اپنے کام میں مصروف رہیں۔ انٹرپول کے افسران مجھ سے رابطہ قائم کریں گے تو میں اس وقت تک ٹالتا رہوں گا جب تک کہ آپ کے چہرے پر ڈبل میک اَپ نہیں ہوجائے گا۔"

یہ باتیں طے ہونے کے بعد ہم اس دفتر سے باہر نکلے — پھر ایک کار میں باس جے آر جے ناتھن کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں انٹرپول کے مختلف لوگوں کے دماغوں میں جھانکتا جارہا تھا۔ اس بات کا یقین تھا کہ ہمیں وہ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ وہ تو صرف عزت علی تک پہنچنا چاہتے تھے اور ان کے لیے محاورے کے مطابق دِلی ابھی دور تھی۔

ہم بغیر کسی رُکاوٹ کے باس ناتھن کی رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ بڑی شاندار کوٹھی تھی۔ ریڈ پاور کے باس بڑے شاہانہ انداز میں زندگی گزارتے تھے۔ میں وہاں جاتے ہی اس کے خاص کمرے میں پہنچ کر میک اَپ میں مصروف ہوگیا۔ منجالی وہیں میرے قریب ہی بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ میں باس ناتھن کے دماغ میں رہ کر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ ٹیلیفون کا ریسیور اُٹھائے انٹرپول کے چیف آفیسر وانڈرمین سے گفتگو کررہا تھا۔ وانڈرمین کہہ رہا تھا "مسٹر ناتھن! ہم آپ کے معاملے میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے لیکن ہمیں ایک آدمی کی تلاش ہے اور وہ آپ کا مہمان بھی ہوسکتا ہے۔"

"آپ کو شبہ ہے۔ میرے مہمان کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"مسٹر ناتھن! بڑے تعجب کی بات ہے۔ ہمارے کیمرہ مین نے آپ کے مہمان کی تصویر اُتارنا چاہی لیکن وہ تصویر بالکل ڈارک ہوگئی ہے۔"

"آپ کا کیمرہ مین یا تو اناڑی ہوگا یا پھر زیادہ نشے میں ہوگا یا کسی لمحاتی انتشار میں مبتلا ہوگیا ہوگا ورنہ ایک اچھا کیمرہ مین تیزی سے حرکت کرنے والوں کو بھی کیمرے کی آنکھ میں سمو لیتا ہے۔"

"آپ درست کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ میرے کیمرہ مین کو اپنے مہمان کی ایک تصویر اُتارنے کا موقع دیں گے؟"

"مسٹر وانڈرمین! میرا مہمان ابھی رات کے کھانے کے بعد یہاں سے روانہ ہوگا۔ وہ ایک ہوٹل میں قیام کرے گا۔ آپ کے آدمی آزادانہ

اس سے مل سکتے ہیں۔ اس کی ایک نہیں، ہزار تصویریں اُتار سکتے ہیں لیکن میری میزبانی کے دوران مداخلت نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے۔ میرے آدمی آپ کے مہمان کا انتظار کرتے رہیں گے۔"

مجھے اطمینان ہوگیا کہ اب وہ مجھ تک پہنچنے کے لیے کوئی زور یا زبردستی سے کام نہیں لیں گے۔ میں وانڈرمین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے بعد آرام سے ایک کُرسی پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا۔ "یہ عزّت علی میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔ کتنی بار اس پر قاتلانہ حملے کرائے لیکن یہ ہر بار بچ کر نکل گیا۔ آخری بار جس کار سے بم کو منسلک کیا گیا تھا، وہاں سے اس کا بچ نکلنا تقریباً ناممکن تھا لیکن یہ بھی ممکن ہوگیا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید میری منصوبہ بندی میں کوئی جھول رہ جاتا ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے شروع سے اپنے منصوبے کا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ دُشمنی کہاں سے شروع ہوئی۔"

اس کا دماغ شروع سے سوچنے لگا۔ میں کبھی عزّت علی سے دُشمنی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ وہ بے حد ذہین بلکہ چالاک آفیسر ہے مگر میری بدقسمتی کہ میں نے گولڈن ریکٹ والوں سے سازباز کی۔ انٹرپول والوں کا کوئی بھی آفیسر کوئی بھی رُکن کسی خطرناک تنظیم یا بین الاقوامی سطح پر بدنام ہونے والے بلیک میلر، اسمگلر، قاتل یا کسی طرح کے جرم کرنے والوں سے دوستی نہیں کرسکتا۔ قانون کے مطابق ان کے خلاف ثبوت فراہم کرکے انھیں آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیجنا ان کا فرض ہوتا ہے۔ عزّت علی کو معلوم ہوگیا تھا کہ میں خفیہ طور سے گولڈن ریکٹ والوں کی مدد کرتا ہوں۔ ان کے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ آجائے تو اسے کسی نہ کسی طرح ضائع کردیتا ہوں۔ بس یہیں سے عزّت علی میرے پیچھے پڑ گیا۔ میرے خلاف ثبوت فراہم کرنے لگا۔

وہ سوچنے کے دوران اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس میز کے پاس آیا جس پر شراب کی مختلف بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک بوتل کو کھول کر اپنے لیے ایک پیگ بنایا۔ پھر اس کا ایک گھونٹ لینے کے بعد سوچنے لگا۔ "معلوم ہوتا ہے عزّت علی کے ہاتھ میرے خلاف کوئی ثبوت لگ گیا ہے مگر اس ثبوت کو اور مستحکم کرنے کے لیے وہ مجھ سے چھُپ رہا ہے ورنہ جتنی بار میں اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہوں، وہ اب تک میرے خلاف کارروائی کرسکتا تھا لیکن وہ خاموش ہے، روپوش ہے۔ آخر وہ کیا کر رہا ہے؟

اس نے دو چار گھونٹ پیے۔ میں ان چاروں محافظوں کو نہیں بھلا سکتا جنھوں نے سنگاپور کے ایئرپورٹ سے میری حفاظت کی ذمّے داری اپنے سر لی تھی۔ مجھے عزّت علی سمجھ کر اس قاتل سے میری جان بچائی تھی، جو وانڈرمین کی طرف سے مجھے قتل کرنے آیا تھا اور دُور بین کو میری موت کا ذریعہ بنا رہا تھا۔ ان میں ایک ملایائی لڑکی بھا انگریزی زبان جانتی تھی۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر ان سب کی خیریت معلوم کرسکتا تھا لیکن میں نے اسے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ انٹرپول سے تعلق رکھتے تھے اور انھوں نے مجھے عزّت علی سمجھ کر میرا ساتھ دیا تھا۔ وہ اپنی حفاظت خود کرنا جانتے تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں ان کی خیریت معلوم کرکے ان سے مزید رابطہ قائم کرکے انٹرپول والوں کے ساتھ ملوث ہونا نہیں چاہتا تھا۔ میرے دوستوں اور دُشمنوں کا حلقہ جتنا وسیع ہوتا جاتا ہے، اتنی ہی مصیبتیں بھی پاؤں پھیلاتی جاتی ہیں۔

اس وقت میں نے وانڈرمین کی سوچ کے ذریعے نیما اور اس کے تینوں فائٹر ساتھیوں کے متعلق سوال کیا۔ اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "میں ان چاروں کو بھی زندہ چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ میرے خلاف گواہ بن سکتے تھے لیکن وہ تو شروع سے ہی خطرناک فائٹر مانے گئے ہیں۔ وہ چاروں دُشمنوں کی جس بستی میں جاتے ہیں، وہاں پر صرف دُشمنوں کو نابود نہیں کرتے بلکہ اس بستی کو بھی تہس نہس کر کے رکھ دیتے ہیں۔ میں نے اسی لیے خوب سوچ سمجھ کر اس ٹائم بم کو کار کے نیچے منسلک کیا تھا تاکہ وہ سب ایک ساتھ فنا ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ ان چاروں نے ہمارے حملہ آوروں کو ہلاک کردیا۔ دوسری طرف عزّت علی ایک سیاہ فام لڑکی کے ساتھ فرار ہوگیا۔ پتا نہیں وہ کالی لڑکی کون ہے؟"

میں نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "وہ چاروں خطرناک فائٹر زندہ ہیں؟ یقیناً وہ عزّت علی کا پتا جانتے ہوں گے اور اس کے اشارے کے منتظر ہوں گے۔ جب بھی وہ چاہے گا، ان چاروں کے ذریعے مجھے ہلاک کردے گا۔"

"نہیں، عزّت علی مجھے ہلاک نہیں ہونے دے گا۔ اسی لیے تو ان چاروں فائٹروں نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ جانے وہ بھی کہاں گم ہوگئے ہیں۔ وہ جب بھی آئیں گے اپنے باس عزّت علی کے ساتھ آئیں گے اور میرے خلاف تمام ثبوت لے کر آئیں گے۔ کاش یہی شخص عزّت علی ہو جس سے ابھی ہمارا سامنا ہونے والا ہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا۔ "یہ بِگ لیڈی کیا بلا ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "بڑی خوب صورت بلا ہے۔ پہلے میں اس کی خوب صورتی کے جال میں آیا۔ اس کے بعد گولڈن ریکٹ کے جال میں اُلجھتا چلا گیا۔ ویسے میرا نقصان نہیں ہوا۔ گولڈن ریکٹ سے میں نے اتنی دولت کمائی ہے کہ آدھی صدی تک انٹرپول کا آفیسر رہ کر بھی کبھی اتنا نہیں کما سکتا تھا۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ میں لیڈی آرپر کے قریب نہ پہنچ سکا۔"

اس کی سوچ کے ذریعے لیڈی آرپر کا نام سُن کر میں چونک گیا۔

اس سے پہلے ایک یہودی سیکرٹ ایجنٹ ٹونی بیکر کے ذریعے مجھے پتا چلا تھا کہ بنکاک میں گولڈن ریکٹ کی جو شاخ ہے اس کی ہیڈ ایک لیڈی ہے جس کا نام لیڈی آرپر ہے۔ ٹونی بیکر نے اس کے حُسن کی تعریف بڑے شاعرانہ انداز میں کی تھی۔ میں نے اسی وقت سوچ لیا تھا کبھی اس سے سامنا ہوگا تو لیڈی آرپر جیسا نام اس کے لیے مناسب نہیں ہوگا۔ میں اسے لیڈی آرپار کیا کروں گا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ حالات اتنی جلدی مجھے لیڈی آرپار کے قریب لے آئیں گے۔ میں اس کے متعلق ٹونی بیکر کے تاثرات معلوم کرچکا تھا۔ اب وانڈرمین کے تاثرات معلوم کر رہا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی، وہ ایسی عورت ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ شاید کیمرہ بھی اس کے حسن کی مکمل تصویر نہ اتار سکے۔ بڑے بڑے افسران، اعلیٰ حُکّام، کروڑپتی اور ارب پتی سرمایہ دار اسے حسنِ مغرور کہتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس عورت کو مسکراتے نہیں دیکھا۔ یہ بھی ایک عجیب سی بات ہے کہ حُسن کبھی نہ مسکرائے، تیور چڑھے رہیں تو اسے اور چار چاند لگ جاتے ہیں۔ لوگ پہلے سوالی بن کر اس کے سامنے آتے ہیں۔ پھر اس کے پیچھے زرخرید غلاموں کی طرح چلتے رہتے ہیں جس طرح وانڈرمین اس کے پیچھے چل رہا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ شاید کبھی اسے حاصل نہیں کرسکے گا۔ ایک خوش فہمی بھی تھی کہ شاید اس کی مردانہ خوبیوں کے آگے وہ حسن کبھی موم ہوجائے۔ اسی خوش فہمی میں مبتلا ہوکر بڑے بڑے افسران اور بڑے بڑے شہ زور اس کے اشاروں پر ناچتے تھے۔

وانڈرمین نے ریسیور اٹھا کر لیڈی آرپر کے نمبر ڈائل کیے۔ پہلے اس کی سیکرٹری کی آواز سُنائی دی۔ پھر اس نے انتظار کرنے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر بعد بِگ لیڈی آرپر کی آواز سُنائی دی۔ وانڈرمین نے کہا۔ "ابھی میں نے باس جے آر جے ناتھن سے گفتگو کی ہے۔ وہ کہتا ہے جو شخص اس کے ساتھ آیا ہے وہ اس کا مہمان ہے جو ابھی رات کے کھانے کے بعد اس سے رخصت ہوکر کسی ہوٹل میں قیام کرے گا۔"

لیڈی آرپر نے غرّا کر کہا۔ "مسٹر وانڈرمین! تمھاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ باس ناتھن کے اس مہمان کی تصویر حاصل نہیں ہوسکی۔"

"ہمارے فوٹوگرافر سے غلطی ہوگئی۔ وہ اس شخص کو کیمرے کے فریم میں نہ لاسکا۔"

"میں ایسے نوکروں کو گولی مار دیا کرتی ہوں۔"

"مادام! انٹرپول کا معاملہ کچھ اور ہے۔ ہم پہلی، دوسری تیسری وارننگ دیا کرتے ہیں۔ انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے۔"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "اب اس شخص کی تصویریں اتارنے کا تکلف نہ کرو۔ نہ ہی اسے ہوٹل تک جانے کا موقع دو۔ تمھارے آدمی اگر اسے اُٹھا کر نہ لاسکے تو میں اپنے آدمیوں کو اس کے پیچھے لگاؤں گی اور میرا چیلنج ہے کہ وہ آدھی رات سے پہلے یہاں میرے قدموں میں ہوگا۔"

"میں آپ کو زحمت نہیں دوں گا۔ صرف گھنٹے، دو گھنٹے کی بات ہے۔ آپ کو خوشخبری ملے گی کہ وہ شخص میرے ہاں موجود ہے۔ آپ چاہیں تو دو گھنٹے کے اندر کسی وقت بھی آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتی ہیں۔"

وہ بولی۔ "میرا خیال ہے اس شخص کو میرے ہاں لانا مناسب ہوگا تاکہ میرے کتّے اس کی بُو سونگھ سکیں۔"

"مادام! اگر وہ شخص عزّت علی ہے تو اسے میرے ہاں لایا جانا چاہیے کیوں کہ اسے یہاں زندہ دفن کرنے کے تمام انتظامات پہلے سے ہوچکے ہیں۔"

وہ غرّا کر بولی۔ "بڑی مدّت کے بعد تم نے میری بات کی تردید کی ہے۔ آئندہ محتاط رہو۔ میں اپنے فیصلے کے بعد کسی دوسرے کا فیصلہ سُننا بھی گوارا نہیں کرتی۔ وہ شخص میرے ہاں لایا جائے گا اور جہاں تک اسے زندہ دفن کرنے کا تعلق ہے، اس کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ میرے کتّے صرف اس کی ہڈیاں چھوڑیں گے۔ اور ہڈیوں سے کسی کی شناخت نہیں ہوتی۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ وانڈرمین نے اپنے ریسیور کو ذرا ناگواری سے مگر بے بسی سے دیکھا پھر بڑبڑاتے ہوئے اسے کریڈل پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "اس عورت کی ہزار باتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ جانے کمبخت کب تک دوڑاتی رہے گی۔ مشکل تو یہ ہے کہ اس سے کوئی محبت بھرا اشارہ بھی نہیں ملتا اور دل ہے کہ خوش فہمی میں مبتلا ہوتا چلا جا رہا ہے۔"

بات صرف خوش فہمی کی نہیں تھی۔ وانڈرمین کو گولڈن ریکٹ کی طرف سے ہزاروں ڈالر کی آمدنی تھی۔ اس آمدنی کے باعث بھی وہ برداشت کر رہا تھا۔ سوچتا تھا۔ اس حسینہ سے مخاصمت مول لے گا تو اتنی بڑی آمدنی ہاتھ سے نکل جائے گی۔

میرا دوسرا میک اَپ مکمل ہوگیا۔ ہم ایک میز کے اطراف کھانے کے لیے بیٹھ گئے۔ میں نے باس ناتھن کو بتایا کہ وہ لوگ کس قسم کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ مجھے ہوٹل تک جانے نہیں دیں گے۔ گھیر کر لیڈی آرپر کے ہاں لے جائیں گے۔

باس ناتھن نے کہا۔ "میں آپ کے یہاں سے روانہ ہونے سے پہلے ہی اپنے تمام آدمیوں کو لیڈی آرپر کی کوٹھی کے اطراف پھیلا دوں گا۔ ضرورت پڑی تو وہ سب کے سب اندر گھُس جائیں گے۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ اس کے احاطے میں خطرناک قسم کے بلڈ ہاؤنڈ ہیں۔ وہ آنے والوں کو بھنبھوڑ کر رکھ دیں گے۔"

منجالی نے مسکرا کر کہا۔ "میں آپ کے ساتھ چلوں گی تو کتے جہاں ہیں، وہیں رہ جائیں گے۔"

میں نے چونک کر منجالی کو دیکھا۔ یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ اس کی موجودگی میں کوئی بھی کتا میرے قریب نہیں آسکتا بلکہ مجھ سے دُور بھاگ سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ "بڑی مشکل ہے۔ تم میرے ساتھ جاؤگی اور کتے تم سے خوف زدہ ہو کر بھاگنا چاہیں گے تو اس واقعے کی کڑی ریگون والے واقعے سے ملائی جائے گی۔ پھر جلد ہی یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ فرہاد علی تیمور بنکاک میں موجود ہے۔ میں فی الحال اپنے آپ کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔"

"میرے آقا! کیا آپ تنہا ان خطرناک کتّوں کے درمیان جائیں گے؟"

"دشمن کسی طرح بھی کتّوں سے کم نہیں ہوتے۔ اس لحاظ سے مَیں ہمیشہ کتّوں کے درمیان زندگی گزارتا ہوں۔"

"لیکن دشمن بولنے والے کتّے ہوتے ہیں اور یہ بھونکنے والے کتّے ہیں۔ آپ بولنے والوں کے دماغوں میں پہنچ کر اپنا دفاع کر سکتے ہیں لیکن بھونکنے والے آپ کی ٹیلی پیتھی سے متاثر نہیں ہوں گے۔"

"میری زندگی میں ایسے کئی واقعات ہیں جہاں میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آئی۔ خصوصاً گونگے دشمنوں کے سامنے میں نہتا رہ چکا ہوں۔ اس بار بھی شاید یہی ہوگا۔"

منجالی نے باس ناتھن سے پوچھا۔ "اس لیڈی آرپر کا بنگلہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"یہی کوئی دو میل کے فاصلے پر ہے۔"

"میرے آقا! میں یہیں رہوں گی۔ جب آپ دیکھیں کہ آپ کے پیچھے کتّے چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ فوراً ہی مجھ سے رابطہ قائم کرلیں۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"ہاں، یہ مناسب ہے۔"

ایک ملازم ٹیلیفون اُٹھائے ہوئے باس جے آر جے ناتھن کے پاس آیا۔ میں نے آہستگی سے کہا۔ "اگر میرے متعلق گفتگو ہو اور وہی دشمن ہوں تو ان سے کہنا میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے ریسیور کو کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ "ہیلو جے آر جے ناتھن ہائی سیلف۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی آواز سُننے لگا۔ وانڈر مین پوچھ رہا تھا۔ "تم اپنے مہمان کو کب رخصت کرو گے؟"

باس ناتھن نے کہا۔ "آپ کے آدمیوں نے فلائنگ کلب میں میرے مہمان کو چوکنا رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میرا مہمان صلح جو اور امن پسند ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ یہاں سے نکلے گا تو ان دیکھے دشمنوں سے ٹکراؤ ہوگا۔ اس لیے وہ کوئی صلح کا راستہ نکالنا چاہتا ہے اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔"

"میں تیار ہوں۔ ریسیور اُسے دے دو۔"

مَیں نے ریسیور لے کر کہا۔ "ہیلو مسٹر! میں آپ کو نہیں جانتا اور شاید آپ بھی مجھے نہیں جانتے ہیں۔ پتا نہیں کس شبہے میں مجھے خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں۔"

"ہمیں ایک شخص کی تلاش ہے۔ ہم اپنا شک دُور کرنا چاہتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہم کہیں ملاقات کر لیتے ہیں۔ میں آپ کا شبہ دُور کر دوں گا۔"

"اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ کیا ابھی تم میرے ہاں آنا پسند کرو گے؟"

"میں ضرور آؤں گا لیکن یہاں اجنبی ہوں۔ راستہ نہیں جانتا ہوں۔"

"جب تم اس کوٹھی سے باہر نکلو گے تو تمہاری کار کے آگے ایک سفید رنگ کی کار ہوگی۔ تم اس کے پیچھے آسکتے ہو۔"

"میں یہی کروں گا۔ بس اَب نکلنے ہی والا ہوں۔"

"وہ نیگرو لڑکی بھی یقیناً تمہارے ساتھ ہوگی۔"

"نہیں، وہ بیمار ہے۔ اگر تمھارے ذرائع وسیع ہیں تو یہ معلوم کر سکتے ہو کہ وہ سفر کے دوران سوتی رہی۔ میں ایسی حالت میں اسے اپنے ساتھ لے کر نہیں نکلوں گا۔ تم سے ملاقات کرنے کے بعد کسی ہوٹل میں کمرہ لوں گا۔ اس کے بعد اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"بائی دی وے، وہ تمھاری کون ہے؟"

"یہ سوال غیر ضروری ہے۔ میں ریسیور رکھ رہا ہوں۔"

اور میں نے ریسیور رکھ دیا۔ منجالی پریشان ہو کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ بڑی فکرمند تھی۔ میں نے کہا۔ "فکر نہ کرو۔ میں انشاالله بخیریت واپس آؤں گا۔"

میں وہاں سے اُٹھ گیا۔ باس ناتھن نے کہا۔ "جناب! آپ نے تو کچھ کھایا ہی نہیں ہے۔"

"بس تھوڑا سا چکھ لیا ہے۔ کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے۔"

میں ان سے باتیں کرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ منجالی وہیں رُک گئی۔ کیوں کہ اس کی علالت کا بہانہ کیا گیا تھا۔ اس کا کوٹھی سے باہر دکھائی دینا مناسب نہیں تھا۔ میں باس ناتھن کے ساتھ باہر آیا وہاں میرے لیے ایک کار موجود تھی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر ڈرائیور بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر میرے لیے

یٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوا۔ نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ میں نے ہاتھ ہلا کر باس ناتھن کو خدا ا۔ وہ کار احاطے سے باہر نکل آئی۔ میں نے دیکھا، سامنے ایک ک کی کار کھڑی ہوئی تھی جو آہستہ آہستہ آگے کی طرف رینگ ۔ میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "اس سفید رنگ کی کار کے پیچھے ہو۔"

اس کے بعد میں آرام سے سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا کر آرپار کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وانڈر مین اپنے آدمیوں کے ساتھ وجود تھا۔ لیڈی آرپار اپنے خاص ملازم سے کہہ رہی تھی۔ "جب ی یہاں آئے اور وہ شخص کوٹھی کے اندر داخل ہو جائے تو یٹ بند کر دینا۔ کتّوں کو کھلا چھوڑ دینا تاکہ وہ یا اور کوئی اس کوٹھی ہر نہ جا سکے۔"

وانڈر مین نے مسکرا کر کہا۔ "مادام! آپ تو جیسے میرے لیے بھی کلنے کا راستہ بند کر رہی ہیں۔"

اس نے غرا کر کہا۔ "اگر میں تمھارا راستہ بند کر رہی ہوں تو یہ کوئی انے کی بات نہیں ہے۔ وقت بے وقت مُسکرانا مجھے اچھا لگتا۔"

وہ فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔ لیڈی آرپار نے ناگواری سے کہا۔ "تم ں کی طرح رنگ بدلتے ہو۔ ابھی مسکرا رہے تھے۔ میرے کہتے ہی ہ ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمھاری مسکراہٹ فطری اور بے ری نہیں تھی۔ میری خوشامد کے لیے تھی اور تمھاری یہ سنجیدگی بھی اختیار نہیں ہے۔ یہ بھی میری خوشامد کے لیے ہے اور میں سمجھا چکی ا کہ خوشامدی مرد مجھے کتّوں کی ہلتی ہوئی دُم کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔"

وہ دل ہی دل میں گالیاں دینے لگا۔ میں نے اس کی سوچ میں ہبڑکایا۔ "میں مرد ہوں۔ اس ایک عورت کے مُنہ پر اسے کتیا بھی ہ کہہ سکتا جب کہ وہ میرے لیے کتّوں کی مثال دے رہی ہے۔" فتیار اس نے کہا۔ "کیا تمھیں نرمی اور سہولت سے گفتگو کرنا نہیں ے۔ جب دیکھو، کسی کتیا کی طرح غرّاتی رہتی ہو۔"

وہ کسی کے معمولی سے تیور بھی برداشت نہیں کرتی تھی۔ کجا یہ کہ مین نے اسے کتیا کہہ دیا تھا۔ میں فوراً ہی اس عورت کے دماغ پہنچ گیا تاکہ ردِعمل معلوم کر سکوں۔ یقیناً وہ آتش فشاں کی طرح لرز ی۔ اندر زلزلہ پیدا ہو گیا تھا۔ اچانک اس کے دماغ نے سمجھایا۔ ذرا صبر۔ ابھی وہ اجنبی آنے والا ہے۔ جب یہ تصدیق ہو جائے ں کے پیچھے عزت علی چھپا ہوا ہے تو وہ اور یہ وانڈر مین دونوں ہی کے خوراک نہیں گے اور میں تماشا دیکھتے ہوئے پوچھوں گی کہ کُتیا ن ہے؟

نا اسے گھور کر دیکھتے ہوئے، غرّاتے ہوئے بولی۔ "جب میں کُتیا ہوں تو تمھاری بات کا بُرا نہیں مانوں گی۔ مجھے ایسے لوگ پسند ہیں جو منہ پر سچ کہتے ہیں۔"

وانڈر مین اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ جوابی کارروائی ہوگی اور اس کے لیے اسے تیار رہنا چاہیے۔ اس سے سخت گفتگو کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے، اس حسینہ میں کتنا دم خم ہے۔ صرف دکھاوے کا رُعب و دبدبہ ہے یا اندر بھی کچھ کس بل رکھتی ہے۔

اس وقت تک ہماری کار لیڈی آرپار کی شان دار کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی۔ سفید کار سے ایک شخص نے اتر کر اشارہ کیا کہ ہماری کار اس احاطے سے اندر جا سکتی ہے۔ دربان نے مین گیٹ کو کھول دیا تھا۔ ہماری کار رینگتے ہوئے کوٹھی کے بیرونی دروازے کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔ ڈرائیور نے گاڑی سے نکل کر میرے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ میں دروازے سے باہر آگیا۔ دروازے کے سامنے ایک ادھیڑ عمر کی عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ اپنے ڈرائیور کو بھی اندر لے آئیں۔ ابھی اس کوٹھی کے باہر کتّے چہل قدمی کریں گے۔"

ڈرائیور میرے ساتھ کوٹھی کے اندر آگیا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں نے اس عورت کی آواز سے پہچان لیا کہ وہ لیڈی آرپار کی سیکرٹری تھی۔ اس نے ڈرائنگ روم تک ہماری رہنمائی کی۔ وہ ڈرائنگ روم جو ابھی ذرا دیر پہلے لیڈی آرپار اور وانڈر مین سے آباد تھا، اب خالی نظر آ رہا تھا۔ وہ میری آمد کی خبر سنتے ہی وہاں سے چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ڈرامائی انداز میں میرے سامنے آنا چاہتے تھے۔ میں وہاں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سیکرٹری بھی وہاں سے چلی گئی۔ ڈرائنگ روم کے دوسری طرف کا دروازہ کھلا۔ ایک کیمرہ مین میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کے روبرو کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں، تم لوگ میری تصویر کیوں اُتارنا چاہتے ہو۔ وہاں فلائنگ کلب میں بھی میری تصویر اتاری گئی تھی۔"

میری گفتگو کے دوران اس نے فلیش لائٹ کے ذریعے تصویر اتار لی۔ پھر خاموشی سے چلا گیا۔ میں نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ وہ ایک بہت بڑا ہال نما ڈرائنگ روم تھا۔ ایک طرف اونچا سا زینہ اوپری منزل کی طرف چلا گیا تھا۔ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ دنیا جہان کا قیمتی سامان وہاں آرائش کے طور پر رکھا گیا تھا۔

اس ڈرائنگ روم میں چار دروازے تھے۔ یقیناً وہ چار مختلف سمتوں میں کوٹھی کے اندر کھلتے ہوں گے۔ دس منٹ کے بعد ایک دروازہ کھلا۔ پھر وانڈر مین ایک شانِ بے نیازی سے چلتا ہوا اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی تصویر تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔ "ہیلو، مسٹر عزت علی! میں تمھاری جُرأت کی داد دیتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے تم سے فون پر گفتگو ہوئی۔ تم نے میری آواز کو بھی پہچانا، مجھے بھی پہچانا۔ اس کے باوجود یہاں جال میں پھنسنے کے لیے چلے آئے۔

میں تصدیق کرچکا ہوں۔ باہر تمہارا کوئی آدمی نہیں ہے اور کتے کسی کو اندر آنے نہیں دیں گے۔"

میں چُپ چاپ طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا "بہت زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر تمھارے پاس ہتھیار ہے تو چپ چاپ سامنے رکھ دو۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں عزت علی ہی ہوں؟"

اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تصویر کو میری طرف کیا۔ اس میں عزت علی کا چہرہ نظر آرہا تھا۔ میں نے ڈبل میک اپ اسی ترتیب سے کیا تھا کہ پہلے اپنے چہرے پر عزت علی کا میک اَپ چڑھایا تھا۔ اس کے اوپر وہ میک اَپ کیا جس میں سنگاپور سے یہاں تک آیا تھا۔ ظاہر ہے اینٹی میک اپ کیمرے نے اوپر والے میک اَپ کے پار پہنچ کر تصویر اتاری تھی اور اس کیمرے کا لینس اتنا پاور فل نہیں تھا کہ وہ دوسرے میک اَپ کے پار فرہاد علی تیمور کی اصلی تصویر اتار سکتا۔ اسی لیے عزت علی کی تصویر اتر گئی تھی۔

میں نے اس تصویر کو دیکھ کر کہا "مجھے شبہ تھا کہ اینٹی میک اپ کیمرے سے میری تصویر اُتاری گئی ہے۔"

"اس کے باوجود تم مطمئن تھے۔" اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا پھر سخت لہجے میں کہا "مجھے باتوں میں نہ بہلاؤ۔ دوسری طرف گھوم جاؤ۔ میں تمھاری تلاشی لوں گا۔"

میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دوسری طرف گھومنے لگا۔ گھومتے گھومتے میں نے اس کے دماغ کو ذرا سا بہکایا اور ایک ٹھوکر اس کے ریوالور پر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر فضا میں اچھلا۔ اس سے پہلے کہ وہ نیچے آتا، میں نے ریوالور کو کیچ کر لیا۔

وہ بوکھلا کر ایک قدم پیچھے چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم کے چاروں دروازے کھل گئے۔ وانڈرمین کے ماتحت اپنے ہاتھوں میں ریوالور لیے کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "بے شک چاروں طرف سے مجھ پر گولیاں برسیں گی لیکن یاد رکھو، اس دوران ایک گولی تمھارے چیف آفیسر کے سینے میں اتر جائے گی۔ جسے یہ سودا منظور ہو وہ گولی چلائے۔"

وانڈرمین نے چیخ کر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا "نہیں کوئی میرے حکم کے بغیر گولی نہ چلائے۔"

میں نے کہا "شاباش، اب دوسرا حکم دو کہ یہ اپنے ریوالور میرے قریب پھینک دیں۔ ریوالور پتھر کی طرح نہ ماریں ورنہ۔۔۔"

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وانڈرمین نے انھیں حکم دیا۔ وہ ذرا قریب آکر ریوالور میرے قدموں کی طرف پھینکنے لگے۔ میں نے کہا "اب انھیں حکم دو۔ یہ جن دروازوں کے پیچھے سے آئے ہیں۔ وہیں سے چلے جائیں۔"

وہ حکم کے مطابق چلے گئے۔ دروازے پھر بند ہو گئے۔ میں نے کہا "وانڈرمین! اب میرے ریوالور کے آگے چلتے رہو اور ایک ایک دروازے کو اِدھر سے بند کرتے رہو تاکہ اُدھر سے کوئی کھول کر نہ آسکے۔"

وہ میرے ریوالور کے آگے چلنے لگا۔ ایک ایک دروازہ بند کرنے لگا۔ پھر ہم اُدھر آگئے جہاں ریوالور فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اسے ذرا دور جانے کا حکم دیا پھر چاروں ریوالور فرش پر سے اُٹھا لیے۔ انھیں لے کر ایک دیوار کے پاس آیا۔ اس ڈرائنگ روم کے دبیز قالین کو اٹھا کر پانچوں ریوالوروں کو اس کے نیچے ٹھونس دیا۔ اس کے بعد قالین کو برابر کر دیا۔ پھر وانڈرمین کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمھارا ریوالور بھی قالین کے نیچے چلا گیا ہے۔ اب ہم دونوں نہتے ہیں۔ سنا ہے دو آدمیوں کے درمیان دھمکانے اور ہلاک کرنے والا کوئی ہتھیار نہ ہو تو وہ مجبوراً شرافت سے گفتگو کرتے ہیں۔"

میں کہتا ہوا اس کے قریب جا رہا تھا۔ قریب ہوتے ہی اچانک اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ پھر مجھے لیے ہوئے صوفے پر گر پڑا۔ میں نے اسے صوفے کے دوسری طرف اُچھال دیا۔ وہ قالین پر گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا، میں بھی صوفے سے اچھل کر اس پر آگیا۔ وہ اُٹھ رہا تھا۔ میرے بوجھ سے زمین بوس ہو گیا۔ میں نے اس سے الگ ہو کر اسے اُٹھنے کا موقع دیا۔ جب وہ ذرا سا اُٹھا تو میں نے اس کے مُنہ پر ٹھوکر ماری۔ وہ چیختے ہوئے ذرا سا سیدھا ہوا۔ میں نے اس کے جبڑے پر گھونسہ رسید کیا۔ اس کا مُنہ دوسری طرف گھوم گیا۔ میں نے دوسری طرف گھونسہ رسید کیا۔ اتنی سی دیر میں پتا چل گیا کہ وہ میرے مقابلے کا فائٹر نہیں ہے لہٰذا اس پر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے اُٹھایا۔ اپنے سر سے بلند کیا پھر صوفے کے درمیان فرش پر پٹخ دیا۔ اس کے بعد میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "ہاں، اَب بتاؤ۔ وہ تمھاری لیڈی آرپار کہاں ہے۔ جس کے ساتھ مل کر مجھے کئی بار قتل کرنے کی ناکام کوششیں کر چکے ہو۔"

میری بات ختم ہوتے ہی ڈرائنگ رُوم کے زینے کی بلندی پر لیڈی آرپار کی غرّاتی ہوئی آواز سُنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "یونان سنس، میرا نام آرپہ ہے۔ آرپار نہیں۔"

میں نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ واقعی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ لفظوں میں اس کی تصویر کھینچنا دشوار تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زنجیر تھی اور زنجیر کے دوسرے سرے پر ایک خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤنڈ بندھا ہوا تھا یعنی گلاب کے ساتھ کانٹا بھی تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا "کاش تم اُردو زبان سمجھ سکتیں تو تمھیں آرپار

...نی معلوم ہوتے۔ کوئی بات نہیں۔ وقت آئے گا تو میں تمھیں ...ں کے ہجے بھی سمجھا دوں گا۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے، کتے کو اپنے ساتھ لیے ہوئے زینے کے ...ے پائدان پر پہنچی۔ پھر ناگواری سے بولی "بہت اسمارٹ ہو۔ میں ...مارے لڑنے کا انداز دیکھ رہی تھی۔ لیکن جس سے لڑ رہے تھے، وہ ...ن کتے کی طرح بھونکنا اور دھمکیاں دینا جانتا ہے لیکن میرا یہ کتا ...مکیاں نہیں دیتا۔ بھونکتا کم ہے اور بھنبھوڑتا زیادہ ہے۔"

اچانک اس نے کتے کی زنجیر کو ہاتھ سے چھوڑتے ہوئے کہا۔ ...جاؤ۔ ان دونوں کو زندہ نہ چھوڑو۔"

میں اس سچویشن کے لیے تیار نہیں تھا۔ فوراً ہی آگے بڑھ ...ر ایک تپائی اُٹھا لی، تاکہ آنے والے کتے کو روک سکوں۔ اُدھر ...انڈرمین نے بھی میری دیکھا دیکھی یہی کیا تھا۔ اس نے دوسری تپائی ...کو اُٹھا کر اپنے سامنے ڈھال بنا لیا تھا۔ کتا اپنی مالکن کا حکم سُنتے ہی ...زینے سے اُترتے ہوئے، بھونکتے ہوئے ہماری طرف آرہا تھا بلکہ ...یوں کہنا چاہیے، پہلے میری ہی طرف چلا آرہا تھا۔

...ہاں، پہلے میری طرف آنے کی وجہ تھی۔ وانڈرمین کو کئی بار ...وہاں دیکھ چُکا تھا۔ اس سے کچھ شناسائی تھی۔ وہ بعد میں اس سے ...نمٹ سکتا تھا۔ میں اس کے لیے مکمل اجنبی تھا۔ پہلے وہ میری طرف لپکنے کے لیے آیا۔ صوفے کے قریب پہنچا۔ پھر اچانک ہی ٹھٹک گیا۔

میرا اس سے تین یا چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ وہ رُک کر میری طرف دیکھ کر غرّا رہا تھا جیسے حملہ کرنے سے پہلے کوئی داؤ سوچ رہا ہو لیکن وہ غرّاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر مجھ سے فاصلہ رکھتے ہوئے ایک طرف چلنے لگا، جس طرح ایک چیتا شکاری کے گرد چکر لگاتا ہے اور اسے بھی چکرانے پر مجبور کرتا ہے، اسی طرح وہ میرے چاروں طرف فاصلہ رکھ کر گھوم رہا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ اس تپائی کو ڈھال بنائے ہوئے گھومتا جا رہا تھا۔ بہت محتاط تھا۔ کسی وقت بھی وہ حملہ کرتا تو میں تپائی کے ذریعے اسے روک سکتا تھا۔

لیڈی آرپار نے اپنے کتے کو غصّے سے مخاطب کیا "یُو سپرمین! کیا ہو رہا ہے، حملہ کیوں نہیں کرتے ہو۔ کم آن۔ جمپ اَپ۔"

اس خطرناک بلڈ ہاؤنڈ نے اپنی مالکہ کے حکم پر ایک چھلانگ لگائی لیکن مجھ پر نہیں، وانڈرمین پر آیا۔ وانڈرمین چیختا ہوا تپائی سے اس کا راستہ روکتا ہوا بیٹھ گیا۔ کتا اپنی چھلانگ کے زور میں اس پر سے گزرتا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔ وہ تپائی سے ٹکرایا تھا اور تپائی وانڈرمین کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

وہ دماغی کام کرنے والا ایک ذہین اور چالاک آفیسر تھا لیکن دشمنوں یا درندوں سے لڑتے وقت حاضر دماغ نہیں رہتا تھا۔ اسے فوراً ہی فرش پر لڑھکتے ہوئے اپنی تپائی کے پاس پہنچنا تھا لیکن وہ بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا۔ کتے نے دور جا کر پھر گھوم کر اس پر چھلانگ لگائی۔ اگرچہ وہ عزّت علی کا جانی دشمن تھا لیکن اس وقت میرا بھی دشمن تھا لیکن میں اسے اس طرح مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا کہ اس کی موت پر لیڈی آرپار فخر کرے۔ میں نے فوراً ہی چھلانگ لگائی اور وانڈرمین کے پاس پہنچ کر اس کتے کی طرف تپائی بڑھائی۔ وہ چھلانگ لگا کر پہنچنے ہی والا تھا۔ میرے سامنے آتے ہی اپنی چھلانگ لگانے والی صلاحیتوں کو بھول گیا۔ اچانک ہی گر پڑا۔ اس کے حلق سے ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے وہ کسی اندرونی کرب میں مبتلا ہو یا کسی خوف ناک بلا کے سامنے آگیا ہو۔ وہ گرا پھر گرتے ہی تڑپ کر اُٹھا اور وہاں سے پلٹ کر دور چلا گیا۔

میں حیرانی سے اس خطرناک کتے کو دیکھنے لگا۔ وہ دور جا کر اپنی دونوں ٹانگیں آگے کی طرف بڑھا کر اپنے جسم کو کھینچ رہا تھا۔ پیچھے کی طرف بیٹھ رہا تھا۔ اپنا سر جھکا رہا تھا۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا "آخر کیا بات ہے؟ کیا میں کوئی غیر معمولی انسان ہوں کہ کتا میرے قریب آتے ہی بھڑک جاتا ہے۔"

مجھے یوں لگا جیسے منجالی کے زہر، اس کی حرارت نے مجھے غیر معمولی بنا دیا ہے۔ تب مجھے خیال آیا۔ رسونتی نے بارہا کہا تھا کہ مجھ میں غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ ایسی تبدیلی جس کی تفصیلات لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بس اتنا کہا جاسکتا ہے کہ میرے اندر ایک زہریلی کشش پیدا ہو گئی ہے۔

یہ ایک عورت کا خیال تھا۔ ایک بیوی کے سچّے تاثرات تھے۔ جب سے رسونتی نے منجالی کے حوالے سے مجھے غیر معمولی کہا تھا، تب ہی سے میں نے اس مسئلے پر غور کرنا شروع کیا تھا۔ اکثر میں نے دیکھا تھا، جو لوگ مجھ سے مصافحہ کرتے تھے تو میرا ہاتھ تھام کر چونک جاتے تھے۔ منجالی ایک عورت ہے اور مجھ جیسے مرد سے پہلے بھی متاثر تھی اور ملنے کے بعد تو اس حد تک متاثر تھی کہ میرے قدموں کی خاک بنی رہتی تھی لیکن میں ایک مرد ہو کر بڑی حد تک اس سے متاثر ہو رہا تھا۔ خربوزے سے خربوزے کا رنگ پکڑنا ثابت ہو رہا تھا۔ اس کی حرارت مجھ میں اس حد تک آگئی تھی کہ ایک کتا میلوں دور سے نہ سہی چند قدم کے فاصلے پر مجھے غیر معمولی سمجھ کر مجھ سے بدک رہا تھا۔۔۔ میں زہریلا نہیں تھا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ زہریلی حرارت دن رات میرے ساتھ رہی تو میرا کیا بنے گا۔

وہ بلڈ ہاؤنڈ اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ مجھ سے ایک طویل فاصلہ رکھتے ہوئے، ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے دوڑتے ہوئے اپنی مالکہ کی طرف جانے لگا۔ زینے پر اچھلتا ہوا، چڑھتا ہوا اس حسینہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ لیڈی آرپار نے اس کی زنجیر کو تھام کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر پوچھا "کیا بات ہے۔ تم اس پر حملہ کیوں

نہیں کرتے؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی بند دروازوں کے پیچھے سے ایسی آوازیں سُنائی دیں جیسے کچھ لوگ وہاں لڑ جھگڑ رہے ہوں۔ ہم آواز کی سمت بند دروازوں کو دیکھنے لگے۔ کبھی کبھی ایسی آواز بھی آتی تھی، جیسے کراٹے کا حملہ کرنے سے پہلے دہشت زدہ کر دینے والی آواز حلق سے نکالتے ہیں۔ میں تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف گیا پھر ایک دروازے کو کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی کوئی شخص مجھ پر آپڑا۔ میں اسے نہ سنبھالتا تو شاید اس کے ساتھ خود بھی فرش پر گر پڑتا۔ میرے ہاتھ سے تپائی چھوٹ گئی تھی۔ میں نے دیکھا، وہ شخص زخمی تھا اور وانڈر مین کا آدمی تھا۔ اسی لمحے ایک نوعمر لڑکی جمناسٹک کا کرتب دکھانے کے انداز میں ہوائی قلابازیاں کھاتی ہوئی اس کمرے میں آکر دونوں پاؤں پر کھڑی ہوگئی۔ وہ نیما تھی۔

وانڈر مین کے باقی تین آدمی بھی بُری طرح سہمے ہوئے انداز میں چیختے چلاتے کمرے کے اندر آئے۔ ان کے پیچھے وہ تینوں ملایائی فائٹر تھے جنھوں نے ایئرپورٹ پر میری جان بچائی تھی اور میرے محافظ بن کر رہے تھے۔ وہ تینوں ان لوگوں کی پٹائی کر رہے تھے۔ وہ مار کھا رہے تھے لیکن ان میں اتنی جُرأت نہیں تھی کہ جوابی حملے کر سکتے۔ اچانک ہی وانڈر مین نے للکار کر کہا "خبردار، کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ گولی مار دوں گا۔"

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ وانڈر مین قالین کے اس حصّے کے پاس پہنچ گیا تھا جس کے نیچے میں نے ریوالور چھپائے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ میں دو ریوالور تھے۔ اسے دیکھتے ہی سب اپنی اپنی جگہ رُک گئے۔ ایک ریوالور کا رُخ ہم سب کی طرف تھا۔ دوسرے ریوالور کا رُخ لیڈی آرپار کی جانب تھا۔ پہلے اس نے نیما کو دیکھتے ہوئے پوچھا "تم سب یہاں کیسے داخل ہوئے جب کہ باہر خطرناک قسم کے کتے ہیں؟"

نیما نے ملایائی زبان میں جواب دیا۔ جس کا ترجمہ میں اس کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ اس نے کہا "باہر جتنے بھی کتے ہیں، وہ زہریلا گوشت کھا کر ہمیشہ کے لیے آرام کر رہے ہیں۔"

وانڈر مین نے لیڈی آرپر کو دیکھتے ہوئے شدید نفرت سے کہا۔ "یُو بگ لیڈی! مَیں نے تمھارے جیسی ذلیل عورت زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ میں نے تمھارے لیے انٹرپول جیسے بین الاقوامی ادارے سے غدّاری کی۔ اس خیال سے تمھارے اشاروں پہ ناچتا رہا کہ ایک دِن تم میری بن جاؤگی لیکن آج تم نے مجھ پر اپنا کتّا چھوڑ دیا۔ میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس کی انگلی ٹرائیگر پر دب گئی لیکن میں نے نشانہ بہکا دیا۔ میرا دل بڑا کمزور ہے۔ میں اتنی حسین وجمیل عورت کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسی وقت اس حسینہ نے کتّے کی زنجیر چھوڑ دی۔ وہ غرّاتا ہوا، بھونکتا ہوا تیزی سے دوڑتا ہوا وانڈر مین کے پاس آیا۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی۔ اس کے ساتھ ہی دوسری بار فائر ہوا اور وہ کتّا فضا میں چھلانگ لگانے کے ساتھ ہی زمین پر آگیا۔

وانڈر مین دوبارہ اس حسینہ پر گولی چلا سکتا تھا۔ میں نے کتّے کے چھلانگ لگانے کے دوران موقع سے فائدہ اُٹھا کر وانڈر مین کے دماغ میں دہشت پیدا کر دی۔ گولی تو اس نے چلائی جو صحیح نشانے پر پہنچی، اُدھر کتّا گرا۔ اِدھر یہ ٹڑبڑا گیا۔ اس کے دماغ میں یہ تصوّر قائم ہوا کہ وہ خطرناک کتّا اس پر کود رہا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے ریوالور گر پڑے۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے دیوار سے جا کر لگ گیا۔

جب اس نے دیکھا کہ اس پر دہشت طاری ہوئی تھی کہ کتّا اس سے ذرا دور گر پڑا ہے اور تڑپ تڑپ کر جان دے رہا ہے تو وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ سب سے پہلے اس نے قالین پر پڑے ہوئے دونوں ریوالوروں کی جانب دیکھا لیکن اُدھر بڑھتے ہی اچانک کہیں سے فائرنگ ہوئی۔ وہ پھر اچھل کر پیچھے چلا گیا۔ ہم سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ زینے کی بلندی پر لیڈی آرپار کے پیچھے ایک قد آور شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آدھے چہرے پر ایک رومال باندھ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا "نیما! وہ دونوں ریوالور اُٹھا لو۔"

وہ دوڑتی ہوئی آئی۔ پھر اس نے دونوں ریوالور اٹھالیے، اپنے ساتھیوں کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ لیڈی آرپار زینے کی ریلنگ سے ٹیک لگائے، سر اُٹھائے آنے والے کو دیکھ رہی تھی۔ آنے والے نے کہا "یُو بگ لیڈی! تم مجھے میری آواز سے پہچان گئی ہو اور وانڈر مین نے بھی سمجھ لیا ہے۔ آج تم دونوں کی زندگی کی آخری رات ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اپنے چہرے پر سے رومال کو ہٹا دیا۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ میرے سامنے زینے کی بلندی پر عزّت علی کھڑا ہوا تھا۔ انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر عزّت علی۔

لیڈی آرپار اور وانڈر مین حیرانی سے کبھی میری طرف دیکھ رہے تھے کیوں کہ اینٹی میک اَپ کیمرے نے مجھے عزّت علی ثابت کیا تھا۔ دوسری طرف آنے والے کا لب ولہجہ، اس کا انداز اس کا اسٹائل بتا رہا تھا کہ وہ بھی عزّت علی ہے۔

حقیقت کو میں سمجھ رہا تھا کیوں کہ میں، آخر میں تھا اور میرے سامنے حقیقتاً عزّت علی تھا لیکن یہ حیرت کی بات تھی کہ مردہ زندہ کیسے ہوگیا تھا؟

زینے کی بلندی پر ہاتھ میں ریوالور لیے **عزّت علی** کھڑا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ زینے کی پستی میں ایک اور عزّت علی میرے میک اَپ کے پیچھے چھپا کھڑا ہے۔ نیما اور اس کے ساتھی فائٹر بھی نہیں جانتے تھے۔ صرف لیڈی آرپر اور وانڈر مین کو معلوم تھا۔ اسی لیے وہ ذرا بوکھلا گئے تھے۔ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اصل عزّت علی کون ہے؟

اصل تو کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ بھلا آدمی مرنے کے بعد کبھی زندہ ہوا ہے جو آج ہو جاتا۔ مجھے رنگون میں جب عزّت علی کی تصویر اور اس کے متعلق تفصیلات دستیاب ہوئی تھیں تو میں نے تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تھا۔ اس کی آواز کا کیسٹ سُن کر اس کے لب ولہجے کو بھی اپنی گرفت میں لیا تھا اور ان سب کے سہارے عزّت علی کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی۔

جب میں کوشش کرنے کی بات کہتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میری سوچ کی لہروں کو مطلوبہ دماغ نہیں ملتا ہے۔ عزّت علی کا دماغ مجھے نہیں ملا تھا۔ . . . یعنی وہ سچ مچ مر چکا تھا۔

نیما نے وانڈر مین سے کہا "چیف آفیسر! تمھیں چیف کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ تم نے ہمارے چیف فلائنگ آفیسر کو ہلاک کرنے کے لیے کرائے کے قاتل وہاں بھیج دیے۔ تم سمجھ رہے تھے، یہ زندہ واپس نہیں آئیں گے لیکن دیکھ لو، تمھارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔"

عزّت علی زینے سے ذرا نیچے اُترتے ہوئے لیڈی آرپر کے قریب آتے ہوئے کہنے لگا "میں زندہ ہوں۔ وانڈر مین تمھیں یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ میں کبھی رنگون گیا ہی نہیں تھا۔ وہاں میری ایک ڈمی گئی تھی۔ وہ بے چارہ تمھارے آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ میں بیشک عزّت علی ہوں، میرا نام عزّت علی ہے۔ لیکن میرا اصلی چہرہ اصلی رُوپ تم جیسے آفیسروں کو کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا۔"

میں حیرانی سے اس کی باتیں سُن رہا تھا۔ حیرانی اس بات کی تھی کہ واقعی عزّت علی زندہ تھا اور جس عزّت علی کو میں جانتا تھا اور جس کا روپ میں نے اختیار کیا تھا، وہ اصلی نہیں تھا۔ وہ تو ایک نقّال تھا جو مارا گیا تھا۔ اصل عزّت علی کا چہرہ کچھ اور تھا۔ آنکھیں کچھ اور تھیں۔ اس کا لب ولہجہ کچھ اور تھا اور جب سب ہی کچھ اور تھا تو بھلا میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اصل عزّت علی کے دماغ تک کیسے پہنچ سکتا تھا؟

لیڈی آرپار نے عزّت علی کو بے یقینی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اب تک ہم جس عزّت علی کو دیکھتے اور جانتے آئے تھے، وہ نقلی تھا اور اس وقت جو چہرہ تم ہمارے سامنے لے کر آئے ہو۔ یہ بھی نقلی ہے؟"

"ہاں، میں یہی کہہ رہا ہوں۔"

لیڈی آرپار نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "کیا وہ بھی نقلی عزّت علی بن کر یہاں آیا ہے؟"

عزّت علی، نیما اور اس کے ساتھی مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وانڈر مین نے اپنی جیب سے وہ تصویر نکالی پھر اسے دِکھلاتے ہوئے کہا "یہ شخص میک اَپ میں ہے۔ اس کے میک اَپ کے پیچھے یہ چہرہ ہے جو عزّت علی کا چہرہ ہے۔ ہم نے اینٹی میک اَپ کیمرے سے اس کی تصویر اُتاری ہے۔"

عزّت علی نے سیٹی بجانے کے انداز میں ہونٹوں کو سکوڑتے ہوئے میری جانب دیکھا پھر کہا "نیما! یہ وہی شخص ہے جو رنگون سے عزّت علی کے میک اَپ میں سنگاپور آیا تھا، جسے تم نے فلائنگ چیف آفیسر سمجھ کر اس کا ساتھ دیا تھا اور اسے ایک سیاہ فام لڑکی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ کیوں مسٹر، کیا تم وہی نہیں ہو؟"

میں نے مسکرا کر کہا "خوب سمجھے برادر! تمھارے نقلی عزّت علی کا سارا سامان جو رنگون میں رہ گیا تھا، وہ میرے کام آگیا اور میں اس کے سہارے یہاں پہنچ گیا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میری جگہ جو نقّال، عزّت علی بن کر گیا، اس کے قتل میں تمھارا بھی ہاتھ ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"غلط اور صحیح کو سمجھنا میں خوب جانتا ہوں۔ تم سے بعد میں سمجھوں گا۔ پہلے وانڈر مین! تم بتاؤ۔ تمھاری سازشیں، مکاریاں اور اس بین الاقوامی ادارے سے غدّاری کب تک جاری رہ سکتی تھی۔ ہم نے تمھیں ڈھیل دی تھی، تمھیں آزمانے کے لیے دوسرے لفظوں میں تمھیں اُلّو بنانے کے لیے ایک نقلی عزّت علی کو رنگون بھیجا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ تمھارے ہتھکنڈوں سے بچ کر نکل آئے گا۔ اس کے لیے بھی یہ آزمائشی مرحلہ تھا۔ اگر وہ زندہ سلامت آجاتا اور تمھارے ہتھکنڈوں کو بے کار بنا دیتا تو اس کی ترقی ہو جاتی۔ افسوس، اب وہ اس دُنیا میں نہیں رہا۔ بہرحال تمھارا کھیل ختم ہو چکا ہے۔ باہر انٹرپول کے مسلح جوان تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔ چپ چاپ دروازہ کھول کر باہر چلے جاؤ۔"

وانڈر مین کے سامنے اب فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اندر اس کے دشمن تھے۔ باہر بھی انٹرپول کے قانون کے مطابق آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیجنے والے مسلح جوان اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ سر جھکا کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ایک سوال کیا "مسٹر عزّت علی! مجھے اپنے انجام کی پروا نہیں ہے۔ میں جانتا تھا کہ اندھی کمائی کے نتائج دو ہی ہوتے ہیں۔ تخت ہوتا ہے یا تختہ۔ آج میرا تختہ ہوگیا۔ بہرحال کسی نقلی عزّت علی کو رنگون بھیجنے میں کیا

مصلحت تھی۔ کیا آپ بتانا پسند کریں گے؟"

"ہمارے دو مقاصد تھے۔ ایک تو یہ کہ تمھیں دھوکے میں رکھا جائے۔ تم یہی سمجھتے رہو کہ میں رنگون جا رہا ہوں۔ دوسرے یہ کہ برما میں گولڈن ریکٹ کا خاص آلہ کار چینتا گنی ہے۔ اسے بھی ٹریپ کرنے کا پروگرام تھا لیکن وہ چینتا گنی بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اسے رنگون کے ہی انٹیلی جنس کے ایک جوان آفیسر کیپٹن مورو شان نے تمام اہم ثبوت کے ساتھ گرفتار کر لیا ہے۔ جو کریڈٹ انٹرپول کو حاصل ہونے والا تھا وہ کریڈٹ رنگون کا وہ آفیسر لے گیا۔

"مسٹر عزت علی! میں جا رہا ہوں خود کو انٹرپول کے حوالے کر رہا ہوں لیکن تم میرے خلاف ٹھوس ثبوت فراہم نہیں کر سکو گے۔"

"تمھاری تمام فون کالیں ریکارڈ ہوتی رہی ہیں۔ تم نے اور لیڈی آرپر نے سوچا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ٹیلیفون کے ساتھ ڈیٹیکٹو آلہ لگایا جائے گا لیکن ہم نے یہ نہیں کیا۔ تمھارا خاص چینی ملازم چاؤ شو ہمارا آدمی ہے اور لیڈی آرپر! تمھاری وہ لیڈی سیکرٹری بھی انٹرپول سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ دونوں موقع ملتے ہی ڈیٹیکٹو آلات تم دونوں کی خواب گاہ میں نصب کرتے تھے۔ پھر اس کی جگہ سے ہٹا دیتے تھے تاکہ کبھی خواب گاہ کی جھاڑ پونچھ کے وقت وہ تم میں سے کسی کی نظر میں نہ آئے۔ بہرحال تم دونوں کی اپنی آواز سے بہتیرے ثبوت فراہم ہو چکے ہیں۔"

وِنڈرمین آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے تک گیا پھر وہاں سے گھوم کر بولا۔ "تم میری توقع سے زیادہ چالاک نکلے۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ صرف تمھارا نام اصلی ہے اور جو چہرے ہمارے سامنے آ رہے ہیں، وہ نقلی ہیں۔ کاش ایک بار میں تمھارا اصلی چہرہ دیکھ لیتا۔"

عزت علی نے جواب دیا۔ "جس دن تمھیں بجلی کی کرسی پر بٹھایا جائے گا اس دن میں اصلی چہرے کے ساتھ تمھارے سامنے آؤں گا۔ تمھاری حسرت پوری ہو جائے گی۔ اب جاؤ۔"

وہ سر جھکا کر گھوم گیا۔ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عزت علی نے لیڈی آرپر سے کہا۔ "تم ایک چالاک لومڑی ہو۔ اپنے پیچھے یہ ثبوت نہیں چھوڑتیں کہ تمھارا تعلق گولڈن ریکٹ سے ہے۔ تمھاری جتنی فون کالیں ریکارڈ کی گئی ہیں ان میں بھی تم بڑی محتاط ہو کر گفت گو کرتی رہی ہو۔ اب میرے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلو۔ یقیناً گولڈن ریکٹ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز وہاں ضرور مل سکے گی۔"

وہ خاموشی سے گھوم کر زینے پر چڑھتے ہوئے خواب گاہ کی طرف جانے لگی۔ عزت علی نے اس کے پیچھے جاتے ہوئے کہا۔ "نیما! تم اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس اجنبی جوان پر نظر رکھو۔ اسے کہیں جانے نہ دو۔ جینتو کو میرے پاس بھیج دو۔"

جینتو اس کے ایک ساتھی فائٹر کا نام تھا۔ نیما نے اسے جانے کے لیے کہا۔ وہ دوڑتا ہوا زینے پر چڑھتا ہوا عزت علی کے پیچھے جانے لگا۔ نیما کے ریوالور کا رُخ میری طرف تھا۔ میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ میرے دماغ میں دو باتیں تھیں۔ کیا لیڈی آرپر کی خواب گاہ سے کوئی ایسا ثبوت ملے گا جس سے اس کا تعلق گولڈن ریکٹ سے ظاہر ہو؟

دوسری بات یہ کہ میں بُری طرح پھنس رہا تھا۔ وِنڈرمین اور لیڈی آرپر نے بتایا تھا کہ میں میک اَپ میں ہوں اور میرے پیچھے عزت علی کا چہرہ ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس عزت علی کا چہرہ بھی نقلی ہے اور اس نقلی میک اپ کے پیچھے بھی کسی اور کا چہرہ ہے یعنی یہ دونوں میک اَپ وہ لوگ اتارنے پر مجبور کرتے تو فرہاد علی تیمور کا چہرہ ظاہر ہو جاتا اور میں خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اب تک خیال خوانی کے ذریعے صرف اس حد تک کام لیا ہے کہ دوسروں کو ٹیلی پیتھی کا شُبہ نہ ہونے پائے۔ اب آئندہ کیا ہوگا؟

میرا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ بار بار یہی بات دماغ میں آتی تھی کہ مجھے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ اسی وقت نیما نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"وہی ہوں جس کے ساتھ تم ایئرپورٹ سے آئی تھیں اور پھر موت کی اس کار میں میرے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھیں۔ تم میرے دائیں طرف تھیں۔ کیا تم نے میرے قریب بیٹھ کر کوئی غیر معمولی سی بات محسوس کی تھی؟"

"ہاں، میں نے تمھارے قریب ہلکی ہلکی سی آنچ محسوس کی تھی۔ جانے وہ آنچ تھی یا کشش تھی۔ میں نے اس کشش کے متعلق کئی بار سوچا مگر میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دراصل ہم محبت اور رومانس کے چکر میں نہیں پڑتے۔ ہم ناقابلِ شکست فائٹر بننے کے لیے دن رات محنت کرتے رہتے ہیں۔ یہی ہمارا عزم ہے۔ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں اپنے اصلی روپ میں آنا چاہتا ہوں۔ یہ میک اَپ اُتارنا چاہتا ہوں۔"

وہ ریوالور سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "اُدھر ایک اور خواب گاہ ہے۔ میں نے ڈریسنگ ٹیبل پر کچھ میک اَپ کا سامان دیکھا ہے۔ شاید وہاں تمھاری ضرورت کی چیزیں مل جائیں۔"

میں ریوالور کی زد میں ان کے درمیان چلتا ہوا دوسری خوابگاہ میں پہنچا۔ وہاں وینشنگ کریم رکھی ہوئی تھی۔ میں نے کچھ اور میک اَپ کا سامان اٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں باتھ روم میں جا کر اپنا میک اَپ صاف کروں گا۔"

نیما نے ملایائی زبان میں اپنے ایک فائٹر سے کہا کہ وہ باتھ روم

کو جا کر چیک کرے۔ اس نے اندر جا کر چاروں طرف اچھی طرح دیکھا۔ پھر واپس آ کر بتایا کہ وہاں سے فرار ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے تب مجھے جانے کی اجازت دی گئی۔ میں نے اندر جا کر دروازے کو بند کر دیا پھر اوپر والا میک اپ اُتارنے لگا۔ اگر ان کے سامنے ایسا کرتا تو پھر عزت علی کے میک اَپ کی کسی کمی کو ان کے سامنے دُرست نہیں کر سکتا تھا اسی لیے میں نے اپنے آپ کو باتھ روم میں محدود کر لیا تھا۔

میک اَپ اُتارنے کے دوران میں نے لیڈی آرپار کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اپنی خواب گاہ کے وسط میں کھڑی ہوئی تھی اور عزت علی کو سامان اُلٹ پلٹ کرتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ میرے سامان کی بربادی کر رہے ہیں۔ یہاں کچھ نہیں ہے اور نہ ہی میرا تعلق کسی گولڈن ریکٹ سے ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ خاموش کھڑی رہو۔"

اس نے کہا۔ "میں بہت دیر سے شب خوابی کے لباس میں ہوں۔ یقیناً تم مجھے گرفتار کر کے لے جاؤ گے اور میں اس لباس میں نہیں جا سکوں گی۔ کیا میں لباس تبدیل کر لوں؟"

اس نے گھور کر دیکھا پھر پوچھا۔ "کہاں تبدیل کرو گی؟"

اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا ڈریسنگ روم ہے۔ یہاں میں میک اَپ بھی کرتی ہوں اور میری کپڑوں کی الماری بھی یہیں ہے۔"

عزت علی وہاں سے چلتا ہُوا ڈریسنگ روم میں پہنچا۔ اسے چاروں طرف سے دیکھا۔ جب یقین ہو گیا کہ وہاں سے فرار کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو اس نے لیڈی آرپار کو وہاں لباس تبدیل کرنے کی اجازت دے دی۔ پھر اس کمرے سے باہر آ کر خواب گاہ پر سرسری نظر ڈالنے لگا۔ اس دوران ڈریسنگ روم کا دروازہ اندر سے بند ہو گیا تھا۔

میں لیڈی آرپار کے ارادوں کو خوب سمجھ رہا تھا اور ٹیلی پیتھی کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند کرتے ہی وہ ایک بڑی سی الماری کے پاس گئی۔ جہاں اس کے ڈھیر سارے لباس لٹکے ہوئے تھے۔ اس الماری کو کھول کر اس نے کپڑوں کو ایک طرف نکال نکال کر پھینکا۔ پھر اس کے اندر گئی اور الماری کے پٹ کو بند کر لیا۔ وہاں اس نے سر کے اوپر ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبایا۔ جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی، وہ حصہ نیچے کی طرف سرکنے لگا۔ چند لمحے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں سے ایک زینہ نیچے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ اس زینے سے اُترتی چلی گئی۔ اندر بجلی کی روشنی تھی جہاں زینہ ختم ہوا وہاں سے ایک سُرنگ دور تک چلی گئی تھی۔ وہ اس سُرنگ میں جھکتی ہوئی، دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ میں اسے دیکھتا رہا اور آئینے میں اپنے میک اَپ کا بھی جائزہ لیتا رہا۔ میرا اوپری میک اَپ ختم ہو چکا تھا۔ اب میں آئینے کے سامنے اپنے آپ کو عزت علی کے روپ میں دیکھ رہا تھا۔ میں نے چہرے کا ہر زاویے سے جائزہ لیا۔ کہیں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔ اگر کمی رہ جاتی تب بھی رات کے وقت اتنا فرق نہیں پڑتا تھا۔ کوئی اتنی توجہ سے دیکھنے والا نہیں تھا۔

لیڈی آرپر اب سرنگ سے نکل آئی تھی۔ وہ ایک زینے پر چڑھ رہی تھی پھر اس نے ایک بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ وہ دروازے کو پار کر کے ایک ویسے ہی چھوٹے سے گرین روم میں پہنچ گئی۔ جیسا کہ اس کی کوٹھی میں تھا۔ وہاں بھی ویسی ہی کپڑوں کی الماری، سنگھار میز اور میک اَپ کا سامان وغیرہ نظر آ رہا تھا۔ وہ اس کمرے کو کھول کر دوسرے کمرے میں آئی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنی رہائش گاہ سے نکل کر پڑوس کے بنگلے میں پہنچ گئی ہے اور وہ بنگلہ بھی اس کا اپنا ہے۔ وہاں ایک بوڑھا ریٹائرڈ انجنیئر اپنی بوڑھی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اور وہ دونوں ہی لیڈی آرپر کے ملازم تھے۔

میری خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ نیما دروازے پر دستک دیتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ "تم میک اَپ اُتار رہے ہو یا سو رہے ہو۔ فوراً باہر آ جاؤ۔"

"بس ایک منٹ، ابھی آ رہا ہوں۔"

میں نے اسے تسلی دی۔ پھر عزت علی کے دماغ میں پہنچ کر اس کی سوچ میں بولا۔ "یہ لیڈی آرپر ابھی تک کیا کر رہی ہے۔ لباس بدلنے میں کیا اتنی دیر لگتی ہے؟"

میری اس سوچ کے ساتھ ہی اس نے پلٹ کر دروازے پر دستک دی۔ "یو ینگ لیڈی! فوراً باہر آؤ۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔"

اندر سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر دستک دی۔ اسے آواز دی لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اس نے اپنے ماتحت سے کہا۔ "دروازے کو توڑ دو۔"

ماتحت نے آگے بڑھ کر دروازے کو ایک زور کا دھکا مارا۔ پتا چلا، وہ بہت مضبوط ہے۔ عزت علی نے خواب گاہ سے نکل کر زینے کے نیچے جھانکتے ہوئے نیما کے دو ساتھی فائٹروں کو آواز دی اور کہا کہ وہ اوپر آ کر ڈریسنگ روم کا دروازہ توڑیں۔ لیڈی آرپر اندر بند ہو گئی ہے۔

وہ اپنے ماتحتوں کو آوازیں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ وہ بند نہیں ہوئی ہے بلکہ اس نے اسی کمرے سے فرار کا کوئی راستہ نکال لیا ہے۔ اس دروازے کو فوراً ہی ٹوٹنا چاہیے۔

نیما نے اپنے دونوں فائٹر ساتھیوں کو عزت علی کی طرف روانہ کر دیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے باتھ روم کے دروازے کو کھول دیا۔ نیما میری طرف ریوالور کا رُخ کیے کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ ریوالور سے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "میرے آگے آگے چلو اور اوپر کی خواب گاہ میں پہنچو۔ ہم دیکھیں

گے۔ وہاں کیا ہو رہا ہے؟"

میں آگے بڑھا اور بڑھتے ہی اس کے دماغ کو ایک ذرا سا یوں بہکایا کہ چشم زدن میں اس کی نگاہیں اِدھر سے اُدھر ہوئیں۔ پلک جھپکنے میں جتنی دیر لگتی ہے۔ اتنی دیر کے لیے اس کی توجہ ذرا بٹ گئی۔ میں نے فوراً ہی پلٹ کر اس کے ریوالور پر ہاتھ ڈالا۔ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے کراٹے کا وار کیا۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ سے نکلنے والے ریوالور کو میں نے کیچ کر لیا۔ ویسے وہ بھی بَلا کی پھرتیلی تھی۔ لڑنے کا فن جانتی تھی۔ اس نے فوراً ہی گھوم کر میرے بائیں طرف پہنچ کر ایک اُلٹا ہاتھ میری کمر پر رسید کرنا چاہا۔ میں اس کی سوچ کو پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ اس لیے اس کے حملے سے بچ گیا۔ میں یہ کھیل زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ اسی لمحے مَیں نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ایک زور کی ضرب لگائی۔ وہ چکرا گئی۔ اس کے دماغ کی ڈوبتی ہوئی سوچ کی لہروں نے سمجھا دیا کہ وہ بے ہوش ہو رہی ہے۔ میں نے اسے باتھ رُوم میں پہنچا دیا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ پھر ریوالور کو جیب میں رکھ کر ڈرائنگ روم میں پہنچا، وہاں سناٹا تھا۔ اوپر وہ تین فائٹر باری باری دروازے کو دھکّے مار رہے تھے۔ کبھی کراٹے کے ہاتھ رسید کر رہے تھے۔ کبھی دور جا کر دوڑتے ہوئے آتے تھے اور دروازے کو فلائنگ کِک مارتے تھے۔ میں ڈرائنگ روم کا بیرونی دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ باہر کچھ مسلح جوان نظر آئے۔ انھوں نے بلب کی روشنی میں مجھے دیکھتے ہی الرٹ ہو کر سلام کیا کیوں کہ وہ مجھے عزت علی سمجھ رہے تھے۔ میں ان کو سلام کا جواب دیتا ہوا تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار کے پاس آیا۔ میرا ڈرائیور وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "فوراً چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ اس کوٹھی کے احاطے سے باہر نکلی، پھر تیز رفتاری سے شاہراہ پر دوڑنے لگی۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن .... کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں اس وقت لیڈی آر پہ کی رہائش گاہ سے نکل گیا ہوں اور کسی ایسی پناہ گاہ میں پہنچنا چاہتا ہوں، جہاں انٹرپول کا کوئی آدمی نہ پہنچ سکے۔ یہ کار ان کی نظر میں آ گئی ہے۔ اسے بھی تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا: "جناب! آپ ڈرائیور سے کہہ دیں کہ وہ آپ کو دریائے چاؤفیہ کے کنارے مہاراج روڈ پر لے جائے۔ وہاں ہمارا کاٹج ہے۔ وہ آپ کو کاٹج میں پہنچا کر کار وہاں سے لے جائے گا۔ وہاں آپ کے لیے دوسری کار بھیجی جا رہی ہے۔"

"آپ اس کار میں منجالی کو میرے پاس بھیج دیں۔"

"جی ہاں، وہ بھی پہنچ جائے گی۔ اس کاٹج میں ایک ملازم ہے۔ میں ابھی اسے فون کر کے آپ کے متعلق اطلاع دے رہا ہوں۔"

وہ فون کرنے لگا۔ نمبر ڈائل کرتے وقت اس نے پوچھا: "جناب! کیا انٹرپول والے مجھ سے آپ کے متعلق سوالات کریں گے؟"

"وہ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے کیوں کہ چیف فلائنگ آفیسر اور اس کے ماتحتوں کو یہ نہیں معلوم ہے کہ میں اور منجالی آپ کے ذریعے بنکاک پہنچے ہیں، یہ باتیں صرف لیڈی آر پہ اور و نڈرمین جانتے ہیں۔ لیڈی آر پہ ان کی دسترس سے نکل چکی ہے۔ میں ابھی و نڈرمین سے نمٹ لیتا ہوں۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ مجھے دریائے چاؤفیہ کے کنارے مہاراج روڈ والے کاٹج میں پہنچا دے اور کار کو وہاں سے لے جائے۔ اس کے بعد میں و نڈرمین کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ انٹرپول کے ایک پرائیویٹ دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آس پاس کچھ مسلح افراد تھے۔ انٹرپول کا ایک اعلیٰ افسر میز کے دوسری طرف بیٹھا ہوا اس سے سوالات کر رہا تھا۔ سوالات گولڈن رکیٹ کے متعلق تھے اور ونڈرمین جواب دینے سے کترا رہا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس نے اچانک ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر میز پر چڑھتے ہوئے اپنے اعلیٰ افسر پر چھلانگ لگائی۔ آس پاس کھڑے ہوئے مسلح افراد لپک کر اس کے پاس آئے اور اپنے افسر سے اسے الگ کرنے لگے۔ اس نے آنے والوں میں سے ایک کے مُنہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ دوسرے کو لات ماری پھر میز پر اُلٹ کر دوسری طرف گیا۔ دوسری طرف ایک مسلح شخص اس پر حملہ کرنے آ رہا تھا۔ اس نے جھک کر اس کے پیٹ میں ایک گھونسہ مارا۔ کمر سے بندھے ہوئے ہولسٹر میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔ گھونسہ مارتے ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے ریوالور کو نکال لیا۔ اس میں اتنی پھرتی نہیں تھی۔ چونکہ میں اس کے دماغ میں موجود تھا اس لیے وہ ایک بہترین فائٹر کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ ریوالور ہاتھ میں آتے ہی اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے ورنہ میں گولی چلا دوں گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹھائیں سے گولی چلی۔ کسی نے اس پر فائر کیا تھا لیکن نشانہ خطا ہو گیا۔ و نڈرمین نے دیوار سے لگ کر اپنے اعلیٰ افسر پر گولی چلائی۔ میں کسی کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا، اس لیے میں نے اس کے نشانے کو بھی بہکا دیا۔ میرا مقصد صرف اتنا تھا کہ ونڈرمین موت کی سزا پانے ہی والا ہے لہٰذا میرے متعلق کوئی بیان دینے سے پہلے ہی اسے یہ سزا مِل جائے۔

اور اسے سزا مِل گئی .... وہ مسلح لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے اعلیٰ افسر پر قاتلانہ حملہ ہو۔ انھوں نے کئی طرف سے پے در پے گولیاں چلائیں۔ ایسی صورت میں ونڈرمین بچ نہیں سکتا تھا۔ کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوئیں اور وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ اس کا کام تمام ہو چکا تھا۔ مَیں اپنی جگہ واپس آ گیا۔

کار کاٹج کے سامنے پہنچ کر رُک گئی۔ میں گاڑی سے اُتر گیا۔

وہ آگے چلی گئی۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "کاٹج کا ملازم مجھے کس طرح پہچانے گا؟"

"میں نے اسے بتایا ہے کہ فرہاد صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ٹیلی پیتھی کا کوئی کمال دکھائیں گے، وہ آپ کو تسلیم کر لے گا۔"

میں کاٹج کے احاطے میں داخل ہوا۔ دروازہ کھُلا ہوا تھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص بُت کی طرح کھڑا ہوا مجھے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ مَیں نے پوچھا: "کیا مجھے ثابت کرنا ہو گا کہ مَیں کون ہوں؟"

"جی ہاں، جناب! یہ ضروری ہے۔"

"اچھا، ابھی تم اپنے دونوں کان پکڑو گے۔"

"اگر میں نہ پکڑوں تو؟"

"یہ دیکھو۔ تم پکڑ رہے ہو۔"

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے دونوں کان بے اختیار پکڑ لیے۔

میں نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

اس نے فوراً ہی دونوں کانوں کو چھوڑتے ہوئے کہا: "میں آپ کو تسلیم کر رہا ہوں۔"

"اچھا، وہ دیکھو کاٹج کا دروازہ بند ہے۔ ابھی تم اسے میرے لیے کھولو گے۔"

"یہ صرف فرہاد صاحب کے لیے کھلے گا۔"

یہ کہتے ہی وہ دروازے کی طرف گھوم گیا۔ آگے بڑھ کر دروازے کو کھولتے ہوئے بولا: "جناب فرہاد علی تیمور صاحب! تشریف لائیے۔ یہ کاٹج آپ کے لیے ہے اور یہ خادم آپ کی خدمت کے لیے۔"

وہ سر جُھکائے کھڑا رہا۔ میں اس کے سامنے سے گزرتا ہوا کاٹج میں داخل ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کر رہا ہے، جب کہ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے اس کے دماغ کو پوری طرح آزاد کر دیا۔ وہ جلدی سے کاٹج کے اندر آیا۔ پھر اس نے میرے سامنے دونوں گھٹنے ٹیک دیے۔ "معاف کیجیے گا جناب! آپ کو پہچاننے کے لیے میں نے خدمت گزاری سے انکار کیا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ اور دروازے کو بند کر دو۔ ابھی ایک نیگرو لڑکی آنے والی ہے۔ اس کا نام منجالی ہے۔"

وہ ایک چھوٹا سا کاٹج تھا۔ ایک ڈرائنگ روم اور ایک بیڈ روم پر مشتمل۔ میں نے جے آر جے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "مجھے میک اَپ کا مکمل سامان اور میک اَپ اُتارنے کا سامان بھی چاہیے۔"

"ابھی آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔"

"مسٹر ناتھن! انٹرپول کا چیف آفیسر و نڈرمین مارا گیا ہے۔ صرف لیڈی آر پہ زندہ رہ گئی ہے۔ ان دونوں کے درمیان فون پر جو باتیں ہوا کرتی تھیں وہ تمام باتیں انٹرپول والوں نے ریکارڈ کی ہیں۔ یقیناً ڈھیر ساری کالوں کے درمیان وہ کالیں بھی ہوں گی جس میں لیڈی آر پہ اور ونڈرمین نے آپ کا ذکر کیا ہے کہ آپ سنگاپور سے اپنے دو مہمانوں کو لے کر آ رہے ہیں جن میں ایک مرد ہے اور دوسری ایک نیگرو لڑکی ہے۔"

"جی ہاں، اگر کالیں ریکارڈ کی گئی ہیں تو انٹرپول والے مجھ سے ضرور آپ کے اور مس منجالی کے متعلق سوالات کریں گے۔"

"آپ کیا جواب دیں گے؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ دُنیا کے بیشتر ممالک میں ہمارے کتنے ہی شناسا موجود ہیں۔ وہ آئے دن آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی شناساؤں میں ایک مشرقی جوان اور ایک افریقی لڑکی یہاں آئے ہیں۔ بنکاک ایک ایسا بین الاقوامی شہر ہے جہاں دنیا کی تمام قوموں کے لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ کتنی ہی نیگرو لڑکیوں سے ہماری واقفیت ہے۔ میں ابھی ایسے ایک مشرقی جوان اور ایک نیگرو لڑکی کا جوڑا تیار کر لیتا ہوں جو اس بات کی گواہی دیں گے کہ وہ میرے ساتھ سنگاپور سے یہاں تک آئے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر ناتھن! آپ نے ایسا کر لیا تو میں منجالی کے ساتھ یہاں آزادی سے رہ سکوں گا۔"

"ہو سکتا ہے کہ صبح تک میں ایسے دو چار جوڑے اور تیار کر لوں جن میں سے ایک مشرقی جوان ہو گا، دوسری افریقی لڑکی ہو گی۔ آخر وہ کتنوں کو چیک کرتے پھریں گے۔ اگر آپ احتیاطاً کچھ دنوں تک مس منجالی کے ساتھ باہر نہ نکلیں تو بہتر ہو گا۔ تفریح کا موڈ ہو تو آپ اکیلے ایک طرف جائیں، دوسری طرف مس منجالی جائیں گی۔ ہمارے آدمی آپ لوگوں کو الگ الگ بنکاک کی سیر کراتے رہیں گے۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ نیما کی خبر لی، وہ ہوش میں آ گئی تھی۔ اس نے دروازے کو زور زور سے پیٹنا شروع کیا تھا۔ کسی نے آ کر دروازہ کھول دیا تھا۔ دوسری طرف لیڈی آر پہ کے بیڈ روم میں اس کے ڈریسنگ روم کا دروازہ توڑ دیا گیا تھا۔ عزت علی نے ڈریسنگ روم میں پہنچنے کے بعد الماری کو کھول کر دیکھا۔ تب اسے الماری کے نیچے خلا نظر آیا۔ پتا چل گیا کہ وہ زمین دوز راستے سے فرار ہو گئی ہے۔ وہ اپنے اپنے ہتھیار لے کر اس سُرنگ میں اُتر گئے۔ محتاط ہو کر چلتے رہے۔ زیادہ دور چلنا نہیں پڑا کیوں کہ پڑوس والے بنگلے تک وہ سُرنگ بچھائی گئی تھی۔ جب وہ اوپر پہنچے تو خود کو ایک چھوٹے سے بنگلے میں پایا۔ کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو انھیں دوسری طرف لیڈی آر پہ کی وہی شان دار کوٹھی نظر آئی جہاں اس کے اطراف انٹرپول کے مسلح افراد پھیلے ہوئے تھے۔

وہ پڑوس کے جس بنگلے میں پہنچے، وہ بنگلہ ویران تھا۔ رہائش کا

سامان ضرور موجود تھا لیکن دروازے یوں کھلے ہوئے تھے جیسے وہاں کے مکینوں کو چوری کا اندیشہ نہ ہو یا پھر وہ جلد بازی میں دروازے کھلے چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ عزت علی اس بنگلے سے باہر نکل کر دیکھنے لگا۔ وہ سمجھ گیا۔ لیڈی آرپر اس کی بچھائی ہوئی رکاوٹوں کے پار چلی گئی ہے۔

میں لیڈی آرپر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت سی خواب گاہ میں سنگھار میز کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور اپنے چہرے سے میک اَپ اُتار رہی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے لیڈی آرپر کا جو چہرہ دیکھا تھا، وہ اس کا اصلی چہرہ نہیں تھا۔ یہ بڑی بڑی خطرناک تنظیم کے اہم افراد یا کسی ریکٹ یا سنڈیکیٹ سے تعلق رکھنے والے مجرم ایسے ہی پُراسرار ہوتے ہیں۔ کبھی اپنا اصلی چہرہ نہ تو قانون کے محافظوں کو دِکھاتے ہیں اور نہ اپنے معتمدِ خاص کو دِکھانا پسند کرتے ہیں۔ اتنی بڑی دُنیا میں وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے۔

اس کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سے ٹیپ اس طرح چپکے ہوئے تھے کہ دور سے یا قریب سے ان کا پتا نہیں چلتا تھا۔ چھونے سے بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ ان ٹیپ کے ذریعے چہرے میں تبدیلی لائی گئی ہے۔ وہ سنگھار میز کے سامنے بیٹھی اپنے چہرے سے ان چپکے ہوئے ٹیپ کو یکے بعد دیگرے آہستہ آہستہ اتارتی جا رہی تھی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ میڈیکیٹیڈ ٹیپ ہیں یعنی طبی نقطۂ نظر سے وہ ٹیپ تیار کیے گئے ہیں۔ مخصوص ٹیکنیک کے مطابق انھیں چہرے پر چپکایا جائے تو مخصوص قسم کی تبدیلی آجاتی ہے۔ چہرہ اس حد تک بدل جاتا ہے کہ پہلے سے مختلف ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ طبی نوعیت کے وہ ٹیپ چہرے سے چپکے رہنے کے بعد چہرے کی جلد کو ایک ذرا نقصان نہیں پہنچاتے، بلکہ ان کے ذریعے چہرہ ملائم اور شگفتہ رہتا ہے۔ جلد کی رنگت بھی نکھر آتی ہے۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ بغیر میک اَپ کے وہ لاکھوں میں ایک ہے۔ یقیناً چہرے کی بنیاد خوب ہو تو میک اَپ کے بعد صنفِ نازک خوب سے خوب تر ہو جاتی ہے۔ اپنے اصلی روپ میں آنے کے بعد وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور انگلیوں پر سے باریک باریک جھلیاں اتارنے لگی۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ لیڈی آرپر کے روپ میں رہنے کے دوران اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر جھلیاں چڑھائے رہتی تھی تاکہ کہیں بھی، کسی چیز پر بھی اس کی انگلیوں کے نشانات نہ پڑیں۔ وہ اپنے معاملات میں بہت محتاط اور بہت زیادہ چالاک تھی۔ کسی بھی معاملے میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے چاروں طرف سے اپنے بچاؤ کا راستہ سوچ لیتی تھی۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھاتی تھی۔

اب وہ کس روپ میں، کس حیثیت سے بنکاک میں رہے گی یا گولڈن ریکٹ والوں کے کس طرح کام آئے گی، یہ میں بعد میں معلوم کر سکتا تھا۔ ابھی اتنی جلدی نہیں تھی۔ میں دماغی طور پر واپس آگیا تھا۔

اسی وقت منجالی آگئی تھی۔

باس جے، آر جے ناتھن نے میرے لیے میک اَپ کے سامان کے علاوہ چند جوڑے کپڑوں کے بھی بھیجے تھے۔ میں میک اَپ اتارنے کے لیے بیٹھ گیا۔ اس دوران منجالی کو گزرے ہوئے وہ تمام واقعات سُنا رہا تھا۔ پھر میں نے بتایا کہ لیڈی آرپر اس وقت اتنی تبدیل ہو گئی ہے کہ انٹرپول کا کوئی بھی شخص اسے پہچان نہیں سکے گا بلکہ لیڈی آرپر کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ اب وہ ایک نئی حیثیت سے سامنے آنے والی ہے میں اپنے اصلی روپ میں آگیا منجالی میرے پاس آ کر بولی "آپ کا یہ اصلی روپ دیکھنے کے لیے میں ترس جاتی ہوں۔ جب دیکھتی ہوں، آپ میک اَپ میں رہتے ہیں۔ اس کاٹج کے اندر آپ اپنی اصلی حالت میں رہا کریں۔"

"میں بھی میک اَپ سے اُکتا گیا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔"

میں نے کچھ سوچ کر چونک کر کہا "یہ تو میں بتانا ہی بھول گیا، لیڈی آرپر نے مجھ پر ایک بلڈ ہاؤنڈ کو چھوڑا تھا لیکن وہ میرے قریب آنے سے بدک رہا تھا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میرے بدن میں حرارت ایسے منتقل ہو رہی ہے جیسے اس حرارت میں تھوڑا بہت زہر بھی شامل ہو، شاید اسی لیے رسونتی مجھے غیر معمولی کہتی رہی۔ مجھ میں زہریلی کشش محسوس کرتی رہی۔ یہی بات نیما نے محسوس کی۔ اس کے باوجود میں اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دیتا لیکن اس بلڈ ہاؤنڈ کی حرکتوں نے مجھے حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ کچھ زہر میرے اندر پھیل رہا ہے لیکن اس طرح پھیل رہا ہے کہ میرے لیے یہ ایک نئی زندگی اور ایک نئی کشش کے ساتھ مجھے غیر معمولی بناتا جا رہا ہے۔"

وہ میری باتیں سُن رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ رات بہت ہو چکی تھی۔ میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں بستر پر آتے ہی آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر سو جاؤں۔ سونے سے پہلے بھی بہت سی ذمے داریوں کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے منجالی جلد ہی سو گئی۔ پھر میں نے رسونتی کی خبر لی لیکن اسے مخاطب نہیں کیا۔ نہ ہی میں آئندہ بھی اسے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔

وہ میری زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ میں بآسانی اس سے رشتہ توڑ نہیں سکتا تھا۔ اخلاقی تقاضوں کے مطابق اسے بیوی بنائے رکھنا چاہتا تھا لیکن اس سے کبھی رابطہ قائم کر کے گفتگو کرنا یا کسی مسئلے پر بات کرنا مجھے گوارا نہیں تھا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے کب تک سزا دے سکتا ہوں اور وہ کب تک سزا بھگت سکتی ہے۔

وہ بخیریت تھی۔ میں نے باس جے، آر جے ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ بھی اتنی رات گئے تک جاگ رہے ہیں۔ بس یہ آخری بار رابطہ قائم کر رہا ہوں۔

...ں کے بعد میں بھی سو جاؤں گا۔ آپ بھی آرام کریں۔"

"جناب! آپ کے لیے میں اپنی زندگی کی تمام راتیں جاگ کر ...زار سکتا ہوں۔ آپ حکم دیں۔"

"ٹیلیفون کے ذریعے رسونتی کو اطلاع دے دیں کہ میں سنگاپور ...ے جا چکا ہوں۔ کہاں گیا ہوں یہ میں نے آپ کو بھی نہیں بتایا ہے ...ذا رسونتی کا تنہا سنگاپور میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ جس ملک ...ں رہنا چاہے، وہاں اس کے لیے انتظامات ہو سکتے ہیں۔"

"بہتر ہے جناب! مادام جہاں جانا چاہیں گی ہم فوراً ان کی ...انگی کا انتظام کر دیں گے اور انھیں بحفاظت وہاں پہنچا دیں گے۔"

میں نے باس جے ناتھن کو شب بخیر کہہ کر رابطہ ختم کر دیا پھر سونیا ...ی خبر لی۔ وہ بخیریت تھی اور اس وقت سونے کے لیے جا رہی تھی۔ ...ں نے پوچھا "کیا بات ہے۔ آج ربی اسفندیار تم پر ہپناٹزم کا عمل ...رنے نہیں آیا؟"

"مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ آج سے ربی اسفندیار میرے کمرے ...ں نہیں آئے گا اور نہ ہی مجھ سے کوئی کسی قسم کا سوال کرے گا۔ ...اید وہ کل تک مجھے اسرائیل سے رخصت کر دیں گے۔"

"چلو، ٹھیک ہے۔ کوئی نقصان اٹھائے بغیر یہ معاملہ طے ہو ...ا ہے۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ کل تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں اس کے پاس سے بھی چلا آیا۔ اس وقت پیرس میں رات ...کے نو بج رہے تھے۔ میں نے میکی نراڈلے کو مخاطب کرتے ہوئے ...چھا "ہیلو، ڈاکٹر! دوسرے فرہاد علی تیمور کا کیا حال ہے؟"

وہ ایک کلب میں بیٹھا شطرنج کھیل رہا تھا۔ اس نے زیرِ لب ...سکرا کر کہا "کل صبح اس کے چہرے کی پٹیاں کھل جائیں گی۔ دوسرا ...ہاد علی تیمور مکمل ہو جائے گا۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر کرپادان کے پاس آیا۔ میں ...نے اسے مخاطب کیا تو اس نے کہا "جناب! آپ مجھے کرپادان نہ ...یں۔ کل جب میرے چہرے سے یہ تمام پٹیاں اتار دی جائیں گی ...یں فرہاد علی تیمور کہلاؤں گا۔" میں اس کی باتیں سُن کر مسکرانے لگا۔ ...س پر پلاسٹک سرجری کا عمل ہونے سے پہلے ڈاکٹر جواد النجیری ...نے اسے مسلمان کر دیا تھا۔ پھر سائرہ بانو، مرجانہ، اعلیٰ بی بی اور جمیلہ ...نے مل کر اس کا نام سجاد علی تجویز کیا تھا۔ اس نے اپنا نیا نام ...ن کر کہا تھا "میں فرہاد بھائی جان کے خاندان سے منسلک ہونے ...پر فخر محسوس کرتا ہوں لہٰذا مجھے صرف سجاد علی نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور کی ...طرح سجاد علی تیمور کہا جائے۔"

وہ اسپتال کے خاص کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ مرجانہ اس ...کے پاس تھی۔ میں نے مرجانہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "اس ...وقت وہاں نو بج کر پندرہ منٹ ہوئے ہیں۔ کیا تم سجاد علی تیمور سے ملنے کے لیے تنہا آئی ہو اور رات کو تنہا ہی واپس جاؤ گی؟"

"ہاں، بظاہر میں تنہا رہتی ہوں لیکن اعلیٰ بی بی کا کوئی آدمی ضرور میری نگرانی کرتا رہتا ہے۔ ہم نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں، جن کے ذریعے اگر کوئی افتاد آپڑے تو اعلیٰ بی بی اور ہمارے دوسرے اہم ساتھیوں کو اس کی خبر ہو جائے۔"

"کیا تم سجاد علی تیمور کو میری عادات و اطوار سکھا رہی ہو؟"

"خدا اُسے تمہارے اطوار سے بچائے رکھے۔ کیا تم کم تھے کہ دوسرے کو بھی تمہارے طور طریقوں والا فرہاد بنایا جا رہا ہے۔ یہ کمبخت ابھی سے پکا عاشق مزاج لگتا ہے۔ تمہارا سچا جانشین ثابت ہو گا۔ میں، اعلیٰ بی بی اور ادارے سے تعلق رکھنے والے سارے لوگ یہاں صبح شام آتے رہتے ہیں اور تمہارے متعلق اسے تفصیل سے سمجھاتے رہتے ہیں۔ میں تسلیم کرتی ہوں کہ یہ بہت زبردست نقّال ہے۔ بہت جلدی تمہاری نقل کرتا ہے۔ کل جب اس کے چہرے سے پٹیاں اتر جائیں گی تو ہم اسے میک اپ وغیرہ کرنے کے طریقے سکھائیں گے اور کسی حد تک اسے کامیاب فائٹر بنانے کی کوشش کریں گے۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔ سجاد علی تیمور کے چہرے پر اتنی پٹیاں تھیں کہ صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ سانس لینے کے لیے نتھنے کھلے ہوئے تھے اور کھانے کے لیے مُنہ کھُلا رکھا گیا تھا۔ مرجانہ نے اس کے ہاتھ کو تھام کر کہا۔ "سجاد! میں جا رہی ہوں۔ کل کسی وقت آؤں گی۔"

سجاد نے اس کے ہاتھ کو تھام کر بڑے ہی جذباتی انداز میں کہا "مرجانہ تم جاتی ہو تو مر جانے کو جی چاہتا ہے۔ پلیز، مرجانہ نہ جانا۔ اگر جانا تو میری دھڑکنوں کو بند کر کے جانا۔"

مرجانہ نے اس کے ہاتھ کو تھپک کر کہا "نائس پرفارمنس، فرہاد کا بالکل یہی انداز ہے۔ وہ کبھی کبھی چھیڑنے کے انداز میں اسی طرح کا اظہار کرتا ہے لیکن تم سے ایک غلطی ہو گئی۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ ادنیٰ قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔"

سجاد علی نے کہا "سوری آئندہ میں اس بات کا خیال رکھوں گا۔"

مرجانہ اس سے رخصت ہو کر اس کے کمرے سے باہر آگئی۔ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی۔ اس نے اسپتال سے باہر پہنچتے ہوئے کہا "اس وقت تم کس ملک میں ہو؟"

"تھائی لینڈ میں ہوں۔"

"میرے اندازے کے مطابق وہاں رات کے دو بج رہے ہوں گے اور تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔ کوئی کام نہیں ہے تو آرام سے سو کیوں نہیں جاتے؟"

"سونے سے پہلے سوچ رہا ہوں کہ آنکھوں میں کس کو بساؤں تاکہ خوابوں کی دُنیا آباد رہے"۔

"کیا کال پڑ گیا ہے؟"

"بالکل نہیں، ایک ڈھونڈو ہزار ملتی ہیں لیکن جو بات تم میں۔۔"

اس نے فوراً ہی میری بات کاٹ کر کہا "اے خبردار! زیادہ لفٹ لینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ دماغ کے دروازے بند کر دوں گی"۔

"دیکھو جس طرح مے خانے میں مے نوشی کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ اسی طرح حسینوں کے دماغ میں حُسن اور۔۔۔"

"آگے نہ بولنا۔ میں نے اس لیے تمھیں اپنے پاس آنے جانے کے لیے نہیں کہا ہے کہ وہی الٹی سیدھی باتیں شروع کر دو۔ یہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ اب تمھارے فریب میں نہیں آؤں گی اور جلد ہی کسی اچھے آدمی کو جیون ساتھی بنا لوں گی"۔

"یہ بات میں کئی مہینے سے بلکہ سال ڈیڑھ سال سے سُن رہا ہوں۔ آخر وہ خوش نصیب کون ہے؟ کہاں سے آئے گا؟ کب آئے گا؟"

وہ اپنی کار کا دروازہ کھول کر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ چابی گھما کر کار اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ اچانک ہی اسے اپنی گردن پر سوئی چبھنے کا احساس ہوا۔ وہ جہاں تھی، وہیں بیٹھی رہ گئی۔ میں اس کے دماغ میں سوچ کی لہروں کو گڑبڑاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے آگے ونڈ اسکرین کے پار پیرس کی روشنیاں دور تک نظر آ رہی تھیں لیکن سب دُھندلا رہی تھیں۔ وہ اپنی قوت ارادی کو کام میں لاتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کسی قدر اپنے ہوش میں تھی لیکن قوتِ ارادی کے باوجود اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ چابی گھما سکتی یا کار اسٹارٹ کر سکتی۔ وہ بالکل بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔

میں اس سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ ذرا دل بہلا رہا تھا۔ دماغی تفریح ہو جائے۔ دماغی تھکن دور ہو تو آرام سے سو سکوں مگر اچانک ہی بازی پلٹ گئی تھی۔ اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟ اور جو کچھ ہو رہا تھا اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ یہ ایک تجسس میں مبتلا کر دینے والی بات تھی۔ ایسا تجسس جس نے میری نیند اڑا دی تھی۔

میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر گھما کر دیکھا منجالی بستر پر گہری نیند سو رہی تھی۔ میں وہاں سے اٹھ کر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ پھر مرجانہ کی طرف توجہ دی۔ اس وقت کوئی کہہ رہا تھا، اسے اسٹیئرنگ سیٹ پر سے اٹھا کر اِدھر سائیڈ والی سیٹ پر بٹھا دو۔ میں کار ڈرائیو کروں گا۔

وہ فرانسیسی زبان میں بول رہا تھا اور میں مرجانہ کے دماغ سے اس کا ترجمہ سمجھ رہا تھا۔ عجیب بات تھی کہ مرجانہ کا دماغ ایک محدود دائرے میں کام کر رہا تھا۔ وہ سن رہی تھی، سمجھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سامنے دیکھ رہی تھیں لیکن اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ دیدے گھما کر اپنے دائیں بائیں دیکھ سکتی۔ اس کا دماغ کمزور ہو چکا تھا۔ وہ جسم کو اپنے احکامات کی تعمیل پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے وہ بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی۔

دو آدمی اسے اسٹیئرنگ سیٹ پر سے کھینچ کر پاس والی سیٹ پر لے جانے لگے۔ ایک فرانسیسی زبان میں کہہ رہا تھا "یہ بہت بھاری ہے"۔

دوسرے نے کہا "یہ اپنے دوستوں میں فولاد سمجھی جاتی ہے، یقیناً وزنی ہو گی"۔

انھوں نے اسے کسی طرح کھینچ کر اسٹیئرنگ سیٹ پر سے ہٹا کر پاس والی سیٹ پر بٹھا دیا۔ مرجانہ دائیں بائیں دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن آواز سے پتا چل رہا تھا کہ کوئی اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا ہے اور اب کار اسٹارٹ کر رہا ہے۔ کار آگے بڑھ رہی ہے۔ آگے بڑھ رہی ہے اور آگے بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

یا خدا! یہ کار کہاں بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ لوگ مرجانہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ میں بے چین ہو گیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ میں کس طرح دشمنوں تک پہنچوں؟ کس طرح مرجانہ کی منزل کا سراغ لگاؤں۔

مرجانہ کے جسم پر اور دماغ پر سکتہ طاری تھا۔ میری سوچ اس کے دماغ میں پہنچ کر آس پاس کی آوازوں کو سن رہی تھی اور اس کی کھلی آنکھوں سے ونڈ اسکرین کے سامنے والے مناظر دیکھ رہی تھی جو گزرتے جا رہے تھے لیکن میں کوئی سوال کرتا تھا تو وہ جواب نہیں دے سکتی تھی۔ چپ چاپ میری سوچ کی لہروں کو سُنتی رہتی تھی، اور میں اس کے ذریعے کھلی ہوئی کھڑکی کے پاس سے سائیں سائیں کرنے والی ہواؤں کا شور سُن رہا تھا۔

میں بے چینی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلنے لگا۔ پھر میں نے مرجانہ کے دماغ میں کہا "پلیز مرجانہ! اپنی قوتِ ارادی سے کام لو۔ مجھے اتنا بتا دو کہ تم نے اپنے آس پاس کس طرح کی احتیاطی تدبیر کی تھی۔ تم نے مجھے بتایا تھا کہ کوئی افتاد آ پڑے تو اس کے لیے حفاظتی انتظامات ہیں۔ وہ انتظامات کیا ہیں؟"

وہ گم صُم، بے حس و حرکت بیٹھی رہی جیسے پتھر کا مجسمہ بن گئی ہو۔ میں پھر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس بار میں نے اپنا رُخ شمال کی جانب کیا جہاں سے مقناطیسی لہریں آتی ہیں۔ پھر میں نے آنکھیں بند کیں۔ اپنی توجہ کو صرف مرجانہ کے دماغ کے تہہ خانے میں مرکوز کیا۔ پھر وہاں سے معلومات حاصل کیں۔ اس کے دماغ کے تہہ خانے سے مُردہ سی آواز اُبھر رہی تھی۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ اس کار کے

ڈیش بورڈ کے نچلے حصے میں ایک بٹن ہے۔ اسے دبایا جائے تو وہ آن ہو جاتا ہے۔ پھر کار کے اندر جو باتیں ہوتی رہتی ہیں۔۔۔ وہ اعلیٰ بی بی کے ٹرانسمیٹر تک پہنچتی رہتی ہیں۔

لیکن ڈیش بورڈ کے نیچے جو بٹن تھا اسے کون آن کرے گا۔ مرجانہ ایسا نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ اس میں ایک اُنگلی تک ہلانے کی سکت نہیں تھی حتیٰ کہ وہ پلک بھی نہیں جھپک رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی ساکت تھیں پھر ایسے میں وہ حرکت کیسے کر سکتی تھی؟ مرجانہ سے کوئی اُمید نہیں تھی۔ اس کے پاس جو شخص بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا، مجھے یقین تھا کہ اس کے علاوہ بھی کار میں کچھ اور لوگ ہوں گے جو پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوں گے۔ اب وہاں جتنے بھی دشمن ہوں، انھیں استعمال کرنے کے لیے ان کے دماغوں میں پہنچنا ضروری تھا لیکن وہ فرانسیسی زبان بول رہے تھے۔

میں نے فوراً ہی اعلیٰ بی بی کو مخاطب کیا۔ کسی تمہید کے بغیر اسے بتایا کہ مرجانہ کو کس طرح ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

اعلیٰ بی بی نے کہا "فرہاد! تم اس کے دماغ میں موجود رہو۔ وہ اگرچہ بالکل بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی ہے اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے لیکن تم اس کے دماغ میں رہ کر اس کی کھلی آنکھوں کے ذریعے ونڈ اسکرین کے پار دیکھ سکتے ہو اور مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ جس راستے سے وہ گزر رہی ہے، اس راستے کے آس پاس کون سے ہورڈنگس اور نیون سائن وغیرہ ہیں۔ کون سی مشہور عمارت کے قریب سے وہ کار گزر رہی ہے"۔

"یہ میں بتا سکتا ہوں۔ میں ابھی اس کے دماغ میں جا رہا ہوں"۔

میں مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھنے لگا۔ ونڈ اسکرین کے پار گزرتے ہوئے مناظر دکھائی دے رہے تھے لیکن کار اتنی تیزی سے گزر رہی تھی کہ بڑی حاضر دماغی سے گزرتے ہوئے بورڈ، سائن بورڈ، ہورڈنگس اور نیون سائن وغیرہ کو پڑھنا پڑتا تھا۔ میں انھیں پڑھتا تھا اور اعلیٰ بی بی کو بتاتا جاتا تھا۔ اعلیٰ بی بی اس کے مطابق اپنے تمام ماتحتوں کو ہدایات دیتی جا رہی تھی۔ اس کے چالیس چور حرکت میں آ چکے تھے۔

میں نے مرجانہ سے کہا "اعلیٰ بی بی تمھارے پاس پہنچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ اس کے چالیس چور مختلف راستوں سے اس کار کو ضرور گھیر لیں گے۔ بائی دی وے، تم کیا محسوس کر رہی ہو؟"

وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ میں اسے بولنے پر اُکسا رہا تھا، لیکن ترغیب دینے کے باوجود وہ گم صُم بیٹھی ہوئی تھی۔ ویسے میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی کیفیت معلوم کر سکتا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آرام سے سو رہی ہو لیکن اس طرح کہ آنکھیں

دُنیا کے حیرت انگیز فن
تحریر شناسی
کی مدد سے دُوسروں کی شخصیت کو کھلی کتاب کی طرح پڑھیے
اُردو میں پہلی بار
تحریر شناسی کے فن پر ایک نادر اور رہنما کتاب
تحریر اور شخصیت
یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ...
◎ یہ شخص کس کام کے لیے موزوں ہے؟
◎ کیا یہ حالات سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟
◎ کیا اسے جلد غصہ آتا ہے؟
◎ کیا یہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے؟
◎ کیا اس کے ساتھ شادی کی جا سکتی ہے؟
◎ کیا اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟
◎ کیا یہ ایمان دار اور ہمدرد ہے؟
◎ اس کا جنسی رویہ کیسا ہے؟
◎ اس میں بُرائیاں زیادہ ہیں یا اچھائیاں؟
◎ اور ایسی دُوسری بہت سی باتیں۔
قیمت ۱۵ روپے ڈاک خرچ ۱۰ روپے
ہر شخص کے لیے یکساں طور پر کارآمد کتاب۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

کھلی ہوئی تھیں۔ جاگتی آنکھوں سے چلتی پھرتی دُنیا کو دیکھ رہی تھی اور وہ ساری دُنیا اُسے ایک سپنا لگ رہی تھی۔

میں نے اس کے ذریعے پھر کچھ آوازیں سنیں۔ اگرچہ فرانسیسی زبان بولی جا رہی تھی لیکن انداز سے میں سمجھ رہا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہو رہی ہے۔ دوسری طرف سے بھی بولنے والا اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے میرے کانوں تک پہنچ رہا تھا لیکن افسوس کہ میں ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرانسمیٹر کی گفتگو ختم ہو گئی۔ کسی نے کچھ کہا۔ اس کے چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا، مرجانہ کی آنکھوں پر ایک پٹی باندھی جا رہی تھی۔ دشمن بہت ہی چالاک تھے اور وہ میرے متعلق ایک ایک بات کی تفصیل جانتے تھے کہ میں مرجانہ کے دماغ میں رہوں گا تو اس کے ذریعے گزرتے ہوئے راستوں کو سمجھتا رہوں گا اور اپنے لوگوں کو گائڈ کرتا رہوں گا۔

اعلیٰ بی بی ایک بڑے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھی ہوئی اپنے لوگوں کو ہدایات دیتی جا رہی تھی اور ان سے جوابی رپورٹ بھی سنتی جا رہی تھی۔

میں نے کہا "اب یہ سلسلہ بند کر دو۔ ہماری بھاگ دوڑ کوئی کام نہیں آئے گی۔ انھوں نے مرجانہ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا "اوہ فرہاد! اب کیا ہوگا؟"

"ظاہر ہے جو ہونا ہے وہی ہوگا۔ مرجانہ کوئی نادان بچی نہیں ہے۔ دشمن اسے آسانی سے زیر نہیں کر سکیں گے۔ اس وقت انھوں نے پتا نہیں کس قسم کی دوا اس کی گردن میں انجیکٹ کی ہے کہ وہ بے دست و پا بن گئی ہے لیکن یہ دوا آخر کب تک اثر کرے گی۔ میرا خیال ہے وہ ایک آدھ گھنٹے میں نارمل ہو جائے گی۔"

"ایک آدھ گھنٹے میں دشمن اسے پتا نہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیں گے۔"

"جہاں بھی پہنچائیں گے وہاں میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ اب تمھارا کام ختم ہو چکا ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد تمھیں مرجانہ کے متعلق اطلاع دوں گا۔ گڈ نائٹ سوفار۔"

میں مرجانہ کے پاس آ گیا۔ وہ تاریکی میں گم صُم بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ دیکھ نہیں سکتی تھی، صرف سُن سکتی تھی لیکن اب اس کے دماغ سے پتا چل رہا تھا کہ آس پاس ٹریفک کا شور نہیں ہے۔ کہیں کوئی موسیقی سُنائی نہیں دیتی ہے۔ گہرا سناٹا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پیرس کی حدود سے باہر نکل آئے ہیں اور کسی ہائی وے یا کسی مضافاتی سڑک پر جا رہے ہیں۔

عجیب مشکل تھی۔ مرجانہ نہ تو زبان سے بول سکتی تھی، نہ سوچ کے ذریعے جواب دے سکتی تھی۔ میں اس کے پاس جا کر صرف اپنی ہی باتیں کہہ سکتا تھا۔ اگر اس میں بولنے کی بھی سکت رہتی تو میں اس کے آس پاس والوں کو بھی بولنے پر مجبور کر سکتا تھا لیکن مجھے کچھ کر گزرنے کے لیے کوئی راستہ یا کوئی چور دروازہ نہیں مل رہا تھا۔

میں اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس وقت تین بج کر بیس منٹ ہوئے تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد صبح ہونے والی تھی میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی۔ سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں خوابگاہ سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہ ملازم وہاں سو رہا تھا۔ میری آہٹ سنتے ہی فوراً اُٹھ بیٹھا۔ ماسک مین کے وفادار بہت ہی محتاط اور چوکنے رہا کرتے تھے۔ وہ بظاہر ایک گھریلو ملازم تھا۔ لیکن اس نے باقاعدہ ٹریننگ حاصل کی تھی۔ ہر قسم کے ہتھیار سے نشانہ بازی کی مشق کرنے سے لے کر کھانا پکانے تک کی تربیت حاصل کی تھی۔ ایسے لوگوں کو ہر طرح سے مکمل بنایا جاتا ہے۔ میں نے کہا۔ "مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ چائے پینا چاہتا ہوں۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا "میں ابھی چائے لے کر آتا ہوں!"

وہ چلا گیا۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ اس کے آس پاس کا سناٹا ختم ہو چکا تھا۔ بہت شور سنائی دے رہا تھا پنکھا گردش کر رہا تھا یعنی اب وہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہی تھی۔

میں دھپ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ وہ لوگ اسے فرانس سے باہر لے جا رہے تھے۔ ہو سکتا ہے، یورپ سے بھی باہر لے جائیں دوسرے ہی لمحے میں چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ ایک سوال گولی کی طرح میرے دماغ میں آ کر لگا "کیا مرجانہ کو بھی اسرائیل پہنچایا جا رہا ہے؟"

میں ثبات معظم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ چپ چاپ اس کی سوچ کو ٹٹولنے لگا۔ پتا چلا، وہ بالکل انجان ہے۔ اسے ایسے کسی اسرائیلی منصوبے کا علم نہیں ہے، جس کے تحت مرجانہ کو وہاں پر پہنچایا جائے۔

میں پہلی بار اپنے اصول کے خلاف اسرائیلی انٹیلی جنس کے سربراہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ میں اسے چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ نہ ہی اسے مخاطب کرنا چاہتا تھا۔ چپ چاپ معلوم کرتا رہا۔ پتا چلا کہ اُسے مرجانہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ وہ اپنے سیاسی معاملات میں الجھا رہتا ہے۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے کاہال تنظیم کے لوگوں نے یہ منصوبہ بنایا ہو۔ کیوں کہ وہی ایسے منصوبے بناتے ہیں۔" میں نے انٹیلی جنس کے سربراہ کو ٹیلی فون کا ریسیور اُٹھا کر کاہال تنظیم کے سربراہ سے رابطہ قائم کرنے پر اس طرح مجبور کیا کہ اُسے ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہو۔

چند لمحوں کے بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے کاہال تنظیم کے سربراہ کی آواز سُنائی دی۔ ادھر سے اسرائیلی سربراہ نے پوچھا "فرہاد کا کیس کہاں تک پہنچا ہے؟"

دوسری طرف سے جواب دیا گیا "رسّہ کشی جاری ہے۔ کبھی وہ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کبھی ہم اسے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اس وقت اس کا چیلنج ہمیں منظور نہیں ہے۔ ہم سونیا کو مزید اپنی قید میں رکھ کر اسے آپ تک پہنچنے پر مجبور نہیں کرنا چاہتے۔ ہم نے اس سے کل تک کی مہلت مانگی ہے۔ کل تک ہم کچھ اور جال بچھا رہے ہیں۔ ہم نے ابھی ایک کامیاب منصوبے پر عمل کیا۔ اس کی ایک ساتھی مرجانہ کو اغوا کیا ہے لیکن یہ ٹارزبلبا بالکل جانور ہے۔ کبھی کبھی ہمارے کنٹرول سے باہر ہو جاتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ منصوبہ بھی ناکام ہو رہا ہے؟"

"ہم اسے بالکل ناکامی نہیں کہہ سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم مرجانہ کو ایک طیارے کے ذریعے اسرائیل تک پہنچانا چاہتے تھے، لیکن ٹارزبلبا اُسے ایک ہیلی کاپٹر میں کہیں لے گیا ہے۔ ہم اس ہیلی کاپٹر کو ٹریس کر رہے ہیں۔ بلبا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

اسرائیلی سربراہ نے پوچھا "میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب سونیا کو کل تک فرہاد کے حوالے کرنا ہے تو پھر مرجانہ کو اغوا کیوں کیا گیا؟"

"جناب! ہم چاہتے ہیں کہ فرہاد کی اہم ترین تمام ساتھی ہماری گرفت میں آ جائیں۔ مرجانہ کے بعد رسونتی اور اعلیٰ بی بی رہ جاتی ہیں۔ اعلیٰ بی بی جب بھی اپنے ادارے سے نکلے گی، اسے غائب کر دیا جائے گا۔ ہم نے سارے انتظامات کر لیے ہیں۔ رسونتی کے متعلق تازہ ترین رپورٹ یہ ہے کہ وہ سنگاپور میں ہے اور ہماری پہنچ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ جب سونیا، مرجانہ، رسونتی، اعلیٰ بی بی۔ یہ چاروں ہماری گرفت میں ہوں گی تو پھر پارس بھی ہم سے زیادہ دور نہیں رہے گا۔ فرہاد جس زور و شور سے ہمیں دھمکیاں دیتا ہے اور آپ لوگوں تک پہنچنے کا چیلنج کرتا ہے، اس کے بعد نہیں کر سکے گا۔ ہم اس کی چاروں ساتھیوں کو فائر اسکواڈ کے سامنے کھڑا کر دیں گے پھر اُسے ہمارے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔ وہ آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے کی ضد میں اپنی چار وفادار ساتھیوں کی قربانی پسند نہیں کرے گا۔"

"تمھارے اس منصوبے کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ چاروں عورتیں ہماری گرفت میں آ جائیں۔ لیکن یہاں تو مرجانہ ہی اپنے آدمی کے ہاتھوں کی گرفت سے نکل رہی ہے۔ تم لوگوں نے ٹارزبلبا کو ایک اعلیٰ عہدے دار کی طرح رعایت اور سہولتیں دی ہیں۔ آج وہ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے۔"

"جناب! وہ سرپھرا ہے لیکن بہت ہی کام کا آدمی ہے۔ ہم سے رابطہ قائم ہوگا تو ہم اسے کنٹرول کر لیں گے۔"

میں نے ان دونوں کی مزید گفتگو نہیں سنی۔ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ویسے میں ریڈیو، ٹیلی وژن، اخبارات اور رسائل کے ذریعے بڑے بڑے سربراہوں تک پہنچ سکتا تھا لیکن میں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ آج بہت مجبور ہو کر میں نے ایک سربراہ کے ذریعے معلومات حاصل کیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ یہودیوں کی سب سے بڑی تنظیم کاہال کے سربراہ کے دماغ میں پہلی بار پہنچ گیا۔ اس کاہال تنظیم کے سربراہ کا نام جیمس پال تھا۔ میں نے اسے اچھی طرح یاد کر لیا۔ تاکہ پھر کبھی اس سے نمٹا جا سکے۔

میں نے اعلیٰ بی بی کو مخاطب کر کے موجودہ حالات بتائے۔ پھر کہا "اب تمھاری باری ہے لہٰذا جب بھی بابا صاحب کے ادارے سے نکلو تو بہت محتاط ہو کر نکلنا۔"

"میں ہمیشہ محتاط رہتی ہوں۔ آئندہ اور محتاط رہا کروں گی۔ ویسے یہ اسرائیلی جاسوس بہت دور تک اور بہت گہرائی تک پہنچتے ہیں۔ یہی دیکھو کہ ابھی تمھیں سنگاپور پہنچے بہت زیادہ دیر نہیں ہوئی اور ان لوگوں نے رسونتی کے متعلق معلوم کر لیا۔ میرا ایک مشورہ ہے۔"

"بولو، میں سُن رہا ہوں۔"

"تم رسونتی سے کچھ دنوں کے لیے دور رہو۔ اس کے پاس رہو گے تو دشمن تمھارے قریب پہنچ جائیں گے۔"

"تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نے رسونتی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ اب اس سے دور بنکاک میں پہلی رات یوں گزار رہا ہوں کہ اب تک سونے کی فرصت نہیں ملی ہے۔ اور اب صبح ہونے والی ہے۔"

"تم نے رسونتی کو اس کے حال پر کیوں چھوڑ دیا ہے؟ کیا پھر کچھ اَن بَن ہو گئی ہے۔"

"ہاں، اس کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے۔ وہ کسی بھی عورت کو میرے قریب برداشت نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کہ منجالی جیسی زہریلی ناگن کو بھی برداشت نہیں کیا۔ اسے مجھ سے دور رکھنے کے لیے ایسے لوگوں کا سہارا لیا جو بلیک میلر ہیں اور جنھوں نے کالے عمل کے ذریعے منجالی کو ذہنی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ جادو کے ذریعے کوڑی پھینک کر منجالی کو اپنی طرف بُلایا جا رہا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ بلیک میلر کے ہتھے چڑھ جاتی تو میں اسے بچانے کے لیے کسی ہیرو کی طرح ان کے اڈے پر پہنچ جاتا۔ پھر وہ مجھے پکڑ کر کسی خطرناک تنظیم کے ہاتھ مہنگے داموں فروخت کر دیتے۔"

تمام باتیں سننے کے بعد اعلیٰ بی بی نے کہا "بڑے افسوس کی بات ہے۔ رسونتی کو تمھاری شریکِ حیات بننے کا شرف حاصل ہوا لیکن وہ اپنی حماقتوں سے تمھیں رفتہ رفتہ دُور کر رہی ہے۔"

"میں نے تہیہ کرلیا ہے۔ آئندہ نہ اس سے ملوں گا، نہ ہی دماغی رابطہ قائم کروں گا۔ اس کی سزا یہی ہے کہ وہ ایک طویل عرصے تک تنہائی کا عذاب سہتی رہے۔"

"کیا تم اسے دشمنوں کے جال میں پھنسنے کا موقع دو گے؟"

"میں نہیں جانتا۔ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ دوستوں میں رہے یا دشمنوں میں، میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے میں مطمئن ہوں۔ یہاں کا پاس جے آر جے ناتھن بہت محتاط ہے اور فرض شناس ہے۔ اس نے رسونتی کی حفاظت کے مکمل انتظامات کیے ہیں۔ اب وہ کل تک اسے اس کی مرضی کے مطابق کسی بھی ملک میں پہنچا دے گا۔ وہ جہاں چاہے گی رہے گی۔ دوستوں میں رہے یا دشمنوں کو دوست سمجھ کر دوبارہ ان کی جھولی میں چلی جائے، ایسے میں تم کیا کرسکتی ہو یا میں اس کا کیا بگاڑ سکتا ہوں؟"

"رسونتی کے متعلق باتیں بعد میں ہوجائیں گی۔ تم ذرا مرجانہ کی خبر لو۔"

"رسونتی کے متعلق بعد میں کبھی باتیں نہیں ہوں گی۔ اب جب بھی میں تم سے گفتگو کروں، اس کا ذکر نہ چھیڑنا۔ میں مرجانہ کے پاس جارہا ہوں۔"

اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹادی گئی تھی اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس کے آگے رات کی تاریکی تھی۔ اتنا معلوم ہوگیا کہ وہ ہیلی کاپٹر کی اگلی سیٹ پر پائلٹ کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور ان کا فضائی سفر جاری ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ "مرجانہ! میری سوچ کی لہریں تمھارے دماغ میں ہیں۔ تمھارے ذریعے میں سمجھ رہا ہوں کہ ہیلی کاپٹر میں کسی کے ساتھ سفر کررہی ہو۔ اگر وہاں صرف پائلٹ ہے تو یقیناً وہ ٹارزر بلبا ہے۔"

اس کی نقاہت بھری سوچ سُنائی دی۔ "فرہاد! میں جانے کیسی کمزوری محسوس کررہی ہوں۔ اتنی دیر سے تمھیں جواب نہ دے سکی۔ اب محسوس کررہی ہوں کہ سوچنے کی حد تک میرا دماغ کام کررہا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔ تم رفتہ رفتہ نارمل ہوجاؤ گی۔"

"کیا میں بہت دیر سے سفر کررہی ہوں؟"

"ہاں، تم میں اتنی سکت بھی نہیں ہے کہ اِدھر اُدھر گھوم کر دیکھ سکو یا اپنے ہمسفر سے وقت معلوم کرسکو۔"

"میں ایسی مجبور کبھی نہیں ہوئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تمھاری دماغی قوت بحال ہورہی ہے۔ جسمانی طور پر بھی تم چاق و چوبند ہوجاؤ گی۔ ایک بات کا خیال رکھو۔"

"وہ کیا؟"

"جب تم اپنے آپ کو دماغی اور جسمانی طور پر بالکل نارمل سمجھنے لگو تب بھی اس کا اظہار نہ کرنا۔ یہی تاثر دینا کہ ابھی تک انجیکٹ کی ہوئی دوا کا اثر تمھارے اندر ہے اور تم بے حس ہو، صرف آنکھوں سے دیکھ رہی ہو۔"

"میں ایسا ہی کروں گی۔ مجھے یاد ہے پہلے مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آجاتا تھا۔ دشمنوں کو تو میں اپنے سامنے برداشت ہی نہیں کرسکتی تھی لیکن بابا صاحب نے میرے ذہن کو پُرسکون رہنا سکھا دیا ہے۔"

"اچھا! میں تھوڑی دیر کے لیے جارہا ہوں۔ ابھی تمھارے پاس آجاؤں گا۔"

"ایک بات بتاتے جاؤ۔ اگر دشمن نے مجھے گھیرنے اور طیش دلانے کی کوشش کی یا مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنا چاہا تو میں کیا کروں؟"

"ان سے ہرگز جھگڑا نہ کرنا۔ ہم سب مانتے ہیں کہ تم فولاد ہو، ٹارزر بلبا کو دن میں تارے نظر آجائیں گے لیکن وہ بھی ہاتھی کی طرح ڈیل ڈول رکھنے والا اور گینڈے کی کھال میں رہنے والا انسان ہے۔ لڑنے مرنے کے معاملے میں ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتا بموت کو پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں دو گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوگئی تھیں۔ موت اسے ہر لمحے مار رہی تھی اور وہ ضدی انسان زندگی کے لیے لڑتا جارہا تھا اور ابھی تک وہ زندہ ہے۔

"کیا تم مجھے بچی سمجھ کر کسی دلیر سے ڈرا رہے ہو؟"

"کیا تم دودھ پیتی بچی ہو؟"

وہ اس بات پر بے اختیار مسکرانا چاہتی تھی لیکن مسکراہٹ کے لیے اس کے ہونٹوں میں ہلکی سی جنبش بھی نہ ہوئی۔ چہرہ اسی طرح سپاٹ رہا۔ میں نے کہا۔ "مجبوری ہے۔ بعد میں مسکرالینا۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں اس سے رخصت ہوکر سونیا کے پاس پہنچنا چاہتا تھا کہ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ منجالی کہہ رہی تھی۔ "میرے آقا! خیال خوانی کی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ بے چارہ ایک گھنٹے سے چائے کی ٹرے لیے ہوئے کھڑا ہے۔"

میں نے دیکھا، منجالی میرے سامنے کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ ایک طرف وہی ریڈ پاور کا آدمی ٹرے میں چائے لیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "یہ تو اب ٹھنڈی ہوچکی ہوگی۔"

منجالی نے اس سے کہا۔ "تم جاؤ اور اب کے چائے تھرماس میں لے کر آنا۔"

وہ چلا گیا۔ منجالی پنجوں کے بل آہستہ آہستہ اُچھلنے لگی۔ وہ اپنی عادت سے مجبور تھی۔ روز صبح ساڑھے چار بجے کبھی یوگا کی

مشقیں کرتی تھی۔ کبھی پنجوں کے بل اسکیپنگ کرتی اور کبھی دوڑ لگاتی تھی۔ اس نے کہا۔ "تھوڑی دیر میں اجالا پھیل جائے گا۔ آپ باہر چلنا پسند کریں گے۔ تازہ ہوا آپ کے دماغ کو سکون پہنچائے گی۔ ویسے معاملہ کیا ہے۔ آپ رات بھر کیوں جاگتے رہے؟"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا کاٹج کے باہر جانے لگا۔ وہ میرے ساتھ اسکیپنگ کرتی ہوئی کاٹج کے احاطے میں آئی۔ پھر وہاں ورزش کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "میں سونیا سے رابطہ قائم کررہا ہوں۔ زبان سے بھی بولتا جاؤں گا۔ اِدھر تم سنتی رہو گی۔ اُدھر سونیا کو حالات کا علم ہوتا جائے گا۔"

وہ گہری نیند میں تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو کہا۔ "مرجانہ دشمنوں کی گرفت میں آگئی ہے۔"

وہ نیند میں کسمسانے لگی۔ جیسے کوئی ایسا خواب دیکھ رہی ہو جس سے نیند میں بھی خلل پیدا ہو رہا ہو۔ اور وہ بیدار ہونا چاہتی ہو۔ میں نے کہا۔ "آرام سے سوتی رہو۔ تمھاری بیداری سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ میں تمھیں صرف حالات سے آگاہ رکھنا چاہتا ہوں۔ جب تم بیدار ہوگی تو اس مسئلے پر بات کریں گے۔ یہ سن لو کہ وہ کس طرح ٹریپ کی گئی ہے۔"

پھر میں نے اسے بتانا شروع کیا۔ اِدھر زبان سے وہی بات بول رہا تھا۔ منجالی ورزش بھی کررہی تھی اور سن بھی رہی تھی۔ وہ ورزش چھوڑ کر میرے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "بہت دیر ہوچکی ہے۔ آپ مرجانہ کے پاس جائیں۔"

میں نے سونیا سے کہا۔ "تم آرام سے سوتی رہو۔ صبح بیدار ہونے کے بعد تمھیں میری تمام باتیں یاد آئیں گی اور اس طرح تم مرجانہ کے حالات سے باخبر رہو گی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا۔ میں پھر تمھارے پاس آکر تمھیں بتاؤں گا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں نہیں تھی۔ دو آدمیوں نے اسے وہاں سے اتار کر باہر کھلی فضا میں ایک پتھر پر بٹھا دیا تھا۔ چاروں طرف رات کی تاریکی تھی۔ اچھی طرح نظر نہیں آرہا تھا۔ کچھ لوگوں کے حرکتیں کرنے اور کام کرنے کی آوازیں سُنائی دے رہی تھیں۔ ایک بار کسی نے سگریٹ سلگانے کے لیے ماچس یا لائٹر کو جلایا۔ میں نے مرجانہ کی کھلی آنکھوں سے اس کے دماغ کے ذریعے دیکھا۔ وہاں دو آدمی ہیلی کاپٹر پر چڑھے ہوئے اس کے پنکھے کو کھول رہے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ناقابلِ پرواز بنا رہے تھے۔ ماچس کی تیلی بجھ گئی پھر اندھیرا چھا گیا۔ دور آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ چاند کی روشنی نہیں تھی۔ مرجانہ نے میرے مشورے کے مطابق اپنے دیدوں کو اِدھر سے اُدھر گھمایا۔ اس میں اب اتنی سکت پیدا ہوگئی تھی۔ ورنہ پہلے وہ دیدے بھی نہیں گھما سکتی تھی۔ ویسے وہ تاریکی میں کچھ نہیں دیکھ سکی۔

پتا نہیں، وہ لوگ کیا کررہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پنکھا کیوں کھول رہے تھے اور وہاں کیوں رُک گئے تھے۔ اُن کی منزل وہی تھی یا انھیں آگے بھی جانا تھا۔ میں کبھی اس کے پاس سے چلا آتا تھا۔ منجالی سے باتیں کرتا تھا پھر اس کے پاس پہنچ جاتا تھا۔

ایک بار اس کے پاس پہنچا تو ٹارچ کی روشنی نظر آئی۔ اندھیرے میں جہاں ہیلی کاپٹر دکھائی دیا تھا۔ اب وہاں ایک اونچی سی جھاڑی تھی۔ ان لوگوں نے درختوں کی شاخوں اور پتوں کو کاٹ کاٹ کر اس کی تہہ میں ہیلی کاپٹر کو چھپا دیا تھا پھر میں نے اس کے دماغ سے محسوس کیا کہ کچھ انسانی ہاتھ اسے چھو رہے ہیں۔ مرجانہ کی سوچ نے کہا۔ "میں دو عورتوں کے ہاتھوں کو محسوس کررہی ہوں۔"

پھر چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔ "میں کیا کروں؟ میں اسے برداشت نہیں کرسکتی۔ شاید آس پاس کچھ مرد دیکھ رہے ہوں۔"

میں نے اسے تسلی دی۔ "ذرا صبر کرو اور صبر تو کرنا ہی ہوگا۔ تم ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتی ہو۔ اُن کے رحم و کرم پر ہو۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ گہری تاریکی ہے۔ جو ٹارچ نظر آرہی تھی۔ اب اس کی روشنی بھی نہیں ہے۔ یعنی وہ لوگ اس حد تک مہذب ہیں کہ تمھاری طرف روشنی نہیں کریں گے۔ شاید اب تمھارے پاس صرف عورتیں رہ گئی ہوں۔"

وہ مجبور تھی۔ سوچنے لگی۔ "دیکھتی ہوں، آگے کیا ہوتا ہے۔"

میں بھی اس کے ذریعے صرف تماشا دیکھنے پر مجبور تھا۔ پتا چلا کہ ان عورتوں نے اس کے اوپری لباس کو بدل دیا تھا۔ اگرچہ وہ ذرا بھی حرکت نہیں کرسکتی تھی تاہم کسی کے لمس کو محسوس کرسکتی تھی۔ سردی گرمی کا احساس ہوتا تھا۔ پہلے اسے سخت سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ پھر گرمی محسوس ہونے لگی۔ اسے کسی جانور کی کھال کا لباس پہنایا گیا تھا۔ اس کی زلفیں کھول دی گئی تھیں۔

مجھے منجالی کی بڑبڑاہٹ سُنائی دی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "بڑی مشکل ہے۔ وہاں یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ کچھ پتا نہیں چلتا۔ اس وقت دن کے آٹھ بج چکے ہیں۔ اور آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔"

میں اس کے ساتھ کاٹج کے اندر آتے ہوئے بولا۔ "کیا کیا جائے مجبوری ہے۔ مرجانہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر میں آرام سے نہیں سو سکتا۔"

واقعی بڑی مشکل تھی۔ نہ میں سو سکتا تھا اور نہ ہی مرجانہ کے کسی کام آسکتا تھا۔ آخر مجبور ہوکر میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ٹارزر بلبا کا تصور کیا۔ چند لمحوں تک اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کی مشق کرتا رہا۔ پھر میں نے اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ

تک پہنچایا۔
اس نے فوراً ہی سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار کوشش کی تو مجھے راستہ مل گیا۔ اس نے پوچھا "کون؟ فرہاد علی تیمور؟"
"ہاں، مَیں ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ میں تمھارے پاس کیوں آیا ہوں۔"
"پہلے تو میرا احسان مان لو کہ مَیں نے تمھیں اپنے دماغ میں آنے کی جگہ دی ہے۔"
مین نے اس کے تکبّر کو نظرانداز کر کے پوچھا "تمھارے زخم کیسے ہیں؟"
"میں زخموں کو بھول جایا کرتا ہوں۔ اگر کسی دن تم مجھے دیکھ لو تو میرے سر سے پاؤں تک تمام جسم پر زخموں کی بارات سجی ہوئی نظر آئے گی۔ تم اپنے مطلب کی بات کرو۔ مرجانہ کے لیے آئے ہو۔"
"ہاں، اسی لیے سب سے پہلے تمھارے زخموں کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ پوچھنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں ان پر مرہم رکھنے آیا ہوں۔ میں دشمنوں سے اس حد تک ہمدردی کرتا ہوں، جس حد تک لازمی ہوتی ہے اور میری ہمدردی کی مثال تمھارے سامنے ہے۔ تم زخمی ہونے کے بعد میرے رحم وکرم پر تھے۔ میں جب چاہتا ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں تمھارے جیسے پہاڑ کو مسل ڈالتا۔"
"بے شک تمھارا یہ احسان مجھ پر ہے لیکن اس احسان کا بدلہ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں مرجانہ کو تمھارے حوالے کر دوں۔"
"مرجانہ کی رہائی پر بعد میں بحث ہو سکتی ہے۔ میں تو تمھیں سمجھانے آیا ہوں اور اسی لیے میں نے سب سے پہلے تمھارے زخموں کے بارے میں پوچھا۔ مرجانہ کو یہ بتا چکا ہوں کہ تمھارے جسم کے کن حصّوں میں وہ گولیاں پیوست ہوئیں۔ یقیناً وہ زخم کسی حد تک بھرے ہوں گے لیکن پھر بھی کچے ہوں گے۔ مرجانہ کا ایک ہاتھ پڑے گا تو تم زمین پر سے اٹھ نہیں سکو گے۔"
وہ غرا کر بولا "تم میری توہین کر رہے ہو۔ میں نے سُنا ہے وہ لڑکی فولاد ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ فولاد کی حقیقت کیا ہے۔ آج تک میرے سامنے بڑے سے بڑا شہ زور فولاد بن کر آیا اور موم بن کر پگھل گیا۔ کوئی عورت ایسی مثال قائم نہ کر سکی۔ یہ مرجانہ کیا چیز ہے، میں دیکھوں گا۔"
"تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟"
"آ گئے نا مطلب کی بات پر۔ میں اسے اپنے قبیلے میں لے جا رہا ہوں۔"
"تم اپنے آقاؤں سے غدّاری کیوں کر رہے ہو؟"
"میں نے جنھیں آقا اور دوست سمجھا تھا، انھوں نے مجھے مایوس کیا ہے۔"
"کیسی مایوسی؟"
"ہمارا قبیلہ دُنیا کے نقشے میں جس جگہ آباد ہے وہاں ہم ایک خوب صورت سا شہر بسانا چاہتے تھے جہاں ہمارے لوگوں کو جدید طرز کی تمام سہولتیں میسّر ہوں۔ اِس کے لیے امریکی سرکار نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ میرا باپ اس علاقے کا مالک ومختار ہے۔ وہ کم از کم پچاس ہزار تاتاری رعایا کا سردار ہے۔ چونکہ ہم وہاں غیر مہذب سمجھے جاتے ہیں اس لیے ہماری مملکت اور ہمارے ہاں کی بادشاہت کا ذکر اخبارات میں نہیں ہوتا۔ دُنیا کے نقشے میں ہمارا نام نہیں ہے ایسے کتنے ہی قبیلے دُنیا کے مختلف ملکوں میں ہیں۔"
"تم لوگوں کی یہ مملکت کہاں ہے؟"
"کوہِ قاف کے دامن میں ہے۔ آج سے تقریباً تیس برس پہلے میرے باپ ٹارٹر غلبا سے امریکیوں نے معاہدہ کیا تھا۔ اس معاہدے کے مطابق انھوں نے ہمارے ہاں بچوں کو تعلیم دینے کے لیے، لڑکوں کو ہنرمند بنانے کے لیے اسکول اور ٹیکنیکل سینٹر قائم کیے تھے۔ ہم میں سے جو ذہین اور باصلاحیت ہوتے تھے۔ انھیں مہذب ملکوں میں بھیج کر ان کی خاص تعلیم اور تربیت کا انتظام کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ پتا چلا کہ وہ ہمارے تعلیم یافتہ جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھال رہے ہیں اور میرے باپ کی بادشاہت سے متنفّر کر رہے ہیں۔ مختلف ممالک میں ہمارے آدمیوں کو جتنے بھی ٹریننگ سینٹر میں بھیجا گیا وہ سب یہودیوں کے تھے۔"
ٹارٹر بلبا کہہ رہا تھا اور میں سُن رہا تھا۔ اگرچہ میں سونا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے مرجانہ کے متعلق کوئی تصفیہ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ٹارٹر بلبا نے اپنے قبیلے کی تاریخ یوں چھیڑی تھی کہ اس کو سُننا اور ان کے قبیلے کے متعلق جاننا میرے لیے نہایت ضروری تھا۔ ان کے پس منظر کو سمجھنے کے بعد میں کچھ سوچ سمجھ کر فیصلے کو سکتا تھا۔
وہ کہہ رہا تھا "میری بہن شہزادی ثبانہ جنگجو بھی ہے اور ذہین بھی۔ اور خوب صورت بھی۔ ہمارے قبیلے کی روایت کے مطابق اس نے فنونِ سپاہ گری کے تمام ہنر سیکھے ہیں۔ کوئی اس کی طرح تلوار باز اور گھڑسوار نہیں ہے۔ میں اپنی بہن پر فخر کرتا ہوں۔ ہم بھائی بہن کے سامنے کوئی مردِ میدان ٹھہر نہیں سکتا۔ ابھی میں یہ کہہ نہیں سکتا کہ سونیا اور مرجانہ کبھی میری بہن ثبانہ کے مقابلے میں آئیں گی تو ان کا کیا حشر ہوگا۔ بہرحال یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ ابھی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ ذہین بھی ہے۔ اس نے کافی تعلیم حاصل کی ہے۔ میں تعلیم کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میرا دماغ بالکل پتھر ہے۔ مجھے پڑھانے کی کوشش کی گئی لیکن میں پڑھ نہ سکا۔ اسی لیے ایک یہودی سربراہ کے ساتھ اس کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے لگا رہا۔ اگرچہ میں اپنی

مملکت میں شہزادہ ٹارٹر بلبا کہلاتا ہوں۔ اس لیے یہ مجھے پسند نہیں تھا۔ لیکن میرا باپ ٹارٹر غلبا ایک بوڑھا تجربہ کار اور دور اندیش انسان ہے۔ اس نے کہا تھا۔ اگر کسی قیمتی چیز کو جھک کر اُٹھانا ہو تو وقتی طور پر جھک جایا کرو۔ دیکھو کہ یہ یہودی کیا کر رہے ہیں اور یہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ ان کے اس طرح وفادار ہو کہ ان کے پسینے کی جگہ اپنا خون بھی بہا دیا کرو۔ میں نے اپنے باپ کے حکم پر اس سربراہ کا باڈی گارڈ بننا منظور کر لیا اور میں نے پوری تندہی سے اس کی خدمت کی۔"
میں نے کہا "ٹارٹر بلبا! جب تمھارا دماغ پتھر کی طرح ہے تم کوئی عقل کا ایسا کام نہیں کر سکتے جس سے تمھارے باپ کو فائدہ پہنچے، تو باڈی گارڈ بننے کا فائدہ تمھیں کیا حاصل ہوا؟"
"بہت فائدے حاصل ہوئے۔ جو کچھ ہوتا تھا میں اس کی رپورٹ اپنے باپ تک پہنچاتا تھا اور وہ انھیں سن کر بڑی ہی دانشمندی سے نتائج اخذ کرتا تھا۔"
"کیا تم لوگ اس نتیجے پر پہنچے ہو کہ اب امریکیوں اور یہودیوں سے غدّاری کرنی چاہیے۔"
"اسے غدّاری نہ کہو۔ وہ ہم سے غدّاری کر رہے تھے۔ جو معاہدہ کیا تھا، اس کے خلاف ہمارے آدمیوں کو بھڑکا رہے تھے۔ ہماری قوم کا ایک ایک فرد بات کا دھنی ہے۔ اپنی روایات کا پابند ہے۔ وہ مر سکتا ہے لیکن اپنے بادشاہ سے اور اپنے رسم ورواج سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے میرے باپ ٹارٹر غلبا نے رفتہ رفتہ اپنے تمام آدمیوں کو اپنی مملکت میں واپس بُلا لیا۔ میری بہن ثبانہ بھی واپس چلی گئی ہے۔ صرف میں رہ گیا تھا اور اب میں اپنے باپ کے لیے مرجانہ جیسا قیمتی تحفہ لے جا رہا ہوں۔"
"مرجانہ سے تم لوگوں کو کیا حاصل ہوگا۔ جب تم لوگوں نے یہودیوں سے بغاوت کی ہے تو پھر میرے دوست بنو۔ میں تمھیں بہت سے فائدے پہنچاؤں گا۔"
"ہم دوستی کریں گے۔ میرا باپ کہہ رہا تھا کہ میں سونیا کو اغوا کر کے لے آؤں تو ہماری دوستی کا آغاز بڑی اچھی طرح ہوگا۔ میں نے سونیا تک پہنچنے کے لیے اسرائیل جانے کا ارادہ کیا لیکن یہودیوں نے مجھے اپنی زمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ طرح طرح کے بہانے کیے۔ میں نے مجبور ہو کر مرجانہ کو اغوا کر لیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مرجانہ کی قدر وقیمت بھی تم لوگوں کی نظروں میں وہی ہے، جو سونیا کی ہے۔"
"ٹارٹر بلبا! تم لوگ غلطی کر رہے ہو۔ دوستی کی ابتدا ایسے تو نہیں ہوتی۔"
"میں نہیں جانتا۔ میرے باپ نے سونیا کو اغوا کرنے کے لیے کہا تھا۔ وہ نہ کر سکا تو یہ کر رہا ہوں۔"
"تم کہتے ہو۔ تمھارا باپ بہت ہی بزرگ، تجربہ کار اور زمانہ شناس ہے۔ تعجب ہے کہ اس نے تمھیں ایسا احمقانہ مشورہ کیسے دیا ہے؟"
"جب میں اپنے باپ کے پاس پہنچوں گا تو اس سے جواب حاصل کر کے تمھیں سُناؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"
"لیکن یہ تم لوگ رات کی تاریکی میں کہاں ہو؟"
"میری نظروں سے دیکھو۔ اب مرجانہ کے لیے ایک پالکی آ گئی ہے۔ وہ اس پالکی پر سفر کرے گی۔ چار آدمی اسے اُٹھا کر لے جائیں گے۔ ہمارا ایک قافلہ یہاں موجود ہے جو کوہ قاف کی وادی تک جائے گا۔"
"تم اپنے باپ کے پاس کب پہنچو گے؟"
"شاید کوئی سات یا آٹھ گھنٹے بعد۔"
"کیا مرجانہ کو اس دوران کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے؟"
"میں نے کہا نا۔ میں اپنے باپ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ اس نے مرجانہ کو نقصان پہنچانے کا حکم نہیں دیا ہے۔"
"کیا تمھارے باپ کو اس کا علم ہے کہ تم سونیا کے بجائے مرجانہ کو لے جا رہے ہو؟"
"میں نے ایک گھڑسوار کے ذریعے اس کی اطلاع بھیج دی ہے۔ شاید دو چار گھنٹے میں میرے باپ کو اطلاع مل جائے گی۔"
"کیا اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ یہودی اور امریکی تمھارے خلاف سخت اقدامات کر سکتے ہیں۔ رستے میں رُکاوٹ بن سکتے ہیں یا تمھاری مملکت کی حدود میں داخل ہو سکتے ہیں؟"
اس نے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "کوہ قاف کی وادی کا راستہ نہایت ہی دشوار گزار ہے۔ طیارے بھی وہاں پہنچنا چاہیں تو ہماری مملکت سے دور رہیں گے یا بھٹک کر چلے جائیں گے کیونکہ ہمارا علاقہ چاروں طرف سے پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ بیرونی حملوں کے دوران ہم غاروں میں اور چٹانوں کے سائے میں اس طرح محاذ بنا لیتے ہیں کہ کوئی ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا۔"
"اب تو جدید ہتھیار آ گئے ہیں۔ فضائی حملے ہو سکتے ہیں۔"
"نہیں ہو سکتے۔ ایسا کرنے کے لیے دُنیا والوں کے سامنے کسی بھی مہذب ملک کو جوابدہ ہونا پڑتا ہے اور اگر انھوں نے ایسا کیا بھی تو وہ ہمارے علاقے کے اس کُھلے حصّے کو نقصان پہنچا سکتے ہیں جہاں ہم آباد ہیں لیکن نقصان پہنچا کر وہ کیا کریں گے؟ ہم پھر آباد ہو جائیں گے۔ ہماری اصلی پناہ گاہ تو پہاڑوں کی چٹانیں، ان کے غار اور سُرنگیں وغیرہ ہیں۔" اس نے ایک گھونٹے

کو تھپکی دی۔ پھر اس پر سوار ہو کر بولا: "ہمارا سفر پھر شروع ہو رہا ہے، اب میں اپنے دماغ کے دروازے بند کر رہا ہوں۔ تقریباً آٹھ گھنٹے بعد میں یہ دروازہ کھولوں گا تاکہ تم میرے ذریعے میرے باپ سے گفتگو کر سکو۔"

یہ کہہ کر اس نے سانس روک لی۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ میں نے مرجانہ کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک پالکی پر آرام سے نیم دراز تھی۔ اب اس کی پلکیں جھپک رہی تھیں۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا: "مجھے بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔"

"ہاں، تمہیں سونا چاہیے تاکہ بیدار ہونے کے بعد تازہ دم رہ سکو۔ میں بھی سونے کے لیے جا رہا ہوں۔ مجھے اطمینان ہے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ آٹھ گھنٹے بعد تمہارے متعلق میں ان سے کوئی فیصلہ کن بات کروں گا۔"

یہ کہہ کر میں واپس آگیا۔ منجالی میری منتظر تھی۔ میں نے اسے بتایا: "میں بہت تھک گیا ہوں۔ فوراً سونا چاہتا ہوں۔ بس اتنا سمجھ لو، مرجانہ خیریت سے ہے۔ ٹارزبلبا سے گفتگو ہو چکی ہے۔ آٹھ گھنٹے بعد اس کے باپ سے کوئی فیصلہ ہو گا۔"

میں نے جوتے اتارے۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ دماغ کو ہدایت دی اور آرام سے سو گیا۔ اس وقت دنیا جاگ رہی تھی۔ کیوں کہ وہ جاگنے اور محنت کرنے کا وقت تھا اور میں سو رہا تھا۔ کیوں کہ میں محنت کر چکا تھا۔ میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ جب میں اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کرتا ہوں تو جہاں وہ ہوتی ہیں یا ہوتے ہیں، وہاں دن ہوتا ہے اور میرے ہاں رات ہوتی ہے۔ میں دن کے وقت ان کے کام آتا رہتا ہوں اور کام آتے آتے میری رات ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات کے ساتھ ساتھ دن بھی گزر جاتا ہے۔ پھر رات بھی گزر جاتی ہے لیکن میری خیال خوانی کا سلسلہ ختم ہونے نہیں پاتا۔ میں جہاں بھی جس ساتھی کے ساتھ لگا رہتا ہوں ان کے ساتھ مصیبتوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت مجھے صرف ایک رات جاگنے کے بعد سونے کا موقع مل گیا تھا۔

میں چھ گھنٹے تک بڑے آرام سے گہری نیند سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو بنکاک میں سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ میں نے فوراً ہی مرجانہ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اسی وقت وہ بھی بیدار ہوئی تھی۔ ان کا سفر جاری تھا۔ مرجانہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انگڑائی لی۔ پتا چلا کہ اب اس کے ہاتھ پاؤں حرکت کر سکتے ہیں۔ اس نے انگڑائی لیتے ہوئے ذرا سیدھی طرح بیٹھ کر دیکھا۔ وہ پالکی پر سوار تھی۔ چار آدمی اسے اٹھائے لیے جا رہے تھے۔ آگے پیچھے عورتوں اور مردوں کا ایک قافلہ ساتھ تھا۔ ان کے پاس رائفلیں، ریوالور اور تلواریں تھیں.... تلواروں کے پھل آگے کی طرف چوڑے تھے اور دستے کی طرف ان کی چوڑائی کم ہو گئی تھی۔ انہیں دیکھ کر پتا چلتا تھا کہ وہ کافی وزنی ہیں لیکن تاتاری عورتیں ان کا استعمال خوب جانتی تھیں۔ وہ جھاڑیوں کو کاٹتے ہوئے راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھتی جا رہی تھیں اور ان کے پیچھے قافلہ چلتا جا رہا تھا۔

مرجانہ نے کہا: "میں کل رات سے بے حس و حرکت بیٹھی ہوں۔ اب مجھ سے ایک جگہ بیٹھا نہیں جا رہا ہے۔ جی چاہتا ہے زمین پر پہنچ کر اسکیپنگ کروں۔ ذرا سی دوڑ لگاؤں۔ ہلکی پھلکی ورزش ہو جائے گی۔"

"اپنی اس خواہش کو ابھی کچل دو۔ آرام سے پالکی میں بیٹھ کر سفر کرتی رہو۔"

"آخر کیا ہرج ہے؟"

"میں ابھی سو کر اٹھا ہوں۔ ذرا اپنی مصروفیات سے فارغ ہو جاؤں۔ اس کے بعد تمہارے پاس آؤں گا۔ پھر جو چاہو کرتی رہنا۔"

"کیا تم جا رہے ہو؟"

"ہاں، جلد ہی آنے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران ٹارزبلبا تمہارے قریب آئے تو اس سے دوستانہ انداز میں گفتگو کرنا۔"

میں بنکاک واپس آگیا۔ آدھے گھنٹے میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا۔ پچھلی رات سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ منجالی نے سب کچھ تیار کر رکھا تھا۔ میں میز پر پہنچتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ وہ تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے، مجھے کھاتے ہوئے خاموشی سے دیکھتی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا: "مرجانہ خیریت سے ہے؟"

"ہاں، ابھی تک خیریت سے ہے۔"

"اور مادام سونیا؟"

"میں بھوک سے مجبور ہو کر کھانے بیٹھ گیا۔ اس کی خبر نہیں لی ہے۔ ویسے وہ بھی خیریت سے ہو گی۔ ان یہودیوں نے وعدہ کیا تھا کہ آج شام تک اسے اسرائیل کی حدود سے باہر بھیج دیں گے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ اسی ہوٹل کے کمرے میں تھی۔ ایک ایزی چیئر پر آرام سے بیٹھی ہوئی پچھلی باتیں سوچ رہی تھی۔ پچھلی بار دو بدن سے اس کا مقابلہ ہوا تھا۔ اسی مقابلے کی یاد اس کے تصور میں تازہ ہو رہی تھی۔ میں نے مخاطب کیا: "ہیلو ڈیئر! کیا سوچ رہی ہو، میں آگیا ہوں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھی بیٹھ گئی۔ اپنے سر کو تھام کر سوچنے لگی: "یہ کیا میں نے سوچا ہے یا؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا: "یہ تم کیا سوچ رہی ہو؟ کیا میری سوچ کی لہروں کو پہچان نہیں سکتیں۔ میرا لب و لہجہ بھول گئی ہو؟"

وہ بولی "آں، نہیں تو۔ میں تمھیں کیسے بھول سکتی ہوں. . . . ٹھیک ہی تو ہے. تم میرے دماغ میں آکر باتیں کر رہے ہو لیکن مجھے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے"۔

میں نے تعجب سے پوچھا "یہ تمھیں عجیب سا کیوں لگ رہا ہے؟"

"پتا نہیں، کیا بات ہے۔ وہ ربی اسفندیار میرے پاس آتے رہے ہیں۔ وہ ہپناٹزم کے دوران مجھ پر کچھ عمل کرتے رہے ہیں۔ میں کبھی کبھی سوچتی ہوں، میرا دماغ خالی ہو گیا ہے۔ کبھی سوچتی ہوں، جو باتیں میرے دماغ میں آرہی ہیں وہ محض خواب تھیں اور خواب کی طرح گزر گئی ہیں"۔

"لیکن کل تک تمھارے سوچنے کا انداز یہ نہیں تھا"۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ تم ربی اسفندیار سے معلوم کرو"۔

"اچھا، ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں"۔

یہ کہتے ہی میں ربی اسفندیار کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے سانس روک لی تھی پھر دوسرے ہی لمحے سانس لیتے ہوئے بولا "خوش آمدید مسٹر فرہاد"۔

"ہاں، میں فرہاد ہوں۔ یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے سونیا پر کیا عمل کیا ہے؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا"۔

"دیکھیے، آپ یہودیوں کے مذہبی پیشوا ہیں۔ جھوٹ آپ کو زیب نہیں دیتا"۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔ پہلے ایک دو راتوں میں میں نے ہپناٹزم کے ذریعے مادام سونیا کو اپنی معمولہ بنانا چاہا۔ پھر مجھے پتا چل گیا کہ تم نے مجھ سے پہلے ہی اس کے دماغ کے تہ خانے کو لاک کر دیا ہے۔ میں کوئی اہم معلومات حاصل نہیں کر سکوں گا لہٰذا میں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا۔ تم کو یقین نہ ہو تو ابھی مادام سونیا سے دریافت کر لو۔ میں نے پچھلے دو دنوں سے ان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا ہے۔ ان سے ملاقات تو دور کی بات ہے، ٹیلیفون کے ذریعے بھی گفتگو نہیں کی ہے"۔

میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ اس سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا "ہاں، پچھلے دو دن سے ربی اسفندیار کو میں نے نہیں دیکھا ہے نہ ہی ان سے گفتگو ہوئی ہے"۔

"پھر تمھیں کیا ہو رہا ہے۔ کیا انھوں نے تمھیں ایسی کوئی دوا کھلائی ہے، جس سے تمھارے ذہن میں کچھ انتشار سا پیدا ہو گیا ہے"۔

"میں نہیں جانتی"۔

"میں تمھارے دماغ میں رہ کر محسوس کر رہا ہوں کہ تم بالکل نارمل ہو۔ تمھاری ذہنی حالت بھی درست ہے۔ اچھا، یہ بتاؤ کل میں نے تم سے مرجانہ کے متعلق کیا کہا تھا؟"

وہ سوچنے لگی پھر بولی "تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا"۔

میں نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ جب تم گہری نیند میں تھیں تو میں نے تمھارے خوابیدہ دماغ کو مرجانہ کے متعلق تفصیل سے بتایا تھا"۔

وہ ایک انگلی سے اپنی پیشانی کو آہستہ آہستہ سہلانے لگی۔ جیسے سوچ رہی ہو۔ یاد کر رہی ہو لیکن اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ میں نے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر کہا "منجالی! سونیا کی ذہنی حالت مشکوک ہے۔ اس کی یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔ لیکن ایسی بھی کیا کمزوری کہ آج صبح اسے جو بات بتائی، وہ بھول گئی"۔

منجالی نے حیرت سے پوچھا "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہی تو تعجب کی بات ہے۔ میں اپنے کمرے میں جارہا ہوں۔ ذرا سکون سے سونیا پر اپنی پوری توجہ دوں گا اور سمجھنے کی کوشش کروں گا"۔

میں نے کھانا چھوڑ دیا۔ ابھی تھوڑی بھوک رہ گئی تھی پھر بھی تسلی ہو گئی تھی۔ میں اپنے بیڈ روم میں آیا۔ وہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے آنکھیں بند کیں۔ پہلے سونیا کا تصور کیا۔ دل کی گہرائیوں سے اس کے لب و لہجے کو ذہن نشین کیا۔ اس کی آواز کی گونج کو اپنے دماغ کی وادیوں میں محسوس کیا۔ پھر اپنی سوچ کی لہروں کو اس کے دماغ تک پہنچایا۔ میں پھر وہیں پہنچ گیا جہاں سونیا ایزی چیئر پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ کچھ پریشان ہو رہی تھی۔

میں نے ربی اسفندیار کے پاس پہنچ کر اُسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "اب کیا بات ہو گئی؟"

میں نے کہا "مسٹر اسفندیار! آج سے کچھ عرصہ پہلے مرجانہ کی برین واشنگ کی گئی تھی"۔

"مجھے معلوم ہے"۔

"یقیناً معلوم ہو گا اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ برین واش کرنے والے تم ہی تھے"۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو"۔

"یہی کہ برین واشنگ کے دوران میں مرجانہ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا تھا۔ برین واش ہونے کے بعد بھی جب تم لوگوں نے اسے دوبارہ نئے سرے سے مرجانہ کا لب و لہجہ یاد کرایا۔ اسے وہ آواز سنائی جو اس کی اپنی آواز تھی تب وہ دوسری بار مکمل مرجانہ بن سکی"۔

"یہ باتیں تم ہمیں کیوں بتا رہے ہو؟"

"اس لیے کہ سونیا کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو سکتا ہے۔ تم لوگ اس کی برین واشنگ کر رہے ہو اور میں اس کے دماغ تک پہنچنے میں ناکام رہا ہوں"۔

"کیا سونیا اپنے ہوٹل والے کمرے میں نہیں ہے؟"

"بے شک وہاں سونیا ایزی چیئر پر بیٹھی ہوئی ہے۔ سوچ رہی ہے ...شان ہو رہی ہے۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے اجنبیت محسوس ...) ہے، جیسے وہ کچھ بدل گئی ہے۔ پہچاننے میں اُلجھ رہی ہے۔

"مسٹر فرہاد! یہ آپ کا وہم ہے۔ آپ اسے جب چاہیں اپنے ...ں بلا کر دیکھیں۔ ہم اپنے وعدے کے مطابق اسے آج شام کو ایک ...ارے کے ذریعے بحفاظت پیرس پہنچا دیں گے۔ اس کے بعد آپ ...ر آپ کے دوسرے ساتھی اس کا ہر طرح سے جائزہ لے سکتے ہیں۔ ...ائنہ کر سکتے ہیں۔ ہر طرح سے اسے آزما سکتے ہیں۔ وہ سونیا ہے اور ...نیا ہی رہے گی"۔

"میں امتحان لے چکا ہوں۔ اس کی یادداشت کمزور ہو چکی ...ے۔ پچھلی رات وہ سو رہی تھی۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ کو ...ہ باتیں بتائی تھیں جنھیں وہ بھول گئی ہے"۔

"مجھے حیرانی ہے۔ وہ تو بہت ہی ذہین اور حاضر دماغ ہے ...لا کل رات کی بات کیسے بھول سکتی ہے۔ میں یہاں کے تجربہ کار ...ٹروں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ وہ اس کا معائنہ کریں گے۔ ابھی ...یقت معلوم ہو جائے گی"۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ آپ اس کا فوراً معائنہ کرائیں۔ اگر ...بھی یہ معلوم ہوا کہ میرے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے اور میری سونیا کی ...ین واشنگ کی گئی ہے اور دماغی طور پر اس کو مجھ سے ہمیشہ کے ...لیے دور کر دیا گیا ہے تو میں وہ تباہی لاؤں گا کہ تمھاری پوری اسرائیلی ...کومت ہل جائے گی"۔

میں پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر سوچنے لگا "کیا کروں؟ کیا ...رجانہ کے پاس جاؤں لیکن سونیا کو کیسے چھوڑ دوں؟ حقیقت معلوم ...کیے بغیر یہاں بھی بے چینی رہے گی اور مرجانہ کے پاس نہ جاؤں تو ...آخر بھی اس کی فکر ستائے گی؟ میں تھوڑی دیر کے لیے مرجانہ کے ...پاس گیا۔ وہ پالکی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کا سفر جاری تھا۔ میرے مخاطب ...کرنے پر اس نے کہا "تم نے تھوڑی دیر میں آنے کے لیے کہا تھا۔ کیا ...تمھاری تھوڑی دیر ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ نت نئی پریشانیاں میرا انتظار کرتی رہتی ہیں۔ ...سونیا کی ذہنی حالت کچھ مشکوک ہے۔ میں اُدھر بھی حاضر رہنا چاہتا ہوں"۔

...وہ پریشان ہو کر بولی "پھر میرے پاس کیوں آئے ہو۔ فوراً جاؤ۔ ...فکر نہ کرو۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ جب تک تم نہیں آؤ گے ...یہاں کسی سے لڑائی نہیں کروں گی اور کوئی مجھے پریشان کرے ...خندہ پیشانی سے حالات کا سامنا کروں گی۔ تم ذرا جلدی آکر ...بتاؤ کہ وہ کیسی ہے۔ اسے کیا ہو رہا ہے؟"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اپنے ہوٹل کے کمرے سے نکل کر اپنی گائڈ آنٹی کے ساتھ جارہی تھی۔ میں نے پوچھا "کہاں جارہی ہو؟"

"یہ لوگ مجھے طبی معائنے کے لیے کہیں لے جارہے ہیں"۔

میں تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ رہا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر گائڈ آنٹی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کے آس پاس مسلح فوجی تھے۔ کار کے آگے پیچھے بھی فوجی گاڑیاں تھیں اور اسے بحفاظت لے جایا جارہا تھا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس سے چلا گیا۔ اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر اسے مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا "مرجانہ کیسی ہے؟ کہاں ہے؟"

"مرجانہ ابھی خیریت سے ہے۔ میں اس کے متعلق بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال سونیا کے سلسلے میں ایک مسئلہ پیدا ہو گیا ہے"۔

میں نے اعلیٰ بی بی کو تفصیل سے اس کے متعلق بتایا۔ وہ بھی پریشان ہو کر بولی "نہیں ہماری سونیا ایسی کمزور دماغ کی نہیں ہے۔ اسے کوئی ایسی دوا کھلائی گئی ہے جس سے وہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی ہے"۔

میں نے کہا "ہم اس سلسلے میں بحث کریں گے تو کافی وقت ضائع ہو گا۔ میں ایک کام کی بات کہنے آیا ہوں۔ اسے توجہ سے سنو اور اپنے تمام ساتھیوں تک یہ بات پہنچا دو۔ جب تک سونیا کی ذہنی حالت یہی رہے، اس وقت تک ہم میں سے کوئی اس پر اعتماد نہیں کرے گا"۔

اعلیٰ بی بی نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"جو کہہ رہا ہوں۔ اس پر عمل کرو۔ پہلے میں اس کے دماغ کو اچھی طرح ٹٹول کر اس کی اصلیت معلوم کروں گا۔ ایک بار مرجانہ کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے۔ اس کی برین واشنگ کی گئی تھی اور میں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ سونیا کی برین واشنگ کی گئی ہو اور میں اس کے دماغ تک پہنچنے سے قاصر رہا ہوں اور اس کی جگہ کسی دوسری لڑکی کو سونیا بنا کر ہمیں فریب دیا جارہا ہو؟"

اعلیٰ بی بی نے تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "یہ ممکن ہے، پلاسٹک سرجری کے ذریعے جس طرح ہم نے ایک دوسرا فرہاد تیار کیا ہے۔ سجاد علی تیمور کو فرہاد علی تیمور بنا کر پیش کرنے والے ہیں۔ اسی طرح وہ کسی دوسری لڑکی کو مکمل سونیا بنا کر ہمیں پیش کر سکتے ہیں"۔

میں نے کہا "ٹیلی پیتھی کا جہاں تک تعلق ہے تو سوچ کی لہریں آواز اور لب و لہجے کا سہارا لے کر کسی کے دماغ میں پہنچتی ہیں۔ جب سونیا کا دماغ صاف ہو گیا ہو تو وہاں اس لب و لہجے کے باوجود سوچ کی لہریں نہیں پہنچ سکیں گی۔ کیوں کہ اصل سونیا کو اس لب و لہجے سے خالی کر دیا گیا ہو گا اور وہی لب و لہجے وہی آواز کسی دوسری لڑکی کے دماغ میں بھر دی گئی ہو گی۔ ہپناٹزم کے ذریعے کسی کا بھی لب و لہجہ

کسی دوسرے دماغ میں نقش کیا جاسکتا ہے اور اس کا اپنا لب ولہجہ اس کے دماغ سے مٹایا جاسکتا ہے۔"

"فرہاد! تم جیسی باتیں کر رہے ہو، اسے سن کر پریشانی بڑھ رہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہماری سونیا کہاں ہوگی؟ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"مجھ سے مت پوچھو۔ میں جب سوچتا ہوں تو غصہ آنے لگتا ہے اور میں فی الحال غصہ نہیں کرنا چاہتا۔"

"بیشک تمھیں تحمل سے کام لینا چاہیے۔ وہ لوگ سونیا کو ہلاک کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے البتہ اس میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ یہ دوسری بات ہے۔"

"میں حقیقت معلوم کرنے تک صبر کر رہا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں کہ کیا ہوتا ہے؟"

میں نے اعلیٰ بی بی کو ایک بار پھر تاکید کی "دیکھو، سائرہ بانو، جوادالخیری، جمیلہ اور ادارے کے جتنے بھی لوگ ہیں، ان سب سے کہہ دینا کہ سونیا جب بھی پیرس پہنچے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے اس کی عزت کی جائے۔ اس سے محبت کی جائے۔ اس پر بھرپور اعتماد ظاہر کیا جائے لیکن باطن میں اسے اجنبی سمجھا جائے۔ اسے اپنے اہم راز نہ بتلائے جائیں۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ سونیا پیرس پہنچے تو ہم اسے ایک آدھ روز ادارے میں رہنے کا موقع دیں۔ اس کے بعد اس کی رہائش کا انتظام دوسری جگہ کر دیں۔ یا کسی بہانے تم اسے کسی دوسرے ملک میں بلالو؟"

"میں یہی کروں گا۔ فی الحال جا رہا ہوں۔"

"جاؤ، مگر سونیا کے متعلق تازہ ترین اطلاعات دیتے رہنا۔"

میں سونیا کے پاس آیا۔ وہ اسپتال کے ایک بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے کچھ آلات منسلک کیے گئے تھے اور ان آلات کو ایک مانیٹر سے منسلک کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر اسکرین پر دیکھ رہا تھا۔ جہاں گراف بنے ہوئے تھے اور گراف کے مختلف خانوں سے سیدھی لائن میں ایک روشنی بہتی جا رہی تھی جو ذہنی رَو کی عکاسی کر رہی تھی اور یہ بتا رہی تھی کہ سونیا ذہنی طور پر بالکل نارمل ہے۔

تھوڑی دیر بعد سونیا کے سر سے وہ آلات ہٹا دیے گئے۔ ایک نرس نے آکر اس کے بازو میں انجکشن لگایا۔ وہ تھوڑی دیر میں غنودگی محسوس کرنے لگی۔ کمرہ خالی ہوگیا۔ سب باہر چلے گئے۔ اس کے سامنے اوپر چھت پر ایک بڑی سی ہیڈلائٹ روشن ہوگئی۔ سونیا کی اونگھتی ہوئی آنکھیں بند ہوگئیں۔ اس روشنی میں کھل نہ سکیں پھر ایک آواز ہولے ہولے کمرے کی خاموش فضا میں گونجنے لگی "سونیا! تم جاگ رہی ہو۔ تم سوچ رہی ہو۔ اپنے آپ کو پہچان رہی ہو۔ تم وہ عورت ہو جس کی ذہانت اور حاضر دماغی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

تم بتاؤ کہ اپنے دماغ میں کس قسم کی کمزوری محسوس کر رہی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔ اس کے کانوں میں وہی آوازیں گونجتی رہیں۔ پھر اس نے کہا "میں کمزور نہیں ہوں۔ میری یادداشت بہت اچھی ہے۔ میں تمام باتیں یاد رکھتی ہوں۔"

پھر کسی کی آواز اس کمرے میں گونجنے لگی "بیشک تمھاری یادداشت بہت ہی اچھی ہے لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی کوئی ذہین عورت بھی کسی کمپلیکس میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ کسی نفسیاتی کمزوری کا شکار ہوجاتی ہے اور اس کمزوری کا احساس اس عورت کو نہیں ہوتا۔ تمھارے ساتھ بھی یہی ہو سکتا ہے۔"

سونیا کی نقاہت بھری آواز سنائی دی "میں نہیں جانتی کہ ایسا میرے ساتھ ہو رہا ہے۔"

"تم اپنا تجزیہ کرنے کی کوشش کرو۔ سوچو، کیا تم جو باتیں بھول رہی ہو، ان باتوں کو بھلانے میں کوئی جذبہ کارفرما ہے۔ مثلاً کسی کو اگر کسی سے نفرت ہوجاتی ہے تو وہ اس کی باتوں کو صحیح طرح سے یاد نہیں رکھتا یا یاد نہیں رکھتی۔ مثلاً تم فرہاد سے بے انتہا محبت کرتی ہو لیکن اس کی کوئی بات، کوئی ادا تمھیں پسند نہ ہو اور تم اپنی اس ناپسندیدگی کو اس کے سامنے ظاہر نہ کرتی ہو۔ یہ ناپسندیدگی اندر ہی اندر نفرت میں بدلتی رہتی ہے۔ یہ نفرت بھی صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ اپنے محبوب سے محبت بھی ہوتی ہے اور اندرونی نفرت کے باعث اس کی باتوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔ بیشک تم نے دانستہ اس کی باتیں نہ بھلائی ہوں لیکن یہ سب کچھ نفسیاتی طور پر نادانستگی میں ہو رہا ہو۔"

سونیا نے جواب دیا "میں اتنی نفسیاتی پیچیدگیوں کو نہیں سمجھ سکتی۔ مجھے اور نہ الجھایا جائے۔"

میں نے بھی سوچا۔ واقعی اس نفسیاتی تجزیے میں بڑی پیچیدگیاں ہیں۔ کیوں نہ میں موقعے سے فائدہ اٹھاؤں۔ انجکشن کے ذریعے اس کے دماغ کو ذرا کمزور کیا گیا ہے۔ لہٰذا مجھے اسے ٹرانس میں لانا چاہیے۔

میں اس کے دماغ کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے آہستہ آہستہ ٹرانس میں لانے لگا۔ ذرا دیر بعد ہی وہ میری معمول بن گئی۔ میں نے اس سے پوچھا "سونیا! کیا تم گہری نیند میں ہو؟"

"ہاں، میں گہری نیند میں ہوں۔"

"تم صرف میری آواز سن رہی ہو؟"

"ہاں، صرف تمھاری آواز سن رہی ہوں۔"

"تم میری باتوں کا درست جواب دو گی؟"

"میں تمھاری باتوں کا درست جواب دوں گی۔"

"کیا تم میری اپنی سونیا ہو یا تمھیں برین واشنگ کے ذریعے

بنایا گیا ہے؟"

"میں نہیں جانتی کہ میں کیا ہوں۔ اتنا جانتی ہوں کہ میرا نام سونیا ہے اور میرا تعلق فرہاد سے ہے۔"

"تم نے کیسے سمجھا کہ تمھارا تعلق فرہاد سے ہے؟"

"یہ بات میرا دل سمجھتا ہے میرا دماغ سمجھتا ہے۔"

"کیا تمھیں فرہاد اور سونیا کا ریکارڈ پڑھایا گیا تھا؟"

"نہیں پڑھایا گیا تھا۔"

"تمھیں ریکارڈ نہیں پڑھایا گیا تھا یا تمھیں پڑھنے والی بات یاد نہیں ہے؟"

"مجھے پڑھنے والی بات یاد نہیں ہے۔"

"کیا تمھیں فرہاد اور سونیا کے متعلق فلمیں دکھائی گئی تھیں۔ ان کی حرکات و سکنات، ان کے انداز، ان کا لب و لہجہ بتایا گیا تھا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔"

"تم میری معمول ہو۔ اور میرے حکم کی تابع فرمان ہو۔"

"میں تمھاری معمول ہوں۔ تمھارے حکم کی تابع فرمان ہوں۔"

"تم مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گی؟"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"مجھے بتاؤ۔ پارس کہاں ہے؟"

میں نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ پارس، جمیلہ اور جوادالخیری کے متعلق جو بھی معلومات سونیا کو تھیں۔ ان معلومات کو میں نے اس کے دماغ کے تہ خانے میں لاک کر دیا تھا اور یہ باتیں سونیا کو یاد نہیں آسکتی تھیں۔ تاوقتیکہ میں پھر اسے ٹرانس میں لاکر یاد دلاتا۔

سونیا نے جواب دیا "میں پارس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"کیا تم جوادالخیری اور جمیلہ کو جانتی ہو؟"

"میں انھیں بھی نہیں جانتی۔"

"کیا تمھارے دماغ کا تہ خانہ مقفل ہے؟"

"یہ تہ خانہ کیسے مقفل ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتی۔"

"میری سوچ کی لہریں تمھارے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ رہی ہیں۔ تم بھی اپنے دماغ کے اس تہ خانے میں گھسنے کی کوشش کرو۔ جن باتوں کو میں نے وہاں دفن کیا ہے، انھیں کرید کر نکالو۔ پارس، جمیلہ اور جوادالخیری کے متعلق بتاؤ۔"

وہ چپ رہ کر کوشش کر رہی تھی۔ اپنے اندر ہی اندر دماغ کو ٹٹول رہی تھی۔ بار بار پارس، جمیلہ اور جوادالخیری کا نام لے رہی تھی۔ انھیں یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور ناکام ہو رہی تھی۔ میں نے کہا "بس اتنا کافی ہے۔ اب تم آرام سے سو جاؤ۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد تم بیدار ہو جاؤ گی۔"

میں دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ میرا دماغ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ جس سونیا کے پاس سے میں آیا ہوں، وہ میری نہیں ہے۔ میں نے جس سونیا کے دماغ کے اندر پارس، جمیلہ اور جوادالخیری کے متعلق معلومات کو دفن کیا تھا، دوسری بار اسے ٹرانس میں لاکر ان باتوں کو کرید سکتا تھا۔ پھر ان معلومات کو سونیا کے دماغ میں تازہ کر سکتا تھا لیکن ابھی میں جس سونیا کے دماغ سے کھیل رہا تھا۔ اس کا دماغ ان باتوں کو یاد نہیں کر سکا۔

میں ربی اسفندیار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دماغ کے دروازے کھول دیے۔ میں نے کہا "تم لوگوں کی سازش کھل گئی ہے۔ وہ میری سونیا نہیں ہے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اگر وہ تمھاری سونیا نہیں ہے تو پھر وہ کون عورت ہے؟"

"مسٹر اسفندیار! زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم سانس روکنے کے عادی نہ ہوتے تو میں ابھی تمھارے دماغ کے تہ خانے میں گھس کر تمھاری سازشوں کا ثبوت لے آتا۔ بہرحال اتنا ثبوت کافی ہے کہ میں نے اپنے بیٹے پارس کے متعلق تمام باتوں کو سونیا کے دماغ کے تہ خانے میں دفن کر دیا تھا۔ جسے تم بھی ہپناٹزم کے ذریعے کرید نہ سکے۔ یہ عمل ہم دونوں جانتے ہیں اور ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر ایک عامل اپنے طور پر اپنی معمولہ یا معمول کو کسی بات کا پابند بنا دیتا ہے تو دوسرا عامل اس بات کو کسی طور پر بھی معلوم نہیں کر سکتا۔"

"ہاں، یہ میں جانتا ہوں۔"

"تم یہ بھی جانتے ہوگے کہ ایک عامل جن باتوں کو دماغ کے تہ خانے میں دفن کرتا ہے وہی اس بات کو کرید کر دوبارہ نکال سکتا ہے لیکن میں اس سونیا کے دماغ سے ان باتوں کو کرید کر دوبارہ نہ نکال سکا۔ اس سونیا کے دماغ کا تہ خانہ پارس کے سلسلے میں بالکل خالی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! تمھاری باتیں اس حد تک دُرست ہیں لیکن ایک بات شاید تم نہیں جانتے۔ جب دو عامل یکے بعد دیگرے ایک ہی معمولہ کو اپنا ٹارگٹ بناتے رہیں۔ کبھی میں اس پر عمل کروں۔ کبھی تم اس پر عمل کرو تو وہ دماغ رفتہ رفتہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی کمزوری بعد میں کھلتی ہے اور وہ اب ہمارے تمھارے سامنے کھل رہی ہے۔ ہم دونوں نے مل کر اس کے دماغ کو کمزور بنا دیا ہے۔ اگر وہ بہت سی باتیں یاد نہیں کرسکتی ہے تو اس میں صرف میرا نہیں تمھارا بھی قصور ہے۔"

"تمھاری باتیں کس حد تک قابلِ قبول ہیں۔ یقیناً ایک معمولہ کو دو عامل اپنے اپنے طور پر ٹارگٹ بناتے ہیں تو دماغ کمزور ہوسکتا ہے لیکن میں اس کی تصدیق کرنے کے بعد ہی تمھاری بات کا یقین کروں گا۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ کر پوچھا "بابا فرید واسطی صاحب اپنی زندگی میں اپنے علوم کے متعلق کتابیں لکھا کرتے تھے؟"

"ہاں، ان کے تمام مسودے یہاں محفوظ ہیں۔"

"اپنے ذہین طلبا و طالبات کو اس مسودے کی اسٹڈی میں مصروف رکھو اور ان سے کہو کہ وہ ہپناٹزم والے باب کو توجہ سے پڑھیں۔ خاص طور سے یہ معلوم کریں کہ دو عامل مختلف انداز میں اپنے اپنے طور پر اگر ایک معمول کو ٹارگٹ بنائیں تو کیا اس معمول کا دماغ اس حد تک کمزور ہوسکتا ہے جس حد تک سونیا اس کا مظاہرہ کر رہی ہے؟"

"اچھی بات ہے، میں بابا صاحب کے مسودے سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"سجاد علی تیمور کہاں ہے؟"

"ہم اُسے ادارے میں لے آئے ہیں۔ آج سے اسے دماغی اور جسمانی طور پر چاق و چوبند رہنے کی تربیت دی جائے گی۔ اسے ایک اچھا فائٹر بنانے کے لیے پومی اور ماسٹر واشورو کی کے حوالے کیا جائے گا۔ تم کیا کہتے ہو؟"

"تمھارا یہ طریقہ کار بہت معقول ہے۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ٹارٹر بلبا اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا قافلے والوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس کی پالکی کے پاس آکر رُک گیا تھا۔ گھوڑے کی لگام کو کھینچ رہا تھا۔ گھوڑا پچھلے دونوں پاؤں کے بل پر کھڑے ہوکر اگلی دونوں ٹانگیں اُٹھا کر ہنہنا رہا تھا۔ ٹارٹر بلبا اسے تھپکتے ہوئے کہہ رہا تھا "ہیلو مرجانہ! تم نے تو میرے متعلق سُنا ہی ہوگا کہ میں کیسا دلیر ہوں۔ عورتیں مجھ پر مرتی ہیں۔"

مرجانہ کی پالکی رُکی ہوئی تھی۔ وہ اب بھی چار آدمیوں کے کاندھے پر پالکی کی بلندی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس بلندی پر درخت کی ایک شاخ جھکی ہوئی تھی۔ اس نے اس شاخ کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا "شاید تم نے بھی یہ سُنا ہو کہ مرجانہ مرنا نہیں، مارنا جانتی ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے اس شاخ کو چھوڑ دیا۔ اس وقت گھوڑا دوسری بار ہنہناتے ہوئے اپنی اگلی دو ٹانگوں کو اوپر اُٹھا رہا تھا، اونچا اُٹھ رہا تھا۔ وہ شاخ اس کے منہ پر لگی تو وہ بدک گیا۔ ٹارٹر بلبا اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ سے گرتے گرتے بچا، پھر سنبھل گیا۔ یقیناً بچپن سے گھڑسواری کا عادی تھا۔ بدکتے ہوئے گھوڑے کو سنبھالنے لگا۔ وہ گھوڑا بھاگ رہا تھا اور بلبا اس کی لگام کو مضبوطی سے تھامے اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

قافلے والے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ سب اس کے وفادار تھے۔ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے لیکن اس وقت وہ بھی اپنے ہتھیاروں کو اٹھاتے ہوئے، اُچھالتے ہوئے قہقہے لگا رہے تھے۔ آگے بڑھتے ہوئے جیسے گھوڑے کو اور بھڑکا رہے تھے۔ دوسری طرف ٹارٹر بلبا قہقہے لگا رہا تھا۔ گھوڑے کو ادھر سے اُدھر دوڑا رہا تھا۔ گھوڑا جدھر جانا چاہتا تھا اُدھر سے اُسے موڑ لیتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں اس بدکنے والے گھوڑے کو اور ضدی بنا رہا تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ سے گرنے والے بعض اوقات اپنی پیٹھ کی ہڈی تڑوا لیتے ہیں یا اس طرح گرتے ہیں کہ چٹانوں سے ٹکرا جاتے ہیں یا کسی کھائی میں چلے جاتے ہیں۔ وہ بہت ہی خطرناک سچویشن تھی لیکن غیر مہذب قبیلے کے لوگوں کے لیے یہ محض ایک کھیل تھا۔ وہ بچپن ہی سے ایسے خطرات سے کھیلنے کے عادی تھے اور ایسے وقت پریشان ہونے کے بجائے قہقہے لگاتے تھے۔

میں نے مرجانہ سے پوچھا "کیا ٹارٹر بلبا نے پہلی بار تمھیں مخاطب کیا تھا؟"

"ہاں، میں نے اب تک اسے دور ہی دور سے دیکھا تھا۔ وہ قافلے سے آگے گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ اس نے کبھی میری طرف پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ شاید اسے یقین تھا کہ جب بھی میرے پاس آکر ڈینگیں مارے گا، میں اُس سے مرعوب ہو جاؤں گی۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں پہلی ہی گفتگو میں اپنی مردانگی کی

ماک جمار ہا تھا۔ اس لیے میں نے جواباً ایسا کیا تھا۔"

"یہ اچھا ہی کیا لیکن یاد رکھنا، ایسی حرکتیں کرتے وقت تمھار
ے سے غصہ ظاہر نہ ہو۔ یہ لوگ اس جوابی کارروائی کو اور ایسے
طرناک کھیلوں کو محض مذاق سمجھتے ہیں۔"

وہ گھوڑے کو دوڑاتا، وحشیانہ قہقہے لگاتا ہوا واپس آ رہا تھا
کی کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے لگام کھینچی۔
وڑا دوڑتے دوڑتے یک بیک رُکا۔ زور سے ہنہنایا۔ پھر ٹارٹر بلبا
اسے تھپکتے ہوئے کہا "میرے سُپرمین! تجھ پر حملہ کیا گیا تھا۔ اس
تو ہی جواب دے سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے پھر لگام کھینچی۔ گھوڑا اپنی پچھلی دونوں ٹانگوں
کھڑا ہوگیا۔ پھر اس نے اگلی دونوں ٹانگیں اٹھا کر اس پالکی کو
دو کی لاتیں ماریں۔ پالکی اُٹھانے والے اس حملے کے لیے تیار نہیں
تھے۔ ان کے قدم اُکھڑ گئے۔ پالکی بھی ان کے کاندھوں سے گرنے
ی لیکن وہ پالکی خالی تھی۔ مرجانہ اس سے پہلے ہی اُلٹی قلابازی
ھاکر زمین پر پہنچ گئی تھی اور وہاں پنجوں کے بل اسکیپنگ کر
ہی تھی۔

ٹارٹر بلبا نے منہ زور گھوڑے کی پیٹھ سے گرتے گرتے خود
سنبھال کر جنگجویانہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا تھا۔ مرجانہ پالکی سمیت
رنے سے پہلے ہی خود کو صحیح سلامت زمین پر پہنچا کر ثابت کر
ہی تھی کہ وہ ٹارٹر بلبا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ وہ چاروں پالکی
ردار گر پڑے تھے۔ اب اُٹھ کر پالکی کو سیدھا کر رہے تھے۔ ٹارٹر بلبا
نے قہقہہ لگاتے ہوئے گھوڑے کی گردن کو تھپکتے ہوئے پوچھا "تمھیں
س بات پر غصہ آگیا تھا؟"

مرجانہ اسکیپنگ کرتے ہوئے بولی "تم نے میرے سامنے اپنی
لیری کا دعویٰ کیا تھا اور میں کسی دعویٰ کرنے والے کو برداشت نہیں کرتی۔"

"اس میں جھوٹ کیا ہے۔ میں بہت جلدی اپنی دلیری اور
ردانگی تم پر ثابت کر دوں گا۔"

"مرد وہ ہے جو پہلے ثابت کرتا ہے۔ ڈینگیں نہیں مارتا۔"

اس نے پھر ہنستے ہوئے کہا "تم شی سُپر سے بھی زیادہ زوردار
ہو، اسی لیے وہ تمھارے ہاتھوں ماری گئی تھی۔"

وہ بدستور اسکیپنگ کرتے ہوئے بولی "وہ تو گئی۔ آدمی کو
ہاہیے کہ وہ اپنی موت کو یاد کرلیا کرے۔"

گھوڑا اپنی ٹانگوں کو یکے بعد دیگرے زمین پر یوں رکھ رہا
تھا جیسے رقص کر رہا ہو یا دُلکی چال چل رہا ہو لیکن وہ ایک ہی جگہ
کھڑا ہوا تھا۔ اپنے سوار کو محبت سے جھولا جھلا رہا تھا۔ ٹارٹر بلبا نے
کراتے ہوئے کہا "دیکھو، یہ گھوڑا تمھاری نقل کر رہا ہے۔ تم پنجوں
کے بل اُچھل رہی ہو۔ یہ بھی وہی کر رہا ہے۔"

مرجانہ نے کہا "یہی تو عورت کی سب سے بڑی خوبی ہے، وہ صرف انسان کو نہیں، جانور کو بھی اپنے نقشِ قدم پر چلاتی ہے۔"

اس نے بڑے بے ڈھنگے پن سے قہقہہ لگایا۔ پھر کہا "چلو جھگڑا ختم۔ تم ہماری مہمان ہو۔ اگر بابا کو معلوم ہوگا کہ میں نے تمھیں پریشان کیا ہے تو وہ مجھے مارے گا۔ ہاہاہا، ہاہا۔ بڑا مزہ آتا ہے جب بوڑھے باپ کے ہاتھ میرے گینڈے جیسے جسم پر پڑتے ہیں۔ چلو، اب پالکی پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ اسکیپنگ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے بولی "میں اس طرح چلوں گی۔ تم لوگوں نے مجھے کسی دوا کے زیرِ اثر بے دست و پا بنا دیا تھا ورنہ میں وہی سواری اپناتی ہوں، جس پر میرا بس چلتا ہے۔"

وہ لگام کو موڑ کر چیخ چیخ کر اپنی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ پھر آگے بڑھ گیا۔ اس کا گھوڑا دوڑتا ہوا قافلے کے اگلے حصّے کی طرف جا رہا تھا۔ اس وقت ایک سوار خالی گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے دوڑتا ہوا مرجانہ کے پاس آکر رک گیا۔ پھر اس کی لگام مرجانہ کی طرف اُچھال دی۔ مرجانہ نے اسے تھام لیا۔ سمجھ گئی کہ اس کے لیے ایسی سواری کا انتظام کیا گیا ہے جس کی لگام خود اس کے ہاتھ میں ہو۔

وہ سوار ہونے سے پہلے اسے آزمانے لگی۔ اس کی لگام کو اِدھر سے اُدھر موڑ کر اسے مختلف سمت لے جانے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ کبھی دوڑتی بھی جاتی تھی اور کبھی ایک دم سے لگام کھینچ کر اسے روک دیتی تھی۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ گھوڑا پوری طرح اُس کے قابو میں رہے گا تو وہ گھوڑے کے ساتھ دوڑتے دوڑتے اچھل کر اس کی پیٹھ پر سوار ہوگئی۔ پھر اسے ایڑ لگا کر دوڑاتے ہوئے ٹارٹر بلبا کے قریب پہنچ گئی۔ گھوڑے کو لگام دی۔ پھر اسے روکتے ہوئے بولی "آخر یہ سفر کب تک جاری رہے گا؟"

"صرف ایک گھنٹہ۔ وہ سامنے دیکھو۔ ان اونچی نیچی چٹانوں کے پیچھے ہماری بستی ہے۔"

وہ لگام موڑتے ہوئے قافلے کے درمیانی حصّے میں آگئی تاکہ تنہا رہ کر مجھ سے باتیں کرسکے۔ پھر اس نے پوچھا "سونیا کا کیا حال ہے؟"

میں نے اسے مختصر طور پر بتایا۔ اپنے شبہے کا اظہار کیا۔ وہ بولی۔ "احتیاط لازمی ہے۔ یہودی ایسی مکاریاں کرسکتے ہیں اگر انھوں نے سونیا کا برین واش کیا ہوگا تو میں سکون سے نہیں رہ سکوں گی۔ بس یہی تڑپ رہے گی کہ پَر لگا کر اُس کے پاس پہنچ جاؤں۔ دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے؟ اور اسے کس روپ میں ڈھالا جا رہا ہے؟"

"یہی فکر مجھے ہے۔ افسوس میری سوچ کی لہریں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتیں۔ ویسے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارا شبہ غلط ہو۔ یہی سونیا ہماری ہو جسے ہم اپنی نہیں سمجھ رہے ہیں۔۔۔ اعلیٰ بی بی ہپناٹزم کے متعلق اسٹڈی کرا رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں

حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ ایک معمول کو دو عامل مختلف انداز میں ٹریپ کرتے ہوں تو کیا اس کے دماغ کو نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

"عقل یہی کہتی ہے، تنویمی عمل کی تیکنیک میں بڑی پیچیدگیاں ہیں۔ میں پیچیدگیوں کے اس ایک نکتے کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کرنے کے بعد دوبارہ جلد آنے کا وعدہ کیا۔ پھر دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ منجالی ڈرائنگ روم میں بیٹھی باس جے آر جے ناتھن سے فون کے ذریعے گفتگو کر رہی تھی۔ دوسری طرف سے باس ناتھن کہہ رہا تھا "انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر عزت علی اس شخص کو تلاش کر رہا ہے جو لیڈی آر پر کے بن دوہرے میک اپ میں دیکھا گیا تھا اور اینٹی میک اپ کیمرے کی تصویر نے ثابت کیا تھا کہ وہ اوپری میک اپ کے نیچے عزت علی کے میک اپ میں چھپا ہوا ہے۔ انٹرپول کے تمام لوگ اسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری جدوجہد میں مصروف ہیں۔"

منجالی نے پوچھا "کیا لیڈی آر پر کا کچھ سراغ ملا؟"

"نہیں وہ بھی گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئی ہے۔"

ان کی باتیں سن کر میں نے سوچا۔ بنکاک میں بھی عزت علی اور لیڈی آر پر کے سلسلے میں بڑا اچھا ڈرامہ کیا جا سکتا ہے۔ آر پر جہاں بھی چھپی ہو گی۔ میں وہاں پلک جھپکتے ہی پہنچ سکتا تھا لیکن مجھے اتنی فرصت نہیں تھی۔ جب انٹرپول والے میری راہ میں حائل ہوتے یا لیڈی آر پر کی ضرورت کسی وجہ سے پیش آتی تو میں ان کی طرف دھیان دے سکتا تھا میں پھر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔

میں نے اسے ٹرانس میں لانے کے بعد دو گھنٹے تک آرام سے سونے کے لیے کہا تھا۔ وہ دو گھنٹے کب کے گزر چکے تھے۔ اس وقت وہ ایک کار کی پچھلی سیٹ پر اپنی گاڈ آنٹی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تل ابیب کے بازار میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے پوچھا "یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اس نے جواب دیا "یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں اسرائیل سے روانہ ہونے سے پہلے اپنی مرضی کے مطابق جتنی شاپنگ کرنا چاہوں کر سکتی ہوں۔ اس لیے آنٹی مجھے یہاں کے سب سے بڑے بازار میں لے آئی ہیں۔"

"تم کیا خریدنا چاہتی ہو؟"

"میں صرف تمہارے پاس پہنچنا چاہتی ہوں۔ میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو شاپنگ کر کے بہل جاتی ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا تھا "آخر میرے دماغ میں کمزوری کہاں سے آ گئی ہے لیکن یہ مجھے بہلا رہے ہیں۔ کچھ بتاتے نہیں ہیں۔ میں کیا کروں؟"

"تم کچھ نہ سوچو۔ جی بھر کر شاپنگ کرو۔ اپنی پسند کی تمام چیزیں خرید کر پیرس پہنچ جاؤ ہم تمہارا علاج کرائیں گے۔ تمہارے دماغ کی کمزوری جلد ہی دور ہو جائے گی۔"

"فرہاد! ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"

"ہاں ضرور بتاؤں گا۔ بھلا تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟"

"یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ تم مجھ پر شبہ کر رہے ہو، مجھے اپنی پرانی سونیا نہیں سمجھتے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"یہ لوگ بکواس کر رہے ہیں۔ تم وہی سونیا ہو۔"

"دیکھو، میرا دل رکھنے کے لیے نہ کہو۔ میں بڑی الجھن میں گزر رہی ہوں۔"

"کیسی الجھن؟"

"میں سوچ رہی ہوں یہ لوگ کسی طرح میرے دماغ کو کمزور بنا کے بعد مجھے تمہاری نظروں میں مشکوک بنا رہے ہیں تاکہ تم مجھ سے بدظن رہو یا مجھ سے ظاہری محبت جتاتے رہو اور بہ باطن کھنچے کھنچے رہو۔"

"اوہ نہیں یہ تمہارا وہم ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھ سے جب ملو گی تو اسے سر سے پاؤں اور دل سے دماغ تک اپنا ہی پاؤ گی۔ اب نہایت بے فکری سے شاپنگ کرو۔ میں پھر تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر آہٹ سن کر میری آنکھیں کھل گئیں۔ منجالی تھرماس میں چائے لے کر آئی تھی۔ مسکرا کر کہنے لگی "کھانے کے بعد آپ نے چائے نہیں پی ہے اور یہ آپ کی عادت ہے۔"

اس نے ایک پیالی میں چائے انڈیل کر دی۔ میں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے اسے مرجانہ اور سونیا کے حالات بتائے پیالی خالی ہوتے ہی میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ٹارٹر بلبا کے قافلے کے ساتھ کوہ قاف کی وادی میں پہنچ گئی تھی۔ دور تک پہاڑ کا بلند ترین حصہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ باقی حصوں کی برف پگھل چکی تھی۔ پہاڑ کی ایک بلندی سے آبشار گرجتا نیچے کی طرف آ رہا تھا اور دریا کی صورت میں بہہ رہا تھا۔ دور تک ہریالی نظر آ رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر ایک بستی نظر آ رہی تھی۔ لکڑی کے مکانات دکھائی دے رہے تھے۔ پہاڑ کے دامن سے نیچے جہاں مرجانہ قافلے کے ساتھ تھی، وہاں سپاٹ میدان تھا۔ دور بستی سے اچانک ہی ڈھول تاشوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ٹارٹر بلبا نے مرجانہ سے کہا "جب میں اپنے علاقے میں داخل ہوتا ہوں تو سب سے پہلے میری بہن ثباتہ میرے استقبال کے لیے آتی ہے اور وہ دیکھو، وہ آ رہی ہے۔"

مرجانہ نے دیکھا۔ دور سے ایک گھڑ سوار چلی آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ وہ یوں چیخ چیخ کر گھوڑے کو ایڑ لگا رہی تھی اور تیز دوڑا رہی تھی جیسے ابھی کسی دشمن پر کاری ضرب لگا کر دے گی۔

ادھر ٹارٹر بلبا نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ ایک نعرہ

چیختا چلاتا ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس کی طرف جانے لگا۔ کوئی سی عقل رکھنے والا ابھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کوئی استقبالیہ بات چال ہے اور ایک بہن اپنے بھائی کو خوش آمدید کہنے کے لیے آئی ہے۔ بھائی کے ہاتھ میں بھی ننگی تلوار تھی۔ پھر وہ دونوں ہی سے گھوڑے پر آئے اور ان کی تلواریں ٹکرا گئیں وہ ایک دوسرے پر وار کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے پھر پلٹ کر آئے اور پھر ایک دوسرے پر تلوار کی ضربیں لگانے کی کوشش کرنے لگے۔ دونوں کو شمشیر بازی میں کمال حاصل تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی بہن اپنے بھائی کے سر کو تلوار کی ایک ضرب سے اڑا دے گی یا بھائی اپنی بہن کی گردن اڑا دے گا ان کی لڑائی میں ایک ذرا بناوٹ نہیں تھی اور جو سپاہ گری کا فن بچپن سے سیکھتے آئے ہوں ان میں بناوٹ ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ اس وحشی قبیلے کے لوگ محبت میں بھی جان دیتے تھے اور عداوت میں بھی جان کی بازی لگاتے تھے۔

لڑتے لڑتے اچانک ہی ٹارٹر بلبا کا ایک حملہ کامیاب ہوا۔ ثباتہ کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر دور جا گری۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ پھر اپنے بھائی سے دور جانے لگی۔ ٹارٹر بلبا فاتحانہ انداز میں اپنے تلوار والے ہاتھ کو اونچا اٹھا کر گھوڑے کو چاروں طرف گھمانے لگانے لگا۔

چند ہی لمحوں کے بعد اس کا قہقہہ رک گیا۔ ثباتہ نے دور جاتے ہوئے اس کی تلوار پر پھندہ پھینکا۔ پھر اس سے پہلے کہ بھائی سنبھلتا بہن نے ایک جھٹکے سے اس پھندے کے ذریعے تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ وہ دونوں لڑنے اور للکارنے کے انداز میں چیختے ہوئے پھر اپنے گھوڑے کو ایک دوسرے کی سمت دوڑاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ اب وہ دونوں خالی ہاتھ تھے۔ شاید گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر زور آزمائی ہونے والی تھی لیکن قریب پہنچتے پہنچتے اچانک ثباتہ نے دونوں ہاتھ گھوڑے کی زین پر ٹیک دیے۔ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر یہ گھڑ سواری کا کمال تھا اپنے بھائی کے قریب پہنچتے ہی اس نے دونوں ٹانگوں سے اس پر حملہ کیا۔ ٹارٹر بلبا شاید اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ مار کھا کر پیچھے کی طرف الٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے پھر سنبھل کر سیدھا بیٹھ گیا۔ اس کا گھوڑا آگے نکل گیا اور دوسری طرف جانے والی ثباتہ زین پر دونوں ہاتھ رکھے بھاگتے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر ادھر سے ادھر ہاتھوں کے بل گھوم رہی تھی۔ کبھی گھوڑے کے کان اور کبھی دم کی طرف چکر لگا رہی تھی۔ گھڑ سواری کے کمالات دکھا رہی تھی۔ اس کے بعد وہ پھر سیدھی ہو کر زین پر بیٹھ گئی۔ ٹارٹر بلبا اپنے گھوڑے کو اس کے ساتھ ساتھ دوڑا رہا تھا۔ وہ اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں گھوڑے ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے اتنے میں اس نے اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے چھلانگ لگائی۔ دوسرے ہی لمحے

اپنے بھائی کے کندھے پر پہنچ گئی۔ بھائی نے اسے سنبھال لیا پھر اسے اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے ہوئے مرجانہ کی طرف آنے لگا۔

مرجانہ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ ٹارٹر بلبا نے کہا "دیکھو! میری بہن کو دیکھو! یہ اس علاقے کی شہزادی ہے۔ یہ ہم باپ بیٹے کا غرور ہے۔ یہ جب کسی سے محبت کرتی ہے تو محبت میں اپنا دل جلانا بھی جانتی ہے اور دشمنی کرتی ہے تو آندھی بن کر تنکے کی طرح دشمن کو اڑا دینا بھی جانتی ہے۔ بچپن سے اب تک کئی بار موت نے اس سے ٹکر لی ہے اور ہمیشہ ناکام ہو کر واپس گئی ہے۔"

وہ ڈینگیں مار رہا تھا اور مرجانہ سر اٹھا کر پرنسس ثباتہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی گلابی رنگت میں دوڑتے ہوئے لہو کی سرخی گھلی ہوئی تھی اس کا چہرہ برف کی طرح سخت تھا مگر اس چہرے پر برف کی طرح پگھلنے والی نرمی بھی تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور ایسی چمکتی ہوئی تھیں جیسے پتلیوں کی جگہ سبز رنگ کے نگینے جڑ دیے گئے ہوں۔ اس کی نگینہ نظریں سیدھی دل میں اتر جاتی تھیں لیکن ان آنکھوں کی گہرائیوں میں وحشت اور بربریت چھپی ہوئی تھی۔ اس نے چیتے کی کھال سے مشابہت رکھنے والا لباس پہنا ہوا تھا اور بالکل مادہ چیتا لگ رہی تھی۔

وہ اپنے بھائی سے اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ ٹارٹر بلبا نے کہا "مرجانہ! یہ تم سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔"

مرجانہ نے پوچھا "جب یہ بیرونی ممالک میں جا کر تعلیم حاصل کرتی رہی ہے تو کیا انگریزی میں گفتگو نہیں کر سکتی؟"

"بے شک کر سکتی ہے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ فرہاد میری بہن کے دماغ میں پہنچے۔"

پرنسس ثباتہ اپنے بھائی کے کندھے سے اچھل کر زمین پر آ گئی۔ مرجانہ سیدھی طرح گھوڑے سے اتر کر اس کے سامنے پہنچ کر دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتی تھی لیکن وہ بھی کمالات دکھانے میں کسی سے کم نہیں تھی۔ اس نے اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر دونوں پاؤں جما کر کھڑے ہوتے ہوئے اچانک الٹی قلابازی کھائی پھر اس کے سامنے دو قدم کے فاصلے پر اچھل کر کھڑی ہو گئی دونوں نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔ ثباتہ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مرجانہ نے اس سے مصافحہ کیا۔ اسی وقت اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا لگا۔ ثباتہ نے جوڈو کا داؤ آزما کر اسے اپنے پیچھے دور پھینک دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ قہقہہ لگانا چاہتی تھی لیکن مرجانہ کی حیرت انگیز پھرتی دیکھ کر اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ زمین پر گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی جیسے گیند زمین پر پہنچتے ہی اچھل جاتی ہے۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ثباتہ کی طرف چھلانگ لگائی۔ ثباتہ سمجھ رہی تھی کہ فلائنگ کِک مارے گی لیکن مرجانہ اس کے اوپر سے قلابازی کھاتے ہوئے دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس

کے بعد پلٹ کر اس نے پھر چھلانگ لگائی اور پھر قلابازی کھا کر اس کے سر پر سے گزرتی ہوئی دوسری طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ تعجب سے اس کے پینتروں کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن سمجھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تیسری بار چھلانگ لگاتے ہی مرجانہ نے اس کے منہ پر ایک کک ماری تھی وہ فولادی کک تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ شباتہ کا سر چکرا رہا ہو گا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچ رہے ہوں گے۔ کیونکہ وہ کھڑے کھڑے ڈگمگانے لگی تھی۔

ٹارٹر بلبا گھوڑے کی پیٹھ سے کود کر زمین پر آ گیا۔ وہ غرّا رہا تھا۔ غصے میں مرجانہ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے پلٹ کر اپنی بہن کی طرف دیکھا شباتہ کی ناک سے لہو کی ایک پتلی سی دھار بہہ رہی تھی۔ وہ غرّاتے ہوئے زخمی درندے کی طرح مرجانہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ آگے بڑھا دوسرے ہی لمحے اوندھے منہ گر پڑا۔ اس کی بہن شباتہ نے اس کی ٹانگ میں ٹانگ اڑا دی تھی۔ اور وہ اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔

ٹارٹر بلبا نے حیرت سے اپنی بہن کو دیکھا۔ پھر اٹھ کر اپنے گھوڑے کے پاس چلا گیا۔ شباتہ نے اپنی آستین سے بہتے ہوئے لہو کو پونچھا۔ پھر مسکرا کر مرجانہ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی دونوں بانہیں پھیلا دیں۔

مرجانہ بھی جواباً مسکرائی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے محتاط انداز میں اس کے قدموں کی طرف دیکھتی رہی کہ کہیں وہ پینترا نہ بدلے لیکن اس بار اس نے واقعی محبت سے بانہیں پھیلائی تھیں۔ مرجانہ آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گئی۔

میں نے اس کے دماغ میں کہا "یہ عجیب وحشی لوگ ہیں نہ ان کی محبت کا پتا چلتا ہے نہ عداوت کا۔"

مرجانہ نے سوچ کے ذریعے جواب دیا "کچھ بھی ہو۔ یہ لڑکی بہت ہی اچھی ہے۔ دونوں بھائی بہن دوستانہ مقابلے میں ہار جائیں تو بُرا نہیں مناتے۔ بس اسے کھیل ہی کھیل میں ٹال دیتے ہیں۔ ابھی میں نے اس کی ناک سے خون نکال دیا۔ دشمنی ہوتی تو یہ مجھے گلے نہ لگاتی۔ یہ بڑے ظرف کی بات ہے۔ وحشی ہیں تو کیا ہوا ان میں کسی کی قوتوں اور صلاحیتوں کو تسلیم کرنے کا سچا جذبہ ہے۔"

شباتہ مرجانہ سے الگ ہو کر اپنی زبان میں ٹارٹر بلبا سے کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے ٹارٹر بلبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا "میں تم لوگوں کی اجنبی زبان نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس اجنبی زبان کے ذریعے تمہاری بہن کے دماغ تک پہنچ سکتا ہوں لیکن تمہارے دماغ میں رہ کر اس زبان کا ترجمہ معلوم کر سکتا ہوں۔"

اس وقت تک ان کا ایک وفادار خادم شباتہ کے خالی گھوڑے کو لگام سے پکڑ کر لے آیا تھا۔ شباتہ اس پر سوار ہو گئی۔ مرجانہ بھی اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گئی۔ پھر وہ سب بستی کی طرف جانے لگے۔ ٹارٹر بلبا نے کہا "ابھی میری بہن بتا رہی تھی کہ بابا مجھ سے سخت ناراض ہے۔ وہ مجھے مارنے اور پھر پیار کرنے کے لیے بستی کی سرحد پر نہیں آئے گا۔ مجھے ہی وہاں جا کر اس کی ناراضگی دور کرنی ہو گی۔ اس سے معافی مانگنی ہو گی۔"

اسی وقت شباتہ کہہ رہی تھی "بابا تم سے اس بات پر ناراض ہے کہ تم سے سونیا کو لانے کے لیے کہا تھا۔ تم مرجانہ کو لے آئے ویسے یہ مرجانہ بہت پیاری لڑکی ہے۔ اس کے ایک حملے سے پتا چل گیا کہ لڑکی نہیں تلوار ہے۔"

میں اس کی باتوں کا ترجمہ ٹارٹر بلبا کے دماغ سے سمجھ رہا تھا۔ پچھلی رات ٹارٹر بلبا نے بڑے فخر سے اپنی بہن کی تعریفیں کی تھیں۔ پھر مرجانہ کی سوچ کے ذریعے پتا چلا کہ وہ محبت میں حسین ہے اور عداوت میں سنگین ہے۔ میں ٹارٹر بلبا کے دماغ کے ذریعے اس کی رس بھری آواز سن رہا تھا۔ اس کی آواز رسیلی بھی تھی اور چھپی چھپی سی زہریلی بھی۔ بولنے والے کی زبان سمجھ میں نہ آئے تب بھی اس کے بولنے کے انداز کے اتار چڑھاؤ سے اس کے تیوروں کا پتا چلتا ہے۔ میں حد سے اس کے ذریعے اس کا تصور قائم کر سکتا تھا لیکن تصور اور حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے وہ ابھی سننے میں زمین تھی دیکھنے میں شاید آسمان ہوتی۔

وہ بستی میں داخل ہو گئے۔ دور دور تک لکڑی کے چھوٹے بڑے مکانات نظر آ رہے تھے۔ بیچ میں کشادہ راستہ تھا بستی کے آخری سرے پر جہاں سے پہاڑ کی بلندی شروع ہوتی تھی وہاں تھوڑی سی چڑھائی پر ایک بہت بڑا پختہ محل تھا۔ بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر وہ محل تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے اطراف بہت وسیع و عریض احاطہ تھا۔ احاطے کی چار دیواری پتھروں سے چُنی گئی تھی۔ اس احاطے کے اندر بستی کے مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے جمع تھے۔ آنے والا قافلہ بھی ان میں شامل ہو گیا۔ ٹارٹر بلبا، پرنسس شباتہ اور مرجانہ تینوں شانہ بشانہ چلتے ہوئے ان بستی والوں کی بھیڑ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک جگہ رک گئے۔ سامنے ایک اونچا سا پتھر کا چبوترہ بنایا گیا تھا۔ اس چبوترے کے اوپر شاہی تخت کی طرح ایک مسند بچھی ہوئی تھی اور اس مسند پر ایک بوڑھا صحتمند شخص بیٹھا ہوا غصے سے ٹارٹر بلبا کو دیکھ رہا تھا۔ بلبا اسی کے سامنے پہنچتے ہی گھٹنے ٹیک کر سر جھکاتے ہوئے اپنی زبان میں کہہ رہا تھا — "بابا! تمہارا فرمانبردار بیٹا تمہاری خدمت کے لیے پھر حاضر ہو گیا ہے۔ میں نے سنا ہے تم ناراض ہو لیکن تمہارا ہی قول ہے کہ ہیرا نہ ملے تو پتھر ہی لے آیا کرو لیکن خالی ہاتھ نہ آیا کرو۔ پتھر پتھر چن کر ایک محل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ پتھر کی بھی ایک قیمت ہوتی ہے اور بابا یہ مرجانہ کی قدر و قیمت سونیا سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "اپنی ناکامی کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہ چھپاؤ۔ مان لو کہ نہ تمہارے

…علم ہے نہ تمہارے پاس عقل ہے۔ تم ساکت رہو تو پہاڑ ہو۔ …ت میں آؤ تو ایسے وحشی درندے جو راہ میں آنے والی ہر چیز کو …نہس کر دیتا ہے لیکن وحشی درندوں کے پاس عقل نہیں ہوتی۔ …عقل والے سدھاتے ہیں۔ پہاڑ بھی بے حس و حرکت ہوتے ہیں …بھی عقل والے ہی کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔"

ٹارٹر بلبا نے اسی طرح سے سر جھکائے ہوئے آہستہ سے کہا۔ …مانتا ہوں۔ میں عقل سے خالی ہوں لیکن جو عقل والا ہے اور جو …وں کی عقل میں گھس کر ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھاتا ہے۔ وہ بھی سونیا …نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی اسے اسرائیل کی حدود سے باہر لا سکا پھر …میں تنہا کیا کر سکتا تھا۔ میرے سامنے قدم قدم پر پابندیاں عائد …تھیں۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا نے پوچھا "کیا فرہاد اس لڑکی مرجانہ کے ساتھ …موجود ہے؟"

"ہاں" ٹارٹر بلبا نے جواب دیا "فرہاد اس وقت میرے دماغ …موجود ہے۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا نے انگریزی زبان میں کہا "فرہاد! میں اپنی …ورا اپنا لب و لہجہ سنا رہا ہوں اور یہاں سے اٹھ کر اپنے محل کے …ا رہا ہوں۔ میرے ساتھ میرے دماغ میں بھی آؤ۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بستی کے سارے لوگ …کھڑے ہو گئے۔ ہاتھ اٹھا اٹھا کر اپنی زبان میں نعرے لگانے … سلطانِ معظم ٹارٹر غلبا سلامت رہے۔ شاد رہے آباد رہے۔"

ٹارٹر غلبا نے کہا "بیٹی شباتہ! ہمارے مہمان کو محل میں لے آؤ۔"

وہ محل کے اندر جانے لگا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا …لیکن اسے میری موجودگی کا علم نہیں تھا وہ مرجانہ کے متعلق سوچ …رہا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "یہ لڑکی ڈیل ڈول میں ہمارے قبیلے …کی ہے اور جہاں تک اس کے متعلق معلوم ہوا ہے یہ فدی بھی ہے …لڑاکی بھی۔ ہمارے مزاج کے عین مطابق ہے اسے دیکھ کر اسے اپنے …میں داخل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ہمارے قبیلے میں یہ بُری بات …ہے لیکن یہ مہذب دنیا سے آئی ہے اسے ذرا مہذب انداز میں …کرنا ہو گا۔ اپنے رُعب، دبدبے اور اپنی شاہانہ عظمت سے متاثر …کرنا ہو گا۔"

میں مرجانہ کے پاس پہنچ گیا وہ اور شباتہ بوڑھے ٹارٹر غلبا …کے محل جا رہی تھیں۔ میں نے چپکے سے کہا "مبارک ہو۔ یہ بوڑھا …عاشق ہو گیا ہے۔"

اس نے ذرا ناراضگی سے پوچھا "کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میں ابھی اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ اور پھر واپس وہیں جا رہا …ہوں تم یہ نہ سمجھنا کہ وہ شباتہ کی طرح تمہیں بھی سمجھے گا۔ یہ محض اس بوڑھے کی بدذوقی کی بات نہیں ہے ہماری مہذب دنیا میں بھی اکثر پرانی بیٹیوں کو جوانی کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں۔"

"کیا میں اس بوڑھے کو چھیڑوں؟"

"کیا ضرورت ہے؟ جب یہ شروع ہو گا تو دیکھا جائے گا۔"

ٹارٹر غلبا ایک بڑے سے شاہانہ انداز کے سجے سجائے کمرے میں آ کر اونچی سی آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مرجانہ سے پوچھا۔ "فرہاد سے کس طرح بات شروع کی جائے؟"

مرجانہ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "دو طریقے ہیں۔ ایک تو فرہاد تمہارے دماغ میں آ کر سوچ کے ذریعے بولتے رہیں گے۔ دوسرا یہ کہ میں یہاں بیٹھی رہوں گی اور وہ میری زبان سے گفتگو کرتے رہیں گے۔"

بوڑھے غلبا نے کہا "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ سوچ کے ذریعے کس طرح گفتگو ہوتی ہے۔"

میں نے اسے سوچ کے ذریعے مخاطب کیا تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر خلا میں تکنے لگا۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں اور تمہیں تمہارے دماغ میں اپنی موجودگی کا یقین دلاتا ہوں۔"

پھر میں نے وہی حربے استعمال کیے جن کے ذریعے کسی کو بھی اپنے دماغ میں میری موجودگی کا یقین ہو جاتا تھا۔ اس نے تسلیم کرتے ہوئے کہا "ہاں میں مانتا ہوں۔ تم میرے دماغ میں موجود ہو۔"

میں نے کہا "تم مہذب دنیا سے قدرے دور ایک چھوٹی سی مملکت کے بادشاہ ہو۔ اچھی طرح زندگی گزار رہے ہو۔ پھر سونیا یا مرجانہ کو اغوا کر کے مجھے چھیڑنے اور اپنے لیے مصیبتوں کو دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے تمہیں چھیڑنے یا تم سے دشمنی کرنے کے لیے نہیں بلکہ دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لیے یہ اقدامات کیے ہیں۔"

"یہ انداز دوستی کا تو نہیں ہے۔"

"انداز نہیں ہے لیکن ہم ابتدا سے کچھ ایسے ہی ہیں۔ کسی سے دوستی کرتے ہیں۔ کسی کو خوش آمدید کہتے ہیں تو پہلے اس سے لڑتے ہیں۔ تم نے شاید بھائی بہن کی ملاقات کا منظر دیکھا ہو گا یا مرجانہ کے ذریعے سمجھا ہو گا۔"

"چلو دشمنی کے انداز میں دوستی سہی لیکن سونیا کو اپنے ہاں کیوں بلانا چاہتے تھے؟"

"میں رشتوں کے ذریعے دوستی کو مستحکم بنانا چاہتا ہوں۔ سونیا ایک عرصے سے تنہا بھٹک رہی ہے۔ تم لوگوں کی پوری ہسٹری ہمیں معلوم ہوتی رہتی ہے۔ یہودی ہمیں سب کچھ بتاتے رہتے ہیں۔ میں نے جب دیکھا کہ تم نے سونیا کو چھوڑ دیا ہے تو سوچا کیوں نہ میں اس سے شادی کر لوں۔"

میں نے کہا "مجھے ہنسی نہیں آ رہی ہے۔ کوئی دوسرا لطیفہ سناؤ۔"

"اسے مذاق نہ سمجھو۔ تم نے میری بیٹی کے چرچے سنے ہوں گے۔ وہ کتنی دلیر، کتنی حسین ہے۔ شاید تم سن کر اندازہ نہیں لگا سکتے۔ وہ سونیا یا مرجانہ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں اپنی بیٹی شباتہ کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا تم کوہ قاف کے دامن میں شادی دفتر کھول رہے ہو؟"

"تم میری باتوں کو مذاق میں نہ اڑاؤ۔ سنا ہے تم اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں سنتے ہو۔ لہٰذا دوسروں کے مزاج کو بھی سمجھ کر گفتگو کیا کرو۔"

"جوان لڑکے بوڑھوں جیسی باتیں کریں تو تعجب ہوتا ہے اور بوڑھے جوان لڑکوں جیسی خواہش کریں تو ہنسی آتی ہے۔ اب اسے تم اپنے مزاج کے خلاف سمجھو تو میرا کیا قصور ہے۔"

"ہم انسانوں میں ازل سے یہی ہوتا آیا ہے۔ دوستی کرنے کے لیے آپس میں تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں اور دوستی کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرنے کے لیے عورتوں کے رشتے دیتے اور لیتے ہیں۔ اس طرح رشتے داری اور برادری بڑھتی جاتی ہے۔"

"آخر تمہارے دماغ میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ مجھ سے سونیا کے ذریعے سے رشتے داری قائم کی جائے۔"

"دنیا کا ہر شریف اور معزز شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی رشتے داری دوسرے شریف اور معزز لوگوں سے ہو۔ ایک قبیلے کا سربراہ اپنے سے بڑے اور برتر قبیلے سے رشتے داری کر کے ان سے تعلقات مستحکم کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ تم ایک اتنے بڑے قبیلے کے سربراہ ہو کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمہاری دھوم مچی ہوئی ہے۔ کیا میری طرف سے رشتے داری قائم کرنے کی یہ معقول وجہ نہیں ہے؟"

"تم اپنی ایک محدود مملکت کے سربراہ ہو۔ جس طرح ٹارٹر بلبانے مجھے بتایا تھا تم سیاست کو بھی خوب سمجھتے ہو۔ زندگی کا ایک طویل تجربہ تمہارے پاس ہے۔ لہٰذا میں تمہیں بتا دوں کہ سیاست اسے کہتے ہیں جو اوپر سے کچھ ہوتی ہے اور اندر سے کچھ اور ہوتی ہے۔ تم جو کہہ رہے ہو اس کے پیچھے کوئی اور بات ہو سکتی ہے۔ تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ اپنے دماغ کو پُرسکون رکھو۔ میں تمہارے دماغ کی تہ میں پہنچ کر اصلی بات معلوم کر لوں گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "کیا یہ ممکن ہے؟ کیا ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم دماغ کے اندر چھپی ہوئی باتیں بھی معلوم کر سکتے ہو؟"

"ہاں آزمائش شرط ہے۔ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ میں ابھی ثبوت دے دوں گا۔"

اسے یقین نہیں تھا۔ وہ پچاس برس سے اپنے سینے کو جانے کتنے ہی رازوں کا مدفن بناتا آیا تھا۔ کوئی اس کی گہرائی تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی ٹیلی پیتھی سے ذرا سہما ہوا تھا۔ اس نے آزمائش کے طور پر آنکھیں بند کر لیں لیکن اندر ہی اندر سوچ کے ذریعے جدوجہد کرنے لگا کہ فرہاد اس کے دماغ کے تہ خانے میں نہ پہنچے اور اس کی چھپی ہوئی سوچوں کو نہ پکڑ سکے۔

میں اس کے دماغ کے تہ خانے میں اتر چکا تھا اور معلومات حاصل کر رہا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد میں نے کہا "تم کیا ہو؟ اب تک کیا کرتے آئے ہو؟ اور آئندہ کیا کرنے والے ہو؟ پہلا سوال ہے کہ تم کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تم بہت ہی دور اندیش ہو اور اپنے قبیلے والوں کے دیانت دار سربراہ ہو۔ تم اپنے قبیلے کی بھلائی اور برتری کے لیے گزشتہ تیس برسوں سے طرح طرح کے منصوبے بناتے آ رہے ہو اور ان پر عمل بھی کرتے جا رہے ہو۔ اسی لیے تم نے امریکی سرکار سے معاہدے کیے۔ پھر یہودیوں سے دوستی کی۔ آج تم لوگ دنیا کے ایک دور افتادہ حصے میں زندگی گزار رہے ہو لیکن زندگی گزارنے کے انداز مختلف ہیں۔ ایک طرف تم لوگوں کو مہذب دنیا کی جدید سہولتیں حاصل ہیں تعلیمی ادارے ہیں۔ اسپتال ہیں۔ گھریلو صنعتیں قائم ہیں۔ تم لوگ جدید ہتھیاروں سے لیس ہو اس کے ساتھ ساتھ تم اپنے امریکی اور یہودی دوستوں کی سیاست کو بھی سمجھتے چلے آ رہے ہو۔ اور خود کو غیر مہذب بھی کہلاتے ہو۔"

وہ توجہ سے اور حیرانی سے میری باتیں سن رہا تھا اور میری کسی بات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ میں نے کہا "تم ایک عرصے سے اس تاک میں ہو کہ سیاسی بساط پر بہت زیادہ اہمیت اختیار کر جاؤ اتنی اہمیت کہ دنیا کی سپر طاقتیں تمہیں نظر انداز نہ کریں اور تمہیں خوش رکھنے کے لیے تمہاری ہر چھوٹی بڑی ضرورتوں کو پوری کرتی رہیں۔"

اس نے حیرانی سے کہا "فرہاد! تم تو جادوگر ہو۔ میں مانتا ہوں تم نے میرے دماغ کو کھنگال ڈالا ہے۔"

میں نے کہا "اور سنو۔ سپر طاقتوں کی آنکھوں کا تارا بننے کے لیے تم فوجی برتری حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے قبیلے میں مردوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ پچیس تیس ہزار ہے۔ تم آج کی جنگ کے جدید سامان کے سلسلے میں سپر طاقتوں کے محتاج ہو۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ان کے برابر آنے کے لیے تمہیں شاید صدیاں لگ جائیں گی۔ لہٰذا سیاسی بساط پر ایک اہم مہرہ بننے کے لیے تمہارے پاس ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ تم کسی ایک سپر طاقت کو پوری طرح اپنی مٹھی میں کر لو اور وہ سپر طاقت ہے۔"

"تم ہو۔" اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہماری دنیا میں جتنی بڑی طاقتیں ہیں ان کے پاس طرح طرح کے جدید جنگی ہتھیار ہیں جو دوسروں کو دہشت زدہ کرتے ہیں لیکن وہ تمام ہتھیار۔ ادھر سے آ کر مار کرتے ہیں۔ صرف تم ایک ایسی سپر طاقت ہو۔ جس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے اور یہ ہتھیار اندر سے مار کرتا ہے اور اندر انسانوں کو نفسیاتی، دماغی مریض بھی بنا دیتا ہے اور ہر لمحہ دہشت میں

مبتلا رکھتا ہے۔ بڑی بڑی طاقتیں بھی تم سے کتراتی ہیں۔"

میں نے کہا "لہٰذا تم مجھ سے اور میری ساتھیوں سے رشتے داری کا سلسلہ شروع کر رہے ہو۔"

بوڑھے ٹارٹر غلبا نے کہا "ہاں اور یہ میری طرف سے مثبت اقدام ہے۔ آج سے بہت عرصہ پہلے تم نے اور رسونتی نے اپنے ایک اعلان سے ساری دنیا کو چونکا دیا تھا۔ تم لوگ اپنی ایک الگ مملکت قائم کرنا چاہتے تھے۔ آج یہ موقع تمہارے سامنے ہے۔ میرے قبضے میں کوہ قاف کی اتنی بڑی وادی ہے۔ جہاں تم ایک علیحدہ حکومت قائم کر سکتے ہو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ اپنی بیٹی کو اس مملکت کی ملکہ بناؤں گا اور تم میری بیٹی کے شوہر و مالک ہو گے۔ ایک علیحدہ مملکت قائم کرنے کا اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔ ذرا غور کرو۔ تم تیموری ہو ہم تاتاری ہیں۔ ہمارے درمیان بہت کم فرق ہے۔ رہ گئی مذہب کی بات تو ہم دل و جان سے تمہارا مذہب قبول کر لیں گے۔"

اس بات نے مجھے چونکا دیا۔ یہ اتنی بڑی بات تھی کہ اب میں اس کی باتوں کو مذاق میں نہیں اڑا سکتا تھا۔ اگر وہ میرے سامنے دنیا جہاں کی دولت پیش کرتا۔ ایک مملکت میرے لیے قائم کرتا اپنی حسین و جمیل بیٹی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیتا تب بھی میں اس کی کوئی بات نہ مانتا لیکن میرے دوستی کرنے سے اور رشتے داری قائم کرنے سے اگر اس کا پورا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہو سکتا تھا تو یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہوتا۔

بوڑھا ٹارٹر غلبا چپ چاپ بیٹھا مجھے دماغ میں محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "فرہاد! کیا تم چلے گئے۔ کیا میری کسی بات سے ناراض ہو گئے؟"

"میں موجود ہوں۔ اتنی دیر میں تم نے ایک ہی کام کی بات کی میرے مطلب کی اور میرے مزاج کی۔ اگر تم اپنے پورے قبیلے کے ساتھ میرا مذہب قبول کر لو تو میں تم سے رشتے داری کے لیے تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔"

"تم ایک کہتے ہو۔ میں ہزار شرائط ماننے کو تیار ہوں۔"

"میں اپنے مذہب کی رُو سے اس بات کا قائل ہوں کہ شادی باہمی رضامندی سے ہونی چاہیے۔ اگر تمہاری لڑکی مجھ سے راضی ہو گی تو میں شادی کروں گا۔ اسی طرح مرجانہ تم میں سے کسی کو پسند کرے گی تو اس کی شادی ہو سکتی ہے ورنہ کوئی زور زبردستی نہیں کر سکتا۔"

"میں تمہاری بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے اب تک اپنی بیٹی شباتہ کو انگریزی بولنے سے منع کیا تھا۔ اب وہ بولے گی اور تم اس کے دماغ میں پہنچ کر اسے اس کے دل کی گہرائیوں تک ٹٹول سکتے ہو اور اس کی رضامندی معلوم کر سکتے ہو۔"

میں نے اپنے آپ سے پوچھا "کیا میں شہزادی شباتہ سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں؟"

خواہش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تک نہیں تھا۔ اس کی آواز سنی تھی یا دوسروں سے اس کے متعلق معلوم کیا تھا۔ اگر کوئی دلربا ہو۔ دلنشیں ہو تو اس سے یقیناً دلبستگی کرنے کو دل چاہتا ہے۔ دوستی کرنا، اس کے ساتھ وقت گزارنا اور بات ہے لیکن اس سے شادی کر کے ساری زندگی ایک ڈھول گلے سے لٹکا لینا سراسر حماقت ہے۔ رسونتی نے بیوی بن کر مجھے ایسے عبرت ناک سبق سکھائے تھے کہ میں نے بارہا شادی سے توبہ کی تھی لیکن شباتہ نے مجھے ایک ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تھا، جہاں میں اپنے لیے نہیں بلکہ کم از کم پچاس ہزار افراد کے متعلق سوچ رہا تھا۔ یہ پچاس ہزار افراد کافر تھے وہ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان بن سکتے تھے۔

میں ایک گنہگار ہوں۔ میں بارہا گناہ کی دلدل میں دھنستا رہا۔ میں نے نیکیاں بھی کیں لیکن اس لیے یاد نہیں ہیں کہ نیکی کر کے دریا میں ڈال دیا کرتا ہوں۔ اب ایک اور نیکی میرے سامنے آ رہی تھی۔ اگر ہوس کی بات ہوتی تو شباتہ کو ٹیلی پیتھی کی چٹکی بجا کر بے وقوف بنا سکتا تھا لیکن جہاں معاملہ نیک اقدامات کا ہو، وہاں کسی کو نہ تو دھوکا دیا جا سکتا ہے نہ ہوس کی بنیاد پر فیصلے کیے جا سکتے ہیں۔ میں نے شباتہ کو شریکِ حیات بنانے کے سلسلے میں بغیر سوچے سمجھے رضامندی ظاہر کر دی تھی کیونکہ نیک اقدامات کے سلسلے میں سوچنا اور تامّل کرنا کفر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا، کیا میں بیوی کی حیثیت سے پرنسس شباتہ کو قبول کر سکتا تھا؟ جبکہ میں کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ پارے کی طرح مچلتا رہتا تھا۔ ہوا کی طرح بہتا رہتا تھا۔ کیا وہ میری مصروفیات کے مطابق مجھے آزاد رہنے کا موقع دے گی؟ یہ ایسی بہت سی باتیں تھیں جن کے متعلق جاننا اور سمجھنا بہت ضروری تھا۔ میں نے اس کے باپ ٹارٹر غلبا سے کہا "میں تھوڑی دیر بعد شباتہ کی سوچ کو پڑھوں گا۔ فی الحال تم سے اور معاملات طے ہو جائیں۔"

"ہاں، جو کہنا ہے کہو، میں تسلیم کرتا رہوں گا۔"

"تم بلا چون و چرا ہر بات تسلیم کرتے جا رہے ہو۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تمہیں صرف اپنے مقاصد عزیز ہیں اور ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے میری ہر بات بلا چون و چرا مان رہے ہو۔"

"فرہاد! تم کسی بھی انسان کو بغور پڑھو ہر انسان کے ایک یا ایک سے زائد مقاصد ہوتے ہیں۔ جن کی تکمیل کے لیے وہ کبھی جھکتا ہے۔ کبھی سینہ تان کر آگے بڑھتا ہے۔ یقین کرو۔ ابھی میں تمہارے سامنے جھک رہا ہوں تو اس میں مجبوری نہیں ہے بلکہ خوشی ہے۔ رضامندی ہے کیونکہ ایک تو میرے قبیلے کی آئندہ نسلیں ایک مہذب قوم کی طرح اس چھوٹی سی مملکت کی حفاظت کریں گی۔ دوسرے یہ کہ میری لاڈلی بیٹی شباتہ کا مستقبل تمہارے جیسے عظیم انسان سے وابستہ ہو رہا ہے۔ پھر ایک باپ

بھلا کیوں مجبوری سے یا غلط مقاصد کے لیے تمہارے سامنے جھکے گا۔ تم بے جھجک بتاؤ کہ کس طرح کے معاملات طے کرنا چاہتے ہو؟"

"میں پہلے تمہاری بیٹی سے باتیں کر لوں۔ اس کے بعد تم سے آکر بات کروں گا۔"

شباتہ اور مرجانہ اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں لیکن وہ چپ تھیں کیونکہ شباتہ کو انگریزی بولنے سے منع کیا گیا تھا۔ اور مرجانہ وہاں خاموش بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ میں نے کہا "تمہیں بوریت ہو رہی ہے مجھے افسوس ہے لیکن ابھی یہ انگریزی بولنے لگے گی۔"

اس وقت ٹارٹر غلبا نے کہا "بیٹی شباتہ! تم انگریزی میں باتیں کر سکتی ہو۔ فرہاد تم سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے انگریزی میں بولی۔ "اوہ بابا! مجھے برسوں سے اس لمحے کا انتظار تھا کیا میں یقین کروں کہ....."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "ہاں یقین کر لو۔ میں تمہارے دماغ میں موجود ہوں۔"

اسے چپ لگ گئی۔ وہ دھڑکتے ہوئے دل سے مجھے اپنے دماغ میں محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس طرح کبھی محسوس نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے کہا "تم اپنے دل میں ارادہ کر لو کہ اپنا سر نہیں کھجاؤ گی لیکن بے اختیار کھجانے لگو گی۔"

اس نے ارادہ کیا اور ارادے کے خلاف دوسرے ہی لمحے سر کھجانے لگی۔ اس کے بعد مسکرا کر بولی "مجھے یقین ہو گیا ہے۔"

"میں مرجانہ کی زبان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ خاموش نہ رہے۔ بے چاری تنہائی محسوس کر رہی ہے۔"

"میں بھی تم سے خوب باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"وہ باتیں کرنے کا بھی وقت آجائے گا۔ فی الحال کچھ ضروری باتیں مرجانہ کے ذریعے ہو جائیں۔"

میں نے مرجانہ سے کہا "تم شباتہ سے گفتگو کرو۔ سوالات میرے ہوں گے۔ باتیں تمہاری ہوں گی۔"

اس نے میری ہدایت کے مطابق کہا "شباتہ! میں فرہاد ہوں اور مرجانہ کی زبان سے بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ تم میرے متعلق کیا جانتی ہو؟ کب سے جانتی ہو؟"

"جب میں اپنے علاقے سے باہر پیرس میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے گئی تو رفتہ رفتہ تمہارا تذکرہ سننے لگی۔ پھر میرے بابا نے یہودیوں سے دوستی کی تو ان لوگوں نے تمہارا پورا ریکارڈ میرے سامنے رکھ دیا۔ مجھے یہ تاثر دینے لگے کہ میں حسین اور پرکشش ہونے کے ساتھ سونیا اور مرجانہ کی طرح لڑنے مرنے کی صلاحیتیں رکھتی ہوں فرہاد مجھ سے پہلی ہی نظر میں متاثر ہو جائے گا۔ لہٰذا مجھے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔"

وہ زبان سے جواب دے رہی تھی۔ جسے مرجانہ اور ٹارٹر غلبا سن رہے تھے۔ ٹارٹر غلبا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "بیٹی! فرہاد کو یہ بھی بتا دو کہ اس سلسلے میں تمہیں میں نے کیا سمجھایا تھا۔"

شباتہ نے کہا "بابا نے یہودیوں کو جواب دیا تھا۔ میری بیٹی بازار کا کوئی کھلونا نہیں ہے جو فرہاد کو بہلانے کے لیے اس کے سامنے رکھ دی جائے۔ آئندہ یہ نہ سمجھ شباتہ کے سلسلے میں اس قسم کی بازاری باتیں نہ کرنا ورنہ ہماری دوستی ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد یہودیوں نے پھر کبھی مجھ سے ایسی بات نہیں کی لیکن بابا نے مجھے سمجھایا تسلی دی۔ وہ جانتے تھے کہ تم میرے آئیڈیل ہو اور آئیڈیل کو شکار نہیں کیا جاتا۔ اپنایا جاتا ہے اور اپنانے کے لیے بابا کوئی منصوبہ بتائیں گے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے خوشی ہے کہ بابا کا یہ منصوبہ بڑی حد تک کامیاب ہو گیا ہے۔ تم یہاں میرے پاس آگئے ہو۔ بابا سے باتیں کر رہے ہو۔ میرا دل کہتا ہے، ہمارے درمیان کوئی بہت ہی اچھا دوستانہ سمجھوتہ ہو گا اور ہمارے درمیان پائیدار رشتے قائم ہوں گے۔"

"شباتہ! رشتے قائم کرنا نہایت آسان ہے لیکن انہیں پائیدار بنانا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ میں نے رسونتی کے متعلق بھی یہی سوچا تھا کہ وہ میری ہم مزاج ہو گی اور میرے حالات کے مطابق مجھ سے سمجھوتے کرتی رہے گی لیکن وہ جس طرح قدم قدم پر میرے لیے مصیبتیں بنتی رہی ہے اس سے میں عبرت حاصل کر رہا ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ اس طرح نباہ کر سکو گی کہ جب میں چاہوں تم سے دور ہو جاؤں۔ پھر مہینے دو مہینے چھ مہینے یا سال بھر تک تم سے نہ ملوں ایسے وقت تم پر کیا بیتے گی؟"

"میں ان پتھریلے اور برفانی علاقوں کی بیٹی کہلاتی ہوں۔ میرا دل دماغ پتھر بن چکا ہے میری قوت ارادی کو دیکھ کر لوگ پہاڑوں کی مثال دیتے ہیں۔ دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی ہے لیکن شباتہ ایک ایسی سربلند پہاڑی ہے جسے اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا۔ ایسا وقت آیا تو میں تمہارا انتظار کیا کروں گی۔ تمہاری جدائی میں تمہاری یادوں کو سہارا بنائے رکھوں گی۔ پھر یہ کہ تم جدا کب ہوتے ہو۔ ہمیشہ دماغی رابطے کے ذریعے آس پاس ہی رہتے ہو۔"

میں مرجانہ کے دماغ میں رہ کر اس سے باتیں کر رہا تھا۔ مرجانہ نے چپکے سے کہا "بے چاری گئی کام سے۔ آخر تم نے اسے بھی دکھا دی اپنی اصلیت۔"

"کیوں مجھے الزام دے رہی ہو۔ تم خوب جانتی ہو۔ رسونتی سے عبرت حاصل کرنے کے بعد میں دوبارہ کسی گڑھے میں گرنا نہیں چاہتا لیکن میرے گرنے سے اگر پورا ایک قبیلہ میرا ہم مذہب اور مہذب بن سکتا ہے تو مجھے گرنا منظور ہے ہاں، اگر میرے اپنے ہی لوگ مجھے ہوس پرستی کا الزام دیں گے تو شاید میں اپنا فیصلہ واپس لے لوں گا۔ نیتوں کا حال خدا جانتا ہے۔ لیکن اس کے بندے الزام اس طرح لگاتے ہیں جیسے نیتوں کو

...نے والے وہی ہیں۔"

"نہیں فرہاد! میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تم اپنی گفتگو جاری رکھو۔"

میں نے مرجانہ کی زبان سے ٹارٹر غلبا کو مخاطب کیا "میں شباتہ ...ذاتی طور پر بعد میں گفتگو کروں گا۔ ابھی تم سے کہتا ہوں کہ اس رشتے ...م کرنے سے پہلے اپنے تمام قبیلے کے ساتھ میرے ہم مذہب بن ...۔ اس کے لیے لازمی ہے کہ تم جس مذہب کو قبول کر رہے ہو اسے ...طرح سمجھ لو اور اپنے لوگوں کو سمجھا دو لیکن سمجھنے اور سمجھانے کے ...تمہارے درمیان ایک یا ایک سے زیادہ علمائے دین کا موجود ...ضروری ہے۔ ان علماء کا انتظام میں کروں گا۔ تم اپنی سرحد ایسے ...لوگوں کے لیے کھول دو۔"

اس نے جواب دیا "تم جتنے لوگوں کے نام پیش کرو گے ان کے ...میری سرحدیں کھلی رہیں گی لیکن ان کی پہچان کیا ہو گی؟ کہیں ان ...بھیس میں دشمن چھپے ہوئے نہ ہوں۔"

"ایسے جتنے لوگ تمہاری سرحد میں داخل ہوں گے ان کی ایمانداری ...داری اور خلوص کا امتحان لے کر یہاں بھیجوں گا۔"

"پھر تو ہمیں کسی بات کی فکر نہیں ہو گی۔"

میں نے کہا "ابھی یہ بات راز میں رکھی جائے کہ ہمارے درمیان ...رشتے داری قائم ہونے والی ہے۔ دشمنوں کو علم ہو گا تو وہ ہر بات کا ...زہ لیں گے اور تجزیہ کریں گے پھر سمجھ لیں گے کہ فرہاد اپنی ایک مملکت ...رہا ہے۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ میں کہیں ایک جگہ رہ کر سیاسی طور پر ...م ہو سکوں۔"

"میں اس بات کو سمجھ رہا ہوں۔ ہمارے معاملات بالکل راز میں ...رہیں گے۔ ہمارے مشرف بہ اسلام ہونے کی بات پھیلے گی تو اس میں ...را ذکر نہیں آئے گا۔"

"یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں دنیا کے کس حصے میں رہتا ہوں۔ جب ...سراغ لگا لیتے ہیں تو میں وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہوں۔ ...بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں تمہاری مملکت میں آؤں گا تو اس کی خبر ...نوں کو نہیں ہو گی۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ تمہارے یہاں آنے کی اطلاع اس سرحد ...باہر نہیں پہنچے گی۔"

"ٹارٹر غلبا! ایسا وعدہ نہ کرو جس پر بعد میں شرمندہ ہونا پڑے۔ ...ہاری مملکت میں تمہاری رعایا، تمہارے وفادار، ہزاروں کی تعداد میں ...ان میں سے کون دشمنوں کے ہاتھوں بک جائے یہ تم یقین سے ...نہ کہہ سکتے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہاں یہ درست ہے۔ ہمارے ...دشمن کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں۔"

"میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ تمہاری بیٹی کو اپنانے کے لیے تمہاری مملکت میں آنا میرے لیے خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔ لہٰذا جب میں کہوں شباتہ کو اپنی مملکت سے باہر بھیج دو۔ وہ دنیا کے مختلف ممالک میں جائے گی۔ مختلف شہروں میں رہائش اختیار کرے گی۔ میں اس کی نگرانی کرتا رہوں گا۔ جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ دشمن اس کی تاک میں نہیں ہیں۔ کوئی اس کی پروا نہیں کر رہا ہے تو میں بہ نفسِ نفیس اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ تمہیں اچانک ہی اطلاع دوں گا۔ تم میرے مقررہ وقت پر چلے آنا۔ وہاں شادی کی رسم ادا ہو جائے گی۔"

وہ خوش ہو رہا تھا اور میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا "لیکن میری ایک بات یاد رکھو۔ میں جب تک مطمئن نہیں ہوں گا اس وقت تک بذاتِ خود شباتہ کے قریب نہیں آؤں گا۔ اس کے لیے دو مہینے، چار مہینے، چھ مہینے یا سال لگ سکتے ہیں۔"

"یہ تو بڑی لمبی مدت ہے۔"

میں نے کہا "دیر آید درست آید۔ دیر ہو گی مگر اطمینان ہو گا۔ ویسے یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سال لگ جائے ہو سکتا ہے شباتہ تمہاری مملکت سے باہر نکلے اور کسی شہر میں جا کر رہے اور میں مطمئن ہو جاؤں تو اس کے دوسرے دن ہی میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ یہ تو حالات پر منحصر ہے۔"

شباتہ نے خوش ہو کر کہا "بابا! تم فرہاد کی بات مان لو یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ میری خاطر کسی خطرے سے دوچار ہوں۔ اگر ایسا ہوا تو میں کبھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گی۔"

ٹارٹر غلبا نے کہا "اچھی بات ہے۔ میں اسے بھی تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میری بیٹی سے شادی کرنے کے بعد تم کبھی اس مملکت میں میرے داماد کی حیثیت سے نہیں آسکو گے۔ جبکہ میری خواہش ہے کہ تم میرے پورے قبیلے کے مشیر بن کر رہو۔ میری بیٹی بھی ذہین ہے اور تم بھی دنیا جہان کی سیاست کو خوب سمجھتے ہو۔ تم دونوں مل کر یہاں ایک مثالی حکومت قائم کر سکو گے۔ میرا بیٹا ٹارٹر بلبا اس قابل نہیں ہے اور وہ حاسد بھی نہیں ہے۔ اپنی بہن سے اتنی محبت کرتا ہے کہ یہ ایک مملکت تو کیا اس کے لیے دنیا بھی چھوڑ سکتا ہے۔"

"میں فطرتاً خانہ بدوش ہوں۔ شباتہ میری بیوی بن جانے کے بعد کسی ایک ملک میں نہیں رہ سکے گی۔ رہ گئی تمہاری مملکت کی بات تو میں بابا فرید واسطی کے ادارے سے قابل افراد کو وہاں بھیجوں گا۔ وہ عالم، فاضل، انجینئر، ڈاکٹر، سائنسداں اور سیاستداں ہوں گے۔ وہ لوگ تمہاری مملکت کو اس قدر مستحکم بنائیں گے اور چاروں طرف ایسی آہنی دیوار بن جائیں گے کہ میں بے خوف و خطر شباتہ کے ساتھ تمہارے یہاں آسکوں گا۔"

ہمارے ان کے درمیان کافی دیر ہو چکی تھی۔ سونیا کی خبر لینا ضروری تھا۔ میں نے کہا "ٹارٹر غلبا! میں دوسری جگہ بھی مصروف ہوں۔ میرا

وہاں جانا ضروری ہے۔ پھر کسی وقت رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت اجازت دو۔"

میں نے مرجانہ سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ ان کی طرف سے اطمینان ہے۔ یہ تمھیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"

پھر میں نے ثبات کے دماغ میں خاموشی سے کہا "میں جا رہا ہوں۔ سونیا وغیرہ کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد تمھارے پاس آؤں گا۔ پھر ضروری باتیں ہوں گی۔"

وہ مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا "اگر میں محفل میں تمھارے پاس آؤں گا اور تم اس طرح مسکرایا کروگی تو لوگوں کو خبر ہو جایا کرے گی۔"

"آئندہ محتاط رہوں گی۔"

میں اس سے رخصت ہو کر سونیا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟"

وہ ذرا ناراض ہو کر بولی "اتنی دیر بعد خبر لینے آئے ہو۔ یہودیوں نے اپنے وعدے کے مطابق مجھے رہا کر دیا ہے۔ ثبات منظم ایئرپورٹ تک میرے ساتھ آیا تھا۔ وہ انتظار کرتا رہا کہ تم آؤ گے تو تم سے الوداعی گفتگو ہو گی۔"

"میں اس سے باتیں کر لوں گا۔ کیا تم پیرس جا رہی ہو؟"

"نہیں، میں تمھارے پاس سنگاپور آ رہی ہوں۔"

میں نے چونک کر پوچھا "سنگاپور؟ تمھیں کس نے بتایا کہ میں سنگاپور میں ہوں؟"

"رسونتی سے میری بات ہو چکی ہے۔"

"رسونتی سے؟ رسونتی سے تمھاری بات کیسے ہوئی؟"

"فون کے ذریعے بات ہوئی تھی۔ وہ سنگاپور سے بات کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ اس وقت مصیبت میں ہے۔ تم نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور منجالی کے ساتھ گھوم رہے ہو۔"

"دیکھو سونیا! میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ بیوی اپنا حق مانگتی ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی لیکن بیوی اتنی بھی احمق نہ ہو کہ حسد اور جلاپے میں اپنے شوہر کی زندگی مصیبت میں ڈال دے اور دشمنوں کو اس کی شہہ رگ تک پہنچا دے۔ رسونتی نے کئی بار ایسی حماقتیں کی ہیں۔ یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں آئندہ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ تم سے بھی یہی کہتا ہوں کہ اس سفر کو کہیں راستے میں ملتوی کر دو اور پیرس آ جاؤ۔ میں پیرس میں ہوں۔"

"کیا تم مجھے بہلا رہے ہو؟ رسونتی یقین سے کہہ رہی ہے کہ تم سنگاپور میں ہو۔"

"بے شک میں سنگاپور میں تھا جب رسونتی نے دشمنوں کو میرے گھر کا پتا بتا دیا تو میں وہاں سے نکل گیا۔ اب پیرس میں ہوں۔"

"کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"اگر یہ جھوٹ بھی ہے تو تم وہی سونیا ہو جو میرے حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتی ہو۔ جب میں تم سے کہتا ہوں کہ تمھیں پیرس جانا چاہیے تو پھر بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"فرہاد! میں تمھارے حکم کے مطابق پیرس جاؤں گی لیکن رسونتی کو ساتھ لے کر۔ اسے میں سنگاپور میں تنہا نہیں چھوڑوں گی۔ کچھ بھی ہو وہ تمھارے بچے کی ماں اور تمھاری بیوی ہے۔"

"یہی سوچ سوچ کر تو میں اس عورت کا جنجال برداشت کرتا رہا۔ اب برداشت نہیں کروں گا۔"

"رسونتی فون پر کہہ رہی تھی کہ میں ماضی میں اس کے بہت کام آتی رہی ہوں۔ اس کی خاطر میں نے تم سے شادی نہیں کی لہٰذا اس بار بھی اس کے کام آؤں۔"

میں نے پوچھا "رسونتی کے کہنے سے تمھیں یاد آیا کہ تم ماضی میں اس کے کام آتی رہی ہو اور ایک بار تم نے اس کی خاطر مجھ سے شادی نہیں کی۔ کیا یہ بات تمھیں پہلے سے یاد نہیں تھی؟"

"میں بھول گئی تھی۔ اس کے یاد دلانے پر بھی یاد نہیں آیا مگر میں جانتی ہوں۔ رسونتی مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ تمھی بتاؤ کیا وہ مجھ سے جھوٹ بول رہی ہے۔ کیا میں نے اس کی خاطر تم سے شادی سے انکار نہیں کیا تھا؟"

"وہ درست کہتی ہے لیکن تمھاری یادداشت کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا پھر مجھ پر شبہ کر رہے ہو۔ کیا میں وہی سونیا نہیں ہوں؟"

"بھئی میں شبہ نہیں کر رہا ہوں لیکن تمھاری دماغی حالت عجیب ہے۔ میں توجہ سے تمھارا معائنہ کرانا چاہتا ہوں۔ تمھیں پیرس آنا چاہیے۔"

"سنگاپور اور فار ایسٹ کے دوسرے ملکوں میں بھی دماغی امراض کے ماہرین ہیں۔ میرا معائنہ وہاں بھی ہو سکتا ہے۔ فرہاد یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ تم رسونتی سے بیزار ہو جاؤ یا اس سے ناراضگی میں قطع تعلق کر لو تو ہم بھی اس سے دور رہیں۔ کم از کم پارس کی خاطر مجھے وہاں جانے دو۔"

میں نے پوچھا "پارس کہاں ہے؟"

"ایک پارس تو رسونتی کی گود میں ہے دوسرے پارس کو تم نے کہاں چھپا رکھا ہے۔"

"میں نے اسے کہاں چھپا رکھا ہے؟ کیا تمھیں یاد آیا؟"

"میں نے کئی بار یاد کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔"

میں اس کی باتیں سن کر تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ وہی عورتوں کا مخصوص شک و شبہ تھا۔ کیا میری سونیا بدل گئی ہے؟ کیا جس سے باتیں کر رہا ہوں یہ میری نہیں ہے؟ مجھے ایک ڈمی سے بہلایا جا رہا ہے؟

ان خیالات کے ساتھ میرے دماغ میں یہ بات آئی کہ سونیا کو سنگاپور ہی جانے دینا چاہیے۔ چپ چاپ تماشا دیکھنا چاہیے۔ اگر یہ سونیا کی ڈمی ہو گی تو اس کے ساتھ معلوم ہوتا ہے گا کہ دشمن کس طرح

میرے اطراف جال پھیلا رہے ہیں اور میں کون سا سنگاپور میں تھا کہ میرے لیے خطرہ لاحق ہوتا۔ میں وقت آنے پر بنکاک سے نکل کر کسی دوسری جگہ جا سکتا تھا۔

میں نے کہا "اچھی بات ہے۔ سنگاپور جاؤ لیکن یاد رکھو۔ رسونتی کو اپنے ساتھ پیرس نہ لانا۔ لاؤ گی تو اسے بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے میں جگہ نہیں ملے گی۔"

وہ بولی "یہ بعد کی باتیں ہیں۔ پہلے میں رسونتی کے پاس پہنچ کر اسے تسلی دینا چاہتی ہوں۔ کچھ بھی ہو، وہ تمھاری بیوی اور تمھارے بچے کی ماں ہے۔ آج تم ناراض ہو۔ آئندہ کبھی یہ ناراضگی دور ہو سکتی ہے۔"

"کبھی دور نہیں ہو گی۔"

"کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ پھر یہ انسانی جذبے ناممکن کو ممکن بنا دیتے ہیں۔"

میں تھوڑی دیر تک اس سے باتیں کر کے رخصت ہو گیا۔ اعلیٰ بی بی کے پاس آ کر پوچھا "ہاں بتاؤ ہپناٹزم کے متعلق کیا اسٹڈی کی؟"

"ہم سب نے توجہ سے پڑھا ہے۔ بابا صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ دو عامل مختلف انداز میں ایک ہی دماغ کو اپنا ٹارگٹ بنائیں تو دماغ یقینی طور پر کمزور پڑ جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کمزوری کے باعث یادداشت کمزور پڑ جاتی ہے۔ اسے پچھلی بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں۔"

میں نے اعلیٰ بی بی سے کہا "میں اب تک سونیا کو آزماتا رہا ہوں۔ اسے وہ ساری باتیں یاد ہیں جو ہمارے ریکارڈ میں موجود ہیں اور جو باتیں آف دی ریکارڈ ہیں، وہ اسے یاد نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ سونیا کی ڈمی ہے اور یہودیوں نے میرے ریکارڈ کے مطابق اسے میرے متعلق تمام باتیں ذہن نشین کرا دی ہیں جو اسے یاد ہیں اور جو یہودی نہیں جانتے، اسے وہ باتیں یاد نہیں ہیں کیوں کہ اسے ذہن نشین نہیں کرائی گئی ہیں۔"

"تمھارے اس تجزیے سے یہی بات سامنے آتی ہے کہ اس وقت جو سونیا ہمارے تمھارے سامنے ہے وہ ایک ڈمی ہے۔"

"جب میں یقین کی حد تک شبہ کرتا ہوں تو میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔ میری اپنی سونیا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ دشمنوں نے کہیں اس کی زندگی تو نہیں چھین لی ہے؟"

"نہیں فرہاد نہیں، ایسا نہ کہو۔ تمھاری سونیا زندہ ہے سلامت ہے۔ دشمن اتنا بڑا خطرہ مول لینے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں گے وہ جانتے ہیں کہ سونیا تمھیں کس قدر عزیز ہے۔ اگر اس کی جان کو کچھ ہوا تو تم اس کا انتقام نہایت خوف ناک انداز میں لو گے۔"

"یہی باتیں سوچ کر صبر کر لیتا ہوں۔ بہرحال تم سے ایک اور معاملے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے مرجانہ کے متعلق، سنو وہ بخیریت ہے۔"

میں نے اعلیٰ بی بی کو تفصیل سے پہلے مرجانہ کے متعلق بتایا پھر ٹارزر غلبا سے ہونے والی تمام باتیں تفصیل سے سنائیں۔ اعلیٰ بی بی نے کہا "فرہاد! اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایک شادی کے بعد تمھیں بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں۔ تم ایک آزاد انسان ہو اور بندھنوں میں رہنا تمھارے بس کی بات نہیں ہے لیکن یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ اگر ایک کافر قبیلے کے پچاس ساٹھ ہزار لوگ اسلام قبول کرتے ہیں تو تمھیں یہ قدم ضرور اٹھانا چاہیے۔"

میں نے کہا "دنیائے اسلام میں قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی دینی مسائل کی مستند اتھارٹی ہے۔ اس یونیورسٹی سے پیچیدہ مسائل کے سلسلے میں فتوے حاصل کیے جاتے ہیں۔ تبلیغ کے سلسلے میں ہدایات حاصل ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر جواد الخیری کا تعلق بھی قاہرہ سے ہے۔ تم اس کے ذریعے الازہر یونیورسٹی سے رابطہ قائم کرو اور معلومات حاصل کرو کہ پوری ایک قوم کو مشرف بہ اسلام کرنے کے سلسلے میں فوری طور پر کس طرح کے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔"

"میں یہ معلومات حاصل کر لوں گی۔"

"ٹارزر غلبا کی مملکت میں نیک منتخب لوگوں کو بھیجا جائے جو اس قبیلے کے مزاج کو سمجھ کر تبلیغ کریں اور اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ اس سے پہلے عیسائی اور یہودی وہاں اپنے مذہب کی اشاعت میں ناکام ہو چکے ہیں۔"

ہم تھوڑی دیر تک اس موضوع پر باتیں کرتے رہے پھر میں نے پوچھا "سجاد علی تیمور کا کیا حال ہے؟"

"اس وقت وہ ہمارے ادارے کے کراٹے سینٹر میں ہے۔ وہاں ماسٹر واٹسوروکی اور پومی بھی موجود ہیں۔"

"میں ان کے پاس جا کر ذرا اسے دیکھ رہا ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں پومی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ایک چھ فٹ کے مجسمے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ مجسمہ ربر کا بنا ہوا تھا۔ واٹسوروکی کہہ رہا تھا "ایک اچھا فائٹر مقابلے میں آنے سے پہلے اپنے مقابل کے قد کا بھی حساب کرتا ہے۔ کوئی چھ فٹ کا ہوتا ہے، کوئی پانچ فٹ کا، کوئی ساڑھے پانچ فٹ کا اور کوئی ساڑھے چھ فٹ کا۔ اس کی مناسبت سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کے سر سے نیچے دل کتنے فاصلے پر ہے یا زمین سے اس کا سینہ اور پھر سینے میں اس کا دل کتنی اونچائی پر ہے۔ اسی حساب سے لڑنے کے دوران کک ماری جاتی ہے۔ بہت کم فائٹر صحیح طور پر دل کی جگہ کک مار سکتے ہیں۔"

وانشوروکی اس وقت پومی کو فائٹنگ کے سلسلے میں انسانی اناٹومی کا سبق دے رہا تھا۔ پومی اس کو سمجھتی جا رہی تھی لیکن بار بار اس کا دھیان سجاد علی تیمور کی طرف چلا جاتا تھا۔ وہ بے اختیار اُسے دیکھنے لگتی تھی کیوں کہ سر سے پاؤں تک وہ فرہاد نظر آ رہا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "اگر یہ فرہاد نہیں ہے تو میرا دل اس کی طرف کیوں کھنچا جا رہا ہے؟"

پھر اس کی دوسری سوچ نے جواب دیا "محبوب سامنے نہ ہو تو محبوب کی تصویر دیکھ کر بھی دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ شاید اس لیے میرا دل اُدھر کھنچا جا رہا ہے۔"

وہ وانشوروکی کی آواز سن کر چونک گئی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کیا تم پھر سجاد کے متعلق سوچ رہی ہو؟"

وہ بولی "ماسٹر! میں کیا کروں۔ مجھے آنکھوں کے سامنے صرف فرہاد نظر آ رہا ہے۔ میں نے آپ کی ہدایات کے مطابق اس کے متعلق سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ اپنے دل کو پتھر بنا لیا ہے لیکن اس کی ڈمی بار بار میرے سامنے آئے گی تو میں کیسے اپنے دل کو سنبھالوں گی؟"

"یہ بھی ایک آزمائش ہے۔"

وانشوروکی نے یہ کہتے ہوئے سجاد کی طرف دیکھا۔ وہ پینترے بدل بدل کر دونوں ہاتھوں کو مختلف زاویوں سے مختلف کراٹے کی پوزیشن میں لا رہا تھا۔ کراٹے کا ابتدائی سبق بار بار دُہرا رہا تھا۔ وانشوروکی نے کہا "پومی! تم ایک ایسے فرہاد کو چاہتی ہو جو ٹیلی پیتھی کی غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اچھا فائٹر بھی ہے۔ کیا تم ایسے فرہاد کو اپنا محبوب بناؤ گی جو تمہارے مقابلے میں کمتر ہو۔ اگر بنا سکتی ہو تو جاؤ سجاد سے دو دو ہاتھ کرو۔ وہ ابھی چاروں شانے چت ہو جائے گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "میں اسے چاہتی ہوں جو طفلِ مکتب نہیں ہے۔"

"شاباش۔ آؤ اب اس مجسمے کے دل کی جگہ کِک مارو۔"

وہ دو قدم دُور گئی۔ پھر پینترا بدلتے ہوئے، ایک ہیبت ناک قسم کا نعرہ لگاتے ہوئے دوڑتی ہوئی آئی۔ دوسرے ہی لمحے اس نے اچھل کر ایک لات مجسمے کے سینے پر رسید کی۔ وانشوروکی نے کہا۔ "گڈ، تم نے ٹھیک دل کی جگہ ٹھوکر ماری ہے لیکن تم پہلے سے تربیت یافتہ ہو اور تم نے چھ فٹ کے اس مجسمے کی اناٹومی کو سمجھا ہے اور اس کا حساب رکھا ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مختلف قد کے لوگ مقابلے پر آئیں تو تم ان کا حساب کس طرح رکھو گی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ ایک دیوار کے پاس گیا۔ پھر وہاں لگے ہوئے بٹن کو دبانے لگا۔ ایک بٹن کو دباتے ہی چھ فٹ کے مجسمے کے قریب والا ایک مجسمہ جو لیٹا ہوا تھا، وہ یکلخت کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا بٹن دبانے سے دوسرا مجسمہ کھڑا ہو گیا۔ اس طرح چھ فٹ کے مجسمے کے آس پاس مختلف قد کے چار مجسمے کھڑے ہو گئے۔ وانشوروکی نے ان کے سامنے پہنچ کر کہا "دیکھو، ان میں سے کوئی ساڑھے پانچ فٹ، کوئی پانچ فٹ، کوئی پونے چھ فٹ اور کوئی ساڑھے چھ فٹ کا ہے۔ تم متواتر ایک سرے سے کِک مارتی جاؤ۔ اس سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کے دونوں انگوٹھوں پر سیاہی لگا لو۔"

وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ دونوں انگوٹھوں پر اس نے کچی سیاہی لگائی تاکہ ٹھوکر پڑنے کے بعد مختلف مجسموں پر اس سیاہی کا نشان لگ جائے اور معلوم ہو کہ نشانہ کس حد تک دُرست رہا ہے۔

سیاہی لگانے کے بعد اس نے پینترے بدلے۔ فضا میں ایک آدھ بار قلابازی کھائی۔ جمناسٹک کے کرتب دکھائے پھر ایک سرے سے دوسرے سرے تک پینترے بدل بدل کر ان مجسموں کو کِک مارتی چلی گئی۔ کسی کو کھڑے کھڑے گھوم کر لات رسید کرتی تھی کسی کو فلائنگ کِک مارتی تھی۔ ہر مجسمے کے سینے پر انگوٹھے کی سیاہی کا نشان لگتا جا رہا تھا۔

وانشوروکی نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام مجسموں کو دیکھا پھر کہا "دیکھو پومی! جو مجسمہ چھ فٹ کا اور پونے چھ فٹ کا ہے، ان پر تمہارا نشانہ بالکل دُرست ہے۔ ٹھیک دل کی جگہ پر تمہارے انگوٹھے کی سیاہی نظر آ رہی ہے۔ باقی جو مختلف قد کے مجسمے ہیں، وہاں تمہارے نشانے چُوک گئے ہیں۔ اس کے لیے ابھی تمہیں اچھی خاصی مشق کرنی ہوگی۔"

میں نے سجاد علی تیمور کے پاس پہنچ کر پوچھا "ہیلو، کیسا ہو رہا ہے؟"

وہ پریکٹس کرتے کرتے رُک گیا۔ خوش ہو کر بولا "دیکھ لیجیے، انسان بن رہا ہوں۔"

میں نے کہا "انسان بننے کی ایک شرط یہ ہے کہ جو کچھ سیکھو، اپنے دفاع کے لیے، اپنے تحفظ کے لیے سیکھو۔ دوسروں پر حملہ کرنا، دوسروں کو نقصان پہنچانا خلافِ انسانیت ہے۔"

"لیکن کوئی ہمیں جارحانہ اقدام پر مجبور کر دے تو؟"

"تو مجبوری ہے۔ بعض حالات میں ظالموں کو دشمنوں کو موت کی سزا دینی پڑتی ہے تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں لیکن ایسے اقدامات سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔"

میں تھوڑی دیر تک باتیں کرتا رہا اور اسے سمجھاتا رہا کہ وہ مجھ سے گفتگو کرنے کے دوران اپنی مشقیں جاری رکھے۔ جہاں اس سے غلطی ہوتی تھی، میں اسے سنبھال لیتا تھا اور اسے بتانے لگتا تھا کہ کیا کرنا چاہیے۔ وہ بہت خوش ہو رہا تھا لیکن اسے خوش کرنے کے لیے میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ میں نے اس کے ساتھ پندرہ منٹ

گزارے پھر اس سے رخصت ہوتے ہوئے پوچھا "یہاں تمہیں کسی بات کی کمی محسوس تو نہیں ہوتی ہے؟"

"بالکل نہیں، میں یہاں بہت خوش ہوں۔"

"اعلیٰ بی بی تمہیں مکمل فرہاد بنا کر رہے گی۔"

وہ پینترا بدلتے بدلتے رُک گیا۔ اعلیٰ بی بی اس کے تصور میں در آئی تھی۔ مَیں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"مَیں نے دوبارا اعلیٰ بی بی کو دیکھا ہے، مگر جب بھی ملنا چاہتا ہوں، وہ مصروف ہوتی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے مجھ سے کتراتی ہے۔"

"کیا تم کترانے کی وجہ سمجھ سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں، میں نادان نہیں ہوں۔ اُدھر اعلیٰ بی بی اور اِدھر پومی دونوں ہی مجھے کبھی کبھی بے اختیار دیکھنے لگتی ہیں اور جب دیکھتی ہیں تو نظریں ہٹانا بھول جاتی ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ وہ آپ کو دیکھتی رہتی ہیں کیوں کہ مَیں مَیں نہیں آپ بنا ہوا ہوں۔"

میں نے پوچھا "پومی تو تم سے نہیں کتراتی ہے؟"

"ہاں، وہ میرے ساتھ کراٹے کی پریکٹس کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے، وہ آپ سے زیادہ متاثر نہیں ہے یا پھر اپنے دل و دماغ کو قابو میں رکھنا جانتی ہے۔ اس کے برعکس اعلیٰ بی بی پر حیرت ہے۔ وہ تو بڑی مستقل مزاج عورت سمجھی جاتی ہے لیکن عورت کو سمجھنا مشکل ہے خواہ کیسی ہی مستقل مزاج ہو۔ عورت پھر عورت ہے۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اعلیٰ بی بی کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مجھے اپنے دماغ میں محسوس کر لیا کرتی تھی اس لیے میں چپ چاپ اس کے چور خیالات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ میں نے پوچھا "تم سجاد علی تیمور سے کیوں کترا رہی ہو؟"

وہ ذرا ہچکچائی۔ پھر بولی "نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"دیکھو ہم انسانی نفسیات کو خوب سمجھتے ہیں۔ تم بھی انسان ہو۔ تم سجاد کو دیکھتے ہی مجھے دیکھنے لگتی ہو۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہاں، میں اسی لیے سجاد کے سامنے نہیں جاتی۔ میں کیا کروں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"یہ بتاؤ۔ تم فرہاد کو کیوں چاہتی ہو؟"

"اس لیے کہ فرہاد فرہاد ہے۔"

"ہاں، مَیں سر سے لے کر پیر تک فرہاد ہوں۔ بالکل اسی طرح سر سے پاؤں تک سجاد میرے روپ میں ہے۔"

"صورت شکل ایک ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ شخصیت تو ایک نہیں ہے اور یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔"

"کیا وہ میرے انداز میں گفتگو نہیں کرتا ہے۔ اس کی آواز، اس کا لب و لہجہ، اس کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا سب میری طرح نہیں ہے۔ کیا ذرا بھی فرق ہو تو بتاؤ۔"

"فرق کوئی نہیں ہے۔"

"انسان کی بول چال سے ظاہری شخصیت بنتی ہے۔ باطنی شخصیت کا حساب بعد میں ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم فرہاد کی ظاہری شخصیت کی طرف کھنچی جا رہی ہو۔"

"تم دلِ نادان کی بات کر رہے ہو اور مَیں نادان نہیں ہوں۔"

"پھر اس سے کیوں کتراتی ہو؟"

"بات اصل میں یہ ہے کہ وہ بالکل تمہاری طرح حرکتیں کرتا ہے بلکہ تمہاری تعالی میں ہم سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک بار اس نے بے تکلف ہونے کی کوشش کی۔ میں تو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کیا کروں؟ اسے ناراض بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"ہاں، اسے ناراض نہ کرنا۔ اور اس مسئلے پر اپنے دماغ کو زیادہ نہ اُلجھانا۔ تمہاری ذمے داریاں بہت وسیع ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی ذمے داری کی ادائیگی میں اس اُلجھاوے کے باعث کوتاہی پیدا ہو۔"

"اطمینان رکھو، ایسا نہیں ہوگا۔"

میں اس سے رخصت ہو کر اپنی جگہ حاضر ہوا۔ منجالی نے کہا۔ "میرے آقا! اب شام ہو چلی ہے۔ آپ کم از کم ایک گھنٹے کے لیے خیال خوانی سے باز آ جائیں۔ کھلی فضا میں چل کر ذرا چہل قدمی کریں۔"

میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "ہاں، میرا ریڈی میڈ میک اپ نکالو۔ میں بنکاک کی سیر کروں گا لیکن تم میرے ساتھ نہیں رہو گی۔ تمہاری سمت مختلف ہو گی۔"

"میں سمجھتی ہوں۔ ہم دونوں کو اس شہر میں ایک ساتھ نہیں نکلنا چاہیے۔ انٹرپول کے لوگ ہماری تلاش میں ہیں۔ باس جے آر جے ناتھن نے مجھے ان کے متعلق بتایا ہے۔"

"جس وقت تم باس ناتھن سے فون پر گفتگو کر رہی تھیں تو

اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہِ راست ہم سے حاصل کریں

میں نے وہ باتیں سُن لی تھیں۔"

منجالی نے اپنی اٹیچی سے ایک تصویر نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "باس تاتھن نے یہ تصویر بھیجی ہے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اگر آپ بنکاک میں آزادی سے گھومنا چاہتے ہیں تو اس میک اَپ میں زیادہ مناسب ہوگا کیوں کہ اس شخص کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات یہاں موجود ہیں۔ انٹرپول والے آپ کے متعلق تفتیش کریں گے تو ضروری ثبوت کی موجودگی میں مطمئن ہوجائیں گے۔"

میں نے تصویر دیکھی پھر اس کے متعلق تفصیلات پڑھیں، اس کا کیسٹ سنا۔ اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو سمجھا پھر اس کے ماسک کو اٹھا کر دیکھا۔ اس ماسک کی موجودگی میں میک اَپ زیادہ دشوار نہیں تھا۔ باس تاتھن نے میک اَپ کا تمام سامان پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ میں اپنا چہرہ بدلنے بیٹھ گیا۔

اسی دوران منجالی مجھ سے باتیں کرتی جارہی تھی اور بات بات پر ہنستی بھی جارہی تھی۔

میں نے پرنسس شباتہ سے وعدہ کیا تھا کہ فرصت ملتے ہی اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اس وقت میک اپ کے دوران فرصت تھی۔ میں اس سے باتیں کرسکتا تھا لیکن ابھی میں منجالی سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ دن رات رہنے کے باوجود خیال خوانی میں میرا زیادہ وقت گزر جاتا تھا اور بے چاری انتظار کرتی رہ جاتی تھی۔ اس لیے میں اس سے زیادہ گفتگو کر رہا تھا۔

میں ایک گھنٹے کے بعد آئینے کے سامنے ایک اجنبی بنا بیٹھا تھا۔ منجالی نے ایک فائل کھول کر پڑھتے ہوئے کہا "اب آپ کا نام ملک دلبر حسین ہے۔ آپ کا تعلق پاکستان کی ایک پنجابی فیملی سے ہے۔ آپ کے والدین وہاں بہت بڑے بزنس مین ہیں۔ یہاں آپ اکثر تفریح کے لیے آتے ہیں۔ مہینے، دو مہینے، تین مہینے تک ٹھہرتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ آپ کا قیام یہاں کے فرسٹ کلاس ہوٹل میں ہے۔ یہ ہوٹل، ریڈ پاور کی ملکیت ہے۔ وہاں آپ کے نام کمرہ نمبر سولہ ایک ہفتے سے بُک ہے۔ یعنی آپ ایک ہفتے سے وہاں رہتے آرہے ہیں۔ ہوٹل کے بیرے اور دوسرے تمام اسٹاف اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ آپ کو دن رات ہوٹل میں آتے جاتے دیکھتے رہتے ہیں۔"

وہ پڑھتی جارہی تھی۔ میں اپنے میک اَپ کو آخری ٹچ دیتے ہوئے سُنتا جارہا تھا۔ وہ دلبر حسین کے والدین کا نام اور ان کی لاہور کی رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر وغیرہ بتا رہی تھی اور میں ذہن نشین کرتا جارہا تھا پھر اس نے کہا "دلبر حسین اس دنیا میں نہیں ہے۔ تقریباً سات ماہ پہلے وہ ہوٹل ریڈ روز کے ایک کمرے میں مُردہ پایا گیا تھا۔ یہاں کے باس نے اس کا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات اپنے قبضے میں کر لیے تھے۔ ریڈ روز کے ہر کمرے میں خفیہ مائک نصب کیے ہوئے ہیں جس کے ذریعے ان کمروں کے مکینوں کی آوازیں سُنائی دیتی ہیں اور دوسری طرف ریکارڈ ہوتی رہتی ہیں۔ دلبر حسین کی یہی ریکارڈنگ ابھی آپ نے سُنی ہے۔"

میں نے پوچھا "دلبر حسین اپنے والدین سے بچھڑا ہوا ہے۔ سات ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ کیا اس کے والدین نے اسے تلاش نہیں کیا؟"

"یہاں لکھا ہے کہ اسے تلاش کرنے کے لیے اس کا باپ آیا تھا مگر مایوس ہو کر چلا گیا۔ دلبر حسین اپنے والد سے کسی بات پر ناراض ہو کر یہاں آیا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ پاکستان واپس نہیں جائے گا۔ لہٰذا اس کے والدین یہی سمجھ رہے ہیں کہ دلبر حسین بنکاک میں نہیں ہے کسی دوسرے ملک میں چلا گیا ہے اور جب تک اس کی ناراضگی دور نہیں ہوگی وہ ان کے پاس واپس نہیں آئے گا۔"

منجالی نے ایک تصویر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ دلبر حسین کے باپ کی تصویر ہے۔ جب وہ تلاش کرنے آیا تھا تو یہ تصویر اتاری گئی تھی۔ اس کی والدہ کے متعلق معلومات نہیں ہیں۔ نہ ہی اس خاتون کی کوئی تصویر ہے۔"

میں نے کہا "اتنا ہی کافی ہے۔ یہ پاسپورٹ وغیرہ ہوٹل کے اسی کمرے میں بھیج دو۔ اگر کوئی رُکاوٹ ہوئی اور انٹرپول والے میرے پیچھے پڑگئے تو میں آج کی رات اسی ہوٹل میں گزاروں گا۔ تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں باہر جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ منجالی میرے بعد وہاں سے نکلنے والی تھی۔ میں باہر آیا تو ڈرائیور کار کا دروازہ کھول کر سیدھا کھڑا ہوگیا۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں نے کار کی کھڑکی سے دیکھا منجالی دروازے کی آڑ میں کھڑی ہوئی، مجھے دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔

ڈرائیور نے پوچھا "جناب! آپ کہاں جانا پسند کریں گے؟"

"پہلے فرسٹ کلاس ہوٹل میں لے چلو۔ میں وہاں کا ماحول اور اپنا کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

وہ اُدھر جانے لگا۔ میں نے فرصت ملتے ہی شباتہ کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ دریا کے کنارے سبز گھاس پر لیٹی ہوئی تھی، اس کے دونوں پاؤں ٹخنے تک پانی میں ڈوبے ہوئے تھے کبھی کبھی وہ پاؤں ہلا ہلا کر پانی کے چھینٹے اڑاتی تھی۔ جب سے میں نے اس کے پاس تنہائی میں آنے کا وعدہ کیا تھا، تب سے وہ تنہا رہنا پسند کرتی تھی۔ کبھی اپنے کاٹج میں جاکر لیٹ جاتی تھی۔ کبھی بے چینی سے ٹہلنے لگتی تھی۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جاکر کسی کام میں

وقت گزارنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس نے مرجانہ کو اس علاقے کی سیر کرانے اور اس کی خدمت کرنے کے لیے اپنی خاص کنیزیں مقرر کردی تھیں اور خود کو میرے لیے تنہا چھوڑ دیا تھا۔

میں چپ چاپ اس کے دماغ میں بیٹھا اس کی سوچ پڑھ رہا تھا۔ بہت دور دماغ کی گہرائیوں میں پہنچ کر اس کے ڈھکے چھپے خیالات پڑھ رہا تھا۔ کبھی ماضی کے اوراق اُلٹ رہا تھا۔ اس کے بچپن سے لے کر جوانی تک کی مصروفیات اور اس کی جنگجویانہ.... صلاحیتوں کے متعلق تفصیلات معلوم کرتا جارہا تھا۔

معلومات کا سلسلہ بہت ہی طویل تھا۔ اس دوران میری کار ہوٹل ریڈ روز کے احاطے میں پہنچ گئی تھی۔ میں نے تھوڑی دیر کے لیے خیال خوانی ترک کردی۔ کار سے نکل کر ہوٹل کی شان دار عمارت کو دیکھا۔ ہوٹل کا ملازم دوڑتا ہوا آیا تھا۔ اس نے اٹینشن ہو کر سلام کیا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر آہستگی سے بولا "جناب! کمرہ نمبر سولہ فرسٹ فلور لفٹ کے ساتھ ہے۔"

میں نے بھی آہستگی سے پوچھا "کیا یہاں ہوٹل میں دلبر حسین کوئی دوست ہے؟"

"ویسے تو کتنی ہی لڑکیاں اس کی دوست تھیں۔ خاصا مغرور ہر لڑکی کو لفٹ نہیں دیتا تھا نظر انداز کرکے گزر جاتا تھا۔"

"کوئی مرد دوست تھا؟"

"دلبر حسین آدم بیزار تھا۔ کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا۔ اس کے باوجود زندہ دل تھا۔ ہوٹل کے تمام اسٹاف سے ہنستا بولتا رہتا تھا۔ بات بات پر کوئی لطیفہ سُناتا تھا اور قہقہے لگاتا تھا۔"

میں اس کے مزاج کو سمجھ گیا۔ وہ کسی سے دوستی نہیں کرتا تھا لیکن ہر ایک سے ہنستے بولتے وقت گزارتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا، جب کہ دوستی کی بُنیاد اعتماد پر ہوتی ہے۔ میرے سامنے کھڑا ہوا ملازم گھوم کر آگے جانے لگا۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر چلتا ہوا ہوٹل کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ دور ہی دور سے میری رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ جدھر جارہا تھا، میں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے زینے پر چڑھنا شروع کیا۔ میں بھی چاروں طرف دیکھتا ہوٹل کے ماحول کا جائزہ لیتا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ ہوٹل کے ہر فلور پر ایک چھوٹا سا کاؤنٹر تھا جہاں تمام کمروں کی چابیاں نمبر کے مطابق لٹکتی تھیں۔ میں نے وہاں سے سولہ نمبر کی چابی لی۔ پھر اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی ملازم آکر مجھے ہوٹل کے منیجر کا نام اور دوسرے اسٹاف وغیرہ کے متعلق بتانے لگا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "بس کرو۔ ابھی میں کسی طرح کی مزید معلومات نہیں چاہتا، تنہائی چاہتا ہوں۔"

وہ باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کیا۔ پھر ایک ایزی چیئر پر بیٹھ کر شباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے کی طرح اس کے دماغ کی کتاب کو کھول کر ایک ایک سطر پڑھنے لگا۔ ذرا دیر لگی لیکن اس کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات حاصل ہوگئیں۔ ان معلومات کا خلاصہ یہ تھا کہ اس کا ظاہر اور باطن ایک تھا۔ وہ صاف گو تھی۔ جھوٹ برداشت نہیں کرتی تھی۔ اگر وہ دشمنوں کو مارنا جانتی تھی تو دوستوں کے لیے مرنا بھی جانتی تھی۔ بہت ہی غصہ ور تھی۔ کبھی غصہ آجاتا تھا تو اسے ٹھنڈا کرنا اور سمجھانا تقریباً ناممکن ہوجاتا تھا۔ ویسے غصہ بہت کم آتا تھا۔ تارتر بلبا کی طرح خر دماغ نہیں تھی۔ حالات کے مطابق سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتی تھی۔ بچپن سے جوانی تک کئی بار خطرات سے کھیل چکی تھی۔ کئی بار موت کے مُنہ سے نکل کر آئی تھی۔ ابھی میں کہہ نہیں سکتا تھا کہ وہ سونیا اور مرجانہ کے مقابلے میں کیسی ہوگی۔ اگر کمتر بھی ہوئی تو ان دونوں کی صحبت میں رہ کر مستقبل میں کندن بن سکتی تھی۔

اب وہ مایوس ہو کر بستی کی طرف واپس جارہی تھی۔ میں نے اسے مخاطب کیا "ہیلو شباتہ!"

وہ ٹھٹک گئی۔ پھر خلا میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جیسے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "میں آگیا ہوں۔ ادھر بہت مصروف ہوں۔ فرصت ہی نہیں مل رہی تھی۔ پھر بھی تھوڑی دیر کے لیے آگیا۔ میں نے سوچا شاید تم میری طویل غیر حاضری سے پریشان ہوجاؤ گی۔"

"میں واقعی بہت پریشان ہو رہی تھی۔ میں کیسے بتاؤں کہ میرے دل کی کیا حالت ہو رہی تھی۔"

"مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں تمھارے دل کی ایک ایک دھڑکن گن کر بتا سکتا ہوں۔"

وہ ایک اندرونی ہائے کے ساتھ بولی۔ "میں اکثر سوچتی رہتی ہوں۔ تم کیا ہو۔ کس طرح کسی کے دماغ میں سما کر دھڑکنوں میں گونجنے لگتے ہو۔ آج مجھے اپنے تجربے سے پتا چل رہا ہے۔"

"شباتہ! میرے ساتھ بڑی مشکل ہے۔ کبھی میں ایک گھنٹے میں آنے کا وعدہ کر کے جاتا ہوں اور ایک ہفتہ لگ جاتا ہے اور کبھی وعدے کے مطابق آجاتا ہوں۔"

"میں نے سُنا ہے۔ تم بہت بری طرح مصروف رہتے ہو۔ کھانے اور سونے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ یہ تو مجبوریاں ہوتی ہیں۔ میرا دل کہتا ہے۔ جب بھی فرصت ملے گی، تم میرے پاس ضرور آیا کرو گے۔"

"جب ہمیں آخری سانس تک ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو میں آتا جاتا رہوں گا۔ ہمارے درمیان رابطہ رہے گا۔ ہم ایک دوسرے کو سمجھتے رہیں گے۔"

"فرہاد! تمھاری نائب سونیا اور مرجانہ دشمنوں سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ میں چاہتی ہوں، مجھے بھی تم کسی مشن پر جانے کے لیے کہو۔ میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم میری نائب سونیا اور مرجانہ کو کہہ رہی ہو۔ کیا تمھیں حسد اور جلاپا نہیں ہوتا؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں یہ تو مردوں کی شان ہے کہ ان کے پاس ایک سے زیادہ بیویاں ہوں۔ میرے باپ نے اپنی زندگی میں ستر شادیاں کیں جن میں سے بہت سی عورتیں ابھی زندہ ہیں۔ ان عورتوں سے اتنی اولادیں ہیں کہ ہم گنتی نہیں کر سکتے۔ ہمارے جیسی قبیلے کا سربراہ چاہے کتنی ہی شادیاں کرے، اہمیت صرف پہلی بیوی کی ہوتی ہے۔ اس پہلی بیوی کی اولادیں اور شارٹر ببا ہیں۔ باقی جتنے ہیں سوتیلے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی ہمارے باپ کی دولت اور جاگیر پر اپنے حقوق کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں کا یہی دستور ہے۔ البتہ ہمارا باپ اپنی مرضی سے انھیں جو دینا چاہے دے سکتا ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی ستر شادیاں کروں تو تمھیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟" اس وقت میں مذاق کے موڈ میں تھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھلا اعتراض کیوں ہوگا۔ مجھے دولت اور جاگیر کا لالچ نہیں ہے۔ میری زندگی، میرا مستقبل محفوظ ہے۔ پھر میں تم سے کس چیز کا لالچ کر سکتی ہوں۔ صرف تمھاری محبت چاہتی ہوں اور وہ مجھے تم سے اس وقت تک ملتی رہے گی جب تک میں تم سے محبت کرتی رہوں گی اور کڑی سے کڑی آزمائشوں میں تمھارے سامنے ڈھال بن کر رہوں گی۔ کیا تم کسی مرحلے پر بھی سونیا سے نفرت کر سکتے ہو یا اسے چھوڑ سکتے ہو؟"

"کبھی نہیں۔"

"میرا ایمان ہے، مجھے بھی تم کبھی چھوڑ نہیں سکو گے۔"

سونیا کے ذکر پر میرے دماغ میں بات آئی۔ اگر وہ سونیا کی ڈمی ہے تو اصل سونیا کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اعلیٰ بی بی کی یہ بات تقویت پہنچا رہی تھی کہ دشمن سونیا کے دماغ کو واش کر سکتے ہیں لیکن اسے ہلاک نہیں کر سکتے۔ وہ اتنا بڑا خطرہ مول لے کر مجھے اپنے بڑوں سے دشمنی کرنے کی دعوت نہیں دے سکتے۔

میں نے شباتہ سے کہا۔ "میں پھر تمھارے پاس آؤں گا۔ فی الحال میں جہاں ہوں، وہاں دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں تمھارا انتظار کروں گی۔ جب تک نہیں آؤ گے، تمھارے آنے کی دعا مانگتی رہوں گی۔۔۔ انتظار کرتی رہوں گی۔"

اس کے اس فقرے میں بڑی محبت اور اپنائیت چھپی ہوئی تھی۔ میں اس سے رخصت ہو کر ہوٹل کے کمرے میں حاضر ہو گیا۔ وہ کمرہ کافی کشادہ تھا۔ سڑک کی طرف بالکونی نظر آ رہی تھی۔ بالکونی سے پہلے شیشے کے دروازے تھے جو بند تھے تاکہ بالکونی کے راستے کوئی کمرے میں داخل نہ ہو سکے۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر میں نے چھت کی طرف مُنہ اٹھا کر پوچھا۔ "کیا میری آواز سُنائی دے رہی ہے؟"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ میں نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "جناب! آپ کی آواز سُنائی دے رہی ہے۔ آپ حکم دیں۔ ہم تعمیل کے لیے تیار ہیں۔"

میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دروازے پر دستک سُنائی دی۔ میں نے کہا۔ "میرے کمرے کے دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہے۔ کون آسکتا ہے؟"

"آپ دروازہ کھول کر اسے دیکھیں۔ اندر آنا چاہے آنے دیں۔ ہم اس کی باتیں سنتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کی ضرورت ہوئی تو میں دماغی رابطہ قائم کر لوں گا۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر آگے بڑھ کر دروازے کو کھول دیا۔ میرے سامنے ایک قدآور، صحت مند مقامی شخص کھڑا ہوا

تھا۔ میں دروازہ کھولتے ہی ایک طرف ہٹ گیا تاکہ اگر وہ دلبر حسین ...شناسا ہو تو اندر چلا آئے۔ کوئی اجنبی ہو تو باہر سے ہی کوئی بات ...رے گا۔

وہ اندر آتے ہوئے بے تکلفی سے بولا۔ "واہ مسٹر دلبر! تم تو ایسے ...ئے جیسے عورت کے دل سے وفا جاتی ہے۔"

وہ اینزی چیئر پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا۔ "تمھارے آنے سے پہلے ...یں ایک ضروری حساب کر رہا تھا۔ پانچ منٹ انتظار کر لو۔ میں ذرا دل ...ی دل میں حساب جوڑ لوں۔ پھر تم سے باتیں کرتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے میں دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کے دماغ ...یں جھانکنے لگا۔ پتا چلا، وہ نمبری بدمعاشوں میں سے ایک تھا۔ اسے ...اکٹ مارنے میں مہارت حاصل تھی۔ موقع ملنے پر ڈاکے بھی ڈالتا تھا۔ ...غوا کر لیتا تھا۔ جس دھندے سے زیادہ نقدی حاصل ہوتی تھی، وہی ...یر قانونی کام کر گزرتا تھا۔ دلبر جب بھی بنکاک آتا تھا تو وہ نمبری بدمعاش ...سے اس شہر کی مالدار عورتوں کی مصروفیات کے متعلق بتاتا تھا۔ گیا ...ہ ایک آوارہ مزاج کا بدمعاش نمائندہ تھا۔

اس حد تک معلومات حاصل کرنے کے بعد میں نے ہوٹل کے ملازم سے کہا۔ "میرے کمرے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ...ھی اسے ٹال دوں گا۔"

پھر میں نے مسکراتے ہوئے اس نمبری بدمعاش سے کہا۔ "سوری تمھیں انتظار کرنا پڑا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ مجھے ضروری ...ام آپڑا تھا۔ میں اچانک ہی تم سے ملے بغیر چلا گیا۔"

"مسٹر دلبر حسین! کمال کی بات تو یہ ہے کہ اِدھر تم غائب ...ہوئے، اُدھر ڈی ایف غائب ہو گئی۔"

میں نے سوچا۔ یہ ڈی ایف کون ہو سکتی ہے؟ اس کی سوچ ...نے بتایا۔ "ڈی ایف کا پورا نام ڈارلنگ فیروزہ ہے۔ اس شہر کی امیر ...رین خاتون ہے۔ حسین ہے لیکن بہت ہی نک چڑھی ہے۔۔۔ ...لبر حسین اس پر مرمٹا تھا لیکن ہمیشہ مُنہ کی کھاتا تھا۔"

اسی وقت اس نمبری بدمعاش نے کہا۔ "اس وقت سات ...ج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ اب سے سات ...اہ پہلے میں ٹھیک اسی وقت تمھارے پاس آیا تھا اور میں نے تم ...ے کہا تھا کہ ڈارلنگ کس کلب میں مل سکتی ہے؟ اور تم نے کہا تھا، ...ج تم ضرور اس سے تعارف کا کوئی راستہ نکال لو گے۔"

"میں نے کہا نا، میں ایک ضرورت سے مجبور ہو کر اچانک ...ی چلا گیا تھا۔"

"ویسے مسٹر دلبر! تم قسمت کے دھنی ہو۔ ڈی ایف کا پھر ...راغ مل گیا ہے۔"

میں نے پوچھا۔ "کہاں ہے وہ؟"

"میں گوگو کلب کے ڈائننگ روم میں گیا تھا۔ وہاں ایک ٹیبل پر میں نے اس کا ریزرویشن کارڈ دیکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آج رات اس میز پر کھانا کھائے گی۔ نکالو دس ڈالر۔"

اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "نہیں، صرف اطلاع پہنچانے کا معاوضہ پانچ ڈالر ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "مگر یہ بھی تو دیکھو، سات مہینے کے بعد تم سے کچھ مل رہا ہے۔ جب اتنے دن بعد مل رہا ہے تو کچھ زیادہ ملنا چاہیے۔"

میں نے پانچ ڈالر نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں گوگو کلب جاؤں گا۔ اگر کام ہو گیا تو دس کے بجائے پندرہ ڈالر دوں گا۔ اب یہاں سے جاؤ۔"

وہ نوٹ کو جیب میں رکھتے ہوئے خوشامدانہ انداز میں بولا۔ "تمھارے پاس سگریٹ تو ہوگا؟"

"میں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا ہے۔"

"یہ بہت بُری بات ہے کہ بُرے آدمی بُری عادتیں چھوڑ دیں۔"

وہ اُٹھ کر جانے لگا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر ذرا رُک گیا۔ کچھ سوچا پھر پلٹ کر بولا۔ "ایک اور پتا بتاتا ہوں۔ وہ بھی تمھارے معیار کے مطابق ہے۔ نکالو پانچ ڈالر۔"

میں نے کہا۔ "جب تک ایک شکار ہاتھ نہ آجائے، میں دوسرے کی طرف نہیں بڑھتا۔ تمھیں تو صرف اپنی آمدنی کی پڑی رہتی ہے۔ میں نے کہا نا کامیابی کے بعد پندرہ ڈالر دوں گا۔"

وہ مایوس ہو کر باہر چلا گیا۔ میں نے دروازے کو بند کر دیا۔ اس کی سوچ پڑھنے لگا۔ وہ جاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "اونہہ، بڑا گلفام بنتا ہے۔ ڈی ایف کے سامنے بڑے بڑے دولت مند گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ بڑے بڑے افسر اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ بھلا وہ ایسے جوان کو کیا گھاس ڈالے گی۔ مجھے تو پندرہ ڈالر کبھی نہیں ملیں گے۔"

میں نے ہوٹل کے خاص ملازم کو سوچ کے ذریعے مخاطب کیا پھر پوچھا۔ "گوگو کلب کے ڈائننگ روم میں کس وقت کھانا سَرو کیا جاتا ہے؟"

"آٹھ بجے۔"

"تم نے اس بدمعاش کی باتیں سُنی تھیں؟"

"جی ہاں، جناب!"

"معلوم کرو۔ وہاں ڈائننگ روم کی ایک میز پر ڈارلنگ فیروزہ کا ریزرویشن کارڈ رکھا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کوئی قریبی میز میرے لیے ریزرو کراؤ۔ میں وہیں ڈنر کھاؤں گا۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ مجھے کسی ڈارلنگ فیروزہ سے دلچسپی نہیں تھی لیکن اس نمبری بدمعاش کی سوچ نے اس کی اتنی تعریف کی تھی کہ میں نے اپنی شام کی تفریح کا رُخ اُدھر موڑ دیا تھا۔ بہرحال بنکاک کی شام بند کمرے میں گزاری نہیں جاسکتی تھی۔ کچھ شرارتیں کرنی تھیں تاکہ دل بہلتا رہتا اور دماغ تر و تازہ رہتا۔ میں نے باس جے آر جے ناتھن کو مخاطب کیا۔ اس نے پوچھا" فرمائیے جناب ؟"

" مسٹر ناتھن! تل ابیب کے وقت کے مطابق سونیا آج چار بجے ایک طیارے سے روانہ ہوئی ہے۔ آپ معلوم کریں۔ وہ طیارہ سنگاپور کب پہنچے گا؟"

" میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

" سونیا جیسے ہی سنگاپور پہنچے، اس کے پیچھے کچھ دشمنوں کو لگا دیں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا" جناب! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں ؟"

" جو کہہ رہا ہوں، اس پر عمل کریں۔ سونیا کو ذرا آزمائشوں میں مبتلا کریں۔ ایسی آزمائشیں جن سے گزرنے کے لیے حاضر دماغی اور چالاکی کی ضرورت ہوتی ہے۔"

" آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ حکم دیں گے تو ہم آپ کے بھی دشمن بن جائیں گے کیوں کہ حکم کے غلام صرف حکم پر عمل کرنا جانتے ہیں۔ ویسے جناب! آپ نے مجھے بُری طرح الجھا دیا ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو مجھے یہ راز بتادیں کہ مادام سونیا سے دشمنی کریں اور وہ بھی آپ؟"

میں نے ہنستے ہوئے مختصر طور پر اسے بتا دیا" شاید وہ سونیا کی ڈمی ہے لہٰذا اسے آزمائشوں سے گزار کر ہی اس پر اعتبار کیا جاسکتا ہے یا اُسے بے نقاب کیا جاسکتا ہے۔"

اس نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا" پھر تو ہم اُس سونیا کو قدم قدم پر آزمائشوں میں مبتلا کریں گے۔"

میں نے ایک طرف رکھے ہوئے سوٹ کیس کو کھولا۔ اس میں میرے لیے مختلف قسم کے ملبوسات تھے۔ ایک نیوی کلر کا سوٹ تھا۔ میں نے اسے نکال کر پہنا۔ بہت عرصے بعد تھری پیس سُوٹ اور نکٹائی میں مکمل طور پر ملبوس ہوا۔ پھر اپنے لباس پر خوشبو اسپرے کی۔ اس کے بعد اپنے کمرے سے نکل گیا۔ باہر وہی کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور نے مجھے دیکھتے ہی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر بیٹھتے ہوئے کہا" گوگو کلب جانا ہے لیکن جلدی نہیں ہے کسی لمبے راستے سے لے چلو تاکہ میں بنکاک بائی نائٹ دیکھ سکوں۔"

اس نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ اسے اسٹارٹ کر کے میری ہدایت کے مطابق کسی لمبے راستے سے لے جانے لگا۔ میں نے ایک ذرا منجالی کی خیریت معلوم کی۔ وہ ایک کار میں بیٹھی ہوئی ڈرائیور کی رہنمائی میں اسی طرح بنکاک کی سیر کر رہی تھی۔ میں اس کے پاس سے واپس آگیا۔ مقصد تفریح کرنا تھا خیال خوانی بہت کر چکا تھا۔ دماغی تھکن دور کرنے کے لیے گھنٹے دو گھنٹے تک ٹیلی پیتھی کو بھلا جانا دانشمندی ہوتی لیکن مجھ سے ایسی دانشمندی کبھی سرزد نہیں ہوئی۔ ہزار کوششوں کے باوجود میری زندگی کا ایک گھنٹہ بھی بیداری کی اس حالت میں کبھی خیال خوانی کے بغیر گزر نہ سکا۔

میں نے ایک بار پھر کوشش کرنے کے لیے اپنے دل میں مصمم ارادہ کیا، کم از کم دو گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کروں گا۔ منجالی کی طرف سے اطمینان تھا۔ سونیا ابھی طیارے میں سفر کر رہی تھی اور سنگاپور کسی وقت بھی پہنچتی تو اس کی حفاظت اور نگرانی کرنے والے باس ناتھن کے آدمی ہوتے اور اس سے دشمنی کرنے والے بھی باس کے ہی آدمی ہوتے۔ اس کی طرف سے مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔ اسے کوئی جانی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ رسونتی کو تو میں نے اپنے دل و دماغ سے نوچ کر پھینک دیا تھا۔ مرجانہ کی خیریت معلوم کر چکا تھا۔ ثباتہ سے دو گھنٹے، چار گھنٹے بعد بھی ملاقات ہوسکتی تھی، لہٰذا میں کم از کم دو گھنٹے تک خیال خوانی سے باز رہ سکتا تھا۔

میں کھڑکی کے باہر بنکاک شہر کے گزرتے ہوئے مناظر دیکھنے لگا۔ دور دور تک روشنی کا سیلاب سا تھا۔ رنگ برنگے قمقمے، اونچی اونچی عمارتیں، خوش پوش اور خوش مزاج مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب مل کر بنکاک کے حسن میں اضافہ کر رہے تھے۔ تمام شہروں کو شاہراہوں پر سے گزرتے دیکھو تو یکسانیت کا احساس ہوتا ہے۔ وہی اونچی نیچی عمارتیں، چوڑی پختہ سڑکیں، فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے مقامی اور غیر ملکی باشندے۔ یہی سب کچھ تمام بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ جو چیز ایک شہر کو دوسرے شہر سے مختلف بناتی ہے، وہ ہے وہاں کی تہذیب۔ بنکاک کی عورتوں، مردوں کے ملبوسات، ان کا رہن سہن، ان کے چلنے اور بولنے کا انداز اور ان کا رویّہ، یہی سب کچھ کسی دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ میں اس شہر کو گزرتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ پھر سوچتے سوچتے گوگو کلب کی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ کار، پارکنگ ایریا کے سامنے پہنچ کر رُک گئی تھی۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دو گھنٹے تک خیال خوانی سے باز رہوں گا لیکن ہوٹل ریڈ روز کے خاص ملازم سے ریزرویشن کے متعلق معلوم کرنا تھا۔ یہ مجبوری تھی اس لیے میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا" ریزرویشن کا کیا ہوا؟"

" او کے سر! ڈی ایف کی میز کے سامنے والی میز آپ کے لیے مخصوص ہوچکی ہے۔ وہاں پھولوں کے درمیان آپ کے نام کا کارڈ لگا دیا گیا ہے۔"

میں کار سے نکل کر کلب کے بیرونی حصّے کو دیکھنے لگا۔ اسی وقت ایک بہت ہی قیمتی کار میرے قریب ہی آکر رُکی۔ ڈرائیور نے

اپنی جگہ سے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ کار کے اس اندرونی حصّے سے ایک حسن کا چاند طلوع ہونے لگا۔ میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ کار سے نکلتے ہی اس کی نظر بھی مجھ پر پڑی تھی لیکن اس نے فوراً ہی ایسی بے نیازی سے منہ پھیر لیا گویا میری جیسی ہزاروں لاکھوں آنکھیں دن رات اسے دیکھتی رہتی ہوں۔ ہزاروں فرہاد آہیں بھرتے رہتے ہوں لیکن وہ کسی کی پروا نہ کرتی ہو جیسے اس نے سوچ رکھا ہو کہ اس زمین پر اس کے شایانِ شان مرد کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی ہے تو وہ اس کے لیے آسمان سے اُتر کر آئے گا۔

وہ بڑی شان بے نیازی سے چلتے ہوئے کلب کے برآمدے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی چال میں غرور کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک بوڑھی عورت اس کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک مرد جس نے اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور یقیناً وہ اس کا سیکریٹری ہوگا۔ وہ اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ میں تیزی سے چلتا ہوا اس دوشیزہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک گئی۔ ناگواری سے استفہامیہ انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔ اس کا سیکریٹری فوراً ہی آگے بڑھ کر ہمارے درمیان آگیا۔ میرے سامنے سینہ تان کر بولا" اے مسٹر! کون ہو؟ میڈم کے قریب آنے کا مقصد کیا ہے؟"

میں نے مسکرا کر کہا" قریب آنے والے دوست ہوتے ہیں اور اگر دوست نہیں ہوتے تو وہ قریب آکر دوستی کرنا چاہتے ہیں"۔

اس شخص نے کہا" پلیز! آپ اپنی کھال میں رہیں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا" میری کھال فلیکس ایبل ہے۔ میں جب چاہوں، باہر نکل آتا ہوں۔"

بوڑھی عورت نے اس حسینہ سے کہا" کم آن ڈارلنگ، ٹونی اس سے نمٹ لے گا۔"

وہ دونوں آگے بڑھ گئیں۔ ٹونی میرے سامنے پینترا بدل کر تیار ہوگیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا" میں لڑنے جھگڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ یہ دیکھو، اپنا راستہ بدل رہا ہوں۔"

میں نے راستہ بدل دیا لیکن اس بڑھیا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حسینہ کلب کے برآمدے میں پہنچتے ہوئے سرگوشی میں بول رہی تھی۔ "آنٹی! کہیں یہ انٹرپول کا کوئی آدمی تو نہیں ہے۔ بڑی تیزی سے آگے بڑھا تھا۔"

بوڑھی آنٹی کے ذریعے اس حسینہ کی یہ بات سنتے ہی میری کھوپڑی روشن ہوگئی۔ میں نے فوراً ہی تصدیق کے لیے لیڈی آر پر کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا اور جب وہاں پہنچا تو اسی عورت کے دماغ میں تھا جو برآمدے میں بوڑھی آنٹی کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ ٹونی قریب پہنچ کر کہہ رہا تھا" بس آنکھیں دکھاتے ہی ڈر گیا، دوسری طرف چلا گیا۔"

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لیڈی آر پر ڈی ایف کے رُوپ میں ملے گی۔ کمبخت کا وہ رُوپ بھی پُرکشش تھا اور یہ رُوپ بھی مقناطیسی تھا۔ وہ کہہ رہی تھی" ٹونی! تم بہت جلد خوش فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہو۔ وہ راستہ بدل کر گیا ہے لیکن اُدھر برآمدے میں کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔"

" مادام! کوئی شخص دور سے کھڑا ہو کر دیکھے تو ہم اعتراض نہیں کرسکتے میں یقین سے کہتا ہوں، اس کا تعلق ہمارے دشمنوں سے نہیں ہے۔ میں نے اسے کئی ماہ پہلے دیکھا تھا۔ یہ مسلمان ہے۔ پاکستان سے آیا ہے۔ نام مجھے یاد نہیں آرہا ہے اور ہماری معلومات کے مطابق پاکستان میں انٹرپول کا کوئی قابلِ ذکر دفتر نہیں ہے۔"

" دفتر نہیں ہے لیکن عزت علی اوّل درجے کا بہروپیا ہے۔ کیا ہم سوچ سکتے تھے کہ رنگون جانے والے عزت علی کو ہم ہلاک کر دیں گے تو اس کے بعد بھی ایک عزت علی یہاں ہمارے سر پر مسلط ہوجائیگا؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے کلب کے اندر چلے گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے اسی طرف جانے لگا۔ میں نے ان سے کافی فاصلہ رکھا تھا اب قریب جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ڈائننگ ہال میں اپنی میز کے قریب جا کر بولی" آس پاس کی میزوں کا خیال رکھو۔ کوئی جاسوس ہمارے قریب نہ ہو۔"

ٹونی نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ سامنے ہی میز پر گلدان کے خوب صورت پھولوں پر میرے نام کا کارڈ نظر آیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی چونک کر بولا" ہاں مادام! یاد آیا۔ اس نوجوان کا نام دلبر حسین ہے۔ وہ بالکل بے ضرر ہے۔ بے فکر قسم کا جوان ہے۔ کمبخت کی میز ہمارے سامنے ہی ہے۔"

اس نے مجھے کمبخت کہا اور میں ان کی کمبختی بن کر اس میز کے قریب پہنچ گیا۔ مسکرا کر ڈی ایف کو دیکھا تو اس نے اونہہ کہتے ہوئے آنٹی کی طرف مُنہ کر لیا۔ میں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت آنٹی کہہ رہی تھی" ڈارلنگ! تم اپنی جگہ بدل دو۔ اس کی طرف پُشت کر کے بیٹھ جاؤ۔"

وہ ناگواری سے سخت لہجے میں بولی" کیا میں ایسے چھچھورے نوجوانوں سے ڈرتی ہوں۔ ابھی چاہوں تو چٹکی میں مَسل دوں لیکن حالات سے مجبور ہوں۔ کل سے چار دیواری میں قید تھی۔ دشمنوں کے ڈر سے چھپی ہوئی تھی۔ اب تفریح کے لیے نکلی ہوں۔ کوئی نئی مصیبت مول لینا نہیں چاہتی۔"

میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ ہوٹل ریڈ روز کے ملازم کے پاس پہنچا۔ پھر اس سے کہا" گوگو کلب کے ڈائننگ ہال کا نمبر ڈائل کرو اور فون پر ڈارلنگ فیروزہ کو بلاؤ۔ اس کے نام پیغام دو کہ مسٹر گولڈ

نے فون پر طلب کیا ہے۔"

"جب وہ فون پر آئیں گی تو میں کیا کہوں گا؟"

"تم ریسیور کو کان سے لگائے رہنا۔ جو کہنا ہوگا، میں کہوں گا۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ ایک ویٹر میرے پاس آکر کھڑا ہوگیا تھا۔ میں نے کھانے سے پہلے ایک مشروب کا آرڈر دیا۔ وہ چلا گیا۔ میں ڈارلنگ فیروزہ کے دماغ کو ٹٹولنے لگا۔ پتا چلا، وہ اپنے اصلی رنگ و روپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر ماسک میک اَپ نہیں ہے۔ اس سے پہلے جب وہ لیڈی آر پر بنی ہوئی تھی تو ماسک میک اپ میں رہا کرتی تھی۔

کلب کے ایک ملازم نے اس کے قریب آکر ادب سے کہا "مس فیروزہ! مسٹر گولڈ آپ سے فون پر بات کرنا چاہتے ہیں۔"

مسٹر گولڈ کا نام سنتے ہی وہ یوں کھڑی ہوگئی جیسے سوئچ کا بٹن دبا دیا گیا ہو۔ گولڈ نامی کوئی شخص (جس کا پورا نام کچھ اور ہوگا) گولڈن ریکٹ کے بڑے بڑے عہدیداروں اور بڑے بڑے مجرموں کے اعصاب پر چھایا ہوا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی وہ سب مستعد ہو جاتے تھے۔ وہ بھی اپنا غرور اور شانِ بے نیازی بھول کر فوراً ہی تیزی سے کاؤنٹر کے پاس گئی۔ پھر ریسیور اُٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو... میں ڈی ایف بول رہی ہوں۔"

میں اپنی میز پر خاموش بیٹھا ہوا تھا لیکن دماغی طور پر ہوٹل ریڈرز کے ملازم کے دماغ میں تھا۔ وہ کان سے ریسیور لگائے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے میری سوچ کے مطابق اپنی آواز میں رُعب اور دبدبہ پیدا کرتے ہوئے کہا "ڈارلنگ! میں مسٹر گولڈ یعنی مسٹر سونا نہیں ہیرا ہوں۔"

ڈارلنگ فیروزہ کے تیور بدل گئے۔ وہ بولی "کیا بکواس ہے، کون ہو تم؟"

"میں جو کوئی بھی ہوں۔ اپنے سامنے والی میز پر چلی جاؤ۔ دلبر حسین سے اپنا تعارف کراؤ۔ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔"

"یوشٹ اَپ۔" وہ یہ کہہ کر ریسیور رکھنا چاہتی تھی۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ریسیور نہ رکھ سکی۔ میں نے پھر دوسری طرف سے ملازم کے ذریعے کہا "ریسیور نہ رکھنا۔ موت ہزار بھیس بدل کر انسان تک پہنچتی ہے۔ میں ہر بھیس کے پیچھے موت کا چہرہ دیکھ لیتا ہوں۔ تم تو ایک عورت ہو۔ تمھارے پیچھے لیڈی آر پر کا چہرہ مجھے صاف نظر آرہا ہے۔ میں نے کہا نا۔ اپنی بھلائی چاہتی ہو تو دلبر حسین تمھارا بہترین پارٹنر ثابت ہوگا۔ دیٹس آل۔"

اُدھر ملازم نے ریسیور رکھ دیا۔ اِدھر ڈارلنگ فیروزہ ہاتھ میں ریسیور پکڑے سوچ میں پڑ گئی تھی۔ اس نے وہیں سے سر گھما کر میری طرف دیکھا۔ میں انجان بنا اب اس مشروب کے گلاس سے ایک چُسکی لے رہا تھا جسے ابھی ویٹر نے میرے سامنے لاکر رکھا تھا۔ وہ چند لمحوں تک سوچنے کے بعد اسی فون پر کسی سے رابطہ قائم کر رہی تھی۔ میں انتظار کرنے لگا۔

رابطہ قائم ہوگیا۔ دوسری طرف سے کسی کی آواز سنائی دی۔ اس کے جواب میں ڈارلنگ فیروزہ نے کہا "میں ایک نئے دوست کے ساتھ ہوں۔ تم میرا انتظار نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ میں دوسری طرف بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے چند لوگوں سے کہہ رہا تھا "ڈارلنگ نے اشاروں میں بتایا ہے کہ وہ کسی دشمن کے ساتھ رہے گی اور وہ جہاں لے جانا چاہے گا چلی جائے گی لہٰذا ہمیں فوراً اس شخص کے چاروں طرف جال پھیلا دینا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے، وہ کون ہے، کس لیے ڈارلنگ فیروزہ اس کے ساتھ جانے کے لیے مجبور ہوگئی ہے اور وہ اسے کہاں لے جاسکتا ہے۔"

ایک نے پوچھا "کہیں وہ انٹرپول کا آدمی تو نہیں ہے؟"

"اگر ایسا ہوتا تو ڈارلنگ کی طرف سے اشارہ ضرور موصول ہوتا۔"

میں آگے ان کی بات نہ سُن سکا۔ خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا کیونکہ ڈارلنگ فیروزہ میری میز کے پاس آکر بڑے ہی مسحور کُن انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی "کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

میں فوراً ہی اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولا "تم پہلے ہی میرے دل میں براجمان ہو۔ اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔"

وہ بیٹھ گئی مسکراتے ہوئے بولی "میں وہ عورت ہوں جو دل میں بیٹھ کر دل کے ہزار ٹکڑے کر دیتی ہے۔"

میں نے اپنی جگہ بیٹھتے ہوئے کہا "میری بڑی خواہش ہے کہ موت آئے تو تمھاری جیسی حسین رُوپ میں آئے، ورنہ کتّوں کے ذریعے آتی ہے تو دور ہی دور سے بدک جاتی ہے۔"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کہا "میں تمھیں ایک مزے کا واقعہ سناؤں۔ اسی شہر میں ایک لیڈی آر پر رہا کرتی تھی۔ وہ جسے ناپسند کرتی تھی، اس پر خونخوار کتّے چھوڑ دیا کرتی تھی۔ ظاہر ہے، کتّے اس بے چارے کا گوشت اور ہڈیاں الگ الگ کر دیتے ہوں گے لیکن اس کے کتّے نے مجھے دیکھ کر معاف کر دیا۔ اس طرح ثابت ہوا کہ لیلیٰ کا کتا بھی مجنوں کا دوست ہوتا ہے۔"

وہ مجھے گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے میرے چہرے کے آرپار جھانکنا چاہتی ہو اور سمجھنا چاہتی ہو۔ کیا میں وہی شخص ہوں جس پر اس کے کتّے نے حملہ کرنا چاہا تھا لیکن کسی وجہ سے سہم کر حملہ نہ کر سکا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا "یوں گھورتی رہو گی تو مجھے نظر لگ جائے گی۔"

وہ اپنے خیالات سے چونک گئی۔ فوراً ہی سنبھل کر بولی "تم کون ہو؟"

میں نے ویٹر کو بُلایا۔ پھر اس سے کہا "ڈارلنگ! باتیں ہوتی ہی رہیں گی، پہلے کھانے کا آرڈر دو۔"

اس نے مینو کو دیکھتے ہوئے آرڈر نوٹ کرایا۔ جب ویٹر چلا گیا پھر اس نے اپنا سوال دُہرایا "پلیز مجھے بتاؤ تم کون ہو؟"

"میں وہ ہوں جسے انٹرپول کا چیف فلائنگ آفیسر عزّت علی تلاش کر رہا ہے۔ میں وہ ہوں جسے گولڈن ریکٹ کی لیڈی آر پر اور شاید ان کا باس مسٹر گولڈ بھی ڈھونڈ نکالنا چاہتا ہے۔"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے کسی نے فون پر دھمکی دی تھی اور کہا تھا، میں تم سے بات نہیں کروں گی تو میرا راز فاش کر دیا جائے گا۔ وہ کون لوگ ہیں جو مجھے میری مرضی کے خلاف تمھارا ساتھ دینے پر مجبور کر رہے ہیں؟"

"میرے چند مہربان ہیں۔ وہ جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں چاند کے ٹکڑوں کے بیچ میں گھرا رہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، تم مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے؟"

"بھلا کیا بتا سکتا ہوں۔ کہہ تو دیا، ایک بہروپیا ہوں۔ تم بھی طرح طرح کے روپ بدلنے میں اپنا جواب نہیں رکھتی ہو۔ ہم دونوں خوب ملے ہیں۔ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے پھر ہم دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون کس کو کاٹ کر گزر جاتا ہے۔"

"تم باتیں نہ بناؤ۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے، میرے ذریعے گولڈن ریکٹ تک پہنچنا چاہتے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "تمھارا باس مسٹر گولڈ اپنے پورے ریکٹ کے ساتھ میری جیب میں پڑا رہتا ہے۔ میں جب چاہوں اُسے آہنی سلاخوں کے پیچھے بھیج سکتا ہوں۔"

"تم ڈینگیں مار رہے ہو۔"

میں چپ ہوگیا۔ کیوں کہ ویٹر کھانے کی ٹرالی لے کر آگیا تھا۔ ہماری میز پر کھانے کی ڈشیں سلیقے سے رکھتا جا رہا تھا۔ اتنی دیر میں میں نے اس کے دماغ کو پڑھنا شروع کیا۔ میں نے معلوم کیا۔ وہ پہلے پہل کس طرح گولڈن ریکٹ میں آئی تھی۔ کون اسے لے کر آیا تھا۔ اسے اس راہ پر لگانے والے کا نام بلیک مرمر تھا۔ وہ ان دنوں بنکاک میں تھا۔ ابھی ڈی ایف رات کا کھانا اسی کے ساتھ کھانے والی تھی پھر اس کے ساتھ کل صبح بنکاک سے جانے والی تھی۔ یہ جگہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا چاہتی تھی لیکن میں نے ہوٹل کے ملازم کے ذریعے جب فون پر اسے دھمکی دی تو اس نے فوراً ہی اپنے آدمیوں کو اشاروں میں خطرے کا سگنل دے دیا۔ خطرے کا یہ سگنل بلیک مرمر تک پہنچ چکا تھا۔ اب وہ اِدھر نہیں آئے گا۔ ان کی ملاقات کل صبح ائیرپورٹ لاؤنج میں ہی ہوسکتی تھی یا پھر کھانے کے بعد جب میں ڈارلنگ فیروزہ کو لے کر باہر نکلتا اور اس کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ جاتا یا ان کے ہاتھوں ہلاک ہو جاتا تو ڈارلنگ اپنے اس محسن بلیک مرمر کے ساتھ صبح روانہ ہو جاتی۔

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ زندگی میں صرف ایک ہی مرد سے متاثر ہوئی ہے اور وہ بلیک مرمر ہے۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ ٹونی اسی بلیک مرمر کا باڈی گارڈ ہے اور وہ بوڑھی آنٹی ڈی ایف کی آیا ہے۔ بچپن سے اس کی خدمت کرتی آرہی ہے۔

ویٹر چلا گیا۔ ڈارلنگ فیروزہ نے ایک چمچ سے چکن سُوپ پینے کے بعد کہا "کھانے کے بعد تم میرے ساتھ میرے ہی بنگلے میں چلو گے۔"

"میں اتنی بے تکلفی پسند نہیں کرتا۔ ذرا شغل کے طور پر تمھیں بُلا لیا ہے۔ بھوکوں کو کھانا کھلا کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد پھر اجنبی بن جاؤں گا۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "یہ نہیں ہوسکتا۔ کوئی لیڈی آر پر کو سمجھ لینے کے بعد اتنی آسانی سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ اگر تم نے میرے ساتھ چلنے سے انکار کیا تو کلب کے اندر اور باہر میرے آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ یقین کرو۔ میرے ایک اشارے پر تمھیں گولی مار دیں گے۔"

میں نے ایک لقمہ چباتے ہوئے، اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔ پھر کہا "ذرا اپنے بلیک مرمر کی خبر لو۔"

اس نے چونک کر پوچھا "تم اسے کیسے جانتے ہو؟"

"یہ نہ پوچھو کہ میں اور میرے مہربان دوست تم لوگوں کے متعلق کیا جانتے ہیں اور کیا نہیں جانتے ہو۔ بس اتنا سمجھ لو، جب تک میں یہاں زندہ سلامت رہوں گا۔ وہاں تمھارا مرمر بھی نہیں مرے گا۔ یقین نہ ہو تو جاؤ، کاؤنٹر پر فون رکھا ہوا ہے۔ اس سے رابطہ قائم کرو۔"

وہ میری باتوں پر غور کرنے لگی۔ میں اس کی سوچ کے ذریعے بلیک مرمر کا فون نمبر معلوم کر چکا تھا۔ میں نے ہوٹل کے مخصوص ملازم سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اسے ہدایت دی کہ وہ اس نمبر پر ڈائل کرے۔ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ ریسیور کان سے لگا کر سُننے لگا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر ریسیور اٹھایا گیا۔ کسی نے کہا "ہیلو۔"

میں نے اس ملازم کے ذریعے کہا "ڈارلنگ فیروزہ! مسٹر مرمر سے بات کرنا چاہتی ہیں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "ڈارلنگ کو ریسیور دو۔"

میں اتنی دیر میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچ گیا۔ معلوم ہوا وہ بلیک مرمر تھا۔ میں نے پھر اس ملازم کے ذریعے کہا۔ "سوری مسٹر مرمر! میں صرف یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ریسیور کس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر یہ تم ہی ہو تو اتنا یاد رکھو، جب تک گوگو کلب میں

دلبر حسین زندہ ہے۔ تم بھی زندہ رہو گے۔ اسے کوئی نقصان پہنچا تو تم اس قابل نہیں رہو گے کہ تمھیں کوئی اور نقصان پہنچ سکے۔ یقین نہ ہو تو اپنی جگہ سے فرار ہو کر دیکھ لو۔ ہمارے آدمی موت کی طرح پیچھا کرنا جانتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے ملازم کے ذریعے ریسیور رکھوا دیا۔ بلیک مرمر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھتا رہا۔ وہ ہیلو ہیلو کہہ کر چیخ رہا تھا۔ پھر اس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "اس کمبخت عورت میں اتنی کشش ہے کہ دیوانگی میں ہوش نہیں رہتا۔ جو کہتی ہے میں وہی کرتا چلا جاتا ہوں۔ آج اس کی وجہ سے انجانے دشمن مجھے گھیر رہے ہیں۔ اتنا تو یقین ہے کہ یہ انٹرپول والے نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو ڈراما بازی نہ کرتے۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے معلوم ہوا تھا، کسی نے ڈارلنگ فیروزہ کو فون پر دھمکی دی اور اسے لیڈی آر پر کہا۔ جب دھمکی دینے والا اسے لیڈی آر پر کی حیثیت سے جانتا ہے تو وہ اب تک اسے گرفتار کرا چکا ہوتا اور اگر وہ فون کے ذریعے مجھ تک پہنچ گیا ہے تو میرا ابھی انجام برا ہوتا لیکن اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے۔ ہمیں اب تک قانون سے بچائے رکھا ہے لیکن یہ ہے کون؟ مجھے دلبر حسین کے متعلق فوراً ہی معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔"

یہ سوچتے ہی وہ گوگو کلب کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کلب کے ایک ملازم نے آکر اطلاع دی "مسٹر دلبر حسین! آپ کا فون ہے۔ مسٹر بلیک مرمر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے اپنا کھانا جاری رکھتے ہوئے کہا "میں کھانے کے دوران اپنی جگہ سے اٹھنا پسند نہیں کرتا۔ فون یہاں تک آجائے تو میں گفتگو کر لوں گا۔"

ڈارلنگ فیروزہ نے جلدی سے پرس میں سے دو ڈالر نکالے۔ پھر ملازم کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "جاؤ فون یہاں لے آؤ۔"

وہ چلا گیا۔ ڈی ایف نے مجھ سے کہا "بلیک مرمر بہت ہی سنجیدہ، ذہین اور معاملہ فہم ہے، تم اس سے گفتگو کرو۔ یقیناً ہمارے درمیان دوستی کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔"

میں اس کی باتیں سن رہا تھا لیکن دماغی طور پر باس ناتھن کو بلیک مرمر کی رہائش گاہ کا پتا بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "ابھی اپنے چند مسلح جوانوں کو اس رہائش گاہ کے چاروں طرف پھیل جانے کے لیے کہہ دو اور ان میں سے ایک کی آواز مجھے سنا دو۔"

باس جے آر جے ناتھن کے سامنے اس کا ایک مسلح محافظ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اس کی آواز سنا دی پھر مجھ سے کہا آپ نے جس رہائش گاہ کا پتا بتایا ہے وہ ہم سے زیادہ دور نہیں ہے میرے آدمی صرف پانچ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔"

میری خیال خوانی کے دوران کلب کا ملازم ٹیلیفون اٹھا کر ہماری میز پر لے آیا تھا۔ میں نے اس کا ریسیور لے لیا لیکن دوسرے ہاتھ سے کھانے میں مصروف رہا جیسے کھانا میرے لیے ضروری ہو۔ ڈی ایف بے چینی سے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا "پلیز، پہلے فون پر باتیں کر لو۔"

میں نے کہا "ذرا ٹھہرو۔ کھانا ختم کر لوں۔ اس کے بعد باتیں کروں گا۔"

اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے۔ پھر وہ جلدی سے سنبھل گئی۔ فوراً مسکراتے ہوئے بولی "کھانا کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا ہے۔ پہلے انتظار کرنے والوں سے گفتگو کرنا چاہیے۔"

میں نے کہا "انتظار کرنے والوں کو بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ کسی کے کھانے کا وقت ہے۔"

وہ چپ ہو گئی۔ دراصل میں باس ناتھن کے کہنے کے مطابق پانچ منٹ سے زیادہ وقت گزارنا چاہتا تھا تاکہ اس کے آدمی بلیک مرمر کی رہائش گاہ کے اطراف پھیل جائیں۔ آخر میں نے ریسیور کان سے لگا کر کہا "ہیلو، کسی کے کھانے یا سونے کے دوران فون کے ذریعے ڈسٹرب کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ پھر بھی میں بات کر رہا ہوں۔ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مسٹر دلبر حسین! میں تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری، میں تنہائی میں صرف اپسراؤں سے باتیں کرتا ہوں۔"

"مذاق میں نہ ٹالو۔ یہ ڈرامائی انداز بالکل بچکانہ ہے۔ آخر تم دھمکیاں کیوں دے رہے ہو؟"

میں نے حیرانی سے پوچھا "کیا میں دھمکیاں دے رہا ہوں۔ تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں تو ایک معمولی سا آلہ کار ہوں۔ چونکہ خوبرو ہوں اسمارٹ ہوں اس لیے میرے باس نے مجھے آلہ کار بنا رکھا ہے۔ تم خود سمجھ سکتے ہو۔ میں یہاں کلب کے ڈائننگ ہال میں تمھاری ڈارلنگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور دوسری طرف کوئی تمھاری ڈارلنگ کو دھمکیاں دے رہا ہے اور شاید وہی تم سے بھی کچھ کہہ چکا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو تم مجھ سے فون پر رابطہ قائم نہ کرتے۔"

"یہ بات میں سمجھ رہا ہوں کہ تمھارے علاوہ کوئی خاص آدمی ہے جو تمھارے پیچھے چھپا ہوا ہے۔"

"ہاں جو میرے پیچھے چھپا ہوا ہے وہی اصل ہے اور وہ کبھی کوئی ڈرامے بازی نہیں کرتا۔ اس کی ہر چال کے پیچھے کوئی مقصد ہوتا ہے۔"

"مسٹر دلبر حسین! کیا یہ بچکانہ دھمکی نہیں ہے کہ میں اپنے گھر کی چار دیواری میں محفوظ ہوں۔ تمام دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند ہیں۔ پھر مجھے کون گولی مار سکتا ہے؟"

میں نے کہا "بلیک مرمر! صرف دس سیکنڈ انتظار کر لو۔ دس سیکنڈ کے اندر ابھی تمھیں گولی چلنے کی آواز سنائی دے گی لیکن فی الحال وہ گولی تمھارے جسم میں پیوست نہیں ہو گی۔"

یہ کہتے ہی میں باس ناتھن کے اس آدمی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی جیب سے ریوالور نکالا۔ پھر ایک ہوائی فائر کر دیا.... دوسرے ہی لمحے میں نے ٹیلیفون کے ذریعے پوچھا "کیا تمھیں فائر کی آواز سنائی دی؟"

اب وہ کچھ پریشان تھا۔ اس نے کہا "ہاں، ابھی ابھی میں نے وہ آواز سنی ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ تم وہاں گوگو کلب کے ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے مجھ سے باتیں کر رہے ہو پھر تمھیں کیسے پتا چلا کہ دس سیکنڈ کے اندر یہاں کوئی فائرنگ کرے گا؟"

"ہمارے درمیان تمام پلاننگ مکمل ہوتی ہے کہ کس وقت کون کیا کرے گا اور ہماری پلاننگ میں یہ وقت بھی شامل تھا کہ ٹھیک اس وقت ایک گولی چلائی جائے گی۔ ہوائی فائر کیا جائے گا۔ دیکھ لو کہ ہم کس طرح ایک ایک لمحے کا خیال رکھتے ہوئے اپنی پلاننگ پر عمل کرتے ہیں۔"

"میں تمھارے باس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بڑا شرمیلا ہے۔ آج تک مجھ سے نہیں ملا۔ تم سے کیا ملے گا۔"

"تم مجھے ٹال رہے ہو۔"

"مسٹر بلیک مرمر! ہم کام کی بات کریں اور کام کی بات یہ ہے کہ اپنے آدمیوں کو میرے آس پاس سے ہٹا دو۔ جو لوگ چھپے ہوئے ہیں، انھیں حکم دو کہ چلے جائیں۔ خواہ مخواہ اپنے ریوالور کی گولی ضائع نہ کریں۔ اسی میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔"

"میں ابھی اپنے آدمیوں کو حکم دیتا ہوں۔ وہ تمھارے نزدیک یا دور کہیں بھی نظر نہیں آئیں گے۔ تم ڈی ایف کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ ہم دوستانہ ماحول میں گفتگو کریں گے۔"

"میں نے کہا نا کہ صرف وقت گزارنے کے لیے میں ڈی ایف کے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں۔ اس کے بعد اسے بھول جاؤں گا۔ ایک گھنٹے کے بعد یہ آرام سے تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔"

"مسٹر دلبر! تم مجھے الجھا رہے ہو۔ میرے متعلق اتنی معلومات حاصل کر چکے ہو اور میں تمھارے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں کچھ تو واقفیت ہونی چاہیے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اپنے باس کا محتاج ہوں۔ وہ مجھے کسی بھی عورت سے بہت زیادہ فری ہونے نہیں دیتا۔ اس نے یہی شرط عائد کی تھی کہ میں کھانے کی حد تک ڈی ایف کے ساتھ وقت گزاروں گا۔ اس کے بعد اپنے باس کے کنٹرول میں چلا جاؤں گا۔ جو وہ کہے گا، اس پر عمل کروں گا۔"

"تو پھر اپنے باس سے ہی ایک بار گفتگو کرا دو۔"

"وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا تو میں تمھاری سفارش کروں گا۔"

"وعدہ کرتے ہو؟"

"وعدہ کرتا ہوں۔ جب تمھاری ڈی ایف مجھ سے رخصت ہو جائے گی تو یقیناً باس سے میری گفتگو ہو گی۔ میں اس کے بعد تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

"شکریہ مسٹر دلبر! اب ریسیور ذرا ڈارلنگ کو دے دو۔"

میں نے ریسیور اسے دے دیا۔ وہ فون پر باتیں کرنے لگی۔ میں سر جھکا کر کھانے لگا۔ بلیک مرمر کی باتیں سننے لگا۔ وہ ڈارلنگ سے کہہ رہا تھا "یہ شخص بہت گہرا ہے اور اس سے گہرا اس کا باس ہے۔ ڈارلنگ تم مردوں کو انگلیوں پر نچانا جانتی ہو۔ کیا اس گدھے کے بچے کو اپنے جال میں پھانس کر میرے پاس نہیں لا سکتیں؟"

اس نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا۔ پھر جواب دیا۔ "اچھی بات ہے۔"

وہ اس انداز میں بول رہی تھی کہ میں ان کی گفتگو کو سمجھ نہ سکوں۔ تھوڑی دیر کے بعد رابطہ ختم ہو گیا۔ کلب کا ملازم فون لے کر چلا گیا۔ ڈی ایف نے مسکراتے ہوئے کہا "تمھارا نام بہت ہی رومانٹک ہے مگر اس میں ذرا سی کمی ہے۔"

"کمی ہو تو تم پورا کر سکتی ہو۔ ویسے یہ گدھے کا بچہ کون ہے؟"

"گدھے کا بچہ.... وہ تو مجھ سے فون پر بات کر رہا تھا۔"

"یہ اچانک تم مجھ پر مہربان کیوں ہو گئی ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے مجھے بھرپور نظروں سے دیکھا۔ واقعی وہ باکمال اداکارہ تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں میں ایسے جذبے سمو لیے تھے جیسے وہ سارے کے سارے جذبے صرف میرے لیے ہوں اور وہ مجھ پر مرمٹی ہو۔ پھر اس نے کہا "تم بہت اسمارٹ ہو۔ میں دیکھ رہی ہوں، تم یہاں بیٹھے ہی بیٹھے کس طرح دشمنوں سے محفوظ ہو گئے کسی کی جرأت نہ ہو سکی کہ وہ چھپ کر تم پر گولی چلا سکتا۔ واقعی تم بہت ہی باکمال ہو۔ میں نے آج تک تمھارے جیسا جیالا کبھی نہیں دیکھا۔"

"تمھاری عمر کیا ہے اور اس سے پہلے کتنوں کو دیکھ چکی ہو۔"

وہ پہلے تو چونک گئی پھر سنبھل کر بولی "میرا مطلب ہے کہ آج تک کسی مرد نے مجھے متاثر نہیں کیا۔ اسی لیے آج تک شادی نہیں کی۔ میں نے سوچ رکھا ہے، جو میرے دل و دماغ پر حاوی ہو گا، میں اسی کو اپنا تن، من، دھن سونپ دوں گی۔"

میں نے انکار میں سر ہلا کر کہا "تم جھوٹ بولتی ہو۔ بے شک تمھاری عمر زیادہ نہیں ہو گی پھر بھی تم تیس برس سے کم نہیں ہو گی۔ تم جتنی مکاریاں دکھاتی ہو، کوئی عام لڑکی سو سال میں بھی نہیں دکھا سکتی۔"

"میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ میں کم عمر ہوں۔"

"تم اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں کہ تم کیا ہو اور کیا نہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "کیا تم مجھے نادان ناسمجھ سمجھتے ہو۔ میں

جانتی ہوں، ہاتھ کی لکیروں کے ذریعے کسی کی عمر کا پتا نہیں چلتا۔"

"میں نے کب کہا ہے کہ ہاتھ کی لکیروں سے کچھ معلوم کروں گا۔ یہ تو ایک بہانہ ہے۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ فوراً ہی اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا۔ "کوئی مشرقی شریف زادی کسی اجنبی سے خواہ کتنی ہی متاثر کیوں نہ ہو۔ وہ پہلی ہی ملاقات میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دیتی۔ کیا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ تم سب کچھ ہو مگر ایک شریف زادی نہیں ہو؟"

اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ کھینچ کر کہا۔ "تم میری توہین کر رہے ہو۔"

"بڑے بڑے افسروں اور سرمایہ داروں نے تمھارا دماغ خراب کر دیا ہے۔ جو صحیح معنوں میں مرد ہوتے ہیں وہ ہر چمکتی ہوئی چیز پر عاشق نہیں ہوتے۔ تمھاری جیسی حسین عورت کا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں آئے تو وہ دھتکار دیتے ہیں۔"

وہ غصے سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اب میں چاہتا تھا کہ وہ چلی جائے۔ اسے اپنی توہین پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ اندر ہی اندر تلملا رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو مجھے ابھی ختم کرا دیتی لیکن وہ دیکھ چکی تھی، بلیک مرمر نے بھی میری طرف سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ وہ غصے سے طنطناتے ہوئے ڈائننگ ہال سے باہر جانے لگی۔ دوسری میز پر سے لوٹی اور اس کی آنٹی اُٹھ کر اس کے پیچھے جانے لگے۔ اب تک کسی نے اس کے مُنہ پر اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کی تھی۔ سبھی نے اسے سر پر چڑھا رکھا تھا۔ آج میں نے اچانک ہی اسے آئینہ دکھایا تو وہ برداشت نہ کر سکی۔ بہر حال اس کے جاتے ہی میں کھانے میں مصروف ہونے کے بہانے بلیک مرمر کے پاس پہنچ گیا۔

وہ ایک پیغام رساں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور سوچ سوچ کر ایک ایک بٹن دباتا جاتا تھا۔ اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے خاص آدمیوں کو موجودہ حالات سے آگاہ کر رہا ہے۔ وہ اندیشوں میں گھرا ہوا تھا سمجھ رہا تھا، شاید کل اپنے مقررہ وقت پر بنکاک چھوڑ کر نہیں جا سکے گا۔ جو لوگ اتنی سہولت سے اس کے گھر کا پتا، اس کا فون نمبر معلوم کر سکتے ہیں۔ ڈی ایف کو دیکھ کر لیڈی آر پر کا حوالہ دے سکتے ہیں۔ وہ آئندہ بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

وہ کمپیوٹر کے ذریعے اطلاع نشر کر رہا تھا۔ "جو لوگ اتنے پُراسرار ہوں۔ ہمارے متعلق بہت دور تک جانتے ہوں۔ وہ کسی بھی وقت کوئی ایسا مطالبہ کر سکتے ہیں جو ہماری توقع کے بالکل خلاف ہو۔ اس لیے میں صبح کی فلائٹ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ میں کسی دوسرے راستے سے نکلوں گا۔ آزمائش کے طور پر ڈی ایف کو اسی فلائٹ میں روانہ کروں گا۔ اس کے ساتھ جو شخص ہوگا۔ اسی کے چہرے پر میرا میک اَپ ہوگا۔

میں دو دن کے اندر قاہرہ پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ میرے آنے تک ہماری ضروری میٹنگ منسوخ کر دی جائے۔"

میں نے اس کی مصروفیات کے دوران اس کے دماغ کے تہ خانے میں پہنچ کر اسے کُریدنا شروع کیا۔ معلوم ہوا۔ وہ میٹنگ خاص نوعیت کی تھی۔ وہاں سات عدد پُراسرار ہستیاں جمع ہونے والی تھیں۔ وہ ساتوں گولڈن مین کہلاتی تھیں۔ ان میں سے ایک گولڈن مین بلیک مرمر تھا۔ یہ ساتوں دنیا کے مقبول ترین تجربہ کار ڈاکٹر تھے۔ انھوں نے نشے کی ایک معمولی سی چیز سے لے کر زہر ہلاہل تک پر برسوں کی تحقیقات کی تھیں اور اتنی وسیع معلومات حاصل کی تھیں۔ اتنی ضخیم کتابیں لکھی تھیں کہ طب کے اس شعبے میں ان کتابوں کے مطالعہ کے بغیر کوئی مکمل تحقیقات کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ ان ساتوں کے علاوہ اور بھی ڈاکٹر تھے جنھوں نے بڑی عرق ریزی کے بعد مختلف زہروں کا تجزیہ کیا تھا اور یہ معلوم کیا تھا کہ کوئی بھی منشیات کا عادی ہونے کے بعد زہر کو نشے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے کسی زہر کی کتنی مقدار یا کتنی حد برداشت کر سکتا ہے؟

اس سلسلے میں دنیا کے سیکڑوں معزز اور تجربہ کار ڈاکٹروں نے ایک بین الاقوامی اینٹی نارکوٹک سوسائٹی قائم کی تھی۔ دنیا کے تمام ممالک کی طرف سے اس سوسائٹی کی پذیرائی کی گئی تھی اور اسے زیادہ سے زیادہ مالی امداد دی جاتی تھی۔ وہ ساتوں ڈاکٹر بین الاقوامی نارکوٹک سوسائٹی کے اہم عہدے دار تھے۔

وہ ساتوں ایسی معزز ہستیاں تھیں کہ دُنیا کے ہر ملک میں انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ ان کی ہر جگہ عزت اور شہرت تھی۔ لوگ احترام سے ان کے نام لیا کرتے تھے کیوں کہ وہ منشیات کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ انسانیت کو اس زہر سے بچانے کے لیے انھوں نے برسوں تحقیقات کر کے اپنی عمریں گزار دی تھیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے دماغ میں جرائم کے کیڑے پرورش پا رہے تھے۔ تقریباً آٹھ سال پہلے شکاگو کا ایک بہت ہی معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر واٹسن ہوانا اپنی طرح کے منفی مزاج کے ڈاکٹروں کی تلاش میں رہنے لگا۔ اس نے اس سوسائٹی کے سیکڑوں ڈاکٹروں میں سے چُن چُن کر ایسے چھ ڈاکٹروں کو اپنا ہم خیال بنا لیا جو ذہین بھی تھے اور فطین بھی۔ عزت حاصل کرنا بھی چاہتے تھے اور اپنی بے پناہ عزت و شہرت کے پس پردہ دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دولت کمانا چاہتے تھے۔ ان چھ ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر ڈاکٹر واٹسن ہوانا نے ایک تنظیم قائم کی۔ اس کا نام انھوں نے گولڈن ریکٹ رکھا۔ اس گولڈن ریکٹ کے وہ ساتوں شخص سات گولڈن مین کہلانے لگے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک مصنف نے سیون گولڈن مین کے نام سے ایک سنسنی خیز ناول لکھا۔ جس کی فلم بھی بنائی گئی۔ پھر دُنیا کے

کتنے ہی ممالک میں اس کی نقالی کی گئی۔ دراصل سات کا عدد خوش بختی کا عدد سمجھا جاتا ہے۔ پھر سونا دُنیا کی ایک ایسی اہم ترین چیز ہے جس کی بنیاد پر تمام ممالک کے سکّوں کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ اس طرح سات کا عدد خوش بختی کے لیے ہوتا ہے اور دولت کے گھٹنے بڑھنے کی بنیاد سونا ہوتا ہے۔ ان چیزوں کو ملا کر سیون گولڈ مین ایک ایسا پرکشش نام ہے جسے کتنے ہی لوگوں نے اختیار کیا۔ ان گولڈن ریکٹ والوں نے بھی اپنا یہی نام تجویز کیا تھا۔

میں ان سات گولڈن مین کی گولڈن ریکٹ کے ابتدائی حالات معلوم کر چکا تھا۔ اب ان کے تمام رازوں تک پہنچنا میرے لیے مشکل نہیں رہا تھا۔ میں نے سوچا تھا، کبھی فرصت ملے گی تو میں گولڈن ریکٹ والوں سے ضرور ٹکراؤں گا۔ اگر اس گولڈن ریکٹ کا ایک اہم آدمی بھی میری ٹیلی پیتھی کے ہتھے چڑھ جائے گا تو باقی لوگوں تک پہنچنا کوئی پرابلم نہیں رہے گا بلکہ میں ایک ایک کو چٹکی بجا کر بے نقاب کر دوں گا۔

لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ سیون گولڈن مین دنیا کے معروف اور تجربہ کار ڈاکٹر تھے۔ بڑی عزت اور شہرت کے مالک تھے۔ دُنیا کے کسی ملک کا قانون ٹھوس ثبوت کے بغیر ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نہیں ڈال سکتا تھا اور وہ ساتوں گولڈن مین اتنے نادان بھی نہیں ہوں گے کہ اپنے خلاف کہیں تحریری یا عملی ثبوت چھوڑتے ہوں۔ شاید ٹیلی پیتھی کے ذریعے میں انھیں گرفت میں لے سکتا تھا لیکن اس کے لیے رفتہ رفتہ سوچ سمجھ کر چالیں چلنے کی ضرورت تھی۔ اگر ان میں سے ایک بھی ہوشیار ہو جاتا تو وہ رہا سہا ثبوت بھی ختم کر دیتے اور ایک ہی راستہ میرے لیے چھوڑ دیتے کہ میں ان کے دماغ میں بیٹھ کر خواہ ان سے ان کے جرائم کی روداد اگلواؤں۔ ایسا کرنے کے لیے مجھے فرہاد علی تیمور بننا پڑتا اور پتا نہیں اس وقت حالات کیسے ہو سکتے تھے۔ میں ایسا کر بھی سکتا تھا یا نہیں۔ لہٰذا اچھی طرح سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا تھا۔

اس وقت دو گولڈن مین کا علم ہو چکا تھا۔ پہلا گولڈن مین واٹسن ہوانا تھا۔ دوسرا بلیک مرمر تھا۔ میں نے باقی پانچ گولڈن مین کے نام، پتے اور ان کے خاص کوڈ نمبر وغیرہ بھی ذہن نشین کر لیے۔ اتنی زیادہ معلومات حاصل کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔ کھانا بھی ختم ہو چکا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد میں نے کافی منگوائی تھی۔ وہ بھی پی چکا تھا۔ آخر میں نے بل ادا کیا اور وہاں سے جانے کے لیے اٹھ گیا۔ اسی وقت کلب کے ملازم نے آ کر کہا۔ "مسٹر دلبر حسین! آپ کا فون ہے۔"

میں وہاں سے کاؤنٹر کے پاس آیا پھر ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو۔" دوسری طرف سے باس جے آر جے ناتھن کی گھبرائی ہوئی سی آواز سُنائی دی۔ "جناب! غضب ہو گیا۔ مس منجالی ہمارے لیے بیحد خطرناک بن گئی ہیں۔ انھوں نے کاٹج کے ایک ملازم کو ڈس لیا ہے۔ پلیز آپ انھیں فوراً کنٹرول کریں۔"

میں نے دوسرے ہی لمحے ریسیور رکھ کر منجالی سے دماغی رابطہ قائم کیا۔ اس پر جنون سوار تھا۔ وہ آگے پیچھے ڈگمگا رہی تھی جیسے بین کی آواز پر جھوم رہی ہو۔ اسے اپنے دماغ میں کہیں دور بہت دور سے بین کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچتے ہی محسوس کیا تھا کہ اس کی پیشانی سے ایک کوڑی چپکی ہوئی ہے۔

میں پریشان ہو کر تیزی سے چلتا ہوا کلب کے باہر آیا۔ پھر پارکنگ ایریا میں پہنچ کر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "فوراً کاٹج چلو۔"

کلب سے نکلنے اور کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھنے کے دوران میں نے کئی بار منجالی کو مخاطب کیا۔ اسے محبت کا واسطہ دیا۔ اسے اپنے آپ کو سنبھالنے کی تاکید کی لیکن وہ نہ تو میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر رہی تھی۔ نہ میری آواز سُن رہی تھی۔ نہ ہی مجھے پہچان رہی تھی۔

اس سے پہلے جب ہم سنگاپور سے بنکاک کی طرف آ رہے تھے۔ تب بھی منجالی کے ساتھ یہی ہوا تھا لیکن اس وقت بین بجانے کی یا کالے عمل کی ابتدا تھی۔ اس لیے وہ اپنے ہوش میں بھی تھی اور دیوانگی کی حالت میں بین کی آواز پر دوڑتی جا رہی تھی۔ اس نے میری باتوں کا جواب دیا تھا۔ مجھے اپنے سے دُور رہنے کی التجا کی تھی لیکن اب اس میں شناسائی کی ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی۔ وہ مجھے بالکل نہیں پہچان رہی تھی۔

میں نے باس ناتھن سے پوچھا۔ "اس کی یہ حالت کب سے ہوئی ہے؟"

"مجھے پانچ منٹ پہلے معلوم ہوا اور میں نے فوراً ہی آپ سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے پہلے میرے آدمی بتا رہے تھے کہ وہ کار میں بیٹھی بنکاک کی شاہراہوں سے گزر رہی تھی اور دلچسپی سے شہر کے مناظر دیکھتی جا رہی تھی۔ اچانک ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی تو ڈرائیور نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔ اسی وقت وہ پچھلا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ پھر اگلا دروازہ کھول کر اس نے ڈرائیور کو باہر پکڑ کر کھینچ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا، منجالی نے اس پر پے در پے کئی کراٹے کے ہاتھ رسید کیے۔ اسے زمین پر گرا دیا۔ اس کے اُٹھنے سے پہلے وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اور وہاں سے ڈرائیو کرتی ہوئی گاڑی کو دور لے جا رہی تھی۔ ڈرائیو کرنے کا انداز بڑا ہی جنونی تھا۔ میرے ڈرائیور کا بیان ہے کہ ضرور کوئی حادثہ پیش آ سکتا تھا۔"

"کیا وہ ڈرائیو کرتے ہوئے اسی کالج میں پہنچ گئی ہے، جہاں ابھی تک ہمارا قیام تھا؟"

"جی ہاں، اس کالج کے آس پاس ہمارے آدمی آپ کی نگرانی پر مامور رہتے ہیں۔ انھوں نے مجھے اطلاع دی کہ کالج کے ایک ملازم کو منجالی نے ہلاک کر دیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ وہ ملازم زہر کے ذریعے ہلاک کیا گیا ہے۔ مس منجالی نے کالج میں آنے والے دوسرے آدمیوں کو للکار کر کہا تھا۔ کوئی قریب نہ آئے، ورنہ وہ انھیں بھی ڈس لے گی۔ اس نے خود کو ناگن کہا تھا۔ اس کی جنونی حالت دیکھ کر ہمارے آدمیوں نے کالج کے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ کھڑکیاں بھی بند کر دی ہیں۔ اب وہ اندر قید ہے۔ جب تک آپ وہاں نہیں جائیں گے، دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔"

"یہ آپ لوگوں نے اچھا کیا کہ دروازے اور کھڑکیاں بند کر دیں۔ اپنے آدمیوں کو ہدایت دیجیے، اسے کسی طرح باہر نکلنے کا موقع نہ دیں۔ اور کبھی اس کے سامنے نہ جائیں، ورنہ کسی کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

میں اس بلیک میلر کے خاص اسسٹنٹ کے دماغ میں پہنچ گیا جس کا نام وِکرم تھا۔ یہ سب وہی لوگ کر رہے تھے۔ وِکرم کی سوچ کہہ رہی تھی۔ "اس بار ہمارے باس نے بہت ہی بھیانک قسم کے کالے ایلم کے ماہر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ دیکھنے میں ہی ایسا وحشی اور درندہ لگتا ہے جیسے آدمی کے روپ میں کوئی آدم خور ہو۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس ناگن لڑکی کو یہاں بُلانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ وہ جہاں بھی ہوگی، میں اس کے ذریعے تمھارے شکار کو پھانس لوں گا۔ کہو تو وہ تمھارے شکار کو مار ڈالے گی۔ میں ایک کوڑی پر فرہاد علی تیمور کا نام پڑھ کر پھونکوں گا۔ وہ کوڑی یہاں سے اڑتے ہوئے جائے گی اور اس لڑکی کی پیشانی سے چپک جائے گی۔ پھر وہ لڑکی فرہاد کو اپنا جانی دشمن سمجھے گی۔ اسے تلاش کر کے اسے ڈس لے گی۔"

میں نے اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "باس کہاں ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔ "وہ چار گھنٹے پہلے ہی بنکاک کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ شاید وہاں پہنچ چکا ہوگا۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال پیدا کیا۔ "یہ باس رہ رہ کر پلاننگ بدلتا ہے۔ پہلے تو وہ فرہاد کو اپنی گرفت میں لے کر کسی خطرناک تنظیم کے حوالے کرنا چاہتا تھا اور ان سے بڑی سے بڑی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا۔ اب اسے منجالی کے ذریعے ڈسوانے کا مقصد کیا ہے؟"

وِکرم کی سوچ نے کہا۔ "باس نے کسی تنظیم سے سودا کر لیا ہے اور جن سے سودا کیا ہے، انھوں نے کہا ہے۔ فرہاد کو زندہ گرفتار کر کے پیش کرنے پر دس لاکھ ڈالر پیش کیے جائیں گے اور مردہ پیش کیا گیا تو بیس لاکھ ڈالر۔۔۔ اور ہمارے باس کے لیے بیس لاکھ ڈالر کچھ کم نہیں ہیں۔ شاید وہ فرہاد کی زندگی سے ڈرتا ہے اور سمجھ چکا ہے کہ اسے زندہ گرفتار کرتے کرتے خود ہی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، لہٰذا اسے مار ڈالنا بہتر سمجھا جا رہا ہے۔"

میں نے پھر اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "وہ کالا جادوگر کیا اسی مندر میں بیٹھا کالا عمل کر رہا ہے؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ باس نے کہا ہے۔ اب ہم میں سے کوئی اس جادوگر کے قریب نہیں جائے گا اور نہ ہی یہ کسی کو بتایا جائے گا کہ وہ کہاں بیٹھا عمل کر رہا ہے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی ایسی جگہ روک دو جہاں ٹریفک پولیس کو اعتراض نہ ہو۔ جب تک میں نہ کہوں، اسے آگے نہ بڑھانا۔"

پھر میں نے باس ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "دشمنوں کی پلاننگ سے پتا چلتا ہے، وہ مجھے منجالی کے ذریعے گھیرنا چاہتے ہیں۔ انھیں معلوم ہو چکا ہے کہ منجالی اس کالج میں قید کر دی گئی ہے۔ فرہاد ضرور اس کی جان بچانے کے لیے آئے گا۔ میں دشمنوں کی یہ حسرت پوری نہیں کروں گا۔ وہ مجھے دوڑا رہے ہیں۔ میں بھی انھیں دوڑاتا رہوں گا۔ آپ اپنے آدمیوں سے کہہ دیں کہ کالج کا دروازہ کھول دیا جائے۔ منجالی باہر نکل کر جہاں بھی جائے، کوئی اس کا پیچھا نہ کرے۔"

میں نے دماغی طور پر اپنی کار میں حاضر ہو کر ڈرائیور سے کہا۔ "پٹرول پمپ تک چلو اور گاڑی کو فل کر لو۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں بیچ میں کہیں پٹرول لینے کا موقع نہ ملے۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر ایک قریبی پٹرول اسٹیشن پر پہنچ کر گاڑی روک دی۔ میں منجالی کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ کالج کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی منجالی تیزی سے باہر نکلی تھی۔ سب دور ہٹ گئے تھے۔ اس نے غرّا کر ایک ایک کو دیکھا جیسے ان میں مجھے تلاش کر رہی ہو۔ وِکرم نے دُرست کہا تھا۔ اس بار کسی گمنام کالے جادوگر نے جو کوڑی پڑھ کر پھینکی تھی، وہ میرے نام سے تھی۔ اس لیے منجالی مجھے تلاش کر رہی تھی۔

یہ عجیب دُنیا ہے۔ یہاں ایک علم محبت کا ہوتا ہے جو انسان کو انسان کے قریب لاتا ہے۔ دوسرا علم نفرت کا یا کالے جادو کا ہوتا ہے جو انسان کو انسان کا دشمن بناتا ہے۔ یہی منجالی جو میرے دل میں دھڑکتی تھی اور ہر لمحے میرے لیے جان دینے کو تیار رہتی تھی، آج وہی میری جان لینے آ رہی تھی۔

مجھ پر نہ تو کالے جادو کا اثر تھا اور نہ ہی میں کسی مرحلے پر منجالی سے دشمنی کر سکتا تھا۔ میں نے نہایت ٹھنڈے دماغ سے سوچا۔ وہ میری تلاش میں نکل چکی ہے۔ بے تحاشہ جنونی انداز میں

بھاگتی رہے گی تو کسی حادثے کا شکار ہو جائے گی۔ لہٰذا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں کہاں ہوں اور اسے کہاں آنا چاہیے۔

یہ سوچتے ہی میں نے اس کے دماغ میں پکارا۔ "منجالی! سُنو، رک جاؤ۔ میں اپنا پتا بتا رہا ہوں۔ اگر نہیں سُنو گی تو دوڑتی رہو گی، بھٹکتی رہو گی اور جنون میں اپنی جان پر کھیل جاؤ گی۔"

وہ دوڑتے دوڑتے ذرا رُک گئی۔ وحشت زدہ نظروں سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ وہ ایک تنگ سی گلی میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چاروں طرف تاریکی تھی۔ میں نے کہا۔ "میری آواز سنو۔ اگر مجھ تک پہنچنا چاہتی ہو تو واپس اسی کالج میں جاؤ اور وہاں سے کار میں بیٹھ کر میری طرف آؤ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو ساری عمر میری تلاش میں بھٹکتی رہو گی۔ تمھاری پیشانی پر چپکی ہوئی کوڑی بتا رہی ہے کہ تمھاری زندگی اب زیادہ باقی نہیں رہی۔ بس مجھے ڈھونڈ نکالنے تک زندہ رہو گی یا پھر میں کسی طرح اس کوڑی سے نجات دِلا دوں تو تمھاری طبعی عمر واپس مِل جائے گی۔ آجاؤ۔ تم نفرت سے آ رہی ہو۔ میں محبت سے بُلا رہا ہوں۔"

وہ کالج کی طرف واپس دوڑنے لگی۔ میں نے باس ناتھن سے کہا۔ "منجالی کالج کی طرف واپس جا رہی ہے۔ اسے کوئی موٹر سائیکل دے دو تاکہ وہ میرا پیچھا کر سکے۔ اپنے آدمیوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی اپنی موٹر سائیکلیں سنبھال کر دریائے کوائی کے پُل تک پہنچ جائیں۔ میں منجالی کو گھُما پھرا کر اُدھر لے آؤں گا۔ یہ دیکھنا چاہتا ہوں، دشمن ہمارا تعاقب کرتے ہیں یا نہیں؟"

"جناب! یقیناً دشمنوں نے آپ کے اطراف جال بچھایا ہے۔ آپ حکم دیں۔ ہمارے کچھ آدمی موٹر سائیکل میں منجالی کا دور ہی دور سے تعاقب کریں گے۔ کوشش یہی ہوگی کہ کسی کو شبہ نہ ہونے پائے اور اگر شبہ ہو گیا تو بھی آپ کے فائدے کی بات ہوگی۔ دشمن آپ کو تنہا اور تنہا نہیں سمجھیں گے۔ آپ کے قریب پہنچنے سے ڈرتے رہیں گے۔"

میں نے اس کے مشورے کو تسلیم کیا۔ پھر منجالی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اُدھر سے باس ناتھن نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحت کو حکم دے دیا تھا کہ وہ اپنی موٹر سائیکل منجالی کے حوالے کر دے۔

اس وقت تک وہ کالج کے قریب پہنچ گئی تھی۔ سامنے ہی ایک موٹر سائیکل کھڑی ہوئی تھی۔ منجالی نے دور دور تک نظریں دوڑا کر کار کو تلاش کیا کیوں کہ وہ کار میں ہی وہاں تک پہنچی تھی اور میں نے بھی اس کے دماغ میں کار ہی کی بات کی تھی۔ بہرحال کوئی سواری پا کر اس نے موٹر سائیکل سنبھال لی پھر اس پر سوار ہو کر آگے بڑھ گئی۔ میں نے اس کے دماغ میں کہا۔ "میں تمھارے آگے بہت دور چلا جا رہا ہوں۔ ابھی تمھیں نظر نہیں آؤں گا لیکن پہلے یہ بتاؤ، تم مجھے ڈسنا کیوں چاہتی ہو؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میری سوچ کی لہروں کو اپنے دماغ میں سُن رہی تھی لیکن مجھے اپنے آقا کی حیثیت سے نہیں سمجھ رہی تھی۔ بس اسے میری تلاش تھی۔ اپنے دشمن کی تلاش تھی۔ میری آواز سُنائی دے رہی تھی اس لیے وہ میری طرف چلی آ رہی تھی لیکن میں اس کے آگے نہیں تھا۔ میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا۔ "اطمینان سے گاڑی اسٹارٹ کر کے دریائے کوائی کے پُل کی طرف لے چلو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ دریائے کوائی کا وہ پُل ایک تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ دوسری جنگِ عظیم میں جاپان کو وہاں وقتی طور پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ جاپانیوں نے تمام جنگی قیدیوں کو وہاں لا کر رکھا تھا اور ان کے ذریعے اس دریا پر ایک بہت مضبوط پُل بنوایا تھا۔ ایک مشہور مصنف پیری باؤل نے دی برج آن دی ریور کوائی کے نام سے ایک ناول لکھا تھا بعد میں اس ناول پر ایک دلچسپ سنسنی خیز کلائمکس والی فلم بنائی گئی۔ یہ فلم اپنے وقت میں کافی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ میں پہلی بار اس تاریخی پُل کی طرف جا رہا تھا۔

میں نے منجالی کو اپنی منزل نہیں بتائی تھی۔ ابھی اسے بھٹکاتے رہنے کا خیال تھا۔ وہ اپنی موٹر سائیکل پر سوار ایک سڑک پر سے گزرتی جا رہی تھی۔ میں نے اس کے ذریعے ایک سنگ میل کو پڑھ کر اپنے ڈرائیور سے پوچھا۔ "یہ روز گارڈن کہاں ہے؟"

"یہ تقریباً پچیس میل آگے اسی راستے پر ہے اور یہ راستہ دریائے کوائی تک جاتا ہے۔"

میں نے دل میں سوچا۔ کمال ہو گیا۔ میں منجالی کو بھٹکانا چاہتا تھا لیکن وہ اتفاقاً مجھ سے پچیس میل آگے اسی طرف جا رہی تھی۔ میں نے ڈرائیور کو رفتار بڑھانے کے لیے کہا۔ اسی وقت کتنی ہی موٹر سائیکلیں میری کار کے آس پاس سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ سائیکل سوار یا تو میرے دشمن تھے یا باس ناتھن کے آدمی تھے جو منجالی کے تعاقب میں جا رہے تھے۔

میں نے پیچھے گھوم کر دیکھا تو کچھ اور موٹر سائیکلوں کی روشنیاں نظر آئیں۔ میں نے باس ناتھن کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "آخر آپ نے کتنے موٹر سائیکل سواروں کو روانہ کیا ہے؟"

"پچیس موٹر سائیکل سوار ہیں۔ جن میں سے پانچ منجالی سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ پانچ منجالی کے پیچھے ہیں۔ باقی چھ آپ کی کار کے آس پاس سے گزرتے ہوئے ابھی گئے ہیں۔ مجھے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع مل رہی ہے۔"

"میں اپنی کار کے پیچھے بھی کچھ موٹر سائیکل کی روشنیاں دیکھ رہا ہوں۔"

" یقیناً وہ بھی ہمارے ہی آدمی ہوں گے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پیچھے آنے والے سواروں میں سے کسی سے رابطہ قائم کرنے لگا۔ معلوم ہوا، جو گاڑیاں میرے پیچھے تھیں وہ اپنے لوگوں کی نہیں تھیں۔ جب اپنے نہیں تھے تو یقیناً دشمن ہوں گے۔ باس ناتھن نے کہا۔ "آپ آرام سے اپنی منزل کی طرف جائیں۔ وہ دشمن ہوئے تو زیادہ دور تک آپ کا تعاقب نہیں کرسکیں گے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا۔ "گاڑی کی رفتار بڑھاتے جاؤ۔ جلد سے جلد اس پُل تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

وہ رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ میرے آگے جانے والے موٹر سائیکل سوار میرے پیچھے ہوگئے پھر مجھے اپنے پیچھے بہت دور فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یقیناً باس ناتھن کے آدمی دشمنوں سے ٹکرا رہے تھے۔ میں اطمینان سے بیٹھا رہا۔ بار بار منجالی کے دماغ میں جھانکتا رہا۔ اس کے دماغ میں عجب آندھی چل رہی تھی۔ یوں لگتا تھا، کوئی ایک سوچ اس کے دماغ میں ٹھہرنے نہیں پاتی ہے۔ جس طرح اس کی موٹر سائیکل خطرناک رفتار سے گزرتی جارہی ہے اسی طرح اس کے دماغ سے تمام سوچیں بھی گزر جاتی تھیں۔ میں اسے پکارتا تھا۔ جواب میں وہی خاموشی رہتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے پکارنے والا دور میلوں دور رہ گیا ہو اور وہ موٹر سائیکل پر میلوں دور آگے نکل گئی ہو۔ جو کوڑی اس کی پیشانی سے چپکی ہوئی تھی۔ انگارے کی طرح دہک رہی تھی اور اس کے دماغ کو جہنم بنا رہی تھی۔

ہمارا سفر جاری رہا۔ اس دوران میں نے کئی بار وکرم کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ اس کے ذریعے اس کے باس تک پہنچنے کی کوششیں کیں لیکن ناکام رہا۔ اس کا باس بہت ہی چالاک اور محتاط تھا۔ اس نے اپنے خاص اسسٹنٹ کو بھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کس وقت کہاں پایا جاسکتا ہے۔ کبھی ضرورت کے وقت اتنا معلوم ہوجاتا تھا' فلاں فون نمبر پر رابطہ قائم کرنے سے گفتگو ہوسکتی ہے لیکن اس بار اس نے فون نمبر بھی نہیں دیا تھا۔ شاید وہ منجالی کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ میں نے تھک ہار کر سوچا "اچھا ہے وہ خود ہی مجھ تک پہنچے۔ جس نے منجالی کو اس حال تک پہنچایا تھا وہ میرے ہاتھ سے زندہ بچ کر نہیں جاسکتا تھا۔

آخر میں دریائے کوائی کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت تک چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی میں وہ پُل دور تک نظر آرہا تھا۔ میری کار سڑک کے کنارے رک گئی تھی۔ میں پچھلی سیٹ سے نکل کر آگے بڑھنے لگا۔ ایک موٹر سائیکل سوار نے قریب آکر کہا۔ "جناب! وہ آگے جارہی تھیں لیکن ہمارے آدمیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ ان پر جنون سوار ہے وہ آگے بڑھنا چاہتی ہیں۔ راستہ روکنے والوں سے ٹکرا جاتی ہیں۔ عجب منظر ہے۔ روکنے والے ان سے سختی نہیں کرسکتے۔ انھیں ہلاک نہیں کرسکتے لیکن وہ کسی کو بھی ہلاک کرسکتی ہیں وہ اپنے آپ میں نہیں ہیں۔"

میں تیزی سے دوڑتے ہوئے اُدھر جانے لگا۔ پتا نہیں وہ کالا عمل کرنے والا کون تھا؟ پہلے عامل کی طرح وہ صرف بین نہیں بجا رہا ہوگا۔ اگر بجا تا رہتا تو اب تک تھک کر بیٹھ جاتا۔ منجالی اس کے سحر سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد ہوجاتی یں ایسے میں اسے اپنے قابو میں کرتا لیکن وہ مسلسل جنون میں مبتلا تھی۔

میں ریلوے لائن پر پہنچ کر رک گیا۔ منجالی دور پُل کی طرف لائن کے درمیان کھڑی ہوئی تھی اور باس ناتھن کے آدمی اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ کہیں سے نکل کر بھاگنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ انھوں نے دو طرف سے رسیوں کے پھندے اس پر ڈال رکھے تھے۔ وہ ایک طرف دوڑتے ہوئے پھندہ ڈالنے والے پر جھپٹنا چاہتی تھی تو دوسری طرف پھندے کی رسّی پکڑنے والے اسے اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔

میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ چاندنی میں ہم ایک دوسرے کو صاف طور سے دیکھ سکتے تھے۔ منجالی نے مجھے دیکھا۔ میرا خیال تھا وہ مجھے دیکھتے ہی جھپٹ پڑے گی کیونکہ ساری دیوانگی، سارا جنون میرے لیے ہی تھا لیکن اس نے مجھے نظرانداز کردیا۔ اپنے آپ کو پھندے سے چھڑانے کے لیے پھر جدوجہد میں مصروف ہوگئی۔ میں نے بلند آواز سے کہا۔ "اس کے پھندے کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

میری آواز سنتے ہی وہ کسی زخمی ناگن کی طرح پھنکاری چاندنی میں اس کے سفید چمکیلے دانت دکھائی دے رہے تھے۔ وہ دانتوں کو یوں کچکچا رہی تھی جیسے مجھے کچا چبا جائے گی۔ آواز سنتے ہی وہ میری طرف دوڑنا چاہتی تھی لیکن آگے نہ بڑھ سکی۔ پھندہ ڈالنے والوں نے اسے دو طرف سے اپنی اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ تب میری سمجھ میں آیا اس وقت میں دلبر حسین کے میک اپ میں تھا۔ اس لیے وہ مجھے دیکھ کر پہچان نہیں سکی تھی۔ آواز سنتے ہی سمجھ گئی تھی کہ شکاری میں ہوں وہ مجھ پر جھپٹنے کے لیے بار بار آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "منجالی! ہوش میں آؤ۔ یہ تمھیں کیا ہوگیا؟"

اس نے پھنکارنے کے انداز میں سانس چھوڑی جیسے انسانوں کی طرح بولنا نہ جانتی ہو۔ فریاد کی زبان نہیں سمجھتی ہو۔ خود ایک عورت نہ ہو صرف ناگن ہو۔ زہریلی ناگن جو ڈسنا جانتی ہے۔ زندگی لینا جانتی ہے۔ زندگی دینا نہیں جانتی۔ میں نے باس ناتھن کے آدمیوں سے کہا "بڑی احتیاط سے اس کے دونوں ہاتھوں کو پشت پر باندھ دو تاکہ وہ اپنے دانتوں اور ناخنوں کو استعمال نہ کرسکے ورنہ تم میں سے کوئی زندہ نہیں بچ سکے گا۔"

وہ پھندے کی رسّی کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے اس کے قریب پہنچے

کچھ لوگ اس کے پیچھے سے آرہے تھے۔ وہ اِدھر اُدھر پلٹ رہی تھی آنے والے دور ہوجاتے تھے۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر تھی۔ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ بھلا کوئی خواہ مخواہ کیوں مرنا چاہے۔ وہ محتاط شکاریوں کی طرح اسے بے بس کرنے کی کوشش کررہے تھے۔

اچانک ہی ایک شخص کی چیخ سنائی دی۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور ریلوے لائن کے کنارے گر کر تڑپنے لگا۔ میں نے اس کے قریب پہنچ کر دیکھا اس کا گریبان پھٹا ہوا تھا اور اس کے سینے پر منجالی کے ناخنوں سے خراشیں پڑ گئی تھیں۔

اسے جان کنی کی حالت میں دیکھ کر اس کے تمام ساتھی اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ان کی توجہ ایک ذرا سی ہٹ گئی تھی۔ اس سے منجالی نے فائدہ اٹھایا۔ اپنے دونوں طرف کی رسیوں کو کھینچ کر ان سے دور بھاگتی چلی گئی۔ وہ بھاگنے کے دوران رسیوں کو اپنی طرف کھینچتی جارہی تھی تاکہ کوئی دوبارہ رسیوں تک نہ پہنچ سکے۔ کچھ دور جاکر اس نے اپنے آپ کو پھندے سے چھڑایا۔ پھر رسیوں کو سمیٹ کر پوری قوت سے دریا کی طرف پھینک دیا۔ اب وہ پوری طرح آزاد تھی۔

اس نے اب تک دو آدمیوں کو اپنے زہر سے ہلاک کیا تھا۔ وہ دونوں ہی باس ناتھن کے وفادار اور ہمارے خدمت گزار تھے۔ اس کے قریب جانے والا کوئی تیسرا ابھی ہلاک ہوسکتا تھا اور وہ میں بھی ہوسکتا تھا۔ انسان کا دماغ اپنے بس میں نہ ہو تو پھر وہ انسان نہیں رہتا۔ درندہ بن جاتا ہے۔ منجالی کی زہریلی فطرت صرف دشمنی کررہی تھی اور میں اسے چاہنے کے باوجود دل و جان اس پر نثار کرنے کے باوجود اس سے نہ تو ہمدردی کرسکتا تھا اور نہ اسے بے چاری سمجھ کر معاف کرسکتا تھا۔

میں نے اسے قابو میں کرنے کے تمام راستے ڈھونڈ لیے کوئی راستہ نہ ملا۔ اگر وہ کالا عامل میری مٹھی میں آجاتا تو یہ قصہ ہی ختم ہوجاتا۔ اس کے بعد پھر کسی کو نقصان نہ پہنچتا لیکن یہی راستہ رہ گیا تھا کہ اسے کسی طرح سے بے بس کرکے کسی پنجرے میں ڈال کر لے جایا جائے یا اسے ختم کردیا جائے۔

اسے ہلاک کرنے کے تصور سے میں لرز گیا۔ میں اپنی محبت کا گلا اپنے ہاتھوں سے کیسے گھونٹ سکتا تھا بے شک لوگ اپنی محبت کو اندر کچل ڈالتے ہیں۔ مار ڈالتے ہیں لیکن جو سراپا محبت سامنے ہے۔ اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا کبھی نہیں گھونٹتے اور آج میرے لیے یہ مرحلہ آگیا تھا۔

وہ دیوہیکل پُل کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ جب اس نے دیکھا چاروں طرف سے لوگ پھر اسے گھیرنے آرہے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے ریلوے لائن کے درمیان پُل پر سے گزرنے لگی۔ وہ صرف ریل گاڑی کے گزرنے کا راستہ تھا۔ وہاں سے راہ گیروں کے لیے گزرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ البتہ جب ٹرین کے گزرنے کا وقت نہ ہوتا تو ریلوے لائن کے درمیان چوڑے تختے بچھا دیے گئے تھے جن پر سے لوگ گزر سکتے تھے۔ اگر ایسے میں کوئی ریل گاڑی آجاتی تو گزرنے والا ریلوے لائن کے کنارے اسکیپ پلیٹ فارم پر پہنچ کر گاڑی کے گزرنے تک انتظار کرتا تھا۔ مگر وہ اسکیپ پلیٹ فارم چھوٹا سا تھا۔ وہاں بیک وقت ایک ہی آدمی کھڑا ہوسکتا تھا۔ میں نے باس ناتھن کے آدمیوں سے کہا۔ "کوئی اس کی طرف نہ جائے۔ اگر وہ آگے بڑھ کر حملہ کرے گی تو سب لوگوں کو بیک وقت پیچھے پلٹ کر بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

آگے بڑھنے والے رک گئے۔ ریلوے لائن کے آس پاس گہرائی تھی اور اس گہرائی میں دریا بہہ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ کتنا گہرا ہوگا۔ وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "منجالی! مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہو۔ اب تم منجالی نہیں رہیں ایک زہریلی ناگن بن گئی ہو۔ میری باتوں کا۔ میری محبت کا میری نصیحت کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تم انسانی حدود سے آگے نکل چکی ہو میں آخری بار کوشش کرکے دیکھتا ہوں کہ کس حد تک تمھیں انسانیت کی طرف واپس لاسکتا ہوں۔ نہ لاسکا تو یہ میری زندگی کا بہت بڑا المیہ ہوگا۔"

میں بولتے ہوئے آگے بڑھتا جارہا تھا۔ وہ پیچھے ہٹتی جارہی

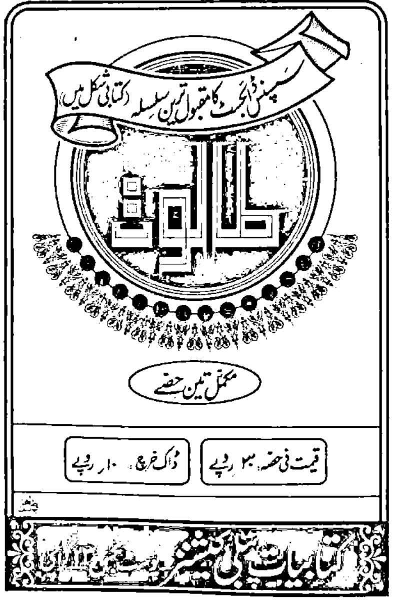

تھی۔ جیسے کہ مجھے اس آہنی پُل کے درمیان لاکر مجھ پر حملہ کرنا چاہتی ہو تاکہ میں پلٹ کر زیادہ دور بھاگ نہ سکوں۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ اس نے اچانک ہی دوڑتے ہوئے، چیختے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ پوری توجہ اس کے دونوں ہاتھوں کی طرف تھی۔ جیسے ہی وہ مجھ پر آئی۔ میں پیچھے کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے اس کی دونوں کلائیوں کو تھام کر گر پڑا۔ اس کا چہرہ میرے بالکل سامنے تھا۔ وہ میرے جسم کے کسی بھی حصّے پر اپنے دانت مار سکتی تھی۔ اس سے پہلے ہی میں نے اسے گھٹنوں پر رکھ کر دوسری طرف اچھال دیا۔ وہ الٹ کر میرے سر کی طرف گئی اور چاروں شانے چت ہوگئی۔

ہم دونوں ریلوے لائن کے درمیان لکڑی کے تختوں پر چاروں شانے چت پڑے ہوئے تھے۔ دونوں کے سر ایک دوسرے کے قریب تھے۔ زندگی اور موت کے درمیان کشمکش ہو تو ایک ساعت کی تاخیر بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ میں اسے دوسری طرف گراتے ہی ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوا تھا لیکن وہ بھی کسی سے کم نہیں تھی۔ بلا کی غضب ناک فائٹر تھی۔ اچھل کر اسی لمحے کھڑی ہوگئی تھی۔ پھر اس سے پہلے کہ میں سنبھلتا اس نے ایک فلائنگ کِک میرے سینے پر ماری۔ میں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی سینہ تھا جہاں آج اس نے محبت بھری دھڑکنوں کی جگہ ٹھوکر ماری تھی۔ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ میں اس کی ٹھوکر سے لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گیا تھا۔ اب ایسا تو نہیں تھا کہ ایک لڑکی کی ٹھوکر سے گر پڑتا۔ مجھے سنبھلنے میں دیر نہ لگی۔ وہ دوسری بار فلائنگ کِک مارنا چاہتی تھی۔ میں نے یکبارگی سوچ کی لہروں کے ذریعے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا۔ وہ اچھلتے ہی چاروں شانے چت ہوگئی۔ میں اس سے ہاتھا پائی کر سکتا تھا۔ میرے سامنے وہ کچھ نہیں تھی۔ لیکن اس سلسلے میں دو باتیں تھیں۔ میں ایک کم عمر لڑکی سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ میری مردانگی کے خلاف بات ہوتی اور اگر لڑائی جاری رہتی تو اس دوران ہم میں سے کوئی بھی لائن کے کنارے دریا کی گہرائی میں گر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے حالات کو سمجھتے ہوئے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا۔

اگرچہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی تھی لیکن اس وقت اس کی پیشانی سے چپکی ہوئی کوڑی نے اور کالے عمل نے اس کے دماغ کو جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ جنون میں مبتلا رہنے والے بڑھ بڑھ کر حملے تو کر سکتے ہیں لیکن اپنے بچاؤ کی تدبیر نہیں کر سکتے اور میں اسے بچانا بھی چاہتا تھا۔

اس بار وہ گرنے کے فوراً بعد ہی نہ اٹھ سکی۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام لیا تھا۔ مجھے اس پر بڑا ترس آرہا تھا۔ مگر میں کیا کرتا؟ وہ کالے عمل میں گھری ہوئی تھی۔ کوڑی اس کی پیشانی پر انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ اس کے دماغ کو پہلے ہی نقصان پہنچا رہی تھی۔ دوسرے میں نے اس کے دماغ کو جھٹکا پہنچایا تھا اس لیے میں وہ بڑی مشکل سے ایک ہاتھ کہنی سے ٹیکتے ہوئے اٹھ رہی تھی۔

میں نے کہا "اب تمھارا دماغ قدرے کمزور ہوگیا ہے۔ تم میری باتیں سن سکتی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ نہیں سمجھنا چاہو گی تو میں تمھارے دماغ کو بہت زیادہ کمزور بنا دوں گا۔ اس کے بعد تم میں حملہ کرنے کی سکت نہیں رہے گی۔"

اس نے سر گھما کر مجھے غرّاتے ہوئے دیکھا۔ اُف اس کی آنکھیں ایسی غضب ناک تھیں جیسے دو سنسناتی ہوئی گولیاں میرے سینے میں اتر رہی ہوں۔ اچانک وہ میرے سامنے دوزانو ہوگئی جیسے ناگن نے ڈسنے سے پہلے کنڈلی ماری ہو اب وہ آگے پیچھے یوں جھوم رہی تھی جیسے جھومتے جھومتے آگے کی طرف بڑھ کر مجھے ڈس لے گی۔ اسی وقت میں نے ایک زور کا گھونسہ اس کی پیشانی سے چپکی ہوئی کوڑی پر رسید کیا۔ گھونسہ رسید کرنے کا انداز یوں تھا کہ میرا ہاتھ اس کی پیشانی کی سطح پر سے گزرتے ہوئے کوڑی پر اس طرح لگے کہ وہ کوڑی پیشانی پر اور زیادہ دھنسنے کے بجائے وہاں سے اکھڑ جائے۔

یقیناً وہ ذرا سی اکھڑ گئی۔ تاہم وہ ایک طرف سے چپکی ہوئی تھی۔ جس طرف سے نکل گئی تھی وہاں سے پیشانی کی جلد اور ذرا سے گوشت کے حصّے کو لے کر اکھڑی تھی۔ اس جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ خون پیشانی پر سے اترتا ہوا، دونوں آنکھوں کے درمیان سے ہوتا ہوا، ناک کے ایک طرف سے ہوکر، رخسار پر ڈھلکتا ہوا ہونٹوں کے گوشے تک پہنچ رہا تھا۔ میں اس کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ گیا۔ بے چاری مظلوم تھی۔ لیکن میں اُس پر یہ ظلم مجبوراً کر رہا تھا۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ اب بھی آگے پیچھے جھوم رہی تھی۔ اب اس کی سوچ پکار رہی تھی "آقا! میرے آقا! میں جا رہی ہوں۔ میرے آقا! مجھے معاف کر دیجیے۔"

میں نے تڑپ کر کہا "نہیں منجالی! ایسا نہ کہو۔ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔"

"میرے آقا دوسری بار میں نے آپ کو جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ اگر میں زندہ رہی تو پتا نہیں پھر کب آپ کی جان کی دشمن بن جاؤں گی۔ دشمنوں نے میری یہ کمزوری پکڑ لی ہے۔ یہ آئندہ بھی مجھ کو آپ کے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔"

اس کی پیشانی سے کوڑی ذرا سی چپکی رہ گئی تھی۔ وہ بھی اچانک گر پڑی۔ اس کے گرتے ہی منجالی کو اُبکائی سی آئی۔ پھر اس نے خون کی قے کر دی۔ بعد میں پتا چلا کہ کالے عمل کا توڑ مناسب طریقے سے نہ ہو تو معمول اسی طرح خون کی قے کرتے کرتے مر جاتا ہے۔

مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں آگے بڑھ کر اسے تھپکتے ہوئے کہنے لگا "منجالی! اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ میں ابھی تمھیں

طبّی امداد پہنچاتا ہوں۔"

میں فوراً ہی اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا کر لائن کے درمیان لکڑی کے تختے پر دوڑنے لگا۔ باس ناتھن کے آدمیوں سے چیخ چیخ کر کہنے لگا "کسی قریبی ڈاکٹر کو فوراً بلاؤ۔ مجھے بتاؤ۔ فوری طبّی امداد کہاں مل سکتی ہے؟"

میں چیختے ہوئے، دوڑتے ہوئے پُل کی حد سے نکل آیا، ریلوے لائن کے کنارے پہنچا۔ باس ناتھن کے آدمیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ایک نے کہا "ایک بستی یہاں قریب ہے وہاں کوئی ڈاکٹر ضرور ملے گا۔"

میں اسے اٹھائے ہوئے۔ دوڑتے ہوئے اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ لیکن کار تک پہنچنے سے پہلے ہی رک گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے منجالی نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے رک کر دیکھا۔ چاند کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اَدھ کھلی تھیں۔ اسی طرح اَدھ کھلی رہ گئی تھیں۔ جیسے وہ مجھے دیکھ رہی تھیں اور مردہ آنکھوں سے پکار رہی تھیں۔ "میرے آقا! میرے آقا!"

میرے گھٹنے کانپنے لگے۔ میں آہستہ آہستہ اسے بازوؤں میں اٹھائے ہوئے سڑک پر دوزانو ہوکر بیٹھ گیا۔ میری سوچ کی لہریں اب اس کے دماغ کو کبھی تلاش نہیں کر سکتی تھیں۔ میرے سینے کے اندر جانے کتنی آہیں بھر گئی تھیں اور وہ آہیں منہ زور آندھی کی طرح نکلنا چاہتی تھیں۔ میں نے اس زہریلی محبت کو گلے سے لگا لیا۔ ویران ویران آنکھوں سے دور خلا میں تکنے لگا۔

میری محبت مرگئی تھی۔ اس کے ساتھ میری قوتِ گویائی بھی مرگئی تھی۔ آدمی جب اندر سے اُجڑ جاتا ہے تو باہر سے ساری دنیا فنا ہو جاتی ہے۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا، آدمی خالی الذہن کیسے ہوتا ہے؟ کبھی ایسا وقت آئے کہ میں کچھ نہ سوچوں۔ خیال خوانی نہ کروں جاگتا رہوں۔ کھلی آنکھوں سے دنیا کو دیکھتا رہوں لیکن میرے دماغ میں ایک ہلکی سی بھی سوچ نہ ہو۔ وہ وقت آگیا تھا۔ اور اس وقت میں سوچنے کی سکت بھی نہیں رکھتا تھا۔ بالکل خالی الذہن ہوگیا تھا۔ مجھے اپنی خبر نہیں تھی کہ میں کہاں ہوں؟ ہوں بھی یا نہیں ہوں؟

باس ناتھن کے آدمی میرے آس پاس ذرا دور سر جھکائے کھڑے رہے۔ بہت دیر تک کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ انھیں شبہ ہونے لگا جیسے منجالی کے ساتھ میں بھی ہمیشہ کے لیے ساکت ہوگیا ہوں۔ ان میں سے ایک نے آواز دی "جناب! جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ آپ تو فولادی اعصاب کے مالک ہیں۔"

دوسرے نے کہا "خاموش رہو۔ شاید فرہاد صاحب خیال خوانی میں مصروف ہیں۔"

ایک اور شخص نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے باس ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ پھر یہاں کے حالات بتانے لگا۔ منجالی کی موت کی خبر سنتے ہی باس ناتھن نے کہا "فرہاد صاحب سے کہو کہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کریں۔"

اس نے مجھے مخاطب کیا "سر! ہمارے باس آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ پلیز۔ ان سے رابطہ قائم کریں۔"

میں کسی سے بولنا نہیں چاہتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا، بالکل تنہائی ہو۔ ایسی تنہائی جیسی قبر میں ہوتی ہے۔ جہاں کوئی جھانکنے نہیں آتا لیکن میں مردہ نہیں تھا اور زندہ رہنے کی شرط یہ ہے کہ آدمی آنکھیں کھلی رکھے۔ دیکھے، بولے، سنے اور سمجھے۔ اس کے بغیر زندگی کا کاروبار نہیں چلتا۔ اس لیے میں نے باس ناتھن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتا۔ آپ فوراً پیرس کے لیے ایک طیارہ چارٹرڈ کرائیں۔ منجالی کی لاش بابا صاحب کے ادارے میں پہنچائی جائے گی۔"

"صبح ہونے سے پہلے آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ میرے آدمیوں نے سنگاپور میں اس ناگ مندر کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ آپ کے حکم کی دیر ہے۔"

میں نے جھنجلا کر کہا "منجالی کے قاتل، میری محبت کے قاتل ہیں۔ میں تنہا ان سے نمٹ لوں گا۔ آپ سے جو کہہ رہا ہوں آپ اس پر عمل کریں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا کار کے پاس جو شخص ہاتھ میں ٹرانسمیٹر

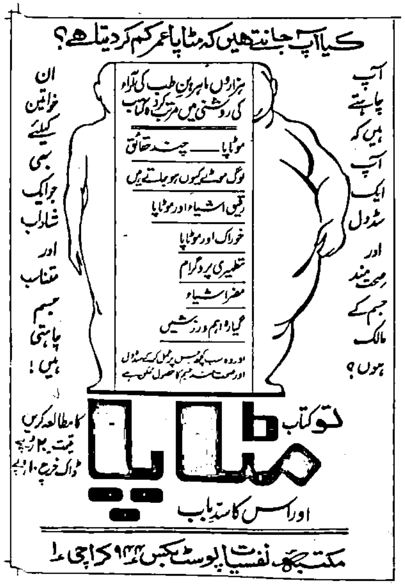

لیے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "اپنے باس سے پوچھو۔ منجالی کو کہاں پہنچایا جائے ہم اسی طرف جائیں گے۔"

وہ ٹرانسمیٹر سے پھر رابطہ قائم کرنے لگا۔ دو جوان میرے سامنے آ گئے۔ پھر انہوں نے جھک کر مجھ سے درخواست کی کہ میں منجالی کو ان کے حوالے کر دوں۔ میں نے خاموشی سے سر جھکا لیا انھوں نے اسے اٹھا لیا۔ پھر کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ میں تھوڑی دیر تک اسی طرح دو زانو بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

مجھے یوں لگا جیسے میں اب تک پتھر کا مجسمہ تھا۔ بت بنا ہوا تھا۔ حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہوتے ہی ذرا سی زندگی کا احساس ہوا۔ میں پنجوں کے بل اسکیپنگ کرنے لگا۔ ہولے ہولے دوڑتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف جانے لگا۔ پھر اُدھر سے پلٹ کر اسی طرح اسکیپنگ کرتے ہوئے واپس آنے لگا۔ منجالی یہی کیا کرتی تھی۔ بابا صاحب کے ادارے کے تمام طلباء اور طالبات بھی صبح شام یہی عمل کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ اپنی سانسوں کو قابو میں رکھ سکیں۔ اس طرح دماغ میں تازگی بھی پیدا ہوتی تھی اور ذہن کو مایوسیوں اور پریشانیوں سے نجات ملتی تھی۔ ذہن بٹ جاتا تھا۔

میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں تھوڑی دیر تک اسکیپنگ کرنے کے بعد کار کے پاس آیا۔ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ وہ پچھلی سیٹ پر ابدی نیند سو رہی تھی۔ میں نے اپنے چہرے سے دلبر حسین کا ماسک اتار کر ڈیش بورڈ پر رکھ دیا۔ چہرے کو ایک تولیے سے پونچھنے لگا۔ اب میں اپنے اصلی روپ میں تھا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے انتقامی کارروائی کی ابتدا کی۔ سب سے پہلے رسونتی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ آرام سے سو رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو جھنجوڑ کر کہا۔ "اٹھو۔"

وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔ خالی خالی آنکھوں سے اپنے بیڈ روم کو دیکھنے لگی۔ فرضی پارس پالنے میں سو رہا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا۔ "فرہاد اس کے پاس آ گیا ہے۔ اس نے آواز دی۔ فرہاد! کیا تم ہو؟ کیا تم میرے پاس آ گئے ہو؟"

وہ بستر سے اتر کر دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس آئی پھر بیڈ روم کے دروازے کو کھول کر دوسرے کمرے میں پہنچی۔ وہاں ایک ملازم فرش پر سو رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا۔ "مالکن! کیا حکم ہے؟"

وہ چپ چاپ ملازم کا منہ تکنے لگی۔ سوچنے لگی۔ "شاید خواب دیکھ رہی تھی۔ فرہاد اب اس کے پاس کبھی نہیں آئے گا۔"

میں نے ملازم کی زبان سے کہا۔ "فرہاد تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہے۔" اس نے چونک کر خوش ہوتے ہوئے اسے دیکھا۔ ذرا آگے بڑھی پھر ٹھٹک گئی۔ ایک ملازم کو فرہاد سمجھ کر چھو نہیں سکتی تھی۔ میں نے کہا۔ "یہ ملازم حقیر نہیں ہے۔ تم سے بہت اونچا ہے۔ اس کا ثبوت دیکھ لو۔ یہ ہے۔"

یہ کہتے ہی ملازم نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک زور کا طمانچہ رسید کر دیا۔ وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے گئی۔ پھر بولی۔ "یہ تم کیا کر رہے ہو۔ کیا ایک ملازم مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا؟"

"تم دنیا کی سب سے ذلیل عورت ہو۔ یہ تمہارے لیے خوش خبری ہوگی کہ منجالی مر چکی ہے اور یہ تمہاری زندگی کی سب سے بُری خبر ہوگی کہ آج واقعی میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے۔"

وہ انکار میں سر ہلا کر پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔ "مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی تھی۔ پھر میں نے ناگ مندر میں جا کر پجاری کو تلاش کیا تھا لیکن وہ پجاری نظر نہیں آیا۔ دوسرے پجاری سے میں نے کہہ دیا تھا کہ میں منجالی کو ہلاک کرنا نہیں چاہتی ہوں۔ اس کے خلاف کوئی کالا عمل نہ کیا جائے۔"

"بکواس مت کرو۔ تم نے اپنے حسد اور اپنے جلاپے سے اپنی حماقتوں سے دشمنوں کو بتا دیا کہ میں یہاں موجود ہوں اور منجالی کے ذریعے ان کے ہتھے چڑھ سکتا ہوں۔ تم نے ایک نہیں بار بار ایسی غلطیاں کی ہیں جن کا حساب کر کے میں وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ پھر حساب ان سے کیا جاتا ہے جن سے کوئی تعلق رکھنا ہوتا ہے۔ میں چاہوں تو تمہیں ایسی ذہنی اذیتیں پہنچا سکتا ہوں کہ تم زندگی سے توبہ کر کے مرنے کی تمنا کرنے لگو گی۔ میں چاہوں تو ایک جھٹکے میں تمہیں ختم کر سکتا ہوں لیکن میں تمہیں مار کر کیا کروں گا؟ ایک ذلیل عورت کو مار ڈالنے سے منجالی زندہ نہیں ہو سکے گی اس لیے میں ایک شوہر کی حیثیت سے تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ ہم نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایک دوسرے کو جیون ساتھی تسلیم کیا تھا۔ آج میں پھر خدا کو حاضر و ناظر جان کر تمہیں طلاق دے رہا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں تم پر تھوک کر جا رہا ہوں اور تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تھوک چاٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

میں نے ہمیشہ کے لیے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ کار تیزی سے دوڑتی جا رہی تھی۔ ہم تھائی لینڈ کے شمال مغرب سے بنکاک کی طرف جا رہے تھے۔ تیز رفتاری کے باوجود تین گھنٹے سے پہلے بنکاک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ میں چپ چاپ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ اچانک ہی میری زندگی سے منجالی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئی تھی۔ رسونتی کو میں نے شدید نفرتوں بھری قبر میں دفن کر دیا تھا۔ تیسری سونیا تھی جس کے متعلق ہم تذبذب میں تھے اگر دشمنوں نے ہمارے سامنے سونیا کی ڈمی پیش کی تھی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اصلی سونیا کے دماغ کی سلیٹ صاف کر دی گئی ہے اور اب اسے نامعلوم مدت کے

لیے مجھ سے دور کر دیا گیا ہے۔ پتا نہیں تقدیر میں پھر کب ملانے والی تھی۔ بہرحال تقدیر جب بھی مہربان ہوتی۔ فی الحال قارئین کی یہ شکایت دور ہو گئی تھی کہ فرہاد علی تیمور ہمیشہ عورتوں میں گھرا رہتا ہے۔

اب میرے آس پاس کوئی عورت نہیں رہی تھی۔

ایک گھنٹے بعد میں نے باس جے، آر، جے ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ وہ طیارہ چارٹرڈ کرانے کے سلسلے میں قانونی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ میں نے کہا۔ "اس طیارے میں میں بھی منجالی کے ساتھ پیرس جاؤں گا اور اپنے اصلی روپ میں جاؤں گا۔ اس بات کو راز میں نہ رکھا جائے۔ دشمنوں کو میرے متعلق علم ہو جانا چاہیے۔"

"فرہاد صاحب! آپ ذہنی طور پر بہت الجھ گئے ہیں۔ بہت پریشان ہیں۔ مجھ ناچیز کا مشورہ ہے کہ آپ اصلی روپ میں ظاہر نہ ہوں۔ دشمنوں کے لیے بڑی آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔"

"میں اب تک جہاں بھی گیا۔ چار دیواری میں رہ کر دشمنوں سے نمٹتا رہا۔ اب میں نے یہ حصار توڑ دیا ہے۔ چار دیواری سے باہر نکل رہا ہوں۔"

"پلیز فرہاد صاحب! دشمن یہی چاہتے ہیں کہ آپ جوش اور جنون میں مبتلا ہو کر اپنے اصلی چہرے کے ساتھ ان کے سامنے آ جائیں۔"

"میں دشمنوں کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں۔ میری بھی خواہش ہے، جب تک میں منجالی کی آخری رسومات ادا کر کے یہاں واپس آؤں اس وقت تک وہ بلیک میلر اور کالا عمل کرنے والے زندہ رہیں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں۔ پھر اعلیٰ بی بی کو مخاطب کرتے ہوئے منجالی کے متعلق بتایا۔ منجالی کو سبھی دل و جان سے چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر میں بابا صاحب کے ادارے کا ماحول ماتمی ہونے والا تھا۔ میں نے کہا۔ "میں ماتم کے لیے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں۔ میری پلاننگ کا ابتدائی نقشہ سن لو۔ میں بہ نفسِ نفیس منجالی کی لاش کے ساتھ وہاں پہنچ رہا ہوں۔ اب وہاں سے سجاد علی تیمور دشمنوں کے سامنے آئے گا۔"

اعلیٰ بی بی نے پوچھا۔ "اس کا مطلب یہ ہے، تم بابا صاحب کے ادارے میں آ کر رہو گے؟"

"میں صرف دکھاوے کے لیے آؤں گا۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔"

میں نے اس سے بھی رابطہ ختم کر دیا ایک گہری سانس لی اور سوچا اب دو تیمور میدانِ عمل میں آئیں گے۔ ایک فرہاد علی تیمور کو ان آنکھوں سے دیکھتے رہیں گے۔ دوسرے کو کبھی نہیں پہچان سکیں گے۔

"فرہاد علی تیمور بنکاک میں ہے۔"

"فرہاد علی تیمور نے ایک طیارہ پیرس کے لیے چارٹرڈ کرایا ہے۔"

"فرہاد علی تیمور کسی نیگرو لڑکی کی لاش پیرس لے جا رہا ہے۔"

بنکاک پریس اور انفارمیشن سروسز، پولیس اور انٹیلی جنس کے شعبوں اور دوسری تمام خطرناک تنظیموں تک یہ خبر پلک جھپکتے ہی پہنچ گئی تھی، جیسے ایک سوئچ کو دباتے ہی میلوں دور تک شہر کے قمقمے روشن ہو جاتے ہیں، اسی طرح میرے متعلق طرح طرح کی خبریں گشت کرنے لگی تھیں۔

باس جے آر جے ناتھن نے اپنے نام سے طیارہ چارٹرڈ کرایا تھا لیکن گنتی کے چند مسافروں میں میرا نام سرِ فہرست تھا اور یہ نام چونکا دینے والا تھا اس لیے فلائنگ کلب والوں نے اس کی اطلاع انٹیلی جنس والوں کو دی تھی پھر یہ خبر پولیس والوں تک پہنچی۔ وہاں سے پریس اور دوسرے انفارمیشن کے شعبوں تک پھیلتی چلی گئی۔ بھلا خطرناک تنظیمیں تو اپنے وسیع ذرائع رکھتی ہیں، وہ کب اس خبر سے محروم رہتیں۔ طیارہ صبح سات بجے روانہ ہونے والا تھا مگر صبح ہونے سے پہلے ہی باس ناتھن کی کوٹھی کے سامنے لوگوں کا ایسا ہجوم ہو گیا تھا کہ سامنے والی شاہراہ پر اور آس پاس کی تمام گلیوں میں لوگوں کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ میرا خیال تھا، خطرناک تنظیموں کے افراد، پولیس اور انٹیلی جنس والے میری ذات میں دلچسپی لیں گے۔ یہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ان تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کے دوست احباب اور رشتے دار مجھے دیکھنے اور مجھ سے ملنے کے لیے اس طرح ٹوٹ پڑیں گے۔

باس ناتھن نے میرا طیارہ اپنی معرفت چارٹر کرایا تھا، اسی لیے اس کے ہاں بھیڑ لگ گئی تھی۔ کوئی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ میں وہاں موجود نہیں ہوں جب کہ میں اسی کاٹیج میں تھا جہاں ایک رات اور ایک دن منجالی کے ساتھ گزار چکا تھا۔ میں اپنے پیرس پہنچنے کی اطلاع دشمنوں تک پہنچانا چاہتا تھا۔ مجھے ان دشواریوں کا علم نہیں تھا جو اب پیش آ رہی تھیں۔

سب سے پہلے انٹیلی جنس اور پولیس والے باس ناتھن کے پیچھے پڑ گئے کہ نیگرو لڑکی کی لاش کہاں سے دستیاب ہوئی ہے؟ اور اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لاش کا پوسٹ مارٹم کرانا ضروری تھا۔ اس سلسلے میں بے شمار سوالات میرا انتظار کر رہے تھے اور وہ لوگ میرا پتا پوچھ رہے تھے۔

باس ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کو جواب دیا۔ "منجالی کا تعلق پیرس کے بابا فرید واسطی صاحب سے ہے۔ یہ ان کے ادارے کی طالبہ رہی ہیں۔ آپ اس ادارے سے

تصدیق کرا سکتے ہیں"۔

"اسے کس نے قتل کیا ہے؟"

باس ناتھن نے جواب دیا "میں اس جگہ کا پتا بتا رہا ہوں۔ آپ کا فرض ہے کہ فوری طور پر وہاں چھاپہ ماریں۔ اگر مجرم گرفتار نہ ہو سکا تب بھی اس کے اڈے سے بہت کچھ برآمد ہو سکے گا"۔

اس نے اعلیٰ افسر کو ناگ مندر کا پتا بتایا اور اس مندر کے تہ خانے کی تفصیل بھی بتائی۔ میں نے بلیک میلر کے خاص ماتحت وِکرم کا پتا نہیں بتایا۔ میں چاہتا تھا، وہ چھاپہ مارتے وقت اس تہ خانے سے فرار ہو جائے۔ اس طرح بلیک میلر کو یقین ہو جائے کہ فرہاد اس کے خاص ماتحت وِکرم کے دماغ تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ اگر پہنچ جاتا تو وِکرم کو بھی گرفتار کرا دیتا۔

اس بلیک میلر تک پہنچنے کے لیے فی الحال وِکرم ہی میرے پاس ایک مُہرہ رہ گیا تھا۔ میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر ناتھن! بہتر ہے کہ آپ فرہاد صاحب کو ہمارے سامنے لے آئیں۔ ہم ان سے خود باتیں کرنا چاہتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ منجالی کے قتل کے سلسلے میں ہونے والی تفتیش کو طول نہیں دیں گے"۔

باس ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق کہا "مسٹر فرہاد آپ سے اسی وقت گفتگو کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم کریں گے"۔

"میں نے سُنا ہے، وہ کسی کے بھی دماغ میں پہنچ کر گفتگو کرتے ہیں؟"

"آپ نے دُرست سُنا ہے۔ ابھی وہ آپ کے ماتحت کے دماغ میں پہنچیں گے اور اس کی زبان سے گفتگو کریں گے"۔

دوسرے ہی لمحے میں نے اس افسر کے ماتحت کے دماغ پر قبضہ جمایا پھر اس کی زبان سے کہا "ہیلو آفیسر! میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں"۔

اس نے بے یقینی سے اپنے ماتحت کو دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اس وقت یہ آپ کا ماتحت نہیں ہے۔ میں نے کہا نا، میں فرہاد علی تیمور ہوں"۔

"لیکن میں کیسے یقین کر لوں"۔

مجھے یقین دِلانا پڑا۔ ٹیلی پیتھی کے کمالات دکھائے، جس کے بعد وہ قائل ہو کر بولا "ہاں مجھے یقین ہو گیا ہے۔ لیکن آپ سامنے کیوں نہیں آتے؟"

"آپ اس کوٹھی کے باہر جھانک کر دیکھیں۔ کس طرح لوگوں کا ہجوم ہے۔ مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں، طیارے کی پرواز سے کچھ دیر پہلے آپ سے ضرور ملاقات کروں گا"۔

"پرواز کا وقت سات بجے ہے لیکن اتنی جلدی نہ تو لاش کا پوسٹ مارٹم ہو سکتا ہے اور نہ ہی تفتیش مکمل ہو سکتی ہے۔ آخر ہمیں بھی تو اپنے اوپر والوں کو جواب دینا پڑتا ہے"۔

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس کا ایک اور ماتحت تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا پھر اس نے سلام کرتے ہوئے کہا "جناب! وزارتِ خارجہ کے ڈائریکٹر تشریف لائے ہیں۔ ان کی کار کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو چکی ہے"۔

یہ سُنتے ہی سب کے سب تیزی سے چلتے ہوئے باہر آئے۔ وزارتِ خارجہ کا ڈائریکٹر اپنی کار کی پچھلی سیٹ سے باہر آ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سب نے سلام کیا۔ اسے بڑی عزت سے ڈرائنگ روم میں لایا گیا۔ اس وقت صبح کے پانچ بجنے والے تھے۔ اُس نے ایک بڑا سا لفافہ انٹیلی جنس کے اعلیٰ افسر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "ایک گھنٹہ پہلے وزارتِ خارجہ، وزارتِ داخلہ اور دیگر شعبوں کے اعلیٰ حکام کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا تھا۔ وہاں برما کے حالات پر بحث کی گئی۔ یہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مسٹر فرہاد علی جب تک رنگون میں رہے، وہاں دہشت طاری رہی۔ فرہاد صاحب کے دشمن خودکشی کی صورت میں قتل ہوتے رہے... یہودیوں کو اپنے پورے قافلے کے ساتھ لانگ مارچ کرنا پڑا۔ ہمارے حکام نے فیصلہ کیا ہے کہ بنکاک میں وہ ایسی صورتِ حال پیدا ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔ ایک تیگر دلٹرکی منجالی کے قتل ہونے سے کوئی قیامت نہیں آ جائے گی۔ اگر ہم اس کی لاش کو لے جانے کی اجازت دے دیں تو یہ ہماری حکومت کی طرف سے فرہاد صاحب سے دوستانہ تعاون ہو گا ورنہ یہاں بھی رنگون کی طرح خونی ڈرامہ کھیلا جا سکتا ہے۔ لہٰذا امن و امان قائم رکھنے کی خاطر مسٹر فرہاد کو بخوشی یہاں سے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس لفافے میں ہماری حکومت کی طرف سے فرہاد صاحب کے لیے کُھلا اجازت نامہ ہے"۔

یہ میرے لیے بڑے اطمینان کی بات تھی لیکن میں آسانی سے مطمئن نہیں ہو سکتا تھا۔ معلوم کرنا ضروری تھا کہ آنے والا وزارتِ خارجہ کا نمائندہ ہے یا اس کے چہرے کے پیچھے کسی اور کا چہرہ ہے یا اس اجازت نامے کے پیچھے کوئی سازش ہے۔

یہ معلوم کرنے کے لیے میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ چپکے چپکے سوچ رہا تھا "میں نے سُنا ہے۔ مسٹر فرہاد کے سامنے کوئی اہم شخصیت آتی ہے تو وہ اس کے لب و لہجے کے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر مسٹر فرہاد میرے دماغ میں ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ مجھ سے دماغی رابطہ قائم کریں

ہیں ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں"۔

وہ میرے لیے اجازت نامہ لے کر آیا تھا لیکن درپردہ کوئی پرائیویٹ گفتگو کرنے آیا تھا۔ اگر میں اسی وقت اس سے رابطہ قائم کرتا تو یہ اس کے لیے غیر متوقع بات ہوتی اور ان تمام افسران کے سامنے اس کے چہرے سے حیرانی ظاہر ہوتی یا اس کی بے یقینی کو یقین میں بدلنے کے لیے مجھے دُشواریاں پیش آتیں۔ اس لیے میں نے باس جے آر جے ناتھن سے کہا "وزارتِ خارجہ کے ڈائریکٹر مجھ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان سے ضروری باتیں کرنے کے بہانے انھیں اپنی خواب گاہ میں لے آئیں۔ میں ان سے رابطہ قائم کروں گا"۔

باس ناتھن نے اُس کے سامنے ادب سے سر جُھکا کر کہا۔ "جنابِ عالی! آپ جیسی ہستی کا یہاں تشریف لانا میرے لیے باعثِ فخر ہے۔ میں سوچ رہا ہوں، جب فرہاد صاحب یہاں سے چلے جائیں گے تو ان کے دشمن میرے لیے مصیبت بن جائیں گے۔ اس سلسلے میں آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اگر یہ تمام افسران مائنڈ نہ کریں تو..."۔

دوسروں نے خوشدلی سے کہا "کوئی بات نہیں۔ اگر ڈائریکٹر صاحب بات کرنا چاہیں تو ہم یہاں انتظار کریں گے"۔

ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ڈائریکٹر نے باس جے آر جے ناتھن کے ساتھ جانے پہ رضامندی ظاہر کی۔ پھر وہ دونوں بیڈ روم میں آ گئے۔ باس نے کہا "دراصل مسٹر فرہاد نے مجھے آپ کو یہاں بُلانے کے لیے کہا ہے۔ اب وہ آپ کے دماغ میں پہنچ کر آپ سے گفتگو کریں گے"۔

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ظاہر ہے اسے میری موجودگی کا یقین نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا یقین دلانا پڑا۔ پھر اس نے قائل ہو کر کہا "مسٹر فرہاد! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے دشمن کتنے مکار اور کتنے وسیع ذرائع کے مالک ہیں۔ وہ آپ کے لیے رُکاوٹیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر انھوں نے آپ کو روک لیا اور آپ بنکاک میں رہ گئے تو ہماری حکومت کے لیے آپ کی موجودگی دردِ سر بن جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں، آپ یہاں سے بخیریت نکل جائیں"۔

میں نے کہا "جناب! آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں۔ جب سے یہاں میری موجودگی ظاہر ہوئی ہے، لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔ اس ہجوم میں دوست اور دُشمن کی پہچان ناممکن ہے۔ پتا نہیں، ایئرپورٹ پر پہنچتے پہنچتے مجھے کتنے خطرات سے گزرنا ہو گا اور میرے دشمنوں نے مجھے گھیرنے کے لیے کیسے کیسے جال بچھائے ہوں گے۔ آپ کے ذہن میں کوئی عمدہ تجویز ہو تو بتائیں، میں آپ کا مشکور ہوں گا"۔

ڈائریکٹر نے اپنی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا "اس وقت پانچ بج کر پانچ منٹ ہوئے ہیں۔ ٹھیک چھ بج کر پندرہ منٹ پر یہاں سے ایک طیارہ قاہرہ جائے گا۔ ہم نے پہلے ہی سرکاری طور پر ایک سیٹ ریزرو کرا لی ہے۔ اب آپ جس نام سے، جس رُوپ میں جانا چاہیں، فوراً تیار ہو کر ایئرپورٹ پہنچ جائیں۔ یہاں طیارے میں سوار ہونے تک ہماری حکومت کی طرف سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی نہ ہی آپ سے ضروری کاغذات طلب کیے جائیں گے لیکن قاہرہ پہنچ کر آپ وہاں کے حکام کو کیا جواب دیں گے۔ یہ آپ اپنے طور پر سوچ سمجھ لیں"۔

میں نے کہا "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مسٹر جے آر جے ناتھن آپ کو ابھی بتائیں گے کہ میں کس نام سے اور کن کاغذات پر سفر کرنے والا ہوں"۔

باس ناتھن نے میری ہدایت کے مطابق دلبر حسین کا نام اور پتا لکھا۔ پھر ڈائریکٹر کی طرف وہ پرچہ بڑھاتے ہوئے کہا "آپ اس نام سے ٹکٹ بنوالیں۔ فرہاد صاحب ابھی ایئرپورٹ پہنچ رہے ہیں"۔

ڈائریکٹر نے وہیں خواب گاہ میں ٹیلیفون منگوایا پھر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے دلبر حسین کا نام اور پتا بتاتے ہوئے کہا "اس نام سے قاہرہ کی وہ سیٹ ریزرو کر دی جائے، ٹکٹ بنا دیے جائیں۔ مسٹر دلبر حسین ابھی کاؤنٹر پر آ کر وہ ٹکٹ ریسیو کریں گے۔ کوڈ ورڈز یاد رکھو۔ بنکاک ایک پُرامن شہر ہے"۔

ڈائریکٹر نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "مسٹر فرہاد! آپ بھی یہ کوڈ ورڈ یاد رکھیں۔ اسے ادا کرتے ہی آپ کو ٹکٹ مِل جائے گا۔ وِش یُو گُڈ لک"۔

یہ کہہ کر وہ خواب گاہ سے باہر چلا گیا۔ میں نے باس ناتھن سے کہا "میں نے منجالی کی موت کے بعد دلبر حسین کا ماسک اُتار کر پھینک دیا تھا۔ اب پھر اسے چڑھا لیا ہے۔ ابھی گفتگو کے دوران میک اَپ کرتا جا رہا ہوں۔ تقریباً بیس منٹ میں میک اَپ مکمل ہو جائے گا۔ آپ اس چارٹرڈ طیارے سے میری جگہ کسی اور کو روانہ کریں۔ وہ میرے ہی میک اَپ میں ہو تو بہتر ہے۔ قاہرہ پہنچ کر وہ چارٹرڈ طیارے سے اُتر جائے گا۔ میں منجالی کی لاش کے ساتھ پیرس چلا جاؤں گا"۔

میں میک اَپ کرنے کے دوران کبھی باس جے آر جے ناتھن سے گفتگو کرتا رہا، کبھی اس ڈائریکٹر کے دماغ میں جھانک کر دیکھتا رہا۔ جب تک میں اس طیارے میں سوار نہ ہوتا اور اس ملک سے نکل نہ جاتا، اس وقت تک مجھے اطمینان نہیں ہو سکتا تھا۔

خود کو ظاہر کرنے کے بعد اَب یہودیوں کا ردِعمل کیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے میں اسرائیل پہنچ گیا۔ وہاں رات کے دو بجے

تھے لیکن کاہان تنظیم کے تمام عہدیداران جاگ رہے تھے۔ ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ میں ہی بحث کا موضوع بنا ہوا تھا۔ اس اجلاس میں اکثریت کی رائے یہ تھی کہ مجھے بنکاک سے پیرس تک سفر کرنے کے دوران نہ چھیڑا جائے۔ پیرس میں وہ مجھے بہت سوچ سمجھ کر ٹریپ کریں گے۔ وہ اس بار اپنی گرفت میں لینے کے لیے کسی طرح بھی ناکام ہونا نہیں چاہتے تھے، اسی لیے پلاننگ میں مصروف تھے۔

میں وقت پر ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ دلبر حسین کے میک اپ میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ کوڈ ورڈز کا استعمال کیا۔ ٹکٹ آسانی سے مل گیا۔ میرے کاغذات کی رسمی طور پر چیکنگ ہوئی۔ مہریں لگائی گئیں پھر مجھے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ میں طیارے میں سوار ہو گیا۔ تھائی لینڈ کی حکومت نے میری روانگی کو اس قدر راز میں رکھا تھا کہ دشمن تو دشمن، کوئی دوست بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

طیارہ اپنے وقت پر پرواز کرنے لگا۔ میں نے سیفٹی بیلٹ کھول کر آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر باس ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔ وہاں کے حالات معلوم کیے۔ پتا چلا، ٹھیک سات بجے وہ چارٹرڈ طیارہ بھی پرواز کرے گا۔ میری جگہ ایک شخص کو روانگی کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ ائیرپورٹ پر کبھی لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ دشمن موقعے سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس ڈمی کو فرہاد علی تیمور سمجھ کر یا تو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے یا پھر اسے قتل کر ڈالیں گے۔

یہ اندیشہ درست ہو سکتا تھا کیوں کہ ایک طویل عرصے کے بعد میں نے خود کو ظاہر کیا تھا۔ دشمن یہ سوچ سکتے تھے کہ شاید پھر میں کسی وجہ سے روپوش ہو جاؤں۔ لہٰذا روپوش ہونے سے پہلے ہی میرا کام تمام کر دینا چاہیے لیکن یہودیوں کی کاہان تنظیم کے اکابر اس کے برعکس سوچ رہے تھے۔ وہ مجھے بنکاک سے پیرس کے دوران سفر کرتے وقت نہ تو اغوا کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی قتل کرنا چاہتے تھے۔ وہ بہت اطمینان سے میرے پیرس پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے منصوبے کے مطابق سونیا سنگاپور پہنچ گئی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے، اگر فرہاد روپوش ہوگا، بنکاک سے پیرس نہیں آئے گا تو سنگاپور یا بنکاک میں سونیا سے ضرور ملاقات کرے گا۔ ایسے وقت وہ یہودیوں کی نظروں میں آجائے گا اور اگر سچ مچ منجالی کی لاش کے ساتھ پیرس پہنچے گا تو ائیرپورٹ سے لے کر بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے تک جتنے جال بچھائے گئے تھے، کسی نہ کسی میں فرہاد کا پھنس جانا لازمی تھا۔ اس بار وہ کسی طرح ناکام نہیں ہونا چاہتے تھے۔

میں نے مرجانہ، شباتہ اور شارٹر علیا کو پہلے ہی منجالی کے تعلق بتا دیا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ میں پیرس پہنچنے والا ہوں۔ میں نے فی الحال ان سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ پہلے مجھے اپنے ایک ایک دشمن کے دماغ میں جھانک کر دیکھنا تھا۔ ایسے دشمن بھی جن سے اب تک دشمنی تو نہیں ہوئی تھی مگر ہو سکتی تھی۔ مثلاً میں نے عزت علی کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ نہ تو میرا دوست تھا اور نہ ہی دشمن۔ مجھے ابھی تک اس کے مزاج کو سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

اس وقت منجالی کی لاش سرد خانے سے نکال کر تابوت میں رکھی جا رہی تھی۔ نیما نے اثبات میں سر ہلا کر عزت علی سے کہا۔ "یس سر! یہ وہی نیگرو لڑکی ہے جس نے کار کے پہیے سے منسلک رہنے والے بم سے ہم لوگوں کو نجات دلائی تھی۔"

عزت علی نے حیرانی سے کہا۔ "اوہ گاڈ! ہمارا شبہ درست نکلا۔ مسٹر فرہاد علی تیمور، میرے روپ میں رنگون سے سنگاپور تک آئے تھے۔ اب واقعات کی کڑی آسانی سے مل رہی ہے۔ انھیں کسی طرح رنگون سے نکلنا تھا اور دشمنوں کو دھوکا دینا تھا۔ میرے روپ میں وہ آسانی سے دھوکا دے کر یہاں پہنچ گئے۔"

نیما نے کہا۔ "سر! ہمیں فخر ہے کہ ہم نے سنگاپور ائیرپورٹ پر فرہاد صاحب کی جان بچائی تھی۔"

"یہ بھی سوچو کہ فخر کرنے کے لیے اگر اس وقت زندہ ہو تو اس مردہ نیگرو لڑکی نے ہی تم لوگوں کو اس بم سے نجات دلائی تھی۔ یقیناً فرہاد نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس لڑکی کو بلایا ہوگا اور پہیے سے منسلک رہنے والے میکنزم کو سمجھایا ہوگا۔ تب ہی تم لوگوں کو اس سے نجات ملی تھی۔"

"سر! فرہاد صاحب سے ہمارا دو بار سامنا ہوا۔ دوسری بار لیڈیا آرپر کے بنگلے میں بھی ہم انھیں نہ پہچان سکے۔"

عزت علی نے کہا۔ "ہم ائیرپورٹ چلتے ہیں۔ مجھے اس چارٹرڈ طیارے میں جانے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ وہاں مسٹر فرہاد سے ہماری ملاقات ضرور ہو سکے گی۔"

وہ وہاں سے جانے لگے۔ میں اس کے دماغ میں رہ کر تھوڑی دیر تک اس کے چور خیالات پڑھتا رہا۔ پتا چلا، وہ میری قدر کرتا ہے۔ کسی طرح بھی میرا دشمن نہیں بن سکتا۔ بلکہ دوستی کے خیال سے ملاقات کرنے ائیرپورٹ جا رہا ہے۔ تب میں نے اسے مخاطب کیا۔ اس وقت نیما کار ڈرائیو کر رہی تھی اور وہ اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دم سے چونک کر بولا۔ "یہ کیا۔ مجھے یوں لگ رہا ہے، جیسے مسٹر فرہاد میرے دماغ میں مجھے مخاطب کر رہے ہوں۔"

"جی ہاں، میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کیا۔ وہ قائل ہو کر بولا۔ "مجھے یقین ہو چلا ہے۔ مزید یقین دلانے کے لیے کہوں گا کہ آپ مجھے آپ سے مخاطب نہ کریں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا" آپ بھی مجھے آپ سے مخاطب نہ کریں"۔

وہ ہنسنے لگا۔

میں نے کہا" تم مجھ سے ملنے ایئرپورٹ جارہے ہو۔خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا۔میں بہت پہلے ہی بنکاک سے نکل چکا ہوں۔اگر وہاں ہوتا تو یقین کرو، تم سے خود ملنے آتا"۔

" فرہاد! یہ تم منہ دیکھی بات کہہ رہے ہو۔اتنے دنوں سے بنکاک میں ہو لیکن مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ ہمارا آمنا سامنا ہوا مگر چھپ کر نکل گئے"۔

" عزت! اس وقت ہم بے تکلف نہیں تھے۔میں نے تمھارے دماغ کو اچھی طرح نہیں پڑھا تھا۔ مجھے پڑھنے کی فرصت بھی نہیں ملی تھی۔ابھی تھوڑی دیر پہلے تمھارے خیالات کو کریدتا رہا۔جب مجھے یقین ہوگیا کہ تم ایک مخلص دوست بن سکتے ہو تو میں نے تمھیں مخاطب کیا ہے"۔

" یہ میری خوش نصیبی ہے کہ تم مجھ پر اعتماد کر رہے ہو"۔

" اعتماد خیالات کی سچائی سے ہوتا ہے اور تمھارے خیالات بالکل سچے اور کھرے ہیں۔میں وعدہ کرتا ہوں، جب بھی ہمیں ملنے کی فرصت ملے گی، ہم ضرور ملاقات کریں گے اور بہت اچھا وقت گزاریں گے"۔

میں نے تھوڑی دیر تک اس سے گفتگو کرنے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔سونیا پچھلی رات ہی سنگاپور پہنچ گئی ہوگی۔میں نے باس ناتھن سے کہا تھا "جیسے ہی وہ سنگاپور پہنچے، اس کے پیچھے دشمن لگا دیے جائیں اور اسے ایسی آزمائشوں سے گزارا جائے جہاں سے وہ اپنی ذہانت اور مکاریوں کے بغیر نہ گزر سکے۔اس طرح اصلی اور نقلی سونیا کی تصدیق ہوسکے گی لیکن منجالی کی موت کے بعد ہم بہت زیادہ مصروف رہے۔سونیا کو آزمائشوں سے گزارنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔فی الحال سونیا بھی ایسے دوستوں میں سے تھی جس سے نادانستگی میں دشمنی کی توقع کی جاسکتی تھی۔ وہ یقیناً مجھ سے ملنے کے لیے بنکاک آتی اور وہ یقیناً آگئی۔

میں نے باس جے آرجے ناتھن سے رابطہ قائم کیا۔اس وقت وہ سونیا سے گفتگو کر رہا تھا۔وہ تنہا نہیں تھی۔ اپنے ساتھ رسونتی اور فرضی پارس کو لے کر آئی تھی۔باس ناتھن سے کہہ رہی تھی "مجھے ہر حال میں فرہاد سے ملنا ہے"۔

" مادام! میں بہت مجبور ہوں۔فرہاد صاحب کی اجازت نہیں ہے۔وہ اپنے پرائے، دوست دشمن کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتے۔ چپ چاپ بنکاک سے نکل جانا چاہتے ہیں۔آپ بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں۔اگر آپ ایئرپورٹ پر ان سے ملنے جائیں گی تو آپ کے پیچھے بہت سے لوگ پہنچ جائیں گے"۔

"آپ فرہاد سے کہیں کہ وہ مجھ سے خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کرے"۔

میں نے سونیا کو مخاطب کیا۔وہ بولی" مجھے منجالی کی موت کا بے حد افسوس ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ہم سے رابطہ ہی قائم نہ کرو۔یا ملاقات کرنا بھی گناہ سمجھو"۔

"کچھ دیر پہلے تک تم سے رابطہ قائم کرنا کوئی ضروری نہیں تھا۔ کیوں کہ اپنے لیے حفاظتی انتظامات کرنے تھے۔ مجھے پلاننگ کرنی تھی کہ کس طرح میں بنکاک سے بحفاظت نکل سکتا ہوں۔اسی لیے میں نے اعلان کیا تھا کہ خود کو ظاہر کر رہا ہوں۔دشمن دھوکے میں آجائیں۔باس ناتھن کے بنگلے سے لے کر ایئرپورٹ تک لوگوں کے ہجوم میں کتنے دشمن میری تاک میں ہوں گے، یہ تم سمجھ سکتی ہو لیکن اس چارٹرڈ طیارے سے بہت پہلے ہی میں جا چکا ہوں"۔

سونیا نے پوچھا" تم کہاں ہو؟"

"میں جہاں بھی ہوں، خیریت سے ہوں۔تم میرے لیے میری جان سے زیادہ پیاری ہو۔جب تک اس دشمن عورت کے ساتھ رہوگی یا اس کی سفارش کرتی رہوگی، میں تمھیں اپنے متعلق کوئی صحیح بات نہیں بتاؤں گا"۔

" فرہاد! تم رسونتی کو صرف عورت کیوں کہہ رہے ہو۔تمھارا اس سے گہرا رشتہ ہے۔تم اسے بیوی نہیں کہہ سکتے۔اپنے بچے کی ماں نہیں کہہ سکتے تو کم از کم اس کا نام ہی لو۔ایسی بھی کیا دشمنی؟"

" شاید تمھیں نہیں معلوم، طلاق دینے کے بعد عورت نامحرم ہوجاتی ہے۔دوسرے لفظوں میں مرد کے لیے حرام ہوجاتی ہے اور میں حرام چیز کا نام لینا نہیں چاہتا"۔

" تم نے غصے میں طلاق دی ہے۔رسونتی تمھارے لیے حرام نہیں ہوئی بلکہ تمھارا غصہ حرام تھا"۔

" ابھی میرے پاس بحث کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن میں تمھاری یہ غلط فہمی دور کر دوں کہ میں نے غصے میں طلاق دی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔میں نے ایک نہیں بار بار اس عورت کو سمجھایا۔اس کی غلطیوں کی نشان دہی کی۔تم خود جانتی ہو کہ اس نے پارس کی پیدائش کے وقت مجھے دشمنوں کے درمیان پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری بار اس نے سنگاپور میں میرے پیچھے دشمن لگا دیے۔پہلی بار وہ دانستہ میرے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھ رہی تھی۔ دوسری بار اس نے نادانستگی میں ایسا کیا لیکن وہ آئندہ بھی ایسا کرتی رہی۔کیوں کہ وہ ایک حاسد عورت ہے۔میرے ساتھ اس کا کبھی گزارہ نہیں ہوسکتا تھا۔میں نے خوب سوچ سمجھ کر اسے طلاق دی ہے۔اب میں اس کا ذکر سننا نہیں چاہتا اور نہ ذکر

چاہتا ہوں۔میں نے تمھاری بات کا جواب دے دیا۔اس کی
ـ نہ کرو"۔

"چلو، میں اپنی بات کرتی ہوں۔مجھے بتاؤ، تم کہاں ہو۔باس
ن سے کہہ دو کہ یہ مجھے چارٹرڈ طیارے میں پہنچا دے تاکہ میں وہاں
ر تمھاری موجودگی یا عدم موجودگی کی تصدیق کرسکوں"۔

"یعنی تمھیں میری بات کا یقین نہیں ہے؟"

" اگر میں اپنے اطمینان کے لیے تصدیق کرلوں تو تمھارا کیا
ـے گا؟"

" اچھی بات ہے۔میں تمھاری ذہانت کو آزماتا ہوں۔تم خود اس
رٹرڈ طیارے تک پہنچنے کی کوشش کرو"۔

"سمجھ گئی۔تم اب تک مجھے اپنی سونیا نہیں بلکہ سونیا کی
ی سمجھ رہے ہو"۔

" ہاں، میں نے باس ناتھن سے بھی کہا تھا کہ جب تم سنگاپور
ہچو تو تمھیں آزمائشوں سے گزارا جائے۔تمھاری ذہانت کا امتحان
جائے لیکن ہمیں اس کا موقع نہیں ملا"۔

"کوئی بات نہیں۔میں موقع فراہم کرتی ہوں لیکن ایک شرط ہے"۔

"وہ کیا؟"

" تم کم سے کم آدھے گھنٹے تک مجھ سے یا باس جے آرجے ناتھن
ے دماغی رابطہ قائم نہیں کروگے۔ہم دونوں میں سے کسی کے بھی
اغ میں جھانک کر نہیں دیکھوگے اور ابھی اسی لمحے سے میرے چور
یالات نہیں پڑھوگے۔آدھے گھنٹے بعد تمھیں پوری اجازت ہوگی"۔

" طیارہ پندرہ منٹ بعد پرواز کرے گا۔تم آدھے گھنٹے کا وقت
یوں مانگ رہی ہو؟"

" چلو پندرہ منٹ ہی سہی۔تم کہتے ہو، میں اس طیارے میں
ہنچ کر بتاؤں۔میرے لیے وہاں پہنچنا ایسا ہی ہے جیسے ہوا کہیں
ی پہنچ جاتی ہے۔کمال تو یہ ہوگا کہ میں رسونتی کو تمھارے اس طیارے
ں پہنچا دوں"۔

" پھر تو میں تمھاری ذہانت کا قائل ہوجاؤں گا۔چلو پندرہ منٹ
انتظار کیوں کیا جائے۔مجھے بتا دو، تم کیا کرنا چاہتی ہو۔دیکھو میں
پنے وعدے کے مطابق تمھارے چور خیالات نہیں پڑھ رہا ہوں ورنہ
پوچھنے کی نوبت نہیں آئے گی۔میں معلوم کرلوں گا"۔

وہ بولی" ایک نہایت آسان سا نسخہ ہے۔میں باس ناتھن
و دوسرے کمرے میں بات کرنے لے جاؤں گی۔پھر اسے پستول
کی زد میں رکھ کر اپنی بات منواؤں گی۔اس کمرے کے دروازے کو
ندر سے بند کر دوں گی۔ناتھن کو ایک کرسی پر رسیوں سے جکڑ دوں
گی۔وہ پستول کے سامنے کوئی حرکت نہیں کرسکے گا۔جب تک وہ
پستول اس کی کنپٹی سے لگا رہے گا، وہ میرے حکم پر عمل کرتا رہے گا۔
جیسا کہوں گی ویسا ہی ٹیلیفون کے ذریعے یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ماتحتوں کو ہدایت دیتا رہے گا اور انھیں حکم دے گا کہ وہ رسونتی اور پارس کو چارٹرڈ طیارے میں پہنچا دیں"۔

" سونیا! مجھے تم سے ایسی ہی حماقت کی توقع تھی۔کیا تم ریڈیا ور کے کسی بھی باس کو احمق سمجھتی ہو۔ان کے ہر کمرے میں ایسے حفاظتی انتظامات ہوتے ہیں، جن کے ذریعے کسی بھی ناگہانی حملے کو ناکام بنایا جاسکتا ہے۔چلو فرض کیا کہ تم کامیاب ہوجاتی ہو۔ اور باس ناتھن کو بے بس کر کے رسونتی اور پارس کو چارٹرڈ طیارے میں پہنچا دیتی ہو لیکن اس بات کا پہلے یقین کرلو کہ تمھارے پاس پستول ہے"۔

" یہ بھی کوئی یقین کرنے کی بات ہے جب کہ پستول میں اپنے ساتھ لے کر آئی ہوں"۔

"کہاں سے لائی ہو؟"

" تمھیں یاد ہے۔کل تل ابیب سے روانہ ہونے سے پہلے میں وہاں کے بہت بڑے بازار میں شاپنگ کے لیے گئی تھی۔وہیں میں نے ایک پستول دیکھا جو مجھے پسند آگیا۔اسے میں نے خرید لیا"۔

" سونیا! کل سے تم بہت سی باتیں بھول رہی ہو۔پھر تمھیں پستول رکھنا کیسے یاد رہ گیا؟"

" انسان بہت کچھ بھولنے کے باوجود اپنی حفاظت کا سامان ضرور کرتا ہے"۔

" بس یہی تم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی بلکہ جن لوگوں نے تمھیں سونیا کی ڈمی بنا کر بھیجا ہے۔ان سے بھی غلطی ہوئی ہے"۔

اس نے پریشان ہوکر کہا" تم کیا کہہ رہے ہو؟"

" میں درست کہہ رہا ہوں۔یہ بات میرے ریکارڈ میں بھی ہے جس پر تم لوگوں نے دھیان نہیں دیا۔ویسے میرا ریکارڈ بہت ضخیم ہے اور کوئی ضخیم کتاب پہلے صفحے سے لے کر آخری صفحے تک یاد نہیں رہتی۔کہیں نہ کہیں، کوئی نہ کوئی سبق دماغ سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح تم سب یہ بھول گئے کہ فرہاد، سونیا اور مرجانہ اپنے پاس کبھی کوئی ہتھیار نہیں رکھتے"۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی" میں نے تمھارا کوئی ریکارڈ نہیں پڑھا ہے۔بھلا پڑھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔میں برسوں سے تمھارے ساتھ رہتی آئی ہوں۔یقیناً ہم اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے ہوں گے، میں یہ بات بھول گئی۔تمھیں یقین ہونا چاہیے کہ میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے۔تل ابیب میں تمھارے کہنے پر میرا طبی معائنہ کرایا گیا۔ یہاں بھی تم چاہو تو میرا معائنہ کراسکتے ہو۔کیا کروں۔میں بہت سی باتیں بھول جاتی ہوں"۔

" کیا تل ابیب میں کسی یہودی نے تمھیں یاد نہیں دلایا کہ اپنے

پاس پستول نہیں رکھنا چاہیے؟"

"میری گائیڈ آنٹی نے پوچھا تھا کہ میں پستول کیوں خرید رہی ہوں. میں نے آنٹی کو جواب دیا۔ اس پستول کی ساخت مختلف ہے۔ اس کے دستے کے آگے ایک اور چھوٹا سا دستہ ہے۔ ان کے درمیان ٹرائگر ہے۔ اگر اس پستول کو نال کی طرف سے پکڑ کر دیکھا جائے تو انگریزی کا حرف "ایف" بنتا ہے اور ایف سے فرہاد کا نام ہوتا ہے' اس لیے میں اسے اپنے پاس رکھوں گی"۔

سونیا نے یہ کہہ کر اپنے گریبان سے اس پستول کو نکالا پھر اسے نال کی طرف سے پکڑ کر نال کو نیچے اور دستے کو اوپر کیا۔ اس کے بعد باس ناتھن سے پوچھا "مسٹر ناتھن! ذرا آپ بتائیں، کیا انگریزی کا کوئی حرف سمجھ میں آتا ہے"؟

باس جے آر جے ناتھن نے اس پستول کو دیکھا پھر سر ہلا کر کہا۔ "یہ انگریزی کا 'ایف' ہے"۔

سونیا نے سوچ کے ذریعے کہا "میں نے تمہارے نام کے ایک حرف کو اپنے سینے سے لگائے رکھنے کے لیے یہ پستول اپنے پاس رکھا۔ یہ بھول گئی کہ ہم اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے ہیں اور اگر محبت سے رکھ ہی لیا ہے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اس لیے مان لو کہ میری یادداشت کمزور ہوگئی ہے"۔

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا "اسی ایک بات نے مجھے اُلجھا دیا ہے۔ کبھی سوچتا ہوں، تم سونیا کی ڈمی ہو۔ کبھی یقین آجاتا ہے کہ تمہاری یادداشت کمزور ہے۔ بہرحال ابھی میں تمہیں نقلی سونیا نہیں کہوں گا۔ جب بھی مجھے موقع ملتا رہے گا، میں تمہیں مختلف طریقوں سے آزماتا رہوں گا۔ جب پوری طرح یقین ہوجائے گا تو..."

اس نے میری بات کاٹ کر کہا "تم ایک نہیں، ہزار بار آزماتے رہنا۔ مجھے اس طیارے تک جانے کی اجازت دو"۔

میں نے باس ناتھن سے کہا "سونیا کو اس طیارے تک پہنچا دو، یہ ضد کر رہی ہے اور میں اس سے بحث نہیں کرنا چاہتا"۔

میں نے بے زار ہو کر سونیا کو طیارے تک پہنچنے کی اجازت دے دی۔ میں جانتا تھا 'نتیجہ کیا ہوگا لیکن میں اس معاملے میں زیادہ اُلجھنا نہیں چاہتا تھا۔ میری اور بھی بہت سی مصروفیات تھیں فنلاً یہ کہ میں نے وِکرم کے دماغ میں جھانکنا شروع کیا۔ جن لوگوں نے منجالی کی زندگی ختم کی تھی، میں انھیں آسانی سے معاف نہیں کرسکتا تھا۔ اور ان لوگوں تک پہنچنے کا راستہ صرف وہی وِکرم تھا۔

اس وقت وِکرم اپنے مکان میں تھا۔ میں نے کہا "کھڑے ہوجاؤ"۔

وہ حیرانی سے سر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

میں نے اس کے دماغ کو ایک جھٹکا دیا تو وہ کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر میں نے پوچھا "کیا اتنا ثبوت کافی ہے کہ فرہاد تمہارے دماغ میں پہنچ گیا ہے"؟

وہ 'نہیں، نہیں' کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ وہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا اور کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ جاؤں کیوں کہ جس دن بلیک میلر کو ذرا سا بھی شُبہ ہوگا کہ فرہاد اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہے تو وہ اسے بے دریغ گولی مار دے گا۔

میں نے کہا "وِکرم! تمہارے باس کو گولی مارنے میں ذرا دیر لگے گی لیکن میں پلک جھپکتے ہی تمہیں ٹیلی پیتھی کی چٹکی میں مَسل کر ختم کر دوں گا۔ کیا میں اس کا ثبوت پیش کروں ؟ کوئی تماشا دِکھاؤں"؟

وہ اپنے دماغ میں میری سوچ کو بے یقینی سے سُن رہا تھا۔ تب میں نے اس کے دماغ میں اپنی موجودگی کا ثبوت پیش کیا۔ اس نے قائل ہو کر کہا "جناب فرہاد صاحب! میں مانتا ہوں آپ میرے دماغ میں پہنچ گئے ہیں"۔

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے تھے اور دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک دیے تھے۔

میں نے کہا "اٹھ کر کھڑے ہوجاؤ۔ میں تمہیں پوجا کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں"۔

"آ... آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں منجالی کے قاتل کا نام اور پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں"۔

"آپ یقین کریں۔ میں اپنے باس کا پتا..."

میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "مجھے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں، تم اپنے باس کا صحیح پتا نہیں جانتے۔ یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے"۔

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "جناب! جب میں آپ کے کام نہیں آسکتا۔ آپ کو آپ کے دشمنوں کا پتا ٹھکانہ نہیں بتا سکتا تو پھر آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں"؟

"میں تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں"۔

اس کا مُنہ حیرانی سے کُھل گیا۔ فرہاد علی تیمور اسے دوست بنانا چاہے، یہ ایسی غیر متوقع بات تھی کہ اس کا مُنہ حیرانی سے کُھلنا ہی تھا۔ پھر اس نے کہا "میں آپ کے قدموں کی دُھول ہوں۔ آپ مجھے دوست نہ بنائیں۔ اپنے چرنوں میں رکھیں۔ حکم دیں، میں کیا کروں"؟

"تم میرے سچے وفادار بن کر رہنا چاہو تو سب سے پہلے تمہیں ایک خوشخبری سُناؤں اور وہ یہ کہ تمہاری بیوی تمہارے ہی بچے کی ماں بننے والی ہے"۔

تھوڑی دیر پہلے وہ اپنی بیوی پر شُبہ کر رہا تھا اور اس

سلسلے میں کسی طرح تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ اب وہ مُنہ اٹھائے' دیدے پھیلائے میری سوچ کو اپنے دماغ میں سن رہا تھا۔ میں نے کہا "وِکرم! خوش نصیب ہو کہ تمہاری بیوی کے خیالات میں کوئی چوری نہیں ہے۔ وہ ایک مت ہی دھرم والی عورت ہے اور بے شک و شبہ تمہارے بچے کی ماں بن رہی ہے"۔

وِکرم نے فوراً ہی دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ سچ مچ دیوتا ہیں. میں آپ کی پوجا کرتا ہوں۔ آپ کی وفاداری اور خدمت گزاری کی قسم کھاتا ہوں۔ آپ جو کہیں گے' اسے پورا کرنے کے لیے اپنی جان بھی دے دوں گا"۔

"میں تمہیں کسی خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ بس آنکھیں کُھلی رکھو اور کان دیواروں سے لگائے رکھو۔ یہ معلوم کرتے رہو کہ تمہارا وہ بلیک میلر باس کہاں رہتا ہے یا کس وقت کہاں پایا جاسکتا ہے؟ دوسرے وہ جادوگر کون تھا جس نے منجالی کی پیشانی پر کوڑی پھینکی تھی۔ بس اس کے بعد تم مجھ سے جو طلب کرو گے' وہ میں تمہیں دوں گا۔ یہ فرہاد علی تیمور کا وعدہ ہے"۔

"حضور! میں اپنی ہونے والی اولاد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج سے میں اپنے اس بلیک میلر باس کی تاک میں رہوں گا اور یہ بھی معلوم کروں گا کہ وہ جادوگر کون تھا۔ آپ جب چاہیں میرے خیالات کی سچائی کو آزماتے رہیں۔ میں آپ کا سیوک ہوں اور آخری سانس تک آپ کی خدمت کرتا رہوں گا"۔

میں نے اس کی تعریفیں کیں۔ اسے شاباشی دی۔ پھر دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہوگیا۔ بعض اوقات دشمن بالکل معمولی سا ہوتا ہے لیکن اس کے سائے تک پہنچنا تقریباً ناممکن سا لگتا ہے' ان حالات میں اس کے اطراف جال پھیلانا پڑتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود میں بلیک میلر اور اس جادوگر تک پہنچنے کے لیے وِکرم کو اپنا آلۂ کار بنا رہا تھا۔ میں نے طیارے کی کھڑکی کے پار تیرتے ہوئے بادلوں کو دیکھا پھر سوچنے لگا "اور ایسے کتنے دشمن ہیں جو میرے ظاہر ہوجانے کے بعد اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لیے یا تو مجھے اغوا کرنا چاہیں گے یا سِرے سے ختم ہی کر دینے کی کوشش کریں گے تاکہ نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری"۔

اب یہ تفصیل سے بیان کرنا فضول ہے کہ سونیا چارٹرڈ طیارے میں پہنچی تو کیا ہوا۔ کس طرح کسی فرہاد علی تیمور کی ڈمی سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان کے درمیان کیا گفتگو ہوتی رہی۔ اس کا نتیجہ ایک ہی تھا کہ سونیا کو ناکامی ہوئی اور اس نے واپسی پر اعتراف کرلیا کہ میں بہت پہلے ہی بنکاک چھوڑ کر جاچکا ہوں۔ اس نے کئی بار سوچ کے ذریعے مجھے آوازیں دیں۔ مجھے اپنی محبت کا واسطہ دیا لیکن میں نے اس سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ میں بعد میں اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ جو عورت اپنے مَرد پر اعتماد نہ کرے، اس کی بات کو سچ تسلیم نہ کرے اور اس کی تصدیق کے لیے ایسی جگہ جائے جہاں دشمنوں کا ہجوم ہو تو اس عورت سے وقت' بے وقت رابطہ قائم کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ جب بھی میں ضروری سمجھا کروں گا، اسے مخاطب کروں گا ورنہ اسے بھی رسونتی کی طرح نظر انداز کرتا رہوں گا۔ یہ سزا سونیا کے لیے کافی ہوگی اور خدا ہی جانتا تھا کہ وہ سونیا ہے بھی یا نہیں؟

اب خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ جتنے دشمنوں کے خیالات پڑھنے تھے' وہ میں نے پڑھ لیے۔ دوستوں کو اپنی آمد سے آگاہ کر دیا تھا۔ اعلیٰ بی بی کو پوری پلاننگ سمجھا دی کہ کس طرح میں قاہرہ میں اتر کر اپنے چارٹرڈ طیارے میں سوار ہوں گا پھر جب وہ چارٹرڈ طیارہ پیرس پہنچے گا تو کس طرح دشمنوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر میں غائب ہوجاؤں گا اور سجاد علی تیمور منظرِ عام پر آجائے گا۔

میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا، طیارے کا ماحول بہت ہی پُرسکون تھا۔ مسافر اپنی اپنی جگہ آرام سے بیٹھے ہوئے تھے یا اپنی سیٹ پر نیم دراز تھے۔ ائیر ہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ مسافروں کے پاس صبح کا ناشتہ پہنچا رہے تھے۔ میں نے ناشتہ کرنے سے معذرت کرلی صرف کافی طلب کی۔ مجھے منجالی بُری طرح یاد آرہی تھی۔ جب تک وہ میرے ساتھ رہی۔ ہم صبح کا ناشتہ ایک ساتھ نہ کرسکے کیونکہ میں ساری رات خیال خوانی میں مصروف رہتا تھا۔ ایسا ہوتا تھا کہ صبح ناشتے کا وقت گزر جاتا تھا اور خیال خوانی ختم نہیں ہوتی تھی۔ وہ بے چاری میرا انتظار کرتی ہی رہ جاتی تھی۔

میں کافی پیتا رہا اور اسے یاد کرتا رہا۔ اس وقت مجھے بڑا سکون مل رہا تھا۔ بہت عرصے بعد خیال خوانی کے بغیر میرا وقت گزر رہا تھا اور میں اپنے آس پاس کی جیتی جاگتی دُنیا کو بغیر خیالات میں ڈوبے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

دیکھتے رہو تو کبھی معمولی اور کبھی غیر معمولی چیزیں آنکھوں کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ وہ بھی میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میری سیٹ کھڑکی کی طرف تھی۔ وہ شخص مسافروں کی درمیانی راہداری سے گزرتا ہوا ٹوائلٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اچانک ہی مجھ پر نظر پڑی تو آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹک گیا۔ اس نے چونک کر مجھے یوں دیکھا، جیسے اچھی طرح جانتا ہو۔ مجھے حیرانی نہیں ہوئی کیوں کہ میں دلبر حسین کے رُوپ میں تھا۔ دلبر کو جانے کتنے لوگ پہچانتے ہوں گے جنہیں میں نہیں جانتا تھا اور اب جو شخص مجھے دیکھ کر چونک گیا تھا، اسے پہچاننا ضروری ہوگیا تھا۔

اگر دلبر حسین سے اس کی دوستانہ شناسائی ہوتی تو وہ مجھے ضرور مخاطب کرتا لیکن اس کے چونکنے اور پھر فوراً ہی آگے بڑھ جانے کا انداز ذرا تجسس پیدا کر رہا تھا۔ وہ ایک ذرا دیر کے لیے ٹھٹک کر

آگے بڑھ گیا تھا۔ لہٰذا میں اُس کی آنکھوں میں اطمینان سے جھانک کر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے سیٹ پر بیٹھے ہی بیٹھے ذرا گردن گھما کر دیکھا۔ دوسری طرف سے وہ ایئر ہوسٹس آرہی تھی جس نے مجھے ناشتہ کرنے کے لیے کہا تھا پھر میرے انکار پر اور ایک پیالی کافی کی طلب پر مسکرا کر چلی گئی تھی۔ میں فوراً ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک وہ اجنبی اسٹیورڈ کیبن کی طرف سے گزرتا ہوا ٹوائلٹ کی طرف جارہا تھا۔ یکبارگی میں نے ایئر ہوسٹس کے قدموں کو ذرا سا ڈگمگا دیا۔ وہ اس سے ٹکرا گئی۔ ایسے میں اجنبی نے اسے سنبھال لیا۔ وہ شرمندگی کا اظہار کررہی تھی۔ اس نے کہا "کوئی بات نہیں۔ ایسا ہوجاتا ہے"۔

ایسا ہوجانے کے بہانے میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بلیک مرمر تھا۔ ڈاکٹر بلیک مرمر۔ گولڈن رکیٹ کے سات گولڈن مین میں سے ایک گولڈن مین تھا۔ پچھلی رات میں نے خود کو پُراسرار بنا کر بلیک مرمر اور اس کی محبوبہ ڈی الیف کو خوب پریشان کیا تھا۔ انھیں اس اضطراب اور خوف میں مبتلا کردیا تھا کہ میں گولڈن رکیٹ کے متعلق اور خصوصاً بلیک مرمر اور ڈی الیف کے بارے میں بہت دور تک جانتا ہوں۔ بلکہ فیروزہ کو لیڈی آرپر کی حیثیت سے بھی پہچانتا ہوں۔

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی ان کے راز کو اتنی گہرائی تک سمجھتا ہوگا۔ وہ دونوں صبح دس بجے والی فلائٹ سے قاہرہ جانے والے تھے لیکن میرے دہشت زدہ کرنے پر انھوں نے اپنا پروگرام بدل دیا تھا۔ پہلے انھوں نے اپنے طور پر یہ معلومات حاصل کی تھیں کہ دلبر حسین کے پیچھے جو پُراسرار شخص انھیں خوفزدہ کررہا ہے اور آئندہ بلیک میل کرنے والا ہے، وہ ان کی کس حد تک نگرانی کررہا ہے۔ جب انھیں یقین ہوگیا کہ وہ بھیس بدل کر اپنی پناہ گاہ کے چور دروازے سے نکل سکتے ہیں تو انھوں نے یہی کیا۔ دس بجے کے بجائے چھ بجے والی فلائٹ میں اپنے لیے دو سیٹیں ریزرو کرائیں اور اپنی دانست میں دلبر حسین اور اس کے پُراسرار باس کو فریب دے کر بنکاک سے نکل آئے۔

پچھلی رات میں نے گولڈن رکیٹ کے متعلق اہم معلومات حاصل کرنے کے بعد انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ قاہرہ میں ان ساتوں گولڈن مین کی اہم میٹنگ ہونے والی تھی۔ میں اسی وقت ان کے دماغوں میں پہنچ کر مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ ساتوں گولڈن مین دنیا کے سب سے نامور، تجربہ کار اور باعزت ڈاکٹر تھے اور ان کی پہنچ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک تھی۔ ان کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کیے بغیر انھیں چھیڑنا دانشمندی نہ ہوتی۔

پیرس پہنچنے کے بعد میرے سامنے نئے مسائل پیدا ہونے والے تھے۔ ان کی طرف دھیان دینا لازمی تھا۔ ایسے میں گولڈن رکیٹ والوں کی طرف توجہ نہیں دینا چاہتا تھا لیکن اسے کیا کہا جائے کہ تقدیر خود ہی ان سے بار بار ٹکرا رہی تھی۔ بلیک مرمر اور ڈارلنگ فیروزہ نے مجھ سے جان چھڑانے کے لیے طیارہ بدل لیا تھا۔ دس بجے کے بجائے چھ بجے والے اسی طیارے میں سفر کررہے تھے جہاں حالات نے مجھے بھی پہنچا دیا تھا۔

جب کوئی بلا پیچھے پڑجائے تو حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ بھوک نہیں لگتی۔ نیند نہیں آتی۔ بدحواسی چھائی رہتی ہے۔ بلیک مرمر ٹوائلٹ میں گیا تو وہاں بھی بدحواسی چھائی رہی۔ وہ جیسا گیا ویسا ہی گھبراہٹ میں واپس آگیا۔ اب وہ اپنی سیٹ پر تھا ــــ ڈی الیف اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں میرے متعلق گفتگو کررہے تھے۔ فیروزہ نے کہا "میں یقین سے کہتی ہوں، دلبر حسین کے پیچھے کوئی پُراسرار باس نہیں ہے۔ میں نے اس سے بڑی دیر تک کھانے کے دوران گفتگو کی۔ عورت مختصر سی ملاقات میں مرد کو سمجھ لیتی ہے۔ میں نے سمجھ لیا ہے، وہ کسی کا ماتحت یا آلہ کار نہیں ہے۔ وہ خود ہی اپنے اندر جانے کتنے اسرار چھپائے پھرتا ہے۔ یہی دیکھ لو کہ ہم نے اچانک اپنے منصوبے میں تبدیلی کی۔ کسی کو بتلائے بغیر اپنے خاص ذریعے سے اس طیارے میں سیٹ ریزرو کرائی۔ ۔ ۔ چور دروازے سے چپ چاپ نکلے لیکن اُسے پتا چل گیا اور یہ یہاں بھی پہنچ گیا"۔

بلیک مرمر نے کہا "ڈارلنگ! میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں، یہ فرہاد علی تیمور ہے"۔

ڈارلنگ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بنکاک میں یہ شور برپا ہے کہ فرہاد اس نیگرو لڑکی کی لاش لے کر ایک چارٹرڈ طیارے سے جارہا ہے۔ ہم نے اپنے ذرائع سے بھی معلوم کیا ہے۔ انٹیلی جنس کے بیشتر افسران سے ہمارے اچھے تعلقات ہیں۔ وہ ہم سے جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ ان سب کے بیان کے مطابق فرہاد اب تک اپنے چارٹرڈ طیارے سے پیرس کے لیے روانہ ہوچکا ہوگا"۔

"اگر وہ اپنے طیارے سے گیا ہے تو یہ دلبر حسین اُسی کا آدمی ہوگا۔ فرہاد علی تیمور اپنی مصروفیات کی وجہ سے ہمارا پیچھا نہیں کرسکتا تھا پھر پیچھا کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ وہ تو دماغ کے تہ خانے میں پہنچ جاتا ہے۔ گولڈن رکیٹ کے اہم راز آج تک دنیا کے کسی جاسوسی ادارے کو نہیں معلوم ہوسکے اور دلبر حسین ہمارے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ فرہاد کا ماتحت ہے اور اسی کے حکم پر ہمارے پیچھے لگا ہے"۔

"جب وہ دماغی رابطہ قائم کرکے دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارا پیچھا کرسکتا ہے تو کسی کو ہمارے پیچھے کیوں لگائے گا"۔

"شاید اس لیے کہ فرہاد اپنے آپ کو ہمارے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا ــــــ صرف دہشت زدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اچھی طرح معلوم کرلیا ہوگا کہ ہم ساتوں گولڈن مین کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرسکتا۔ اس لیے وہ براہِ راست ہمیں چھیڑنا نہیں چاہتا۔ ایک شخص کو ہمارے پیچھے لگا کر ہم پر نفسیاتی اثر ڈال رہا ہے"۔

وہ اپنی جگہ سے سر گھما کر میری طرف دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ بلیک مرمر نے آہستگی سے کہا "وہ یہاں سے نظر نہیں آئے گا"۔

وہ بولی "اگر وہ فرہاد کا آدمی ہے تو ہم اسے تعاقب کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔ نہ ہی اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانا مناسب ہوگا۔ ورنہ فرہاد سے دشمنی کی ابتدا ہوجائے گی"۔

بلیک مرمر نے تائید میں سر ہلا کر کہا "ہم اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے اور نہ ہی فرہاد کو دشمنی کا موقع دیں گے"۔

"اگر واقعی یہ فرہاد کا آدمی ہے تو کیا اس کے ذریعے وہ ہمارے دماغوں میں نہیں آیا ہوگا؟"

"بے شک وہ ہمارے دماغوں میں جگہ بنا چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں، وہ اس وقت بھی ہماری باتیں سُن رہا ہوگا"۔

فیروزہ نے پوچھا "کیا میں اُسے مخاطب کروں؟"

بلیک مرمر نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوئے کہا "فیروزہ بہت عرصے بعد تم نے ایک احمقانہ بات کہی ہے۔ اگر وہ ہمارے دماغوں میں موجود ہے تو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی وہ ہماری کتنی ہی باتوں کے جواب دے سکتا تھا۔ میں یقین سے کہتا ہوں، وہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے خاموش ہے۔ پھر تمھارے مخاطب کرنے پر وہ جواب کیسے دے گا؟"

"یہ تمھارا اپنا خیال ہے کہ وہ اپنی موجودگی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ میں سمجھتی ہوں، وہ موجود ہے ہی نہیں"۔

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "یہی تو بات ہے۔ وہ ہے اور نہیں ہے کے درمیان یقین اور بے یقینی کے بیچ ہمیں اُلجھا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح نفسیاتی اثر ڈالا جاتا ہے۔ اب ہم ذہنی طور پر اضطراب میں مبتلا رہیں گے۔ اس کے متعلق سوچتے رہیں گے۔ اندیشوں میں گھرے رہیں گے کہ جانے وہ ہمارے خلاف کب کیا کر گزرے"۔

فیروزہ نے سیٹ کی پُشت سے سر ٹیک کر کہا "کاش ہم اُسے دوست بنا سکتے۔ مرمر! تم تو اپنے بدترین دشمنوں کو بھی بڑی آسانی سے دوست بنا لیتے ہو اور فرہاد سے تو ہماری کوئی دشمنی

نہیں ہے۔ کیا اسے دوست نہیں بنا سکتے؟"

"پہلے یقین تو ہو کہ مسٹر فرہاد نے ہی دلبر حسین کو پیچھے لگا رکھا ہے۔"

ڈارلنگ فیروزہ نے حیرانی سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "عجیب آدمی ہو۔ ابھی خود ہی کہہ رہے تھے اور اب اپنی ہی بات کی نفی کر رہے ہو۔"

"میں انکار نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے کہا نا فرہاد نے 'ہیں' ہے' اور 'نہیں ہے' کے درمیان اُلجھا دیا ہے۔ بہرحال اگر اس سے میرا رابطہ قائم ہو جائے، خواہ دماغی رابطہ ہو، فون کے ذریعے ہو یا پھر براہِ راست ملاقات ہو جائے تو میں اسے دوست بنانے کے لیے اپنی آخری سانس تک اپنی تمام صلاحیتوں کو آزماتا رہوں گا۔"

"تو پھر اپنی صلاحیتوں کو آزمانے کی ابتدا اسی لمحے سے ہو جائے۔"

"ضرور، مگر میں ایسے معاملات میں تمہارا سہارا لیا کرتا ہوں، کیوں کہ عورت، مرد کے مقابلے میں جلد ہی کسی کی دوست بن جاتی ہے۔ تم ابتدا کرو۔ انتہا میں کروں گا۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں پچھلی رات ڈنر کے دوران اسے آزما چکی ہوں۔ وہ اوپر سے شوخ ہے۔ اندر سے پتھر ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کھانا ختم ہونے کے بعد مجھے بھول جائے گا اور یہی ہوا۔ میں کھانے کے بعد اس سے رخصت ہوئی تو اس نے رسمی طور پر بھی آئندہ کبھی ملنے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔"

"بہرحال وہ پہلی ملاقات تھی۔ تم خوب سمجھتی ہو کہ بعض مرد بظاہر بے رُخی دکھاتے ہیں تاکہ عورت ان کے پیچھے آتی رہے۔ تم بھی یہی کرو۔ پیچھے لگ جاؤ۔"

اس طیارے میں تین تین سیٹوں کی قطاریں تھیں۔ فیروزہ نے کہا "اگر ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا یہ شخص دلبر کی سیٹ پر چلا جائے تو میں دلبر کو یہاں لانے کی کوشش کروں گی۔"

"پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے۔ ہم پیاسے ہیں۔ وہ ہمارے پاس نہیں آئے گا۔ میں نے کہا نا کہ تمھیں اس کے پیچھے جانا چاہیے۔"

"اگر ہم اس کے پاس جا کر بیٹھنا چاہیں گے تو وہاں دو مسافروں سے درخواست کرنی ہوگی کہ وہ یہاں آکر ہماری سیٹوں پر بیٹھیں۔ اس کے برعکس دلبر کو یہاں بلانے کے لیے اپنے پاس بیٹھے ہوئے صرف ایک آدمی سے درخواست کرنی پڑے گی۔"

وہ تھوڑی دیر تک آپس میں بحث کرتے رہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اُن کے پاس جاؤں یا وہ میرے پاس آئیں۔ میں پچھلی رات سے جاگ رہا تھا۔ اب سونا چاہتا تھا ـــ ڈی الیف اپنی جگہ سے اُٹھ کر میری طرف آ رہی تھی لیکن آنے کا انداز یوں تھا، جیسے وہ ٹوائلٹ کی طرف جا رہی ہو پھر وہ میرے قریب پہنچ کر مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ بڑی حیرت سے اور مسرت سے مجھے مخاطب کیا "اوہ، دلبر... ! تم بھی اسی طیارے میں سفر کر رہے ہو؟"

میں مسکرانے لگا۔

وہ اُردو زبان میں گفتگو کر رہی تھی تاکہ دوسرے مسافر اس کی بات نہ سمجھ سکیں۔ وہ کہہ رہی تھی "اسے کہتے ہیں، دِل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں تمھارے ہی متعلق سوچ رہی تھی۔"

میں نے کہا "ہاں، دل کے معاملات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات دل والے سوچتے ہیں اور سوچتے ہی یاد آنے والے کو پا لیتے ہیں۔"

وہ جھک کر بڑے پیار سے بولی "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میری طرف چلے آؤ۔"

میں نے بے پروائی سے کہا "میں تنہا ہوں۔ اگر تم چاہتی ہو تو چلا آؤں گا۔ کیا اُدھر سیٹ خالی ہے؟"

"میں اُدھر کے ایک مسافر سے درخواست کروں گی۔ وہ شاید تمھاری سیٹ پر آنے کے لیے راضی ہو جائے۔"

وہ پلٹ کر اپنی سیٹ کی طرف گئی... اور بلیک مرمر کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے کہنے لگی "کیا آپ اُدھر کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھنا پسند کریں گے۔ میری ایک شناسا سے ملاقات ہوگئی ہے۔ میں یہاں بیٹھ کر اس سے ضروری گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

اس مسافر نے گھوم کر دیکھتے ہوئے پوچھا "وہ کھڑکی کے پاس والی سیٹ کہاں ہے؟"

ڈی الیف میری طرف اشارہ کرتے ہوئے میرا سیٹ نمبر بتانے لگی۔

اس مسافر نے میری سوچ کے مطابق بے اختیار کہا "سوری مادام! مجھے زیادہ باتیں کرنے والی عورتیں پسند نہیں ہیں۔"

ڈارلنگ فیروزہ نے حیرانی سے پوچھا "کیا مطلب؟"

اس نے بلیک مرمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "آپ اپنے ساتھی سے مسلسل باتیں کرتی چلی آ رہی ہیں۔ جب سے سفر شروع ہوا ہے، میں یہی دیکھتا آ رہا ہوں۔ اب ایک نہیں دو ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تو آپ کی زبان ذرا بھی نہیں رُکے گی۔"

ڈارلنگ نے غصہ ضبط کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا "آپ میری ذات پر تنقید کر رہے ہیں۔ میں آپ سے صرف درخواست کر رہی ہوں۔ ویسے بھی جب آپ نشست بدل لیں گے تو میری گفتگو سے بھی نجات مل جائے گی۔"

"سوری، میں یہاں آرام سے سفر کر رہا ہوں۔"

مسافر کے انکار پر وہ ذرا مایوس ہوئی پھر میری طرف آئی۔ میرے پاس بیٹھے ہوئے دونوں مسافروں میں سے ایک سے التجا کی۔ میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافروں کے لب و لہجے کو دیر سے سُنتا آیا تھا لہٰذا انھوں نے بھی میری سوچ کے مطابق انکار کیا۔ وہ مایوس ہو کر اُردو زبان میں بولی "دلبر... ! یہ لوگ بہت ہی بداخلاق ہیں۔ بظاہر مہذب نظر آتے ہیں لیکن کسی کے دلی جذبات کو نہیں سمجھتے ہیں۔"

میں نے کہا "میں پہلے ہی سمجھتا تھا۔ یہ ظالم سماج دو دِلوں کو ملنے نہیں دیتا۔ اسی لیے میں نے تمھاری ذات میں زیادہ دلچسپی نہیں لی۔"

وہ مسکرا کر بولی "تم مرد ہو کر مایوس ہو گئے۔ میں عورت ہو کر ہمت نہیں ہاری۔ ابھی کوئی دوسرا راستہ نکالتی ہوں۔"

وہ اسٹیورڈ کے کیبن کی طرف گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولی "میرے پاس جو مسافر بیٹھا ہے، وہ دہلی تک جا رہا ہے۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا مسافر آئے گا۔ میں اسے راضی کر لوں گی۔"

میں نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "ہم سوا گھنٹے کے بعد دہلی پہنچیں گے۔ اس وقت تک میں سوتا رہوں گا کیوں کہ پچھلی رات میری نیند پوری نہ ہو سکی۔"

"کوئی بات نہیں۔ تمھارے پاس بیٹھے ہوئے یہ دو مسافر دُبئی تک جا رہے ہیں۔ ہم تقریباً ساڑھے تین گھنٹے بعد دُبئی پہنچیں گے۔ اس وقت تک تمھاری نیند پوری ہو جائے گی اور میں یہاں آنے والے نئے مسافروں کو اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھنے پر راضی کر لوں گی۔"

دُبئی پہنچنے تک یہ اطمینان تھا کہ وہ میری نیند میں مداخلت نہیں کرے گی۔ میں نے اپنے دماغ کو ہدایت دی اور تین گھنٹے کے لیے آرام سے سو گیا ـــ ڈی الیف اور بلیک مرمر بھی پچھلی رات بہت مصروف رہے تھے۔ بنکاک سے کسی طرح بخیریت نکلنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال کرتے رہے تھے اور رہ رہ کر دلبر حسین اور اس کے پُراسرار باس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے تھے۔ بہرحال تین گھنٹے بعد میری آنکھ کھلی تو پتا چلا، وہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر سو رہے ہیں۔ انھوں نے ایک ائیر ہوسٹس سے احتیاطاً کہہ دیا تھا کہ طیارہ دُبئی پہنچے تو اس سے پہلے ہی انھیں نیند سے جگا دیا جائے۔

میں ان دونوں کے خوابیدہ دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ ان ہدایات کے مطابق ائیر ہوسٹس کے جگانے پر پہلے بلیک مرمر جاگتا۔ پھر نیند کے خمار میں کہہ دیتا کہ ابھی وہ اور اس کی ساتھی مزید سونا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ اس کے بعد وہ پھر مزید ڈھائی گھنٹے تک سوتے رہ جائیں گے۔

میں نے ان کے دماغ کو ہدایات دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ انھیں ٹیلی پیتھی کا شبہ نہ ہونے پائے، اسی لیے بلیک مرمر پر زیادہ توجہ دی تھی۔ کیوں کہ اس نے سونے سے پہلے کم از کم چار پیگ چڑھائے تھے۔ وہ نشے میں تھا۔ بیدار ہونے کے بعد ڈارلنگ فیروزہ کو یہی شبہ ہوتا کہ وہ نیند سے زیادہ نشے میں مدہوش رہا۔ اس لیے نہ خود بیدار ہو سکا نہ اسے جگا سکا۔ بہرحال میں نے ٹیلی پیتھی کا استعمال اس طرح کیا تھا کہ وہ تذبذب میں رہتے۔

اپنی جگہ سے اُٹھ کر میں باتھ روم میں گیا۔ مُنہ ہاتھ دھونے کے بعد تازہ دم ہو کر ایک ائیر ہوسٹس سے کھانے کی فرمائش کی۔ اس کے بعد اعلیٰ بی بی سے رابطہ قائم کیا۔ میرے لیے پیرس میں جو حفاظتی انتظامات ہو رہے تھے، ہم اس پر دیر تک بحث کرتے رہے۔ آخر میں نے پوچھا "مارٹر غلیا کے قبیلے کے لیے کیا ہو رہا ہے؟"

اعلیٰ بی بی نے جواب دیا "منجالی کی آخری رسومات ادا کرنے کے بعد پہلی فرصت میں ان پر توجہ دی جائے گی۔"

"منجالی کی موت اپنی جگہ ہے۔ کسی کے پیدا ہونے یا مرنے سے دُنیا کا کاروبار نہیں رُکتا پھر یہ تو ایک نیک کام ہے۔ اس کے لیے فوراً اقدامات ہونے چاہئیں۔"

"فرہاد! پیرس میں تمھیں پیش آنے والے تمام خطرات سے نمٹنے کی ذمّے داری مجھ پر ہے۔ اسی لیے میں دوسری طرف دھیان نہ

شگفتہ شیز
اُردو کے تفریحی ادب کا ایک نیا ئٹ
طنز و مزاح سے بھرپور قہقہے بکھیرتے رومانی ناول
آپ کے جانے پہچانے مشہور ادیب اثر نعمانی کے قلم سے
حکیمی ٹیکی
گھر کی مرغی
آپ کے سر پر
شرارت
بے وقوف
بلی وی کی تلاش
اُلّو کی دُم
مسٹر بداری
اور بھی...
بور ہونا چھوڑیں، مسکرانا سیکھیں

دے سکی۔"

"ٹارزغلبا کے قبیلے میں ایک تبلیغی جماعت کو روانہ کرنے اور ان کی رہنمائی کرنے کی ذمّے داری کسی اور کو سونپ دو۔ کسی وجہ سے بھی اس کام میں رُکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی اس پر عمل کرتی ہوں۔"

میں نے اس سے رابطہ ختم کیا پھر ٹارزغلبا کے دماغ میں جھانک کر اس کی نیت کو پڑھنے لگا۔ اس کی نیت اور ارادوں کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس کی صرف ایک خواہش تھی۔ وہ یہ کہ مجھ سے گہری دوستی ہو جائے۔ اتنی گہری کہ یہ رشتوں کی گہرائی تک پہنچے۔ اسی لیے وہ اپنی بیٹی کو میرے نکاح میں دینا چاہتا تھا۔ مہذب دُنیا میں صاحبِ مذہب کہلانے کے لیے اسلام قبول کرنا چاہتا تھا۔ وہ مستقل مزاج تھا۔ اپنا ارادہ بدل نہیں سکتا تھا لیکن اس وقت بہت پریشان تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی کہ مرجانہ اور ٹارزبلبا کے درمیان ٹھن گئی ہے۔ دونوں اپنی اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں لڑ رہے ہیں۔

میں نے اس سے زیادہ اس کی سوچ نہیں پڑھی۔ فوراً ہی مرجانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ مجھے محسوس کرتے ہی بولی "تمھیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم لڑ پڑے ہیں؟"

"اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے نادان لوگ لڑتے ہیں۔"

"میں برتری ثابت نہیں کرنا چاہتی لیکن یہ مجھ سے عشق کرنے لگا تھا۔"

"بھئی! تم خوب صورت ہو۔ جوان ہو۔ تم میں کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ کوئی بھی عشق کا اظہار کر سکتا ہے۔ اسے خوب صورتی سے ٹال دینا چاہیے۔"

"یہی تو بات ہے۔ یہ بالکل درندہ ہے۔ خوب صورتی کو سمجھتا نہیں ہے۔ عشق بھی یوں کرتا ہے جیسے پتھر مار رہا ہو جواباً مجھے بھی پتھر مارنا آتا ہے۔"

اس وقت وہ ایک غار میں تھی۔ وہاں کی نیم تاریکی میں دور تک دیکھ رہی تھی۔ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ٹارزبلبا کہاں ہے۔ وہ اپنے علاقے کے پہاڑوں، غاروں اور دشوار گزار دروں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ مرجانہ کو پریشان کرنے کے لیے اور اس کی ذہانت کو آزمانے کے لیے اچانک ہی کہیں سے نمودار ہو جاتا تھا۔ اس پر حملہ کرتا تھا پھر کہیں گم ہو جاتا تھا لیکن اس کے بیشتر حملے ناکام رہے تھے۔ مرجانہ نے ہمیشہ حاضر دماغی کا ثبوت دیا تھا۔ فوراً ہی اس کے حملوں سے بچ جاتی تھی۔ اس نے کہا "فرہاد! میری فکر نہ کرو۔ مجھے جتنی چوٹیں آئی ہیں۔ کم و بیش اتنے ہی زخم میں نے بلبا کو پہنچائے ہیں۔"

"میں تمھاری صلاحیتوں کو مانتا ہوں لیکن یہ تو سوچو، ابھی ٹارزغلبا سے ہمارا دوستانہ سمجھوتہ ہو رہا ہے۔ سب سے بڑی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے پورے قبیلے کے ساتھ ہمارا مذہب قبول کرنے والا ہے۔ ایسی صورت میں تم دونوں دشمنوں کی طرح لڑو گے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

"ابھی میں تم سے بحث نہیں کر سکتی۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا ہے۔ مجھے اس کی آہٹ مل رہی ہے۔ شاید وہ آ رہا ہے۔ تم جو کچھ مجھے سمجھا رہے ہو۔ وہی بات ثبانہ سے کہو۔ وہ تمھیں جواب دے گی۔ اس وقت وہ غار سے باہر موجود ہے۔"

دوسرے ہی لمحے میں ثبانہ کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پہلے اس کے ذریعے دیکھا۔ پہاڑی کے دامن میں دور دور تک قبیلے کے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی تھے۔ میں نے ثبانہ کو مخاطب کیا۔ وہ چونک گئی۔ اس کا دل خوشی کے مارے دھڑکنے لگا پھر فوراً ہی خیال آیا کہ مجھے منجالی کی موت کا صدمہ ہے۔ وہ سنجیدہ ہو گئی۔ میں نے پوچھا "یہ دونوں کب تک لڑتے رہیں گے۔ اس سے پہلے کہ یہ لڑائی ان کی دشمنی اور نفرت میں بدل جائے، انھیں روک دینا چاہیے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "ہم مجبور ہیں۔ ہمارے ہاں دستور ہے، جب دو لڑنے والے یہ اعلان کر دیں.... کہ وہ ہار جیت کے بغیر کسی کی برتری تسلیم نہیں کریں گے اور اپنے نتائج کے وہ خود ذمّے دار ہیں تو قبیلے کا سردار بھی ان کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتا۔ بس یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ وہ چاہے زخموں سے چُور ہو جائیں لیکن کسی کو مرنا نہیں چاہیے کیوں کہ ہم قبیلے کے ہر فرد کو اہم سمجھتے ہیں اور مرجانہ تو ہمارے لیے بہت ہی اہم ہے۔"

"یعنی تم سب مطمئن ہو کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو جانی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور ہم جو دوستی کی نئی بنیاد رکھ رہے ہیں، وہ بنیاد ان کی وجہ سے ٹیڑھی نہیں ہو گی۔"

"ہرگز نہیں۔ ہماری آپس کی لڑائی میں آج تک کسی کو کسی سے نفرت پیدا نہیں ہوئی بلکہ محبت اور زیادہ مستحکم ہو جاتی ہے کیونکہ لڑتے رہنے سے ہماری جنگجویانہ صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ زخم لگانے اور زخم کھانے کے دوران قوتِ برداشت کی مشق بھی جاری رہتی ہے۔"

"تم لوگ بے حد عجیب ہو۔"

"ہم جو کچھ بھی ہیں، تم فوراً مرجانہ کے پاس جا کر دیکھو، آخر وہ لوگ غار کے اندر کیا کر رہے ہیں۔ انھوں نے ہمیں سختی سے وہاں آنے کے لیے منع کر دیا ہے۔ ہم مجبوراً یہاں ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں پھر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اب وہ غار کے کسی

دوسرے حصے میں تھی۔ اس کے سامنے کچھ فاصلے پر ٹارزبلبا کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بھی چہرے اور جسم کے کئی حصوں پر زخم آئے تھے۔ مرجانہ نے دُرست کہا تھا کہ وہ پتھر کا جواب پتھر سے دے رہی ہے، اس وقت ٹارزبلبا کہہ رہا تھا "میں تم سے متاثر ہوں۔ میں زمین کی گہرائی اور آسمان کی بلندی کی قسم کھا کر کہتا ہوں، زندگی میں پہلی بار کسی نے مجھے اتنے زخم پہنچائے ہیں۔ ان زخموں سے بڑی ہی سرور انگیز ٹیسیں اُٹھ رہی ہیں اور یہ سرور میرے دل میں تمھاری محبت کا اور زیادہ جادو جگا رہا ہے۔"

"میں پھر تمھیں سمجھاتی ہوں، مجھ سے محبت کی باتیں نہ کرو۔"

وہ بولا "مہذب دنیا میں لوگ نفرت نہیں محبت کرتے ہیں اور تم ہو کہ محبت سے نفرت کرتی ہو۔"

"محبت انسانوں سے کی جاتی ہے۔ کیا تم انسان ہو؟ اگر ہو تو ہر موسم میں صرف یہ لنگوٹ کیوں پہنے رہتے ہو۔ کیا انسانوں کی طرح لباس نہیں پہن سکتے؟" اس کا اشارہ بلبا کی بریف کی طرف تھا۔

"اگر تم میری محبت کو قبول کر لو تو میں مہذب انسانوں کی طرح لباس پہن کر رہوں گا۔ تم جیسا کہو گی، ویسا کروں گا۔"

"تم ایسا کبھی نہیں کرو گے۔ تم اپنی طاقت کے نشے میں چُور رہتے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے میرے سامنے اپنی برتری جتائی تھی۔"

"مرجانہ! بُرا نہیں ماننا چاہیے۔ مرد عورت سے برتر ہوتا ہے۔"

"میں ثابت کر دوں گی کہ تم سے برتر ہوں۔"

باتیں کرتے ہی کرتے اس نے یکبارگی فضا میں چھلانگ لگائی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ٹارزبلبا کے مُنہ پر ایک زبردست ٹھوکر ماری۔ پھر اُلٹی قلابازی کھا کر اپنی جگہ آنے لگی۔ بلبا اس کے لڑنے کے انداز سے واقف نہیں تھا۔ اس نے یہی سمجھا کہ عام فائٹروں کی طرح وہ کِک مارنے کے بعد واپس اپنی جگہ پہنچ کر کھڑی ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی وہ آگے بڑھ کر جوابی حملہ کرے گا لیکن مرجانہ الٹی قلابازی کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کے بَل زمین پر پہنچی یعنی اس کی ٹانگیں اب اوپر کی طرف تھیں۔ جب وہ آگے بڑھا تو اس کی ٹانگوں سے پھر ایک ٹھوکر لگی۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف گر پڑا۔

اس بار مرجانہ دھوکا کھا گئی۔ وہ جان بوجھ کر گرا تھا پھر گرتے ہی زمین پر گول چکر لگاتے ہوئے مرجانہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ ٹھوکر مارنے کے بعد پیروں کے بَل کھڑی ہوئی تھی۔ بلبا نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑی پھر جیسے ہی اٹھی تو اسے اپنے بالکل سامنے بلبا کھڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے ایک گھونسہ مُنہ پر جڑ دیا۔ وہ کراہتے ہوئے پیچھے گئی پھر اس کے مُنہ پر دوسرا گھونسہ پڑا۔ تیسرا گھونسہ مارنے سے پہلے ہی اس نے بلبا کی گردن پر کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا پھر گھوم کر دوسرا ہاتھ اس کی پسلی پر مارا۔ میں نے ثبانہ کے پاس پہنچ کر کہا "کوئی کسی سے کم نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے جیسے یہ لڑائی ان کی آخری سانس تک جاری رہے گی۔"

"میں مانتی ہوں، مرجانہ فولاد ہے۔ لڑنے کا فن جانتی ہے اور حیران ہوں کہ وہ میرے بھائی کے مقابلے میں اب تک کھڑی ہوئی ہے۔"

"تم مرجانہ کو نہیں جانتیں۔ وہ بہت ضدی ہے۔"

"عورت کو اس حد تک ضدی نہیں ہونا چاہیے۔ کسی ایک مرد کے سامنے اپنی ضد ہارنا چاہیے جیسا کہ میں تمھارے سامنے ہار گئی ہوں۔ تم سے پہلے سوچتی تھی، دُنیا کا کوئی مرد مجھے متاثر نہیں کر سکے گا۔ میں کسی کے سامنے جھکنا پسند نہیں کروں گی لیکن میں نے جھکنا سیکھ لیا۔ یہی بات تم مرجانہ کو سمجھا سکتے ہو۔"

"کیا تم کسی کے سمجھانے سے میرے سامنے خود کو جھکانا پسند کر رہی ہو؟"

"نہیں، میں اپنے دل سے ایسا کر رہی ہوں۔"

"اسی طرح مرجانہ فولاد ہونے کے باوجود ایک عورت بھی ہے۔ عورت سمجھانے سے نہیں سمجھتی۔ پہلے وہ دل ہارتی ہے پھر

ڈاکٹر جی ایم ناز
کی شہرہ آفاق کتاب
ازدواجی نفسیات
کی چند کاپیاں پرانے اسٹاک سے مل گئی ہیں۔
یہ وہ کتاب ہے جس کے شائع ہونے پر تہلکہ مچ گیا تھا۔ اس کتاب میں خواتین کے اُن دُکھوں کا تذکرہ، جوان کو اندر ہی اندر گھن کی طرح چاٹتے ہیں، ان کا تدارک ہے۔ ازدواجی الجھنیں ہیں اور ان کے حل ہیں۔ جنسی مسائل اور مشورے ہیں۔ غرض یہ کتاب ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ پڑھنا ضروری ہے۔
چند ہی کاپیاں موجود ہیں۔ آج ہی آرڈرز بھیجیں
قیمت ——— ۳۰/- روپے محصول ڈاک
مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

اپنی ضد اور غرور کو ہارنا پسند کرتی ہے۔ بہتر ہے، تم اپنے بھائی کو سمجھاؤ کہ وہ انسانوں کی طرح لباس پہنا کرے اور دلوں کو جیتنے والی گفتگو کرنا سیکھے۔"

"میں اسے سمجھاؤں گی لیکن اس وقت ان کو لڑنے سے کس طرح باز رکھا جائے؟"

"تمہارے قبیلے میں دو حریفوں کے لڑتے رہنے کا کوئی وقت مقرر ہوگا؟"

"کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا۔ جب تک کوئی کسی سے شکست تسلیم نہ کر لے، اس وقت تک جنگ جاری رہتی ہے۔"

"پھر تو اس غار کے اندر فرسٹ ایڈ وغیرہ کا سامان پہنچا دو اور کچھ کھانے کی چیزیں بھی پہنچا دی جائیں تو بہتر ہے۔ یہ جنگ ابھی نامعلوم مدت تک جاری رہے گی۔"

میں غار کے اندر مرجانہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت وہ ٹہلنے کے انداز میں غار کی پتھریلی دیواروں کے قریب سے گزر رہی تھی۔ دراصل وہ پینترے بدل رہی تھی۔ اس کے سامنے والی پتھریلی دیوار سے ٹارٹر بلبا لگا ہوا تھا۔ وہ بھی اس . . . . . . کی طرف دیکھتا ہوا اس کے پینتروں کو اور اس کے تیور کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ تقریباً دو گھنٹے سے لڑ رہے تھے۔ اس دوران تھوڑا تھوڑا سا وقفہ اس طرح ہوتا رہا تھا کہ کبھی دیر تک پینترے بدلتے وقت انھیں ذرا ہانپنے، ستانے کا موقع مل جاتا تھا۔ کبھی ٹارٹر بلبا اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ غار کی چٹانوں کے پیچھے کہیں چھپ کر دوسری طرف سے نکل آتا تھا۔ ایسے وقت بھی دونوں کو حملوں اور جوابی حملوں سے ذرا فرصت مل جاتی تھی۔ اس کے باوجود وہ ایک طرح سے میدانِ جنگ میں تھے۔ اس لیے ذہنی طور پر ہر لمحہ مستعد رہنا پڑتا تھا۔ پتا نہیں کون کس وقت حملہ کر دے۔ اس لیے انھیں ایک ذرا کہیں بیٹھنے کی فرصت نہیں ملی تھی۔ دونوں اب تک اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے تھے اور دونوں ایسے ضدی، ایسے فولادی تھے کہ ابھی کئی گھنٹوں تک شکست کھا کر گرنا یا بیٹھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔

ٹارٹر بلبا نے کہا "آج تک جانے کتنے شہ زور میرے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے۔ بڑے بڑے دعوے کرنے والے آئے اور اپنے منہ کی کھا کر چلے گئے۔ میں وہ پہاڑ ہوں جسے کوئی اپنی مٹھی میں نہیں لے سکتا۔"

مرجانہ نے پینترا بدلتے ہوئے کہا "آج کے بعد تم شیخی بگھارنا بھول جاؤ گے اور ہاں، یہ تم غلط کہہ رہے ہو کہ تمہارے جیسے پہاڑ کو کوئی مٹھی میں نہیں لے سکتا۔ تم چند ہفتے پہلے کی بات بھول گئے۔ جب تمہارے جسم میں دو گولیاں پیوست ہوئی تھیں۔ تم زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ تم مٹھی کی بات کرتے ہو۔ فرہاد نے اس وقت تمھیں چٹکی میں دبا رکھا تھا جس وقت چاہتا مسل ڈالتا۔"

اس نے گھور کر اسے دیکھا پھر سر ہلا کر کہا "ہاں، فرہاد کا یہ احسان مجھ پر ہے لیکن مرد احسان کا بدلہ جلد ہی چکا دیتے ہیں کبھی وہ میرے قدموں تلے آئے گا تو میں اس کے سر کو کچلنے کے بجائے معاف کر دوں گا۔ اسے نئی زندگی دے کر جواباً احسان کروں گا پھر یہ بوجھ میرے سر سے اُتر جائے گا۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ پینترے بدلتے ہوئے آئی لیکن بلبا نے اس کے حملوں کو روک لیا پھر وہ دونوں پنجہ آزمائی کرنے لگے۔ مرجانہ کے وہ دونوں ہاتھ ٹریننگ کے دوران آہنی ذرّات سے گزرتے رہے تھے۔ واٹسورو کی لوہے کے باریک اور موٹے ذرّات کا ڈھیر لگاتا تھا اور مرجانہ کو حکم دیتا تھا کہ وہ ان ذرّات میں کراٹوں کے ہاتھ رسید کرتی رہے اور پوری قوّت سے اپنے دونوں ہاتھوں کو باری باری ان ذرّات کے ڈھیر میں خنجر کی طرح پیوست کرتی رہے اور وہ ایسا کرتی رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ ایسے سخت تھے جیسے فولاد ہوں۔ انھیں موڑنا، انھیں نقصان پہنچانا ٹارٹر بلبا کے بس میں نہیں تھا۔

دوسری طرف ٹارٹر بلبا بچپن ہی سے اس برفانی علاقے کی سنگلاخ زمینوں کا پروردہ تھا ــــ بڑا ہی سخت جان تھا۔ اس کے جسم کی جلد گینڈے کی کھال کی طرح سخت تھی۔ وہ بھی فولاد سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ دونوں کب تک لڑتے رہیں گے۔ ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مرنا پسند کریں گے لیکن کسی سے شکست تسلیم کرنا اپنی توہین سمجھتے رہیں گے۔

مرجانہ قلابازی کھا کر بلبا کے سر کے اوپر سے گزرتی ہوئی پیچھے کی طرف آئی تو ان کے پنجے ایک دوسرے سے الگ ہو گئے، اسی وقت بلبا نے اس کی کمر پر گدھے کی طرح پیچھے سے لات ماری۔ ٹھیک اسی وقت مرجانہ نے بھی اسی طرح ڈنکی کِک اس کی کمر پر رسید کی تھی۔ دونوں نے بیک وقت ایک ہی طریقے سے حملہ کیا تھا اور دونوں ہی ایک دوسرے کی لات کھا کر لڑکھڑاتے ہوئے دور چلے گئے تھے۔

میں نے مرجانہ سے کہا "تمھیں بتا چکا ہوں کہ اسے کہاں کہاں گولیاں لگی تھیں۔ تم اس جگہ حملہ کرو اور قصہ ختم کرو۔ وہ ابھی زمیں بوس ہو جائے گا۔"

مرجانہ نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا "اگر میں نے ایسا کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے ایک کمزور آدمی سے مقابلہ کیا ہے۔ ریت کی دیوار سے ٹکرانا میری توہین ہے۔" پھر اس نے بلبا کو

مخاطب کرتے ہوئے کہا "ابھی تم نے کہا تھا کہ فرہاد کا احسان جلد ہی اتار دو گے لیکن میں تم پر جو احسان کر رہی ہوں، اسے کیسے اتارو گے؟"

بلبا نے حیرانی سے پوچھا "کیسا احسان؟"

"میں نے ابھی تک تمہارے بائیں شانے اور بائیں پسلیوں کی طرف حملہ نہیں کیا ہے۔ اگرچہ تمہارے زخم بڑی حد تک بھر گئے ہیں پھر بھی ان میں کچا پن ہے۔ میرے متواتر حملوں سے تم گھٹنے ٹیک دو گے۔"

وہ غصے سے تلملاتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے بولا "بکواس مت کرو۔ میں تمہارا احسان لینا نہیں چاہتا۔ میں تمھیں دعوت دے رہا ہوں۔ چلو آؤ، ایسی جگہ حملہ کرو جہاں مجھے گولیاں لگی تھیں۔ میں تمہارے حملوں کو روک سکتا ہوں۔ روک نہ سکا تو زخم سہہ سکتا ہوں۔ میرے زخم کچے ضرور ہیں انھیں پھر ہرا ہونے دو۔ میں بزدل نہیں ہوں۔"

وہ چیلنج کر رہا تھا اور یہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔ اچانک مرجانہ نے اس پر پے در پے حملے کیے مگر اس کے بائیں شانے اور بائیں پسلیوں کو اب بھی نظر انداز کیا۔ مرجانہ کا یہ احسان ٹارٹر بلبا کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کرنے لگا۔ کہنے لگا "میں لڑنے کے فن سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ہمیں بچپن سے سمجھایا جاتا ہے کہ جنگ کے دوران غصے اور جھنجلاہٹ کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور تم مجھ پر نفسیاتی اثر ڈال رہی ہو۔ مجھے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی ہو۔"

"تم کیوں جھنجلا رہے ہو؟ میں تمہارے جسم کے زخمی حصّوں پر کبھی حملہ نہیں کروں گی۔ اگر تمھیں کمزور بنا کر حملہ کرنا ہوتا تو مجھ سے پہلے فرہاد تمہاری کمزوری سے فائدہ اُٹھا چکا ہوتا یا اس وقت بھی وہ تمہارے دماغ کو اس طرح جھٹکے پہنچاتا رہتا کہ تم مسلسل سانس نہ روک سکتے۔ میرے سامنے کمزور ہوتے چلے جاتے۔ نہیں بلبا! میں عورت ہوں لیکن آج تک مردانہ وار مقابلہ کرتی آئی ہوں اور کرتی رہوں گی۔"

بلبا نے ایک گہری سانس لی پھر پتھریلی دیوار سے ٹیک لگا کر کہا "میری زندگی میں تم سُپر آئی تھی۔ میرا خیال تھا، اس سے زیادہ ضدی اور مضبوط عورت اور کوئی نہیں ہوگی۔ مگر آج وہ تمہارے سامنے خاک ہو گئی ہے۔ میری آئیڈیل ایسی ہی عورت ہے جو محبت سے پھول نہ مارے، پتھر مارتی رہے ـــ، مرجانہ! میری برتری تسلیم کرلو، اسی میں عورت کی برتری ہے۔"

مرجانہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھی۔ اس پہاڑ سے بڑی دیر تک ٹکراتی رہی تھی۔ اس لمحے اس کے دل کی دھڑکن نے ایک ذرا سی چغلی کھائی۔ دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی۔ اسے فوراً خیال آیا کہ میں اس کے دماغ میں شاید موجود ہوں۔ شاید اس کی کمزوری کو سمجھ سکتا ہوں۔ اس نے سخت لہجے میں کہا "میں تم سے کمتر نہیں ہوں۔ دیکھ لو، تم اس دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے ہو۔ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے، میں نے کسی چیز کا سہارا نہیں لیا ہے اور اب تک اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی ہوں۔"

وہ فوراً ہی دیوار سے الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا ـــ "سوری! دراصل میں نے تمہاری اس جرأت اور ثابت قدمی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ اب میں بھی کسی چیز کا سہارا نہیں لوں گا مگر وعدہ کرو، اگر میں جیت گیا تو تم مجھے قبول کر لو گی۔"

وہ حقارت سے بولی "تمہارے جیتنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔"

جب تم جانتی ہو کہ میں جیت نہیں سکتا تو چلو آئندہ ہارنے والے کی تسلی کے لیے وعدہ کر لو۔ میں بھی وعدہ کرتا ہوں، اگر جیت نہ سکا تو میں تمہارے سامنے جان دے دوں گا۔"

مرجانہ نے پینترا بدل کر ایک طرف بڑھتے ہوئے کہا "میں نے عاشقوں کو شاعرانہ الفاظ میں مرتے دیکھا ہے۔ ان کا جنازہ اُٹھتے نہیں دیکھا۔ تم سے وعدہ کرتی ہوں، مر جاؤ گے تو تمہاری لاش کو دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر تمہارے باپ کے قدموں تک پہنچا دوں گی۔"

میں اچانک ٹارٹر بلبا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ٹھہرو، میں تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ یہ ایک مَرد کا وعدہ ہے۔"

"کیا بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں تم سے باتوں میں لگا رہوں اور وہ مجھ پر حملہ کر دے؟"

"میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ بس ایک راز کی بات بتانے آیا ہوں۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "وہ کیا؟"

"تم جانتے ہو، میں انسان کے دل و دماغ کی گہرائی میں پہنچ کر اس کے چور خیالات پڑھ لیتا ہوں۔ میں نے مرجانہ کے چور خیالات پڑھے ہیں۔ وہ تم سے متاثر ہے۔ آج متاثر ہے تو کل محبت بھی کرنے لگے گی۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں نے ایسی عورت آج تک نہیں دیکھی جو اندر سے اور باہر سے فولاد ہی فولاد ہو۔ یہ بھلا محبت کو کیا سمجھے گی؟"

"تم بھی محبت کو نہیں سمجھتے تھے لیکن مرجانہ تمھیں متاثر کر رہی ہے تم اپنے مزاج کے خلاف کئی بار اس سے محبت کا اظہار کر چکے ہو۔ تمھیں اندازہ ہو چکا ہے، وہ قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ تم اسے طاقت اور مردانگی سے متاثر کر سکو گے۔"

"کیا میں ایسا کر سکوں گا؟"

"میں ابھی بتا چکا ہوں' وہ تم سے متاثر ہوتی جا رہی ہے خبردار اُسے یہ نہ بتانا کہ میں اُس کے دل کا حال تمھیں بتا رہا ہوں۔"

وہ دل ہی دل میں خوش ہو کر بولا "فرہاد! مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ تم اپنی عورت کے دل کا حال مجھے بتا رہے ہو۔"

"وہ میری کوئی نہیں ہے۔ اس نے بہت عرصہ پہلے ہی مجھے صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ ایک اچھے جیون ساتھی کو تلاش کرے گی۔ مجھے یہ نظر آرہا ہے کہ انتخاب تمھارا ہی ہوگا۔ بس ذرا جسمانی طاقت کے ساتھ ساتھ اپنی عقل بھی استعمال کرو۔"

اس نے فوراً ہی اپنے مزاج کے خلاف عاجزی سے کہا "میں تمھیں گرو مانتا ہوں۔ میری رہنمائی کرو۔ اگر یہ میری نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو خالی خالی محسوس کرتا رہوں گا۔"

"تم دونوں کا مزاج ایک جیسا ہے لہٰذا لڑتے رہو۔ اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو۔ اگر یہ تم سے متاثر نہ ہوئی تو شاید کوئی دوسرا اسے متاثر نہ کر سکے۔"

میں ثباتہ کے پاس آگیا۔ وہ بولی "بابا بہت پریشان ہیں۔ تم ان سے بات کرلو۔"

میں نے مارشر غلبا کو مخاطب کیا۔ وہ پریشان ہو کر بولا "فرہاد! یہ دونوں کیا کر رہے ہیں۔ میں اپنے قبیلے کے قانون سے مجبور ہوں۔ خود ان کا سردار ہو کر انھیں لڑائی جھگڑے سے روک نہیں سکتا۔ اندیشہ یہ ہے کہ ان کے جھگڑے سے ہمارے درمیان کوئی تلخی پیدا نہ ہو جائے۔"

"کوئی تلخی نہیں ہوگی۔ میں ابھی ان دونوں کے لڑنے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین ہے نفرت سے شروع ہونے والی یہ لڑائی بالآخر بھٹکتے بھٹکتے محبت بھری نوک جھونک میں بدل جائے گی۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"تم اچھی طرح جانتے ہو، میں دماغوں میں جھانک کر دلوں کی زبان سے بولتا ہوں اور سچ بولتا ہوں۔ جو بول رہا ہوں' وہ سامنے آنے ہی والا ہے۔ انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر میں ثباتہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مرجانہ کے لیے پریشان تھی۔ اسے ابھی تک یقین نہیں تھا کہ اس کے بھائی کے مقابلے میں وہ ثابت قدم ثابت ہو سکتی ہے۔ میں نے کہا "یہ تم دیکھ لوگی۔ ویسے تمھارا بھائی عشق کے میدان میں لڑکھڑا گیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کی لڑائی کا فیصلہ آج ہی ہو جائے گا یا ابھی کئی دن تک وہ لڑتے رہیں گے اور محبت کرنا سیکھتے رہیں گے۔ بہرحال انجام خوشگوار ہوگا۔ ذرا انتظار کرلو۔"

میں جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "تم پیرس جا رہے ہو۔ میں بھی اس علاقے سے نکلنا چاہتی ہوں۔ مہذب دنیا میں آؤں گی۔ شاید کسی ملک میں تم سے ملاقات ہو جائے۔"

میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا "میں خود تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ تم سے اتنی باتیں کیں لیکن تمھیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ تم وہاں سے نکل کر جس ملک میں جاؤ گی، میں وہاں پہنچ سکتا ہوں۔ شاید جلد نہ پہنچ سکوں کیوں کہ پیرس پہنچتے ہی دشمن مجھے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے کیا کچھ کرنا ہے' یہ کچھ میرے ذہن میں ہے اور کچھ حالات کے مطابق سوچ سمجھ کر عمل کرنا ہوگا۔"

"میں تمھاری مجبوریوں کو سمجھتی ہوں۔ میں اس جگہ سے نکل کر پہلے پیرس جاؤں گی پھر جہاں تم جانے، رہنے، انتظار کرنے کو کہو گے، میں ویسا ہی کرتی رہوں گی۔ چاہے ایک دن لگے' ایک سال لگے یا ایک صدی گزر جائے۔ میں اپنی آخری سانس تک تمھارا انتظار کرتی رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ آجاؤ۔ اگر زندگی رہی تو کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ ہماری ملاقات ہو جائے گی۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یہاں طیارے میں میرا دماغی طور پر حاضر رہنا ضروری ہے۔"

میں طیارے میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت اسپیکر سے آواز آرہی تھی "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! اب ہمارا طیارہ نہر سوئز کے اوپر پرواز کر رہا ہے۔ آپ چالیس منٹ کے بعد قاہرہ کے ائیرپورٹ پر ہوں گے۔"

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات
گیارہویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں !